

”إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا، وَإِنَّ مِنَ الشَّعْرِ لِحِكْمَةً“۔ (حدیث)
 بعض بیان میں جادو ہوتا ہے اور بعض شعر حکمت ہوتا ہے۔
 ”إِنَّمَا الشَّعْرُ كَلَامٌ، فَحَسَنُهُ حَسَنٌ، وَقَبِيحُهُ قَبِيحٌ“۔ (حدیث)
 شعر تو کلام ہے، جو اس میں اچھا ہے وہ اچھا ہے اور جو اس میں برا ہے وہ برا ہے۔ (صحیح مسلم)

عہدِ نبوی کی شاعری

(اس عہد کی شاعری کا مکمل جائزہ، تقریباً پانچ سو شعراء کا تعارف، ہزاروں اشعار کا اردو ترجمہ)

تالیف

ڈاکٹر عبد الحمید اطہر ندوی

ناشرین

علی ایجوکیشنل بک ہاؤس

نزد مدینہ ٹیمپو اسٹاپ۔ بھٹکل

مجلس صحافت و نشریات

جامعہ اسلامیہ۔ بھٹکل

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب	:	عہد نبوی کی شاعری
تصنیف	:	(تحریر کردہ مقالہ برائے ڈاکٹریٹ شعبہ عربی لکھنؤ یونیورسٹی، لکھنؤ)
کمپوزنگ	:	ڈاکٹر عبدالحمید اطہر ندوی بھٹکل
ایڈیشن	:	ندوی پرنٹرس بھٹکل
صفحات	:	ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ، ۲۰۱۲ء
قیمت	:	۵۸۴ روپے

ملنے کے پتے :

مولانا ابوالحسن ندوی اسلامک اکیڈمی، پوسٹ بکس نمبر: ۳۰، بھٹکل کرناٹک
 معہد امام حسن البنا شہید - نزد مدینہ ٹیمپوا سٹاپ - پوسٹ بکس نمبر: ۱۳، بھٹکل - کرناٹک
 علی ایجوکیشنل بک ہاؤس، بھٹکل، کرناٹک - موبائل: 09538579602
 مکتبۃ الشباب العلمیۃ، ندوہ روڈ - لکھنؤ (یو پی)

ناشرین

مجلس تحقیقات و نشریات علی ایجوکیشنل بک ہاؤس

جامعہ اسلامیہ - بھٹکل نزد مدینہ ٹیمپوا سٹاپ - بھٹکل

پوسٹ بکس نمبر: 10 بھٹکل 581320 کرناٹک

ابتدائیہ

حضرت مولانا عبدالباری صاحب ندوی
(مہتمم جامعہ اسلامیہ بھٹکل وامام وخطیب جامع مسجد بھٹکل)

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى، أما بعد .
زیر نظر کتاب قدر دان علم وادب کے لیے بڑی دلچسپ اور معلوماتی ہے، اور اپنے موضوع پر جامع و حاوی ہے، عربی شعر و سخن کا دائرہ بہت ہی وسیع و عریض ہے، جس کو مورخین نے کئی ادوار میں منقسم کیا ہے، لیکن اس تقسیم میں عہد نبوی کو الگ سے دور شمار نہیں کیا گیا ہے، بلکہ عہد قدیم کے ساتھ اس کو ضم کیا گیا ہے، اور مورخین نے عہد نبوی کی شاعری پر زیادہ توجہ بھی نہیں دی ہے، کیوں کہ عہد نبوی کی شاعری کی خصوصیات و امتیازات پر توجہ ہی نہیں دی گئی ہے، جب کہ موجودہ ادبی بیداری میں بہت سے اسلامی ادباء و شعراء نے عہد نبوی کی شاعری پر خصوصی توجہ دی ہے اور ثابت کیا ہے کہ عہد نبوی کے دور کی اپنی الگ ہی خصوصیات ہیں جس کی وجہ سے اس کو مستقل دور شمار کیا جانا ممکن ہے، کیوں کہ اسلام کی آمد سے زندگی کے دیگر میدانوں کی طرح ادب کا میدان بھی بڑا متاثر ہوا اور اسلامی تعلیمات کے اثرات عربوں کی شاعری پر بھی بہت زیادہ پڑے، جس کے نتیجے میں اسلامی تعلیمات سے میل نہ کھانے والے اصناف شاعری میں کمی آئی اور بعض نئے اصناف وجود میں آئے، جب کہ بعض اصناف شاعری میں تبدیلی بھی آئی۔

زیر نظر کتاب کا موضوع اسی عہد کی شاعری ہے، جس میں عہد نبوی کی شاعری کا مکمل جائزہ لینے اور احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور سینکڑوں کی تعداد میں اس عہد کے شعراء کا

تعارف کرایا گیا ہے اور شعراء کے اشعار کا سلیقہ سے انتخاب کیا گیا ہے اور اشعار کے نمونوں کا اردو میں ترجمہ بھی کیا گیا ہے۔

مولف کتاب جناب مولانا عبد الحمید اطہر صاحب رکن الدین ندوی جامعہ اسلامیہ بھٹکل کے ایک ہونہار اور لائق و فاضل سپوت ہیں، مولانا موصوف کی اس سے قبل کئی تصنیفات اور عربی سے اردو میں ترجمہ کردہ کتابیں مختلف موضوعات پر منظرِ عام پر آچکی ہیں اور مقبولِ خاص و عام ہو چکی ہیں۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔

ہمیں نہایت مسرت ہو رہی ہے کہ ان کی یہ نئی کتاب ایک بہترین ادبی فن پارہ کی صورت میں اردو اہل طبقہ کے سامنے لائی جا رہی ہے، جو یقیناً عربی ادب میں ایک خوبصورت اضافہ ہے، مجھے قوی امید ہے کہ اربابِ علم و فن اس کتاب کو قیمتی ادبی اثاثہ سمجھ کر پذیرائی کریں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس عمل کو قبول فرمائے اور عربی و اسلامی علوم کی نشر و اشاعت میں ترقی کا ذریعہ بنائے، اور یہ کتاب مفید سے مفید تر ثابت ہو۔

عبدالباری فکر دے ندوی

۲۸ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ ہجری

مطابق ۲۱ فروری ۲۰۱۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی دامت برکاتہم
(صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ و ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله وصحبه وبارك وسلم! اما بعد!

حضرت رسول اکرم ﷺ کی جب بعثت ہوئی تو عرب قوم کے لوگ جن کے درمیان آپ پیدا ہوئے اور بڑھے، بدوی اور حضری دو حصوں میں بٹے ہوئے تھے، بدوی لوگوں کی تعداد بہت زیادہ تھی، اور حضری عربوں کی تعداد کم تھی، یہ حضری عرب بلاد عرب کے چند شہروں میں آباد تھے، اور بدویوں کے مقابلے میں کچھ ترقی یافتہ تھے، لیکن پھر بھی اپنے ارد گرد کے ترقی یافتہ لوگوں کے تمدن و ترقی سے بہت پیچھے تھے، اور اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ یہ سب امی یعنی غیر تعلیم یافتہ تھے، عربوں کے شہروں میں مرکزی شہر مکہ تھا، جہاں خدا کی عبادت کا سب سے بڑا اور مرکزی گھر کعبہ تھا، اور قریش اس عبادت خانے کے مجاور اور منتظم تھے، ان ہی میں حضور اکرم ﷺ پیدا ہوئے، عربوں کے صرف چند شہروں کے علاوہ سب علاقے بدوی تھے، ان بدوی لوگوں کی زندگی حضری یعنی شہری آبادیوں جیسی سہولتوں سے خالی تھی، لیکن زبان و ادب کے لحاظ سے وہ اپنے شہری ہم وطنوں سے کم نہ تھے، بلکہ ان سے بڑھے ہوئے تھے، زبان کے معاملے میں وہ فصاحت کے ایسے پابند تھے کہ مکہ جیسے مرکزی شہر کے لوگ بھی اپنے رضاعی بچوں کو ان کے ماحول میں رکھنا پسند کرتے تھے، کیوں کہ بچے کو اپنی مادری زبان سننے اور سیکھنے کا آغاز اس رضاعی عمر سے شروع ہو جاتا ہے، اور اس کا زبان سے پہلا سابقہ زبان کا امتیازی اثر بن جاتا ہے، مکہ کے لوگ باوجود شہری ہونے کے اپنے بچوں کو اس غرض سے بھی دیہاتی مرضعات کے پاس ان کی ابتدائی مدت میں رکھتے تھے۔

یوں مجموعی طور پر زبان و ادب کا اصل اہتمام شہری زندگی میں ہوتا ہے، لیکن جب دیہات میں بھی ہونے لگے تو سمجھنا چاہیے کہ پوری آبادی فصیح اللسان بن جاتی ہے، حضور اکرم ﷺ کی بعثت کے بعد اسلام کے اثر سے جب متمدن ملکوں سے رابطہ و ضبط بڑھا، غیر عربوں سے عرب شہریوں کا اختلاط ہوا، عرب کی بعض تعبیرات میں عجی اثرات آنے لگے، عرب اہل فصاحت جب کسی تعبیر کے سلسلے میں تردد میں پڑتے تو کہتے کہ دیکھو کہ بازار میں کوئی دیہاتی سودا سلف لینے آیا ہو تو اس کو لے آؤں، اس سے پوچھ کر ہم اپنے تردد کو دور کر لیں، یہی وجہ تھی کہ عرب سب فصیح اللسان ہوتے تھے، اور جو شخص فصیح اللسان نہ ہوتا، اس کو عیب چینی کی نظر

سے دیکھتے تھے، اس کے ساتھ یہ بات بھی ہوئی کہ عرب چوں کہ کتابی اور تحریری زبان و ادب سے عاری تھے، ان کا سب کام زبانی ہوتا تھا، اور جب وہ اثر ڈالنا یا اس بات کو موثر ڈھنگ سے کہنا چاہتے تو اس کے لیے آسان شکل شاعری ہوتی ہے، جس میں لکھنے پڑھنے کا عمل لازمی نہیں ہوتا، وہ عموماً زبانی طور پر زیادہ استعمال ہوتی ہے، اس لیے عربوں میں شاعری کا استعمال زیادہ ہوا، اور یہ اتنا زیادہ ہوا کہ صرف کند ذہن اور غبی شخص کے متعلق تو یہ سمجھا جاسکتا تھا کہ وہ شاعری نہیں کر سکتا، کسی سمجھ دار اور عاقل کے لیے شاعری کوئی ناقابل عمل بات نہ تھی، اس لیے جس کا نام بھی تاریخ میں شہرت کے ساتھ ملتا ہے، اس کا شاعری میں بھی کچھ نہ کچھ حاصل جاتا ہے، چنانچہ اگر کم گوار پُر گودوں قسموں کے شعراء کے ناموں کو جمع کیا جائے تو ایک محدود عہد میں بھی بے شمار ہیں، البتہ پُر گو شعراء جو اپنی شاعری کو اپنے مقاصد کا ذریعہ بناتے تھے، ان کی تعداد دوسروں سے کم تھی، لیکن ان کے یہاں شاعری امتیازی شان رکھتی تھی۔

حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے شاعری کرنے والا نہیں بنایا، لیکن شاعری کو سمجھنے اور اس کی تاثیر کو جاننے میں آپ کسی سے کم نہیں تھے، اور شاعری کے علاوہ عام زبان اور نثری ادب میں تو آپ سب سے زیادہ صلاحیت کے مالک تھے، اور اُفح العرب مانے جاتے تھے، جس کا ثبوت آپ کے نثری کلام سے جو حدیث کے عنوان سے وسیع حد تک محفوظ کر لیا گیا ہے واضح طریقے سے ملتا ہے، آپ کا شاعری کا مستقل نہ کرنا قرآن مجید کی اس آیت سے بھی ثابت ہوتا ہے: ”وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ“ اور آپ کے کلام کے آسمانی کلام یعنی قرآن مجید سے خلط ملط ہونے سے بچانے کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے شعر گوئی کی طرف آپ کے میلان کو آپ کی طبیعت سے ہٹا لیا تھا، لیکن شعر نبی کی صلاحیت آپ میں بدرجہ اتم تھی، اور آپ نے فرمائش کر کے اشعار بھی سنے ہیں، اور خیر کے مقصد اور انسانی ضرورت کے ماتحت شعر کہنے والوں کی ہمت افزائی بھی کی، جیسا کہ حضرت حسان کو اسلامی سر بلندی کے اظہار و تقویت کے لیے شعر کہنے پر ہمت افزائی فرماتے۔

بہر حال اس قدیم عہد میں عربوں کی شاعری کی جوتابنا کی ہے، وہ عربی زبان و ادب کے لیے ایک رہنما اور مصلح کی حیثیت رکھتی ہے، بہر حال عربوں کے مزاج میں شعر گوئی کی صفت کا ہونا ایک عام بات تھی، ان کے شعراء کی تعداد دیکھی جائے تو بہت ملے گی، جو مشہور و غیر مشہور دونوں طرح کے ہیں، یہ اور ان کے کلام کے نمونے سامنے لانے سے ان کی پوری شاعری کا جائزہ بھی سامنے آجاتا ہے، اور شاعری چوں کہ شاعر کے احساسات کا آئینہ ہوتی ہے اور یہ احساسات زندگی کے مختلف پہلوؤں سے تعلق رکھتے ہیں اور قوم کی ثقافت کی بھی غمازی کرتے ہیں، اس لیے شاعری کے آئینہ میں سب نظر آجاتے ہیں، اور حضرت ﷺ کا عہد تو عربوں کا زریں عہد تھا، اور مسلمانوں کے لیے رہنما زمانہ تھا، اس زمانے کے مختلف طبقات میں شعراء کا بھی طبقہ تھا، اس طبقہ کا اگر وسیع جائزہ پیش کیا جائے تو اس عہد کی زندگی کی ترجمانی بھی اس میں نظر آئے گی۔

مولوی عبد الحمید اطہر بھٹکی ندوی نے بہت اچھا کیا کہ اس موضوع کو اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے کا عنوان بنایا اور قابل تعریف محنت کے ساتھ ضخیم مقالہ تیار کر لیا۔

اس میں عہد نبوی کے مشہور شعراء میں تین شعراء کے تذکرے کے ساتھ جنہوں نے حضور ﷺ اور اسلام کی نصرت پر اپنی شاعری لگائی، پُرگو شعراء میں (۳۰) شاعر، اور کم گو/ غیر مشہور شعراء میں ۳۳ شعراء کا تذکرہ کیا ہے، اور ان سب شعراء کے کلام کی مثالیں بھی پیش کی ہیں، اس طرح انہوں نے شعر و شعراء کے وسیع ماخذ کو کھنگالا اور ان میں سے یہ نام اور کلام حاصل کیے ہیں، یہ ایک بہت قابل قدر کوشش ہے، جس کے لیے وہ دادِ تحسین کے پوری طرح مستحق ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی اس محنت کو مفید بنائے اور قبول فرمائے۔

ان کے مقالے کے نگراں مولانا ڈاکٹر ٹمبس تبریز خان کی سرپرستی اور رہنمائی بھی قابل تحسین ہے کہ انہوں نے ایسے وسیع اور بڑے کام کی رہنمائی کی، یہ ان کے علم و فضل کی وسعت و بلندی کی بھی دلیل ہے۔

سید محمد رابع حسنی ندوی

تقریظ

حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الاعظمیٰ الہندوی دامت برکاتہم
(مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء، وائڈیٹر البعث الاسلامی لکھنؤ)

جزیرہ نماے عرب میں ظہور اسلام سے قبل شعر و شاعری کا بڑا ذوق اور اس کا عروج تھا، اس عہد کو ”عہد جاہلی“ کے نام سے یاد کرتے ہیں، اور عربی ادب کی تاریخ میں عہد جاہلی کی شاعری کو بڑی اہمیت دی گئی ہے، بلکہ اس کو رزم و بزم کا ایک طاقت ور ہتھیار تصور کیا گیا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس دور کے عربوں کو فصاحت و بلاغت اور شعر و شاعری کا سلیقہ نہایت فیاضی کے ساتھ عطا فرمایا تھا، اور انھوں نے علم و ثقافت سے نا آشنا ہونے کی وجہ سے اپنی تمام تر توجہ شعر و شاعری پر مرکوز کر رکھی تھی، اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ ان کے مزاج میں فخر و مباہات اور اپنی عظمت کو تسلیم کرانے کا جذبہ پوری قوت کے ساتھ موجزن تھا، اس کے لیے ان کو شاعرانہ کلام کی ضرورت کو زندگی کا ایک جزء لاینفک قرار دینا پڑا، اور قبائلی نظام میں شاعری کو اس لیے مقبولیت حاصل ہوئی کہ ہر قبیلہ کا شاعر اپنے قبیلہ کا دفاع کرنا، اس کی عظمت کو بڑھانا اور اس کی امتیازی خصوصیتوں کو دوسرے قبائل کے مقابل میں پیش کرنا ایک ناگزیر قومی فریضہ تصور کرتا تھا، اور اس کو بہتر طریقہ سے انجام دینے کے لیے فصاحت و بلاغت کا عنصر زیادہ طاقت ور اور موثر ہونا ضروری تھا، اور یہ ان کی ایک خداداد صلاحیت تھی، اس کا تعلق کسی ادبی مدرسہ یا شاعری کے کسی اسکول سے نہیں تھا، لیکن ہر شاعر اس بات کی پوری کوشش کرتا تھا کہ وہ اپنے قبیلہ کی خوبیوں کو نہایت فصیح و بلیغ شاعری کے اسلوب میں اس طرح پیش کرے کہ مخاطب کو یقین ہو جائے کہ دوسرے قبائل ان خوبیوں سے محروم ہیں، اس دور کے شعراء نے اپنی زبان اور بلاغت کلامی کا تذکرہ اپنے قصیدوں میں کیا ہے، جو شاعری کے اعلیٰ معیار پر ہوتے ہوئے فصاحت و بلاغت کا اعلیٰ نمونہ شمار کیے جاتے ہیں، اگر صرف تعلقات کے شعراء کو دیکھا جائے تو بلاغت کی چوٹیوں پر پہنچے ہوئے نظر آئیں گے، امرئ القیس اپنی اخلاقی کمزوریوں کے باوجود عربی زبان میں اپنی مہارت اور شعر گوئی میں اپنی انفرادیت کا لوہا بڑے بڑے ناقدوں سے منوا چکا ہے، اور اس کا کلام ہر اعتبار سے صف اول کا کلام شمار کیا جاتا ہے، نمونہ کے طور پر چند اشعار ملاحظہ ہوں:

أفأطم مهلاً بعض هذا التدلل وإن كنت قد أزمعت صرماً فأجملي

أغرک منی أن حیک قاتلی وأنک مہما تأمری القلب یفعل
وإن تک قد ساء تک منی خلیقة فسلی ثیابی من ثیابک تنسل
وما ذرفت عیناک إلا لتضربی بسهمیک فی أعشار قلب مقتل
اور تاریک رات کی تشبیہ میں بلاغت کا یہ اسلوب کس قدر خوبصورت اور ہر اعتبار سے جامع ہے:

ولیل کموج البحر أرخی سداولہ علی بأنواع الهموم لیبتلی
فقلت له لما تمطی بصلبه وأردف أعجازا وناء بکلکل
ألا أیہا اللیل الطویل ألا انجلی بصبح وما الإصباح منک بأمثل
فیالک من لیل کأن نجومہ بأمراس کتان إلی صم جندل
اور طرفہ بن العبد نے جنگ کا ذکر کرتے ہوئے اپنے بلیغ انداز میں ان اشعار کو دالیہ (معلقہ) میں شامل کر کے اس کے ادبی مرتبہ کو دوبالا کیا ہے:

وما الحرب إلا ما علمتم وذقتم وما هو عنها بالحديث المرجم
متی تبعثوها تبعثوها ذمیمہ وتضری إذا ضریتموها فتضرم
فتعركم عرک الرحی بثفالها وتلقح کشافا ثم تنتج فتتم
فتنتج لکم غلمان أشام کلهم كأحمر عاد ثم ترضع فتفطم
فتغلل لکم ما لا تغل لأهلها قری بالعراق من قفیز ودرهم
اور شاعر رسول ﷺ سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنے زبان و بیان اور جو دو سخاوت کی تعریف میں نخر یہ اسلوب کے ساتھ جو کہا ہے، اس موقع پر قابل ذکر معلوم ہوتا ہے، اور یہ اشعار اپنے معاصر شاعر قیس بن خطیم کے قصیدہ کی رو میں پیش کیا ہے:

لسانی وسیفی صارمان کلاهما ویبلغ ما لا یبلغ السیف، مذودی
وإن آک ذا مال کثیر أجد به وإن یهتصر عودی علی الجهد یحمد
فلا المال ینسینی حیائی وعفتی ولا واقعات الدهر یفلن مبردی
وإنی لمعط ما وجدت وقائل لموقد ناری لیلة الريح أوقد
وإنی لقائل لذي البث مرحبا وأهلا، إذا ما جاء من غیر مرصد
وإنی لحلو تعترینی مرارة وإنی لتراک لما لم أعود
حسان بن ثابت کے معاصر شاعر اوس بن خطیم تھے، دونوں میں سخت چٹمک اور منافست قائم تھی، لیکن قیس بن خطیم اوس کا ذکر اس کتاب میں نہ آنا تعجب خیز ہے، اسی طرح مکہ کے پانچ شعراء جو قبیلہ قریش سے تعلق رکھتے تھے اور انتہائی عداوت و دشمنی کا مظاہرہ کرتے تھے، ان کا منھ توڑ جواب حضرت حسان رضی اللہ عنہ اپنے قصیدوں کے ذریعہ دیتے تھے، قریش کے ان شعراء میں جنھوں نے سخت عداوت اور دشمنی کا مظاہرہ کیا عبد اللہ بن زبیری، ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب، عمرو بن العاص، ضرار بن خطاب اور ہبیرہ بن ابی وہب ہیں، اگرچہ بعد میں یہ حضرات مشرف بہ اسلام ہو کر اپنی شاعری کو دعوتِ اسلامی کی خدمت

اور حضور اکرم ﷺ کی مدح و ثنا میں صرف کرتے تھے، سوائے ہبیرہ بن ابی وہب کے، کہ حالت کفر میں ان کا انتقال ہو گیا، اور وہ مشرف بہ اسلام نہ ہو سکے۔

اسی طرح عہد نبوی کے چند اور شاعر ایسے ہیں، جو اسلام کی نعمت سے محروم رہے، اس کتاب کے مولف نے اخیر میں ایسے چند شاعروں کا ذکر کیا ہے۔

مصنف نے پی ایچ ڈی کے اپنے اس رسالہ میں عہد نبوی کے سبھی شاعروں کا ذکر کیا ہے، ان کی کل تعداد ۴۳۶ ہے، ان میں ۳۰ شعراء ایسے ہیں جو بکثرت شعر گوئی میں معروف تھے، بقیہ ۴۰۶ کم گو شعراء شمار ہوتے ہیں، ۲۰ شاعرات کا تذکرہ بھی ہے، اور جو دولت اسلام سے محروم رہ گئے، ان کی تعداد ۱۱ ہے، اور تین شاعر حسان بن ثابت، کعب بن مالک، عبداللہ بن رواحہ بڑے خوش نصیب تھے کہ ان کو حضور اکرم ﷺ کے خاص شعراء میں شمار کیا گیا۔

اس کتاب کے مؤلف فاضل عزیز مولانا عبدالحمید اطہر ندوی نے بڑی عرق ریزی کے ساتھ یہ تاریخ مرتب کی ہے، اور عہد نبوی کے شعراء کی اتنی بڑی تعداد جمع کر دی ہے، ان تمام شاعروں کا کلام عربی زبان میں ہے، اس لیے اردو داں طبقہ کے لیے حالات زندگی مختصر یا مفصل تاریخ کی روشنی میں ذکر کرنے کے ساتھ ان کے عربی اشعار کا اردو میں سلیس ترجمہ کر دیا ہے، اور تاریخ کے معتبر حوالوں سے مزین کیا ہے۔

میرا خیال ہے کہ یہ کتاب اپنے موضوع اور مضامین کے اعتبار سے بڑی ندرت کی حامل ہے، اور ادب اسلام کے کتب خانہ کو زینت بخشنے کے قابل ہے کہ اس موقع پر راقم الحروف کو اپنی ایک کتاب جو رسول اللہ ﷺ کے خاص اور قریبی شاعروں کے کلام اور حالات زندگی پر مشتمل ہے اور ”شعراء الرسول فی ضوء الواقع والقریض“ کے نام سے معروف ہے، ذکر کرنا میرے لیے باعث سعادت ہے۔

میں مصنف کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد دیتا ہوں کہ وہ اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب ہیں، اور ایک نئے موضوع پر اپنے تاریخی مطالعہ کا نچوڑ پیش کر دیا ہے، اور رسول اللہ ﷺ کی ذات عالی سے اپنے سچے تعلق کا اظہار کیا ہے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ اس پیش کش کو شرف قبولیت سے نوازیں اور امت مسلمہ اور ادبی حلقوں کے لیے نفع عام کا ذریعہ بنائیں۔

راقم الحروف

سعید الرحمن الاعظمی ندوی

دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

۱۴۲۹ھ / ۱/۲۷

۲۰۰۸ء / ۲/۶

پیش لفظ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله وصحبه وبارك

وسلم، اما بعد!

شاعری کے تعلق سے عام تصور یہ ہے کہ اسلام نے شاعری سے منع کیا ہے اور قرآن و حدیث میں اس کی مذمت بیان کی گئی ہے، اس پر تعجب ہوتا ہے کہ ایک فطری چیز اور جذبات کی عکاسی کے طبعی طریقے کے ساتھ اسلام کا یہ معاملہ ہے!!؟ جب کہ اسلام فطری اور طبعی طریقہ زندگی ہے، اس میں کسی بھی فطری چیز سے قطع تعلقی کا حکم تو درکنار!!! اس کا تصور بھی بے جا ہے، اسی طرح اسلام نے تفریح طبع سے منع نہیں فرمایا ہے اور آپ ﷺ سے بہت سے موقعوں پر تفریح کرنے کا ثبوت بھی ملتا ہے، لیکن اسلام میں ممانعت ہے تو لہو و لعب سے، تفریح اور لعب ولعب میں زمین آسمان کا فرق ہے، لہو و لعب سے آدمی غافل ہو جاتا ہے اور اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں بھی لاپرواہی برتنے لگتا ہے، لیکن تفریح، ذہنی سکون فراہم کرتی ہے اور آدمی کو اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لیے چست کر دیتی ہے، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ جب علوم کی تعلیم سے تھک جاتے تو اپنے شاگردوں سے کہتے: ”ہاتوا دیوان العرب“ عربوں کے اشعار سناؤ۔

شعر بھی تفریح ہے، اور اس کے ساتھ شعر حکمت کا خزانہ ہے، جس کی طرف حضور اکرم ﷺ نے بھی اشارہ کیا ہے: ”ان من الشعر لحکمة“، خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس طرح صحیح بات قابل تعریف اور قابل اعتنا ہوتی ہے، اسی طرح صحیح شعر بھی قابل تعریف اور قابل اعتنا ہوتا ہے، اور حضور اکرم ﷺ نے اس طرح کے اشعار کی کھل کر تعریف کی ہے اور اپنی طرف سے عطیات اور ہدایا سے بھی نوازا ہے، لیکن جو شعر فحاشی اور دوسروں کی تکلیف کا باعث ہوتا ہے وہ مردود اور مذموم اسی طرح ہے جس طرح فحش گوئی اسلام کی نظر میں مذموم ہے، شاعری سے متعلق اسلام کا یہی تصور ہے، نہ کہ اسلام نے شاعری سے مطلق منع کیا ہے اور اس کو مذموم چیز اور شجرہ ممنوعہ قرار دیا ہے، شعر سے متعلق اسلام کے اس صحیح نظریے کو اس تحقیق اور بحث میں پیش کیا گیا ہے، اور اسلام کے نظریے کو دلائل اور براہین سے ثابت کیا گیا ہے۔

جب میں نے کام شروع کیا تو مجھے امید ہی نہیں تھی کہ اس موضوع پر اتنا مواد ملے گا کہ میں دنگ رہ جاؤں!!! زیادہ تر مواد ادب عربی کی کتابوں کے بجائے فن رجال کی کتابوں مثلاً الاصابۃ فی

تمییز الصحابة، أسد الغابة، الاستيعاب في معرفة الاصحاب، تهذيب التهذيب، الأعلام، وفيات الأعيان، فوات الوفيات اور سير أعلام النبلاء وغیرہ میں ملا، اسی طرح سیرت کی قدیم کتابوں مثلاً سیرت ابن ہشام، مغازی ابن اسحاق، مغازی واقدری وغیرہ میں، الحمد للہ اس مقالہ میں سیر حاصل مواد جمع ہو گیا ہے اور ایک بالکل نئی اور تحقیقی چیز سامنے آئی ہے، اللہ سے دعا ہے کہ اس کو شرف قبولیت سے نوازے۔

اس بحث و تحقیق کو سات ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے، اور اس سے پہلے تمہید میں مندرجہ ذیل عناوین پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ادب عربی کے تاریخی ادوار۔ ادب کیا ہے؟۔ اسلامی ادب۔ اسلامی شعر سے کیا مراد ہے؟۔ ادب کی قسمیں اور شعر کی تعریف۔ شاعر سے عربوں کا تعلق۔ دور جاہلی کے اصناف شاعری۔

پہلے باب کا عنوان ہے: ”شعر جاہلی کی خصوصیات اور عہد نبوی کی شاعری کے ساتھ موازنہ“ اس میں شعر جاہلی کی خصوصیات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، تاکہ عہد نبوی کی شاعری کے ساتھ مکمل موازنہ ہو، اور بھرپور تجزیہ کیا گیا ہے کہ کون اصناف شاعری عہد نبوی میں اسلامی تعلیمات اور قرآن وحدیث سے متاثر ہوئے، اور کون سے اصناف نئے وجود میں آئے، اور کون سے اصناف میں کمزوری آئی اور کون سے اصناف میں قوت پیدا ہوئی۔

اس باب کی دوسری فصل میں ”شاعری اسلام کی نظر میں“ پر مفصل اور سیر حاصل بحث کی گئی ہے، قرآن کریم کے شعر سے متعلق نظریے اور نبی کریم ﷺ کے شعر سے تعلق کو اجاگر کیا گیا ہے، اور ۲۶ دلیلیں ایسی دی گئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس فطری چیز پر اسلام نے پوری توجہ دی ہے، یہ صرف بعض دلیلیں ہیں، شعراء کے تذکرے میں اس کی سینکڑوں دلیلیں اور مثالیں ملیں گی۔

پہلے باب کی تیسری فصل میں ”شعر گوئی پر اسلام کے اثرات“ کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے، اور جاہلی قدروں میں اسلام کے اثرات کی وجہ سے آنے والی تبدیلیوں کو واضح کیا گیا ہے۔

دوسرے باب میں عہد نبوی کے اصناف شاعری کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، تاکہ اس سے پہلے والے باب میں پیش کردہ نظریے کی مکمل وضاحت ہو اور نظریہ صرف نظریہ کی حد تک نہ رہے، بلکہ اس کی عملی شکل بھی سامنے آجائے۔

تیسرا باب رسول اللہ ﷺ کے خاص الخاص شعراء پر مشتمل ہے، جس میں حضرت حسان ابن ثابت، حضرت کعب ابن مالک اور حضرت عبداللہ ابن رواحہ کی شاعری پر قدرے تفصیل روشنی ڈالی گئی ہے۔

چوتھا باب پُرگو یا مشہور شعراے عہد نبوی کو موضوع بنایا گیا ہے، ان کی تعداد ۳۰ ہے، پانچویں باب میں کم گو یا غیر مشہور شعراے عہد نبوی کا تذکرہ اختصار کے ساتھ کیا گیا ہے، یہ باب سب سے

زیادہ طویل ہے، کیوں کہ اس میں عہد نبوی کے ۳۷ شعراء کا تذکرہ ہے، اس طرح یہ تحقیق عہد نبوی کی شاعری کی معجم بن گئی ہے۔

چھٹا باب شاعرات عہد نبوی کے ساتھ خاص ہے، ان تین ابواب میں ابجدی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

آخری باب میں غیر مسلم شعراء عہد نبوی کو پیش کیا گیا ہے، جو دولت اسلام سے محروم رہے، ان آخری ابواب میں ہر شاعر کے تذکرے کے اخیر میں مراجع دیے گئے ہیں، جن سے اس شاعر کے حالات اخذ کیے گئے ہیں۔

اس کتاب میں ہزاروں عربی اشعار کو پیش کیا گیا ہے، صرف اشعار پیش کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا ہے، جس طرح عام طور پر ادب عربی کے موضوع پر لکھنے والے مصنفین عربی اشعار بطور مثال تحریر کرتے ہیں، بلکہ اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ ہر شعر پر اعراب دیا گیا ہے، تاکہ عربی نہ جاننے والا بھی اعراب کی مدد سے صحیح اشعار پڑھ سکے اور ذوق رکھنے والے بر زبان یاد کر لیں، اسی طرح ہر شعر کا رواں ترجمہ بھی کیا گیا ہے، اشعار کے ترجمے میں خصوصیت کے ساتھ اس پر توجہ دی گئی ہے کہ ترجمہ عام فہم ہو۔

میں حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی دامت برکاتہم ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ و صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کا بے انتہا ممنون و مشکور ہوں کہ آپ نے اس تحقیق کے لیے اپنا گراں قدر مقدمہ تحریر فرمایا، اور اس کوشش کو سراہا، اسی طرح میں حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الاعظمی ندوی مدظلہ العالی مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء و ایڈیٹر ”البعث الاسلامی“ کا بھی بے حد مشکور ہوں کہ آپ نے اپنی بے انتہا مصروفیتوں کے باوجود اس مقالے کے لیے وقت نکال کر تقریظ لکھی، جن کو اس موضوع سے خاص تعلق ہے اور آپ نے نبی کریم ﷺ کے خاص الخاص شعراء پر مشتمل مشہور زمانہ کتاب ”شعراء الرسول فی ضوء القریض والواقع“ تحریر کی ہے، جس کے کئی ایڈیشن ہند اور بیرون ہند سے شائع ہو چکے ہیں، اللہ ان دونوں بزرگوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

میں اپنے دو اساتذہ مولانا محمد عیسٰی صاحب ندوی (استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ و سابق استاذ جامعہ اسلامیہ بھٹکل) اور مولانا عنایت اللہ صاحب ندوی (استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ و سابق استاذ جامعہ اسلامیہ بھٹکل) جن کا شاگرد ہونے کا بھی مجھے شرف حاصل ہے کا نہایت ہی مشکور ہوں کہ اس کتاب پر نظر ثانی کی۔ اسی طرح میں اپنے دوست اور میرے علمی کاموں میں مدد و معاون مولانا فیصل احمد صاحب آرمار ندوی (استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) کا بھی ممنون ہوں کہ اس کتاب کا زیادہ کام دار العلوم میں ان کے کمرہ پر ہی پورا ہوا اور اس دوران انہوں نے بہت سے مفید مشورے بھی دیے، اور ان

ہی کوششوں سے اس کتاب پر حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی دامت برکاتہم کا مقدمہ بھی حاصل ہوا۔ جس سے اس کتاب کی قیمت میں اضافہ ہوا ہے۔

میں ڈاکٹر شمس تبریز خان صاحب کی توجہات اور عنایتوں کا بہت ہی مشکور اور ممنون ہوں، اسی طرح شعبہ عربی لکھنؤ یونیورسٹی کے ہیڈ آف ڈپارٹمنٹ ڈاکٹر شبیر صاحب ندوی کے تعاون کا بھی بے حد شکر گزار ہوں۔

میں جامعہ اسلامیہ بھٹکل کے پچاس سالہ تعلیمی کنونشن کے کنوینر میرے استاذ مولانا محمد الیاس صاحب ندوی مدظلہ کا بھی نہایت مشکور ہوں کہ ان کی توجہ کی وجہ سے یہ کتاب منظر عام پر آ رہی ہے اور جامعہ سے شائع ہو رہی ہے، اللہ ان کو دارین میں بہترین بدلہ عطا فرمائے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ سیرت نبوی کے ایک پہلو پر مشتمل اس کتاب کو قبولیت سے نوازے اور اس کی ترتیب و تالیف اور اشاعت میں کسی بھی طرح کا تعاون کرنے والوں کو جزاے خیر عطا فرمائے۔

ڈاکٹر عبد الحمید اطہر ندوی

(رکن مجلس شوری جامعہ اسلامیہ۔ بھٹکل)

تمہید

ادب عربی کے تاریخی ادوار

ادب کیا ہے؟

اسلامی ادب

اسلامی شعر سے کیا مراد ہے؟

ادب کی قسمیں اور شعر کی تعریف

شاعری سے عربوں کا تعلق

جاہلی دور کے اصناف سخن

تمہید

ادب عربی کے تاریخی ادوار

تاریخ ادب عربی تین ادوار میں منقسم ہے:

۱۔ قدیم ادب: ابتدا سے خلافت بنو امیہ کے زوال تک۔

۲۔ ادب محدث: خلافت بنو امیہ کے زوال اور خلافت عباسیہ کے قیام سے انیسویں صدی عیسوی تک۔

۳۔ ادب حدیث: انیسویں صدی عیسوی سے اب تک۔

ایک تقسیم تو یہ ہے، لیکن ادب عربی کے متاخر مؤرخین اور ادباء نے ان تین ادوار کو آٹھ مرحلوں میں تقسیم کیا ہے، جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ عہد جاہلی: اسلام سے پہلے (یہ دور تقریباً دو صدیوں پر محیط ہے)

۲۔ عہد اسلامی: ظہور اسلام سے خلفائے راشدین کی خلافت کے اختتام تک، جس کو دو مختصر مین بھی کہا جاتا ہے (یہ دور تقریباً پچاس سالوں پر محیط ہے۔ ۴۰ھ مطابق ۶۶۰ء)

۳۔ عہد بنو امیہ

۴۔ عہد عباسی

۵۔ عہد اندلسی (متاخر دور)

۶۔ عہد مغولی

۷۔ عہد عثمانی

۸۔ عصر حدیث۔ (ادب عربی کی بیداری کا دور (۱۸۰۰-۱۸۷۵ء))

صدر اسلام کے مرحلے کی تعیین

صدر اسلام کے مرحلہ کی ابتدا رسول مصطفیٰ ﷺ کی بعثت یعنی ۶۱۰ء مطابق ۱۳ سال قبل ہجرت

سے ہوتی ہے اور اس کی انتہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت یعنی ۴۰ھ مطابق ۶۶۱ء پر ہوتی ہے۔ اس مرحلہ کی مدت صرف نصف صدی ہے، جس کی حیثیت دوسرے مراحل کے مقابلے میں پہاڑ کے سامنے رائی کی مانند ہے، کیوں کہ عربی ادب کے ادوار بہت طویل طویل ہیں، دور جاہلی دو صدیوں پر محیط ہے، اموی دور ایک صدی اور عباسی دور کئی صدیوں پر محیط ہے۔

صدر اسلام پر مورخین اور ناقدین کی کم توجہ

صدر اسلام کی مدت کم رہنے کی وجہ سے اس دور پر قدیم مورخین اور نقاد نے کم توجہ دی ہے اور ناقدین میں اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ اس کو مستقل دور شمار کیا جائے یا عصر اسلامی یعنی دور خلافت بنی امیہ میں اس کو شامل کیا جائے۔

دوسرے نظریے کے حامل افراد کا کہنا ہے کہ یہ مدت بہت ہی کم ہے، اس میں کسی طرح کی تبدیلی کی توقع نہیں رہتی، اسلوب، الفاظ کے استعمال اور معانی کی تعبیر میں جدت پیدا ہونا بڑا مشکل ہوتا ہے، اسی لیے اس مدت میں مستقل فنی خصوصیات وجود میں نہیں آسکتیں، یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ اس عہد کے بڑے شعراء عہد جاہلی کے ہی ہیں، جاہلیت میں ہی ان کا ادب اور شعور پختہ ہوا۔ لیکن یہ نظریہ صحیح نہیں ہے، اگلے ابواب سے واضح طور پر معلوم ہو جائے گا کہ اس دور کی اپنی ادبی و فنی خصوصیات پائی جاتی ہیں، اسلام کی آمد کی وجہ سے پورے عرب میں ایک انقلاب رونما ہوا تھا، جس کے اثرات شاعری پر پڑنے بھی ضروری تھے اور اس کے اثرات بہت بڑی حد تک شاعری پر بھی پڑے، جس کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ صفحات میں معلوم ہو جائیں گی، دوسری بات یہ کہ اس عہد کے ممتاز ادباء اور شعراء بھی پائے جاتے ہیں، جو اپنے سے پہلے اور بعد والے ادباء و شعراء سے بہت سی خصوصیات میں امتیاز رکھتے ہیں۔

دوسرے نظریے والے یہ بھی دلیل دیتے ہیں کہ جاہلی دور کے مقابلے میں صدر اسلام میں شعر بہت کم کہا گیا ہے، حالاں کہ انھوں نے موازنہ صحیح نہیں کیا ہے، کیوں کہ صدر اسلام کی مجموعی مدت صرف نصف صدی ہے اور جاہلی دور کی کم از کم مدت دو صدی ہے، اگر فیصد نکالا جائے تو صدر اسلام کے اشعار بہت زیادہ ہوں گے۔

ادب کیا ہے؟

جو شخص اپنے احساسات کو بہترین قالب میں ڈھالنے میں کامیاب ہو جاتا ہے، عبارت عمدہ، مربوط اور اس کے احساسات کی عکاس اور الفاظ سہل و آسان، پڑھنے والے کی سمجھ میں آنے والی ہوتی ہے، اور پیرایہ بیان خوبصورت ہوتا ہے، اور اس عبارت میں دوسروں کو متاثر کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے، تو اس عبارت کے تیار کرنے والے کو ادیب کہا جاتا ہے، اور اس کی کاوش کو نثری ادب کا نمونہ کہا جاتا ہے، ان ہی احساسات و جذبات کو کوئی قافیہ و وزن کا لحاظ کرتے ہوئے بیان کرتا ہے تو وہ شاعر کہلاتا ہے، اور اس کے اشعار کو شعری ادب کہا جاتا ہے، یہیں سے ادب کی دو قسمیں نثر اور شعر ہو جاتی ہیں۔

ادیب اپنے احساسات و جذبات، افکار و خیالات اور نظریات و رجحانات اور اپنے عقائد کو صفحہ قرطاس پر ثبت کر دیتا ہے، عبارت لکھنے والے کی عکاس ہوتی ہے، اس کے لیے ادیب اور شاعر اپنا خون جگر صرف کرتا ہے، جتنی زیادہ محنت اور توجہ رہے گی، ادب اتنا ہی زیادہ بلند اور اعلیٰ ہوگا، جس ادیب پر جس طرح کا احساس و شعور غالب ہوتا ہے، وہی احساس عبارت اور مضمون سے نمایاں طور پر معلوم ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے اشعار شاعر کے احساسات و جذبات کے ترجمان ہوتے ہیں، اور لکھنے والا پڑھنے والے کی روح میں اتر جاتا ہے، اور قلب و دماغ پر چھا جاتا ہے، اور اس کے افکار سے مطمئن ہو جاتا ہے، جس ادب میں معانی جتنے بلند ہوں گے اور الفاظ جتنے سہل و آسان ہوں گے، اور پیرایہ بیان جتنا خوبصورت ہوگا، جذبات جتنے پختہ ہوں گے، اسی لحاظ سے اس ادب کی بلندی اور رفعت میں اضافہ ہوگا، اس بلندی اور معیار کو جانچنے کا فن تنقید کہلاتا ہے۔

لفظ ادب اور شعر کی لغوی تحقیق

ادب و شعر دونوں عربی الفاظ ہیں، شعر کے معنی احساس و شعور کے ہیں اور ادب کے اصل معنی دعوت کے ہیں، لفظ ادب کا استعمال عام ہوتا گیا اور مجازاً لفظ ادب شعر اور نثر کے لیے استعمال ہونے لگا، کیوں کہ لوگ جس طرح دعوتوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، اسی طرح ادب کی طرف بھی متوجہ ہو جاتے ہیں، اور ذوق سلیم اس کو پسند کرتا ہے۔

حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی دامت برکاتہم ادب کے بارے میں لکھتے ہیں:

”ادب عقل و حکمت، شعور و وجدان، اور ایک فن ہے، جس کی طرف لوگ متوجہ ہوتے ہیں، اور اس کا سننا اور پڑھنا لوگوں کو اچھا لگتا ہے..... ادب عقل انسانی کی کاوشوں میں سے ہے، اور کلام کے فنون میں سے ایک فن ہے، یہ کلام شعراء، خطباء اور مصنفین وادباء وغیرہ سے منقول ہوتا ہے، اس میں دقیق خیالات اور بلند معانی پائے جاتے ہیں، اس سے نفوس میں آرائی پیدا ہوتی ہے، اور احساس و شعور میں بالیدگی آتی ہے، اور زبان مہذب ہوتی ہے“

(الادب العربی بین عرض و نقد)

”تاریخ الادب العربی“ کے مولف عمر فروخ نے لفظ ادب کی وضاحت اس طرح کی ہے:

”لفظ ادب کے متعدد معانی ہیں، ایک معنی لوگوں کو کھانے پر بلانا اور دعوت دینا ہے، دوسرا معنی نفس کو مہذب بنانا اور تعلیم و تربیت دینا ہے، ادب کا ایک معنی عام مجلسوں میں گفتگو کرنا بھی ہے، ایک معنی حسن سلوک کے بھی ہیں، حکیمانہ کلام کو بھی ادب کہا جاتا ہے، جس میں کوئی حکمت پوشیدہ رہتی ہے یا بہترین نصیحت پائی جاتی ہے، یا صحیح بات بیان کی جاتی ہے، لیکن یہاں ادب کا معنی مقصود دوسرا ہے، اس کا اطلاق بہترین مجموعہ کلام کے لیے ہوتا ہے، چاہے وہ نثر میں ہو یا شعر میں، اس اعتبار سے ادیب وہ ہے جس میں ادب کا ذوق پایا جاتا ہو، اور اس میں ادبی تخلیق کی صلاحیت موجود ہو۔“

(تاریخ الادب العربی۔ از: عمر فروخ جلد ۱ ص ۴۲)

ادب ایک صلاحیت اور استعداد ہے، جس میں یہ صلاحیت پائی جاتی ہے، وہ ادیب کہلاتا ہے، اور اس کے ذہن و دماغ اور قلم سے ادبی کاوشیں ظاہر ہوتی ہیں، یہ صلاحیت یا تو وہی ہوتی ہے یا کثرت مطالعہ اور تمرین و مشق کے نتیجے میں حاصل ہوتی ہے۔

صرف بہترین ادب ہی ادب ہے، اس کے سوا ادب نہیں ہے، اس اعتبار سے ادب وہ کلام یا اختراعی معنی ہے، جس کے لیے صحیح لفظ، پختہ تعبیر، بلند اسلوب، اور وسیع خیال استعمال کیا جائے، روزہ مرہ کی گفتگو کو ادب نہیں کہا جائے گا، اسی طرح تجارتی اور برادرانہ خطوط بھی ادب نہیں کہلائیں گے، بلکہ ان میں سے صرف اتنی ہی مقدار ادب میں شمار ہوگی، جس میں ادب کے شرائط پائے جائیں۔

اسلامی ادب

ادب کے ضمن میں اسلامی ادب کا بھی تذکرہ آتا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ اسلامی ادب کیا ہے؟

اسلامی ادب سے متعلق غلط فہمی

بہت سے لوگوں کو غلط فہمی ہے کہ اسلامی ادب سے مراد دینی موضوعات اور مواظظ وغیرہ ہیں، جن کا حقیقی ادب سے کوئی تعلق اور واسطہ ہی نہیں ہوتا، اس میں ادب کے عناصر نہیں پائے جاتے، ادب کے شرائط مکمل طور پر نہیں ہوتے، بس یہ ایک اعتقادی ادب ہوتا ہے، اس ادب کا کوئی معیار نہیں ہوتا، اپنے آپ کو موڈرن کہنے والے ادباء ادب اسلامی کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ بھی کوئی ادب ہے؟ یہ صرف دینی موضوعات پر مشتمل ہوگا، اس میں وعظ و نصیحت ہوگی، کوئی عمدہ خیال اور بلند فکر نہیں ہوگی، عبارت بھی سادہ ہوگی، اس میں کوئی متانت اور پختگی نہیں ہوگی، کوئی ادبی روح نہیں ہوگی، پیرایہ بیان بھی خوب صورت نہیں ہوگا، اور ادب کے جو آداب ہیں وہ آداب بھی نہیں ہوں گے۔

اسلام میں ادب کی اہمیت

اسلام میں ادب کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ عرب اپنے آپ کو سب سے زیادہ فصیح اور بلیغ کہا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے نزول کے ذریعے ان کی فصاحت اور بلاغت کو چیلنج کیا کہ قرآن کی طرح ایک آیت ہی بنا کر پیش کرو، جو فصاحت و بلاغت میں اس کے مماثل ہو، عربوں نے اس چیلنج کا کوئی جواب نہیں دیا، کیوں کہ قرآن سے زیادہ بلیغ اور فصیح کلام ان کے بس سے باہر تھا، بلکہ اس کا مثل لانا بھی ان کے لیے ناممکن تھا، قرآن ادب عربی کا سب سے بہترین نمونہ ہے، اور سب سے اعلیٰ مثال ہے، یہ فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے بھی معجزہ ہے۔

عبداللہ بن مقفع عربی زبان کے مشہور ادیب ہیں، انھوں نے قرآن کے چیلنج کو قبول کرتے ہوئے اس کے مثل لکھنے کی کوشش کی تھی، کئی دنوں تک ایک ہی کمرے میں بیٹھے رہے، آخر تنگ آ کر انھوں نے اپنا قلم توڑ دیا اور کہا کہ یہ کسی انسان کا کلام ہو ہی نہیں سکتا، قرآن کے علاوہ احادیث نبویہ بھی عربی ادب کے شاہکار نمونے ہیں، قرآن کریم کی ادبیت پر مستقل کتابیں لکھی جا چکی ہیں، نبی کریم ﷺ نے

ارشاد فرمایا: ”كَلِمُوا النَّاسَ عَلَى قَدْرِ عُقُولِهِمْ“، یعنی لوگوں کی عقلوں کو مد نظر رکھتے ہوئے گفتگو کرو۔ یہ ادب کا اصول ہے کہ بات مخاطبین کی سمجھ میں آنے والی ہو، اور اسلوب آسان اور عمدہ ہو، جب ادب میں یہ شرطیں پائی جائیں گی تو ادیب کی بات لوگوں کی عقلوں کے مطابق ہوگی۔

اسلامی ادب کی تعریف

اسلامی ادب کی اس طور پر تعریف کی جاسکتی ہے کہ اسلامی و دعوتی اغراض و مقاصد اور تاریخ کو بہترین اسلوب بیان میں پیش کیا جائے اور دین کی تشریح اور اس کا دفاع اس انداز میں کیا جائے کہ پیش کی جانے والی بات مخاطبین کی سمجھ اور عقل کے مطابق ہو، یہ بات پڑھنے والے یا سننے والے کو اچھی لگے، اور وہ اس سے متاثر ہو، اور اس کے ذہن و دماغ میں اتر جائے، دوسرے الفاظ میں جس عبارت میں اسلامی تعلیمات و اقدار سے متعلق واضح فکر و سوچ، بلند مقصد اور روشن تعبیر ہو۔

صالح ادب اسلام کی نظروں میں پسندیدہ

صالح ادب کو اسلام نے پسند کیا ہے، نبی کریم ﷺ نے بہت سے صحابہ اور صحابہ کے علاوہ متقدمین شعراء کے بہترین اشعار کو سماعت فرمایا ہے اور ان کو پسند کیا ہے، حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ اشعار سنانے کی فرمائش کیا کرتے تھے اور کفار کی ہجو اور اسلام کی سر بلندی کے لیے اشعار کہنے کی فہمائش کرتے تھے۔

مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”مختارات من ادب العرب“ کے مقدمے میں ادب عربی اور اس کے مختلف ادوار پر روشنی ڈالتے ہوئے اسلامی ادب کے بارے میں رقم طراز ہیں:

”ان علمی و دینی تالیفات اور تحریروں کی افضلیت، تاثیر و قوت اور جمال و حسن کا راز مسجع و مقفی اوزان سے آزاد ہونا ہی نہیں ہے، بلکہ اس کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ ان تالیفات اور مقالات کو عقیدہ و جذبہ، فکر و سوچ اور عزم و حوصلے کے ساتھ لکھا گیا ہے، اور اس کے علاوہ دوسرے ادبی نمونے عام طور پر کسی بادشاہ، وزیر یا دوست کی فرمائش یا اپنی ادبی خواہش کی تکمیل، یا معاشرے کو دلچسپی کا سامان فراہم کرنے یا تفوق و شہرت کی خواہش کی وجہ سے لکھے گئے ہیں، یہ سب سطحی اسباب ہیں، ان سے تحریر میں قوت اور روح نہیں پیدا ہوتی، اس کو بقا و خلود حاصل نہیں ہوتا، اور نہ دلوں میں اس کی کوئی تاثیر ہوتی ہے، ان تحریروں اور دل و عقیدے سے نکلی ہوئی تحریروں کے درمیان فرق انسانی تصویر اور حقیقی انسان کے درمیان فرق کی طرح ہے۔ یہ مومن صفت مؤلفین جن پر کوئی سوچ یا عقیدہ غالب ہوتا ہے، وہ اپنے ضمیر اور اپنے عقیدے کی آواز پر لکھتے ہیں، اس سے ان کی صلاحیتوں میں جوش پیدا ہوتا ہے، ان کے خیالات میں فیضان آتا ہے، اور ان کے دل میں تڑپ پیدا ہوتی ہے، اس کے نتیجے میں معانی کی بارش اور بوجھار شروع ہوتی ہے، الفاظ معانی کے مطابق نکلتے ہیں، اور ان کی تحریروں کا اثر پڑھنے والوں کے دلوں پر پڑتا ہے، کیوں کہ یہ بات دل سے نکلی ہوئی ہوتی ہے، اور جو بات دل سے نکلتی ہے اس کی جگہ دل ہی ہے، وہیں جا کر اثر کرتی ہے۔“

(مختارات من ادب العرب ص ۱۵)

ادب اسلامی کے بارے میں مولانا طیب عثمانی ندوی نے بہت اچھی بات لکھی ہے، ملاحظہ ہو:

”اسلامی ادب چونکہ عظیم مقصد کا داعی ہے، ساری انسانیت کا ترجمان اور عالمگیر سچائیوں کا عکاس ہے، اس لیے وہ تمام باتیں جو ایک عظیم اور عالمگیر ادب میں ہوتی ہیں، ان کا یہاں پایا جانا بھی ضروری ہے، وہی فن کی بلندی، مقصدیت کا شعور، اچھا اسلوب، بہتر تکنیک، ادبی لطافت اور ان سب کے ساتھ ساتھ سادگی و پرکاری بھی ہونی چاہیے، جو ادب کی جان ہے۔

اسلامی ادب ”ادب برائے زندگی، زندگی برائے ہنگی“ کے حیات بخش اور صحت مند اصول و نظریہ پر ساری انسانیت کا ترجمان ہے۔“ (ادبی کاوشیں۔ از: مولانا طیب عثمانی ندوی ص ۷۵)

ادب اسلامی وہ ادب ہے جس میں حیات و کائنات اور انسان کے واقعات و حالات کی با مقصد فنی تعبیر ادیب کے وجدان و شعور کے مطابق کی گئی ہو، ایسی تعبیر ہو جو اللہ عز و جل اور اس کی مخلوقات سے متعلق اسلامی تصور کے سرچشمے سے نکلی ہوئی ہو اور اس میں اسلامی قدروں کی مخالفت نہ ہو۔

اسلامی ادب کا وسیع میدان

ادب اسلامی کا میدان بڑا وسیع ہے، اس حقیقت کو مولانا علی میاں رحمۃ اللہ نے یوں تحریر کیا ہے:

”اس ادب کا موضوع آفاق کی طرح وسیع و عریض ہے، اور اس کے پہلو متعدد ہیں، اس میں انسان کے تمام جذبات و احساسات، دلچسپی اور شوق، امیدیں اور تلکفیں، اچھائیاں اور برائیاں اور دنیا و آخرت شامل ہیں، اسی طرح زندگی کے تمام میدان، سعادت و خوش بختی اور بد بختی، اصول و قدریں شامل ہیں، اسی طرح کائنات کی تمام چیزیں خشکی و تری، آسمان و زمین داخل ہیں، اسی طرح تمام طبعی و فطری چیزیں اور مخلوقات: اڑنے والے پرندے، چرنے والے جانور، فطری مناظر، الہی عذابات وغیرہ شامل ہیں۔

اسی بنیاد پر ادب اسلامی صرف دینی موضوعات تک ہی محدود نہیں ہے، بلکہ اس کا دائرہ کار بہت ہی زیادہ وسیع و عریض ہے۔“

(”الادب الاسلامی“ از: مولانا علی میاں ندوی: الادب الاسلامی فکرتہ ومنہاجہ۔

شائع کردہ: دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ بسلسلہ ادب اسلامی کانفرنس منعقدہ دارالعلوم ص ۶۳)

شاعر کسی خاص موضوع پر شاعری کرنے کا پابند نہیں

ڈاکٹر عبدالباسط نے اپنے مضمون ”ملاحظات حول تعریف الادب الاسلامی“ میں واضح کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شعراء کو کسی مخصوص مسئلے اور موضوع پر ہی شعر گوئی پر مجبور نہیں کیا، وہ لکھتے ہیں:

”رسول اللہ ﷺ نے کسی بھی شاعر سے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ وہ اپنے اشعار کو صرف اسلامی مسئلہ اور دینی دعوت تک ہی محدود رکھے، اور دوسرے تمام شعری موضوعات کو چھوڑ دے، بلکہ آپ ﷺ نے شعراء سے وہ قصیدے بھی سنے جن میں غزلیہ اشعار تھے، وہ قصیدے بھی سنے جو فخر کے سلسلے میں کہے گئے تھے، اور آپ نے ان اشعار کو سن کر مسکرایا بھی۔“

(اختصار کے ساتھ۔ الادب الاسلامی فکرتہ ومنہاجہ ص ۹۵-۹۶)

اسلامی شعر سے کیا مراد ہے؟

اسلامی ادب سے مراد وہ ادب نہیں ہے جو اسلام کے سایے تلے وجود میں آکر اس کی طرف منسوب ہوا ہو، بلکہ اسلامی ادب وہ ہے، جو اسلام سے مربوط ہو، وہ ادب جس میں روشن اسلامی سوچ یا بلند دینی جذبہ موجود ہو۔

اسی طرح اسلامی شعر اسی میں محدود نہیں ہے کہ صرف دینی موضوعات کو موضوعِ سخن اور شاعری کا عنوان بنایا جائے، بلکہ اسلامی شعر کا مفہوم بہت وسیع ہے، جس کی تفصیلات گزشتہ اوراق میں ہو چکی ہے، ڈاکٹر عبداللہ الحامد نے اس موضوع پر یوں اظہارِ خیال کیا ہے:

”اسلامی جذبے والے شعر سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ شعر دینی رنگ لیے ہوئے ہو، یعنی اس میں تسبیح، حمد و مناجات، دعا، استغفار اور اللہ عز و جل کے سامنے تضرع و انابت، اس کی تعظیم اور اس کی مخلوقات کے عجاibat کے بارے میں گفتگو ہو، یہ دینی اسلامی شعر ہے، لیکن یہی کل اسلامی شعر نہیں ہے، بلکہ یہ اسلامی شعر کا ایک حصہ ہے..... کیوں کہ اسلامی شعر کا میدان اس سے بہت زیادہ وسیع ہے، اس میں کائنات و حیات اور انسان کے تمام مسائل کو موضوعِ سخن بنایا جاتا ہے، جو اسلامی جذبات کے ساتھ ہم آہنگ ہوتا ہے۔“

(الشعر الاسلامی فی صدر الاسلام - از: ڈاکٹر عبداللہ الحامد ص ۱۴-۱۵)

ڈاکٹر عبداللہ الحامد نے اس موضوع پر طویل بحث کی ہے اور بطور خلاصہ اسلامی شعر کی دو قسمیں بیان کی ہے:

- ۱۔ دینی شعر: جس میں حمد و ثنا، تضرع و انابت الی اللہ، عبادات اور اخلاقِ فاضلہ کا مضمون ہو۔
- ۲۔ وہ اشعار جن میں یہ موضوعات نہ ہوں،، بلکہ کائنات و حیات، فطری چیزوں اور مناظر کی عکاسی ہو، اور اس سلسلے میں اسلام کی طرف سے منع کردہ امور سے چھیڑ چھاڑ نہ کی گئی ہو اور اس کے حدود میں رہتے ہوئے شاعری کی گئی ہو، اس کے لیے کسی اسلامی عقیدہ، اسلامی مسئلہ، اخلاقِ فاضلہ، مدحِ نبوی، حمد و ثنا وغیرہ کو موضوعِ سخن بنانا ضروری نہیں ہے۔

ادب کی قسمیں اور شعر کی تعریف

ادب کی دو قسمیں ہیں: نثر اور شعر۔

نثر وہ ہے جس میں وزن اور قافیہ کی پابندی نہ ہو۔

نظم موزون اور مقفی و مسجع کلام کو کہتے ہیں۔

جس نظم میں بہترین معانی، عمدہ الفاظ، دقت تعبیر، حسن خیال اور پختہ موزونیت کے ساتھ دلوں

پر اثر انداز ہونے کی قوت پائی جاتی ہے اس کو شعر کہا جاتا ہے۔

کبھی یہ سبھی خصوصیات کسی کلام میں پائی جاتی ہیں، لیکن اس میں وزن نہیں پایا جاتا، تب بھی

اس کو شعر کہہ سکتے ہیں، کیوں کہ شعر حقیقت میں اس کلام کو کہتے ہیں جس سے عقل متاثر ہو، جذبات

مغلوب ہوں، اور دل مائل ہوں، اسی وجہ سے عربوں نے قرآن کے سلسلے میں کہا تھا کہ یہ شعر ہے،

کیوں کہ قرآن ان کی عقلوں کو متاثر کر رہا تھا، اور قرآنی عبارتوں کے سامنے ان کے جذبات مغلوب

ہو جاتے تھے، اور قرآن ہی غالب آ جاتا تھا، اور دل اس کی طرف مائل ہو رہے تھے اور لپک رہے تھے،

حالانکہ عرب جانتے تھے کہ قرآن موزون کلام نہیں ہے، اسی طرح انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو بھی

شاعر کہا، زمانہ جاہلیت کے عربوں کا مقصود یہ نہیں تھا کہ قرآن اور کلام نبوی موزون اور مقفی کلام ہے،

بلکہ انھوں نے دلوں پر قرآن اور کلام نبوی کی غیر معمولی تاثیر کو دیکھتے ہوئے یہ بات کہی تھی۔

شاعری سے عربوں کا تعلق

شعر کی تعریف

شعر معتاد نثری کلام سے بڑھی ہوئی چیز ہے، جو دلوں پر اثر انداز ہوتی ہے، تھاقق کی تصویر کشی کرتی ہے، اور بدیع خیالات کی تعبیر کرتی ہے، اس کا بہترین اور عمدہ لباس اوزان اور قافیہ ہوتے ہیں، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہر قافیہ اور وزن پر مشتمل کلام شعر ہے، بلکہ شعر کے تمام اوصاف کا شعر میں پایا جانا ضروری ہے۔

عربوں میں نظم اور شعر کی زبردست صلاحیت تھی

عرب قوم دوسری سبھی قوموں کے مقابلے میں حساس قوم تھی، اور ان میں نظم کی زیادہ قدرت پائی جاتی تھی، کیوں کہ عربی زبان میں حساسیت اور شاعریت زیادہ پائی جاتی ہے، عربی زبان میں بہترین استعارہ، اظہار خیال کی باریکیاں اور مترادفات بکثرت پائے جاتے ہیں، جس کی مثال دنیا کی دوسری زبانوں میں نہیں ملتی، عربی زبان میں کوئی شخص شاعری کرنا چاہتا ہے تو قافیہ اس پر بارش کی طرح اترتے ہیں، اور نظم کرنا اس کے لیے بہت آسان ہو جاتا ہے۔

عرب شعر سے بے انتہا متاثر ہوتے تھے

عربوں میں اشعار کی بڑی تاثیر تھی، جب کسی قبیلے میں کوئی شاعر پیدا ہوتا تو دوسرے قبیلے والے آکر اس قبیلے کو مبارک باد دیتے تھے اور شاعر پیدا ہونے پر دعوت کی جاتی تھی اور عورتیں ناچ گانے کے ذریعے اپنی خوشی کا اظہار کرتی تھیں، کیوں کہ شاعر ہی ان کی عزت کا محافظ اور ان کے دشمنوں کی عزت کو خاک میں ملانے والا ہوتا تھا، وہی تعریف کے ذریعے اپنے قبیلے کو ثریا تک پہنچا دیتا تھا، اور دشمنوں کی ہجو کر کے ان کو ثریا سے زمین پر دے مارتا تھا، اسی کے دم سے قبیلے کے محاسن اور کارنامے تاریخ کے صفحات پر ثبت ہو جاتے تھے، اور ان کے حسب و نسب کی حفاظت ہوتی تھی، شاعر کبھی ایسا شعر کہتا کہ جس سے جنگ چھڑ جاتی اور کئی کئی سالوں تک جاری رہتی، کبھی جنگ ختم کرنے میں شاعر ہی ثانی کا کردار ادا کرتا، کوئی ایک شعرا من و سلامتی کا باعث بن جاتا تو کبھی یہی شعر جنگ کی آگ بھڑکانے کا سبب بن جاتا۔

عربوں میں شعر کی اہمیت

☆ ایک ہی شعر سے قبیلے کی عزت اتنی بڑھ جاتی کہ وہ اپنا سراونچا کر کے چلنے لگتا، اور کبھی ایک شعر پورے قبیلے کی عزت خاک میں ملا دیتا تھا۔

☆ اُغانی میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ مکہ میں محلق نامی ایک شخص تھا، اس کی آٹھ بیٹیاں تھیں، کسی کی شادی نہیں ہو رہی تھی، کیوں کہ محلق بہت غریب شخص تھا، معاشرے میں اس کی کوئی عزت نہیں تھی، ایک مرتبہ عرب کے مشہور شاعر اُشی میمون کا گزر مکہ سے ہوا، محلق کی بیوی کو خبر ہوئی تو اس نے اپنے شوہر کو اُشی کے پاس جا کر اس کی خدمت کرنے کا مشورہ دیا، محلق نے شہر سے باہر ہی اُشی میمون کا استقبال کیا اور اپنی اونٹنی اس کے لیے ذبح کی اور اس کی دعوت کی، اس سے متاثر ہو کر اُشی میمون نے محلق کی تعریف کی، اور اپنے ان اشعار کو عکاظ (مشہور میلہ) میں پڑھا، اور پورا قصیدہ اس کی مدح سرائی میں کہہ ڈالا، قصیدہ کا مطلع یہ ہے:

أَرِقْتُ وَمَا هَذَا الشَّهَادُ الْمُورَقُّ وَمَا بِي مِنْ سُقْمٍ وَمَا بِي مَعْشَقُّ
(میں رات بھر سو نہیں سکا، مجھے معلوم نہیں کہ اس کی وجہ کیا ہے، حالانکہ نہ مجھے کوئی بیماری ہے اور نہ میرا کسی کے ساتھ عشق ہے)
اس قصیدے کے آخری اشعار یہ ہیں:

لَعَمْرِي لَقَدْ لَاحَتْ غُبُونٌ كَثِيرَةٌ إِلَى ضَوْءِ نَارٍ بِالْيَفَاعِ تُحَرِّقُ
(میری زندگی کی قسم! بہت سے لوگوں کی نگاہیں اس آگ کی روشنی کی طرف لگ گئیں جو مقام یفاع پر جلائی جا رہی تھی)
تُشَبُّ لِمَقْرُورَيْنِ يَصْطَلِيَانِهَا وَبَاتَ عَلَى النَّارِ النَّدَى وَالْمُحَلِّقُ
(جو دو سخت سردی کھائے ہوئے شخصوں کو تاپنے کے لیے جلائی جا رہی تھی، ان میں سے ایک سخاوت تھی اور دوسرا محلق تھا، جنھوں نے پوری رات آگ تاپتے ہوئے گزار لی)
رَضِيعِي لَبَانَ ثَدْيٍ أَمْ تَحَالَفَا بِأَسْحَمِ دَاجٍ عَوْضٌ لَا تَتَفَرَّقُ
(ان دونوں نے ایک ہی ماں کا دودھ پیا ہے، اور سخت تاریک ترین رات میں قسم کھائی ہے کہ زندگی بھر کبھی بھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے)

تَرَى الْجُودَ يَجْرِي ظَاهِرًا فَوْقَ وَجْهِهِ كَمَا زَانَ مَنَ الْهِنْدِ وَإِنِّي رَوْنَقُ
(سخاوت اس کے چہرے پر دوڑتی اور چمکتی ہوئی نظر آ رہی ہے، جس طرح ہندوستانی بہترین تلوار کی پیڑھ چمکتی ہے)
اس کا اثر یہ ہوا کہ قصیدہ مکمل ہونے سے پہلے ہی لوگ محلق کو مبارک باد دینے کے لیے ٹوٹ پڑے اور شریف زادوں نے محلق کی لڑکیوں کو رشتے بھیجنے شروع کیے، ان کی شادیاں بڑے باعزت خاندانوں میں ہوئیں، جس کی امید ہی نہیں تھی۔ (العمدة ج ۵ ص ۲۵، الاغانی ج ۸ ص ۸۶، تاریخ آداب العرب: بصطفی صادق رافعی ج ۳ ص ۹۶)

☆ جب آشی میمون نے رسول اللہ ﷺ کی تعریف اور مدح میں قصیدہ کہا اور اپنے اشعار سنانے کے لیے نبی کریم ﷺ کے پاس جانے کا ارادہ کیا تو قریش اس کے آڑے آئے اور اس کو حضور اکرم ﷺ کے پاس جانے نہیں دیا، ابوسفیان نے اپنی قوم سے کہا: ”اگر یہ محمد کے پاس پہنچ گیا تو وہ تمہارے خلاف آگ بھڑکا دے گا“، بہت سامال اور دولت دے کر قریش والوں نے اس کو واپس کر دیا، اور حضور کے پاس جانے نہیں دیا، کیوں کہ وہ شعر کی تاثیر اور شاعری کی اہمیت سے واقف تھے۔

☆ جزیرۃ العرب میں ”أنف الناقة“ (اونٹ کی ناک) نامی ایک قبیلہ تھا، دوسرے قبیلے والے اس نام سے اس قبیلے کا مذاق اڑاتے تھے، وہ دوسروں کے سامنے اپنا سراٹھا کر نہیں چلتے تھے، بلکہ اپنے سروں کو جھکائے ہی رہتے تھے، اور ان کی آنکھیں زمین پر ہی رہتی تھیں، لیکن ان میں ایک شاعر پیدا ہوا، جس نے اس ہجو کو مدح میں تبدیل کر دیا، اور اس کو فخر کا باعث بنا دیا، جس کے بعد سے یہ قبیلہ سراٹھا کر چلنے لگا اور اس نام کو اپنے لیے عزت اور فخر سمجھنے لگا، وہ شعر یہ ہے:

قَوْمُ هُمُ الْأَنْفُ وَالْأَذْنَابُ غَيْرُهُمْ وَمَنْ يُسَوِّي بَأَنْفِ النَّاقَةِ الذَّنْبَا

(یہ ایسی قوم ہے جو ناک ہے، اور ان کے علاوہ دوسری قومیں دم ہیں، کون ایسا شخص ہے جو اونٹ کی ناک کو دم کے برابر قرار دے)

(الشعر الجاہلی بین الروایۃ والتدوین ص ۱۶)

☆ عربوں میں شعراء کی بڑی قدر کی جاتی تھی اور بہت زیادہ اکرام کیا جاتا تھا، ابن رشیق نے لکھا ہے: ”وہ صرف تین موقعوں پر آپس میں مبارک بادی دیتے تھے: لڑکا پیدا ہونے پر، شاعر بننے پر اور گھوڑا جننے پر۔“

(فی تاریخ الأدب الجاہلی - از: ڈاکٹر علی جندی ص ۲۷۴)

☆ ”جزیرۃ العرب میں ایک طرف منازرہ کی حکومت تھی، وہ قبیلوں میں اپنی حمایت کے لیے شعراء کو ذریعہ اور وسیلہ بناتے تھے اور ان کے ذریعے اپنی عزت و شرافت کا اظہار کرتے تھے۔“

(تاریخ الأدب العربی - العصر الجاہلی - از: ڈاکٹر شوقی ضیف ص ۲۱۲)

☆ حطیہ نے زبرقان بن بدر کی ہجو میں یہ شعر کہا:

دَعِ الْمَكَارِمَ لَا تَرْحَلْ لِبُعَيْتِهَا فَاقْعُدْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الطَّاعِمُ الْكَاسِي

مکارم اخلاق کی تلاش کرنا چھوڑ دو، اس کے لیے کوشش مت کرو، اور بیٹھے رہو، کیوں کہ تم ایسے شخص ہو جس کو

کھلایا اور پہنایا جاتا ہے، یعنی دوسرے لوگوں کی روزی پر تم پروان چڑھتے ہو۔

جب یہ شعر عام ہوا تو زبرقان بن بدر کی عزت کم ہو گئی، زبرقان کو مجبوراً عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دربار میں مقدمہ دائر کرنا پڑا، جب حضرت عمر نے یہ سنا تو فرمایا: اس میں مجھے کوئی برائی نظر نہیں آرہی ہے، زبرقان نے کہا: امیر المؤمنین! اللہ کی قسم! اس سے زیادہ سخت ہجو کسی بھی دوسرے شعر میں میری نہیں

کی گئی ہے، چنانچہ حضرت عمرؓ نے حضرت حسان بن ثابتؓ کو بلا بھیجا اور فرمایا: دیکھو کہ کیا اس نے ہجو کی ہے؟ انھوں نے کہا: اس نے ہجو ہی نہیں کی ہے، بلکہ اس پر حملہ کیا ہے۔ امیر المومنین نے حطیہ کو قید کرنے کا حکم دیا، قید سے حطیہ نے یہ اشعار لکھ کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں ارسال کیے:

مَاذَا تَقُولُ لِأَفْرَاحٍ بِذِي مَرَخٍ زُغَبَ الْحَوَاصِلِ لَا مَاءٌ وَلَا شَجَرُ
(آپ ان چوزوں کے سلسلے میں کیا کہتے ہیں جو ذومرخ (جگہ کا نام) میں بے یار و مددگار پڑے ہوئے ہیں، وہ ابھی بہت چھوٹے ہیں، ان پرندوں کے مانند جو اپنے گھونسلوں میں ہی ہیں اور ان کی روئیں ٹکنا شروع ہوئی ہیں، وہاں نہ پانی ہے اور نہ درخت یعنی ان بچوں کا کوئی سہارا اور پرسان حال نہیں ہے)

الْقَيْتُ كَأَسْهَمٍ فِي قَعْرِ مَظْلَمَةٍ فَاعْفِرْ عَلَيْكَ سَلَامُ اللَّهِ يَا عُمَرُ
(آپ نے ان کے پیالے (سہارے اور ذمے دار) کو تاریک گڑھے میں ڈال دیا ہے، چنانچہ آپؓ کو معاف کر دیجئے، آپ پر اللہ کی سلامتی ہو)

أَنْتَ الْإِمَامُ الَّذِي مِنْ بَعْدِ صَاحِبِهِ أَلْقَتْ إِلَيْكَ مَقَالِيدَ النُّهْيِ الْبَشَرُ
(آپ امام المسلمین ہیں، آپ پر ابو بکر کے بعد لوگوں کی طرف سے خلافت کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے۔
مَآثِرُوكَ بِهَا إِذْ قَدْ مُوَكَّلَهَا لَكِنَ لَأَنْفُسِهِمْ قَدْ كَانَتْ الْأَثَرُ
(لوگوں نے آپ کو خلافت کے لیے آگے بڑھا کر آپ کو ترجیح نہیں دی ہے، بلکہ انھوں نے اپنے آپ کو ترجیح دی ہے اور خود کو عزت سے سرفراز کیا ہے)

ان اشعار کو سن کر حضرت عمرؓ نے مہربانی کرتے ہوئے اس کو قید سے چھوڑنے کا حکم دیا۔
☆ بنی عبد المدان اپنے جسمانی ڈیل ڈول پر فخر کیا کرتے تھے، لیکن حضرت حسان بن ثابتؓ نے ایک شعر ایسا کہا جس سے یہ فخر کی بات ان کے لیے ہجو اور ذلت کا باعث بن گئی، وہ شعر یہ ہے:

لَا بَأْسَ بِالْقَوْمِ مِنْ طُولٍ وَمِنْ غِلْظٍ جِسْمِ الْبَغَالِ وَأَحْلَامِ الْعَصَافِيرِ
(اگر یہ لوگ قد آور و تنومند ہیں تو کوئی خاص بات نہیں ہے، کیوں کہ ان کے یہ جسم نچروں جیسے ہیں لیکن عقلیں چڑیوں جیسی ہیں)

بنی عبد المدان والوں نے حضرت حسان سے کہا: ابوالولید! تم نے ایسی بات کہی ہے کہ ہم اپنے جسمانی ڈیل ڈول کا تذکرہ کرنے سے شرمانے لگے ہیں، جب کہ ہم اس سے پہلے اسی پر فخر کیا کرتے تھے، حضرت حسان نے کہا: جو میں نے بگاڑا اس کی تمہارے خاطر اصلاح کیے دیتا ہوں، پھر حضرت حسان نے ان کے سلسلے میں یہ اشعار کہے:

وَقَدْ كُنَّا نَقُولُ إِذَا رَأَيْنَا لِدِي جِسْمٍ يُعَدُّ وَذِي بَيَانٍ
(جب ہم کسی ایسے آدمی کو دیکھتے تھے جو خوش اندام اور خوش بیان ہوتا تو کہتے تھے)

كَانَكَ أَيُّهَا الْمُعْطَى لِسَانًا وَجِسْمًا مِنْ بَنِي عَبْدِ الْمَدَّانِ
(اے وہ شخص! جسے اتنی اچھی زبان اور ایسا جسم عطا ہوا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ تو بنی عبد الممدان کا فرد ہے)

(تاثیر الاسلام فی الشعر العربی۔ از: مسعود عالم ندوی، مجلیۃ الضیاء، م ۳۳ ج ۱۸-۱۹)

ڈاکٹر عبدالحلیم صاحب ندویؒ دور جاہلی کے شعراء کی شعر گوئی پر روشنی ڈالنے ہوئے کہتے ہیں:
”عرب فطرتاً شاعری ذوق رکھتے تھے، دور جاہلی میں عام طور سے شعراء فی البدیہہ شعر کہتے تھے، جب طبیعت جولانی میں آتی، تو زبان سے بغیر کدوکاوش اشعار نکلنے لگتے، اور اس طرح کہ نہ الفاظ کے حسن و خوبصورتی اور موزونیت میں کمی ہوتی اور نہ معانی و مطالب میں نقص، اور نہ اسلوب بیان میں جھول، جیسے حارث بن حلزہ، یثغر، اور عمرو بن کلثوم کہ ان کو شعر کہنے کے لیے سوچنے یا طبیعت پر زور دینے کی مطلق ضرورت نہیں ہوتی تھی، مگر جن شعراء نے شاعری کو پیشہ بنا رکھا تھا ان کا معاملہ دوسرا تھا۔“ (عربی ادب کی تاریخ، از: ڈاکٹر عبدالحلیم ندوی ج ۱ ص ۱۳۶)

جاہل نے اپنی کتاب ”البيان والتبيين“ میں لکھا ہے:

”جاہلی دور میں خطباء کی تعداد زیادہ تھی، اور شعراء ان سے بھی زیادہ تھے، اور ایسے افراد بہت کم تھے جو ایک ساتھ شاعر اور خطیب تھے“ (ج ۴ ص ۴۵) ”شاعر کی قدر و قیمت خطیب سے زیادہ تھی، کیوں کہ لوگوں کو شاعر کی زیادہ ضرورت پڑتی تھی، تاکہ وہ ان کے مآثر اور کارناموں کا تذکرہ کرے، اور ان کی جنگوں کی یاد تازہ کرے، جب شعراء کی کثرت ہو گئی اور شعر میں بھی اضافہ ہو گیا تو شاعر کے مقابلے میں خطیب کی قدر و قیمت بہت زیادہ بڑھ گئی۔“

(البيان والتبيين، از: جاہل، ج ۴ ص ۸۳)

جاہل نے اس موضوع کو اور زیادہ وضاحت اور تفصیل کے ساتھ دوسری جگہ یوں بیان کیا ہے:
”جاہلی دور میں شاعر کو خطیب پر ترجیح دی جاتی تھی، کیوں کہ لوگوں کو اشعار کی ضرورت تھی، جن میں ان کے مآثر اور کارناموں کو محفوظ کیا جاتا تھا اور ان کی شان اشعار کے ذریعے بڑھائی جاتی تھی، اور شاعر ان کے دشمنوں اور حملہ آوروں میں رعب ڈالتا تھا، اپنے گھڑسواروں سے ڈراتا تھا، اور اپنی کثرت تعداد کے تذکرہ سے خوف میں مبتلا کرتا تھا..... لیکن جب شعر اور شعراء کی کثرت ہو گئی، اور شعراء نے شعر گوئی کو تجارت اور حصول کسب کا ذریعہ بنایا اور بازاری لوگوں کی مدح سرائی میں اشعار کہنے لگے اور لوگوں کی عزتوں پر حملے کرنے لگے تو خطیب کا مقام و مرتبہ شاعر کے مقابلے میں بڑھ گیا۔“

(البيان والتبيين، از: جاہل، ج ۴ ص ۲۴۱)

دورِ جاہلی کے اصنافِ سخن

جاہلی دور کے مشہور اور مروج اصنافِ سخن مندرجہ ذیل ہیں:

۱: غزل:

جاہلی دور کے اصنافِ سخن میں سب سے اہم اور ممتاز صنفِ غزل ہے اور غزل کا موضوع اور محور عورت تھی، کیوں کہ غزل کے معنی ہیں نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی آپس کی بات چیت، عورتوں سے لطف اندوزی، ان سے عشق و محبت کی باتیں کرنا، ان کے حسن و جمال کا تذکرہ کرنا اور عشق و محبت کے سلسلہ میں قلبی تاثرات کو بیان کرنا۔

۲: فخر و حماسہ:

اس صنف میں شاعر اپنی، اپنے آباء و اجداد اور اپنے قبیلے کی اچھائیاں، ان کے نیک کام، ان کی بہادری و شجاعت، ان کی تعداد اور حسب و نسب میں برتری کے قصے سنا کر دوسرے قبیلوں کے مقابلے میں فخر کرتا ہے، اور جنگ و جدل کے موقعوں پر ان کے فضائل گنا کر جوش پیدا کرتا ہے۔

۳: مدح:

مدح سے مراد کسی کے اخلاق فاضلہ کی تعریف و توصیف ہے، یہ اخلاق حمیدہ جاہلی شاعر کے نزدیک سخاوت و کرم گستری، مہمان نوازی، بہادری، پاک دامنی، پاکبازی، عدل و انصاف اور صلح و صفائی تھے۔

۴: مرثیہ:

مرثیہ کا مطلب یہ ہے کہ مرنے والے کے اوصاف و اخلاق کا ذکر کر کے اس کے مرنے پر رنج و غم کا اظہار کیا جائے، اور اس کے پھٹ جانے سے گھر اور خاندان پر جو مصیبت پڑی ہے اس کا ذکر کیا جائے۔

۵: ہجو:

ہجو کا مطلب یہ تھا کہ کسی آدمی یا قبیلے کی برائیاں اچھالی جائیں، اور اچھائیاں چھپائی جائیں، ابتدا میں عربوں کا قاعدہ یہ تھا کہ ہجو میں بیہودہ گوئی یا فحش باتیں نہیں کہتے تھے، بلکہ جس کی ہجو کرتے تھے اس کا مذاق اڑاتے تھے، اور سماج و معاشرے میں اس کی جو حیثیت تھی اسے گرانے کی کوشش کرتے تھے۔

۶: معذرت:

کسی سے اپنی غلطی پر اظہار افسوس، اگر کسی کو کوئی تہمت لگائی گئی ہو تو جس شخص سے معذرت کی جارہی ہے اس کے دل سے اس اثر کے مٹانے کو معذرت کہتے ہیں۔

۷: وصف یا سراپا:

وصف، منظر کشی یا سراپا بھی جاہلی شاعری کے اصناف میں سے ایک اہم اور مشہور صنف ہے، وصف یہ ہے کہ شعر میں کسی چیز کی ایسی ہو بہو تصویر کھینچ دی جائے جیسی کہ وہ خارج میں ہے، تاکہ اس کا نقشہ سامع کے ذہن میں اتنا واضح اور صاف آجائے گویا وہ اپنی آنکھوں سے اس چیز کو دیکھ رہا ہے یا محسوس کر رہا ہے۔ عرب ناقدین اور ادباء اصناف شعر کے سلسلے میں مختلف رائے رکھتے ہیں، بعضوں نے صرف چار اصناف شعر گنائے ہیں: ”وہ فخر، مدح، ہجو اور غزل ہیں“، دوسرے ناقدین اور ادباء نے چار ہی اصناف شعر گنائے ہیں، لیکن غزل کے بجائے وصف یا سراپا کا تذکرہ کیا ہے، اور بعضوں نے فخر کے بجائے مرثیہ کو بیان کیا ہے۔ (اس کی تفصیلات کے لیے دیکھا جائے: اشعر الجاہلی بین الروایۃ والتدوین۔ از: ڈاکٹر عبداللہادی) قدامہ بن جعفر نے اپنی کتاب ”نقد الشعر“ میں چھ اصناف سخن کو گنایا ہے: ”مدح، سرائی، ہجو، غزل، مرثیہ، وصف اور تشبیہ“، انھوں نے ان تمام اصناف کو اپنی منطقی عقل کے ذریعے صرف دو موضوعات میں محدود کرنے کی کوشش کی ہے: مدح اور ہجو۔

قدامہ بن جعفر نے ہی اپنی کتاب ”نقد الشعر“ میں اصناف سخن کو ان چار قسموں میں تقسیم کیا ہے: مدح، سرائی، ہجو، حکمت اور لہو و لعب۔

ابو ہلال عسکری رقم طراز ہیں: ”جاہلیت میں اصناف شعر پانچ تھے: مدح، سرائی، ہجو، وصف یا سراپا، تشبیہ اور مرثیہ، پھر نابغہ نے چھٹی قسم اعتذار کا اضافہ کیا اور اس میں بہت اچھا کلام پیش کیا“۔

(اشعر الجاہلی بین الروایۃ والتدوین۔ ص ۳۵، ۳۶)

عبد العزیز بن ابوالصغ نے کہا ہے: ”میرا خیال یہ ہے کہ اصناف شاعری اٹھارہ ہیں: غزل، وصف، فخر، مدح، سرائی، ہجو، عتاب، اعتذار، ادب، زہد، خمریات، مرثیہ، بشارت، مبارک بادی، وعید، تخریض، تحریض، چٹکلے اور سوال و جواب کا الگ باب“۔ (تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ۔ از: محمد بک وہاب ص ۷۹)

ابو تمام نے اپنی کتاب ”الحماسة“ کو گیارہ اصناف اور موضوعات میں تقسیم کیا ہے: حماسہ، مرثیہ، ادب، غزل، ہجو، ضیافت، صفات، سفر و سیاحت، اونگھ، چٹکلے، عورتوں کی مذمت۔ مدح سرائی کو الگ سے نہیں بیان کیا ہے، بلکہ ان کو شروع کی چھ قسموں کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

عہد جاہلی کے موضوعات شاعری کی تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو: تاریخ الأدب العربی -
العصر الجاہلی - از: ڈاکٹر شوقی ضیف ص ۱۹۵-۱۹۸

فرنگیوں کے نزدیک شعر کی قسمیں:

جورجی زیدان نے لکھا ہے:

”فرنگیوں کے نزدیک شعر کی تین قسمیں ہیں: قصصی یعنی رزمیہ، تمثیلی اور غنائی یعنی طریہ“

(تاریخ الآداب العربیہ - از: جورجی زیدان ج ۱ ص ۷)

احمد حسن زیات نے تاریخ الأدب العربی میں شعر کی تقسیم اسی طرح کی ہے، تفصیلات کے لیے ملاحظہ

ہو: ص ۳۰-۳۲

باب اول:

پہلی فصل: عہد جاہلی کی خصوصیات اور عہد نبوی کی

شاعری کے ساتھ موازنہ

دوسری فصل: شاعری اسلام کی نظر میں

تیسری فصل: اسلام کے اثرات شعر گوئی پر

پہلی فصل

شعر جاہلی کی خصوصیات اور عہد نبوی کی شاعری کے ساتھ موازنہ

عہد جاہلی کی شاعری کی خصوصیات پہلی خصوصیت: حقیقت پسندی

عہد جاہلی میں شعراء حقیقت کے مطابق ہی شعر کہا کرتے تھے، ان کی شاعری حقیقت کی عکاس تھی، چنانچہ ان کے شعر میں غلو اور مبالغہ آرائی نہیں ملتی، جس طرح کی مبالغہ آرائی اور تکلف بعد کے شعراء میں ملتا ہے، جاہلی شعر میں ان کی معیشت کی بھی صحیح تعبیر تھی، ان کے اشعار میں ان کی زندگی اور معاشرت کی صحیح تصویر ملتی ہے، اگر عہد جاہلی کی تاریخ کا دوسرا مرجع نہ ہوتا تب بھی ان کے اشعار کے ذریعے ان کے حالات اور معاش کے طریقوں سے واقف ہونا ممکن تھا، اسی وجہ سے شعر کو ”دیوان العرب“ کہا گیا ہے۔

دوسری خصوصیت: فطری شاعری

عہد جاہلی کی دوسری خصوصیت فطری شاعری ہے، جس میں برجستگی اور سادگی پائی جاتی ہے، اور فطری چیزوں کی عکاسی میں حقیقت نظر آتی ہے، کیوں کہ اس وقت عرب کسی بھی قسم کے تکلف سے عاری تھے، اس لیے ان کی شاعری میں بھی تکلف اور تصنع نہیں ملتا، جب کسی کے ذہن میں کوئی شعری خیال آتا تو وہ بے تکلف تصنع کے بغیر ہی اپنے خیالوں کی اشعار میں تعبیر کرتا تھا۔

تیسری خصوصیت: الفاظ کی خشونت

اسی طرح جاہلی کلام میں الفاظ کی خشونت اور سختی پائی جاتی ہے، کیوں کہ اکثر عرب بادیہ اور دیہاتوں میں تقشف کی زندگی گزارتے تھے اور تہذیب سے نابلد تھے، صرف ان کو اپنے اونٹوں سے واسطہ تھا، ان چیزوں کا اثر ان کے ادب اور اسلوب پر پڑنا ضروری تھا۔ شعر جاہلی کی معنوی اور لفظی خصوصیات کے لیے ملاحظہ ہو: تاریخ الادب العربی۔ العصر الاہلی۔ شوقی خیف ص ۲۱۹-۲۳۱

عہد نبوی میں الفاظ کی خشونت کم ہو گئی

جب نبی کریم ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو مسلمانوں کی طاقت ایک ہی جگہ مجتمع ہو گئی، اور اسلامی شعراء قرآن کریم کے الفاظ اور معانی سے متاثر ہو کر دین جدید کی زبان میں اشعار کہنے لگے، قرآنی زبان اور لہجے کا اثر ان کی شاعری پر پڑا، جس کے نتیجے میں الفاظ کی خشونت میں ایک حد تک کمی آ گئی، حالانکہ عہد نبوی کی شاعری میں عہد جاہلی ہی کی طرح مبالغہ آرائی اور تکلف سے دوری ملتی ہے، تکلف اور مبالغہ آرائی بعد کے ادوار میں شروع ہوئی، جب شعراء نے شاعری کو کسب کا ذریعہ بنا ڈالا، مثلاً عہد اموی اور عہد عباسی میں مبالغہ آرائی اپنی انتہا کو پہنچی، اسی طرح عہد جاہلی کی طرح عہد نبوی کی شاعری فطری اور حقیقت پسندانہ ہے، اس میں برجستگی اور سادگی پائی جاتی ہے۔

قرآن کریم کے اثرات غیر مسلم شعراء میں بھی ملتے ہیں

عہد نبوی میں مسلم شعراء کے مقابلے میں جاہلی گمراہیوں پر ڈٹے ہوئے قدیم دین کی طاقتوں کا کمپ تھا، مکہ اس کمپ کا قائد تھا، اور وہاں کے شعراء اس کے نمائندے تھے، طائف اور یہودی علاقوں کے شعراء بھی اسی کمپ میں شامل تھے، تیسرا ماحول دونوں سے بالکل الگ تھلگ تھا، ان کو نہ مدینہ کے کمپ سے کوئی تعلق تھا اور نہ مکہ کے کافروں سے، وہ اپنے دیہاتوں میں الگ تھلگ تھے، یہ عہد جاہلی کا امتداد ہے، لیکن قرآن کریم اور حدیث نبوی کے اثرات ان کی شاعری میں بھی ملتے ہیں، کیوں کہ نئے نبی اور نئے دین کا چرچہ ہر طرف تھا، اور ہر علاقے کے لوگ اس سے متاثر ہوئے تھے، اور قرآنی آیات کا بھی چرچہ تھا، قرآن لاثانی ادب ہے، جس کے اثرات شاعری پر بھی پڑنے ضروری تھے، اس لیے بادیہ کی شاعری میں بھی اس کے اثرات نمایاں نظر آتے ہیں۔

اسلامی حکومت کے تین مشہور شعراء

حسان بن ثابت، کعب بن مالک، اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم انصار کے قبیلہ خزرج کے تین مشہور شعراء تھے، یہی تین شعراء اسلامی حکومت کے سرکاری اور درباری شعراء تھے، یہی شعراء مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی کرتے تھے اور ان کی طرف سے مدافعت کرتے تھے، اور یہ شعراء اسلامی نقطہ نظر کے نمائندے تھے، حضور اکرم ﷺ نے جب مدینہ کی طرف ہجرت کی تو ان ہی شعراء نے اسلام، اہلیان اسلام اور نبی اسلام کی طرف سے شاعری شروع کی۔

مہاجرین کی شاعری کی ابتدا

مہاجرین کی شاعری بعثت نبوی کی ابتدا ہی سے ملتی ہے، خصوصاً اس وقت سے ملتی ہے جب رسول اللہ ﷺ نے حبشہ اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دی، مہاجرین میں مشہور شعراء عبد اللہ بن حارث سہمی، عثمان بن مظعون، عبد اللہ بن جحش، ان کے بھائی احمد عبد بن جحش، عورتوں میں صفیہ بنت عبد المطلب، ہند بنت اثاثر اور نعم بنت سعید تھے۔

قرآنی الفاظ اور معانی کا کثرت سے استعمال

اسلامی شعراء نے اللہ کی کتاب قرآن مجید سے استفادہ کیا، وہ مسلسل قرآن کریم کی تلاوت کرتے تھے اور اس پر غور و خوض کرتے تھے، جس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ اس کے اثرات ان کی شاعری پر پڑے، چناں چہ قرآن کے الفاظ و معانی، صیغوں اور جملوں کا استعمال عام ہو گیا، اور اس کی چھاپ ان کی شعر گوئی میں نمایاں ہو گئی، مثلاً لفظ مسلم، کافر، نیک، بد، مومن، گمراہی، ہدایت، جنت، جہنم، رحمٰن، والذین نصر اللہ (جنہوں نے اللہ کی مدد کی) البر الحنیف جیسے الفاظ کا استعمال عام ہو گیا۔

رسول اللہ کی طرف سے شعراء کی رہنمائی

رسول اللہ ﷺ نے بہت سے موقعوں پر شعراء کی رہنمائی کی، ان کی غلطیوں کی اصلاح کی اور ان کے اشعار کو درست فرمایا، جس کے نتیجے میں اسلامی نقطہ نظر سے ان کے اشعار کا نقص ختم ہو گیا، اور ان کی صلاحیتیں نئے دین کے معانی اور تعلیمات کو اجاگر کرنے کے لیے کھل گئیں، جس کے نتیجے میں اسلامی معانی اور تعلیمات و قدریں اشعار میں نمایاں ہونے لگیں، جو شاعر جتنا قدیم مسلمان تھا، اس کی شاعری میں اتنے ہی زیادہ اثرات نمودار ہوتے تھے، اس طرح اسلامی شخصیت جاہلی شاعر کی شخصیت سے ممتاز ہو جاتی ہے، مثلاً دور جاہلی میں جنگوں کے اندر نفری تعداد اور تیاری کی کیفیت، قبیلے کی بہترین کارکردگی، دشمنوں کے مال کا حصول اور دشمنوں کو قید کرنے وغیرہ کا تذکرہ کر کے فخر کیا جاتا تھا، لیکن مسلمانوں کے اشعار میں اللہ کے راستے میں شہادت کا حصول، اللہ کے دشمن مشرکین کے خلاف لشکر الہی کے فتح و نصرت سے ہمکنار ہونے پر فخر کیا جانے لگا، غنیمت کا مفہوم بھی بدل گیا، غنیمت اور جنگ کا مقصد اللہ کی خوشنودی اور رسول اللہ ﷺ کی رضا کا حصول بن گیا، نہ کہ اونٹ اور بکریوں کا حصول، جیسا کہ دور جاہلی کا مقصد تھا اور اس کا تذکرہ ان کی شاعری میں ملتا ہے۔

”یہ فطری اور طبعی بات تھی کہ شعر کے اسلوب میں تبدیلی آگئی، اور شعر جدید معانی کے تابع ہو گیا، جس کے نتیجے میں شعر کی

زبان سہل اور نرم ہوگئی، جاہلی الفاظ کی خشونت میں کمی آگئی، اور اس کی عبارت کی ترکیبی صعوبت دور ہوگئی..... اسی وجہ سے حضرت حسان بن ثابت کے اشعار میں نرمی آگئی اور کعب بن مالک کے اشعار میں سلاست پیدا ہوگئی۔“

(بیانات الشعر الاسلامی فی زمن رسول اللہ ﷺ، از: ڈاکٹر یحییٰ جبوری ص ۱۰۲-۱۰۳)

”اسلامی شعر کی آمدگی اور اس کی سرسبزی و شادابی نے اسلام کو پھیلانے اور مشرکین کو رسوا اور سر تسلیم خم کرنے میں سرگرم کردار ادا کیا ہے، تمیم کا وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے تفوق اور امتیاز کی وجہ سے پورا کا پورا وفد اسلام کے دائرے میں داخل ہو گیا، اسی طرح کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے چند اشعار قبیلہ دوس کے اسلام کا سبب بنے، اس کا واقعہ یہ ہے کہ جنگ حنین سے فراغت کے بعد حضور اکرم ﷺ نے طائف کا رخ کیا، کعب بن مالک نے اس سلسلے میں چند اشعار کہے، جن میں سے دو شعر ملاحظہ ہوں:

قَضَيْنَا مِنْ تَهَامَةٍ كُلَّ رَيْبٍ وَخَيْرُ ثَمٍّ أَجْمَعَنَا السُّيُوفَا
بِخَيْرِهَا وَلَوْ نَطَقْتُ لَقَالَتْ قَوَاطِعُهُنَّ دُوسًا أَوْ ثَقِيفًا

(ہم نے تہامہ اور خیبر سے تمام رکاوٹوں کو دور کر دیا پھر ہم نے بہترین تلواروں کو جمع کیا، اگر وہ تلواریں بولتیں تو کہتیں کہ وہ قبیلہ دوس اور قبیلہ ثقیف کو کاٹنے والی ہیں) (السيرة النبوية ۲/ ۴۷۹، الحماسة الشجرية ص ۱۲۴)

اس واقعے کے بارے میں ابن سیرین نے لکھا ہے: مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ قبیلہ دوس نے کعب کے اشعار ”قَضَيْنَا مِنْ تَهَامَةٍ“ سے ڈر کر اسلام قبول کیا، قبیلہ والوں نے کہا: چلو اور اپنے لیے ماں لے لو، کہیں تم پر بھی وہی مصیبت نازل نہ ہو جائے جو ثقیف پر نازل ہوئی ہے۔ مسلمانوں کے اشعار مشرکین کی گردنوں پر سونتی ہوئی تلواروں کی مانند تھے، اور رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں میں ہتھیار کی مانند، آپ ﷺ ان کے ذریعے دین کے دشمنوں کی گردنوں کو جھکا دیتے تھے۔“

(بیانات الشعر الاسلامی فی زمن رسول اللہ ﷺ، از: ڈاکٹر یحییٰ جبوری ص ۱۰۲-۱۰۵)

مرثیہ عہد نبوی کی سب سے ممتاز صنف شاعری

مسلم شعراء نے اکثر اصناف شعر میں طبع آزمائی کی ہے، لیکن مرثیہ گوئی اس عہد کی سب سے ممتاز صنف شاعری ہے، کیوں کہ قریش کے مشرکین یا یہودیوں کے خلاف ہونے والی جنگوں میں بہت سے مسلمان شہید ہو گئے، جن کے مرثیے میں شعراء نے اشعار کہنا شروع کیا، پھر رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ نے آپ کے اوصاف حسنہ اور اپنے غم فراق کو اشعار میں کثرت سے ڈھالنا شروع کیا، اور آپ کے مرثیے میں ہزاروں قصیدے کہے گئے، لیکن مرثیہ جاہلی مرثیہ کی طرح نہیں تھا، بلکہ بالکل جدا تھا، جاہلیت میں شعراء کے سامنے کوئی بلند فکر نہیں تھی، اور ان کا کوئی بلند مقصد نہیں تھا، وہ صرف مقتول کے اوصاف جاہلی نظریے کے مطابق بیان کرتے تھے اور اپنے اشعار میں جزع و فزع کرتے تھے، اور اپنا رونا روتے تھے، لیکن عہد اسلامی کے مرثیے میں بھی دعوت و تبلیغ دین اور افکار اسلامی کی تصویر نظر آتی ہے، کیوں کہ مسلمان شعراء کے مرثیوں میں آخرت کے ثواب، جنت کی لطف اندوزیوں کا تذکرہ ملتا ہے، کیوں کہ معنوی روح مسلمانوں میں طاقت ور تھی، جب کہ مشرکین میں یہ پہلو تھا ہی نہیں۔

عہد نبوی سے پہلے قریش میں بہت کم شاعر تھے

اسلام سے پہلے کی شعر و شاعری کا مطالعہ کیا جائے تو ہمیں واضح طور پر معلوم ہوگا کہ مکہ والے بہت ہی کم شعر کہا کرتے تھے، کیوں کہ شعر گوئی کے وہ اسباب ان میں نہیں پائے جاتے تھے جو دوسرے قبیلوں اور بادیہ نشینوں اور دیہاتوں کے رہنے والوں میں پائے جاتے تھے، مکہ کو اللہ تعالیٰ نے مقدس دینی مرتبہ عطا فرمایا تھا، وہ کعبہ کے پاس بان اور نگہبان تھے، مکہ والے اپنی تجارت میں مشغول رہتے تھے، دینی اور تجارتی حالات کی وجہ سے قریش والے جنگوں اور جھگڑوں سے مامون تھے، اس امن و امان کی وجہ سے فخر و حماسہ اور مرثیہ کی شاعری مکہ والوں میں بہت کم ملتی ہے، مکہ کی شاعری کے کمزور اور کم ہونے کی سب سے بڑی وجہ یہی تھی، قدیم ناقدین اور ادباء نے بھی اسلام سے پہلے کی اہل مکہ کی شاعری کو قابل اعتنا نہیں سمجھا ہے۔

آمد اسلام کے بعد قریش کی شاعری میں بے انتہا اضافہ

جب اسلام کا ظہور ہوا اور مسلمانوں اور کفار قریش کے درمیان جنگیں شروع ہوئیں تو قریش کے بہت سے لوگ پہلی جنگ، جنگ بدر میں مارے گئے اور بہت سے قید ہوئے، اس واقعے کے بعد مکہ کے شعراء کی خوابیدہ صلاحیتیں اجاگر ہوئیں اور ان کے جذبات میں آگ لگ گئی، اور انھوں نے اپنے مقتولین کے بارے میں مرثیے کہہ کر اپنے قبیلے والوں کے جذبات کو براہیختہ کیا، اور انتقام کی آگ بھڑکانے لگے، اور اسلام، نبی اسلام، اور مسلمانوں کی بھوکرنے لگے، اور اپنے قدیم دین کا دفاع کرنے لگے، اس وقت مکہ کے مشہور شعراء میں عبداللہ بن زبیری، ضرار بن خطاب، ابوسفیان بن حارث، ہبیرہ بن ابو وہب تھے، یہ تمام شعراء رسول اللہ ﷺ اور مومنین کی دشمنی میں بہت ہی زیادہ سخت تھے اور مشہور بھی تھے، ان کا مقصد ہی مسلمانوں کی بھوکرنہ، ان پر کچڑا چھالنا، اور اپنے مقتولین کا مرثیہ پڑھ کر اپنے قبیلے والوں کے جذبات کو بھڑکانا تھا، بدر کے واقعے نے صرف ان ہی مشہور شعراء کی شاعرانہ صلاحیتوں کو ہی اجاگر اور صیقل نہیں کیا، بلکہ ان سے کم درجے کے شعراء میں بھی انتقام کی آگ بھڑکانے کی صلاحیت اور استعداد پیدا کر دی، جس کے نتیجے میں چھوٹے شعراء بھی شعر گوئی کے میدان میں کود پڑے اور اپنے بڑے شعراء کا ساتھ دیا، ان میں سے بعض شعراء یہ ہیں: حارث بن ہشام، ابو عذہ جحجی، عمرو بن عاص، ابواسامہ معاویہ بن زہیر، ابوبکر شداد بن اسود، مسافع بن عبد مناف۔

جس طرح مسلمانوں میں شاعرات تھیں، جو مقتولین پر مرثیہ کہا کرتی تھیں اور مسلمانوں کو جنگ کے میدان میں اپنی جانیں اللہ کے راستے میں قربان کرنے پر ابھارتی تھیں، اسی طرح مشرکین میں بھی بعض شاعرات اپنی شاعرانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتی تھیں، ان کی شاعرانہ صلاحیتیں بھی جنگ بدر کے

بعد ہی اجاگر ہوئیں، جب احد کے معرکے کا وقت آیا تو مشرکین مکہ نے عورتوں کو بھی اپنے ساتھ رکھا، اس کا فطری نتیجہ یہ تھا کہ وہ رجز یا اشعار پڑھ کر اپنے مردوں کو مسلمانوں کے خلاف ڈٹے رہنے پر ابھارتی تھیں اور سخت حملے کرنے کی ترغیب دیتی تھیں، تاکہ جنگ بدر کا بدلہ اور انتقام لیا جائے، ان میں سے مشہور شاعرات ہند بن عتبہ، صفیہ بنت مسافر اور قتیلہ بنت نصر تھیں، آخر الذکر شاعرہ نے اپنے والد کے قتل کیے جانے پر مؤثر مرثیہ کہا ہے، اور اس میں حضور ﷺ کی سرزنش کی ہے (اس قصیدے کے چند اشعار اگلی فصل میں آرہے ہیں) جب حضور ﷺ نے یہ اشعار سنے تو آپ نے اس سے متاثر ہو کر فرمایا: ”اگر یہ اشعار اس کو قتل کیے جانے سے پہلے مجھ تک پہنچتے تو میں اس پر احسان کرتا“ یعنی اس کو قتل نہیں کرتا بلکہ معاف کر دیتا۔

مشرکین میں فکری اتحاد اور علاقائی یکسانیت نہیں تھی

مشرکین میں فکری اتحاد اور علاقائی یکسانیت نہیں تھی، اس کا اثر بھی مشرکین کے اشعار میں نظر آتا ہے، مشرکین کے اشعار مختلف علاقوں کے تھے، جن کی ثقافت و تہذیب بھی الگ الگ تھی، ان کی شاعری میں اختلاف تھا، اور دینی نظریے بھی مختلف تھے، اگرچہ دینی دشمنی نے اسلام کے خلاف سبھوں کو متحد کر دیا تھا، لیکن اشعار کے رنگ جدا جدا تھے، مثلاً قریش کے فخر اور حماسہ کے اشعار قبیلہ ثقیف اور یہودیوں کے اشعار سے مختلف تھے، شعراء کی کثرت کے باوجود بھی اسلام کے خلاف ان کی کوششیں بکھری ہوئی اور متفرق تھیں۔

مسلمانوں کا فکری اور مرکزی اتحاد

لیکن اسلام کا مرکز ایک ہی تھا: مدینہ منورہ۔ اور اسلام میں داخل ہونے والا ایک ہی تہذیب اور ایک ہی دین کا پیروکار بن جاتا تھا، اور وہ متحد امت مسلمہ کا ایک فرد بن جاتا تھا، اس لیے مسلمان شعراء کی کوششیں بھی اپنے دشمنوں کے خلاف متحد تھیں، جس کا فائدہ اسلامی حکومت کو ہو رہا تھا۔

مستشرقین کا بے بنیاد نظریہ

مستشرقین کا خیال ہے کہ جزیرۃ العرب میں اسلام عربوں کے درمیان مسلمانوں کو جنگوں میں کامیابی ملنے کے بعد ہی جغرافیائی اور سیاسی اعتبار سے پھیلا، لیکن اسلامی ثقافتی اثرات نے مسلمانوں کے دلوں میں جگہ نہیں پائی، عصر عباسی میں جا کر یعنی تقریباً دیرھ صدی کے بعد یہ اثرات نمایاں ہوئے، ان مستشرقین کی دلیل یہ ہے کہ ابتدائی عربی شاعری مختلف اسلامی تصورات اور اثرات سے خالی ہے۔ لیکن صدر اسلام کی عربی شاعری پر نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مستشرقین کی دلیل کی کوئی بنیاد اور اساس نہیں ہے، کیوں کہ اسلامی الفاظ، اور اسلامی معانی نے کم از کم ہجرت کے

وقت سے عربی شاعری میں جگہ بنانا شروع کیا تھا، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو لوگ ہجرت سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے، پھر ان کو شاعری کا موقع ملا ہو، اور ان کے اشعار میں اسلام کے اثرات نہیں پائے گئے ہوں، بلکہ ہجرت سے پہلے مسلمان بہت کم تھے اور ایسے مواقع نہیں ملے تھے کہ شاعری کی جائے، جس طرح کے مواقع ہجرت کے بعد پیدا ہوئے۔

حسان بن ثابت ہجرت کے ابتدائی دنوں میں مسلمان ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے درباری شاعر ہوئے، حسان بن ثابت کا دیوان اسلامی الفاظ اور موضوعات و اغراض اور تعلیمات سے بھرا پڑا ہے، پھر جب مدینہ میں اسلامی حکومت قائم ہوئی اور مشرکین عرب پر اس کا رعب اور دبدہ قائم ہونے لگا تو مشرکین کے شعراء: عبداللہ بن زبیری، کعب بن زہیر، ابوسفیان بن حارث وغیرہ رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں اشعار کہنے لگے، اور اپنے اشعار میں اسلام، مسلمانوں اور نبی اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے چھیڑ چھاڑ کرنے لگے، جس کے مقابلے میں مسلمان شعراء مثلاً حسان بن ثابت، عبداللہ بن رواحہ اور کعب بن مالک وغیرہ نے مشرکین شعراء کا جواب پوری قوت کے ساتھ دیا، اور اسلام کے دفاع میں اپنی شاعرانہ صلاحیتیں صرف کیں، ہجرت کے پہلے سال ہی سے شعراء اپنے اشعار میں اللہ کے انجین اور پاک ناموں کو استعمال کرنا شروع کیا جو دور جاہلی میں بھی معروف تھے، مثلاً: اللہ، اللہم، رب، الرحمن وغیرہ کا استعمال اسلامی نقطہ نظر سے کرنے لگے، ہجرت کے دوسرے سال سے اپنے اشعار میں اللہ کے ان ناموں کو استعمال کرنا شروع کیا جو نزول قرآن اور اسلام کی آمد کی دین تھے، اور جاہلیت میں یہ نام معروف نہیں تھے، مثلاً: رؤوف، ذو العرش، واهب، عزیز، غفور، وھاب، مولیٰ، المؤمنون، واحد، صمد، عالم الغیب، ذو الجلال وغیرہ۔ ہجرت کے تیسرے سال حضرت حسان نے مندرجہ ذیل شعر کہا:

مُحَمَّدٌ، وَالْعَزِيزُ اللَّهُ يُخْبِرُهُ بِمَا تُكِنُّ سَرِيرَاتُ الْأَقَاوِيلُ

(محمد ﷺ اور اللہ رب العزت آپ کو پوشیدہ باتوں کی خبر دیتا ہے)

اسی طرح حضرت حسان نے لفظ رسول کا استعمال قدیم لغوی معنی اور جدید اسلامی معنی میں ایک ساتھ دو مسلسل اشعار میں کیا ہے، ملاحظہ ہو:

أَلَا أَبْلَغُ خُزَاعِيًّا رَسُولًا بِأَنَّ الدَّمَ يَغْسِلُهُ الْوَفَاءُ
وَبَايَعَتِ الرَّسُولَ وَكَانَ خَيْرًا إِلَى خَيْرٍ، وَأَذَاكَ الشَّرَاءُ

(سن لو! قبیلہ خزاعہ کے پیامبر (رسول) کو یہ بات پہنچا دو کہ وفاداری مذمت کو زائل کر دیتی ہے، اگر تم رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں پر بیعت کر لو تو تم کو دہری بھلائی حاصل ہوگی اور مال داری اور بے نیازی بھی ملے گی)

عبداللہ بن رواحہ خالص اسلامی معنی استعمال کرتے ہوئے کہتے ہیں:

أَنْتَ النَّبِيُّ، وَمَنْ يُحَرِّمُ شَفَاعَتَهُ يَوْمَ الْحِسَابِ فَقَدْ أُرْزَىٰ بِهِ الْقَدْرُ
 (آپ نبی ہیں، قیامت کے دن آپ کی شفاعت سے جو محروم ہوگا تو تقدیر اس کو بے یار و مددگار چھوڑ دے گی)
 ہجرت کے دوسرے سال عبداللہ بن جحش اسدی نے ہجرت کی اور اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اشعار کہے کہ مشرکین نے رسول اللہ کے خلاف سازش کی تو اللہ نے اپنے رسول کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دی، اس میں انھوں نے قرآنی آیت کے مفہوم کا استعمال کیا ہے:
 وَآخِرَاجُكُمْ مِنْ مَسْجِدِ اللَّهِ أَهْلَهُ لَسْنَا يُرَىٰ فِي الْبَيْتِ سَاجِدُ
 (تمہارا اللہ کی مسجد سے اللہ والوں کو نکالنا بڑا گھناؤنا جرم ہے، اس کام سے تمہارا مقصد یہ ہے کہ اللہ کے گھر میں اللہ کی عبادت کرنے والا کوئی نظر نہ آئے) (تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو: تاریخ الأدب العربی، تالیف: عمر فروخ ج ۲ ص ۲۵۹ تا ۲۵۹)
 ایک اہم سوال یہ ہے کہ شعر اسلام سے متاثر ہوا ہے یا نہیں؟ شعر جاہلی کے ساتھ موازنہ کرنے میں اس عنوان پر تھوڑی بہت بحث کرنا ضروری ہے، اس سے موازنہ میں اور زیادہ وضاحت آجائے گی اور موازنہ مکمل ہو جائے گا، اسی باب کی تیسری فصل میں ”اسلام کے اثرات شعر گوئی پر“ کے عنوان کے تحت اس کی تفصیلات ملاحظہ ہوں۔

جاہلی صفات اور اسلامی اخلاق فاضلہ اور صفات حسنہ کے درمیان فرق

استاذ جولڈزبر نے اسلام اور زمانہ جاہلیت میں عربوں کے اخلاق فاضلہ اور صفات عالیہ کے درمیان کشمکش کی وضاحت کے سلسلے میں ایک فصل قائم کی ہے جس کا عنوان ہے ”دین اور مروت“ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ”اسلام نے زندگی کے ایسے بلند صفات متعین کیے ہیں جو جاہلی زندگی کے بلند صفات سے مختلف ہیں، دونوں کے صفات ایک دوسرے کے مشابہ نہیں ہیں اور اکثر میں تضاد پایا جاتا ہے، شخصی بہادری، تیز فہمی جس کی کوئی انتہا نہیں، اسراف کی حد تک سخاوت، قبیلے کے لیے مکمل اخلاص، انتقام میں شدت اور خود پر یا اپنے قریبی شخص یا اپنے قبیلے پر کسی بھی طرح کا ظلم کرنے والے سے انتقام کا جذبہ اور انتقام لینے تک پہنچنے۔ یہی زمانہ جاہلیت میں بت پرست عربوں کے نزدیک فضائل اخلاق کے اصول تھے، جب کہ اسلام کے بلند اخلاق یہ ہیں: اللہ کے لیے خشوع و خضوع، اس کے احکام کی فرماں برداری، صبر، شخصی اور قبیلے کے مفادات کو دین کے احکام کے تابع بنانا، قناعت، اپنی ذات یا قبیلے پر فخر نہ کرنا، تکبر اور تعلیٰ سے اجتناب انسان کے بلند اخلاق میں شامل تھے۔“

ان دونوں کے درمیان موازنہ کرنا ہو تو اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھو، اور مشہور جاہلی شاعر طرفہ ابن عبد کے معلقہ کے اشعار پڑھو، اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

”لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُولُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ
الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ
وَأَتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ
السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ
وَالْمُؤْفِقُونَ بَعْدَهُمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَاءِ
وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ“

ترجمہ: نیکی یہ نہیں ہے کہ تم مشرق یا مغرب کی طرف رخ کرو، لیکن نیکی کرنے والا وہ
ہے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور فرشتوں پر اور کتاب پر اور نبیوں پر ایمان لے آئے،
اور اپنی چاہت سے قریبی رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، فقیروں اور غلاموں
کو آزاد کرنے میں مال خرچ کرے، اور نماز قائم کرے، اور زکوٰۃ دے، اور جو اپنے وعدوں
کو پورا کرنے والے ہیں، جب وہ وعدہ کرتے ہیں، سختی اور تکلیف میں اور جنگ کے وقت
صبر کرنے والے ہیں، وہی سچے ہیں اور وہی تقویٰ اختیار کرنے والے ہیں۔

طرفہ کہتا ہے:

إِذَا الْقَوْمُ قَالُوا مَنْ فَتَىٰ خِلْتُ أَنَّنِي
أَحَلْتُ عَلَيْهَا بِالْقَطِيعِ فَأَجْذَمْتُ
فَذَاكَ كَمَا ذَاكَ وَلَيْدَةُ مَعْشَرٍ
وَلَسْتُ بِحَلَالِ التَّلَاعِ مَخَافَةً
وَأِنْ تَبَغَيْتُ فِي حَلْقَةِ الْقَوْمِ تَلَقَّنِي
مَتَىٰ تَأْتِنِي أَصْبَحَكَ كَأَسَا رَوِيَّةً
وَأِنْ يَلْتَقِ الْقَوْمُ الْجَمِيعُ تَلَاقِنِي
نَدَامَايَ بِيضُ كَالنُّجُومِ وَقَيْنَةٌ
فَلَوْلَا ثَلَاثُ هُنَّ مِنْ عَيْشَةِ الْفَتَىٰ
فِيهِنَّ سَبَقَى الْعَادِلَاتِ بِشَرْبَةٍ
وَتَقْصِيرُ يَوْمِ الدَّجْنِ وَالِدَّجْنِ مُعْجَبٌ
كَأَنَّ الْبَزِينَ وَالِدَّمَالِجَ عُلِقَتْ
وَكَرِي إِذَا نَادَى الْمُصَافُ مُحَنَّبًا

عُنَيْتُ فَلَمْ أَكْسَلُ وَلَمْ أَتَلَدِ
وَقَدْ خَبَّ آلُ الْأَمْعَزِ الْمُتَوَقَّدِ
تُرى رَبَّهَا أَذْيَالُ سَحْلٍ مُمَدَّدِ
وَلَكِنْ مَتَىٰ يَسْتَرْفِدُ الْقَوْمُ أَرْقَدِ
وَأِنْ تَفْتَنِيصْنِي فِي الْحَوَانِيَّتِ تَصْطَدِ
وَأِنْ كُنْتَ عَنْهَا ذَا غِنَىٰ فَاعْنِ وَارْزُدِ
إِلَىٰ ذُرْوَةِ الْبَيْتِ الرَّفِيعِ الْمُصَمَّدِ
تَرْوُحُ عَلَيْنَا بَيْنَ بُرْدٍ وَمُجَسَّدِ
وَجَدَّكَ لَمْ أَحْفَلْ مَتَىٰ قَامَ عَوْدِي
كُمَيْتِ مَتَىٰ مَا تُعَلِّ بِالْمَاءِ تُزْبِدِ
بِهَكْنَةٍ تَحْتَ الْخَبَاءِ الْمُعَمَّدِ
عَلَىٰ عُشْرِ وَخِرْوَعٍ لَمْ يُخْصَدِ
كَسِيدِ الْغَضَا ذِي السُّورَةِ الْمُتَوَرَّدِ

(جب قوم کے لوگوں نے کہا کہ کوئی نوجوان ہے جو ہماری مدد کرے؟ تو میں نے سمجھا کہ لوگ مجھے ہی آواز دے رہے ہیں، چنانچہ میں نے نہ کوتاہی کی اور نہ کوئی بے وقوفی کا کام کیا۔
میں کوڑا لے کر اونٹنی پر کود پڑا تو وہ تیزی کے ساتھ دوڑنے لگی، جب کہ پتھر بلی سخت پیچتی ہوئی زمین کا سراب پھیل چکا تھا۔
میری اونٹنی تیز تیز چلنے لگی، تیز چلنے کی وجہ سے وہ اس دوشیزہ کی مانند نظر آنے لگی، جو دوشیزہ اپنے آقا کے سامنے مٹک مٹک کر چلتی ہے اور اپنے کپڑوں کو پیچتی ہوئی چلتی ہے۔
میں کسی خوف کی بنا پر کسی ٹیلہ پر نہیں چڑھتا ہوں، لیکن جب قوم مدد طلب کرتی ہے تو میں مدد کرتا ہوں۔
اگر تم مجھے قوم کی محفل میں تلاش کرو گے تو تم مجھے وہاں پاؤ گے، اور اگر میخانوں میں تلاش کرو گے تو میں وہاں بھی نظر آؤں گا۔

جب تم میرے پاس آؤ گے تو میں تم کو صبح سویرے سیراب کرنے والا مے سے لبریز جام پلاؤں گا، اگر تم اس سے بے نیاز ہو تو بے نیازی اختیار کرو اور اس میں اضافہ ہی کرو۔
اگر قوم کے سب افراد ایک جگہ جمع ہو جائیں تو تم مجھے مضبوط بلند گھر کی چوٹی پر پاؤ گے۔
میرے ہم نشین ستاروں کی طرح خوب صورت ہیں اور دوشیزائیں چھوٹے بڑے کپڑوں میں ہمارے پاس آتی جاتی رہتی ہیں۔
اگر تین چیزیں نوجوان کی زندگی میں نہ ہوں تو تمہاری قسم! مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ میری عیادت کرنے والے میری زندگی سے مایوس ہو کر اٹھ کر کب واپس چلے جائیں یعنی مجھے اپنی موت پر افسوس نہیں ہے اور ایسی زندگی سے موت ہی بہتر ہے۔

وہ تین چیزیں یہ ہیں: میں ملامت کرنے والیوں سے پہلے بیدار ہو کر عمدہ اور تیز شراب پیتا ہوں، جس کی خصوصیت یہ ہے کہ جب اس شراب میں اوپر سے پانی ڈالا جاتا ہے تو جھاگ نکلتی ہے۔
ابر آلود دن وسیع خیمے میں خوب صورت دوشیزہ کے ساتھ گزارتا ہوں، جب کہ یہ موسم بڑا ہی پر لطف رہتا ہے۔
گویا کہ پازیب اور بازو بند ہیں جو ارند کی کے پودوں پر لٹکائے گئے ہیں جس کی شاخوں یا پودوں کو کاٹنا نہیں گیا ہے۔
اور تیسری چیز جب کوئی کمزور اور دور دراز پناہ لیے بیٹھا ہو شخص میری دہائی دیتا ہے تو میں حملہ آور جھاڑی میں چھپے ہوئے بھیڑیے کی طرح حملہ کرتا ہوں۔ (نجر الاسلام۔ از: احمد امین ۷۶-۷۸)

دوسری فصل

شاعری اسلام کی نظر میں

اسلام میں فنون لطیفہ اور تفریح پر پابندی نہیں

اسلام نے تمام فنون لطیفہ پر مکمل توجہ دی ہے، اور ہنسی مذاق اور تفریح سے منع نہیں کیا ہے، لیکن ہر چیز کے حدود متعین کیے ہیں۔

اسلام نے ہر فن کی طرح شعر کو بھی بطور فن جمیل کے قبول کیا ہے، لیکن چند پابندیاں عائد کی ہیں، شاعر کے لیے شعر گوئی میں صرف اتنا کافی ہے کہ اللہ، کائنات، انسان اور زندگی سے متعلق اسلامی نظریہ کے حدود کی پابندی کرے، اسلام نے شعر پر طاقت و اثر ڈالا ہے، بہت سے لوگوں نے اس حقیقت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔

اس مقالے اور بحث و تحقیق کا مقصد یہی ہے کہ اس نظریے کو تائید فراہم کی جائے کہ اسلام نے کسی بھی فن جمیل اور فن لطیف پر پابندی نہیں لگائی ہے، اور ہنسی مذاق اور تفریح کو ممنوع قرار نہیں دیا ہے، بلکہ فنون جمیلہ کو مہذب کیا ہے، اور تفریح کو ثقافت اور پاکیزگی عطا کی ہے، ان فنون لطیفہ اور ہنسی مذاق اور تفریح کے وسائل میں سے ایک شعر بھی ہے۔

انشاء اللہ اگلے صفحات میں اس کے دلائل کثرت سے معلوم ہو جائیں گے کہ اسلام کی آمد کے بعد شاعری ماند نہیں پڑی ہے، بلکہ اس کی رونق میں اضافہ ہوا ہے، لیکن جو شاعری دوسرے کی تکلیف کا باعث ہے، اس کی روشنی ضرور مدہم ہوگئی اور اسلام کی طرف سے بعض اصناف شاعری کو مہذب کیے جانے کی وجہ سے منفی استعمال کے بجائے ان اصناف کا استعمال مثبت پہلوؤں میں ہونے لگا، انشاء اللہ عہد جاہلی کی شاعری کے ساتھ عہد نبوی کی شاعری کے موازنہ کے دوران یہ بات کھل کر واضح ہو جائے گی۔

تفریح پر اسلام کی توجہ اور تفریح کے آداب

تفریح اور ہنسی مذاق کا مطلب کوئی ایسا عمل کرنا یا کوئی ایسی بات کہنا جس سے دل میں سرور و طرب جاتا ہے اور اس کا اثر چہرے پر ظاہر ہوتا ہے، جس سے ہاتھیں کھل جاتی ہیں اور آدمی مسکراتے لگتا ہے اور ہنس پڑتا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ جو شخص اپنی زندگی میں خوشی کے پہلوؤں کو دیکھنا چاہتا ہے اور ان کا صحیح ادراک کرنے کی تعلیم حاصل کرتا ہے اور ان موقعوں پر خوشی کے پہلوؤں سے لطف اندوز ہو جاتا ہے تو اس کی نشوونما صحیح ڈھنگ سے ہوتی ہے اور اس کے لیے اپنی مصیبتوں پر قابو پانا آسان ہوتا ہے۔

تفریح کے بعض آداب:

ہنسی مذاق اور تفریح کے وقت اسلام نے مندرجہ ذیل آداب کی تعلیم دی ہے، جب ان آداب کی رعایت رکھی جائے تو پھر تفریح پر کوئی پابندی نہیں ہے:

۱۔ کوئی ہنسی کی بات کرے تو آواز یا قہقہہ کے بغیر مسکرائے، کیونکہ اس سے وقار اور ہیبت باقی رہتی ہے، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہنستے نہیں تھے بلکہ مسکراتے تھے۔ (احمد، ترمذی و مالک)

۲۔ ہنسی مذاق میں بھی حق بات ہی کہے، رسول اللہ ﷺ نے ایک بوڑھی سے مذاق کیا تو فرمایا: ”بوڑھی جنت میں داخل نہیں ہوگی“ انہوں نے دریافت کیا: پھر ان کے لئے کیا ہوگا؟ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: کیا تم قرآن نہیں پڑھتی؟ ”اِنَّا اَنْشَاْنَهُنَّ اِنْشَاءً، فَجَعَلْنَاهُنَّ اَبْكَارًا“ (واقعہ ۳۶) ترجمہ: ہم نے ان کو اہتمام کے ساتھ بنایا ہے، پس ہم نے ان کو باکرہ بنایا ہے۔ (رزین نے یہ روایت کی ہے) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے اونٹ دینے کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا: ”میں تم کو اونٹنی کے بچے پر بٹھاؤں گا“، اس شخص نے کہا: میں اونٹنی کا بچہ لے کر کیا کروں گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اونٹوں کو اونٹنیاں ہی تو جنتی ہیں“۔ (ترمذی و ابوداؤد)

۳۔ یہ بھی ہنسی مذاق اور تفریح کے آداب میں سے ہے کہ ہم لوگوں کو ہنسانے کے لئے واقعات نہ گڑھیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ”اس شخص کے لئے بربادی ہے جو لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولتا ہے، اس کے لئے بربادی ہے، اس کے لئے بربادی ہے“۔ (ترمذی)

۴۔ ہم اپنے ہم عمر اور دوستوں کے ساتھ ہنسی مذاق کریں، ہم کو اپنے سے عمر رسیدہ لوگوں، ہمارے ذمہ داروں یا ہمارے مرشد و رہنما سے ہنسی مذاق نہیں کرنا چاہیے، اسی طرح اس شخص سے بھی تفریح نہیں کرنا چاہئے، جس میں مذاق برداشت کرنی کی صلاحیت نہ ہو، اور غیر محرم عورتوں کے ساتھ بھی مذاق نہیں کرنا چاہئے، کیوں کہ حیا اور شرم کا شمار ایمان میں ہوتا ہے۔

۵۔ ہنسی مذاق میں لطافت ہو اور سب کو ہضم ہونے والی ہو، اس سے کسی کو تکلیف نہ ہو، اور کسی انسان کی شرافت کی کمی کا باعث نہ ہو، کسی کو اپنے ہاتھ سے تکلیف نہ دے اور کسی کے عقیدے کا مذاق نہ اڑائے، کسی کے نسب میں طعن و تشنیع نہ کرے، مذاق کے لئے کسی آیت کریمہ کا استعمال نہ کرے، تاکہ لوگ اس کو دوسرے

غیر مناسب موقعوں پر استعمال کر کے ہنسی کا ذریعہ نہ بنائیں، حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس کو رسوا نہ کرے اور اس کی تحقیر نہ کرے، آدمی کی برائی کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے، ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، مال اور عزت حرام ہے۔“ (مسلم)

۶۔ اتنی زیادہ ہنسی مذاق نہ کرے کہ سنجیدگی ختم ہو جائے اور ہنسی مذاق کرنے والے کی یہ فطرت ثانیہ بن جائے، جس سے اس کی ہیبت ختم ہو جاتی ہے اور اس کی عزت و شرافت داؤ پر لگ جاتی ہے اور مذاق اڑانے والے اس پر شیر ہو جاتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ہم کو حکم دیا ہے کہ ہم زیادہ ہنسی مذاق نہ کریں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”وقفہ وقفہ سے دلوں کو راحت پہنچاؤ۔“

ہنسی مذاق میں افراط سے منع کیا گیا ہے، کیوں کہ یہ رحمن کے بندوں کی صفات میں سے نہیں ہے، جوزین پر آہستہ چلتے ہیں: ”وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا“ (فرقان ۷۲) جب ان کا گزر بیہودہ مشغلوں سے ہوتا ہے تو وہ سنجیدگی سے گزر جاتے ہیں۔

۷۔ یہ اسلامی ادب نہیں ہے کہ مسلمان اپنے مسلمان بھائیوں کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرے چاہے مذاق ہی کیوں نہ ہو، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے، کیونکہ معلوم نہیں کہ کب شیطان اس کے ہاتھ سے ہتھیار چھین لے، جس کے نتیجے میں وہ جہنم کے گڑھے میں گر جائے۔“ (بخاری و مسلم)

۱۶۔ اکتاہٹ سے بچو، راحت و آرام کے لیے بھی ایک وقت متعین کرو، لیکن اس کی بھی حد ہو، شیخ یوسف قرضاوی فرماتے ہیں: ”ہماری زندگی سنجیدہ ہونا ضروری ہے جس کے دوران کچھ راحت کا وقت ہو، نہ کہ ہماری زندگی راحت بن جائے اور سنجیدگی کے لیے کچھ وقت دیا جائے۔“

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دلوں کو راحت دو، کیوں کہ دل جب تھک جاتا ہے تو اندھے ہو جاتے ہیں۔

ہماری مشکل یہ ہے کہ راحت اور آرام اپنے حق سے زیادہ وقت لے لیتے ہیں، لیکن ہمارا مطلب یہ ہے کہ راحت کے لیے مناسب وقت ہو اور اس کے مناسب حدود ہوں اور یہ گناہ کی حد تک نہ پہنچ جائے، بلکہ اگر انسان مفید چیزوں کے ذریعے اپنے نفس کو راحت پہنچائے تو آرام کے مقابلہ میں یہ بہتر ہے۔

ابن عباسؓ جب گفتگو سے تھک جاتے تو کہتے: ”شعراء کا دیوان لے آؤ“، محدث ابن شعبہ رحمۃ اللہ علیہ جب حدیث کو املا کر کے تھک جاتے تو اشعار گنگنانے لگتے، بہتر یہ ہے کہ ہمارے منصوبہ کے ضمن میں راحت بھی ہو، اس طرح اکتاہٹ کا احساس ہی ختم ہو جائے گا اور راحت کے اوقات بھی متعین ہو جائیں گے۔ اکتاہٹ کے اسباب کو معلوم کر کے اس کا علاج بھی کرنا چاہیے، اسی طرح اپنے کام کرنے کی جگہ یا اپنی ذمہ داریوں کی تبدیلی سے بھی اکتاہٹ دور ہوتی ہے۔

قرآن کریم شعر نہیں ہے

قرآن کریم نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ قرآن شعر نہیں ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ”وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ، إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ“ (اور ہم نے محمد کو شعر نہیں سکھایا، اور وہ اس کے لیے مناسب بھی نہیں ہے، یہ (قرآن) تو تذکیر کا سامان اور کھلی ہوئی پڑھی جانے والی کتاب ہے) دوسری جگہ ارشاد ہے: ”بَلْ قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ، بَلْ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ“ (بلکہ انھوں نے کہا: وہ خوابہائے پریشان ہیں، بلکہ اس نے اس کو گڑھ لیا ہے، بلکہ وہ شاعر ہے)، اور ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”مَا هُوَ قَوْلُ شَاعِرٍ، قَلِيلًا مَّا تُؤْمِنُونَ“ (وہ کسی شاعر کی بات نہیں ہے، تم بہت کم یقین کرتے ہو) اس کے علاوہ بہت سی آیتیں ایسی ہیں جن میں اس بات کی نفی کی گئی ہے کہ قرآن شعر ہے، یا نبی کریم ﷺ شاعر ہیں۔

اس نفی کے چند اسباب ہیں، سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ عرب شعر کی نسبت شیطان کی طرف کیا کرتے تھے، اور الہام کو شیطانی کارستانی مانتے تھے، یہ سوچ اور خیال ان کا عقلی اور ادبی عقیدہ بن گیا تھا، لیکن شیطان ان کے خیال میں اس مفہوم اور مطلب میں نہیں ہوتا تھا جس کا تصور اسلام نے پیش کیا، بلکہ وہ شعر کی نسبت شیطان کی طرف اس لیے کیا کرتے تھے کہ وہ جن اور شیاطین کو اختراع اور ابداع میں انسانوں سے فائق سمجھتے تھے، یہی صفات وہ شاعر کے لیے بھی مانتے تھے، اس لیے گہرائی و گیرائی، تفوق اور ابداع کے اظہار کے لیے شعر کی نسبت شیطان کی طرف کرتے تھے۔

اسی طرح جس چیز میں شرک پہلو زیادہ ہوتا تھا، اس کی نسبت بھی شیطان کی طرف کرتے تھے، مثلاً سانپ، قبیح ڈراونی شکل۔ شیطان کے لفظی معنی دوری کے ہیں، اسی وجہ سے ابداع، اختراع اور تفوق کی صفات کے ساتھ شرک کی طرف میلان کی طرف بھی اشارہ ہے، خیر کی طرف میلان کو بتانا ہوتا تو وہ اس کی نسبت فرشتوں، انبیاء یا اپنے معبودوں کی طرف کرتے۔

اسی وجہ سے قرآن کریم نے شعر سے اپنے تعلق کی نفی کی ہے، تاکہ اسلام جیسے لاثانی پیغام کی نسبت شیطان کی طرف نہ ہو۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ شعر کا تعلق موسیقی اور غنا سے ہے، جو اسلام جیسے ابدی پیغام کے مناسب نہیں ہے، کیوں کہ اسلام روح کی صفائی اور اخلاق فاضلہ کی نشر و اشاعت کا دین ہے۔

(اختصار کے ساتھ۔ الشعر الاسلامی فی صدر الاسلام۔ از: ڈاکٹر عبداللہ الجادس ۲۳ تا ۲۴)

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ قرآن کریم نے شعر گوئی پر پابندی عائد کی ہو، بلکہ قرآن اور اسلام ہر فن کو قبول کرتا ہے، اور ہر چیز میں خیر کے پہلوؤں کی ترغیب دیتا ہے، انشاء اللہ آئندہ ابواب اور فصلوں سے یہ بات واضح ہوگی۔

نبی کریم ﷺ اور شعر

جس طرح قرآن کریم نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ قرآن شعر نہیں ہے، اسی طرح اس بات کی بھی وضاحت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ شاعر نہیں ہیں، اور شاعری آپ کے لیے مناسب نہیں ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ”وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ، إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ“ اور ہم نے محمد کو شعر نہیں سکھایا، اور وہ اس کے لیے مناسب نہیں ہے، یہ (قرآن) تو تذکیر کا سامان اور کھلی ہوئی پڑھی جانے والی کتاب ہے (یس ۶۹) اس کے اسباب بھی وہی ہیں جن کا تذکرہ اس سے پہلے والے مضمون میں ہو چکا ہے، کیوں کہ اسلام جیسے لافانی پیغام کو انسانوں تک پہنچانے والے رسول کے لیے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ وہ شاعر ہوں، اور اس رسول کی نسبت شیطان کی طرف کی جائے۔ (عربوں کے تصور کے مطابق)

قرآن کریم نے شعراء اور ادباء سبھوں کو چیلنج کیا کہ وہ اس کے مثل لے آئیں، اگر رسول اللہ ﷺ شاعر ہوتے تو چیلنج کی یہ حقیقت باقی نہیں رہتی، اگر رسول اللہ ﷺ شاعر ہوتے تو شعر گوئی میں سب سے زیادہ ممتاز ہوتے اور آپ سے بڑھ کر کوئی دوسرا شاعر نہیں ہوتا، اگر ایسا ہوتا تو ایسے لاثانی شاعر کے سلسلے میں جس کی طرف معجزانہ نثر میں وحی کی جارہی ہو، بہت سی بدگمانیاں پیدا ہو جاتیں، اسی لیے نبی کریم ﷺ کو شاعر نہیں بنایا گیا، تاکہ اللہ کی وحی تمام باطل چیزوں اور بدگمانیوں سے پاک و صاف رہے۔

ابوحاتم نے ”الزہیۃ“ میں لکھا ہے (۱/۹۸): رسول اللہ ﷺ کو اللہ نے شعر سے محفوظ رکھا: ”تاکہ اللہ عز وجل کے کلام اور شعر میں اختلاط نہ ہو“ یعنی لوگوں کے لیے قرآن اور شعر میں التباس نہ ہو جائے، نہ کہ نبی کریم ﷺ کے لیے، کیوں کہ رسول کے لیے التباس ہونا ناممکن اور محال ہے۔

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو شعر کا علم نہیں تھا، یا آپ شعر پر تنقید کے علم سے نا بلد تھے، بلکہ آپ کو شعر گوئی کا فن نہیں دیا گیا، اور آپ شاعر نہیں بنائے گئے، لیکن آپ ﷺ شعر سے واقف تھے اور اس کی نوک پلک اور تاریخ سے بھی واقف تھے۔

دلائل الاعجاز ص ۲۷ میں یہ روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بیوی سودہ نے یہ شعر پڑھا:

أَلَا مَنْ رَأَى الْعَبْدَيْنِ أَوْ ذُكْرًا لَهُ عَدِيٌّ وَتَيْمٌ تَبْتَغِي مَنْ تُحَالِفُ

(جو دو غلاموں عدی اور تیم کو دیکھے یا جس کے پاس ان دو غلاموں کا تذکرہ کیا جائے وہ شخص سمجھے کہ وہ کس کو اپنا حلیف بنانا چاہتا ہے)

حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ نے سمجھا کہ اس نے ان سے چھیڑ خوانی کی ہے، کیوں کہ حضرت عائشہ قبیلہ تیم کی تھی اور حضرت حفصہ قبیلہ عدی کی، چنانچہ ازواجِ مطہرات کے درمیان اس شعر کے معنی کے سلسلے میں بحث چھڑ گئی، رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ہوئی تو آپ آئے اور فرمایا: ”تمہارا ناس ہو، یہ شعر تمہارے خاندان عدی اور تیم کے سلسلے میں نہیں کہا گیا ہے، بلکہ قبیلہ تیم کے خاندان عدی اور تیم کے سلسلے میں کہا گیا ہے۔“

مشرکین قریش نے اپنے شعراء کے ذریعے نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کی جھوکرنا اور آپ کو تکلیف دینا شروع کیا تو نبی کریم ﷺ نے ان کا جواب اشعار کے ذریعے ہی دینے کا ارادہ فرمایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے اور اپنے جھوکے اشعار کو پیش کیا، لیکن آپ نے ان کو واپس کر دیا، اسی طرح عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آئے تو ان کی جھوکے بھی آپ کو پسند نہیں آئی، پھر کعب بن مالک رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے ان کے اشعار کو پسند فرمایا، جب حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اپنے اشعار کو پیش کیا تو آپ نے فرمایا: ”انھوں نے ہم کو مطمئن کر دیا اور خود بھی مطمئن ہو گئے“ (صحیح مسلم ۴/۱۳۶)

مذکورہ بالا دونوں واقعات سے رسول اللہ ﷺ کی شعر فہمی اور فنِ شعر سے واقفیت کا پتہ چلتا ہے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے بہت سے موقعوں پر اپنے صحابہ سے شعر پڑھوایا ہے، اور شعری معذرت کو بھی قبول کیا ہے، اور بہترین اشعار پر انعامات سے بھی نوازا ہے، اس کی تفصیلات ”شعر اسلام کی نظر میں“ کے عنوان کے تحت آ رہی ہیں۔ (اختصار کے ساتھ ”الشعر الاسلامی فی صدر الاسلام“ ص ۲۳ تا ۲۷)

رسول اللہ ﷺ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ بالاجماع عربوں میں سب سے زیادہ فصیح ہیں، یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ اس کے باوجود مکمل شعر با وزن نہیں پڑھتے تھے، آپ یا تو ابتدائی مصرعہ پڑھتے تھے یا آخری مصرعہ، اگر آپ کبھی پورا شعر پڑھتے تو کسی بھی حال میں صحیح نہیں پڑھتے تھے اور شعر کو اس کو وزن سے نکال دیتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے لبید کا مشہور شعر کا یہ مصرعہ پڑھا:

أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللَّهَ بَاطِلٌ

اس مصرعے کو صحیح پڑھا، لیکن اس کا دوسرا مصرعہ ”وكل نعيم لامحالة زائل“ نہیں پڑھا۔

طرفہ ابن عبد کا مشہور شعر اس طرح پڑھا:

سَتُبْدِي لَكَ الْيَّامُ مَا كُنْتُ جَاهِلًا وَيَأْتِيكَ مَنْ لَمْ تَزُودْ بِالْأَخْبَارِ

حالانکہ صحیح شعر اس طرح ہے:

سَتُبْدِي لَكَ الْيَوْمَ مَا كُنْتَ جَاهِلًا وَيَأْتِيكَ بِالْأَخْبَارِ مَنْ لَمْ تَزُودِ

عباس ابن مرداس کا شعریوں پڑھا:

أَتَجْعَلُ نَهْبِي وَنَهْبَ الْعَبِيِّ دِيْنَنَ الْأَقْرَعِ وَعَيْنَنَ

لوگوں نے کہا: بین عینة والأقرع۔ آپ نے یہ شعر دہرایا تو پہلے کی طرح ہی پڑھا، صحیح وزن کے مطابق پڑھ نہیں سکے۔

صرف دو موقع ایسے ہیں جن موقعوں پر آپ ﷺ نے رجز یا اشعار صحیح پڑھے ہیں، ایک جنگِ احد کے موقع پر، آپ نے فرمایا:

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبُ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

دوسرے اس وقت جب کہ آپ کی انگلی زخمی ہوئی تھی، اس وقت آپ نے فرمایا:

هَلْ أَنْتَ إِلَّا أَصْبَعٌ ذُمِيَّتِ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ مَا لَقِيَّتِ

یہ اتفاق ہے، کیوں کہ رجز اصلاً شعر نہیں ہے، اس میں مجمع و مقفع اوزان کی طرح وزن پایا جاتا ہے، یہ بچوں کی زبانی بھی نکل جاتا ہے، وہ کھیل کے دوران، کاموں کے دوران اور بازاروں میں رجز پڑھتے رہتے ہیں، ایسے لوگوں کو شاعر نہیں کہا جاتا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ عربوں میں اوزان فطری بات تھی۔

اس موضوع پر مصطفیٰ صادق رافعی نے تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے اور عنوان قائم کیا ہے: ”نبی

کریم ﷺ سے شعر کی نفی“۔

(تاریخ آداب العرب ج ۱ ص ۲۲۳-۲۳۱)

کیا حقیقتاً عہد نبویؐ میں شعر کی چنگاری ماند پڑ گئی؟

شعراءِ صدر اسلام یعنی عہد نبویؐ کی شاعری پر بہت سے ادباء اور ناقدین نے قلم اٹھایا ہے، اور اس موضوع پر بہت سی کتابیں عربی میں منظر عام پر آئی ہیں، عہد نبویؐ کی شاعری کے سلسلے میں دو نقطہ ہائے نظر ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:

- ۱۔ بہت سے مورخین اور ادباء نے (جن میں ابن خلدون بھی ہیں) نے کہا ہے کہ عہد اسلامی میں شعر عربی میں کمزوری پیدا ہو گئی اور اس کی چنگاری ماند پڑ گئی، اس کے بہت سے اسباب ان ناقدین نے گنائے ہیں اور اپنی بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔
- ۲۔ متاخرین مورخین اور ناقدین نے اس نظریے کی تردید کی ہے، دونوں کے دلائل اور ان کی باتوں کی تفصیلات اگلے صفحات میں پیش کی جا رہی ہیں۔

شاعری اسلام کی نظر میں

بہت سے ادباء اور ناقدین نے اس موضوع پر بحث کی ہے کہ اسلام شعر گوئی کو کس نظر سے دیکھتا ہے اور شعر کے تئیں اسلام کا موقف کیا ہے؟ اسلام کے موقف نے شاعری پر کیا اثر ڈالا ہے؟ اور شعر گوئی میں اس کے کیا نتائج ظاہر ہوئے ہیں؟ ان ہی موضوعات کو تفصیل کے ساتھ یہاں پیش کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

ایک غلط نظریہ: عہد نبوی میں شعر و شاعری کی حیثیت گھٹ گئی

بہت سے عرب مورخین، ادباء اور ناقدین، اسی طرح مستشرقین کا خیال ہے کہ اسلام اور پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی طرف سے شعر و شاعری کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھنے کی وجہ سے شعر و شاعری کی حیثیت عہد نبوی میں گھٹ گئی، اور جو نغمہ سنجی، معنویت اور شاعری کی دوسری خصوصیات تھیں وہ کمزور پڑ گئیں، جس کے نتیجے میں شاعری کی رونق ماند پڑ گئی، ان لوگوں کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ صرف خضر مین (وہ شعراء جن کی نشو و نما جاہلی دور میں ہوئی اور انھوں نے اسلام کی روشنی نمودار ہونے کے بعد اسلام کے دامن میں آ گئے) کے اشعار کا بہت ہی کم حصہ باقی رہا، بعض عرب ناقدین نے سب سے پہلے یہ بات کہی، اس کے بعد عرب مورخین اور ناقدین نے اس غلط نظریے کو یقین کی حد میں داخل کر دیا، اس پر مستزاد یہ کہ مستشرقین نے اس نظریہ کی تائید اور توثیق کے لیے انتھک محنت اور جدوجہد کی، جس کے نتیجے میں یہ بات ادبی حلقوں میں یقینی سمجھی جانے لگی کہ اسلام کی وجہ سے شعر و شاعری کی رونق مدہم ہو گئی۔

یہ نظریہ صحیح نہیں ہے

لیکن یہ نقطہ نظر اور نظریہ صحیح نہیں ہے، بلکہ اس نظریے میں حقیقت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے، حالانکہ صرف ”الاصابة فی تمییز الصحابة“ تالیف: علامہ ابن حجر عسقلانی پر سرسری نگاہ دوڑانے سے ہی یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ صدر اسلام میں شاعری زوروں پر تھی، اور سینکڑوں کی تعداد میں شعراء موجود تھے، جن میں سے بعض بسیار گوشعراء ہیں اور بعض کم گو، آخری ابواب میں زیادہ سے زیادہ شعراء اور ان کی شاعری کے بارے میں معلومات جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

صدر اسلام کی شاعری کا رخ بدل گیا

صدر اسلام کے شعراء نے جاہلی موضوعات سے ہٹ کر نئے دین (جس کے لیے انھوں نے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں اور اپنے جان و مال ہر چیز کو اس دین کو پھیلانے کے لیے وقف کر دیا تھا) کی تعلیمات کے مطابق اپنی شاعری کو ڈھالنا شروع کر دیا تھا، اللہ نے ان شعراء کو اپنی نعمت اسلام سے نوازا تھا، بہت سے شعراء جزیرۃ العرب اور دوسری جگہوں پر مجاہدین کی صفوں میں شامل ہو گئے، اور انھوں نے اپنی شاعری کا رخ جہاد کی طرف موڑ دیا، اور اپنے اشعار سے مسلمان مجاہدین کے جذبات کو معمور کر دیا، انھوں نے اپنے اشعار میں اسلام کے دفاع، اسلامی تعلیمات کو عام کرنے، اور اخلاق فاضلہ کی ترغیب دینے کے موضوعات کو بھی شامل کیا، صرف شعر ہی نہیں، بلکہ نثر کو بھی اس مقصد کے لیے استعمال کیا جانے لگا۔

مذکورہ بالا نظریے کے راسخ ہونے کے اسباب

ابن عبدالبر نے اپنی کتاب ”الاستیعاب فی معرفة الاصحاب“ میں روایت کیا ہے کہ عہد عباسی کے مشہور عالم اور شعر و شاعری کے راوی اور نقاد اصمعی نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ شعر بڑی گھٹیا چیز ہے، برائی میں خوب پھلتا پھولتا ہے، اور بھلائی میں کمزور ہو جاتا ہے، پھر اس نے اپنے اس خیال کی تائید میں حسان بن ثابت کی مثال پیش کی اور کہا کہ حسان بن ثابت کو دیکھئے، ان کا شمار دو درجہ جاہلی کے صف اول کے شعراء میں ہوتا تھا، لیکن جب اسلام آیا تو ان کا شعر گر گیا۔

محمد بن سلامؓ نے اپنی کتاب ”طبقات فحول الشعراء“ میں اصمعی کے قول کی یہ کہہ کر تصدیق کر دی کہ ”پس شعر کہنے سے عربوں کی توجہ ہٹ گئی، چنانچہ وہ جہاد اور فارس و روم کی لڑائیوں میں مشغول ہو گئے اور شعر اور اس کی روایت کو بھلا بیٹھے۔“ (ص ۲۲)

ابن سلام کے بعد ابن خلدون نے بھی ایسی بات کہی جس سے اصمعی کی بات کو مزید تقویت حاصل ہو گئی، انھوں نے کہا: ”جان لو کہ شعر عربوں کا دیوان تھا، جس میں ان کے علوم، ان کی باتیں اور ان کی حکمت و فلسفہ سب محفوظ تھا، پھر عرب اس سے (شعر سے) ابتداء اسلام میں پھر گئے، کیوں کہ دین کی باتوں، نبوت اور وحی نے ان کی توجہ اس طرف سے ہٹا دی اور قرآن کے اسلوب بیان اور اس کے نظم نے ان کو اس قدر حیرت زدہ اور ششدر کر دیا کہ انھوں نے شعر سے اپنی زبان بند کر لی اور ایک عرصے تک نظم و نثر میں کچھ کہنے کے بجائے خاموش ہو گئے،“ ابن خلدون نے آگے لکھا ہے: ”شعر کی حرمت اور ممانعت کے سلسلے میں وحی نازل نہیں ہوئی، نبی کریم ﷺ نے اس کو سنا اور اس کا بدلہ بھی عطا فرمایا، چنانچہ اس کے بعد وہ اپنی پرانی عادت کی طرف لوٹ آئے۔“

ابن خلدون نے شاعری کے توقف کو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں وحی کے نزول کی مدت تک محدود کیا ہے، یہ بات واضح اور کھلی ہوئی ہے کہ یہ بات مشرکین پر صادق نہیں آتی، کیوں کہ وہ دعوت کے کاموں میں مشغول نہیں تھے اور ان پر ابھی اسلام کا اثر بھی نہیں ہوا تھا، جب کہ اکثر قبیلے فتح مکہ کے بعد آٹھ ہجری کو اسلام میں داخل ہوئے، اس طرح ان قبیلوں کی شاعری سے دوری کی مدت دو سال سے زیادہ نہیں ہے، کیوں کہ فتح مکہ کے دو سال بعد ہی آپ انتقال فرما گئے، اسی طرح ابن خلدون کی پہلی بات کی تردید بعد والی بات سے خود بخود ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شعر سنا اور اس پر انعامات سے بھی نوازا، یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ ان ہی آخری سالوں میں آپ کے پاس وفود آنے لگے تھے، وہ اپنے شعراء اور خطباء کو پیش کرتے تھے اور آپ ﷺ کے شعراء ان کی تردید کرتے تھے اور جواب دیتے تھے، وہ حسان بن ثابت، کعب بن مالک اور عبد اللہ بن رواحہ تھے۔

ابن خلدون کے بعد جتنے تذکرہ نگار، ناقدین اور مورخین آئے انھوں نے غالباً بغیر سوچے سمجھے اصمعی کی تائید کر دی، حتیٰ کہ بیسویں صدی کے مورخین میں جرجی زیدان جیسے صاحب فہم و فراست عیسائی مورخ اور اس زمانے کے مشہور تذکرہ نگار، مورخ، ادیب اور معتدل و متوازن نقاد ڈاکٹر شکری فیصل نے بھی پوری عقلی اور نقلی دلیلیں دے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اسلام میں شعر و شاعری ماند پڑ گئی، وہ کہتے ہیں کہ..... چنانچہ ہم اس زمانے (صدر اسلام) میں کوئی ایسا شاعر نہیں پاتے جس میں طرفہ کی استاذانہ عظمت و رفعت، امر و القیس کی جدت طرازی و ندرت، عمرتہ کی نغسگی و موسیقیت یا نابغہ کی دانائی کی حکمت ملتی ہو۔ (تطور الغزل بین الجاهلیۃ والاسلام)

عام طور سے اکثر نقاد اس بات کو بغیر سوچے سمجھے اور جملوں کو حالات اور حقائق کی روشنی میں دیکھے بغیر نقل کرتے چلے گئے اور یہ خیال عام ہو گیا کہ واقعی اسلام اور آنحضرت ﷺ کو شعر و شاعری سے نفرت تھی، اس پر سہاگہ کام مستشرقین میں بروکلمن نے کیا، جس نے اپنی کتاب تاریخ الأدب العربی میں صاف طور سے کہا ہے کہ آں حضرت ﷺ شعر اور شعراء دونوں سے نفرت کرتے تھے، اپنوں اور غیروں سبھوں نے یہی بات کہہ دی تو پھر شک کی گنجائش ہی باقی نہیں رہی، جس کے نتیجے میں یہ بات عام لوگوں کے ذہنوں میں بیٹھ گئی کہ اسلام اور آنحضرت ﷺ کے نزدیک شعر و شاعری غیر مستحسن کام اور اس کام کو کرنے والا غیر پسندیدہ شخص ہے۔

موجودہ عہد میں اس نظریے کی طاقت و رد دلائل کے ذریعے تردید عصر حدیث میں بہت سے ادباء، مورخین اور ناقدین نے اس نظریے کی دلائل اور سیر حاصل

بحث سے تردید کی ہے، اس کی تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو: ۱۔ الشعر الاسلامی فی صدر الاسلام۔ تالیف: ڈاکٹر عبداللہ حامد، ص ۲۸ تا ۳۶، ۶۳ تا ۸۲، ۲۔ عربی ادب کی تاریخ۔ تالیف: ڈاکٹر عبدالحلیم ندوی ص ۱۴۴ تا ۱۵۵، ۳۔ تاریخ الأدب العربی (العصر الاسلامی) تالیف: ڈاکٹر شوقی ضیف ص ۴۲ تا ۵۳، ۴۔ شعر الصحابة مدى العناية به؛ پروفیسر عبدالعزیز رفاعی، الأدب الاسلامی فکرتہ ومنہاجہ ص ۱۱۲ تا ۱۱۶، شائع کردہ ندوة العلماء لکھنؤ، الشعر العربی بین الجمود والتطور۔ از: محمد عبدالعزیز کفر اوی ۴۷-۵۱۔

شعر کے تئیں اسلام کا موقف

سب سے پہلے یہ بات ذہن نشین کرنی چاہیے کہ شعر کے تئیں اسلام کا وہی موقف ہے جو موقف تمام فنون لطیفہ کے تئیں ہے، اور خصوصاً ادب کے تئیں، تمام فنون کا مقصد تفریح اور دماغی عیاشی ہے، جن کے ضمنی مقاصد بھی پائے جاتے ہیں، وہ یہ ہے کہ ان فنون کے ذریعے خیر و بھلائی کی دعوت دی جائے اور اخلاق فاضلہ کی ترغیب دی جائے، کسی بھی ادب کا ان ضمنی مقاصد سے خالی رہنا اچھی اور مناسب بات نہیں ہے، کیوں کہ زندگی میں فراغ کا پایا جانا ناممکن ہے، اگر ادیب اپنے ہاتھوں سے خیر اور بھلائی کے بیج نہیں بوئے گا تو یہ نہیں ہو سکتا کہ ادیب کی کاوشیں بے مقصد رہیں، بلکہ اس کے کندھوں پر برائی کا بوجھ آئے گا، اور وہ برائی کا داعی بن جائے گا، اور بدی کی ترویج کرنے لگے گا، یہ بھی وجہ ہے کہ اسلام نے شاعری سے منع نہیں فرمایا، کیوں کہ شاعر عام طور پر فطری اور طبعی ہوتے ہیں، یہ صلاحیت وہی ہوتی ہے، اگر اس کو خیر کے کاموں میں استعمال نہ کیا جائے تو خود بخود شعر کا استعمال برے کاموں میں ہوگا، اسی وجہ سے اسلام نے بہترین شعر گوئی کی ترغیب دی ہے، اور برے شعر سے نفرت دلائی ہے اور اس کے برے انجام سے ڈرایا ہے۔

”..... اسلام عام طور سے اپنے بنیادی اصولوں اور شریعت کے دائرہ میں رکھتے ہوئے انسانوں کو ان تمام تفریحی کاموں کے کرنے اور ان تمام نعمتوں سے بہرہ ور ہونے اور دماغی عیاشی کرنے کی اس طرح اجازت دیتا ہے کہ آدمی کو خود یا دوسروں کو بھی لطف آئے، بشرط یہ کہ اس فعل سے آدمی کو خود کو اور دوسری طرف سماج اور معاشرہ کو بحیثیت مجموعی کوئی نقصان نہ پہنچے، یا اس کی قائم کی ہوئی حدود کو اس قسم کا کوئی عمل یا فعل پار نہ کر جائے، یا مقررہ عبادتوں میں تغافل، تساہل اور خلل نہ آنے پائے۔

جب عام تفریحات میں اسلام کا یہ اصول ہے تو شاعری کے بارے میں جو شاعر اور سامع دونوں کو تفریحی سامان بہم پہنچانے کے علاوہ ایک بہت موثر، فعال اور ساتھ ہی ساتھ حسین ذریعہ ابلاغ اور وسیلہ تعلیم بھی ہے، اور دوسری طرف ایک فن بھی جو ادب و زبان میں ایک اعلیٰ مقام رکھتا ہے اور جو ایک طرف انسانی ذہن و فکر اور سوچنے سمجھنے، اور غور و فکر کرنے کی طاقتوں کو جلا دیتا اور اس کی آبیاری کرتا ہے، تو دوسری طرف فرد و سماج دونوں کے احوال و کیفیات کی ایسی موثر تصویر کشی کرتا ہے کہ کبھی دل دھڑکنے اور جذبات بھڑکنے لگتے ہیں، اور کبھی دل و دماغ کو وہ سکون و اطمینان دیتا ہے، اور جذبات و احساسات میں وہ ڈھراؤ پیدا کرتا ہے اور اعتدال بخشتا ہے، جو کسی دوسرے ذریعہ کے بس کی بات نہیں، ظاہر ہے کہ کوئی کام ہو یا کوئی فن ہو، جب فرد یا

ساج کو نقصان پہنچانے لگے، یا ان سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو کسی قسم کی حکومت ہو یا کسی قسم کا ساج ہو، اس کی اجازت نہ دے گا اور نہ ایسے لوگوں کی ہمت افزائی کرے گا، اسلام نے بھی یہی نقطہ نظر شعر و شاعری کے متعلق اختیار کیا ہے۔“ (عربی ادب کی تاریخ۔ از: ڈاکٹر عبدالحلیم ندوی ص ۱۶۴-۱۶۷)

”صدر اسلام میں نظم کیے ہوئے اشعار سے ادب اور تاریخ کی کتابیں بھری پڑی ہیں، کثرت سے اشعار ان کتابوں میں ملتے ہیں، ہر واقعے کے پس منظر میں کثرت سے اشعار پائے جاتے ہیں، اس زمانے کا سب سے بڑا واقعہ رسول اللہ ﷺ کا اسلام کی طرف لوگوں کو بلانا اور دعوت دینا تھا، اس دعوت کے لیے تھکھاراٹھانے کی بھی ضرورت پیش آئی، تاکہ اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کی جائے، اس عہد میں عرب دو گروپوں میں بٹے ہوئے تھے، ایک گروپ میں وہ لوگ تھے جنہوں نے اسلام قبول کیا تھا، اور وہ بہترین مسلمان تھے، دوسرے گروپ میں وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنے قدیم دین اور نظریات کی مدافعت شروع کی، اور اللہ کے راستے سے لوگوں کو روکنے لگے، ان تمام چیزوں کا تذکرہ ہم کو اس عہد کی شاعری میں ملتا ہے۔“ (تاریخ الادب العربی ”العصر الاسلامی“۔ از: ڈاکٹر شوقی ضیف ص ۴۲)

اسلام کی آمد پر شعراء خاموش نہیں رہے

اس عہد میں بہت سے شعراء تھے، جنہوں نے اس میدان میں طبع آزمائی کی ہے، یہ طبعی اور فطری بات ہے کہ انہوں نے اس سے پہلے دور جاہلی میں زندگی گزاری تھی، اس دور میں ان کی زبان پر تالے نہیں پڑے تھے، بلکہ انہوں نے اپنے جذبات اور احساسات کو اشعار میں ڈھالا تھا، اسی طرح جب اللہ نے ان ہی لوگوں کو نعمت اسلام سے نوازا تو بھی انہوں نے شعر کہا اور اسی قوت و جذبے کے ساتھ کہا جو جذبہ عہد جاہلی میں تھا۔

عہد نبوی میں اشعار کا سیل رواں

تاریخ ادب عربی، کتب ادب، سیرت نبوی اور رجال کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے تو ہمیں واضح طور پر معلوم ہوگا کہ اشعار سیل رواں کی طرح شعراء کی زبانوں پر جاری تھے، ”کتاب الأغانی“، ”تاریخ طبری“، ”سیرت ابن ہشام“، صحابہ سے متعلق لکھی گئی کتابیں ”الاصابة فی تمییز الصحابة“، ”الاستیعاب فی معرفة الأصحاب“، ”أسد الغابة فی معرفة الصحابة“ وغیرہ پر سرسری نگاہ دوڑائی جائے تو شاعری کا سیل رواں نظر آئے گا، ”المفضلیات“، تالیف مفضل ضعی اور ”الاصمعیات“ تالیف: اصمعی۔ ان کتابوں میں مختصر مین کے اشعار بڑی تعداد میں محفوظ ہیں، اسی طرح علامہ ابن قتیبہ نے ”الشعر والشعراء“ میں بہت سے مختصر مین کا تعارف کرایا ہے، اسی طرح ”طبقات فحول الشعراء“ میں ابن سلام نجی نے اس عہد کے بڑے شعراء کے بارے میں ہمیں بتایا ہے۔

ان تاریخی، ادبی اور رجال وغیرہ کی کتابوں پر ایک نظر دوڑانے سے ہی اس نظریے کی تردید ہوتی

ہے کہ عہد نبوی میں شعر و شاعری کمزور ہو گئی اور اس کی چنگاری ماند پڑ گئی، بلکہ اس بات کا اطمینان حاصل ہو جاتا ہے کہ صدر اسلام میں بھی شاعری زوروں پر رہی اور ترقی کی راہوں پر گامزن رہی۔

شعراء کی مذمت میں نازل آیت سے شبہ

مندرجہ ذیل آیت کریمہ سے بھی بہت سے لوگوں کو شبہ ہوا کہ قرآن کی طرف سے شعراء کی مذمت کی جانے کی وجہ سے عربوں میں شعر کی حیثیت گھٹ گئی اور انھوں نے اس سے اعراض کیا اور قرآن میں ہی مشغول ہو گئے، وہ آیت یہ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ، أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ، وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ، إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانْتَصَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا“ (اور شاعروں کی راہ تو بے راہ لوگ چلا کرتے ہیں، کیا تم کو معلوم نہیں کہ وہ (شاعر) لوگ ہر میدان میں حیران پھرا کرتے ہیں اور زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں، ہاں مگر جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے، اور انھوں نے کثرت سے اللہ کا ذکر کیا، اور انھوں نے بعد میں اس کے کہ ان پر ظلم ہو چکا ہے بدلہ لیا)

لیکن اس آیت کریمہ پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ ان ہی شعراء کی مذمت کی گئی ہے جو رسول اللہ ﷺ کی ہجو کیا کرتے تھے اور دعوت اسلام کے آڑے آتے تھے قرآن نے اس آیت کریمہ میں بنفسہ شعر کی مذمت نہیں کی ہے، بلکہ اس شعر کی مذمت ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچائی گئی ہو، یا اس میں اسلامی تعلیمات کی مخالفت ہو، پھر آیت کریمہ میں ان شعراء کو مستثنیٰ کیا گیا ہے جو ایمان کی دولت سے سرفراز ہیں، اور عمل صالح کو اپنا شعار بناتے ہیں، ان کا مقصد جنت کا حصول، اور دین، شرافت اور حرمت کا دفاع ہے۔

ایک حدیث نبوی سے شبہ

نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا: ”لَا يَمْتَلِي جَوْفُ أَحَدِكُمْ قَيْحًا خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمْتَلِي شِعْرًا“ (بخاری، مسلم، ابن ماجہ، سنن ابوداؤد، تھوڑے سے فرق کے ساتھ چاروں کتابوں میں یہ حدیث ملتی ہے) تم میں سے کسی کا پیٹ پیپ سے بھر جائے، یہ اس سے بہتر ہے کہ اس کا پیٹ شعر سے بھر جائے۔ اس نبوی فرمان کا ایک پس منظر ہے، نبی کریم ﷺ نے شعر گوئی سے منع کرنے کے لیے یہ بات نہیں کہی، وہ پس منظر یہ ہے کہ آپ ﷺ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ مقام عرج سے گزر رہے تھے کہ ایک شاعر اپنا شعر گاتا ہوا گزرا، اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا: ”شیطان کو پکڑو“، یا فرمایا: ”شیطان کو روکو“ پھر فرمایا: ”تم میں سے کسی کا پیٹ پیپ سے بھر جائے، یہ اس سے بہتر ہے کہ اس کا پیٹ شعر سے بھر جائے۔“ (ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے) حدیث کے سیاق و سباق سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ شاعر ایسے اشعار

گاہا تھا جس کو آپ اور صحابہ ناپسند فرماتے تھے، شاید اس میں کسی بات کی تعریف تھی یا شرکیہ بات، یا اسلامی عقائد کے خلاف کوئی بات تھی، اس لیے آپ نے سختی کے ساتھ شعر سے متعلق یہ بات کہی۔

شعر سے متعلق نبی کریم کا موقف

جب کہ نبی کریم ﷺ نے کئی موقعوں پر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو شعر کہنے کی ترغیب دی اور اس پر انعامات سے بھی نوازا، بعض مخالفین نے شعر کے ذریعے معذرت طلب کی تو آپ نے ان کے بلیغانہ اشعار کو سن کر ان کی معذرت قبول کی، اس سلسلے میں کعب بن زہیر کا واقعہ مشہور ہے جس کا تذکرہ ان کے حالات زندگی میں انشاء اللہ آئے گا۔

نبی کریم ﷺ نے شعر کو حکمت سے تعبیر کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”ان من البیان لسحرا، وان من الشعر لحکمة“، بعض بیان میں جادو ہوتا ہے اور بعض شعر حکمت ہوتا ہے۔

آپ کا یہ بھی فرمان ہے: ”اِنَّمَا الشَّعْرُ كَلَامٌ، فَحَسَنُهُ حَسَنٌ، وَقَبِيحُهُ قَبِيحٌ“، شعر تو کلام ہے، جو اس میں اچھا ہے وہ اچھا ہے اور جو اس میں برا ہے وہ برا ہے۔ (صحیح مسلم)

حضرت عمر جیسے سخت کوش خلیفہ کے متعلق یہ روایت مشہور ہے کہ انھوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا تھا کہ لوگوں کو شعر سیکھنے کا حکم دیا کرو، کیوں کہ اس سے اعلیٰ اخلاق کی تربیت صحیح رائے قائم کرنے کی صلاحیت اور حسب و نسب کا علم ہوتا ہے۔

(عربی ادب کی تاریخ ج ۲ ص ۱۵۲، بحوالہ العمدۃ فی مجالس الشعراء وآدابہ وفنہ۔ تالیف: ابن رشیق قیروانی)

”اس سلسلہ میں ایک بہت اہم بات سوچنے کی یہ ہے کہ اگر اسلام شعر و شاعری کا مخالف ہوتا تو آں حضرت ﷺ کے زمانے سے لے کر آج تک وہ ہزاروں لاکھوں مسلمان شعراء جو صرف عربی زبان میں نہیں بلکہ دنیا کی مختلف زبانوں میں ابھرے، بھلا پیدا ہو سکتے تھے؟ اور اس طرح کھلے عام شاعری کر سکتے تھے، جس طرح کرتے آ رہے ہیں، اور جس کا سلسلہ آج تک بڑی شان سے جاری ہے، ہرگز نہیں، اگر اسلام یا آں حضرت ﷺ کا ادنیٰ اشارہ بھی اس کی مخالفت کا ہوتا تو شعر و شاعری کب کی اپنی موت آپ مر چکی ہوتی، جس طرح وثنیت اور ادبام پرستی مسلمانوں میں ختم ہو کر رہ گئی، اور جس طرح رقص، مجسمہ سازی، پینٹنگ اور تصویر کشی مسلمانوں میں بحیثیت پسندیدہ فن آج تک مقبول نہ ہو سکے، اسی طرح شعر و شاعری بھی مسلمانوں میں پنپ نہ پاتی“۔ (عربی ادب کی تاریخ ج ۲ ص ۱۵۲-۱۵۳)

”حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے عربوں کو شعر گوئی اور سخن نوازی سے منع نہیں فرمایا، بلکہ رسول اللہ ﷺ نے مشرکین قریش اور اعدائے اسلام کے خلاف بطور تیز ہتھیار کے شاعری کو استعمال کیا، آپ کا خیال تھا کہ شعر کے تیر جنگی تیر سے زیادہ ان کو نقصان پہنچانے والے ہیں (العمدۃ ۱۲/۱۵) آپ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین بھی اپنے بیانات اور خطابات میں اشعار پڑھا کرتے تھے (ابن سعد ۵۷/۶) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کثرت کے ساتھ مسجد میں اشعار گایا کرتے تھے (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۹۵-۹۶، الفائق للرجز ج ۱ ص ۲۵۷) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ قبائل کے وفود کے پاس ان کے شعراء کے بارے میں دریافت کرتے تھے اور وہ وفود آپ رضی اللہ عنہ سے اشعار پڑھنے کی درخواست کرتے تھے، اور وہ کبھی کبھار پسندیدگی اور استحسان کا اظہار کرتے ہوئے پڑھا کرتے تھے (أغانی: طبع دار الکتب ۸/۱۹۹، ۱۰/۲۸۸۔ عقد الفرید: طبع لجنۃ التألیف ۵/۲۷۰، خزائنہ الأدب للبغدادی ۲/۲۹۲)

العمدۃ ۱۰/۱ میں لکھا ہے: ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھا جو بصرہ میں حضرت عمر کے گورنر تھے: اپنے ساتھیوں کو شعر سیکھنے کا حکم دو، کیوں کہ اس سے بلند اخلاق، رائے کی درستگی اور معرفت انساب کا فن حاصل ہوتا ہے۔“ ابن سلام نے لکھا ہے: ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ کوئی بھی معاملہ پیش کرتے تو اس سلسلے میں کوئی نہ کوئی مصرعہ ضرور پڑھتے۔“ (البیان والتبیین ۱/۲۴۱)

(تاریخ الأدب العربی۔ العصر الاسلامی، تالیف: ڈاکٹر شوقی ضیف ص ۲۵)

مندرجہ بالا امور کا مطلب اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ اسلام نے شعر کی ممانعت اسی وقت کی ہے جب شعر اسلام کی دعوت اور تعلیمات کے خلاف ہو، اگر یہ چیزیں نہ ہوں تو اسلام شعر کو پسند کرتا ہے، یہی طریقہ کار خلفائے راشدین کا بھی تھا۔

مندرجہ بالا امور کا خلاصہ حاتم رازی کے الفاظ میں یہ ہے:

”آں حضرت ﷺ نہ صرف شعر کو پسند فرماتے تھے، بلکہ فرمائش کر کے سنتے بھی تھے، شعرن کو مجرموں اور خطا کاروں کو معاف فرما دیتے تھے، اور معذرت اور توبہ قبول فرماتے تھے اور اچھا شعر کہنے پر انعام و اکرام سے نوازتے بھی تھے، اور اچھا شعر سن کر فرط انبساط سے جھومنے بھی لگتے تھے۔“

(الترغیۃ فی الکلمات العربیۃ الاسلامیۃ۔ تالیف ابو حاتم رازی)

”جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں سومرتہ سے زیادہ بیٹھا ہوں، میں نے دیکھا کہ آپ کے صحابہ مسجد میں شعر خوانی کرتے تھے، اور جاہلیت کے بہت سے امور سے متعلق باتیں کرتے تھے تو آپ اکثر دیکھ کر مسکرا دیتے تھے۔“ اس حدیث سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ آپ شعر کو اس قدر پسند فرماتے تھے کہ آپ کی مسجد میں مشاعرہ یا شعر خوانی ہوتی تھی، اور آپ منع نہیں کرتے تھے، بلکہ اظہار پسندیدگی کے طور پر مسکرا دیتے تھے۔“

(عربی ادب کی تاریخ۔ تالیف: ڈاکٹر عبدالحلیم ندوی ج ۲ ص ۱۵۴)

صحیح نظریہ کے طاقت ور دلائل

ذیل میں احادیث مبارکہ، سیرت نبویہ اور تاریخ اسلامی کی کتابوں سے بعض احادیث اور واقعات پیش کیے جا رہے ہیں، جن سے واضح طور پر مندرجہ بالا نظریہ کی وضاحت ہوگی۔

۱۔ نبی کریم ﷺ، خلفائے راشدین اور قرن اول کے دوسرے خلفاء، امراء اور گورنروں نے شعراء کو صحراء، وادی، جنگل، چاند، سورج، سمندر، جنگلی جانوروں، پرندوں، شکار وغیرہ فطری چیزوں اور جگہوں کی منظر کشی اور ان سے لطف اندوزی کی حکایت پیش کرنے سے منع نہیں فرمایا، اسی طرح صرف اسلام، اور اس کی تعلیمات کے بارے میں ہی اشعار کہنے اور اسی کی مدح سرائی کرنے پر مجبور نہیں کیا، کیوں کہ ان تمام حضرات کو اس کا علم تھا کہ شعر کا سب سے بڑا مقصد تفریح اور لطف اندوزی ہے، اس کے ضمن میں کوئی پیغام یا بہترین کلام اور حکمت پوشیدہ رہتی ہے، البتہ کوئی شاعر اپنے فن سے دوسروں کو نقصان پہنچانے اور معاشرے کو بگاڑنے کا کام لیتا ہے تو اس کی نکیر کی جاتی ہے اور ضرورت پڑنے پر سزا بھی دی جاتی ہے، اس کے فن کو سزا کے لیے مانع اور رکاوٹ نہیں مانا جاتا، اسی نقطہ نظر سے حضرت عمر

رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد کے ایک بڑے شاعر حطیہ کو قید کیا اور ابوحنیفہ ثقفی کو کوڑے مارے۔ حضور اکرم ﷺ نے اسی ضمن میں فرمایا: ”جو کوئی اسلام میں تکلیف دہ ہجو والے اشعار کہے تو اس کی زبان ہدر ہے“، اسی طرح آپ نے فرمایا: ”آدمی کے لیے سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ وہ کسی آدمی کی ہجو کرے تو دوسرا اس کے پورے قبیلے کی ہجو کرے.....“ (ابن ماجہ/۲/۱۲۳۶)

۲۔ ایسے بہت سے نصوص ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ نے شعر کی تعریف کی ہے اور اس کی ترغیب دی ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لِسِحْرًا وَإِنَّ مِنَ الشَّعْرِ لِحِكْمَةً“، بعض بیان میں جادو ہوتا ہے اور بعض شعر حکمت سے معمور رہتے ہیں۔ (سنن ابوداؤد/۴/۴۱۵، صحیح بخاری/۸/۴۳، سنن ابن ماجہ/۲/۱۲۳۵-۱۲۳۶)

۳۔ جب نبی کریم ﷺ نے دیکھا کہ قریش اپنے اشعار کے ذریعے اسلام، مسلمانوں اور نبی اسلام کی ہجو کر رہے ہیں اور وہ اس میدان میں بہت بڑھ گئے ہیں تو آپ ﷺ نے زبان و شعر سے جہاد کرنے کی آواز دی اور فرمایا: ”قریش کی ہجو کرو، کیوں کہ یہ ان کے لیے تیروں کی بارش سے زیادہ سخت ہے“، چنانچہ آپ ﷺ نے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا، پھر کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو بلایا، اخیر میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: ”جب تک تم اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے مدافعت کرتے رہو گے تب تک جبرئیل تمہاری برابر تائید کرتے رہیں گے“، جب حضرت حسان قریش کی ہجو کرنے کے لیے کھڑے ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”حسان نے ان کی ہجو کی تو انھوں نے ہمارے سینے کو ٹھنڈا کیا اور اپنے سینے کو بھی ٹھنڈا کیا“۔

(یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیح مسلم میں مروی ہے: ۴/۱۳۶-۱۳۷ دلائل الاعجاز ص ۱۷)

۴۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”شعر (دوسری تمام ادب کی قسموں کی طرح) کلام یعنی گفتگو ہے، چنانچہ جو اس میں سے اچھا ہے وہ اچھا ہے، اور جو برا ہے وہ برا ہے“۔ (دلائل الاعجاز ص ۲۰)

۵۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے کعب بن مالک سے فرمایا: ”اللہ تمہاری بات بھولا نہیں ہے، اور وہ بھلانے والا بھی نہیں، ایک شعر جس کو تم نے کہا ہے“، کعب نے دریافت کیا: اللہ کے رسول! وہ کون سا شعر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ابوبکر! ان کو سناؤ“، حضرت ابوبکر نے یہ شعر پڑھا:

رَعَمْتُ سَخِينَةً أَنْ سَتَغْلِبُ رَبَّهَا وَلَيَغْلِبَنَّ مُغَالِبُ الْغَلَابِ

(سخینہ نے یہ گمان کیا کہ وہ اپنے رب پر غالب آجائے گی، یہ اس کی خام خیالی ہے، ضرور بالضرور سب پر غالب آنے والا پروردگار غالب آکر رہے گا) (سنن ابوداؤد/۴/۴۱۶)

۶۔ اسلام نے شعر کی ہمت افزائی کی ہے، حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لیے رسول اللہ ﷺ مسجد

نبوی میں منبر رکھا کرتے تھے، اور حضرت حسان اس منبر پر کھڑے ہو کر شعر پڑھا کرتے تھے، اور دین اسلام اور رسول اسلام کا دفاع کرتے تھے (سنن ابوداؤد ۴/۲۱۶) رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بھی حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا اشعار پڑھنے کا یہی معمول تھا، ایک مرتبہ حضرت حسان مسجد نبوی میں شعر پڑھ رہے تھے کہ حضرت عمر کا گزر ان کے پاس سے ہوا، تو حضرت عمر نے ان کی طرف گھور کر دیکھا، حضرت حسان نے فرمایا: میں اس وقت بھی اشعار پڑھا کرتا تھا جب کہ اس مسجد میں آپ سے بہتر شخص تھے یعنی رسول اللہ ﷺ، پھر وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور دریافت کیا: میں تم کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں، کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: ”میری طرف سے جواب دو، اے اللہ! روح القدس کے ذریعے ان کی مدد فرما“۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں۔

(صحیح مسلم ۴/۱۳۴، سنن نسائی ۲/۳۷، سنن ابوداؤد ۴/۲۱۵، صحیح بخاری ۸/۲۵)

۷۔ رسول اللہ ﷺ امیہ ابن ابوصلت کے اشعار دوسروں سے پڑھواتے تھے اور ان کو پسند فرماتے تھے، حضرت عمرو بن شرید سے روایت ہے کہ ان کے والد نے فرمایا: میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا، آپ نے دریافت فرمایا: کیا تمہیں امیہ بن ابوصلت کے کچھ اشعار یاد ہیں، میں نے کہا: جی ہاں، پھر میں نے ایک شعر پڑھ کر سنا ہے تو آپ نے فرمایا: شرید! سناؤ، یہاں تک کہ میں نے ایک سو قافیہ پڑھ کر سنایا، ہر قافیہ کے بعد آپ ﷺ فرماتے: ”پھر سناؤ“۔ (ابن ماجہ ۱۲۳۵-۱۲۳۶، صحیح مسلم ۴/۲۵۴-۲۵۵) ۸۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میں رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں ایک سو سے زیادہ مرتبہ حاضر ہوا، آپ کے صحابہ مسجد نبوی میں اشعار پڑھا کرتے تھے اور جاہلیت کی باتوں کا تذکرہ کیا کرتے تھے، اور رسول اللہ ﷺ کبھی کبھار تبسم فرمایا کرتے تھے“۔ (اشعر الاسلامی فی صدر الاسلام ص ۳۴) ۹۔ ابن اسود نہدی نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غار کا رخ کیا تو آپ کی انگلی زخمی ہو گئی، اس پر آپ نے یہ شعر پڑھا:

هَلْ أَنْتِ إِلَّا أَصْبَعٌ دُمِيتَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ مَالِقِيَّتِ

(تو تو صرف ایک انگلی ہے جس کو زخم آیا ہے، اور جو تمہیں تکلیف پہنچی ہے وہ اللہ کے راستے میں ہے)

(الاصابة فی تمییز الصحابة، تالیف: علامہ ابن حجر عسقلانی، ج ۱ ص ۵۶)

۱۰۔ ابن اسحاق نے اپنی مغازی میں عبد اللہ بن کعب بن مالک سے روایت کیا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے خندق کھودنے کا ارادہ فرمایا تو لوگوں کو گروپوں میں تقسیم کیا، آپ خود بھی ان کے ساتھ کام کیا کرتے تھے، ان میں ایک شخص تھا، جس کا نام جعیل تھا، آپ ﷺ نے اس کا نام تبدیل کر کے عمرو رکھا تھا، چنانچہ بعض صحابہ نے اس موقع پر مندرجہ ذیل رجز یہ شعر کہا:

سَمَّاهُ مِنْ بَعْدِ جُعَيْلٍ عَمْرًا وَكَانَ لِلْبَائِسِ يَوْمًا ظَهْرًا
(نبی کریم ﷺ نے ان کا نام جعیل سے بدل کر عمر ورکھا، وہ دن بیچارے کے لیے روشن و تابناک دن تھا)
جب لوگ عمر اکہتے تھے تو رسول اللہ ﷺ بھی عمر اکہتے، اور جب لوگ ظہر اکہتے تو آپ ﷺ بھی ظہر اکہتے۔
(الاصابة ج ۱ ص ۲۴۱)

۱۱۔ طفیل بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عمرہ کیا، آپ کے سامنے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے، وہ ابو احمد بن جحش مکفوف کے مندرجہ ذیل رجز یہ اشعار پڑھ رہے تھے:
حَبَّذَا مَكَّةَ مِنْ وَادٍ بِهَآ أَهْلِي وَ أَوْلَادِي
بِهَآ أَمْشِي بِلَا هَادِي

(کیا خوب مکہ کی وادی ہے، وہاں میرے اہل و عیال رہتے ہیں، میں وہاں رہبر کے بغیر ہی چلتا ہوں) (شاعر نابینا تھے اور کسی رہبر کے بغیر ہی مکہ کی گلیوں میں اکیلے گھوما کرتے تھے) (الاصابة ج ۲ ص ۲۱۸)

۱۲۔ امام بخاری اور ابن ابوشیثمہ نے روایت کیا ہے کہ عباد بن عمرو دیلمی نے فرمایا کہ انھوں نے جاہلیت میں نبی کریم ﷺ کو کسی موقع پر ایک جگہ کھڑا دیکھا تھا، پھر بعثت کے بعد بھی اسی جگہ کھڑا دیکھا، وہ کہتے ہیں کہ بنو لیت کا ایک شخص آیا اور اس نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: کیا میں آپ کو شعر نہ سناؤں؟ آپ نے فرمایا: نہیں، چار مرتبہ منع کرنے کے باوجود اس نے آپ کی مدح میں اشعار سنائے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر کسی شاعر نے بہترین بات کہی ہے تو تم نے کہی ہے“۔ (الاصابة ج ۲ ص ۲۵۷)

۱۳۔ امام بخاری سے روایت ہے کہ غزوہ حنین کے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:
أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ
میں پیغمبر ہوں، یہ جھوٹ نہیں ہے، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

(سیرت النبی، تالیف: مولانا سید سلیمان ندوی ج ۱ ص ۵۳۹)

۱۴۔ معوذ بن عفراء کی صاحبزادی (رنج) کی جب شادی ہوئی تو آپ ان کے گھر تشریف لے گئے اور دلہن کے لیے جو فرش بچھایا گیا تھا، اس پر بیٹھ گئے، گھر کی لڑکیاں آس پاس جمع ہو گئیں اور دف بجا بجا کر شہدائے بدر کا مرثیہ گانے لگیں، گاتے گاتے ایک نے یہ مصرعہ گایا:

فِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي عَدِ

ہم میں ایک پیغمبر ہے جو کل کی باتیں جانتا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: یہ چھوڑ دو اور وہی کہو جو پہلے کہہ رہی تھیں۔

(سیرت النبی ج ۲ ص ۳۳۹، بحوالہ صحیح مسلم: باب ضرب الدف فی الزکاح)

۱۵۔ بنو تمیم کی سفارت حضور اکرم ﷺ کے پاس آئی، بنو تمیم کے خطباء نے تقریریں کیں اور

حضور اکرم ﷺ کی طرف سے صحابہ نے تقریریں کیں..... تقریریں ہو چکیں تو اشعار کی باری آئی، سفارت کی طرف سے تمیم کے مشہور شاعر زبرقان بن بدر نے قصیدہ پڑھا:

نَحْنُ الْكَرَامُ فَلَا حَيُّ يُعَادِينَا مِمَّا الْمُلُوكُ فِينَا تَنْصِيبُ الْبَيْعِ
(ہم شرفاء قوم ہیں، کوئی قبیلہ ہمارا ہم سر نہیں ہو سکتا، ہم میں تخت نشین ہیں اور ہم میں کلیساؤں کے بانی ہیں)

جب زبرقان اشعار گا چکے، آں حضرت ﷺ نے دربار رسالت کے شاعر یعنی حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا، انھوں نے برجستہ کہا:

إِنَّ الدَّوَائِبَ مِنْ فَهْرٍ وَأَخْوَانِهِمْ قَدْ بَيَّنُّوا سُنَّةَ لِلنَّاسِ تَبَعُ
شرفاء قبیلہ فہر نے لوگوں کو ایک ایسا راستہ بتا دیا ہے جس کی پیروی کی جاتی ہے۔
(سیرت النبی ج ۲ ص ۳۹)

۱۶۔ مسند احمد بن حنبل میں حضرت انس سے روایت ہے کہ جب اشاعرہ کا وفد آیا تو یہ لوگ جوش مسرت سے یہ رجز پڑھتے تھے:

غَدًا نَلْقَى الْأَجْبَّةَ مُحَمَّداً وَحَزْبَهُ
(کل ہم دوستوں سے ملیں گے، محمد اور پیروان محمد سے) (سیرت النبی ج ۲ ص ۴۱)

۱۷۔ ایک دفعہ اسود بن سرلیج جو شاعر تھے، خدمت عالی میں آئے اور عرض کی کہ ”میں نے خدا کی حمد اور حضور کی مدح میں کچھ اشعار کہے ہیں، فرمایا کہ ہاں خدا کو حمد پسند ہے، اسود نے اشعار پڑھنے شروع کیے، اسی اثناء میں کوئی صاحب باہر سے آگئے، آپ نے اسود کو روک دیا، دو تین دفعہ یہی اتفاق ہوا، اسود نے عرض کی کہ یہ کون صاحب ہیں، جن کے لیے آپ مجھ کو بار بار روک دیتے ہیں، فرمایا کہ یہ وہ شخص ہے جو فضول باتیں پسند نہیں کرتا۔ (سیرت النبی ج ۲ ص ۳۲، بحوالہ: الادب المفروض ۶۶)

۱۸۔ اداے عمرہ کے موقع پر آں حضرت ﷺ لبیک کہتے ہوئے حرم کی طرف بڑھے، حضرت عبداللہ بن رواحہ اونٹ کی مہارت تھامے ہوئے آگے آگے یہ رجز پڑھتے جاتے تھے:

خَلُّوا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيلِهِ الْيَوْمَ نَضْرِبُكُمْ عَلَى تَنْزِيلِهِ
(کافرو! سامنے سے ہٹ جاؤ، آج جو تم نے اترنے سے روکا تو تلوار کا وار کریں گے)

ضَرْبًا يُزِيلُ الْهَامَ عَنْ مَقِيلِهِ وَيُذْهِلُ الْخَلِيلَ عَنْ خَلِيلِهِ
(وہ وار جو سر کو خواب گاہ میں سے الگ کر دے، اور دوست کے دل سے دوست کی یاد بھلا دے)

(سیرت النبی ج ۱ ص ۵۰۳)

۱۹۔ جب مسجد نبوی بن رہی تھی تو سروردو جہاں مزدوروں کی صورت میں تھے، آج بھی (غزوہ خندق)

عبرت انگیز منظر ہے، جاڑے کی راتیں ہیں، تین تین دن کا فاقہ ہے، مہاجرین اور انصار اپنی پیٹھوں پر مٹی لاد لاد کر پھینکتے ہیں اور جوش محبت میں ہم آواز ہو کر کہتے ہیں:

نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدًا عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِينَا أَبَدًا
(ہم وہ ہیں جنہوں نے محمد کے ہاتھوں پر جہاد پر بیعت کی ہے جب تک ہم زندہ رہیں)

سرورِ عالم بھی مٹی پھینک رہے ہیں، شکم مبارک پر گرواٹ گئی ہے، اسی حالت میں یہ جزبان پر ہے:
وَاللّٰهُ لَوْ لَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
(اللہ کی قسم! اگر اللہ نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہیں پاتے، اور نہ ہم صدقہ کرتے اور نہ ہم نماز پڑھتے)

فَأَنْزَلْنٰ سَكِينَةً عَلَيْنَا وَتَبَّتِ الْأَقْدَامُ إِنْ لَا قِيْنَا
(اے اللہ! تو ہم پر سکینہ نازل فرما، اگر جنگ ہو جائے تو ہمیں ثابت قدم رکھ)

إِنَّ الْأُلَىٰ قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا إِذَا أَرَادُوا فِتْنَةً أَيْبُنَا
(یہ لوگ ہم پر چڑھ آئے ہیں، جب بھی وہ کوئی فتنہ برپا کرنا چاہتے ہیں تو ہم ان سے دبتے نہیں ہیں)

”ایبنا“ کا لفظ جب آتا تھا تو آواز زیادہ بلند ہو جاتی تھی اور مکرر کہتے تھے، اس کے ساتھ انصار کے حق میں دعا بھی دیتے جاتے تھے، اور یہ موزون الفاظ زبان پر آتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّهُ لَا خَيْرَ اِلَّا خَيْرُ الْآخِرَةِ فَبَارِكْ فِي الْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ
(اے اللہ! بھلائی تو صرف آخرت کی ہے، چنانچہ تو انصار اور مہاجرین میں برکت عطا فرما)

(سیرۃ النبی ج ۱ ص ۴۲۲)

۲۰۔ جنگ بدر کا موقع ہے، کفار کی تعداد ہزار سے زیادہ ہے، مسلمان صرف تین سو تیرہ ہیں، انفرادی مقابلے شروع ہو جاتے ہیں، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ عتبہ کو، اور حضرت علی ولید کو واصل جہنم کر دیتے ہیں، لیکن عتبہ کا بھائی شیبہ حضرت عبیدہ کو زخمی کر دیتا ہے، حضرت علی بڑھ کر شیبہ کو قتل کرتے ہیں اور حضرت عبیدہ کو کندھے پر اٹھا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لاتے ہیں، حضرت ابو عبیدہ آں حضرت ﷺ سے پوچھتے ہیں کہ کیا میں دولتِ شہادت سے محروم رہا؟ آپ فرماتے ہیں: نہیں! تم نے شہادت پائی، حضرت ابو عبیدہ کہتے ہیں: آج ابو طالب زندہ ہوتے تو تسلیم کرتے کہ ان کے اس شعر کا مستحق میں ہوں:

وَنُسَلِّمُهُ حَتَّىٰ نُصْرَفَ حَوْلَهُ وَنُذْهَلَ عَنْ أَبْنَائِنَا وَالْحَلَائِلِ
ہم محمد کو اس وقت تک دشمنوں کے حوالے نہیں کریں گے جب تک کہ ہم ان کے گرد لڑ کر مرنہ جائیں اور ہم اپنے بیٹوں اور بی بیوں سے بھلا نہ دیے جائیں۔
(سیرت النبی ج ۱ ص ۴۲۳)

۲۱۔ نبی کریم ﷺ کفار قریش کی ظلم و زیادتیوں سے تنگ ہو کر اللہ کی طرف سے اجازت ملنے کے بعد مدینہ ہجرت کر کے چلے جاتے ہیں، مدینہ والوں کی اکثریت آپ پر ایمان لا چکی ہے، آپ کی آمد کی اطلاع اور مکہ سے

نکلنے کی خبر مدینہ والوں کو ملتی ہے۔

مدینہ آنے سے پہلے عوالی مدینہ قبا میں چودہ دن قیام فرماتے ہیں اور پندرہویں دن مدینہ شہر میں داخل ہوتے ہیں، لوگوں کو جب تشریف آوری کی خبر معلوم ہوتی ہے تو ہر طرف سے لوگ جوش مسرت سے پیش قدمی کے لیے دوڑتے ہیں، قبا سے مدینہ تک دو روہ جان نثاروں کی صفیں ہیں، جوں جوں شہر قریب آتا ہے تو استقبال کے جوش میں اضافہ ہی ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ جوش کا یہ عالم ہے کہ پردہ نشین خاتونیں چھتوں پر نکل آتی ہیں اور گائے لگتی ہیں:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ

(چاند نکل آیا، کوہ وداع کی گھاٹیوں سے)

وَجَبَّ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا اللَّهُ دَاعٍ

(ہم پر خدا کا شکر واجب ہے، جب تک دعا مانگنے والے دعا مانگیں)

معصوم لڑکیاں دف بجابجا کر گاتی ہیں:

نَحْنُ جَوَارِثُ مِّنْ بَنِي النَّجَارِ يَاحَبَّذَا مُحَمَّداً مِنْ جَارِ

(ہم خاندان نجار کی لڑکیاں ہیں، محمد کیا اچھا ہم سایہ ہے)

آپ ﷺ نے ان لڑکیوں کی طرف خطاب کر کے فرمایا: کیا تم مجھ کو چاہتی ہو؟ بولیں: ہاں، فرمایا کہ میں بھی تم کو چاہتا ہوں۔ (سیرت النبی ج ۱ ص ۲۸۸، زندگیاں صحابہ کی، تالیف: عبدالرحمن رافعت پاشا ص ۳۷۹)

۲۲۔ مسجد قبا کی تعمیر چل رہی ہے، آپ ﷺ بھی مزدوروں کے ساتھ پتھر ڈھونے اور دوسرے کاموں میں

مشغول ہیں۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ شاعر تھے، وہ بھی مزدوروں کے ساتھ شریک تھے، اور جس طرح

مزدور کام کرنے کے وقت تھکن مٹانے کو گاتے جاتے ہیں، وہ یہ اشعار پڑھتے تھے:

أَفْلَحَ مَنْ يُعَالِجُ الْمَسْجِدَ وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ قَائِمًا وَقَاعِدًا

وَلَا يَبِثُّ اللَّيْلَ عَنْهُ رَاقِدًا

(وہ کامیاب ہے جو مسجد تعمیر کرتا ہے، اور اٹھتے بیٹھتے قرآن پڑھتا ہے، اور رات کو جاگتا رہتا ہے)

(سیرت النبی ج ۱ ص ۲۷۶-۲۷۷ بحوالہ وفاء الوفاء بحوالہ ابن شیبہ ج ۱ ص ۱۸۱)

۲۳۔ صحابہ کرام سے بہت سے موقعوں پر اشعار پڑھنے اور کہنے کے بارے میں منقول ہے، اگر

شعر ممنوع ہوتا تو آپ کو اس کی خبر ہوتی اور آپ شعر گوئی سے منع فرماتے، چند واقعات ذیل میں پیش ہیں:

☆ مکہ کی یاد ایک پھانس تھی، جو ہر وقت ان (مہاجرین) کے کلیجے میں کھٹکتی رہتی تھی،

حضرت بلال مکہ میں اس قدر ستائے گئے تھے، تاہم ان کو جب مکہ یاد آتا تو روتے تھے اور پکار کر یہ اشعار پڑھتے تھے:

أَلَا لَيْتَ شِعْرِي هَلْ أَبِيتَن لَيْلَةً بِوَادٍ وَحَوْلِي إِذْ خَرُّ وَ جَلِيلُ
وَهَلْ أَرَدْتُ يَوْمًا مِيَاهَ مِجَنَّةٍ وَهَلْ يَبْدُونَ لِي شَامَةً وَ طَفِيلُ
آہ! کیا پھر کبھی وہ دن آسکتا ہے کہ میں مکہ کی وادی میں ایک رات بسر کروں اور میرے پاس اذخر اور جلیل ہوں، اور کیا وہ دن بھی ہوگا کہ میں مجنہ کے چشموں پر اتروں اور شامہ و طفیل مجھ کو دکھائی دیں۔ (سیرت النبی ج ۳ ص ۴۳۸)

☆ خیبر والوں کی شرارتوں میں جب اضافہ ہوا تو آپ ﷺ ۱۶۰۰ مجاہدین کو ساتھ لے کر خیبر کی طرف روانہ ہوئے، فوج جب روانہ ہوئی تو حضرت عامر بن اکوع جو مشہور شاعر تھے، یہ ججز پڑھتے ہوئے آگے چلے:

اَللّٰهُمَّ، لَوْ لَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
(اے خدا! اگر تو ہدایت نہ کرتا تو ہم ہدایت نہ پاتے، نہ خیرات کرتے، نہ نماز پڑھتے)

فَاَغْفِرْ فِدَاءَ الْكَ مَا اتَّقَيْنَا وَ اَلْقَيْنَ سَكِينَةً عَلَيْنَا
(ہم تجھ پر فدا ہوں، ہم جو احکام بجا نہیں لائے، ان کو معاف کر دے اور ہم پر تسلی نازل فرما)

اِنَّا اِذَا صَبَحَ بِنَا اَتَيْنَا وَ ثَبَّتِ الْاَقْدَامُ اِنْ لَا قَيْنَا
(ہم جب فریاد میں پکارے جاتے ہیں تو پہنچ جاتے ہیں اور جب ڈبھٹے ہو تو ہم کو ثابت قدم رکھو)

وَبِالصَّيَاحِ عَوَّلُوا عَلَيْنَا
(لوگوں نے پکار کر ہم سے استغاثہ کیا ہے)

یہ اشعار صحیح مسلم و بخاری میں نقل کیے گئے ہیں، مسند ابن جنبل میں بعض اشعار زیادہ ہیں، پہلے دو مصرعے کسی قدر اختلاف کے ساتھ صحیح مسلم (تذکرہ خیبر) میں بھی ہیں:

اِنَّ الَّذِيْنَ قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا اِذَا اَرَادُوا فِتْنَةً اَبَيْنَا
وَنَحْنُ عَنْ فَضْلِكَ مَا اسْتَغْنَيْنَا

(جن لوگوں نے ہم پر دست درازی کی ہے، جب وہ کوئی فتنہ برپا کرنا چاہتے ہیں تو ہم ان سے دبتے نہیں اور اے خدا! ہم تیری عنایت سے بے نیاز نہیں)

۲۴۔ فتح مکہ کے موقع پر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ایک قصیدہ پڑھا، لیکن یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ناپسند ہوئی (کیوں کہ انہوں نے اس کو بنجیدہ حالات کے منافی سمجھا) حضرت عمر نے ان کو منع کرنا چاہا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ان کو پڑھنے دو، کیوں کہ یہ ان کے لیے تیروں سے زیادہ سخت ہے۔“ (أضواء على الأدب الاسلامي ص ۱۴، از: مولانا محمد رابع حسنی ندوی، بحوالہ سیرت ابن ہشام)

۲۵۔ نابغہ جعدی رضی اللہ عنہ نے یہ شعر حضور اکرم ﷺ کی موجودگی میں پڑھا:

بَلَّغْنَا السَّمَاءَ مَجْدَنَا وَجَدُّوْذُنَا وَإِنَّا لَنَرْجُو فَوْقَ ذَلِكَ مَظْهَرًا

(ہماری عزت اور عظمت آسمان تک پہنچ گئی ہے اور اس سے بڑھ کر سر بلندی کی ہم امید کرتے ہیں)

جب رسول اللہ ﷺ نے یہ شعر سنا تو آپ کا چہرہ مبارک تبدیل ہو گیا، اور آپ نے دریافت فرمایا: ”بولیلی! کہاں؟ شاعر نے کہا: جنت کی طرف، اللہ کے رسول! یہ جواب سن کر آپ ﷺ مطمئن اور راضی ہو گئے، شاعر کی تشریح سے آپ ﷺ نے جان لیا کہ یہ ذات الہی کے خلاف جرات نہیں ہے، بلکہ اس کا تقرب اور خوشنودی حاصل کرنے کی تمنا ہے۔ (أضواء على الأدب الاسلامي ص ۳۷-۳۸)

اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ بذات خود شاعری مذموم نہیں ہے۔

۲۶۔ آپ ﷺ نے کسی جرم میں قتیلہ بن حارث کے بھائی نصر بن حارث کو قتل کر دیا تھا، آپ ﷺ کی نصر سے رشتہ داری بھی تھی، اس پر قتیلہ نے اپنے بھائی کے مرثیے میں چند اشعار کہے، ان اشعار کو نبی کریم ﷺ نے سنا تو فرمایا: ”اگر اس کو قتل کرنے سے پہلے یہ اشعار مجھ تک پہنچتے تو میں اس کو قتل نہیں کرتا“، وہ اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

يَا رَاكِبًا إِنَّ الْأَيْلَ مَطْنَةٌ مِنْ صُبْحِ خَامِسَةٍ وَأَنْتَ مُوَفِّقٌ
(اے سوار! پانچویں دن کی صبح مضبوط شرافت کی امید ہے اور تم باتوینق ہو)

أَبْلُغْ بِهِ مَيْتًا بَأَنَّ قَصِيدَةً مَا إِنْ تَزَالُ بِهَا الرِّكَائِبُ تَخْفِقُ
(اس میت کو یہ خبر پہنچا دو کہ قصیدے کو قافلے لے کر اب تک چلے جا رہے ہیں)

فَلَيْسَمَعَنَّ النَّصْرُ أَنْ نَادَيْتُهُ أَمْ كَيْفَ يَسْمَعُ مَيْتٌ لَا يَنْطِقُ
(نصر سن لے کہ میں نے اس کو پکارا ہے، وہ مردہ کیسے سن سکتا ہے جو بولتا نہیں ہے)

ظَلَلْتُ سُيُوفَ بَنِي أَبِيهِ تَنْوُسُهُ اللَّهُ أَرْحَامُ هُنَاكَ تُشَقِّقُ
(اس کے بھائیوں کی تلواروں نے ہی اس کو نوچنا شروع کیا، اللہ کی پناہ! وہاں صلہ رحمیوں کے تارا لگ الگ کیے جاتے ہیں)

قَسْرًا يُسَاقُ إِلَى الْمَنِيَّةِ مُتَعَبًا رَسَفَ الْمُقَيَّدُ وَهُوَ عَانٌ مُوثَّقُ
(زبردستی موت کی طرف اس کو لے جایا جا رہا ہے، جب کہ وہ تھکا ہوا بیڑیوں میں جکڑا ہوا رسیوں میں بندھا تکلیف برداشت کر رہا ہے)

مَا كَانَ ضَرْكًا لَوْ مَنَنْتَ وَرُبَّمَا مِنَ الْفَتَى وَهُوَ الْمُعِظُ الْمُحَنَقُ
(اگر آپ احسان کرتے تو آپ کا کیا نقصان ہوتا، بعض مرتبہ جو ان غصے میں اور ناراض ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کیا کرے)

وَالنَّصْرُ أَقْرَبُ مَنْ قَتَلْتَ وَسِيلَةً وَأَحَقُّهُمْ إِنْ كَانَ عَتَقَ يُعْتَقُ
(جن کو آپ نے قتل کیا ہے، ان میں سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار نصر ہی ہے اور وہ ان سب میں چھوڑ دینے کا سب سے زیادہ

حق دار تھا)

تیسری فصل

اسلام کے اثرات شعر گوئی پر

عرب میں اسلام کی آمد ایک سیاسی، دینی اور معاشرتی انقلاب تھا، جس کے اثرات اسلام قبول کرنے والوں پر ہر ناچے اور زاویے سے پڑے تھے، مسلمانوں کے دل اس نئے دین سے بے انتہا متاثر تھے، اور یہ ضروری اور فطری بھی تھا، کیوں کہ لوگ دل سے اسلام قبول کر رہے تھے، ہر میدان اس سے متاثر ہو رہا تھا، اور ہر میدان میں نمایاں تبدیلی رونما ہو رہی تھی، جس کے نتیجے میں شعر و نثر اور زبان میں بھی اس کے اثرات ظاہر ہو گئے، اور جاہلی قدروں میں روحانی، عقلی، معاشرتی اور انسانی ناچیوں سے نمایاں تبدیلیاں رونما ہو گئیں۔

۱۔ روحانی قدروں میں تبدیلی:

اسلام آخری الہی شریعت ہے، اس کی بنیاد دو ستونوں پر ہے: عقیدہ اور عمل۔ عقیدہ اسلامی پر ایمان لانا ہر مسلمان کا فریضہ ہے، اور اللہ کی طرف سے فرض کردہ عبادتوں کو انجام دینا بھی ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے، جب کہ جاہلیت میں یہ روحانی قدریں نہیں پائی جاتی تھیں۔

۲۔ عقلی قدروں میں تبدیلی:

اسلام نے جاہلی بت پرستی کو ختم کر دیا اور کاہنوں، شعبدہ بازوں اور جادو گروں کی حیثیت اور اہمیت گھٹا دی ہے، بلکہ ان تمام چیزوں کو حرام قرار دیا، اسلام نے بت پرستی کی عقلی طور پر بھی تردید کی اور ہر ایک کو عقلی بصیرت اسلام قبول کرنے کی دعوت دی..... قرآن نے ہر موقع پر اپنی عقل استعمال کرنے کی ترغیب دی..... سب سے پہلی وحی بھی علم سے متعلق نازل ہوئی اور علماء کو اسلام نے دین حنیف کی امانت کا بار اٹھانے کی ترغیب دی اور اس کے لیے علم کے حصول پر ابھارا.....

۳۔ معاشرتی قدروں میں تبدیلی:

اسلام سے پہلے تمام عرب قبیلے بکھرے ہوئے تھے، ایک امت اور قوم کی سوچ سے وہ نابلد تھے، ہر ایک اپنے قبیلے کو جانتا تھا اور ہر قبیلہ اپنے افراد کے لیے سخت متعصب تھا، اسلام نے آ کر تمام قبیلوں کو متحد کیا اور آپس میں بھائی چارگی کی روح کو عام کیا، اور آپس میں پیش آنے کے آداب اور اخلاق سے واقف

کرایا، اور ان پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دی۔

۴۔ انسانی قدروں میں تبدیلی:

معاشرتی، عقلی اور روحانی طور پر اسلام نے مسلمانوں کی شان میں اضافہ کیا، جس کے نتیجے میں خود بخود اس کی انسانیت کی شان میں بھی بلندی اور رفعت پیدا ہو گئی، اسلام نے جتنی توجہ انسانی قدروں اور حقوق پر دی ہے، کسی اور مذہب نے اتنی توجہ نہیں دی ہے، جب کہ جاہلیت میں انسان کی کوئی قدر و قیمت تھی ہی نہیں۔

ان تمام قدروں کا اثر عہد نبوی کی اسلامی شاعری پر پڑنا ضروری تھا، اور ماحول کا اثر فطری اور طبعی چیز ہے، اس سے انکار ناممکن ہے۔ (باختصار "تاریخ الأدب العربی۔ العصر الاسلامی" ڈاکٹر شوقی حنیف ص ۲۳۱۱)

مولانا مسعود عالم ندوی نے لکھا ہے:

”عربی زبان پر جتنا فضل و احسان قرآن کریم کا ہے اتنا ہی عربی شاعری پر بھی ہے، کیوں کہ ترکیب کی بلاغت شعری فطرت اور صلاحیت کو ابھارتی ہے، چاہے عبارت نثر میں ہو یا شعر میں، اسی وجہ سے اوائل اسلام میں آوازیں بلند ہوئیں کہ قرآن شعری کلام ہے، لیکن قرآن کریم نے اس کی تردید کی اور فرمایا: ”وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ، إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ“، چوں کہ عربی زبان قرآن جیسے مجرمانہ بلیغ کلام سے خالی تھی اور ان کے پاس شعر اور نثر میں کوئی کلام ایسا نہیں تھا جو قرآنی بلاغت کے برابر اور مساوی ہو، اس لیے اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ قرآن ہی نے ایسا انقلاب برپا کیا جس سے عربی شاعری کے ارکان فصاحت مضبوط ہوئے اور بلاغت کے اصول مہذب ہوئے، یہاں تک کہ قرآن نے شاعری کو عمدہ اور دیدہ زیب جوڑے پہنایا، جس کی طرف نگاہیں کھینچی چلی جاتی ہیں اور کان متوجہ ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ تعبیر کی بلاغت، الفاظ کی جزالت اور حسن ترکیب ان حضرمین اور اسلامی شعراء کے اشعار میں زیادہ پائے جاتے ہیں جنہوں نے قرآن کی تلاوت کی اور اس کو کثرت سے سنا۔“

(تأثیر الاسلام فی الشعر العربی، مسعود عالم ندوی، مجلیۃ الضیاء، ج ۳)

ابن خلدون نے لکھا ہے:

”عربوں میں سے مسلمانوں کا کلام بلاغت اور ذوق میں جاہلی نثر اور نظم کے مقابلے میں زیادہ فائق ہے، یہی وجہ ہے کہ حسان بن ثابت، عمر بن ابوربیعہ، حلیمہ، جریر، فرزدق، نصیب، غیلان، ذوالرمۃ، احوص، بشار اور اموی دور میں عرب اسلاف کا کلام، اسی طرح عباسی حکومت کا ابتدائی کلام..... نابغہ، عمرہ، ابن کلثوم، زہیر، علقمہ بن عبدہ، طرفہ بن عبدہ کے اشعار سے زیادہ بلیغ ہے۔“ (مقدمہ ابن خلدون ص ۵۲۹)

اس کی وجہ سلیمان بستانی نے ”مقدمة الالیاذہ“ ص ۱۳۰ پر یہ بیان کی ہے کہ ان شعراء نے قرآن کریم کی بلاغت اور حدیث نبوی کی فصاحت سے استفادہ کیا، اور اس بلاغت و فصاحت کو اپنے کلام میں ڈھالنے کی کوشش کی، وہ لکھتے ہیں:

”اگر ہمیں اسلامی شعراء کے کلام میں قرآن اور حدیث نبوی کی بلاغت کی چھاپ نظر آتی ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، انھوں نے اپنے بہترین کلام کو احادیث کے الفاظ اور معانی کی موتیوں سے پرویا..... خلاصہ کلام یہ ہے کہ اسلام کی آمد کے بعد شاعری کا بازار مدھم نہیں پڑا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام میں اس کی رونق اور چمک میں اضافہ ہو گیا، عہد اسلامی کی شاعری الفاظ کے موتیوں اور معانی کے ہیروں کی جامع ہے، اسی طرح اصناف شاعری میں بھی اضافہ ہوا، جس کی نظیر جاہلی شعر میں نہیں ملتی.....“۔

اشعار میں اسلام کی روحانی قدروں کا بیان

خنصر مین کے اشعار پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سبھی شعراء نے اپنے اشعار میں اسلام کی روحانی قدروں کو بیان کیا ہے، جن قدروں پر وہ اپنے دل سے راضی برضا ایمان لے آئے تھے، اور یہ قدریں ان کے خون اور گوشت میں پیوست ہو گئی تھیں، مدینہ کے شعراء اس میدان میں ممتاز مقام رکھتے تھے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کے مدینہ آنے کے وقت سے وہی لوگ آپ کا اور آپ کی دعوت اسلام کا دفاع کرنے لگے، وہ آپ ﷺ کے طریقے کی مکمل تصویر تھے، ان میں سرفہرست حسان بن ثابت، کعب بن مالک اور عبداللہ بن رواحہ تھے، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ خصوصیت کے ساتھ قرآن کے ذریعے مدد اور تعاون لیتے تھے، اور مشرکین کی جھوکتے تھے، مثلاً آپ کا ایک شعر پیش ہے:

شَهِدْتُ بِأَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَأَنَّ النَّارَ مَشْوَى الْكَافِرِينَ
(میں نے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ کا وعدہ حق ہے اور جہنم کافروں کا ٹھکانہ ہے)

ان تین شعراء کے علاوہ بھی دوسرے بہت سے ایسے شعراء تھے جن کو اتنی زیادہ شہرت حاصل نہیں ہوئی، مگر ان کے ایسے اشعار مروی ہیں جن میں ان کے عمیق ایمان کی عکاسی ملتی ہے، مثلاً ابو بقیس صرمہ بن ابوالانس انصاری نے ایک بدیع قصیدے میں کہا ہے:

وَنَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ لَا شَيْءَ غَيْرُهُ وَأَنَّ كِتَابَ اللَّهِ أَصْبَحَ هَادِيًا
(اور ہم اس بات کو جانتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی چیز عبادت کے لائق نہیں ہے، اور اللہ کی کتاب رہنما ہے)

(الاستيعاب في معرفة الأصحاب ص ۸۸۳)

ابوالدرداء نے کہا ہے:

يُرِيدُ الْمَرْءُ أَنْ يُؤْتَى مِنْهُ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا مَا أَرَادَا
(آدمی چاہتا ہے کہ اس کی خواہشات پوری کی جائیں، لیکن اللہ وہی کرتا ہے جو چاہتا ہے)
يَقُولُ الْمَرْءُ فَأَيْدَتِي وَمَالِي وَتَقْوَى اللَّهِ أَفْضَلُ مَا اسْتَفَادُوا
(آدمی کہتا ہے کہ میری کمائی اور میرا مال، حالاں کہ تقویٰ ان تمام چیزوں میں سب سے زیادہ بہتر ہے جو انھوں نے کمایا ہے)

(الاستيعاب في معرفة الأصحاب ص ۳۳۴، ۱۲)

فتح مکہ کے بعد قریش کے شعراء بھی اسلام میں داخل ہو گئے اور اپنے اشعار میں بھی تبدیلی کی، اور پیغمبر

اسلام اور مسلمانوں کی ہجو میں کہے ہوئے اپنے قدیم اشعار سے رجوع کیا اور اشعار ہی میں معذرت کی، عبداللہ ابن زبیری کا یہ شعر ملاحظہ ہو:

يَا رَسُولَ الْمَلِكِ إِنَّ لِسَانِي رَاتِقٌ مَا فَتَقْتُ إِذْ أَنَا بُورُ
إِذْ أَجَارَى الشَّيْطَانَ فِي سُنَنِ الْغَدَى وَ مَنْ مَالَ مَيْلَهُ مَثُورُ
أَمَّنَ اللَّحْمُ وَالْعِظَامُ بِمَا قُلْتُ فَفَنَفْسِي الْفِدَاءُ وَأَنْتَ النَّذِيرُ
(اللہ کے رسول! میری زبان پھٹی ہوئی ہے جس کو ابھی سیا نہیں گیا ہے، جب کہ میں گمراہ اور ہلاک ہونے والا ہوں۔ میں گمراہی کے راستوں پر شیطان کا ہمسایہ تھا، اور جو کوئی اس کی پیروی کرتا ہے وہ ہلاک اور ضائع ہو جاتا ہے۔ آپ کے دین پر میرے گوشت اور ہڈیوں نے یعنی میں مکمل طور پر ایمان لے آیا، چنانچہ میری جان آپ پر فدا ہے، آپ اللہ کی طرف سے ڈرانے والے بنا کر بھیجے گئے ہیں)

یہی شعراء جب نبی کریم ﷺ کا انتقال ہو گیا تو آپ کے مرثیے میں اشعار کہنے لگے، مثلاً ابوسفیان بن حارث فتح مکہ سے پہلے حضور اکرم ﷺ، مسلمانوں اور اسلام کے سخت دشمن تھے، اور ہجو میں اشعار کہا کرتے تھے، نبی کریم ﷺ کے مرثیے میں ان کے اشعار ملاحظہ ہوں:

لَقَدْ عَظُمَتْ مُصِيبَتُنَا وَجَلَّتْ عَشِيَّةٌ قِيلَ: قَدْ قُبِضَ الرَّسُولُ
نَبِيٌّ كَانَ يَجْلُو الشَّكَّ عَنَّا بِمَا يُوحَى إِلَيْهِ وَ مَا يَقُولُ
اس شام ہماری مصیبت میں اضافہ ہو گیا اور مصیبت بہت زیادہ سخت ہو گئی جب اس بات کی اطلاع ملی کہ رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہو گیا وہ نبی اپنی طرف کی جانے والی وحی کے ذریعے اور اپنی باتوں سے ہمارے شکوک و شبہات کو دور کرتے تھے
مکہ اور مدینہ کے شعراء کے علاوہ بادیہ اور نجد کے شعراء میں بھی بہت سے ایسے ہیں جو اسلام کی ضیاء باریوں سے فیض حاصل کرتے تھے اور اپنے اشعار کے ذریعے اس کا اظہار کرتے تھے، صرف جہاد میں شریک ہونے والے شعراء نے ہی کسب فیض نہیں کیا ہے، بلکہ جزیرۃ العرب میں رہنے والے ان شعراء نے بھی اسلامی تعلیمات سے استفادہ کیا ہے جن کو بڑھاپے کی وجہ سے جہاد میں شریک ہونے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔

عبدہ بن طیب ایک مشہور شاعر ہیں، مفضلیات ص ۱۴۶ میں ان کا ایک قصیدہ ہے جس میں وہ اپنی اولاد کو اللہ کی خشیت اختیار کرنے، والد کی فرماں برداری کرنے اور چغل خور سے دور رہنے اور چوکنا رہنے کی وصیت کرتے ہیں:

أَوْصِيَكُمْ بِتَقَى إِلَهِ فَإِنَّهُ يُعْطِي الرِّغَائِبَ مَنْ يَشَاءُ وَيَمْنَعُ
وَبِرِّ وَالِدِكُمْ وَطَاعَةِ أَمْرِهِ إِنَّ الْأَبَرَ مِنَ الْبَنِينَ الْأَطْوَعُ
وَاعْصُوا الَّذِي يُزْجِي النَّمَائِمَ بَيْنَكُمْ مُتَنَصِّحًا ذَاكَ السِّمَامُ الْمُنْفَعُ

يُزَجِي عَقَارِبَهُ لِيَبْعَثَ بَيْنَكُمْ قُرْبًا كَمَا بَعَثَ الْعُرُوقُ الْأَخْدَعُ
(میں تم کو معبود سے ڈرنے اور اس کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں، کیوں کہ وہ جس کو چاہتا ہے بہترین چیزیں عطا فرماتا ہے، اور جس سے چاہے روکے رکھتا ہے۔

اور میں تم کو اپنے والد کی فرماں برداری اور اس کا حکم ماننے کی وصیت کرتا ہوں، بچوں میں سب سے زیادہ فرماں بردار وہ ہے جو سب سے زیادہ اپنے والد کی بات ماننے والا ہے۔

اس شخص سے دور رہو اور چونکنا رہو جو تمہارے درمیان خیر خواہ بن کر چغل خوری کرتا ہے، کیوں کہ وہ زہر قاتل ہے۔ وہ اپنے ڈنگ مارتا ہے تاکہ وہ تمہارے درمیان دشمنی پیدا کرے، جس طرح گردن کی رگ کٹنے سے تمام رگوں کا خون نکل جاتا ہے)

سید بن ابوکاہل یشکری کے قصیدے کے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے جائیں تو واضح طور پر ہم کو ایک نئی قسم کا فخر ملے گا، جس طرح کے فخر یہ اشعار زمانہ جاہلیت میں نہیں ملتے، سب سے پہلے وہ اپنے رب اور اس کی نعمتوں کا تذکرہ کرتے ہیں:

كَتَبَ الرَّحْمَنُ وَالْحَمْدُ لَهُ سَعَةَ الْأَخْلَاقِ فِينَا وَالضَّلْعُ
وَإِبَاءًا لِلدِّيَاتِ إِذَا أَعْطَى الْمَكْثُورُ ضَيْمًا فَكَنَعُ
وَبِنَاءًا لِلْمَعَالِي إِنَّمَا يَرْفَعُ اللَّهُ وَمَنْ شَاءَ وَضَعُ
نِعْمَ اللَّهُ فِينَا رَتْهَا وَضَيَّعَ اللَّهُ، وَاللَّهُ صَنَعُ
(اللہ تعالیٰ نے ہماری قسمت میں اخلاق کی وسعت اور مضبوطی لکھ دی ہے، اور تمام تعریفیں اسی کے لیے ہیں۔

اور گھٹیا امور سے انکار کو لکھ دیا ہے، جب کسی مغلوب شخص پر ظلم کیا جاتا ہے تو وہ جھک جاتا ہے۔ اور بلند کارناموں کی تعمیر و تشکیل کو ہماری قسمت میں لکھ دیا ہے، اللہ جس کو چاہتا ہے بلند مرتبہ عطا فرماتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے۔

اللہ کی بہت سی نعمتیں ہم میں ہیں، جن کو اللہ نے ہمارے لیے مکمل کیا ہے اور اللہ نے بہت سے لوگوں کو ضائع کر دیا ہے اور اللہ ہر چیز کے کرنے پر قادر ہے۔)

اس طرح کے بہت سے اشعار ہیں، جن میں واضح طور پر اسلامی تعلیمات کا بیان ملتا ہے اور اسلامی تعلیمات سے اثر لینے کے دلائل ملتے ہیں، جس کی تفصیلات کے لیے دیکھا جائے: العصر الاسلامی: از: شوقی ضیف، ص ۶۸ تا ۷۷۔

”اگر بادیہ کے شعراء کو دیکھا جائے تو ان میں سے جو اسلام سے متاثر ہوئے اور اسلامی معاشرے کے ساتھ ان کا تعلق ہوا تو ان کے اشعار پر بھی اسلام نے اپنا اثر ڈالا اور ان کے اشعار میں اسلامی تعلیمات کا اثر واضح طور پر نظر آتا ہے۔

بادیہ کے بڑے شعراء میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں جو مسلمان ہوئے: عباس بن مرداس، کعب بن زہیر، نابغہ جعدی، بلید بن ربیعہ عامری، عمرو بن معدیکرب زبیدی، عبیدہ بن طہیب، مزرد بن ضرار غطفانی وغیرہ، یہ تمام شعراء مشہور اور بسیار گو تھے، بحیر

بن زہیر ان میں سے کم گو شاعر تھے، ان کے اشعار میں اسلام کے اثرات واضح طور پر نمایاں نظر آتے ہیں۔
(بیئات الشعر الاسلامی فی زمن رسول اللہ ﷺ، ڈاکٹر یحییٰ جبوری ص ۱۰۹-۱۱۰)

شعر اسلام سے متاثر ہوا ہے یا نہیں:

یہ ایک اہم سوال ہے کہ شعر اسلام سے متاثر ہوا ہے یا نہیں؟

ناقدین میں یہ خیال عام طور پر رائج ہے کہ شعر میں اسلام کا اثر بہت کمزور ہے، اور عہد اسلامی میں شعر گوئی بہت کمزور ہو گئی اور ماند پڑ گئی، اسی کا نتیجہ ہے کہ اس عہد میں اشعار دوسرے تمام ادوار کے مقابلے میں بہت کم ملتے ہیں۔

ان لوگوں کا خیال ہے کہ اسلام نے ہجو کی صنف میں کوئی اثر نہیں ڈالا، ہجو کا فن کسی تبدیلی کے بغیر ہی جاہلی طرز پر رہا۔

(الہجاء والہجاءون فی الاسلام ص ۱۶۷)

اسی طرح مدح سرائی بھی جاہلی طرز پر ہی رہی، ان ہی صفات کی مدح سرائی کی جاتی تھی جس کو جاہلی شعراء کسی کے لیے بلند نمونے کے طور پر شمار کرتے تھے (شعر المخصر مین ص ۳۴۸) جنگوں سے متعلق شاعری میں بھی اسلام کا اثر واضح طور پر نظر نہیں آتا، حالاں کہ عہد نبوی میں جہاد زوروں پر تھا، شعر میں قبائلی گن ہی گائے جاتے تھے۔ (شعر المخصر مین ۲۵۵)

مدح سرائی اور ہجو کے سلسلے میں جو بات کہی گئی ہے، وہی بات فخر اور مرثیہ کے سلسلے میں بھی کہی گئی ہے، ان تمام باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام کی آمد کی وجہ سے عربی قصیدے میں کوئی ترقی نہیں ہوئی۔

(شعر المخصر مین ۳۴۸، الاسلام والشعر ص ۱۲)

یہ اصنافِ سخن اور اغراضِ شاعری کے پہلو سے بات تھی، اسلوب کے بارے میں بھی اسی قسم کی باتیں کہی گئی ہیں، ان لوگوں کا خیال ہے کہ شعراء شعر جاہلی کے اپنے پرانے اسلوب کو چھوڑ نہیں سکے (الاسلام والشعر ص ۱۲) تذکیر، وعد و وعید، حجت قائم کرنے اور مثالوں اور واقعات کو سیاق میں پیش کرنے میں قرآنی اسلوب سے شعراء نے فائدہ نہیں اٹھایا (شعر المخصر مین ص ۳۵) افکار اور معانی کا اسی طرح استعمال کرنے لگے جس طرح جاہلی شعراء کیا کرتے تھے، اسی وجہ سے دین کا اثر بہت ہی کمزور تھا، صرف دینی الفاظ اور تعبیرات کو ان کے مضامین کو سمجھے بغیر اور ان کے معانی پر توجہ دیے بغیر استعمال کرتے تھے۔ (شعر المخصر مین ص ۳۴۹)

(بختصار الشعر الاسلامی فی صدر الاسلام، تالیف: ڈاکٹر عبداللہ الحمد ص ۸۳ تا ۸۵)

ڈاکٹر عبداللہ حامد نے اس کے چند اسباب گنائے ہیں کہ ان ناقدین نے شعر پر اسلام کی اثر

انگریزی کا انکار کیوں کیا ہے، یہ اسباب اختصار کے ساتھ ذیل میں پیش کیے جا رہے ہیں:

سب سے بڑا اور اہم سبب یہ ہے کہ ان لوگوں کو صدر اسلام کی اسلامی شاعری کے بارے میں معلومات بہت ہی کم ہے، کیوں کہ اسلامی شعر مختلف کتابوں میں پھیلا ہوا ہے، ادب کے موضوع پر بحث و تحقیق کرنے والے عام طور پر ادب کی کتابوں میں مواد تلاش کرتے ہیں، اس سے بھی آگے بڑھ کر تحقیق کریں تو لغات کی کتابوں میں دیکھتے ہیں، لیکن جہاں تک اسلامی شعر کا تعلق ہے، اس میں سے بہت ہی کم اشعار کا تذکرہ ادب کی کتابوں میں ملتا ہے اور لغات تو اس سے بالکل خالی ہیں، لیکن اسلامی شعر تراجم اور سیرت کی کتابوں میں کثرت کے ساتھ پائے جاتے ہیں، جن کی طرف عام طور پر ادبی بحث و تحقیق میں رجوع نہیں کیا جاتا ہے، اسی لیے یہ غلط فہمی پیدا ہو گئی کہ اسلام نے شعر گوئی پر کوئی بڑا اثر نہیں ڈالا۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ ان لوگوں نے ”شاعری سے متعلق نبی کریم ﷺ اور قرآن کا موقف“، ”نبی کریم ﷺ اور قرآن کریم سے شاعری کی نفی“، ان دو نظریات کے درمیان خلط ملط کر دیا، اور اس سے انھوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اسلام شعر کو ناپسند کرتا ہے اور اس کو حقیر چیز قرار دیتا ہے اور شعراء پر کالک ملتا ہے۔

اسی طرح انھوں نے اسلامی شعر اور اسلامی شاعری کے مفہوم کو بھی صحیح طور پر نہیں سمجھا، انھوں نے یہ سمجھا کہ اسلامی شاعر سے مراد وہی ہے جس کے اشعار میں صرف اللہ کا ذکر اور اسلام کی تعریف ہو، اگر کوئی شاعر دوسرے اصنافِ سخن مثلاً غزل یا فخر کی صنف میں شاعری کرے تو اس نے اسلامی حدود کی پابندی نہیں کی، کیوں کہ اس کے شعر میں اللہ اور اس کے رسول کا تذکرہ نہیں ہے، اور ثواب و عذاب کے معانی نہیں پائے جاتے، یہ تصور بالکل غلط اور باطل ہے، اور محال بھی، کیوں کہ اسلام سب سے پہلے اس بات کی تاکید کرتا ہے کہ شعر کا سب سے بڑا مقصد تفریح ہے، لیکن تفریح اور لطف اندوزی میں خیر اور بھلائی کی دعوت دی جائے تو بہتر اور نور علی نور، اسلام اس کی دعوت دیتا ہے اور اس کی ترغیب دیتا ہے، اسی طرح اسلام دوسرے تمام لوگوں کی طرح شاعروں کو بھی گندی باتوں اور گندے کاموں سے منع کرتا ہے، یہ صرف شاعروں کے ساتھ ہی خاص نہیں ہے، جن اشعار میں یہ چیزیں نہ پائی جائیں تو وہ عام معنی میں اسلامی شعر ہے، چاہے وہ کسی بھی عہد کا شعر ہو، اگر اسلامی مبادیات، اصول اور قدروں کی تعریف کی جائے تو خاص معنی میں یہ اسلامی شعر ہے، دین، اخلاق، تربیت، اسلام کی تعریف، فضیلت اور خیر کے تذکرے پر مشتمل شعراں ضمن میں آتا ہے، اس کی کچھ تفصیلات ادب اسلامی کے موضوع کے تحت تمہید میں گزر چکی ہیں۔

فحش غزل، جھوٹی ہجو، مدح سرائی میں مبالغہ آرائی، انفرادی فخر و مباہات، گندی باتوں کے تذکرے، دشمنیوں اور فتنوں کی آگ بھڑکانے والی شاعری میں اسلام کا یہ اثر ہوا کہ ان اقسام کی شاعری کمزور ہو گئی اور کم کی جانے لگی، کیوں کہ اسلام نے ان چیزوں سے منع فرمایا، اس لیے یہ تمام

اصناف سخن جاہلیت کے ساتھ ہی ختم ہو گئے، اسلام کی تاثیر کی وجہ سے منفی شاعری ماند پڑ گئی اور اصناف سخن میں مثبت پہلو نمایاں ہو گئے۔

چوتھا سبب یہ ہے کہ اس پہلو پر سب سے پہلے مستشرقین نے قلم اٹھایا، عام طور پر مستشرقین کا طرز تحقیق یہ ہے کہ وہ اس طرح کے مسائل میں دقیق اور گہری بحث و تحقیق نہیں کرتے، مستشرقین جتنی توجہ کسی نظریے تک پہنچنے پر دیتے ہیں، اتنی توجہ حاصل ہونے والے نتیجوں پر نہیں دیتے، اگر ہم بعض مستشرقین کی نیت پر بدگمانی نہ بھی کریں تو بھی یہ بات ضرور ہے کہ وہ اس طرح کے موضوعات پر دقیق تحقیق نہیں کرتے، خصوصاً اس مسئلہ میں جس کے اثرات ہماری عام اسلامی ثقافت و تہذیب اور ہمارے دین پر پڑتے ہیں، بلکہ یہ ایک اہم مسئلہ ہے۔

شعراء اسلام سے متاثر نہیں ہوئے، کیا اس کے یہ معنی نہیں ہے کہ پورے اسلامی معاشرے نے اسلام کو ہضم نہیں کیا تھا اور اسلام کا خون معاشرہ کی رگوں میں نہیں دوڑا تھا؟ کیوں کہ شعراء بھی معاشرے کا حصہ ہوتے ہیں، بلکہ وہ تمام دوسرے لوگوں کے مقابلے میں زیادہ حساس اور جذباتی ہوتے ہیں، ان کے متاثر ہونے سے انکار کا مطلب یہ ہے کہ عام طور پر اسلامی معاشرے نے اسلام کو گھول کر نہیں پیا تھا اور اس کے بڑے حصے کو نہیں سمجھا تھا۔

مندرجہ ذیل اصناف سخن پر اسلام نے اپنے اثرات ڈالے:

۱۔ سب سے پہلے اسلام کی اثرات فحش ہجو پر پڑے، جس کے نتیجے میں یہ فن کمزور ہو گیا اور اس کی رونق ختم ہو گئی اور اس کی طاقت میں ضعف پیدا ہو گیا، کیوں کہ شعراء پر اسلام نے پابندی لگادی کہ جھوٹ اسلام میں حرام ہے، اور بلاوجہ دوسروں کو تکلیف دینا جائز نہیں ہے، اسی طرح کسی کی عزت پر حملہ کرنا صحیح نہیں ہے۔

عہد نبوی کے ہجو کو ہم دو مرحلوں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

فتح مکہ سے پہلے ہجو کے اکثر افکار جاہلی تھے، بعض بری چیزوں کے تذکرے سے بھی بچا نہیں جاتا تھا، لیکن یہ طبعی امر تھا، کیوں کہ مسلمان شاعر مشرکین سے ان کے مفہوم کے مطابق ہی مخاطب ہوتے تھے، حضور اکرم ﷺ نے اپنے فرمان میں اس نظریے کی طرف اشارہ کیا ہے: ”تم ان سے وہی کہو جو وہ تم سے کہتے ہیں“، اس لیے اگر کوئی دعویٰ کرتا ہے کہ ہجو عام طور پر جاہلی طرز اور اسلوب میں ہی رہا تو یہ بات صحیح ہے، لیکن اس میں اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ اسلام نے شعراء پر اثر نہیں ڈالا۔

دوسرا مرحلہ فتح مکہ کے بعد کا ہے، اس وقت سب عرب آپس میں بھائی بھائی اور مسلمان بن گئے تو ہجو سے منع کیا گیا اور اس کو حرام قرار دیا گیا اور ہجو کرنے پر سزا بھی دی گئی، کیوں کہ اس کو معاشرتی

جرم قرار دیا گیا، جس کے نتیجے میں ہجو کی صنف کمزور پڑ گئی اور اس کے اشعار کم ہو گئے۔
اس کا مطلب یہ ہے کہ ہجو میں اسلام کے اثرات تلاش کرنا بے کار ہے، کوئی بہت بڑا اثر ہجو کی صنف پر
نہیں پڑا ہے، کیوں کہ اسلام نے پہلے تو جاہلی شعراء کی سمجھ کے مطابق مشرکین کی ہجو کی اجازت دی، پھر اخیر میں
ہجو سے مکمل طور پر منع کیا گیا۔

۲۔ اسی طرح اسلام نے جھوٹی مدح سرائی اور اس میں مبالغہ آرائی سے منع فرمایا، اس صنف کی
شاعری بھی کمزور ہو گئی اور مبالغہ آرائی کے اشعار میں کمی آ گئی، شعراء نے مبالغہ آرائی کے بجائے اپنے
مدوحین کی حقیقت کے مطابق مدح سرائی اور تعریف کرنے لگے، بذات خود مدح سرائی کمزور نہیں
ہوئی، بلکہ صرف جھوٹی مدح سرائی اور مبالغہ آرائی میں کمی آ گئی، حضرت حسان نے مدح سرائی کی
حقیقت اسلام کے نظریے کے مطابق یوں بیان کی ہے:

وَلَا أُذَكِّي عَلَى الرَّحْمَنِ ذَا بَشِيرٍ لَكِنْ عِلْمُكَ عِنْدَ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ
(اور میں رحمان کے سامنے کسی انسان کے پاک و صاف ہونے کی بات نہیں کرتا، لیکن زبردست تنہا پروردگار کو تمہارے بارے میں
معلوم ہے)

۳۔ خمریات کی شاعری میں بھی بہت کمی آ گئی، بلکہ شاذ و نادر ہی کوئی اپنی شاعری میں شراب کی
تصویر کشی کرتا، جب کہ شعر جاہلی میں شراب اور خمریات سے متعلق شاعری کی بھرمار ملتی ہے، شراب
خوروں، رنڈیوں، اور شراب کے مشکوں کی صحبت کا کثرت سے تذکرہ ملتا ہے، اور شعراء شراب کی
تعریف اور توصیف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں۔

ابوحن ثقفی شراب کے وصف کے بارے میں بہت بعد تک شاعری کرتے رہے، لیکن انھوں
نے بھی شراب کو ترک کیا، اور توبہ و ندامت کے بعض اشعار سے اپنے گناہوں سے رجوع کیا۔

۴۔ دشمنی، کینہ اور فتنوں کو بھڑکانا جاہلی شعراء کی عادت تھی، جس کے نتیجے میں سالوں سال تک
جنگیں جاری رہتی اور اس دوران سینکڑوں لوگ قتل ہوتے اور بے انتہا نقصان ہوتا، لیکن عہد نبوی میں
کوئی مسلمان شاعر ایسا نہیں ملتا جس نے اس صنف میں قدم رکھا ہو یا اسلامی حدود سے تجاوز کیا ہو۔

۵۔ فخر جاہلی دور کی شاعری کی اہم اور ممتاز صنف ہے، لیکن فخر میں مبالغہ آرائی عام بات تھی، بلکہ
مبالغہ آرائی کے بغیر فخر یہ اشعار کا ملنا ناممکن ہے، شاعر اپنی ذات اور اپنے قبیلے پر فخر کرتا تھا، انفرادی فخر
کے اشعار عہد نبوی میں کم ہو گئے، اس کے بجائے اخلاق حسنہ، اسلام کی طرف سبقت اور کسی بہترین
کام میں مسابقت پر فخر کیا جانے لگا۔

۶۔ یہودہ غزلیہ اشعار دور جاہلی میں عام تھے، امر و القیس اور اشی اس میدان کے شہسوار تھے،

جاہلی شاعر گندے اعمال اور گندے افعال پر فخر کرتے تھے، لیکن اسلام نے ان چیزوں سے منع فرمایا، اور شعراء بیہودہ غزلیہ اشعار سے باز آ گئے، اس کے بجائے حبِ عذری یعنی صاف ستھری محبت کا رواج شروع ہو گیا، اور غزلیہ اشعار بھی صاف ستھرے کہے جانے لگے، کسی دوشیزہ سے کھلم کھلا محبت کا اظہار، اس سے پیار و محبت کی باتوں اور ملاقات کا تذکرہ نہیں ملتا، بلکہ اشاروں اور کنایوں میں محبت کا تذکرہ ملتا ہے، عورت کا تذکرہ تو ملتا ہے، لیکن فحش گوئی نہیں ملتی، بلکہ محبت میں بھی پاک دامانی پائی جاتی ہے۔ جس طرح اسلام کے اثرات کی وجہ سے بہت سے موضوعات اور اصنافِ سخن چھوڑ دیے گئے اور ان کو ترک کر دیا گیا، اسی طرح بہت سے نئے اصناف وجود میں آئے، اور بہت سے موضوعات میں واضح تبدیلیاں رونما ہو گئیں۔

اجتماعی کارناموں، بہادریوں اور فتوحات سے متعلق اشعار کی کثرت ہو گئی، دینی اشعار میں بے انتہا اضافہ ہو گیا، اور دینی افکار میں گہرائی پیدا ہو گئی، اور اس کے آفاق میں وسعت آ گئی، اور اخلاقی شاعری کا وجود ہوا، جس میں صاف ستھرے افکار اور اخلاقِ حسنہ کی دعوت دی جاتی ہے، غزل پاکیزہ ہو گئی، اور اس میں شرافت اور تہذیب آ گئی، باقی ماندہ ہجو کا رخ تبدیل ہو گیا، انفرادی ہجو کے بجائے اجتماعی ہجو کا رجحان پیدا ہو گیا، عقلی مناقشے شروع ہو گئے اور عقلی مسائل پر اعتماد کیا جانے لگا۔ اسی طرح اسلام اور دخولِ اسلام، توحید کے اعلان، شرک کی بقیہ قدروں اور عبادتِ اصنام سے دوری پر مشتمل اشعار کے نئے اصناف اور فنونِ شاعری کا اضافہ ہو گیا، جس کو شعر العقائد کا نام دیا جاسکتا ہے، انشاء اللہ عہد نبوی کی شاعری میں اس کی مثالیں چند ہی صفحات بعد پیش کی جائیں گی، اور عہد نبوی کے اصنافِ شاعری کو جدا جدا مثالوں کے ساتھ پیش کیا جائے گا۔

اسلوب میں تبدیلی:

اسلوب میں بھی شاعری نے اسلام کا اثر قبول کیا ہے، جس کے نتیجے میں ترکیب میں آسانی پیدا ہو گئی، الفاظ کی خشونت ختم ہو گئی اور مانوس الفاظ استعمال کیے جانے لگے، عہد نبوی کے اشعار میں جاہلی شاعری سے بڑھ کر تسلسل، عذوبت اور سلاست پائی جاتی ہے۔

معانی میں تبدیلی:

معانی اور افکار میں نمایاں تبدیلی آ گئی، معانی میں گہرائی اور وسعت پیدا ہو گئی، نئی تہذیبی قدروں اور بلند آفاق کا تذکرہ ہونے لگا۔

جذبات میں تبدیلی:

جذبات میں بلندی آگئی اور احساسات میں شرافت پیدا ہوگئی، انسانی قدریں عام ہو گئیں اور جذبات میں شمولیت پیدا ہوگئی۔

خیالات میں تبدیلی:

رقبت خیال میں کمزوری آگئی، اس کی جگہ صراحت اور حقیقت نے لے لی، جس کے نتیجے میں مبالغہ آرائی ماند پڑ گئی۔

ان امور کی تفصیلات کے لیے دیکھا جائے:

”الشعر الاسلامی فی صدر الاسلام“ ڈاکٹر عبداللہ الحامد ص ۸۳ تا ۱۵۷۔

باب دوم

عہدِ نبوی کی اصنافِ شاعری

عہدِ جاہلی کے ساتھ عہدِ نبوی کے موازنہ کے درمیان اور اسلام کے اثرات شعر گوئی پر گفتگو کے دوران مختصراً ان اصنافِ سخن کا تذکرہ کیا گیا ہے، جو اسلام کے اثرات کی وجہ سے ماند پڑ گئے اور ان اصناف میں شاعری کمزور ہو گئی، اور ان اصنافِ سخن کا بھی تذکرہ مختصراً کیا گیا ہے جو عہدِ نبوی میں بھی باقی رہے اور ان میں اسلامی اثرات کی وجہ سے نمایاں تبدیلیاں رونما ہو گئیں، اور اسلامی رجحان کے مطابق مناسب تبدیلی آ گئی، اور بعض نئے اصنافِ سخن کی ابتدا ہوئی، وہ اصنافِ سخن مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ شعر العقیدۃ (دینی و اخلاقی شعر)

۲۔ جہاد

۳۔ مرثیہ

۴۔ مدح

۵۔ فخر

۶۔ ہجو

۷۔ غزل

۸۔ سیاسی اشعار

ان میں سے اکثر اصنافِ شعر کی تعریف عہدِ جاہلی کے اصنافِ سخن کے موضوع کے تحت گزر چکی ہے۔

اسلام سے پہلے عربوں کی اجتماعیت کا دار و مدار عصبیت پر تھا، یہ عصبیت قبائلی تھی اور اس عصبیت کی وجہ سے قوم عرب آپس میں بٹی ہوئی تھی، لوگ صرف اپنے ہی قبیلے والوں کے لیے متعصب ہوتے تھے۔

اسلام نے عصبیت پر پابندی عائد کر دی اور قبائلی رابطے کو کمزور کر دیا، جس کو دورِ جاہلی میں انسانیت کی انتہا تصور کیا جاتا تھا۔

لیکن اسلام میں حسب و نسب کا احترام باقی رہا، لیکن نسب کے ذریعے تعصب کی اجازت نہیں

تھی، بلکہ ایک امت کے قیام کی تمہید کے طور پر اور ایک نئے رابطے تک پہنچنے کے ایک اقدام کے طور پر، جو رابطہ تھا، وہ صرف دینی بنیادوں پر تھا۔

شوقی ضیف نے لکھا ہے:

”جب اسلام آیا تو قبیلے کی حیثیت کمزور ہونے لگی اور امت کی سوچ اس کی جگہ لینے لگی، ایسی امت جس میں قبیلہ اور کسی بھی چیز کی حکمرانی پر الہی حکمرانی کو غلبہ حاصل ہو جائے، یہیں سے دینی رابطہ لوگوں کے درمیان اتحاد اور یگانہ پیداکرنے لگا، نہ کہ قبائلی رابطہ“۔
(العصر الاسلامی، ص ۱۹)

بعض مستشرقین نے بھی اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے، مثلاً فلوہوزن لکھتا ہے:

”جب خونی رشتہ داری لوگوں کے درمیان اتحاد و یگانہ پیداکرنے والا ذریعہ بننے میں ناکام ہو گئی تو نبی ﷺ نے اس کی جگہ عقیدے کو رابطہ بنایا“۔

(تاریخ الدولة العربیة ص ۶، بحوالہ: شعراء صدر الاسلام وتمثلهم للقيم الاجتماعية، از: وفاء فہمی سندونی ص ۶۲)
امت اور قبیلے کے درمیان فرق یہ ہے کہ امت کی بنیاد دین پر رہتی ہے، جب کہ قبیلے کی بنیاد رشتہ داری پر ہے، امت یعنی جماعت: ”ومن ذریتنا أمة مسلمة“۔

امت مسلمہ کا ہر رکن اور ہر ممبر امت کے ساتھ مضبوطی سے مربوط رہتا ہے، ہر ایک کے ساتھ برادرانہ روابط اور تعلقات رہتے ہیں، اور ہر کوئی امت کے عام ڈھانچے، اس کے قوانین اور قدروں کی حفاظت کی کوشش کرتا ہے۔

امت مسلمہ میں انسانی سلوک و معاملات کی بنیاد تقویٰ اور خشیت الہی ہے، تقویٰ ہی اسلامی معاشرے میں ایک کو دوسرے پر فضیلت کا دار و مدار ہے: ”ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم“ تم میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ باعزت وہ ہے جس میں سب سے زیادہ تقویٰ ہو۔ (حجرات ۱۳)

اب یہاں سے عہد نبوی کی شاعری کے اصناف کو جدا جدا مثالوں کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے، سب سے پہلے ان اشعار کا تذکرہ کیا جا رہا ہے جو امت کے نظریہ اور اس کی بنیاد یعنی عقائد اسلامیہ، اسلامی قدروں اور تقویٰ و خشیت الہی وغیرہ تعلیمات اسلامی پر ہیں۔

۱- دینی و اخلاقی شعر

۱- عقیدہ اسلامی یعنی ایمان باللہ سے متعلق اشعار:

مسلمان کے عقیدے میں اور امت مسلمہ میں فرد یا انسان کی تشکیل میں ایمان باللہ کی سب سے زیادہ اہمیت ہے، اس کی بنیاد اللہ کو ایک ماننا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا ہے، یہ نفسیاتی اور عقلی دونوں اعتبار سے فرماں برداری ہے، یہ عقیدہ حکیم بن امیہ کے ان اشعار میں واضح ہے:

هَلْ قَائِلٌ قَوْلًا هُوَ الْحَقُّ قَاعِدٌ عَلَيْهِ وَهَلْ غَضَبَانُ لِلرُّشْدِ سَامِعٌ
وَهَلْ سَيِّدٌ تَرْجُو الْعِشِيرَةَ نَفْعُهُ أَقْصَى الْمَوَالِي وَالْأَقَارِبُ جَامِعٌ
تَبَرَأْتُ إِلَّا وَجْهَ مَنْ يَمْلِكُ الصَّبَا وَأَهْجُرْكُمْ مَا دَامَ مُذِلٌّ وَنَازِعٌ
وَأُسْلِمُ وَجْهِي لِلْإِلَهِ وَ مَنْطِقِي وَلَوْ رَاعَنِي مِنَ الصَّدِيقِ رَوَائِعُ
(کیا کوئی استقامت کے ساتھ جم کر حق بات کہنے والا ہے؟ اور کیا کوئی غصہ و را جھبی بات کو سننے والا ہے۔

کیا کوئی ایسا جامع الصفات سردار ہے جس کے نفع کی امید پورے خاندان کو ہو، دور اور قریبی تمام رشتے داروں کو۔ میں نے تمام معبودان باطل سے براءت کر لی، اور صرف اس کی طرف متوجہ ہو گیا جو یاد صبا کا مالک ہے، اور میں نے تم کو اس وقت تک چھوڑ دیا جب تک تم میں بدگوئی، غیبت اور جھگڑا کرنے والے رہیں گے۔

اور میں اپنے آپ کو اور اپنی زبان کو اللہ کا فرماں بردار بناتا ہوں، اگرچہ کہ کسی بھی دوست کے بلند کارنامے مجھے پسند آجائیں (سیرۃ ابن ہشام/۱/۳۰۸)

فَوَاعِبًا كَيْفَ يَعِصِي الْإِلَهِ أَمْ كَيْفَ يَجْحَدُهُ جَا حِدٌ
وَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَهُ آيَةٌ تَذِلُّ عَلَى أَنَّهُ وَاحِدٌ
(کیا ہی تعجب کی بات ہے: کیسے کوئی اپنے معبود کی نافرمانی کرتا ہے اور کوئی کافر اس کے ساتھ کفر کرتا ہے، حالاں کہ ہر چیز میں اللہ کی نشانی موجود ہے، جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ ایک ہے)

یہ اشعار لبید بن ربیعہ کے ہیں، وہ ان اشعار میں تعجب کر رہے ہیں کہ کوئی انسان اللہ کی نافرمانی کیسے کر سکتا ہے، جب کہ ہر چیز میں اس کی وحدانیت جھلکتی ہے۔ (دیوان لبید ص ۳۶۳)

لبید کے ہی اشعار ہیں:

أَحْمَدُ اللَّهِ فَلَا نِدْلَ لَهُ بِيَدِيهِ الْخَيْرُ مَا شَاءَ فَعَلَ
(میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں، اس کا کوئی ہمسر نہیں، اور اسی کے ہاتھوں میں خیر ہے، وہ جو چاہے کرتا ہے)

(سیرۃ ابن ہشام/۲/۱۸۰، دیوان لبید ص ۱۷۴)

شاعر نے اس شعر میں اللہ پر ایمان اور توحید کو قدرت الہی کے ساتھ مربوط کیا ہے۔
 ابوقیس صرمہ کے اشعار میں توحید مسلمات اور بدیہی امور میں سے ہے، مندرجہ ذیل اشعار میں ان کے ایمان کی گہرائی جھلکتی ہے اور اس بات کا اقرار ہے کہ اللہ کے علاوہ آدمی کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں:
 وَنَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ لَا شَيْءَ غَيْرُهُ وَنَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ أَفْضَلُ هَادِيَا
 فَوَاللَّهِ مَا يَذَرِي الْفِتْنَى كَيْفَ يَتَّقِي إِذَا هُوَ لَمْ يَجْعَلْ لَهُ اللَّهَ وَاقِيَا
 (ہم اس بات سے واقف ہیں کہ اللہ کے سوا کسی چیز کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اور ہم جانتے ہیں کہ اللہ سب سے بہترین رہنما اور ہادی ہے۔)

اللہ کی قسم! نوجوان اس بات کو نہیں جانتا ہے کہ وہ کیسے محفوظ رہے، جب کہ وہ اللہ کو اپنا محافظ نہ بنائے)

(سیرت ابن ہشام ۲/۱۵۹، الاستیعاب فی معرفۃ الصحاب ۲/۱۹۳)

أصید بن سلمہ سلمی نے توحید، اللہ کی قدرت کے ادراک اور اس کی بلندی و رفعت کو مندرجہ ذیل اشعار میں بیان کیا ہے:

إِنَّ الَّذِي سَمَكَ السَّمَاءَ بِقُدْرَةٍ حَتَّى عَلَا فِي مُلْكِهِ فَتَوَحَّدا
 بَعَثَ الَّذِي لَا مِثْلَهُ فِيمَا مَضَى يَدْعُو لِرَحْمَتِهِ النَّبِيُّ مُحَمَّدًا
 (جس ذات نے آسمان کو اپنی قدرت سے بلند کیا ہے، یہاں تک کہ وہ اپنی بادشاہت میں بلند ہو گیا اور تن تنہا بن گیا۔
 اسی ذات نے ہمارے نبی محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا، جس کی کوئی مثال تاریخ میں نہیں ملتی، جو اللہ کی رحمت کی طرف بلاتا ہے)
 (أسد الغالبہ ۱/۱۲۸)

بحیر بن ابوسلمہ نے اپنے آپ کو اللہ کے حوالہ کرنے، بتوں کو اپنی زندگی سے اتار پھینکنے اور دل کی صفائی کی تعبیر مندرجہ ذیل اشعار میں کی ہے، یہ اشعار اس وقت بحیر نے کہے تھے جب انھوں نے اپنے بھائی کعب کو اسلام کی دعوت دی تھی اور اپنے آباء و اجداد زہیر اور ابوسلمی کے دین کو چھوڑنے کی ترغیب دی تھی، ان کے اشعار ملاحظہ ہوں:

إِلَى اللَّهِ لَا الْعُزَى وَلَا اللَّاتُ وَحْدَهُ فَتَنْجُو إِذَا كَانَ النَّجَاءُ وَتَسْلَمُ
 لَدَى يَوْمٍ لَا يَنْجُو وَكَيْسَ بِمُفْلِتٍ مِنَ النَّارِ إِلَّا طَاهِرُ الْقَلْبِ مُسْلِمُ
 فَدَيْنُ زُهَيْرٍ وَهُوَ لَا شَيْءَ دِينُهُ وَدَيْنُ أَبُو سَلَمَى عَلَى مُحَرَّمُ
 (میں تن تنہا اللہ کی ذات کی طرف تم کو بلاتا ہوں، نہ کہ لات اور عزی کی طرف، اسی صورت میں تمہیں نجات ملے گی اور تم محفوظ رہو گے، اس دن جب نجات کا دن ہوگا۔
 اس دن آگ سے وہی شخص محفوظ رہے گا اور بچ جائے گا جس کا دل صاف ہوگا اور جو اسلام کی دولت سے مالا مال ہوگا۔
 زہیر ابن ابوسلمی کا دین کچھ بھی نہیں ہے، اور ابوسلمی کا دین مجھ پر حرام ہے)

(أسد الغالبہ ۱/۱۹۹، الاستیعاب ۱/۱۷۵، زاد المعاد ۲/۲۵۰-۲۵۱)

اسلام کے تئیں اپنے بلند اور عمیق جذبات کا اظہار لبید نے ان اشعار میں کیا ہے، یہ اشعار قرودہ بن نفاذ سلولی کی طرف بھی منسوب ہیں:

بَانَ الشَّبَابُ فَلَمْ أَحْفَلْ بِهِ بِأَلٍ وَأَقْبَلَ الشَّيْبُ وَالْإِسْلَامُ شَيْبًا
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ إِذْ لَمْ يَأْتِنِي أَجَلِي حَتَّى لَبِسْتُ مِنَ الْإِسْلَامِ سِرْبَالِي
(جوانی آئی تو میں نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی، پھر بڑھاپا اور اسلام ایک ساتھ آئے۔
اس پر اللہ ہی کی تعریف ہے کہ اسلام قبول کرنے سے پہلے مجھے موت نہیں آئی)

(مجمع الشعراء ص ۲۲۳، دوسرا شعر دیوان لبید میں ہے: ص ۲۵۸)

خنافر بن توام نے اسلام کے تئیں اپنے موقف کا اظہار ان اشعار میں کیا ہے، جب انھوں نے یمن میں معاذ بن جبل کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا اور انھی کے ہاتھوں پر بیعت کی تھی:

فَأَصْبَحْتُ وَالْإِسْلَامُ حَشْوَ جَوَانِحِي وَجَانِبْتُ مَنْ أُمْسَى عَنِ الْحَقِّ نَائِرًا
(میں نے اس حال میں صبح کی کہ اسلام میرے دل میں جا گزریں ہو گیا تھا اور میں نے حق سے نفرت کرنے والے سے دوری اختیار کی)

(أُمَامِي الْقَالِي ج ۱ ص ۱۳۳)

لوگ صرف جذبات سے مغلوب ہو کر اسلام میں داخل نہیں ہو رہے تھے، بلکہ منطقی بحث اور غور و خوض کے بعد ہی عقلی اطمینان کے بعد نئے دین میں داخل ہو رہے تھے، اس کی دلیل ہمیں خزاعی بن عبد نھم کے مندرجہ ذیل اشعار میں ملتی ہے:

ذَهَبْتُ إِلَى نَهْمٍ لَأَذْبَحَهُ عِنْدَهُ عَنِيْرَةَ نُسْكٍ كَالَّذِي كُنْتُ أَفْعُلُ
فَقُلْتُ لِنَفْسِي حِينَ رَاجَعْتُ حَزْمَهَا أَهَذَا إِلَهٌ؟ أَبْكُمْ لَيْسَ يَعْقِلُ
أَبَيْتُ فِدَيْنِي الْيَوْمَ دِينَ مُحَمَّدٍ إِلَهُ السَّمَاءِ وَالْمَاجِدِ الْمُتَقَضِّلِ
(میں نہم نامی بت کے پاس گیا، تاکہ اس کے نام پر بکری (عمیرۃ) قربان کروں، جس طرح میں زمانہ جاہلیت میں پہلے بھی قربانی کے لیے جایا کرتا تھا۔

جب میں نے غور کیا تو میں نے اپنے دل سے کہا: کیا یہ معبود ہے؟ گوؤگا، کچھ بولتا نہیں، اور اس میں عقل بھی نہیں ہے۔
میں نے نہم کا انکار کیا، چنانچہ آج میرا دین محمد کا دین ہے، اور میرا معبود آسمانوں کا معبود ہے جو بزرگ و برتر اور احسان کرنے والا ہے) (الاصابة ۱/۲۲۳)

قبیلہ مزینہ کا ایک بت ”نھم“ نامی تھا۔

عمیرۃ: وہ بکری جس کو وہ رجب میں اپنے معبودوں کے نام پر ذبح کرتے تھے۔

جب رسول اللہ طائف والوں کے ساتھ جنگ کرنے ان کے علاقوں میں گئے تو شداد بن عارض نے اہل طائف کو مخاطب کرتے ہوئے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

لَا تَنْصُرُوا اللَّاتَ وَاللَّاتِ اللَّهُ مُهْلِكُهَا وَكَيْفَ يُنْصَرُ مَنْ هُوَ لَيْسَ يَنْتَصِرُ؟
 إِنَّ الَّتِي حَرَّقَتْ بِالنَّارِ فَاشْتَعَلَتْ وَلَمْ نُقَاتِلْ لَدَى أَحْجَارِهَا هَدْرُ
 (لات کی مدد مت کرو، اللہ اس کو برباد کرنے والا ہے، اس کی مدد کس طرح کی جاسکتی ہے، جس میں مدد قبول کرنے کی صلاحیت ہی
 نہیں ہے۔

جس کو آگ سے جلادیا گیا تو آگ بھڑک اٹھی، اور ہم نے لات کے پتھروں کے پاس بیکار جنگ نہیں کی)

(کتاب الأضنام ص ۱۱، الاصابہ ۲/۱۱۹، سیرۃ ابن ہشام ۲/۱۲۴)

طفیل بن عمرو دوسی نے بت پرستی ترک کرنے کا دوسرا منطقی سبب بیان کیا ہے، ذوالکفین کو
 مخاطب کرتے ہوئے انھوں نے کہا، ذوالکفین ایک بت کا نام ہے:

يَا ذَا الْكُفَيْنِ لَسْتُ مِنْ عِبَادِكَ مِيلًا ذُنَا أَقْدَمُ مِنْ مِيلَادِكَ
 (اے ذوالکفین! میں تمہارے پجاریوں میں سے نہیں ہوں، ہماری پیدائش تمہاری پیدائش سے پہلے کی ہے)

(سیرۃ ابن ہشام ۲/۲۵، الاستیعاب ۲/۲۲۵)

قیس بن شبہ سلمیٰ کو رسول اللہ ﷺ بنی سلیم کے عالم کہا کرتے تھے، انھوں نے مکمل رضامندی
 اور خوش نودی کے ساتھ اپنے اسلام قبول کرنے کو اشعار کے قالب میں بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں:

تَابَعْتُ دِينَ مُحَمَّدٍ وَرَضِيْتُهُ كُلَّ الرِّضَا لَأَمَانَتِي وَلَدِينِي
 ذَاكَ أَمْرٌ نَارَ غَتُهُ قَوْلُ الْعِدَا وَعَقَّدْتُ فِيهِ يَمِينَهُ بِيَمِينِي
 قَدْ كُنْتُ آمُلُهُ وَأَنْظُرُ دَهْرَهُ فَاللَّهُ قَدَّرَ أَنَّهُ يَهْدِيَنِي
 أَعْبَى ابْنِ آمِنَةَ الْأَمِينِ وَمَنْ بِهِ أَرْجُو السَّلَامَةَ مِنْ عَذَابِ الْهُونِ
 (میں نے محمد کے دین کی اتباع کی اور میں اپنی امانت اور اپنے دین پر پوری طرح راضی ہو گیا۔
 وہ ایسے آدمی ہیں جن کی خاطر میں نے دشمنوں سے بحث کی، اور میں نے اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دیا۔
 میں ان کی امید میں بیٹھا ہوا تھا اور مجھے ان کے زمانے کا انتظار تھا، چنانچہ اللہ نے مقدر کیا کہ آپ ﷺ مجھے ہدایت کی راہ دکھائیں۔
 میری مراد آمنہ کے فرزند امین سے ہے، جس سے مجھے بدترین ذلت والے عذاب سے سلامتی کی امید ہے)

(الاصابہ ۳/۲۵۰)

اسی طرح جلندی نے اسلام قبول کرتے وقت اشعار کہے ہیں:

أَتَانِي عَمْرُو بِالَّتِي لَيْسَ بَعْدَهَا مِنْ الْحَقِّ شَيْءٌ وَالنَّصِيحُ نَصِيحُ
 فَقُلْتُ لَهُ مَا زِدْتَ أَنْ جِئْتَ بِالَّتِي جُلُنْدَى عُمَانَ فِي عُمَانَ يَصِيحُ
 فَيَا عَمْرُ: قَدْ أَسْلَمْتُ لِلَّهِ جَهْرَةً يُنَادِي بِهَا فِي الْوَادِيَيْنِ فَصِيحُ
 (میرے پاس عمرو ابن عاص وہ چیز لے کر آئے جو حق ہے اور اس کے علاوہ کچھ بھی حق نہیں ہے، اور نصیحت کرنے

والا خیر خواہ ہے۔ میں نے ان سے کہا: تم تو وہی بات لے آئے ہو جس کو جلندی شاہِ عمان، عمان میں چیخ کر بتایا کرتا تھا۔ عمرو! میں علی الاعلان صرف اللہ کی خاطر اپنے اسلام کا اعلان کرتا ہوں، جس کی ندامتینہ میں فصیح (محمد) لگا رہے ہیں (الاصابہ ۱/۲۶۳)

صدر اسلام کے شعراء نے حمد و ثنا کے اشعار کہے ہیں:

الْحَمْدُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ ذِي الْمَنَنِ الْوَاهِبِ الرِّزْقِ دِيَانَ الدِّينِ
هُوَ الَّذِي أَنْقَذَنِي مِنْ قَبْلِ أَنْ أَكُونَ فِي ظُلْمَةٍ قَبْرِ مُرْتَهَنٍ
(تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو بلند و بالا، احسان فرمانے والا، عطا کرنے والا، رزق دینے والا اور دین کی طرف رہنمائی کرنے والا ہے۔ اس ذات نے مجھے قبر کی تاریکی میں جانے سے پہلے ہی بچا لیا)

(سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۹۶، البدایہ والنہایہ ۲/۳۴۲)

اس ضمن کے اشعار انشاء اللہ شعراء کے تذکرے میں کثرت سے آئیں گے، یہاں ان ہی چند نمونوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

۲۔ ایمان بالرسل سے متعلق چند اشعار:

انس بن زبیم دیلمی کا خون حضور اکرم ﷺ نے بدر یعنی حلال کر دیا تھا، لیکن جب وہ مسلمان ہوئے تو آپ نے ان کو معاف کر دیا، اسلام لے آتے وقت انھوں نے چند اشعار کہے، جس میں انھوں نے مخلوق کی رہنمائی کرنے میں رسول اللہ ﷺ کے موقف کا تذکرہ کیا ہے، وہ کہتے ہیں:

وَأَنْتَ الْفَتَى تَهْدِي مَعْدًا لِدِينِهَا بَلِ اللَّهُ يَهْدِيهَا وَقَالَ لَكَ الشَّهِيدُ
(آپ ایسے جوان ہیں جو قبیلہ معد کی ان کے دین کی طرف رہنمائی کرتے ہیں، بلکہ اللہ ان کی رہنمائی کرتا ہے، آپ سے اللہ نے فرمایا کہ آپ گواہ ہیں)

(أسد الغابۃ ۱/۱۱۶، سیرۃ ابن ہشام ۴/۶۶)

أُصَيْدُ بْنُ سَلَمَةَ سَلَمِيّ نے حضور اکرم ﷺ کے نبی مبعوث ہونے کو اپنے اشعار میں بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں:

إِنَّ الَّذِي سَمَكَ السَّمَاءَ بِقُدْرَةٍ حَتَّى عَلَا فِي مُلْكِهِ فَتَوَحَّدا
بَعَثَ الَّذِي لَمْ يَمِثْلُهُ فِيمَا مَضَى يَدْعُو لِرَحْمَتِهِ النَّبِيُّ مُحَمَّدًا
(جس ذات نے آسمان کو اپنی قدرت سے بلند کیا ہے، یہاں تک کہ وہ اپنی بادشاہت میں بلند ہو گیا اور تنہا رہ گیا۔ اسی ذات نے ہمارے نبی محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا، جس کی کوئی مثال تاریخ میں نہیں ملتی، جو اللہ کی رحمت کی طرف بلاتا ہے)

(أسد الغابۃ ۱/۱۲۸)

رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری یعنی اپنی قوم اور انسانیت کو ڈرانے کی ذمہ داری کو ابن الزبیری نے

اپنے اشعار میں بیان کیا ہے:

أَمِنَ اللَّحْمُ وَالْعِظَامُ لِرَبِّي ثُمَّ قَلْبِي الشَّهِيدُ أَنْتَ النَّذِيرُ
(میرا گوشت اور میری ہڈیاں سب اپنے رب پر ایمان لے آئیں، پھر میرے دل نے گواہی دی کہ آپ ڈرانے والے بنا کر بھیجے گئے ہیں)
(سیرۃ ابن ہشام ۴/۶۱، طبری ۳/۶۴)

ان ہی خطوط پر کعب بن مالک کے اشعار ملاحظہ ہوں:
وَكَاَنَّ بَشِيرًا لَّنَا مُنْذِرًا وَنُورًا لَّنَا ضَوْوُهُ قَدْ أَضَا
(وہ ہمارے لیے خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے، اور ہمارے لیے ایسا نور تھے جس کی روشنی پھیل گئی ہو)
(دیوان کعب بن مالک ص ۱۷۳)

حضرت حسان کا بھی ایک شعر ملاحظہ ہو:
وَأَنْذَرْنَا نَارًا وَبَشَّرَ جَنَّةً وَعَلَّمَنَا الْإِسْلَامَ فَاللَّهُ نَحْمَدُ
(اور آپ نے ہمیں آگ سے ڈرایا، اور جنت کی بشارت دی اور ہم کو اسلام سکھایا، چنانچہ ہم اللہ ہی کی تعریف کرتے ہیں)
(دیوان حسان ص ۷۸-۷۹)
اسی طرح قرآن کریم سے متعلق صدر اسلام کے شعراء کے اشعار پائے جاتے ہیں، جن کا تذکرہ شعراء کے تذکرے میں کثرت کے ساتھ آئے گا۔

ایمان، عقیدہ، توحید، اور اخلاقی پہلو سے متعلق اشعار کے ساتھ اخوت و بھائی چارگی اور اجتماعیت اور وحدانیت سے متعلق بھی کثرت سے اشعار صدر اسلام میں پائے جاتے ہیں، اسلام کے آنے کے بعد قبائلی تعصب ختم ہو کر ایک ہی امت کا تصور ابھرا، اور ایک نیا ڈھانچہ وجود میں آیا، جس نے امت مسلمہ کی شکل دھار لیا، شعراء نے اس امت کی صفات اور خصوصیات فطرت، حق اور تقویٰ وغیرہ کی تعبیر کرنے میں غفلت نہیں برتی ہے، جس کے نتیجے میں قدیم روابط ختم ہو گئے اور مسلمانوں کے دلوں میں بعض دینی افکار مثلاً اللہ کے راستے میں شہادت کا جذبہ اور اعلاء کلمۃ الحق کا ولولہ پیوست ہو گیا، جس کے اثرات بڑے پیمانے پر اس عہد کی شاعری پر بھی پڑے، جس کے بعض نمونے ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں، ان کے علاوہ بہت سی مثالیں شعراء کے تذکرے میں آئیں گی:

دین اسلام دین فطرت ہے، کعب بن مالک نے عمرو بن عاص (ان کے اسلام سے پہلے کا واقعہ ہے) اور ضرار بن خطاب کے اشعار کا جواب دیتے ہوئے چند اشعار کہے جس میں جنگ بدر کے آثار اور کارناموں کو بیان کیا ہے اور وضاحت کی ہے کہ ہماری امت یا ہمارا دین فطری ہے، ایک شعر ملاحظہ ہو:
إِنْ تَقْتُلُونَا فِدَيْنُ الْحَقِّ فِطْرَتُنَا وَالْقَتْلُ فِي الْحَقِّ عِنْدَ اللَّهِ تَفْصِيلُ
(اگر تم لوگ ہمیں قتل کرو گے تو دین حق ہماری فطرت ہے اور حق کے راستے میں شہید ہونا اللہ کے نزدیک بڑا مقام اور مرتبہ رکھتا ہے)
(سیرۃ ابن ہشام ۳/۱۵۵، دیوان کعب بن مالک ص ۲۵۵)

عمیر بن ضابطی یشکری نے جنگ یمامہ کے موقع پر کہا تھا:
 إِنَّ تَكُنْ مَيِّتِي عَلَى فِطْرَةِ اللَّهِ ۖ حَنِيفًا فَإِنِّي لَا أُبَالِي
 (اگر میری موت اللہ کی فطرت پر دینِ حنیفی کے مطابق ہو تو مجھے کوئی پروا نہیں کہ میں قتل کیا جاؤں) (الاصابہ ۳/۱۲۱)
 کعب بن مالک نے جنگِ خندق کے موقع پر اسلام اور کفر کی کشمکش کی تصویر کشی کی ہے اور بتایا
 ہے کہ اللہ کی مدد اور حفاظت سے مومنین اس کشمکش سے چھٹکارا حاصل کریں گے، اور بیان کیا ہے کہ
 یہی دینِ حق ہے، وہ کہتے ہیں:

وَذَلِكَ حِفْظُ اللَّهِ فِينَا وَفَضْلُهُ عَلَيْنَا وَمَنْ لَّمْ يَحْفَظِ اللَّهُ صَانِعُ
 هَذَا لِدِينِ الْحَقِّ وَاخْتَارَهُ لَنَا ۖ وَاللَّهُ فَوْقَ الصَّانِعِينَ صَانِعُ
 (اللہ کی حفاظت ہم پر سایہ فگن ہے، اور ہم پر اس کا فضل و احسان ہے، اللہ جس کی حفاظت نہیں کرتا وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔
 اللہ نے دینِ حق کی طرف ہماری رہنمائی کی اور دینِ حق کو ہمارے لیے منتخب کیا، اور اللہ کی کارگیریاں تمام کاریگروں سے بڑھ کر ہیں)
 (سیرۃ ابن ہشام ۴/۶۳)

اس ضمن میں حضرت حسان بن ثابت کے اشعار ملاحظہ ہوں:
 وَجَبْرَيْلُ رَسُولُ اللَّهِ فِينَا ۖ وَرُوحُ الْقُدُسِ لَيْسَ لَهُ كِفَاءُ
 وَقَالَ اللَّهُ قَدْ أَرْسَلْتُ عَبْدًا يَقُولُ الْحَقَّ إِنَّ نَفْعَ الْبَلَاءِ
 (اور اللہ کے پیامبر جبرئیل علیہ السلام ہم میں ہیں، اور روح القدس (جبرئیل) کا کوئی ہم سر نہیں۔
 اور اللہ نے فرمایا: میں نے ایک ایسے بندے کو مبعوث کیا ہے جو حق کہتا ہے) (سیرۃ ابن ہشام ۴/۶۳)
 عباس بن مرداس نے رسول اللہ ﷺ کی مدح سرائی کے وقت اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ وہ حق
 دے کر بھیجے گئے ہیں اور جس طریقے کی طرف آپ رہنمائی کرتے ہیں وہ ہدایت اور حق کا راستہ ہے:
 يَا خَاتَمَ النَّبَاءِ إِنَّكَ مُرْسَلٌ بِالْحَقِّ كُلُّ هُدًى السَّبِيلِ هَذَا كَمَا
 (اے خاتم النبیین! آپ حق دے کر رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں، اور جس راستے کی طرف آپ رہنمائی کرتے ہیں وہ ہدایت کا
 راستہ ہے) (سیرۃ ابن ہشام ۴/۱۰۳)

ڈاکٹر فہمی سندیونی نے اپنی کتاب ”شعراء صدر الاسلام وتمثلهم للقيم الاجتماعية“
 میں عہد نبوی کے موضوعات شاعری پر سیر حاصل بحث کی ہے، ان میں سے بعض موضوعات یہ ہیں:
 نظریہ امت اور امت اسلامیہ کا تصور، عدل و انصاف، قانون کی سیادت، اجتماعیت، جہاد وغیرہ۔

۳۔ اسلام میں داخل ہونے سے متعلق اشعار:

یہ اصنافِ شعر میں نئی صنف ہے، جب اسلام کا بول بالا ہونے لگا اور لوگ جوق در جوق اسلام میں
 داخل ہونے لگے تو جاہلیت سے اسلام میں منتقلی کا اظہار شعراء اپنے اشعار میں کرنے لگے، اس صنف

شاعری کا تعلق اسلام قبول کرنے سے ہے، اس کا تعلق نہ جاہلی دور سے ہے اور عہد نبوی کے بعد کسی دور سے یہ خالص عہد نبوی کی شاعری ہے۔

قیس بن شبیبہ نے اپنے دخول اسلام کا تذکرہ ان اشعار میں کیا ہے:

تَابَعْتُ دِينَ مُحَمَّدٍ وَرَضِيْتُهُ كُلَّ الرِّضَا لِمَانَتِي وَلِدِينِي
قَدْ كُنْتُ أَمْلُهُ أَنْظُرُ دَهْرَهُ فَاللَّهُ قَدَّرَ أَنَّهُ يَهْدِيَنِي

(میں نے محمد کے دین کی اتباع کی اور میں اپنی امانت اور اپنے دین پر پوری طرح راضی ہو گیا۔
میں ان کی امید میں بیٹھا ہوا تھا اور مجھ ان کے زمانے کا انتظار تھا، چنانچہ اللہ نے مقدر کیا کہ آپ ﷺ مجھے ہدایت کی راہ دکھائیں)
(شعر الدعوة ص ۵۰)

عمان کے حاکم جلندی کے اشعار ملاحظہ ہوں:

أَتَانِي عَمْرُوٌ بِالتِّي لَيْسَ بَعْدَهَا
فَقُلْتُ لَهُ مَا زِدْتُ أَنْ جِئْتُ بِالتِّي
فِيَا عَمْرُو! قَدْ أَسْلَمْتُ لِلَّهِ جَهْرَةً
يُنَادِي بِهَا فِي الْوَادِيَيْنِ فَصِيحُ

(میرے پاس عمرو بن عاص وہ چیز لے کر آئے جو حق ہے اور اس کے علاوہ کچھ بھی حق نہیں ہے، اور نصیحت کرنے والا
خیر خواہ ہے۔ میں نے ان سے کہا: تم تو وہی بات لے آئے ہو جس کو جلندی شاہ عمان، عمان میں چیخ چیخ کر بتایا کرتا
تھا۔ عمرو! میں علی الاعلان صرف اللہ کی خاطر اپنے اسلام کا اعلان کرتا ہوں، جس کی ندامتینہ میں فصیح (محمد) لگا رہے ہیں)
(شعر الدعوة ص ۵۱)

یہ دو نمونے ان لوگوں کے ہیں جو اسلام لانے سے پہلے ہی ایمان سے واقف تھے اور توحید کی
چاشنی سے متعارف تھے، جب اسلام کی آمد ہوئی تو ان کے دل کی خواہش برآئی اور وہ پہلے لمحے ہی میں
دارۃ اسلام میں داخل ہو گئے، اس قسم کے شعراء بہت ہی کم تھے۔

دوسرا گروہ ان شعراء کا تھا جو بت پرستی کی گندگیوں سے نکل کر دین اسلام میں داخل ہوئے
تھے، اور تاریکیوں سے نکل کر توحید کی روشنی میں داخل ہوئے تھے، جب انھوں نے اسلام کی شفافیت کو
دیکھا اور دین کی حقیقت سے واقف ہو گئے تو ایمان کو گلے سے لگایا، ان میں سے بعض نمونے پیش ہیں:

لبید بن ربیعہ کے اشعار ملاحظہ ہوں:

بَانَ الشَّبَابُ فَلَمْ أَحْفَلْ بِهِ بَالًا وَأَقْبَلَ الشَّيْبُ وَالْإِسْلَامُ أَقْبَالَ
الْحَمْدُ لِلَّهِ إِذْ لَمْ يَأْتِنِي أَجَلِي حَتَّى اكْتَسَبْتُ مِنَ الْإِسْلَامِ سِرْبَالًا

(جوانی آئی تو میں نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی، پھر بڑھاپا اور اسلام ایک ساتھ آئے۔
اس پر اللہ ہی کی تعریف ہے کہ اسلام قبول کرنے سے پہلے مجھے موت نہیں آئی) (شعر الدعوة ص ۵۳-۵۴)
ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب پہلے حضور اکرم ﷺ کی ہجو میں اشعار کہا کرتے تھے اور

اسلام کے سخت ترین دشمن تھے، مشرکین مکہ کے مشہور شعراء میں ان کا شمار ہوتا تھا اور بڑے پایے کے شاعر مانے جاتے تھے، جب اسلام کی روشنی ان کے دل میں گھر کر گئی تو انھوں نے اسلام قبول کرنے اور قدیم دین سے بیزاری کو اشعار میں یوں ڈھالا ہے: (الشعر الاسلامی فی صدر الاسلام ص ۱۶۷)

لَعَمْرُكَ إِنِّي يَوْمَ أَحْمِلُ رَأْيَةً لَتَغْلِبَ خَيْلُ اللَّاتِ خَيْلَ مُحَمَّدٍ
لَكَالْمُدْلَجِ الْخَيْرَانِ أَظْلَمَ لَيْلُهُ فَهَذَا أَوَانِي حِينَ أُهْدَى أَهْتَدِي
(تیری زندگی کی قسم! میں اس دن جس دن علم اٹھائے اس بات کے لیے کوشاں تھا کہ لات کا لشکر محمد کے لشکر پر غالب آجائے
اس وقت میری حالت تاریک رات میں حیراں و سرگرداں چلنے والے شخص کی طرح تھی، اور اب میں اس حال میں
ہوں کہ جب میری ہدایت کی طرف رہنمائی کی جاتی ہے تو میں ہدایت کو قبول کرتا ہوں)

عبداللہ بن زبیری نے جذبات سے معمور تین قصیدوں میں اپنے اسلام لانے کی تصویر کشی کی ہے، ان کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

إِذْ كُنَّ بَيْنَ الْجِلْدِ وَالْعَظْمِ سَرَتْ الْهُمُومُ بِمَنْزِلِ السَّهْمِ
إِذْ كُنْتُ فِي فِتْنٍ مِنَ الْإِثْمِ نَدِمًا عَلَى مَا كَانَ مِنْ زَلِيلٍ
مُسْتَوْرِدًا لِشَرَائِعِ الظُّلْمِ خَيْرَانِ يَعْمَهُ فِي ضَلَالَتِهِ
عَظْمِي وَأَمِنْ بَعْدَهُ لَحْمِي فَالْيَوْمَ آمَنَ بَعْدَ قَسْوَتِهِ
مِنْ سُنَّةِ الْبُرْهَانِ وَالْحَكْمِ بِمُحَمَّدٍ وَبِمَا يَجِيءُ بِهِ
(م تم تیروں کی طرح تکلیف دے رہے ہیں، حالاں کہ وہ ہڈیوں اور گوشت کے اندر دل میں ہیں۔
پرانی غلطیوں اور ٹھوکروں پر افسوس کی وجہ سے، جب کہ میں گناہوں کے دلدل میں پھنسا ہوا تھا۔
حیران و پریشان تھا، جب میں گمراہیوں میں پڑ کر اندھا ہو گیا تھا اور ظلم و زیادتی کے طریقے پر عمل پیرا تھا۔
آج اپنی سختی اور قساوت کے بعد میری ہڈیوں نے ایمان قبول کر لیا پھر گوشت نے بھی ایمان قبول کیا۔
محمد ﷺ پر اور آپ کی لائی ہوئی تمام باتوں پر، جو دلائل اور حکمتوں پر مشتمل ہے)

ان کے تمام اشعار میں جذبات کی حرارت اور گناہوں پر ندامت اور احساس کی گہرائی پائی جاتی ہے۔ بہت سے وہ شعراء تھے جنھوں نے پہلے اسلام قبول کیا، پھر فتنہ ارتداد کے شکار ہو گئے، لیکن تھوڑی ہی مدت بعد ان کو اپنی بیوقوفی اور نادانی کا علم ہوا اور اپنی کارکردگی پر ندامت اور افسوس ہوا، تو انھوں نے دوبارہ اسلام قبول کیا، اس کو انھوں نے اپنے اشعار میں گایا ہے، اس ضمن میں جندب بن سلمیٰ کے اشعار ملاحظہ ہوں:

نَدِمْتُ وَأَيَقَنْتُ الْغَدَاةَ بَأَنِّي أَتَيْتُ الَّتِي يَنْقِي عَلَى الْمَرْءِ عَارَهَا
شَهِدْتُ أَنَّ اللَّهَ لَا شَيْءَ غَيْرُهُ بَنِي مُدْلَجٍ فَاللَّهُ رَبِّي وَجَارُهَا
میں شرمندہ ہو گیا اور مجھے اس بات کا یقین ہو گیا کہ جو میں نے کام کیا ہے، اس کی ذلت اور عار آدمی پر باقی رہتا ہے۔

میں نے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ کے سوا کسی چیز کی حقیقت نہیں ہے، اے بنو مدین! اللہ میرا رب ہے اور بنو مدین کا ہمسایہ ہے۔

اسی ضمن میں عطار دین حجاب بن زرارہ کے اشعار تفحیک کے انداز میں ملاحظہ ہو:

أَصَحَّتْ نَبِيَّتُنَا أَنْثَى نَطِيفُ بِهَا وَأَصْبَحَتْ أَنْبَاءُ اللَّهِ ذُكْرَانَا
فَلَعْنَةُ اللَّهِ رَبِّ النَّاسِ كُلُّهُمْ عَلَى سَجَاحٍ وَمَنْ بِالْكَفْرِ أَعْوَانَا
(عورت ہماری نبی ہوگئی، جس کے آس پاس ہم پھرا کرتے ہیں، جب کہ اللہ کے تمام انبیاء مرد رہے ہیں۔
تمام لوگوں کے پروردگار اللہ کی لعنت ہو، سجاج پر اور کفر کے سلسلے میں اس کی مدد کرنے والے تمام لوگوں پر)

(الشعر الاسلامی فی صدر الاسلام ص ۱۷۷)

بہت سے شعراء نے اسلام قبول کرنے کے بعد جاہلی یادوں کا تذکرہ کیا ہے، اور اپنے بتوں کا

مذاق اڑایا ہے، اس ضمن میں راشد بن عبد ربہ کے اشعار ملاحظہ ہوں:

أَرْبُ يُولُ الثَّعْلَبَانِ بِرَأْسِهِ لَقَدْ ذَلَّ مَنْ بَالَتْ عَلَيْهِ الثَّعَالِبُ
(کیا وہ رب ہو سکتا ہے جس کے سر پر بھیڑیے پیشاب کرتے ہوں، وہ ذلیل ہے جس پر بھیڑیے پیشاب کرتے ہیں)

(شعر الدعوة ص ۳۸)

عمر بن جموح رضی اللہ عنہ نے اپنے بت کو اندھے کنویں میں پڑا ہوا دیکھا تو یہ اشعار کہے، ان کے بیٹوں نے ان سے پہلے اسلام قبول کیا تھا اور انھوں نے ہی بت کو کنویں میں پھینک دیا تھا، عمرو بن جموح نے اپنے باطل معبود کی بے بسی دیکھی تو اسلام لے آئے، بت کی بے بسی کو انھوں نے اپنے اشعار میں بیان کیا ہے:

وَاللَّهِ لَوْ كُنْتَ إِلَهًا لَمْ تَكُنْ أَنْتَ وَكَلْبٌ وَسَطٌ بِئْرَ قَرْنٍ
أَفٍّ لِلْمُلُفَاكِ إِلَهًا مُسْتَدِنٌ الْآنَ فَتَشْنَاكَ عَنْ سُوءِ الْغَبْنِ
اللہ کی قسم! اگر تو معبود ہوتا تو تو اور کتا ایک ہی رسی میں بندھے ہوئے کنویں میں پڑے ہوئے نہیں ہوتے۔

تیرے ٹھکانے پر ٹٹف ہے، ذلیل اور گھٹیا معبود، اب ہم تیری حقیقت سے واقف ہو گئے ہیں کہ تو بدترین دھوکہ ہے۔

(شعر الدعوة ص ۴۱، سیرۃ ابن ہشام ۱/۴۵۲-۴۵۳، سیر اعلام النبلاء ۱۶/۲۵۴)

۲۔ جہاد

اسلام نے اپنے متبعین اور پیروکاروں پر اسلام کی دعوت ضروری قرار دیا ہے اور دنیا کی تمام قوموں اور علاقوں میں اسلام کی نشر و اشاعت کو واجب قرار دیا ہے، یہ ہر مسلمان کا فریضہ اور ذمہ داری ہے، بہت سے موقعوں پر دشمن آڑے آتے ہیں اور جنگ کا ماحول بناتے ہیں، اس صورت میں اسلام نے جہاد کو مشروع کیا ہے اور اللہ کے راستے میں اپنا مال اور جان لگانے کی ترغیب دی ہے، عہد نبوی میں بہت سے غزوات، سریات اور جنگیں ہوئیں، صدر اسلام میں جہاد سے متعلق اشعار کا کوئی شمار نہیں، چند اشعار ذیل میں پیش کیے جا رہے ہیں اور بہت سے اشعار کا تذکرہ شعراء کے تذکرے میں آئے گا۔

حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ جو بئر معونہ کے موقع پر شہید کر دیے گئے تھے، وہ اپنے خاندان بنو عامر کو سخت سست کہتے ہیں اور اسلامی اوامر کی مخالفت کی صورت میں اپنے خاندان والوں کے خلاف جنگ اور جہاد کرنے کا عزم بیان کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں:

أَتَتْ عَامِرٌ تَرْجُوَ الْهَوَادَةَ بَيْنَنَا وَهَلْ عَامِرٌ إِلَّا عَدُوٌّ مُدَاجِنٌ
إِذَا مَا رَجَعْنَا ثُمَّ لَمْ تَكُ وَقَعَةً بِأَسْيَافِنَا فِي عَامِرٍ وَنُطَاعِنُ
فَلَا تَرْجُونَا أَنْ نُقَاتِلَ بَعْدَنَا عَشَائِرَنَا وَالْمُقَرَّبَاتِ الصَّوَافِنُ
(قبیلہ عامر ہمارے درمیان باہمی محبت کا امیدوار ہو کر آ گیا، لیکن قبیلہ عامر تو چالوسی کرنے والا دشمن ہے۔)

جب ہم واپس ہوں گے اور کوئی واقعہ درپیش نہیں آئے گا تو ہم قبیلہ عامر پر اپنی تلواروں سے حملہ کریں گے اور نیزہ بازی کریں گے۔ تم ہم سے اس بات کی امید نہ رکھنا کہ ہم اپنے بعد اپنے خاندان والوں سے بہترین گھوڑوں پر سوار ہو کر نہیں جنگ کریں گے (أسد الغابۃ ۱/۴۶۹)

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے قبیلہ لویا کو اسلام کی دعوت دی اور قبول نہ کرنے پر برے انجام کی دھمکی دی، ان کے اشعار ملاحظہ ہوں:

فَيَا لَلْوَيْ لَا تَطِيعُوا غَوَاتِكُمْ وَفِيئُوا إِلَى الْإِسْلَامِ وَالْمَنْهَجِ السَّهْلِ
فَيَا نِي أَخَافُ أَنْ يُصَبَّ عَلَيْكُمْ عَذَابٌ فَتَدْعُوا بِالنَّدَامَةِ وَالشَّكْلِ
(اے قبیلہ لویا! اپنے گمراہ لوگوں کی پیروی مت کرو، بلکہ اسلام اور آسان راستے کی طرف آؤ۔)

مجھے خوف ہے کہ کہیں تم پر عذاب نہ آ جائے، جس سے تم کو شرمندہ ہونا پڑے اور بربادی کا سامنا کرنا پڑے (سیرۃ ابن ہشام ۲/۲۴۷)

غزوہ حنین کے موقع پر عباس بن مرداس ہوازن کے اپنے بعض رشتے داروں کو چند اشعار کے ذریعے نصیحت کر رہے ہیں تو بعض دوسرے اشعار میں لشکر اسلام سے ان کو خوف زدہ کر رہے ہیں، ان کے اشعار یہ ہیں:

أَبْلَغُ هَوَازِنَ أَغْلَاهَا وَأَسْفَلَهَا مَنِى رِسَالَةٍ نُّصَحُ فِيهِ تَبْيَانُ
أَنْبَى أَظُنُّ رَسُولَ اللَّهِ صَابِحَكُمْ جَيْشًا لَهُ فِي فِصَاءِ الْأَرْضِ أَرْكَانُ
فِيهِمْ أَخَوُكُمْ سُلَيْمٌ غَيْرُ تَارِكِكُمْ وَالْمُسْلِمُونَ عِبَادُ اللَّهِ غَسَّانُ

قبیلہ ہوازن کے تمام لوگوں کو میری طرف سے نصیحت بھرا واضح پیغام پہنچا دو کہ میرے گمان کے مطابق رسول اللہ ﷺ صبح تڑکے تم لوگوں پر اپنے لشکر کے ساتھ حملہ کریں گے، جس کے ستون زمین کی فضا میں ہوں گے یعنی بہت بڑے لشکر کے ساتھ حملہ کریں گے، ان کے ساتھ تمھارے بھائی بنو سلیم بھی ہیں، جو تمھیں نہیں چھوڑیں گے، اور مسلمان اللہ کے بندے قبیلہ غسان کے لوگ بھی ہیں۔

(سیرۃ ابن ہشام ۴/۸۴)

نابغہ جعدی نے جہاد کی تیاری کر لی اور جہاد کے لیے نکل پڑے، لیکن ان کی بیوی کی خواہش تھی کہ وہ گھر پر ہی رہیں، جہاد کے لیے نہ جائیں، اس پر نابغہ نے یہ اشعار کہے:

بَاتَتْ تَذَكُّرُنِي بِاللَّهِ قَاعِدَةً وَالْدَّمْعُ يَنْهَلُ مِنْ شَانِيهَا سَيْلًا
يَا ابْنَةَ عَمِّي كِتَابُ اللَّهِ أَخْرَجَنِي كُرْهَا وَهَلْ أَمْنَعَنَّ اللَّهَ مَا فَعَلَا
فَإِنْ رَجَعْتُ فَرُبُّ النَّاسِ يُرْجِعُنِي وَإِنْ لَحِقْتُ بِرَبِّي فَابْتَغِي بَدَلًا
مَا كُنْتُ أَخْرَجَ أَوْ أَعْمَى فَيَعْدُرُنِي أَوْ ضَارِعًا مِنْ ضَنَى لَمْ يَسْتَطِعْ حَوْلًا

وہ پوری رات بیٹھ کر مجھے اللہ کا واسطہ دیتی رہی اور اور جہاد میں جانے سے روکتی رہی، اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہا کی طرح بہتے رہے۔

میں نے کہا: اے میری چچا کی لڑکی! اللہ کی کتاب نے میرے نہ چاہتے ہوئے مجھے جہاد کے لیے نکالا ہے، کیا میں اس کی حکم عدولی کر سکتا ہوں جس کا اللہ نے فیصلہ کیا ہے۔

اگر میں واپس آؤں تو یہ اللہ ہی کا فیصلہ ہے کہ وہ مجھے واپس کر دے گا، اگر میں اپنے رب سے جا کر ملوں تو میرا کوئی بدل تلاش کر لینا۔ میں اندھایا لنگڑا نہیں ہوں کہ اللہ مجھے معذور سمجھے، بیماری سے کمزور بھی نہیں ہوا ہوں کہ میں کچھ کرنے سکوں۔

(الشعر والشعراء ۱/۹۳)

اسی طرح جروہ نے بھی جہاد سے روکنے کی وجہ سے اپنی بیوی کی ملامت کی ہے، اور جہاد سے روکنے اور سرزنش کرنے پر طلاق دینے کی بھی بات کی ہے:

وَقَالَتْ قَدْ كَبُرْتُ، وَقُلْتُ حَقًّا كَبُرْتُ، فَكَفَّكَفِي وَدَعَى عِتَابِي
عِتَابُكَ كُلُّ يَوْمٍ لِي عَذَابٌ وَمَثَلِي لَا يَقْرُ عَلَى الْعَذَابِ

فَإِنْ لَمْ تَصْبِرْ وَكَرِهْتَ قُرْبِي فَدُونَكَ مَا أَرَدْتَ مِنْ اجْتِنَابِي
سَأَغْزُو الشُّرَكَ فِي نَفَرٍ كَرَامٍ سِرَاعٍ حِينَ نُدْعَى لِلضَّرَابِ
يَرُونَ الْمَوْتَ أَفْضَلَ مِنْ حَيَاةٍ تُصَيِّرُهَا الدُّهُورُ إِلَى تَبَابِ
اس نے کہا: تم بوڑھے ہو گئے ہو، میں نے کہا: یہ بات صحیح ہے کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں، لیکن تم اپنی باتوں سے باز آؤ، اور میری سرزنش کرنا بند کر دو۔

ہردن تم میری سرزنش کرتی ہو، یہ میرے لیے سزا ہے، اور مجھ جیسا شخص سزا پر صبر نہیں کر سکتا۔
اگر تمہیں صبر نہیں ہے اور میرے ساتھ رہنا پسند نہیں ہے تو تم اپنی پسند کے مطابق مجھ سے جدا ہو جاؤ۔
میں ضرورتوں کے خلاف باعزت تیز لپکنے والے لوگوں کے ساتھ مل کر جنگ کروں گا، جب کہ ہم کو جنگ کی طرف بلایا جاتا ہے۔
وہ موت کو زندگی سے بہتر جانتے ہیں، جس زندگی کو زمانہ ختم کر دیتا ہے۔ (ابو حاتم جتانی: المعمرین والوصایا ص ۶۹)
ایک ہجری کو جہاد مسلمانوں پر فرض ہوا اور چھوٹی چھوٹی فوجی ٹکڑیاں جہاد کے لیے بھیجی جانے لگیں اور غزوات کی ابتدا ہوئی، بلج بن محسن نے جہاد کی فرضیت کو اپنے مندرجہ ذیل اشعار میں بیان کیا ہے:
نَصَرْنَا النَّبِيَّ بِأَسْيَافِنَا وَكُنَّا بِمَكَّةَ نُسْتَبْشِرُ
بِأَمْرِ إِلَهِ وَأَمْرِ النَّبِيِّ وَمَا فَوْقَ أَمْرِهِمَا مَأْمُرُ
(ہم نے اپنی تلواروں سے نبی کریم ﷺ کی مدد کی، جب کہ ہم مکہ میں اللہ کے حکم اور نبی کریم ﷺ کے حکم سے خوش ہوتے تھے، اور ان دونوں کے حکم سے بڑھ کر کسی دوسرے کا حکم نہیں ہے) (الاصابة ۱/۱۷۰)

غزوہ اکیدر بن مالک کے موقع پر بحیر بن بجرہ طائی نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ اشعار پڑھے:
تَبَارَكَ سَائِقُ الْبَقَرَاتِ اِنِّي رَاَيْتُ اللّٰهَ يَهْدِي كُلَّ هَادٍ
فَمَنْ يَكُ حَائِدًا عَنْ ذِي تَبُوكَ فَاِنَّا قَدْ اَمَرْنَا بِالْجِهَادِ
(جنگ سائق البقرات میں اللہ برکت دے، میں نے اس جنگ سے یہ نتیجہ نکالا کہ اللہ ہر اس شخص کی رہنمائی کرتا ہے جو رہنمائی حاصل کرنا چاہے۔
جو جنگ تبوک میں شریک نہ ہو تو نہ ہو، لیکن ہم کو تو جہاد کا حکم دیا گیا ہے)

(أسد الغابۃ ۱/۱۹۸، سیرۃ ابن ہشام ۲/۱۷۰، کتاب المغازی لابن اسحاق ص ۱۰۲)

رسول اللہ ﷺ نے ان کو خالد بن ولید کے ساتھ دومۃ الجندل کے بادشاہ اکیدر کے پاس بھیجا تھا، اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد سے فرمایا تھا: ”تم اس کو چاندنی رات میں گائے کا شکار کرتے ہوئے پاؤ گے،“ لشکر نے رسول اللہ ﷺ کی خبر کو سچ پایا، سائق البقرات سے اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

کعب بن مالک نے جنگ بدر کے روز ضرار بن فہر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

عَجِبْتُ لِأَمْرِ اللَّهِ وَاللَّهِ قَادِرٌ عَلٰی مَا أَرَادَ لَيْسَ لِلَّهِ قَاهِرٌ
قَضَىٰ يَوْمَ بَدْرٍ أَنْ تُلَاقِيَ مَعْشَرَ بَعُوثًا وَسَبِيلُ الْبَغْيِ بِالنَّاسِ جَائِرٌ

فَلَمَّا لَقَيْنَاهُمْ وَكُلُّ مُجَاهِدٍ شَهِدْنَا بِأَنَّ اللَّهَ لَا رَبَّ غَيْرُهُ
فَكَبَّ أَبُو جَهْلٍ صَرِيْعًا لَوَجْهِهِ وَشَيْبَةُ وَالتَّيْمِيُّ غَادِرَانِ فِي الْوُعَى
فَأَمْسَوْا وَقُودَ النَّارِ فِي مُسْتَقَرِّهَا تَلْظَى عَلَيْهِمْ وَهَى شَبَّ حَمِيْهَا
وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ قَدْ قَالَ أَقْبِلُوا لِأَمْرٍ أَرَادَ اللَّهُ أَنْ يَهْلِكُوا بِهِ
لَا صَحَابِهِ مُسْتَبْسِلُ النَّفْسِ صَابِرُ وَأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ بِالْحَقِّ ظَاهِرُ
وَعُتْبَةُ غَادَرْتُهُ وَهُوَ عَائِرُ وَمَا مِنْهُمْ إِلَّا بِذِي الْعَرْشِ كَافِرُ
وَكُلُّ كُفُورٍ فِي جَهَنَّمَ صَائِرُ بِزَيْرِ الْحَدِيدِ وَالْحَجَارَةِ سَاجِرُ
فَقُولُوا وَقَالُوا: إِنَّمَا أَنْتَ سَاحِرُ وَلَيْسَ لِأَمْرِ حَمَةِ اللَّهِ زَاجِرُ
(مجھے اللہ کے حکم پر تعجب ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے، اللہ پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔)

جنگ بدر کے موقع پر اللہ نے یہ فیصلہ کیا کہ ہم اس قوم کے خلاف جنگ کریں، جنہوں نے سرکشی کی ہے، اور سرکشی کا راستہ لوگوں کو ہلاک کر دیتا ہے۔

جب ہماری ان کے ساتھ جنگ ہوئی تو آپ ﷺ کے ساتھیوں میں سے ہر ایک مجاہد ٹا ہوا تھا اور مارنے مرنے کے لیے لڑائی میں گھتم گھتا تھا۔

ہم نے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی پروردگار نہیں اور رسول اللہ ﷺ حق کے ذریعے دشمنوں پر غالب آنے والے ہیں۔ ابو جہل منہ کے بل گر پڑا، اور میں عتبہ کو اس حال میں چھوڑ آیا کہ وہ مرا پڑا تھا۔

شیبہ اور تیمی کو مار ڈالا گیا تھا اور وہ ایک جگہ پڑے ہوئے تھے، ان میں سے ہر ایک عرش کے مالک اللہ رب العزت کے ساتھ کفر کرنے والا تھا۔

جہنم کی آگ ان کا مقدر ہو گئی اور ہر کافر جہنم میں چلا گیا۔

جہنم کی آگ ان کو جلا رہی ہے اور آگ کی لپک لوہے اور پتھر کے ٹکڑوں سے دھک رہی ہے اور جل رہی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں سے کہا تھا کہ آگے بڑھو اور ایمان لے آؤ، لیکن انھوں نے منہ پھیر لیا اور کہا: تم تو جادوگر ہو۔ اللہ کے حکم سے یہ سب لوگ ہلاک ہو گئے، اور اللہ کی تقدیر کو کوئی ٹالنے والا نہیں)

(دیوان کعب بن مالک ص ۲۰۰-۲۰۱)

حسان بن ثابت نے اس بات پر فخر کیا ہے کہ انصار کی جنگیں اللہ کے راستے میں لڑی ہوئی جنگیں

ہیں، وہ کہتے ہیں:

سَمَّاهُمُ اللَّهُ أَنْصَارًا بَنَصْرِهِمْ دِينَ الْهُدَى وَعَوَانُ الْحَرْبِ تَسْتَعْرِ
وَسَارِعُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاعْتَرَفُوا لِلنَّائِبَاتِ وَمَا خَامُوا وَمَا ضَجُرُوا

(اللہ تعالیٰ نے ان کو اس وقت اللہ کے دین کی مدد کرنے کی وجہ سے انصار کے لقب سے نوازا جب جنگ زور سے بھڑکی ہوئی تھی۔ انھوں نے اللہ کے راستے میں نکلنے میں تیزی دکھائی، اور مصائب کو گلے لگایا، وہ نہ کبھی کمزور پڑے اور نہ وہ کبھی بے

(سیرۃ ابن ہشام ۴/۱۴۰)

قرار اور پریشان ہوئے)

جروہ بن یزید طائی نے اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والوں کی منظر کشی کی ہے اور ان کے اس ایمان کو بیان کیا ہے کہ جہاد حق ہے، اس سے وہ اللہ کے ثواب کی امید رکھتے ہیں، وہ کہتے ہیں:

وَفَتَيَانِ إِذَا نَدَبُوا الْحَرْبَ تَمْشُوا مِشْيَةَ الْإِبِلِ الْهَيْامِ
يَرُونَ عَلَيْهِمُ اللَّهَ حَقًّا مُقَارِعَةَ الظَّمَا طِمَةِ الطُّغَامِ
وَكُلُّهُمْ يُرَادَى التُّرُكُ قَدَمًا وَيَحْوَى مُنْقِصًا فِي كُلِّ عَامِ
وَيَرْجُو اللَّهُ لَا يَرْجُو سِوَاهُ وَرَاجِيَ اللَّهُ يَرْجِعُ بِالسَّلَامِ

(کتنے ہی ایسے نوجوان ہیں جن کو جنگ کے لیے پکارا جاتا ہے تو وہ پیاسے اونٹ کی طرح دوڑ پڑتے ہیں۔)

وہ اپنے اوپر اللہ کا یہ حق سمجھتے ہیں کہ کہیں اور بے وقوف جمعیوں سے ٹکرا جائیں۔

ان میں سے ہر ایک شخص ترکوں کو قدموں تلے روند کر ہلاک کر دیتا ہے اور ہر سال ان میں سے قیدی بنالیتا ہے۔

وہ اللہ ہی سے امید لگاتا ہے، اس کے علاوہ کسی دوسرے سے امید نہیں لگاتا، اور اللہ سے امید لگانے والا امن و سلامتی کے ساتھ واپس لوٹ آتا ہے) (المعرون والوصایا ص ۶۹)

جنگ قادسیہ کے موقع پر ایک شاعر نے جنگ میں شریک ہونے کی ترغیب دیتے ہوئے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

فَبَادِرُوا الْحَرْبَ كَمَاةً فِي الْعُدَدِ إِمَّا بِفَوْزٍ بَادِرٍ عَلَى الْكِبَدِ
أَوْ مَيِّتَةً تُورِثُكُمْ غُيْمَ الْأَبَدِ فِي جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ وَالْعَيْشِ الرَّغَدِ
(جنگ میں پوری تیاری کے ساتھ بہادری کی طرح دوڑو، یا تو جلد ہی جگر کو ٹھنڈک پہنچانے والی کامیابی حاصل ہوگی۔
یا شہادت نصیب ہوگی، جس سے تمہیں جنت الفردوس میں ہمیشہ ہمیش کا مال غنیمت ملے گا اور خوش حال زندگی نصیب ہوگی)
(شعر الدعوة ص ۱۷۰)

عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ نے جنگ احد کے موقع پر جنگ کے دوران یہ اشعار کہے:

رَكُضًا إِلَى اللَّهِ بِغَيْرِ زَادِ إِلَّا التَّقَى وَعَمَلِ الْمَعَادِ
وَالصَّبْرِ فِي اللَّهِ عَلَى الْجَهَادِ وَكُلُّ زَادٍ غُرْضَةُ النَّفَادِ
غَيْرِ التَّقَى وَالْبِرِّ وَالرَّشَادِ

(توشے کے بغیر ہی اللہ کی طرف ایڑ لگا رہا ہوں، صرف تقویٰ اور نیک اعمال کا توشہ ہے۔)

اور اللہ کے راستے میں جہاد پر جم جانے کا توشہ ہے، ہر توشہ ختم ہونے والا ہے، صرف تقویٰ، نیک اعمال اور رشد و ہدایت کا توشہ ہی باقی رہنے والا ہے) (اشعر وطوا بعلی مر العصور ص ۲۹، شعر الدعوة ص ۱۷۸، ۱۷۹)

جنت کے تذکرے والے چند اشعار ملاحظہ ہوں، جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے مندرجہ ذیل شعر کہا:

يَا حَبْذَا الْجَنَّةُ وَأَقْبَرَابُهَا طَيِّبَةً وَبَارِدًا شَرَابُهَا
(کیا ہی خوب جنت ہے اور اس کی قربت کتنی پاکیزہ ہے، اور اس کی مشروب کتنی ٹھنڈی ہے)

دنیوی زندگی کی بے حقیقتی اور اخروی زندگی کی ابدیت اور نعمتوں سے معمور ہونے پر ناجیہ بن جندب کے اشعار ملاحظہ ہو:

يَا عِبَادَ اللَّهِ فِيْمَ يُرْعَبُ مَا هُوَ إِلَّا مَأْكُلٌ وَمَشْرَبٌ
وَجَنَّةٌ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّعْجَبٌ

(اے اللہ کے بندو! کس چیز کی خواہش ہے؟ اس دنیوی زندگی کی؟ جو صرف کھانے اور پینے کی جگہ ہے، حالاں کہ جنت میں پسندیدہ نعمتیں ہیں)

(شعر الدعوة ص ۱۶۸-۱۶۹)

عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ نے ایک جنگ کے موقع پر یہ اشعار بطور رجز پڑھا:

وَاللّٰهُ لَوْ لَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
إِنَّا إِذَا قَوْمٌ بَغَوْا عَلَيْنَا وَإِنْ أَرَادُوا فِتْنَةً أَيْبُنَا
فَأَنْزَلْنَا سَكِينَةً عَلَيْنَا وَثَبَّتِ الْأَقْدَامُ إِنْ لَا قِيْنَا

(اللہ کی قسم! اگر اللہ کی ذات نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہیں پاتے، نہ ہم صدقہ کرتے اور نہ نماز پڑھتے۔

جب کوئی قوم ہم پر سرکشی کرتی ہے تو اور فتنہ برپا کرنا چاہتی ہے تو ہم دبتے نہیں ہیں۔

اے اللہ! جب جنگ شروع ہو تو ہم پر سکینت نازل فرما اور ہم کو ثابت قدم رکھ۔ (الشعر الاسلامی فی صدر الاسلام ص ۱۹۵)

جنگ بدر کے موقع پر بنو زہرہ کے لوگ بھی مشرکین کے ساتھ شریک تھے، جب کفار مکہ کا قافلہ بچ گیا تو احنس ابن شریق نے بنو زہرہ کو واپس آنے پر آمادہ کیا اور وہ بھی بنو زہرہ کے ساتھ واپس چلے گئے،

اس پر عدی ابن ابوالزغباء نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

أَقِمْ لَهَا صُدُورَهَا يَا بَسْبَسُ إِنَّ مَطَايَا الْقَوْمِ لَا تُحْبَسُ
وَحَمْلُهَا عَلَى الطَّرِيقِ أَكْبَسُ قَدْ نَصَرَ اللَّهُ وَفَرَّ الْأَخْنَسُ

(بسبس! ان کے سینوں کو درست کرو، کیوں کہ قوم کی سواریاں روکی نہیں جائیں گی، ان کو راستے پر لانا عقل مندی کی

(الواقدي ج ۱ ص ۴۵)

بات ہوگی، اللہ نے ہم لوگوں کی مدد فرمائی اور احنس فرار ہو گیا)

انشاء اللہ شعراء کے تذکرے میں کثرت سے جہاد سے متعلق اشعار کا تذکرہ آئے گا۔

۳۔ فخر

زمانہ جاہلیت میں انفرادی فخر اور قبائلی عصبیت کا عام رواج تھا، اسلامی شاعری میں اسلام میں سبقت، ہجرت میں سبقت، جہاد فی سبیل اللہ، نبی کریم ﷺ کو اپنے یہاں پناہ دینے، دین کی مدد و نصرت، اللہ کی اطاعت اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع، دین پر استقامت، تقویٰ و للہیت، محرمات سے اجتناب، فرائض کی ادائیگی وغیرہ امور پر فخر کیا جانے لگا، مندرجہ بالا موضوعات پر فخریہ اشعار ملاحظہ ہوں۔

۱۔ اسلام قبول کرنے پر فخر

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے اس بات پر فخر کا اظہار کیا ہے کہ وہ تمام لوگوں میں سب سے پہلے اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے جب کہ وہ ابھی بالغ بھی نہیں ہوئے تھے، ان کے اشعار ملاحظہ ہوں:

سَبَقْتُكُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ طَرًّا صَغِيرًا مَا بَلَغْتُ أَوَانَ حُلْمِي
(میں نے تم لوگوں پر اسلام لانے میں سبقت کی، جب کہ میں چھوٹا بچہ تھا اور ابھی بالغ نہیں ہوا تھا)

(شعر الدعوة ۱۱۶، اشعر الاسلامی فی صدر الاسلام ص ۲۰۴)

عبدالرحمن بن صفوان نے اس بات پر فخر کیا ہے کہ ان کے والد نے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی تھی اور اس وقت ایمان کی دولت سے سرفراز ہوئے تھے جب تمام لوگ کافر تھے، وہ کہتے ہیں:

أَنَا ابْنُ صَفْوَانَ الَّذِي سَبَقْتُ لَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ سَوَابِقُ الْإِسْلَامِ
(میں صفوان کا بیٹا ہوں، جنہوں نے نبی ﷺ کے پاس جا کر اسلام لانے میں سبقت کی)

(شعر الدعوة ص ۱۱۷، اشعر الاسلامی فی صدر الاسلام ص ۲۰۴)

اسی طرح عباس بن عصیم نے بھی اپنے والد کے اسلام لانے پر فخر کرتے ہوئے کہا ہے:

عَصِيمُ أَبِي زَارَ النَّبِيَّ مُحَمَّدًا وَعَمِّي سَوَاءَ قَلَّ هَذَا التَّفَاخُرُ
وَلَمَّا دَعَا دَاعٍ لِدِينِ مُحَمَّدٍ وَفَدْنَا، فَمِنَّا كَانَ أَيَّمَنُ زَائِرُ
(عصیم میرے والد ہیں، انھوں نے اللہ کے نبی محمد ﷺ کی ملاقات کی اور میرے چچا نے بھی آپ کی ملاقات کی، کیا یہ کم فخر کی بات ہے؟ جب محمد ﷺ کے دین کی دعوت دینے والے نے ہم کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو ہم آپ کے پاس چلے آئے، ہم ہی میں سے ایک ملاقات کرنے والا امین بھی تھا) (شعر الدعوة ۱۱۷، اشعر الاسلامی فی صدر الاسلام ص ۲۰۴)

۲۔ ہجرت پر فخر:

مدینہ کی طرف ہجرت ایک عظیم واقعہ تھا، مکہ کی پریشانیوں اور کفار مکہ کی دشمنیوں اور ظلم و زیادتیوں سے بچنے کے لیے ہجرت کو ضروری قرار دیا گیا تھا، یہ فخر و مباہات کی بات تھی، بہت سے شعراء نے اپنی اور اپنے والدین کی ہجرت پر فخر کیا ہے، اور اللہ کے راستے میں اپنا گھر بار چھوڑنے کو اپنے اشعار کے قالب میں ڈھالا ہے، ہجرت صرف مکہ سے ہی نکل کر مدینہ جانے میں محدود نہیں تھی، بلکہ دوسرے علاقوں سے بھی لوگ اپنے قبیلے والوں کی تکلیفوں سے بچنے کے لیے مدینہ منورہ کا رخ کر رہے تھے، یہ فروہ بن مُیک رضی اللہ عنہ ہیں، دور دراز سے انھوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی، جب انھوں نے اپنی قوم کو کفر پر جے ہوئے دیکھا تو مدینہ کا رخ کیا، تاکہ مدینہ کے فیوض و برکات سے مستفید ہو جائیں اور جنت کے حصول میں کامیابی حاصل ہو جائے، وہ کہتے ہیں:

إِذَا مَا رَأَيْتُ مُلُوكَ كِنْدَةَ أَعْرَضْتُ كَالرَّجُلِ خَانَ الرَّجُلَ عَرَقُ نَسَائِهَا
قَرَّبْتُ رَاحِلَتِي أَوْ مُحَمَّدًا أَرْجُو فَوَاضِلَهَا وَحُسْنَ ثَرَائِهَا
(جب میں نے کندہ کے بادشاہوں کو دیکھا کہ انھوں نے اسلام سے اعراض کیا، اس پیر کی مانند جس کا دوسرا پیر عرق النساء کی وجہ سے ساتھ نہ دے رہا ہو۔)

میں نے محمد ﷺ سے ملنے کا راہ کرتے ہوئے اپنی سواری کو دوڑایا، اس امید میں کہ میں مدینہ کے فیوض و برکات حاصل کروں (شعر الدعوة: ۱۰۵، الشعر الاسلامی فی صدر الاسلام ص ۲۰۵)

عمر و بن مرہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے سامنے اس بات پر فخر کیا ہے کہ ان کو حقیقت کا ادراک ہو گیا تو انھوں نے ایمان قبول کیا اور بت پرستی اور اصنام پرستی کو چھوڑ دیا اور ہجرت کی راہ میں تکلیفات اور راستے کی دشواریوں اور مشقتوں کو برداشت کیا، تاکہ سب سے بہترین انسان کی صحبت سے سرفراز ہو جائیں:

شَهِدْتُ بِأَنَّ اللَّهَ حَقٌّ وَأَنْنَبَى لِإِلَهِةِ الْأَحْجَارِ أَوَّلُ تَارِكِ
وَشَمَرْتُ عَنْ سَاقِي الْأَزَارِ مُهَاجِرًا إِلَيْكَ جَوْبُ الْعَوْتِ بَعْدَ الدَّكَادِكِ
لَأَصْحَبِ خَيْرِ النَّاسِ نَفْسًا وَوَالِدًا رَسُولَ مَلِيكَ النَّاسِ فَوْقَ الْحَبَائِكِ
(میں نے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ حق ہے اور میں پتھروں سے بنے ہوئے معبودوں کو سب سے پہلے چھوڑنے والا ہوں۔)

میں نے آپ کی طرف ہجرت کرنے کے لیے کمر کس لی، اور سخت زمین اور ریتلی زمین کو عبور کرتے ہوئے مدینہ چلا آیا۔ تاکہ میں لوگوں میں سے بہترین انسان کی صحبت اختیار کروں، جو لوگوں کے مالک کی طرف سے بھیجا ہوا رسول ہے، جو مالک آسمانوں کے اوپر ہے (شعر الدعوة: ۱۰۹-۱۰۰، الشعر الاسلامی فی صدر الاسلام ص ۲۰۵)

۳۔ جہاد پر فخر

اس موضوع پر بہت سے شعراء نے طبع آزمائی کی ہے، یہ عہد نبوی خصوصاً مشرکین اور کفار و یہود کے ساتھ جنگوں اور غزوات کی ابتدا کے بعد اس موضوع پر شاعری کا سیل رواں نظر آتا ہے، موضوعات شاعری میں سے جہاد کے موضوع کے تحت بہت سے شعراء کے اشعار گزر چکے ہیں، نمونے کے طور پر چند شعر ملاحظہ ہوں:

فَقُلْ لِقُرَيْشٍ نَحْنُ أَصْحَابُ مَكَّةَ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ وَالْفَوَارِسُ مِنْ بَدْرٍ
وَأَصْحَابُ أَحَدٍ وَالنَّضِيرَ وَخَيْبَرَ وَنَحْنُ رَجَعْنَا مِنْ قُرَيْظَةَ بِالذِّكْرِ
وَيَوْمَ بَارِضِ الشَّامِ إِذْ قُتِلَ جَعْفَرُ وَزَيْدٌ وَعَبْدُ اللَّهِ فِي عُلْقِي يَجْرِي
وَفِي كُلِّ يَوْمٍ يُنْكَرُ الْكَلْبُ أَهْلَهُ نَطَاعِنُ فِيهِ بِالْمُثَقَفَةِ السُّمْرِ
(قریش سے کہہ دو کہ ہم فتح مکہ، جنگ حنین میں شریک ہونے والے اور بدر کے شہسوار ہیں۔

جنگ احد، جنگ بنو النضیر، اور جنگ خیبر میں شریک ہونے والے لوگ ہیں اور ہم قریظہ سے قابل ذکر کارنامہ انجام دے کر لوٹ آئے۔

اور سرزمین شام میں جنگ موتہ میں ہم شریک رہے، جہاں جعفر، زید اور عبد اللہ بپتہ خون میں شہید ہو گئے۔

ہر اس جنگ میں قبیلہ کلب اپنے قبیلوں والوں کو پہچان نہیں پاتا، جس جنگ میں ہم مضبوط نیروں سے حملہ کرتے ہیں (شعر الدعوة ۳۱۷-۳۱۸، الشعر الاسلامی فی صدر الاسلام ص ۲۰۶، دراسات فی الأدب الاسلامی ص ۵۸، ۱۱)

۴۔ رسول کو اپنے یہاں پناہ دینے پر فخر

انصار کے اکثر شعراء نے اپنے یہاں نبی کریم ﷺ کو پناہ دینے پر فخر کیا ہے، اور ان کو اس بات پر فخر کا حق بھی تھا، نبی کریم ﷺ نے بھی ایک موقع پر اس فخر کے حق کو بیان کیا تھا، نعمان بن عجلان انصاری رضی اللہ عنہ کے اشعار ملاحظہ ہوں، ان میں انھوں نے مہاجرین کا استقبال کرنے اور خوش حالی اور بد حالی ہر موقع پر ان کی مدد کرنے اور اپنا مال آدھا آدھا کر کے ایک حصہ ان کو دینے کا تذکرہ بطور فخر کیا ہے:

نَصَرْنَا وَآوَيْنَا النَّبِيَّ وَلَمْ نَخَفْ صُرُوفَ اللَّيَالِي وَالْعَظِيمِ مِنَ الْأَمْرِ
وَقُلْنَا لِقَوْمٍ هَاجَرُوا مَرْحَبًا بِكُمْ وَأَهْلًا وَسَهْلًا قَدْ أَمِنْتُمْ مِنَ الْفَقْرِ
نُقَاسِمُكُمْ أَمْوَالَنَا وَدِيَارَنَا كَقَسِيمَةِ أَيْسَارِ الْجَزُورِ عَلَى الشَّطْرِ
وَنَكْفِيكُمْ الْأَمْرَ الَّذِي تَكْرَهُونَهُ وَكُنَّا أَنْاسًا نُذْهَبُ الْعُسْرَ بِالْيُسْرِ

(ہم نے نبی ﷺ کی مدد کی اور ہم نے آپ کو پناہ دی، ہم نے مصائب زمانہ اور سب سے بڑی مصیبت یعنی جنگ اور موت سے خوف محسوس نہیں کیا۔

اور ہم نے مہاجرین کو خوش آمدید کہا اور ان سے یہ بھی کہا کہ اب تم فقر و فاقہ سے مامون ہو۔
ہم اپنے مال اور اپنے گھر بار کو دو حصوں میں کر دیتے ہیں اور ایک حصہ تمہیں دے دیتے ہیں، جس طرح اونٹ ذبح کرنے والا اونٹ کو دو حصوں میں کاٹ دیتا ہے۔

اور ہم آپ پر آنے والی مصیبتوں کے لیے کافی ہو جائیں گے اور ہم ایسے لوگ ہیں جو آسانی پیدا کر کے تکلیف دور کر دیتے ہیں)
(شعر الدعوة ۳۱۸، الشعر الاسلامی فی صدر الاسلام ص ۲۰۷)

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے اوس و خزرج کے اسلامی نام انصار کا تذکرہ اپنے شعر میں کیا ہے، ملاحظہ ہو:

نَصْرُوا نَبِيَّهٖ بِنَصْرِ وَلِيِّهٖ فَاللّٰهُ عَزَّ بِنَصْرِهِ سَمَّانَا
(انھوں نے اپنے نبی کی مدد اپنے دوست کی مدد کرنے کی طرح کی، اللہ عزوجل نے اس کے بدلے ہم کو انصار کے لقب سے نوازا)
(شعر الدعوة ۳۲۳، الشعر الاسلامی فی صدر الاسلام ص ۲۰۸)

حضرت حسان بن ثابت نے حلال کو حلال سمجھنے اور حرام کو حرام سمجھنے اور اپنے نبی کی مدد کا تذکرہ اپنے مندرجہ ذیل اشعار میں کیا ہے:

اللّٰهُ أَكْرَمَنَا بِنَصْرِ نَبِيِّهِ وَبِنَا أَقَامَ دَعَائِمَ الْإِسْلَامِ
يَنْتَابِنَا جُبْرَيْلُ فِيْ أَبْيَاتِنَا بِفَرَائِضِ الْإِسْلَامِ وَالْأَحْكَامِ
يَتْلُو عَلَيْنَا النُّوْرَ فِيْهَا مُحْكَمًا قَسَمًا لِّعَمْرُكَ لَيْسَ كَمَا لَافْسَامِ
فَنَكُوْنُ أَوَّلَ مُسْتَحِلِّ حَلَالِهِ وَمُحَرِّمِ كُلِّ حَرَامِ
(اللہ نے اپنے نبی کی مدد کرنے کا موقع دے کر ہمیں عزت سے سرفراز کیا ہے، اور ہمارے ہی ذریعے اسلام کے ستونوں کو قائم کیا ہے۔

جبریل ہمارے گھروں میں اسلام کے فرائض اور احکام لے کر آتے ہیں۔
وہ ہمارے سامنے نور یعنی قرآن کی تلاوت کرتے ہیں، جس میں محکم احکام کا حصہ ہے جو دوسرے حصوں کی طرح نہیں ہے۔

چنانچہ ہم اللہ کی خاطر اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھنے والے سب سے پہلے لوگ ہیں)
(شعر الدعوة ۳۰۷)

ان ہی چیزوں پر عبد الرحمن بن انس حارثی نے فخر کیا ہے:

وَنَحْنُ بِحَمْدِ اللّٰهِ هَامَةٌ مَّدْحَجٌ بَنُو الْحَارِثِ الْخَيْرِ الَّذِينَ هُمْ مَدْرُ
وَنَحْنُ عَلَى دِينِ النَّبِيِّ نَرَى الَّذِي نَهَانَا حَرَامًا مِنْهُ وَالْأَمْرَ مَا أَمَرُ
(اللہ کی تعریف ہے کہ ہم قبیلہ مدحج کے شرفاء ہیں، بہترین قبیلہ قبیلہ حارث سے ہمارا تعلق ہے، جو بادیہ والے ہیں۔
اور ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر ہیں، وہ جس چیز سے ہم کو منع کرتے ہیں ہم اس کو حرام سمجھتے ہیں اور آپ کے حکم کو فرض سمجھتے ہیں)
(شعر الدعوة ۱۱۴، الشعر الاسلامی فی صدر الاسلام ص ۲۰۸)

عمر و بن مرہ جہنی نے اللہ اور رسول کی اطاعت پر فخر کرتے ہوئے کہا ہے:

فَنَحْنُ قَبِيلٌ قَدْ بَنَى الْمَجْدَ حَوْلَنَا إِذَا اجْتُلِبَتْ فِي الْحَرْبِ هَامُ الْأَكَابِرِ
كِتَابٌ مِنَ الرَّحْمَنِ نُورٌ لَجَمْعِنَا وَأَحْلَافِنَا فِي كُلِّ بَادٍ وَحَاضِرٍ
(ہم ایسے قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں، جس نے ہمارے لیے عزت کا قلعہ تعمیر کیا ہے، اس وقت جب جنگوں میں بڑے
بڑے سرداروں کی کھوپڑیاں اڑائی جاتی ہیں۔

رحمان کی طرف سے نازل کردہ کتاب ہر شہر اور گاؤں میں ہمارے قبیلے والوں اور ہمارے حلیفوں کے لیے نور ہے)
(شعر الدعوة ص ۱۱۵، الشعر الاسلامی فی صدر الاسلام ص ۲۰۹)

۴۔ مدح سرائی

نبی کریم ﷺ بادشاہوں اور سلاطین کی طرح اپنی مدح سرائی کو پسند نہیں فرماتے تھے اور نبی کریم ﷺ نے بے جا تعریف و توصیف اور مدح کے سامنے مدح کرنے سے منع فرمایا ہے، کیوں کہ اس کے بہت سے نقصانات ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ”إِذَا رَأَيْتُمُ الْمَدَّاحِينَ فَاحْشُوا فِي وُجُوهِهِمُ التُّرَابَ“ جب تم تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے چہروں پر مٹی ڈال دو۔ ایک دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ مسلمان مدح سرائی کو تکبر سمجھتے تھے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مدحیہ اشعار کم کہے جانے لگے اور اس صنف میں طبع آزمائی بھی کم ہو گئی۔ مدح سرائی میں سچائی اور حقیقت بیانی کا رواج ہو گیا اور جھوٹے فخر کو ترک کر دیا گیا، شعراء جس شخص کی مدح سرائی کرتے تھے اس کے صحیح اوصاف کا ہی تذکرہ کرتے تھے، جاہلیت کی طرح مبالغہ آرائی سے کام نہیں لیتے تھے، اس موضوع سے متعلق چند اشعار ملاحظہ ہوں:

حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر کی مدح میں اشعار کہے ہیں اور اس میں ابوبکر کو سب سے بہتر شخص قرار دیا ہے، لیکن اس سے حضرت محمد ﷺ کو مستثنیٰ کیا ہے، وہ کہتے ہیں:

خَيْرُ الْبَرِيَّةِ أَتَقَاهَا وَأَرْفَاهَا بَعْدَ النَّبِيِّ وَأَوْفَاهَا بِمَا حَمَلَا
(نبی کریم ﷺ کے بعد تمام مخلوقات میں حضرت ابوبکر سب سے بہتر، سب سے زیادہ متقی، سب سے زیادہ غم خوار اور وعدوں کو سب سے زیادہ پورا کرنے والے ہیں) شعر الدعوة ص ۳۶۸، الشعر الاسلامی فی صدر الاسلام ص ۲۱۴

جب شعراء سے مدح سرائی میں غلطی ہوتی اور شاعر حد سے زیادہ تعریف کرتا تو خلفائے راشدین ان کی اصلاح فرماتے تھے، عمرو بن براقہ نے حضرت عمر کی تعریف میں چند اشعار کہے اور آپ کو عدل و انصاف میں تمام لوگوں پر فضیلت دی اور صرف حضور اکرم ﷺ کو مستثنیٰ کیا، حضرت ابوبکر کو مستثنیٰ نہیں کیا، ان کے اشعار ملاحظہ ہوں:

مَا قَدْ عَلِمْتُ مِنْكَ الْخَطَابُ
أَبْرَ بِالْوَالِدَيْنِ وَ بِالْكِتَابِ

بَعْدَ النَّبِيِّ صَاحِبِ الْكِتَابِ

(خطابی! صاحب کتاب نبی کریم ﷺ کے بعد تم سے زیادہ والدین کا فرماں بردار اور کتاب اللہ پر سب سے زیادہ عمل کرنے والا کسی اور کو میں نہیں جانتا) (شعر الدعوة ۳۷۰، الشعر الاسلامی فی صدر الاسلام ص ۲۱۴)

حضرت عمرؓ نے دریافت کیا: ابوبکرؓ کا کیا ہوا؟ شاعر نے کہا: مجھے معلوم نہیں ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا: اگر تمہیں معلوم ہوتا تو میں تم کو کوڑے مارتا۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان جاہلی صفات کا تذکرہ حضرت زبیرؓ کی بہادری کے سلسلے میں کیا ہے جن کو اسلام نے باقی رکھا:

هُوَ الْفَارِسُ الْمَشْهُورُ وَالْبَطْلُ الَّذِي يَصُولُ إِذَا كَانَ يَوْمٌ مُحَجَّلٌ
(وہ مشہور شہسوار اور بہادر ہیں، جو اس دن حملہ کرتے ہیں، جب سخت جنگ کا سماں رہتا ہے)

(شعر الدعوة ص ۳۷۳، الشعر الاسلامی فی صدر الاسلام ص ۲۱۶، دراسات فی الأدب الاسلامی ص ۷۹-۸۰)

ابو مجن ثقفی نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تعریف اور مدح میں مندرجہ ذیل شعر کہا، اس میں انھوں نے اسلام کی طرف سبقت اور ہجرت میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ رہنے پر ابوبکرؓ کی مدح کی ہے:

سَبَقْتُ إِلَى الْإِسْلَامِ وَاللَّهُ شَاهِدٌ وَكُنْتُ جَلِيسًا فِي الْعَرِيشِ الْمَشْهُورِ
(آپ نے اسلام میں سبقت کی، جس پر اللہ گواہ ہے، اور آپ مشہور ٹھکانے (غار ثور) میں نبی کے ہم نشین تھے)

(شعر الدعوة ص ۳۶۹، الشعر الاسلامی فی ص ۲۱۶)

حضرت حسان نے حضرت ابوبکرؓ کی تعریف میں مندرجہ ذیل شعر کہا:

الْثَّانِي التَّالِي الْمَحْمُودُ شَيْمَتُهُ وَأَوَّلُ النَّاسِ طُرًّا صَدَقَ الرُّسُلَا
(ان کا مرتبہ نبی ﷺ کے بعد دوسرا ہے، ان کی صفات قابل ستائش ہے اور وہ تمام لوگوں میں رسول کی سب سے پہلے تصدیق کرنے والے ہیں)

(شعر الدعوة ۳۶۷، الشعر الاسلامی فی ص ۲۱۶)

کعب بن مالک کے اشعار حضرت ابوبکرؓ کی تعریف میں ملاحظہ ہوں:

سَبَقْتُ أَخَاتِيمَ إِلَى دِينِ أَحْمَدَ وَكُنْتُ لَدَى الْعُبْرَانِ فِي الْكَهْفِ صَاحِبًا
(قبیلہ بنو تیم کے فرزندان! آپ نے احمد ﷺ کے دین کو قبول کرنے میں سبقت کی اور آپ غار میں ہجرت کے موقع پر آپ ﷺ کے ساتھ تھے)

(شعر الدعوة ۳۶۶، الشعر الاسلامی فی ص ۲۱۷)

حضرت حسان نے حضرت ابوبکرؓ کی یوں تعریف کی کہ آپ حضرت محمد ﷺ کے سب سے زیادہ

قریبی اور محبوب ہیں:

وَقَالَ حَبِّ رَسُولِ اللَّهِ قَدْ عَلِمُوا مِنَ الْبَرِيَّةِ لَمْ يَعْدِلْهُ بِهِ رَجُلًا
(اور انھوں نے کہا: اے رسول اللہ ﷺ کے چہیتے! لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ پوری دنیا میں ان کا ہم سر کوئی نہیں)

(شعر الدعوة ص ۴۶۸، الشعر الاسلامی فی ص ۲۱۷)

حضرت ابوبکر کے سلسلے میں ابوحنیفہ ثقفی کے اشعار ملاحظہ ہوں:

وَسَمَّيْتُ صَدِيقًا وَكُلُّ مُهَاجِرٍ سِوَاكَ يُسَمِّي بِاسْمِهِ غَيْرَ مُنْكَرٍ
(آپ کو صدیق کا لقب عطا ہوا، جب کہ آپ کے علاوہ ہر مہاجر اپنے مانوس نام سے ہی پکارا جاتا ہے)
(شعر الدعوة ۳۶۸، الشعر الاسلامی فی..... ص ۲۱۷)

حسان بن ثابت نے زبیر بن عوام کی مدح سرائی میں مندرجہ ذیل شعر کہا:
لَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ قُرْبَىٰ قَرِيبَةً وَمِنْ نُصْرَةِ الْإِسْلَامِ مَجْدٌ مُّوْتَلٌّ
(وہ رسول اللہ ﷺ کے بہت ہی قریبی رشتے دار ہیں اور اسلام کی مدد کی وجہ سے ان کو لازوال عزت ملی)
(شعر الدعوة ص ۳۷۲، الشعر الاسلامی فی..... ص ۲۱۷)

کسی شاعر نے طلحہ بن عبید اللہ کی تعریف میں یہ اشعار کہے:
وَطَلْحَةُ يَوْمَ الشَّعْبِ آسَىٰ مُحَمَّدًا لَدَى سَاعَةٍ ضَاقَتْ عَلَيْهِ وَسُدَّتْ
وَقَاهُ بِكَفِّهِ الرِّمَاحَ فَقُطِّعَتْ أَصَابِعُهُ تَحْتَ الرِّمَاحِ فَشَلَّتْ
(اور طلحہ نے جنگ احد کے موقع پر محمد ﷺ کی اس وقت مدد کی جب دشمنوں نے آپ کا گھیرا تنگ کر دیا تھا اور آپ کا راستہ روک لیا تھا
انہوں نے اپنی ہتھیلیوں پر نیزوں کو روک کر آپ ﷺ کی حفاظت کی، جس سے طلحہ کی انگلیاں تیروں کے نیچے کٹ گئیں اور شل ہو گئیں)
(شعر الدعوة ص ۳۷۴)

کعب بن زہیر نے انصار کی مدح میں یہ اشعار کہے:
الَّذِئِدِينَ النَّاسَ عَنْ أَذْيَانِهِمْ بِالْمَشْرِفَىٰ وَبِالْقَنَا الْخَطَارِ
وَالْبَازِلِينَ نَفُوسَهُمْ لِنَبِيِّهِمْ يَوْمَ الْهِجَابِ وَقُبَّةِ الْجَبَّارِ
يَنْطَهَرُونَ كَأَنَّهُ نُسْكَ لَهُمْ بِدِمَاءٍ مَنْ غَلَقُوا مِنَ الْكُفَّارِ
(وہ لوگوں کے دین کی حفاظت کرتے ہیں، دھاری دھار تلواروں اور مضبوط نیزوں سے۔
اور جنگ کے دن اپنی جان اپنے نبی پر بچھا کر دیتے ہیں اور وہ جبار یعنی اللہ عز وجل کے سپاہی ہیں۔
وہ ان کافروں کے خون سے پاکی حاصل کرتے ہیں جو ان کے خلاف جنگ کرتے ہیں، گویا وہ ان کے لیے قربانی کے جانور ہیں)
(شعر الدعوة ۳۸۴-۳۸۵، الشعر الاسلامی فی..... ص ۲۱۸)

رسول اللہ ﷺ کی مدح میں بہت سے قصیدے کہے گئے اور آپ کی تمام خصوصیات، اوصاف اور امتیازات کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی، آپ کے سلسلے میں کہے گئے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

عباس بن مرداس نے آپ ﷺ کی مدح میں مندرجہ ذیل اشعار کہے ہیں:
رَأَيْتُكَ يَا خَيْرَ الْبَرِيَّةِ كُلِّهَا نَشَرْتُ كِتَابًا جَاءَ بِالْحَقِّ مُعَلِّمًا
وَنُورَتْ بِالْبُرْهَانِ أَمْرًا مُدْمَسًا وَأَطْفَأَتْ بِالْبُرْهَانِ نَارًا مُضْرَمًا
(تمام مخلوقات میں سب سے بہترین شخص! میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے اللہ کی طرف سے عطا کردہ کتاب
(قرآن) کو عام کیا، جو حق لے آئی ہے۔

اور آپ نے دلائل کے ذریعے مٹی ہوئی اللہ کی شریعت کو منور کیا، اور آپ نے دلائل کے ذریعے بھڑکی ہوئی آگ (کفر و ضلالت) کو بجھایا (دراسات فی الأدب الاسلامی ص ۷۲، شعر الدعوة ۳۵۲، اشعر الاسلامی فی صدر الاسلام ص ۲۱۹)

حضرت حسان کے شعر ملاحظہ ہوں:

اتَّانَا نَبِيٌّ بَعْدَ يَاسٍ وَفَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ وَالْأَوْتَانُ فِي الْأَرْضِ تُعْبَدُ
فَأَمْسَى سِرَاجًا مُّسْتَنِيرًا وَهَادِيًا يَلُوحُ كَمَا لَاحَ الصَّيْقَلُ الْمُهَنَّدُ
وَأَنْذَرَنَا نَارًا وَبَشَّرَ جَنَّةً وَعَلَّمَنَا الْإِسْلَامَ فَاللَّهُ نَحْمَدُ
(مابوسی اور رسولوں کی آمد کے ایک طویل وقفے کے بعد نبی ہمارے پاس آئے جب کہ زمین میں بتوں کی پوجا کی جانے لگی تھی۔

وہ روشن چراغ اور رہنما ہیں، جس کی روشنی ہندوستانی تیز دھار والی تلوار کی طرح چمکتی ہیں۔

اور آپ نے ہم کو آگ سے ڈرایا اور جنت کی بشارت دی، اور ہم کو اسلام کی تعلیم دی، اس پر ہم اللہ کی تعریف کرتے ہیں (شعر الدعوة ص ۳۶۵، اشعر الاسلامی فی ص ۲۱۹)

مندرجہ ذیل اشعار میں حضرت حسان نے طاقت، شجاعت، بہادری اور اقدام جیسے صفات سے تعریف کی ہے:

مُسْتَشْعِرِي حَلَقِ الْمَازِي يَقْدُمُهُمْ جِلْدُ النَّحِيزَةِ مَاضٍ غَيْرِ رَعْدِيدٍ
مَاضٍ عَلَى الْهُدَى رُكَّابٌ لَمَّا قُطِعُوا إِذَا الْكَمَامَةُ تَحَامَوْا فِي الصَّنَادِيدِ
مُبَارَكٌ كَضِيَاءِ الْبَدْرِ صُورَتُهُ مَاقَالَ كَانَ قَضَاءً غَيْرَ مَرْدُودٍ
(وہ مضبوط زرہ پہنانے کے آگے آگے چل رہا ہے، وہ فطری مضبوط اور طاقت ور ہے، وہ آگے بڑھتا جا رہا ہے، اس کی چال میں کپکپاہٹ نہیں ہے۔

وہ صحیح راہ پر چل رہا ہے، جب کہ سوار آگے بڑھنے کی راہ نہیں پارہے ہیں، اور بہادر مصیبتوں میں پھنس گئے ہیں۔ آپ کی صورت مبارک ہے، چودھویں کے چاند کی روشنی کی طرح، جو آپ کہتے ہیں وہ سب کے لیے قابل قبول فیصلہ ہوتا ہے) (شعر الدعوة ص ۳۵۶، اشعر الاسلامی فی ص ۲۱۹)

اسی ضمن میں حضرت حسان ہی کے اشعار ملاحظہ ہوں:

فَمَنْ كَانَ أَوْ مَنْ قَدْ يَكُونُ كَأَحْمَدٍ نِظَامًا لِحَقٍّ أَوْ نِكَالًا لِمُلْجِدٍ
(احمد کی طرح کون ہے یا کون ہو سکتا ہے؟ حق کو قائم کرنے والا اور ملحد کو سزا دینے والا)

(شعر الدعوة ۳۵۹، اشعر الاسلامی فی ص ۲۲۰)

حضرت حسان نے سخاوت کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ کی مدح سرائی اپنے اس شعر میں کی ہے:

أَعْنِي الرَّسُولَ فَإِنَّ اللَّهَ فَضَّلَهُ عَلَى الْبَرِيَّةِ بِالتَّقْوَى وَبِالْجُودِ
(میری مراد رسول اللہ ﷺ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام مخلوقات پر تقویٰ اور جود و سخا کی وجہ سے فضیلت دی ہے)

(شعر الدعوة ۳۵۲، اشعر الاسلامی فی ص ۲۲۰)

حضرت عبداللہ بن رواحہ کے اشعار ملاحظہ ہوں:

يَبِيتُ يُجَافِي جَنْبَهُ عَنْ فَرَاشِهِ إِذَا اسْتَقَلْتُ بِالْكَافِرِينَ الْمَضَاجِعُ
(آپ اپنے پہلوؤں کو بستر سے الگ کر کے رات گزارتے ہیں، جب کہ کافروں کو بستروں سے اٹھنا سب سے زیادہ دشوار ہوتا ہے)
(شعر الدعوة ۳۵۴، الشعر الاسلامی فی..... ص ۲۲۰)

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اشعار مکہ اور مدینہ میں اجتماعیت کی تعبیر تھی، شاعر اپنے اشعار میں اپنی جماعت، اور اس کے احساسات اور جذبات کی تعبیر کرتا تھا، تمام عرب اللہ کے دین میں داخل ہو گئے تھے، صرف دینی شعر اور جہادی شعر ہی جماعتی روح اور اس کے قومی جذبات کی تعبیر کرنے والے ہی نہیں تھے، بلکہ مدح سرائی میں بھی یہی رجحان تھا، حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ نے جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مدح میں اشعار کہے تو کامل مثالی مسلمان کی تصویر پیش کرتے ہوئے جماعت کے افکار کی تعبیر کی ہے اور ان کی مدح دراصل مسلم قوم کی اجتماعی مدح ہے۔

(الشعر وطوابعه علی مر العصور۔ از: ڈاکٹر شوقی ضیف ۲۹-۳۰)

۵۔ مرثیہ گوئی

مرثیہ میں اسلامی چھاپ بہت ہی واضح اور نمایاں نظر آتی ہے، اس میں بالکل نئی خصوصیات اور صفات ملتے ہیں، کیوں کہ اس کا تعلق موت سے ہے، اور اسلام میں موت کا تصور دور جاہلی کے تصور سے بالکل الگ اور نیا ہے، موت کے بعد کی زندگی اور دنیوی زندگی کے اخروی زندگی پر اثرات سے اسلام کا کفار مکہ و جزیرۃ العرب کے مشرکین سے بالکل جدا نظریہ تھا، اس میں جاہلی دور کی طرح جزع و فزع نہیں ملتا، جاہلی صفات کا تذکرہ نہیں ملتا، کیوں کہ فخر کا معیار تبدیل ہو گیا تھا۔

عہد نبوی میں صنف مرثیہ کی کثرت ہو گئی تھی، کیوں کہ نبی کریم ﷺ کے بعد اکثر شعراء نے آپ کی وفات پر آپ کے اوصاف حمیدہ، امتیازات، خصوصیات اور احسانات کو اپنے مرثیوں میں گنایا ہے، اسی طرح غزوات اور سریوں میں بہت سے مسلمان شہید ہو گئے تھے، ان کی شہادت پر بھی شعراء اسلام نے مرثیے کہے ہیں، اس میں اسلامی صفات، اسلام قبول کرنے میں اور ہجرت میں سبقت وغیرہ کے اسلامی معانی اور قدروں کو بیان کیا گیا ہے، حضرت حسان نے سب سے زیادہ مرثیے کہے، حضرت کعب بن مالک نے بھی بہت سے مرثیے کہے ہیں، ان کے علاوہ دوسرے شعراء نے بھی اس صنف شاعری میں طبع آزمائی کی ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے انتقال کا مسلمانوں پر بہت زیادہ اثر ہوا تھا، اس کے اثر کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسا باہمت اور حوصلہ مند شخص یہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہے کہ آپ ﷺ کا انتقال ہو گیا، اور تلوار لے کر کھڑے ہو گئے کہ اگر کوئی کہے گا کہ آپ کا انتقال ہو گیا تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر اس واقعہ کا اتنا گہرا اثر ہوا کہ صبر کرنے کی وجہ سے آپ کا کلیجہ جل گیا، آپ کے دہن مبارک سے بھونے ہوئے گوشت کی بو آتی تھی، لوگ سمجھتے تھے کہ بھوک کی وجہ سے یہ بو آرہی ہے۔

چند صحابہ اس واقعے کو برداشت نہیں کر سکے، اور حضور اکرم ﷺ کے ساتھ انھوں نے بھی داعی اجل کو بلکہ کہا۔

شعراء پر اس کا اثر ہونا یقینی اور فطری تھا، ان کے جذبات بھڑک اٹھے اور ان کے خیالات میں جولانی

آگئی، ان کے ذہن نے سب سے زیادہ اس واقعے کا اثر قبول کیا، جس کے نتیجے میں ”۳۰ سے زائد قصیدے کہے گئے اور قطعات کا کوئی شمار نہیں۔“

(الشعر الاسلامی فی صدر الاسلام ص ۲۳۴)

یہ بات صحابہ پر گراں ضرور تھی، لیکن آپ ﷺ کا انتقال طبعی بات تھی، اور یہ امر الہی تھا، قرآن کریم نے حضور کی زندگی میں ہی اس کا تذکرہ کیا تھا، حضرت ابوبکر نے اس موضوع پر تقریر کر کے حضرت عمر جیسے صحابہ کے جذبات کو ٹھنڈا کر دیا تھا اور حضرت کے انتقال پر یقین دلادیا تھا۔

حضرت سواد بن قارب نے اپنے اشعار میں اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ نبی کی وفات آپ کی زندگی کی طرح ہی طبعی اور فطری ہے، اور آپ کی وفات سے دین میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی:

إِنَّ النَّبِيَّ وَفَاتُهُ كَحَيَاتِهِ الْحَقُّ حَقٌّ وَالْجِهَادُ جِهَادٌ
لَوْ قِيلَ تُفْدُونَ النَّبِيَّ مُحَمَّدًا بُذِلَتْ لَهُ الْأَمْوَالُ وَالْأَوْلَادُ
هَذَا وَهَذَا لَا يَرْزُؤُنَا لَوْ كَانَ يُفْدِيهِ فَدَاهُ سَوَادُ

(نبی کریم ﷺ کی وفات آپ کی زندگی کی طرح فطری چیز ہے، حق حق ہی رہے گا، اور جہاد جہاد ہی باقی رہے گا۔

اگر کہا جاتا کہ نبی کریم ﷺ کے خاطر فدیہ دو، تو لوگ اپنا مال اور اپنی اولاد سب کچھ قربان کر دیتے۔

نہ مال ہمارے نبی کی وفات کو ٹال سکتا ہے اور نہ اولاد، اگر کوئی آپ پر فدا ہو سکتا تھا تو سواد سب سے پہلے آپ پر فدا ہوتا)

(شعر الدعوة ۲۲۸-۲۲۹، الشعر الاسلامی فی..... ص ۲۳۵)

حضرت ہند بن اثاثر نے انقطاع وحی پر افسوس اپنے اشعار میں کیا ہے:

قَدْ كُنْتُ بَدْرًا وَنُورًا يُسْتَضَاءُ بِهِ عَلَيْكَ يَنْزِلُ مِنْ ذِي الْعِزَّةِ الْكُتُبُ
وَكَانَ جَبْرَيْلُ بِالْآيَاتِ يَحْضُرُنَا فَعَابَ عَنَّا وَكُلَّ الْغَيْبِ مُحْتَجِبُ

(آپ چود ہوئیں کے چاند اور نور تھے، جس سے روشنی حاصل کی جاتی تھی، اور آپ پر اللہ ذو الجلال کی طرف سے قرآن کی آیتیں نازل ہوتی تھیں۔

جبریل ہمارے پاس قرآن کی آیتیں لے آتے تھے، آپ کے انتقال سے جبریل کی ہمارے پاس آمد بند ہو گئی، اور غیب کی تمام باتیں پوشیدہ ہو گئیں)

(شعر الدعوة ۲۲۸-۲۲۹، الشعر الاسلامی فی..... ص ۲۳۵-۲۳۶)

حضرت صفیہ نے اپنے اشعار میں اس بات کا خوف ظاہر کیا ہے کہ کہیں امت میں نزاع اور انتشار پیدا

نہ ہو، وہ کہتی ہیں:

لَعَمْرُكَ مَا أَبْكَى الرَّسُولَ لِفَقْدِهِ وَلَكِنْ لِمَا أَخْشَى مِنَ الْهَرْجِ آتِيَا

(تیری زندگی کی قسم! میں رسول اللہ ﷺ کے انتقال پر نہیں رو رہی ہوں، بلکہ اس بات پر رو رہی ہوں کہ امت

(شعر الدعوة، الشعر الاسلامی فی..... ص ۲۳۶)

میں انتشار اور نزاع شروع ہو جائے گا)

حضرت صفیہؓ ہی نے آپ کے مرثیے میں مندرجہ ذیل شعر کہا:

أَلَا يَا رَسُولَ اللَّهِ كُنْتَ رَجَاءَنَا وَكُنْتَ بِنَا بَرًّا وَلَمْ تَكْ جَافِيَا
(اے اللہ کے رسول! آپ ہماری امید تھے، اور آپ ہم پر احسان فرمانے والے تھے، آپ ظلم و جفا کرنے والے نہیں تھے)
(شعر الدعوة ۳۹۰، الشعر الاسلامی فی..... ص ۲۳۷)

ہند بنت اثاثہ کے اشعار ملاحظہ ہوں:

إِنَّا فَقَدْنَاكَ فَقَدْ الْأَرْضُ وَابِلَهَا فَاحْتَلْ لِقَوْمِكَ وَاشْهَدْهُمْ وَلَا تَغِبْ
فَقَدْ رُزِئْتُ أَبَا سَهْلًا خَلِيقَتُهُ مَحْضُ الضَّرِيبَةِ وَالْأَعْرَاقِ وَالنَّسَبِ
(ہم نے آپ کو اس طرح کھو دیا، جس طرح زمین بارش کو کھودیتی ہے، چناں چہ آپ اپنی قوم میں ہی رہے اور ان کے ساتھ ہی رہے، اور غائب مت ہو جائیے۔

میں نے اپنے والد کو کھو دیا جو نرم خو، شریف خاندان کے ہیں) (شعر الدعوة ۳۲۷-۳۲۸)

عبداللہ بن انیس نے نبی کریم ﷺ کی وفات کے روز یہ اشعار کہے:

فَلَوْ رَدَّ مَيِّتًا قَتْلُ نَفْسِي قَتَلْتُهَا وَلَكِنَّهُ لَا يَدْفَعُ الْمَوْتَ دَافِعُ
وَلَكِنِّي بَاكِ عَلَيْهِ وَمُتَبِّعُ مُصِيبَتِهِ: إِنِّي إِلَى اللَّهِ رَاجِعُ
وَقَدْ قَبِضَ اللَّهُ النَّبِيَّ قَبْلَهُ وَعَادُ أَصِيبَتْ بِالرُّزَى وَالتَّبَاعِ
(اگر میری جان کی قربانی کسی کی زندگی لوٹا دیتی تو میں اپنے آپ کو مار ڈالتا، لیکن موت کو کوئی چیز روک نہیں سکتی۔
لیکن میں محمد ﷺ پر آنسو بہاتا ہوں اور آپ ﷺ کے انتقال پر کہتا ہوں: میں اللہ کی طرف لوٹ کر جانے والا ہوں۔
اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے پہلے بھی نبیوں کو موت دی ہے، قوم عاد اور قوم تبع بھی مصیبت سے دوچار ہوئے)
(شعر الدعوة ص ۳۹۷-۳۹۸، الشعر الاسلامی فی..... ص ۲۳۲)

نبی کریم ﷺ کے مرثیے میں ابوسفیان ابن حارث کے اشعار ملاحظہ ہوں:

فَقَدْ عَظُمَتْ مُصِيبَتُنَا وَجَلَّتْ عَشِيَّةٌ قِيلَ قَدْ قَبِضَ الرَّسُولُ
يَرُوحُ بِهِ وَيَغْدُو جَبْرِيْلُ بِمَا يُوحَى إِلَيْهِ وَمَا يَقُولُ
وَيَهْدِينَا فَلَا نَخْشَى ضَلَالًا عَلَيْنَا وَالرَّسُولُ لَنَا دَلِيلُ
فَلَمْ نَرِ مِثْلَهُ فِي النَّاسِ حَيًّا وَلَيْسَ لَهُ مِنَ الْمَوْتَى عَدِيلُ
أَفَاطِمُ إِن جَزَعْتَ فَذَاكَ عُذْرُ وَإِنْ لَمْ تَجْزَعِي فَهُوَ السَّيْلُ
فَعُوْدِي بِالْعَزَاءِ فَإِنَّ فِيهِ ثَوَابَ اللَّهِ وَالْفَضْلُ الْجَزِيلُ
وَقَوْلِي فِي أَبِيكَ وَلَا تَمْلِي وَهَلْ يَجْزِي بِفَضْلِ أَبِيكَ قِيلُ
فَقَبْرُ أَبِيكَ سَيِّدُ كُلِّ قَبْرِ وَفِيهِ سَيِّدُ النَّاسِ الرَّسُولُ
(اس شام ہماری مصیبت میں بہت ہی زیادہ اضافہ ہو گیا اور مصیبت بہت سخت ہو گئی، جب کہا گیا کہ رسول ﷺ کا انتقال ہو گیا۔

ہم وحی اور نزول آیات سے محروم ہو گئے، جس کو لے کر حضرت جبریل صبح شام آتے تھے۔ وہ ایسے نبی تھے جو ہم سے شکوک و شبہات کو دور کرتے تھے، اپنی طرف کی جانے والی وحی کے ذریعے اور اپنی باتوں سے۔ وہ ہماری رہنمائی کر رہے تھے، تو ہمیں اپنے اوپر کسی گمراہی کا اندیشہ نہیں تھا، اور رسول ہمارے رہنما تھے۔ ہم نے زندگی میں آپ کی طرح کسی شخص کو نہیں دیکھا، اور مرے ہوئے لوگوں میں آپ کا کوئی مماثل نہیں ہے۔ فاطمہ! اگر تم نے جزع فزع کیا ہے تو تم معذور ہو، اگر تم نے جزع فزع نہیں کیا ہے تو یہی صحیح راستہ ہے۔ چنانچہ تم صبر کی عادت ڈالو، کیوں کہ صبر میں اللہ کا ثواب ہے اور اس سے بہت ہی زیادہ فضل حاصل ہوتا ہے۔ اور اپنے والد کے بارے میں سناتی رہو، اور اکتانہ جاؤ، کیا تمہارے والد کی فضیلت کے لیے چند باتیں کافی ہیں۔ تمہارے والد کی قبر تمام قبروں کی سردار ہے، اور اس میں لوگوں کے سردار اللہ کے رسول محمد ﷺ مدفون ہیں)

(سیر اعلام النبلاء، ۱/۲۰۴-۲۰۵)

یہ چند اشعار نبی کریم ﷺ کے مرثیے سے متعلق تھے، اب ذیل میں چند مرثیہ کے اشعار شہداء سے متعلق پیش ہیں۔

حضرت حسان نے حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت پر یہ اشعار کہے:

عَمُ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ وَصَفِيهِ وَرَدَّ الْحِمَامَ فَنِعْمَ ذَاكَ الْوَارِدُ
وَأَتَى الْمَنِيَّةَ مُعَلِّمًا فِي أُسْرَةٍ نَصَرُوا النَّبِيَّ وَمِنْهُمْ الْمُسْتَشْهَدُ
شَتَّانَ مَنْ هُوَ فِي جَهَنَّمَ ثَاوِيًّا أَبَدًا وَمَنْ هُوَ فِي الْجَنَّةِ مُخَلَّدُ
(نبی کریم حضرت محمد ﷺ کے چچا اور آپ کے خاص الخاص ہیں، انھوں نے موت کو گلے گالیا، وہ بہترین گلے لگانے والے ہیں۔ موت اس خاندان میں خبر دیتی ہوئی آئی، جنھوں نے نبی کی مدد کی، اور ان میں سے شہید بھی ہیں۔ جو جہنم میں ہمیشہ ہمیش رہنے والا ہے اور جو جنت کے باغات میں ابد الابد رہنے والا ہے، دونوں کے درمیان زمین اور آسمان کا فرق ہے)

(شعر الدعوة ۴۳۹، الشعر الاسلامی فی..... ص ۲۳۸)

حضرت صفیہ نے حضرت حمزہ کی شہادت پر امامہ بنت حمزہ کوسلی دیتے ہوئے یہ اشعار کہے:

فَقُلْتُ لَهَا إِنَّ الشَّهَادَةَ رَاحَةٌ وَرَضَوَانُ رَبِّ يَا أَمَامُ غَفُورٍ
فَإِنَّ أَبَاكَ الْخَيْرَ حَمْزَةً فَأَعْلِمِي وَزَيْرُ رَسُولِ اللَّهِ خَيْرُ وَزِيرٍ
دَعَاهُ إِلَهُ الْخَلْقِ ذُو الْعَرْشِ دَعْوَةً إِلَى جَنَّةٍ يَرْضَى بِهَا وَسُرُورٍ
فَذَلِكَ مَا كُنَّا نَرْجَى وَنَرْجَى لِحَمْزَةٍ يَوْمَ إِلَى خَيْرٍ مَصِيرٍ
(میں نے اس سے کہا: شہادت سے راحت ملتی ہے، اور اے امامہ! شہادت سے رب غفور کی خوش نوادی حاصل ہوتی ہے۔ یہ بات سمجھ لو کہ آپ کے بہترین والد حمزہ رسول اللہ ﷺ کے بہترین وزیر تھے۔ تمام مخلوقات کے معبود عرش والے نے حمزہ کو ایسی جنت کی طرف بلایا، جہاں وہ خوش اور مسرور رہیں گے۔ ہم محشر کے دن حمزہ کے لیے بہترین ٹھکانے کے امیدوار ہیں اور دوسروں کو بہترین انجام کی امید دلاتے ہیں)

(شعر الدعوة ۴۵۰، الشعر الاسلامی فی..... ص ۲۳۸)

حضرت حسان نے حضرت حمزہ کی شہادت پر یہ شعر کہا:

صَلَّى عَلَيْكَ اللَّهُ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةِ مَكْرَمَةِ الدَّاخِلِ
(اللہ آپ پر جنت کے بلند باغات میں رحم فرمائے جس میں داخلے کی جگہ بڑی باعزت ہے)
(شعر الدعوة ص ۴۴۶، الشعر الاسلامی فی ص ۲۴۲)

کعب بن مالک نے حضرت حمزہ کے مرثیہ میں مندرجہ ذیل شعر کہا:

عَلَيْكَ سَلَامٌ رَبِّكَ فِي جَنَانٍ مُخَالِطُهَا نَعِيمٌ لَا يَزُولُ
(جنتوں میں آپ پر آپ کے پروردگار کی سلامتی ہو، جہاں نہ ختم ہونے والی نعمتیں ہیں)
(شعر الدعوة ص ۴۴۵، الشعر الاسلامی فی ص ۲۴۲)

یہ شعر حضرت عبداللہ بن رواحہ کی طرف بھی منسوب ہے۔

عبداللہ ابن رواحہ نے نافع ابن بدیل کے مرثیہ میں مندرجہ ذیل اشعار کہے، جو بڑے معونہ میں شہید ہوئے تھے:

رَحِمَ اللَّهُ نَافِعَ بْنَ بُدَيْلٍ رَحْمَةً الْمُتَبَغَى ثَوَابَ الْجِهَادِ
صَارَ مُصَادِقُ اللَّقَاءِ إِذَا مَا أَكْثَرَ النَّاسَ قَالُوا قَوْلَ السَّدَادِ
(اللہ نافع ابن بدیل پر رحمت نازل فرمائے، ایسی رحمت جس کی تلاش جہاد کے ثواب کی امید رکھنے والے کو رہتی ہے۔
جب لوگوں کا مجمع رہتا تو وہ بہادر، جنگ میں ڈٹے رہنے والے اور جنگ کا حق ادا کرنے والے بہادر تھے اور صحیح بات کہنے والے تھے)

اسی طرح حسان ابن ثابت نے منذر ابن عمرو کا مرثیہ کہا ہے، جو نافع ابن بدیل کے ساتھ ہی

شہید ہو گئے تھے:

صَلَّى إِلَهُهُ عَلَى ابْنِ عَمْرٍو إِنَّهُ صَدَقَ اللَّقَاءِ وَصَدَقَ ذَلِكَ أَوْفَقُ
قَالُوا لَهُ أُمْرَيْنِ فَاخْتَرِ فِيهِمَا فَاخْتَارَ فِي الرَّأْيِ الَّذِي هُوَ أَرْفَقُ
(اللہ منذر ابن عمرو پر رحم فرمائے، وہ جنگ میں مجھے رہنے والے اور جنگ کا حق ادا کرنے والے تھے، اور ان کا جنگ میں جمار ہنا باتو تین ہے۔

جب لوگوں نے ان سے کہا کہ دو میں سے کسی ایک کا انتخاب کرو، تو انھوں نے سب سے بہتر چیز کا انتخاب کیا۔ (یعنی شہادت کی موت کا انتخاب کیا)

کعب بن مالک نے جنگ میں شہید ہونے پر اس انداز میں فخر کیا ہے کہ وہ جنت اور اخروی

باغات سے سرفراز ہوں گے، یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

وَقَتْلَاهُمْ فِي جَنَانِ النَّعِيمِ كِرَامُ الْمَدَاخِلِ وَالْمَخْرَجِ
فَمَا بَرَحُوا يَضْرِبُونَ الْكُمَاةَ وَيَمْضُونَ فِي الْقُسْطِلِ الْمُرْهَجِ

كَذَلِكَ حَتَّى دَعَاهُمْ مَلِيْكٌ إِلَى جَنَّةٍ ذُوْحَةِ الْمَوَلَجِ
أُولَئِكَ!! لَا مَنْ ثَوَى مِنْكُمْ مِنَ النَّارِ فِي الدَّرَكِ الْمُرْتَجِ
(مسلمانوں کے شہداء نعمتوں والی جنتوں میں ہیں، جس میں داخل ہونے اور نکلنے والے باعزت ہیں۔

وہ برابر بہادروں کا مقابلہ کرتے رہے اور گھمسان کی جنگ میں آگے بڑھتے رہے۔
وہ اسی حال میں تھے کہ ان کو مالک الملک نے ایسی جنت کی طرف بلایا جس کے دروازے پر سایہ دار گھنا
درخت ہے

وہ لوگ جنت میں عیش و آرام سے رہیں گے!! نہ کہ وہ لوگ جن کا تم میں سے جہنم کے نچلے حصے میں ٹھکانہ
(شعر الدعوتہ ص ۳۶۰-۳۶۱، الشعر الاسلامی فی..... ص ۲۳۹)

عورتیں زیادہ مرہف الحس ہوتی ہیں اور ان کو اپنے آنسوؤں پر قابو نہیں رہتا، اس کا اظہار
انھوں نے اپنے مرثیوں میں بھی کیا ہے، ہند بنت اثاثہ ہاشمیہ نے رسول اللہ ﷺ کے مرثیے میں
مندرجہ ذیل اشعار کہے، اسلام میں آنسو بہانے کی ممانعت نہیں ہے، بلکہ جزع و فزع اور نوحہ کرنے کی
ممانعت ہے:

أَلَا يَا عَيْنُ فَاْبْكِي لَا تَمْلِي وَقَدْ بَكَرَ النَّعْيُ بِخَيْرِ شَخْصٍ
رَسُولَ اللَّهِ حَقًّا مَا حَيْثُ لَقَدْ عَظُمَتْ مُصِيبَتُنَا وَجَلَّتْ
إِلَى رَبِّ الْبَرِيَّةِ ذَاكَ نَشْكُو فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا أَتَيْتُ
(اے میری آنکھ! سن لے! آنسو بہا، آنسو بہاتے بہاتے اکتامت جا، اس شخصیت کی موت کی صبح سویرے آئی ہے،
جس کو میں دل و جان سے چاہتی ہوں۔

صبح سویرے بہترین شخص کے موت کی خبر آئی ہے، جو اللہ کے حقیقی رسول ہیں، اور قیامت تک کے لیے رسول ہیں۔
ہم پر بڑی اور سخت مصیبت آگئی ہے، اور آپ کے بعد مجھے تمام تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں۔
اس کی شکایت ہم تمام مخلوقات کے پروردگار سے کرتے ہیں، اللہ اس بات سے واقف ہے جو میں کہتی ہوں)

عاتکہ بنت عبدالمطلب کے اشعار پیش ہیں:

لَعَمْرُكَ مَا أَبْكِي النَّبِيَّ لِفَقْدِهِ وَلَكِنْ لِمَا أَخْشَى مِنَ الْهَرَجِ آتِيَا
كَأَنَّ عَلَى قَلْبِي لَذِكْرُ مُحَمَّدٍ وَمَا خِفْتُ مِنْ بَعْدِ النَّبِيِّ الْمَكَاوِيَا
فَلَوْ أَنَّ رَبَّ النَّاسِ أَبْقَى نَبِيَّنَا سَعِدْنَا وَلَكِنْ أَمْرُهُ كَانَ مَا ضِيَا
(تمہاری زندگی کی قسم! میں نبی کے انتقال پر نہیں رورہی ہوں، بلکہ مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ آپ کے بعد امت
میں انتشار اور فتنہ پھیل جائے گا۔

میرے دل میں محمد ﷺ کی یاد ہے، اور مجھے بنی کے بعد مصائب کا خوف نہیں رہا۔

اگر لوگوں کا پروردگار ہمارے نبی کو زندہ رکھتا تو، ہم خوش بختی سے سرفراز ہوتے، لیکن اس کا فیصلہ ہو چکا تھا)
(شعر الدعوة ص ۴۱۳-۴۱۴، الشعر الاسلامی فی..... ص ۲۴۰)

حضرت صفیہ کے اشعار ملاحظہ ہوں:

أَعْيَنِي جُودًا بَدَمَعَ سَجَمٌ يُيَادِرُ غَرْبًا بِمَاءٍ مُنْهَدِمٍ
أَعْيَنِي فَاسْخَنَفِرْ أَوْ اسْكُبَا بِوَجْدٍ وَحُزْنٍ شَدِيدِ الْأَلَمِ
عَلَى الْمُرْتَضَى لِلْهُدَى وَالتَّقَى وَلِلرُّشْدِ وَالنُّورِ بَعْدَ الظُّلَمِ

(اے میری آنکھیں! خوب آنسو بہاؤ، پانی سے بھرے ہوئے ڈول سے بھی زیادہ آنسو بہاؤ۔
اے میری آنکھیں! سخت ترین غم پر سیل رواں کی طرح تیز آنسو بہاؤ۔
ہدایت، تقویٰ، رشد و بھلائی اور تاریکی کے چھا جانے کے بعد نور پھیلانے کے لیے منتخب کردہ ذات پر آنسو بہاؤ)
(شعر الدعوة ص ۳۹۴، الشعر الاسلامی فی..... ص ۲۴۱)

۶۔ ہجو

عہد نبوی کے ہجو کو ہم دو مرحلوں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

فتح مکہ سے پہلے ہجو کے اکثر افکار جاہلی تھے، بعض بری چیزوں کے تذکرے سے بھی بچا نہیں جاتا تھا، لیکن یہ طبعی امر تھا، کیوں کہ مسلمان شاعر مشرکین سے ان کے مفہوم کے مطابق ہی مخاطب ہوتے تھے، حضور اکرم ﷺ نے اپنے فرمان میں بھی اس نظریے کی طرف اشارہ کیا ہے: ”تم ان سے وہی کہو جو وہ تم سے کہتے ہیں“، اس لیے اگر کوئی دعویٰ کرتا ہے کہ ہجو عام طور پر جاہلی طرز اور اسلوب میں ہی رہا تو یہ بات صحیح ہے، لیکن اس میں اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ اسلام نے شعراء پر اثر نہیں ڈالا۔

دوسرا مرحلہ فتح مکہ کے بعد کا ہے، اس وقت سب عرب آپس میں بھائی بھائی اور مسلمان بن گئے تو ہجو سے منع کیا گیا اور اس کو حرام قرار دیا گیا اور ہجو کرنے پر سزا بھی دی گئی، کیوں کہ اس کو معاشرتی جرم قرار دیا گیا، جس کے نتیجے میں ہجو کی صنف کمزور پڑ گئی اور اس کے اشعار کم ہو گئے۔

اگر اسلامی افکار اور دینی طرز پر ہی کفار مکہ کی ہجو کی جاتی تو اس کی کوئی قیمت نہیں رہتی، کیوں کہ مخاطب کفار تھے، صرف کفار ہی نہیں، بلکہ اپنے کفر میں بہت سخت تھے، ان کو اللہ کی خشیت سے کوئی واسطہ نہیں تھا، حضرت حسان بن ثابت نے عتبہ بن ابوقحاص کو مخاطب کرتے ہوئے مندرجہ ذیل اشعار کہے، جب انھوں نے احد کی جنگ میں آپ ﷺ کو زخمی کر دیا تھا، اس میں حضرت حسان نے اللہ کے خوف کا واسطہ دیا ہے، جس کا کوئی فائدہ نہیں ہے، اگر وہ اللہ کا خوف کرتا اور اس کو مرنے کے بعد زندہ ہونے پر ایمان ہوتا تو ہجرت کر کے مدینہ چلا جاتا اور مسلمان ہو جاتا، حضرت حسان کے اشعار ملاحظہ ہوں:

فَهَلَّا خَشِيتَ اللَّهَ وَالْمَنْزِلَ الَّذِي تَصِيرُ إِلَيْهِ بَعْدَ الْمَوْتِ إِحْدَى الصَّفَائِقِ
لَقَدْ كَانَ خِزْيًا فِي الْحَيَاةِ لِقَوْمِهِ وَفِي الْبُعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ إِحْدَى الْعَوَالِقِ
(تم نے اللہ کا خوف کیوں نہیں کیا اور اس مقام کا خوف کیوں نہیں کیا جہاں تم موت کے بعد پہنچنے والے ہو، یہ ایک یقینی طور پر وقوع پذیر ہونے والا واقعہ ہے۔

وہ زندگی میں اپنی قوم کے لیے رسوائی تھا اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر اپنی قوم کے لیے شر کا باعث ہوگا)

(شعر الدعوة ص ۳۳۱، الشعر الاسلامی فی..... ص ۲۲۴)

عہد نبوی کے شعراء نے جنگوں میں شکست کا تذکرہ کر کے کفار و مشرکین کی ہجو کی ہے اور ان کو عار دلایا ہے، اور اس عار کا اثر ان پر جنگی تیروں سے زیادہ ہوتا تھا، جس طرح کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے ارشاد میں فرمایا ہے، مختلف شعراء کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

أَلَا أَبْلِغُ أَبَا سُفْيَانَ عَبِيٍّ مُغْلَغَلَةً فَقَدْ بَرِحَ الْخِفَاءُ
بِأَنَّ سُيُوفَنَا تَرَكَتْكَ عَبْدًا وَعَبْدُ الدَّارِ سَادَتُهَا الْإِمَاءُ
(سن لو! ابوسفیان کو میری طرف سے یہ پیغام پہنچا دو۔ اب فیصلہ سامنے آچکا ہے۔)

کہ ہماری تلواروں نے تم کو غلام بنا کر چھوڑ دیا ہے، قبیلہ عبدالدار کے سردار باندیاں بن گئے ہیں) (شعر الدعوة ص ۳۳۲-۳۳۳، الشعر الاسلامی فی..... ص ۲۲۵)

کعب بن مالک سخن گو ہیں:

أَبْلِغُ أَبِيًّا أَنَّهُ قَالَ رَأَيْتُهُ وَحَانَ غَدَاةَ الشَّعْبِ وَالْحَيْنَ وَقَعَ
(ابی کو یہ بات پہنچا دو کہ اس کی رائے کھوٹی ہو گئی اور جنگ بدر کے موقع پر اس کو موت آ گئی اور موت آ کر رہتی ہے)
(شعر الدعوة ص ۳۲۰، الشعر الاسلامی فی..... ص ۲۲۵)

عاتکہ بنت عبدالمطلب کے اشعار ملاحظہ ہوں:

فَهَلَّا صَبَرْتُمْ لِلنَّبِيِّ مُحَمَّدٍ بَدْرٍ وَمَنْ يَغْشَى الْوَعْيَى حَقٌّ صَابِرٍ
وَلَمْ تَرْجِعُوا عَنْ مُرْهَفَاتِ كَأَنَّهَُا حَرِيْقٌ بِأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ بَوَاتِرٍ
وَوَلَّيْتُمْ نَفَرًا وَمَا الْبَطْلُ الَّذِي يُقَاتِلُ عَنْ وَقَعِ السَّلَاحِ بِنَافِرٍ
(تم نبی کریم ﷺ کے مقابلے میں جنگ بدر میں ڈٹے کیوں نہیں رہے، اور جو جنگ میں کود پڑتا ہے وہ ڈٹا رہتا ہے۔)

اور تم تیز بار یک دھار والی تلواروں سے واپس نہیں ہوئے جو تلواریں مؤمنین کے ہاتھوں میں تکلیف پہنچانے کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ کے مانند تھیں۔

اور تم اپنے ہی لوگوں کو پیچھے چھوڑ کر بھاگ گئے، بہادر وہ نہیں ہے جو جنگ کے موقع پر ہتھیاروں کی مار سے گھبرا کر بھاگ جائے) (شعر الدعوة ص ۳۳۶-۳۳۷، الشعر الاسلامی فی..... ص ۲۲۶)

ہجو گوئی میں حسب و نسب میں بھی طعن و تشنیع ملتی ہے، مثلاً حضرت حسان نے کہا ہے:

لَقَدْ لَعَنَ الرَّحْمَنُ جَمْعًا يَقُوذُهُمْ دَعَىٰ بَنِي سَجْعٍ لِحَرْبِ مُحَمَّدٍ
(رحمان نے اس گروہ پر لعنت کی ہے جس کی قیادت بنو سجع کا لے پا لک حرامی شخص محمد ﷺ کے خلاف جنگ کے لیے کر رہا ہے)
(شعر الدعوة ص ۳۲۷، الشعر الاسلامی فی..... ص ۲۲۶)

قریش کے حلیف احباش کے سلسلے میں حضرت حسان ہی کا شعر ہے:

أَنْتُمْ أَحَابِيشُ جُمُعَتُمْ بِلَا نَسَبٍ أَيْمَةُ الْكُفْرِ غَرَّتْكُمْ طَوَاغِيهَا
(تم احابیش ہو، تم حسب و نسب کے بغیر جمع کیے گئے ہو، کفر کے سرداروں اور شیطانوں نے تم کو غلامایا ہے)
(شعر الدعوة ص ۳۳۱، الشعر الاسلامی فی..... ص ۲۲۶)

حضرت کعب بن مالک نے اخلاقی برائیوں کا تذکرہ کر کے ہجو کی ہے:

تَبَجَّحْتَ تَهْجُورَ رَسُولِ الْمَلِكِ — كَيْ فَاتَلَكَ اللَّهُ جُلْفًا لَعِينًا
تَقُولُ الْخَنَائِمَ تَرْمِي بِهِ — نَقِيَّ الثِّيَابِ تَقِيًّا أَمِينًا
(تم اس بات پر فخر کرتے ہو کہ مالک الملک کے رسول کی ہجو کر رہے ہو، اللہ تم کو ہلاک کر دے، تم اجڈ اور ملعون ہو۔
تم بدگوئی کرتے ہو، جس کا الزام تم ایسے شخص پر لگاتے ہو، جو صاف ستھرا، متقی اور امانت دار ہے)

(شعر الدعوة ص ۳۳۲، الشعر الاسلامی فی ص ۲۲۶)

اہل کتاب کی ہجو میں کفر و جہالت کا تذکرہ ملتا ہے، مثلاً حضرت حسان نے یہودیوں کو مخاطب

کرتے ہوئے کہا ہے:

كَفَرْتُمْ بِالْقُرْآنِ وَقَدْ أَتَيْتُمْ — بِصَدِيقِ الَّذِي قَالَ النَّذِيرُ
هُمْ أَوْتُوا الْكِتَابَ فَضَيَّعُوهُ — فَهُمْ غُمَّى عَنِ التَّوْرَةِ بُورُ
(تم نے قرآن کا انکار کیا، حالانکہ نذیر یعنی محمد ﷺ کی باتوں کی تصدیق تمہاری کتابوں میں موجود ہے۔
ان کو کتاب دی گئی تو انھوں نے اس کو ضائع کر دیا، وہ تورات سے اندھے بنے ہوئے ہیں اور وہ ہلاک ہونے والی

قوم ہیں) (شعر الدعوة ص ۲۲۳، الشعر الاسلامی فی ص ۲۲۷)

اسی طرح کعب بن مالک نے نصرانی عالم ابو عامر عبد عمرو بن صفی راہب کی ہجو کی ہے:

مَعَاذَ اللَّهِ مِنْ عَمَلٍ خَبِيثٍ — كَسَمِيكَ فِي الْعَشِيرَةِ عَبْدَ عَمْرٍو
فَأَمَّا قُلْتُ لِي شَرَفٌ وَنَخْلٌ — فَقَدِمَا بَعْتَ إِيمَانًا بِكُفْرٍ
(عبد عمرو! خاندان میں اس کا مرتبہ بڑا تو ہے لیکن اللہ کی پناہ! اس کے خبیث کاموں سے۔
اگر تم مجھ سے کہتے ہو کہ میرے پاس عزت اور نخلستان ہیں تو تم نے بہت پہلے کفر کے بدلے ایمان کو بیچ دیا ہے)

(شعر الدعوة ص ۳۳۴ و ۳۳۵، الشعر الاسلامی فی ص ۲۲۷)

مشہور شاعر ابوسفیان بن حارث کی ہجو میں حضرت حسان نے یہ شعر کہا:

أَتَهْجُوهُ وَلَسْتُ لَهُ بِكُفُوٍ — فَشَرُّكُمْ مَالِ خَيْرِكُمْ مَالُ الْفِدَاءِ
(کیا تم محمد ﷺ کی ہجو کر رہے ہو، حالانکہ تم آپ ﷺ کے کفو نہیں ہو، ہونا تو یہ چاہیے کہ تم دونوں میں سے بدترین شخص تم
میں سے بہترین شخص پر فدا ہو)

۷۔ غزل

دورِ جاہلی میں غزل بڑی فحش تھی، اسلام فحش گوئی اور دوسروں کی حرمتوں کو پامال کرنے سے منع کرتا ہے، جب کہ جاہلی دور میں عورتوں کی عزت پر حملے ہوتے تھے اور غزلیہ اشعار میں عورتوں کے پوشیدہ امور کو بیان کیا جاتا تھا، اس سلسلے میں امرؤ القیس بہت مشہور ہے، اسی بنیاد پر آپ ﷺ نے امرؤ القیس کے سلسلے میں فرمایا: ”قائد لواء اهل النار“ (جہنمیوں کے جھنڈے کو اٹھائے امرؤ القیس قیادت کرے گا) اسی طرح حضور اکرم ﷺ کے زمانے کے شاعر اشی میمون بھی بہت فحش غزلیہ اشعار کہا کرتا تھا لیکن عہدِ اسلامی میں غزل پاک ہو گئی اور اس میں شرافت آ گئی، چند پاک و صاف غزلیہ اشعار ملاحظہ ہوں:

ابو ذؤیب ہذلی نے اپنی محبوبہ کو نخلہ (کھجور کے درخت) سے تعبیر کرتے ہوئے کہا ہے:

أَلَا يَانِخَلَةً مِنْ ذَاتِ عِرْقٍ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللَّهِ السَّلَامُ

(شریف خاندان کی نخلہ! تم پر اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو)

(تطور الغزل بین الجاہلیۃ والاسلام ص ۳۶۳-۶۹، الشعر الاسلامی فی..... ص ۲۳۲)

اسی طرح حمید بن ثور نے اپنی محبوبہ کو سرخہ (ایسی گدھی جو ابھی گا بھن نہ ہوئی ہو) سے کنایہ مخاطب کیا ہے:

أَبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ سَرَحَةَ مَالِكٍ عَلَى كُلِّ أَفْنَانِ الْعَصَاءِ تَرُوقُ

فَهَلْ أَنَا إِنْ عَلَلْتُ نَفْسِي بِسَرَحَةٍ مِنَ السَّرْحِ مَسْدُودٌ عَلَى طَرِيقُ

(اللہ نے اس بات کا فیصلہ کر لیا ہے کہ مالک کی سرخہ ”عصاء درخت“ کی تمام ٹہنیوں پر مچلتی رہے۔ میں نے اپنے دل کو دوشیزاؤں میں سے ایک دوشیزہ کا بیمار بنایا ہے، جس کا راستہ میرے لیے مسدود ہے)

(أسد الغابہ ج ۲ ص ۵۴، الشعر الاسلامی فی..... ص ۲۳۲)

۸۔ سیاست سے متعلق اشعار

اس صنفِ شاعری میں اسلامی طرز غالب ہے، لیکن جاہلی تکلفات سے خالی بھی نہیں ہے، جس کی وجہ سے اس کے حسن میں کمی آگئی ہے۔

اسلامی ریاست میں اسلامی دائرے میں رہتے ہوئے جو چاہے کہنے کی آزادی تھی، حاکم ڈکٹیٹر نہیں تھا، ہر کوئی امیر یا حاکم پر اعتراض کر سکتا تھا اور اپنی رائے دے سکتا تھا، خود حاکم اپنے موقف کی تشریح کرتا تھا اور ہر صحیح تنقید پر غور کرتا تھا۔

نبی کریم ﷺ نے سب سے پہلے تنقید کو برداشت کیا اور اس کا جواب دیا، اور تنقید کرنے والوں کی ملامت نہیں کی، بلکہ ان کی تنقید کو بجا قرار دیتے ہوئے اپنے عمل کی توجیہ پیش کی، جس کو سن کر تنقید کرنے والوں کو اطمینان ہوا اور وہ آپ ﷺ کی حکمت سے مطمئن ہو گئے، واقعہ یہ ہے کہ جنگ حنین میں بہت سا مال غنیمت میں ملا تھا، حضور اکرم ﷺ نے سب مال غنیمت نئے مسلمان ہونے والوں میں تقسیم کیا تو یہ بات انصار پر گراں گزری اور بعض لوگوں نے تنقید کی کہ ہمیں کچھ نہیں ملا، حالاں کہ ہم شروع سے آپ کا ساتھ دے رہے ہیں، یہ بات حضور ﷺ تک پہنچی تو آپ نے انصار کو جمع کیا اور تقریر کی، جس میں ان کی تنقید کا تذکرہ کیا اور اس کو حق بجانب قرار دیا، اور مال غنیمت کی تقسیم میں نئے مسلمان ہونے والوں کو زیادہ دینے کی وجہ بھی بیان کی کہ ان لوگوں کی تالیفِ قلب ہو، حضرت حسان نے اشاروں میں حضور ﷺ سے یہ شکایت کی ہے، ملاحظہ ہو:

وَأَتِ الرَّسُولَ فَقُلْ يَا خَيْرَ مُؤْتَمِنٍ لِّلْمُؤْمِنِينَ إِذَا مَا عُدِدَ الْبَشَرُ
عَلَامَ تَدْعِي سُلَيْمٍ وَهِيَ نَارُ حَةٍ قَدَّامَ قَوْمٍ هُمُومًا أَوْوًا وَهُمْ نَصْرُومًا
وَنَحْنُ جُنْدُكَ يَوْمَ النَّعْفِ مِنْ أَحَدٍ إِذْ حَزَبَتْ بَطْرًا أَشْيَاعَهَا مُضْرُومًا
فَمَا وَنَيْنَا وَمَا خِمْنَا وَمَا خَبِرُوا مِنَّا عِشَارًا وَكُلُّ الْقَوْمِ قَدْ عَثَرُوا

(رسول ﷺ کے پاس جاؤ، اور آپ سے کہو: مؤمنین کے بہترین امانت دار! جب لوگوں کا شمار کیا جاتا ہے تو قبیلہ سلیم کو ان لوگوں سے پہلے کیوں بلایا جاتا ہے جنہوں نے آپ کو پناہ دی اور آپ کی مدد کی، حالاں کہ قبیلہ سلیم کے لوگ دور بیٹھے تماشہ دیکھ رہے تھے۔

ہم جنگ احد میں پہاڑی کے نیچے آپ کی فوج تھے جب مضر نے اپنے ہم نواؤں کو تکبر اور گھمنڈ کرتے ہوئے جمع کیا، ہم کبھی کمزور نہیں پڑے اور نہ ہم نے کبھی ساتھ چھوڑا اور ان کو ہم سے کسی غلطی کا تجربہ نہیں ہوا، حالانکہ ہر قوم نے غلطی کی اور ہر قوم سے چوک ہوگئی)

(سیرۃ ابن ہشام ۴/۱۴۰)

باب سوم:

رسول اللہ ﷺ کے خاص الخاص شعراء

۱۔ حضرت حسان ابن ثابت

۲۔ حضرت کعب ابن مالک

۳۔ حضرت عبداللہ ابن رواحہ

رضی اللہ عنہم اجمعین

ابن سیرین نے فرمایا: ”اللہ کے رسول ﷺ کے شعراء عبداللہ ابن رواحہ، حسان ابن

ثابت اور کعب ابن مالک تھے۔“ (سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۲۳۳)

(۱)

حسان بن ثابت

حسان ابن ثابت ابن منذر ابن حرام ابن عمرو ابن زید ابن مناة ابن عدی ابن عمرو ابن مالک ابن نجار انصاری خزرجی ثم نجاری۔

ان کی ماں کا نام فریجہ بنت خالد ابن حبیش ابن لوزان خزرجیہ ہے۔

حضرت حسان کے والد ثابت اور آپ کے دادا کا شمار اپنی قوم کے سرداروں اور شرفاء میں ہوتا تھا، اور وہ خزرج اور اوس کے درمیان حکم اور ثالث کا رول ادا کرتے تھے، خصوصاً ان کے دادا بڑے سخی اور امن و سلامتی کے داعی اور اس کے لیے کوشاں رہتے تھے، جب جنگ شیمہ (مدینہ کے قریب ایک کنویں کا نام) کے بعد مقتولین اور دیت کی ادائیگی کے بارے میں اوس اور خزرج کے درمیان اختلافات ہوئے تو منذر نے اپنی قوم خزرج کی تمام دیتوں کو چھوڑ دیا اور اوس کے تمام مقتولین کی دیت اپنے ذمے لی اور امن و سلامتی کی خواہش میں اپنے ذاتی مال سے دیتیں ادا کی۔

حسان کی پیدائش مدینہ میں ہجرت سے ساٹھ سال پہلے ہوئی، وہ عہد جاہلی میں شعر کے ذریعے کمائی کرتے تھے، وہ جلق اور حیرہ کے درباروں میں حاضری دیتے تھے اور ان کی مدح میں اشعار کہا کرتے تھے، امراء اور حکماء ان کی شاعری اور اپنی مدح سرائی پر خوش ہو کر ان کو بیش بہا انعامات سے نوازتے تھے، انھوں نے سب سے زیادہ شاہان غسانہ کی مدح میں اشعار کہے، حسان کا میلان بھی ان کی طرف تھا، انھوں نے غسانہ میں حارث اعرج کی اولاد اور پوتوں کی تعریف میں اشعار کہے، غسانہ حضرت حسان کے اسلام لانے اور ان کی تعریف میں اشعار کہنا بند کرنے کے بعد بھی ان کو عطیات سے نوازتے رہے۔

جب مسلمانوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی تو شروع عہد ہی میں حضرت حسان نے اسلام قبول کیا، اور اپنی شاعری کو رسول اللہ ﷺ کی مدح اور آپ کے مخالفین کی ہجو کے لیے وقف کر دیا، حضرت حسان آپ ﷺ کی ہجو کرنے والے مکہ کے شعراء عبداللہ ابن زبیری، عمرو ابن عاص، ابوسفیان ابن حارث اور حارث ابن عبدالمطلب (یہ چاروں حضرات بعد میں اسلام سے مشرف ہوئے) کا جواب دیتے تھے، البتہ حضرت حسان نے جنگوں میں شرکت نہیں کی، اس کی وجوہات کے سلسلہ میں اختلاف ہے،

اکثر حضرات نے لکھا ہے کہ حضرت حسان بزدل تھے، لیکن بعض محققین نے مدلل لکھا ہے کہ آپ کی پیٹھ میں کچھ تکلیف تھی جس کی وجہ سے آپ جنگوں میں شرکت سے معذور تھے۔

ابن اسحاق نے مغازی میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ وہ حضرت حسان کے قلعے ”فارغ“ میں جنگ خندق کے موقع پر عورتوں اور بچوں کے ساتھ تھیں، اس وقت نبی کریم ﷺ اور مسلمان جنگ خندق میں مشغول تھے، حضرت حسان بھی ہمارے ساتھ قلعہ میں موجود تھے، ایک یہودی نے قلعہ کا چکر لگانا شروع کیا اور جاسوسی کرنے لگا کہ قلعہ میں صرف عورتیں اور بچے ہی ہیں یا ان کے ساتھ کوئی مرد بھی ہے؟ تاکہ مسلمانوں کو مشغول کرنے کے لیے ان پر حملہ کیا جائے اور ان کی توجہ جنگ سے ہٹا کر یہاں مبذول کرائی جائے، حضرت صفیہ نے اس یہودی کی حرکتوں کو بھانپ لیا اور حسان سے کہا: اس یہودی پر مجھے شبہ ہے کہ وہ اپنے لوگوں سے جا کر ہمارے راز کو بتا دے گا، تم نیچے جا کر اس کو قتل کر دو۔ حسان نے کہا: صفیہ! اللہ آپ پر رحم فرمائے، تم جانتی ہو کہ میں یہ نہیں کر سکتا، صفیہ نے خود جا کر اس کو قتل کر دیا اور حسان سے کہا: تم اس کا سامان اٹھالو، حضرت حسان نے کہا: مجھے اس کی خواہش نہیں ہے۔ حسان کی عمر جب ساٹھ سال کی تھی تو حضور اکرم ﷺ مدینہ تشریف لے آئے اور سن ساٹھ ہجری میں حضرت حسان کی وفات ہوئی، اس وقت آپ کی عمر ۱۲۰ سال تھی، اس طرح انھوں نے ۶۰ سال عہد جاہلی میں گزارے اور ۶۰ سال عہد اسلام میں، آخری عمر میں حضرت حسان کی مینائی چلی گئی تھی۔

حضرت حسان کا شمار عظیم شعراء میں ہوتا ہے، انھوں نے کثرت کے ساتھ اشعار کہے ہیں، جو عمدہ اور بہترین ہیں، وہ شہری شعراء میں سب سے بڑے شاعر ہیں۔

عہد جاہلی میں حضرت حسان کے موضوعات شاعری قبائلی اور انفرادی مدح اور ہجو تھے، انھوں نے مرثیہ، خمریات، فخر اور غزل میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔

حضرت حسان شاعر رسول کے نام سے مشہور ہیں، انھوں نے اپنی زندگی رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں کی ہجو کرنے اور آپ ﷺ کی مدح کرنے میں گزاری، وہ ایک ساتھ قریش، یہود اور مشرکین عرب کی بہت سخت ہجو کیا کرتے تھے، حارث ابن عوف مرّی کی پناہ میں رسول اللہ ﷺ کے ایک داعی کا قتل ہوا تو حضرت حسان نے حارث کی ہجو میں مندرجہ ذیل شعر کہا:

إِنْ تَغْدِرُوا فَأَلْغَدْرُ مِنْكُمْ شَيْمَةً وَالْغَدْرُ يَنْبُتُ فِي أُصُولِ السَّخْبَرِ
(اگر تم لوگ غداری کر رہے ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، کیوں کہ غداری تمہاری فطرت میں شامل ہے، اور غداری کی فطرت یہ ہے کہ وہ درخت کی جڑوں میں ہی پختی ہے)

بخاری اور مسلم میں روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گزر مسجد نبوی میں حضرت حسان سے ہوا، جب

کہ وہ لوگوں کو اشعار سنار ہے تھے، حضرت عمرؓ نے ان کی طرف گھور کر دیکھا تو حضرت حسان نے کہا: میں اس وقت بھی اشعار سنایا کرتا تھا جب اس مسجد میں آپ سے بہتر شخص موجود تھے، پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا: میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ کیا تم نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ”میری طرف سے جواب دو، اے اللہ! تو ان کی روح القدس کے ذریعے تائید فرما“۔ صحیحین میں ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ان کی (کافروں کی) بھوکرو، جبریل تمہارے ساتھ ہیں“۔ ابوداؤد میں روایت ہے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ حضرت حسان کے لیے مسجد میں منبر رکھا کرتے تھے، جس پر وہ کھڑے ہو کر نبی کریم ﷺ کی بھوکرنے والوں کا جواب دیا کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس وقت تک روح القدس حسان کے ساتھ ہیں جب تک وہ رسول اللہ کی طرف سے دفاع کریں گے“۔

ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ حسان ابن ثابت کو شعراء پر تین امور کی وجہ سے فضیلت حاصل ہے: حسان زمانہ جاہلیت میں انصار کے شاعر، عہد نبوی میں نبی کریم ﷺ کے شاعر اور عہد اسلام میں یمن کے شاعر تھے، اس کے ساتھ وہ بزدل تھے۔

چنیدہ اشعار:

زبرقان ابن بدر رضی اللہ عنہ بنو تمیم کے وفد کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور انھوں نے اپنی قوم کی مدح میں اشعار کہے، آپ ﷺ نے حضرت حسان کو ان کے جواب میں اشعار کہنے کے لیے کہا تو انھوں نے جواب میں مہاجرین کی تعریف میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

إِنَّ الدَّوَائِبَ مِنْ فُهْرٍ وَإِخْوَتَهُمْ قَدْ بَيَّنُّوا سُنَّةَ لِلنَّاسِ تَتَّبِعُ
يَرْضَى بِهَا كُلُّ مَنْ كَانَتْ سِرِيرَتُهُ تَقْوَى إِلَهِهِ وَبِالْأَمْرِ الَّذِي شَرَعُوا
إِنْ كَانَ فِي النَّاسِ سَبَاقُونَ بَعْدَهُمْ فَكُلُّ سَبْقٍ لَأَذْنَى سَبْقِهِمْ تَبَعُ
أَهْدَى لَهُمْ مَدْحِي قَلْبٍ يُؤَاوِزُهُ فِيمَا أَرَادَ لِسَانٌ حَائِكٌ صَنَعُ

(قبیلہ فہر اور ان کے حلیفوں کے سرداروں نے لوگوں کے لیے ایک طریقہ پیش کیا ہے، جس کی پیروی کی جاتی ہے۔ اس پر وہ شخص راضی ہو جاتا ہے جس کی فطرت میں اللہ کی خشیت ہے، اور اس حکم پر خوش ہوتا ہے جس کو انھوں نے جاری کیا ہے۔ اگر لوگوں میں ان کے بعد سبقت کرنے والے ہوں گے تو ہر سبقت کرنے والا ادنیٰ شخص کے بھی پیچھے ہوگا۔

ان کے لیے ایک ایسے دل نے مدحیہ اشعار ہدیے میں پیش کیے ہیں جس کے ارادوں کو تجربہ کار و فکار زبان سے مدد ملتی ہے) حضرت حسان نے نبی کریم ﷺ کی چیمپی بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر ایک مرتبہ الزام لگایا تھا، جس کا تذکرہ واقعہ فک میں ملتا ہے، اور اس الزام میں حضرت حسان کو کوڑے بھی لگائے گئے تھے، اس کی معذرت میں حضرت حسان نے اشعار کہے، جس کا مطلع یہ ہے:

حَصَانٌ رَزَانٌ مَاتَزَنُ بِرَبِيَّةٍ وَتُصْبِحُ غَرْتِي مِنْ لُحُومِ الْعَوَافِلِ
فَإِنْ كَانَ قَدْ قِيلَ عَنِّي قُلْتُهٖ فَلَا رَفَعْتُ سَوْطِي إِلَى أَنَامِلِي
(وہ پاک دامن اور سنجیدہ ہے، ان پر کوئی الزام لگایا ہی نہیں جاسکتا، اور وہ غافل عورتوں کا گوشت کھانے سے باز رہتی ہے، یعنی وہ کسی کی غیبت نہیں کرتی ہے۔

اگر میرے بارے میں جو کہا گیا ہے وہ سچ ہے تو میرا ہاتھ کوڑا اٹھانے کے قابل نہ رہے)
بعض مہاجرین مثلاً صفوان ابن معطل وغیرہ نے ان کو اس واقعہ میں بولنے کے لیے ابھارا تھا،
ان کو اس پر بہت زیادہ افسوس اور غم تھا، اور اس کا سخت احساس بھی تھا، انھوں نے اپنے مندرجہ ذیل
قصیدے میں اس کا اظہار کیا ہے:

أَمْسَى الْجَلَابِيبُ قَدْ عَزُّوا وَقَدْ كَثُرُوا وَابْنُ الْفَرِيعَةِ أَمْسَى بِيضَةَ الْبَلَدِ
(چادر پہننے والے باعزت ہو گئے ہیں اور ان کی تعداد بڑھ گئی ہے، اور فریجہ کا بیٹا (فریجہ حسان کی ماں کا نام ہے) شتر
مرغ کا انڈا بن گیا ہے، یعنی اس کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہی ہے)

حسان ابن ثابت نے اسلام لانے سے قبل غسانہ کے آخری شہنشاہ جبلة ابن اسہم کی مدح میں مندرجہ

ذیل اشعار کہے:

لِلَّهِ دُرٌّ عَصَابَةٌ نَادَمْتُهُمْ يَوْمًا بِجَلِّقَ فِي الزَّمَانِ الْأَوَّلِ
يَمْشُونَ فِي الْحُلَلِ الْمُضَاعَفِ نَسْجُهَا مَشَى الْجَمَالِ، إِلَى الْجَمَالِ، الْبُرُلِ
الْحَالِطُونَ فَقِيرَهُمْ بِغَنِيَّتِهِمْ وَالْمُشْفِقُونَ عَلَى الضَّعِيفِ الْمُرْمِلِ
أَوْلَادُ جَفْنَةٍ حَوْلَ قَبْرِ أَبِيهِمْ قَبْرِ ابْنِ مَارِيَةَ الْكَرِيمِ الْمُفْضِلِ
يُغَشُّونَ حَتَّى مَا تَهْرُ كِلَابُهُمْ لَا يَسْأَلُونَ عَنِ السَّوَادِ الْمُقْبِلِ
يَسْقُونَ مَنْ وَرَدَ الْبَرِيضَ عَلَيْهِمْ بَرْدِي يُصَفِّقُ بِالرَّجْحِ السَّلْسَلِ
بِبُضِّ الْوُجُوهِ كَرِيمَةٍ أَحْسَابُهُمْ شُمُّ الْأَنْوَفِ مِنَ الطَّرَازِ الْأَوَّلِ
(کیا ہی قابل تعریف ہیں وہ لوگ، جن کے ساتھ میں نے گذشتہ زمانے میں ایک دن مقام جلق میں شراب پی۔
وہ جنگلوں میں ایسی ذرہوں میں نکلتے ہیں، جن کی بنائی دگنی ہے، جس طرح مضبوط اونٹ دوسرے اونٹ کی طرف چلتے
ہیں۔

وہ اپنے غریبوں کو اپنے مال داروں کے ساتھ بٹھاتے ہیں، اور ضرورت مندوں اور کمزوروں پر مہربانی کرتے ہیں۔
قبیلہ ہفہ کی اولاد اپنے والد کی قبر کے آس پاس رہتے ہیں، شریف اور باعزت ماریہ کے فرزند کی قبر کے آس پاس۔
مہمان ان کے پاس اتنی کثرت سے آتے ہیں کہ کتے مانوس ہو گئے ہیں، جس کی وجہ سے انھوں نے آنے والوں پر بھونکنا چھوڑ دیا
ہے، کیوں کہ ان کو کوئی جہمی ہی نہیں لگتا ہے، وہ آنے والے سواوا عظم کے بارے میں پوچھے نہیں ہیں، کیوں کہ ان کے دسترخوان
آنے والوں کے لیے کافی ہو جاتے ہیں۔

جوان کے پاس مقام بریص (دُشَق کی ندی کے پاس ایک جگہ کا نام) کے پاس آتے ہیں تو وہ ان کو بردی ندی کا ایسا پانی پلاتے ہیں، جس کو خوش گوار پرانی شراب سے پھینٹ دیا گیا ہو۔
ان کے چہرے روشن ہیں یعنی وہ باعزت ہیں، اور وہ شریف خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، بڑے باغیرت اور خوددار ہیں اپنے آباء و اجداد کی طرح)

حسان رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے دن فتح مکہ کے تذکرے میں حضور اکرم ﷺ کی مدح اور ابوسفیان ابن حارث کی ہجو میں مندرجہ ذیل اشعار کہے، اس قصیدے میں شراب کا وصف اور حماسہ کے اشعار بھی ہیں:

عَفَتْ ذَاتُ الْأَصَابِعِ فَالْجَوَاءُ إِلَى عَذْرَاءَ مَنْزِلُهَا خَلَاءُ
إِذَا مَا الْأَشْرِبَاتُ ذُكِرْنَ يَوْمًا فَهِنَّ لِطَيْبِ الرَّاحِ الْفِدَاءُ
نُؤِلِّيَهَا الْمَلَامَةَ مَا أَلَمْنَا إِذَا مَا كَانَ مَغْتًا أَوْ لَحَاءُ
وَنَشْرِبُهَا فَتَتَرُكُنَا مُلُوكًا وَأُسْدًا مَا يُنْهِنُهَا اللَّقَاءُ
عَدِمْنَا خَيْلَنَا إِنْ لَمْ تَرَوْهَا تُثِيرُ النَّقْعَ مَوْعِدَهَا كِدَاءُ
يُنَازِعُنَا الْأَعِنَّةَ مُضْغِيَاتٍ عَلَى أَكْنَافِهَا الْأَسْلُ الظَّمَاءُ
فَإِذَا مَا تُعْرِضُوا عَنَّا اغْتَمَرْنَا وَكَانَ الْفَتْحُ وَانْكَشَفَ الْغِطَاءُ
وَالْأَفْصَابُ رُؤَا لِجَلَادِ يَوْمٍ يُعِزُّ اللَّهَ فِيهِ مَنْ يَشَاءُ
أَلَا أَبْلُغُ أَبَا سُفْيَانَ عَبِيٍّ مُغْلَغَلَةً فَقَدْ بَرِحَ الْخِفَاءُ
بَأَنَّ سِيُوفَنَا تَرَكَتْكَ عَبْدًا وَعَبْدُ الدَّارِ سَادَتْهَا الْإِمَاءُ
هَجَوْتُ مُحَمَّدًا وَأَجَبْتُ عَنْهُ وَعِنْدَ اللَّهِ فِي ذَاكَ الْجَزَاءُ
أَتَهْجُوهُ وَلَسْتُ لَهُ بِكُفُوٍّ فَشَرُّكُمْ لَخَيْرُكُمْ كَمَا الْفِدَاءُ
هَجَوْتُ مُبَارَكًا بَرًّا حَنِيفًا أَمِينُ اللَّهِ شَيْمَتُهُ الْوَفَاءُ
أَمَّنْ يَهْجُو رَسُولَ اللَّهِ مِنْكُمْ وَيَمْدَحُهُ وَيَنْصُرُهُ سَوَاءُ؟
فَإِنَّ أَبِي وَوَالِدَهُ وَعَرَضِي لِعَرَضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وَفَاءُ

(ذات الاصابع کے نشانات مٹ گئے ہیں، پھر مقام جواء کے نشانات بھی مٹ چکے ہیں، عذراء کے علاقے تک کی جگہ ویران ہو چکی ہے، اور اس کا گھر خالی پڑا ہے۔

جب کسی دن پینے کی چیزوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو وہ شراب کی عہدگی پر فدا ہیں۔
شراب پینے کے بعد جب ہمارے درمیان جنگ ہوتی ہے اور گالی گلوچ شروع ہو جاتی ہے تو ہم کو تکلیف ہوتی ہے، اس وقت ہم شراب کی مذمت کرتے ہیں۔

ہم شراب پیتے ہیں تو ہم اپنے آپ کو بادشاہ تصور کرنے لگتے ہیں، اور شراب ہم کو شیر بنا دیتی ہے، جن کو جنگ بھی روک نہیں سکتی۔
ہمارے گھوڑے ہلاک ہو جائیں اگر تم ان کو غبار اڑاتے ہوئے نہ دیکھو، جن کی منزل کداء (مکہ) ہے، یعنی وہ فتح مکہ کے

شوقین ہیں۔

وہ شہسواروں کے ہاتھوں سے لگام چھیننے کی کوشش کر رہے ہیں، یعنی گھوڑے اتنا تیز دوڑتے ہیں کہ شہسواروں کے ہاتھوں میں موجود لگام سے بھی آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں، جس کی وجہ سے وہ تیز سے تیز تر دوڑ رہے ہیں، یعنی وہ فتح مکہ کے اپنے شہسواروں سے زیادہ شوقین ہیں، ان کے کندھوں پر پیاسے نیزیں اور تیر ہیں۔ اگر تم لوگ ہمارے راستے سے ہٹ جاؤ گے تو ہم عمرہ کر لیں گے، اور مکہ فتح ہو جائے گا اور پردہ ہٹ جائے گا۔ ورنہ اگر تم ہمارے راستے میں رکاوٹ ڈالنا چاہتے ہو تو ایسی جنگ کے مقابلے کے لیے تیار رہو جس میں اللہ جس کو چاہے گاعزت عطا فرمائے گا۔

سن لو! ابوسفیان کو میری طرف سے یہ پیغام پہنچا دو کہ اب معاملہ ظاہر ہو گیا ہے۔ کہ ہماری تلواروں نے تم کو غلام بنا کر چھوڑ دیا ہے، قبیلہ عبدالدار کے سردار باندیاں ہیں۔ تم نے محمد ﷺ کی ہجو کی، اور میں نے آپ کی طرف سے جواب دیا، اس میں اللہ کے نزدیک بہترین بدلہ ملے گا۔ کیا تم آپ ﷺ کی ہجو کرتے ہو، حالاں کہ تم آپ کے برابر نہیں ہو؟ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ تم میں سے کم تر شخص تم میں سے بہتر شخص پر فدا ہوتا، یعنی تم محمد ﷺ پر فدا ہوتے۔ تم نے بابرکت، نیک خو، سب سے کٹ کر ایک اللہ کی عبادت کرنے والے اور اللہ کے امین کی ہجو کی، جس کی فطرت وفاداری ہے۔

کیا وہ شخص جو تم میں سے اللہ کے رسول کی ہجو کرتا ہے اور وہ شخص جو آپ کی مدح اور نصرت کرتا ہے، دونوں یکساں ہو سکتے ہیں

میرے والد، دادا اور میری عزت سب کچھ محمد ﷺ کی عزت کی خاطر تمہارے سامنے ڈھال ہے)

حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ کی وفات کے بعد بہت سے مرثیے آپ ﷺ کی شان

میں کہے ہیں، جن میں سے مشہور مرثیہ کے چند اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

بَطِيَّةَ رَسُولٍ لِلنَّبِيِّ وَمَعَهُدٌ مُنِيرٌ وَقَدْ تَعْفُو الرُّسُومَ وَتَهْمَدُ
وَلَا تَمْحَى الْآيَاتُ مِنْ دَارِ حُرْمَةٍ بِهَا مَنَبَرُ الْهَادِي الَّذِي كَانَ يَصْعَدُ
وَوَاضِحَ آيَاتٍ وَبَاقِي مَعَالِمٍ وَرَبُّعٌ لَهُ فِيهِ مُصَلًى وَمَنْبَرٌ
بِهَا حُجَرَاتٌ كَانَ يَنْزِلُ وَسَطَهَا مِنَ اللَّهِ نُورٌ يُسْتَضَاءُ وَيُوقَدُ
يَذْكُرُنَ آلَاءَ الرَّسُولِ، وَمَا أَرَى لَهَا مُحْصِيًا نَفْسِي، فَنَفْسِي تَبْلُدُ

(مدینہ میں نبی کریم ﷺ کی نشانی اور روشن جگہ ہے، حالاں کہ کبھی نشانیاں ٹپتی ہیں اور بوسیدہ ہو جاتی ہیں۔

حرمت والے گھر کی نشانیاں ٹپتی نہیں ہیں، جہاں رسول ہادی کا منبر ہے، جس پر آپ چڑھا کرتے تھے۔

وہاں کی نشانیاں نمایاں ہیں اور علامتیں باقی ہیں، اور آپ کا محلہ ہے، جہاں آپ کا مصلیٰ اور مسجد ہے۔

وہاں آپ کے کمرے ہیں، جہاں اللہ کی طرف سے نور اترا کرتا تھا، جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔

وہ رسول اللہ ﷺ کے احسانات کو یاد دلاتی ہیں، میں ان احسانات کو شمار نہیں کر سکتا، چنانچہ میں گنتے سے قاصر رہتا ہوں)

مراجع:

(الاصابة ج ۱ ص ۳۲۵، الشعر الاسلامی فی صدر الاسلام ص ۲۴۹ تا ۲۶۱، تاریخ الأدب العربی - العصر الاسلامی - ص ۷۷ تا ۳۸۸، تاریخ الأدب العربی، عمر فروخ ج ۲ ص ۲۲۵ تا ۲۳۱، تاریخ الأدب، بروکلمان ۱۵۲-۱۵۴، تاریخ الادب، نالینوا/ ۳۲۵، تاریخ الأدب، زیدان ۱/ ۱۷۱، تاریخ الاسلام ۴۰-۶۰، أدباء العرب ۲۷۲-۲۸۱، الاستیعاب ۳-۳۳۳، أسد الغابۃ ۲-۷۷، الاعلام ۲/ ۱۷۵-۱۷۶، الأغانی، الأغانی للمقانی ۱/ ۴۱، ۱۵/ ۳، ۱۱۲، ۶۷، البدایہ والنہایہ، البصائر والذخائر ۲/ ۳۷، ۸۸، ۳۶/ ۲، بحیثہ المجالس، البیان والتبیین ۶۶، ۸۴، ۱۴۰، ۱۵۲، تاریخ خلیفہ ۲۰۶، تاریخ الأمم والملوک للطبری، تاریخ الشعر العربی ۳/ ۲۹، التاريخ الكبير ۳/ ۲۹، تفریب التہذیب ۱/ ۱۶۱، تہذیب ابن عساکر ۴/ ۱۲۵، ۴۰۴، ۴۸۹، تہذیب تاریخ دمشق ۴/ ۱۲۵، المجرع والتعديل ۳/ ۲۳۳، مہرۃ أنساب العرب ۵، ۱۳۶، ۱۷۹، ۱۸۸، الخوان، رسالۃ الغفران، سمط اللآلی، سیر اعلام النبلاء ۲/ ۵۱۲، السیر والمغازی ۸۴، ۱۰۸، ۳۳۱، الشعر والشعراء ۳۱۱، شعر الخضر مین، طبقات خلیفہ ۸، طبقات فحول الشعراء لابن سلام ح ۱، العقد الفرید، فوات الوفيات ۱/ ۲۷۷، الکامل لابن اثیر، المؤتلف والمختلف ۸۹، ۱۶۵، معجم الشعراء لابن سلام ۴۵، معجم الشعراء للمعزبان ۲۲۲، ۳۱۷، ۴۶۸، معجم الشعراء (ڈاکٹر عقیف) ۷۱، المغازی للواقدي، مخ المذبح ۷۲، الوافی بالوفیات ۱۱/ ۳۵۰-۳۵۸، وفیات الأعیان ۶/ ۳۵۰-۳۵۱) حسان بن ثابت کے کئی دواوین شائع ہو چکے ہیں اور بہت سے لوگوں نے ان کو ایم اے اور پی ایچ ڈی کے مقالات کا موضوع بنایا ہے۔

(۲)

کعب بن مالک خزرجی

کعب ابن مالک ابن ابوکعب خزرجی سلمی۔ ان کا تعلق قبیلہ انصار کے خاندان بنو سلمہ سے تھا۔ آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے، آپ کی پیدائش یثرب میں ہجرت سے ۲۵ سال قبل ۵۹۸ء میں ہوئی، وہ بیعت عقبہ میں اپنی قوم کے ساتھ تھے، اسی وقت انھوں نے اسلام قبول کیا، اس وقت آپ کی عمر ۲۵ سال کی تھی، پھر آپ نبی کریم ﷺ کے ساتھ تمام غزوات اور جنگوں میں شریک رہے، صرف غزوہ تبوک میں شریک نہیں ہو سکے۔

رجب سن ۹ ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے غزوہ تبوک کی تیاری کی، تبوک مدین میں حجاز کے شمال کا ایک علاقہ ہے، ظاہراً آپ نے رومیوں کے خلاف جنگ کرنے کے لیے تبوک کا رخ کیا تھا، اس جنگ میں کل ۸۳ مسلمان شریک نہیں ہوئے تھے، ان کے اعذار مختلف تھے، ان میں سے اکثریت منافقین کی تھی، بعض لوگ گرمی کی شدت اور مسافت کی دوری کی وجہ سے گھبرا کر سفر پر نہیں گئے، بعض نادار اور غریب تھے، ان کے پاس سواری کا نظم نہیں تھا۔

رومیوں کے ساتھ جنگ نہیں ہوئی، آپ نے شمالی علاقوں کے بعض قبیلوں کے ساتھ مصالحت کی اور ان کے ساتھ معاہدہ کیا، ایلہ، اذرح اور دومتہ الجندل کے باشندوں کے ساتھ جزیہ کی ادائیگی کی شرط پر معاہدہ کیا، جب رسول اللہ ﷺ مدینہ آئے تو جنگ سے کچھڑے ہوئے لوگوں نے آکر آپ ﷺ سے معذرت کی، آپ نے ان کے اعذار کو قبول فرمایا، صرف تین صحابہ نے عذر نہیں پیش کیا، وہ کعب ابن مالک انصاری، مرارہ ابن ربیع اور ہلال ابن امیہ تھے، آپ ﷺ ان سے ناراض رہے، اور ان کے ساتھ گفتگو کرنا چھوڑ دیا، اور اپنے تمام صحابہ کو بھی قطع تعلق اور بایکاٹ کا حکم دیا، پھر تھوڑے دنوں بعد بیویوں سے بھی الگ رہنے کے احکام صادر ہوئے، دنیا پوری وسعت کے باوجود ان لوگوں پر تنگ ہو گئی، پورے پچاس دنوں تک یہی حال رہا، اس کے بعد سورہ توبہ کی دو آیتیں ان حضرات کی شان میں نازل ہوئی: ”لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِّنْهُمْ، ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ، إِنَّهُ بِهِمْ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ، عَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ

خُلِفُوا، حَتَّىٰ ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ، وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ، وَظَنُّوا أَنَّهُ لَآ مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ، ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا، إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ۔“
(توبہ ۱۱۷-۱۱۸) اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کے حال پر توجہ فرمائی اور مہاجرین و انصار پر بھی جنہوں نے تنگی کے وقت میں پیغمبر کا ساتھ دیا، بعد اس کے کہ ان میں سے ایک گروہ کے دلوں میں کچھ تزلزل ہوا تھا، پھر اللہ نے ان پر بھی توجہ فرمائی، بے شک اللہ تعالیٰ بہت ہی شفیق اور مہربان ہیں، اور ان تین اشخاص کی توبہ قبول فرمائی جو (جنگ سے) کچھڑ گئے تھے، یہاں تک کہ زمین اپنی وسعتوں کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور وہ خود اپنی جان سے تنگ آ گئے، اور انہوں نے خیال کیا کہ اللہ کے سوا کسی کے پاس پناہ نہیں، پھر اللہ نے ان پر توجہ کی تاکہ وہ توبہ کریں، بے شک اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

کعب ابن مالک رضی اللہ عنہ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے، ان کی وفات سن ۵۰ اور ۵۵ ہجری کے دوران ہوئی، اس وقت آپ کی عمر ۷۷ سال تھی، حضرت عثمان کے عہد خلافت میں فتنہ و فساد کے زمانے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مدد کی۔

کعب ابن مالک کا شمار عظیم شعراء میں ہوتا ہے، وہ بسیار گوارا و قادر الکلام شاعر ہیں، ان کا خصوصی موضوع حماسہ اور جنگ کا وصف ہے، اس کے ساتھ ساتھ کعب محدث بھی تھے، آپ نبی کریم ﷺ سے حدیثیں روایت کیا کرتے تھے۔

کعب رضی اللہ عنہ دین کا دفاع کرنے والے اور اللہ کے راستے میں جنگ و جدال کرنے والے مجاہد تھے، وہ قوی الایمان اور قوی الجشہ مومن تھے، ان کے اشعار تعداد میں حضرت حسان سے کم اور حضرت عبداللہ بن رواحہ سے زیادہ ہیں، ان کے اشعار میں سہولت اور مٹھاس پائی جاتی ہے۔

چنیدہ اشعار:

جنگِ احزاب کے سلسلے میں حضرت کعب ابن مالک نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

لَقَدْ عَلِمَ الْأَحْزَابُ حِينَ تَأَلَّبُوا عَلَيْنَا وَرَأَمُوا دِينَنَا مَا نُودِعُ
يَذُودُونَنَا عَنْ دِينِنَا وَنَذُودُهُمْ عَنِ الْكُفْرِ وَالرَّحْمَنِ رَاءٍ وَسَامِعُ
إِذَا غَايَظُونَا فِي مَقَامِ أَعَانَا عَلَى غِيْظِهِمْ نَصْرُ مِنَ اللَّهِ وَاسِعُ
وَذَلِكَ حِفْظُ اللَّهِ فِينَا وَفَضْلُهُ عَلَيْنَا وَمَنْ لَمْ يَحْفَظِ اللَّهُ ضَائِعُ
هَذَا لِدَيْنِ الْحَقِّ وَاخْتَارَهُ لَنَا وَاللَّهُ فَوْقَ الصَّانِعِينَ صَانِعُ

(جماعتوں نے جان لیا جب کہ وہ ہمارے خلاف اکٹھے ہو گئے اور ہمارے دین پر حملہ کیا کہ ہم دینے والے نہیں ہیں۔ وہ ہم کو ہمارے دین سے ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں اور ہم ان کو کفر سے باز رکھنا چاہتے ہیں اور رحمان سب کچھ دیکھتا اور

کن رہا ہے۔

جب وہ ہم کو کسی موقع پر غصہ دلاتے ہیں تو اللہ کا ہمہ گیر تعاون ان کے غصے کے خلاف ہماری مدد کرتا ہے۔
یہ اللہ کی طرف سے ہماری حفاظت اور ہم پر اس کا احسان ہے، اور جس کی اللہ حفاظت نہیں کرتا وہ ضائع ہو جاتا ہے۔
اس نے ہماری دین حق کی طرف رہنمائی کی اور اس دین کو ہمارے لیے منتخب کیا، اللہ تمام کاریگروں سے بڑھ کر
کاریگر ہے)

کعب کے اشعار میں واقعات کا بیان ملتا ہے، مثلاً آپ نے کہا ہے:

لَقَدْ خَزَيْتُ بِغَدَرِ تَهَا الْجُبُورُ كَذَاكَ الدَّهْرُ ذُو صَرْفٍ يَدُورُ
وَذَلِكَ أَنَّهُمْ كَفَرُوا بِرَبِّ عَزِيزٍ أَمْرُهُ أَمْرٌ كَبِيرُ
وَقَدْ أَوْتُوا مَعًا فَهْمًا وَعِلْمًا وَجَاءَهُمْ مِنَ اللَّهِ النَّذِيرُ
نَذِيرٌ صَادِقٌ أَدَّى كِتَابًا وَآيَاتٍ مُبِينَةً تُنِيرُ
فَقَالُوا: مَا أَتَيْتَ بِأَمْرِ صَدَقٍ وَأَنْتَ بِمُنْكَرٍ مِّنَّا جَدِيرُ
فَقَالَ: بَلَىٰ أَذَيْتُ حَقًّا يُصَدِّقُنِي بِهِ الْفَهْمُ الْخَبِيرُ
فَمَنْ يَتَّبِعْهُ يَهْدِ لِكُلِّ رُشْدٍ وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ يَخْزِرِ الْكُفُورُ

(اپنی خیانت کی وجہ سے عیسائیوں کے پیشوا رسوا ہو گئے، اور زمانے میں الٹ پھیر ہوتی رہتی ہے۔

کیوں کہ انھوں نے اپنے زبردست پروردگار سے کفر کیا، جب کہ اللہ کا حکم سب سے بڑا حکم ہے۔

ان لوگوں کو ایک ساتھ فہم اور علم عطا کیا گیا اور ان کے پاس اللہ کی طرف سے ڈرانے والا آیا۔

وہ ڈرانے والا اور سچا ہے، جس نے اللہ کی کتاب اور واضح و روشن نشانیاں پہنچائیں۔

انھوں نے کہا: تم صحیح دین لے کر نہیں آئے ہو، اور تم ہماری طرف سے انکار کے مستحق ہو۔

آپ نے فرمایا: بلکہ میں نے اپنا حق ادا کیا ہے، میری تصدیق سمجھ دار اور باخبر شخص کرتا ہے۔

جو آپ کی اتباع اور پیروی کرتا ہے اس کی ہر بھلائی کی طرف رہنمائی کی جاتی ہے اور جو آپ کے ساتھ کفر کرتا ہے تو کافر

رسوا ہو جائے گا)

حضرت کعب کثرت سے قرآن پڑھا کرتے تھے اور اس کو یاد کرتے تھے، قرآن کی روح کعب

میں سرایت کر گئی تھی، جس کے اثرات ان کے اشعار میں واضح طور پر نظر آتے ہیں، مثلاً وہ کہتے ہیں:

لَنَنْصُرَ أَحْمَدًا وَاللَّهِ حَتَّى نَكُونَ عِبَادَ صِدْقٍ مُّخْلِصِينَ
وَيَعْلَمُ أَهْلُ مَكَّةَ حَيْثُ سَارُوا وَأَحْزَابٌ أَتَوْا مُتَحَزِّبِينَ
بَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ لَهُ شَرِيكٌ وَأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى الْمُؤْمِنِينَ

(اللہ کی قسم! ہم احمدؑ کی اس وقت تک مدد کریں، یہاں تک کہ ہم اللہ کے سچے اور مخلص بندے بن جائیں۔

مکہ والے اور ہمارے خلاف جنگ کرنے والے دوسرے قبیلے یعنی احزاب جہاں جاتے ہیں اس بات کو

جانتے ہیں کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے اور اللہ مومنین کا حامی ہے)

آپ کا اور ایک شعر ملاحظہ ہو:

إِنَّ الَّذِينَ يُكَذِّبُونَ مُحَمَّدًا كَفَرُوا وَضَلُّوا عَنْ سَبِيلِ الْمُتَّقِي
(جو محمد ﷺ کو جھٹلاتا ہے وہ کافر ہیں اور صحیح راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں)
انھوں نے عام طور پر فخریہ شاعری کی ہے، جس میں بھی جنگی اشعار زیادہ ہیں۔

ان کی شاعری میں مدح کے اشعار بہت کم ملتے ہیں، البتہ مرثیہ کے اشعار بہت زیادہ ہیں، خصوصاً انھوں نے حضرت عثمان کے مرثیے میں بہت زیادہ اشعار کہے ہیں، اور آپ کے بدترین قتل پر آنسو بہائے ہیں۔

کعب ابن مالک نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مرثیے میں مندرجہ ذیل اشعار کہے، حضرت حمزہ جنگ احد (۳ھ مطابق ۶۲۵ء) میں شہید ہوئے تھے، حضرت کعب حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

صَفِيَّةُ قُومِي وَلَا تَعْجِزِي وَبَكِّي النِّسَاءَ عَلَى حَمْزَةٍ
وَلَا تَسْأَمِي أَنْ تُطِيلِي الْبُكَ عَلَى أَسَدِ اللَّهِ فِي الْهَزَّةِ
فَقَدْ كَانَ عِزًّا لِأَيَّامِنَا وَلَيْتَ الْمَلَاحِمَ فِي الْبَزَّةِ
يُرِيدُ بِذَاكَ رِضًا أَحْمَدٍ وَرِضْوَانَ ذِي الْعَرْشِ وَالْعِزَّةِ
(صفیہ! اٹھو اور کمزور نہ پڑو، عورتوں کو حمزہ کی شہادت پر رلاؤ۔

اور سخت مصیبت میں اللہ کے شیر کے اوصاف کے حامل بہادر حمزہ پر مسلسل رونے سے اکتامت جاؤ۔
وہ ہمارے یتیموں کے لیے عزت کا باعث تھے، اور ہتھیاروں میں جنگوں کے شیر تھے۔
وہ اس سے احمد ﷺ کی رضامندی اور رب ذوالجلال کی خوش نودی کے طلب گار تھے)

جنگ خیبر کے سلسلے میں کعب ابن مالک نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

نَحْنُ وَرَدْنَا خَيْبَرًا وَفُرُوضَهُ بِكُلِّ فَتَى عَارِي الْأَشَاجِعِ مَذُودِ
جَوَادٍ لَدَى الْغَايَاتِ لَا وَاهِنِ الْقُوَى جَرِي عَلَى الْأَعْدَاءِ فِي كُلِّ مَشْهَدِ
عَظِيمٍ رَمَادِ الْقَدْرِ فِي كُلِّ شَتْوَةٍ ضَرُوبٍ بِنَصْلِ الْمَشْرِفِيِّ الْمُهَنْدِ
يَرَى الْقَتْلَ مَدْحًا إِنْ أَصَابَ شَهَادَةً مِنَ اللَّهِ يَرْجُوهَا وَفَوْزًا بِأَحْمَدِ
يَذُودُ وَيَحْمِي عَنْ ذِمَارِ مُحَمَّدٍ وَيَدْفَعُ عَنْهُ بِاللِّسَانِ وَبِالْيَدِ
(ہم پھر تیلے اور دفاع کرنے والے نوجوانوں کو لے کر خیبر اور وہاں کے راستوں پر آئے۔

جو مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے تیز رفتاری کے ساتھ جاتے ہیں، وہ کمزور اور ضعیف نہیں ہیں، بلکہ وہ ہر جنگ میں دشمنوں کے خلاف جری اور بہادر ہیں۔

ٹھنڈے موسم میں بھی ان کی ہانڈیوں کی راکھ بہت زیادہ رہتی ہے، یعنی وہ بڑے سختی ہیں اور تکلیف کے دنوں میں بھی

ان کے پاس کثرت سے مہمان آتے ہیں، اور وہ تیز ہندوستانی تلوار کے دھنی ہیں۔
وہ اپنے پروردگار سے شہادت کے امیدوار ہیں، اور اللہ کے راستے میں قتل ہونا وہ اپنے لیے قابلِ تعریف سمجھتے ہیں،
اور احمد ؓ کی خوش نو دی حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔
وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم اور خاندان کی حفاظت کرتے ہیں اور اپنی زبانوں اور ہاتھوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدافعت کرتے ہیں)

مراجع:

(الشعر الاسلامی فی صدر الاسلام ص ۲۶۲ تا ۲۶۶ تاریخ الأدب العربی، عمر فروخ ج ۲ ص ۲۲۳ تا ۲۲۵، أسد الغابۃ
۴/ ۲۴۷-۲۴۸، الأعلام ۵/ ۲۲۸، الأغانی ۱۶/ ۲۳۹-۲۴۹، الأما لی للقتالی ۳/ ۳۰، البدایہ والنہایہ ۸/ ۴۸، تاریخ الاسلام
للذہبی ۱۷۸، ۱۸۳، ۵۴۳، تاریخ خلیفہ ۲۰۲، تاریخ الطبری ۲/ ۳۶۰-۳۶۵، خزائنہ الأدب ۱/ ۴۱۶، سمط اللآلی ۴۸۲،
۶۶۸، ۸۶۴، سیر أعلام النبلاء ۲/ ۵۲۳-۵۳۰، سیرة ابن ہشام ۲۲/ ۱ وغیرہ، طبقات ابن خلیفہ ۱۰۳، طبقات فحول الشعراء ۲۲۰،
العقد الفرید ۵/ ۲۸۳، ۲۹۴، عیون الأخبار ۳/ ۲۰۹، معجم شعراء اللسان ذاکر یاسین ابوبی ۳۴۹، معجم الشعراء لابن سلام ۱/ ۲۲۰،
المغازی للواقدی ۳/ ۱۲۲۶، الوفيات لابن منقذ ۶۴، معجم الشعراء المختصر بین والأ موتین ۳۹۶-۳۹۷)

(۳)

عبداللہ بن رواحہ

عبداللہ ابن رواحہ ابن ثعلبہ ابن امرؤ القیس ابن عمرو ابن امرؤ القیس ابن مالک ابن عمر ابن ثعلبہ ابن کعب ابن خزرج ابن حارث ابن خزرج انصاری خزرجی۔

آپ کی کنیت ابو محمد ہے، آپ زمانہ جاہلیت میں اپنے قبیلے کے سردار تھے، قبیلے والے آپ کی عزت کرتے تھے اور آپ کی شرافت کے قائل تھے، سابقون اولون میں آپ کا شمار ہوتا ہے، بیعت عقبہ میں رسول اللہ ﷺ نے ۱۲ نقیبوں کا انتخاب کیا تھا، ان میں عبداللہ ابن رواحہ بھی تھے، ستر انصاریوں کے ساتھ عبداللہ ابن رواحہ نے بیعت عقبہ ثانیہ میں حضرت محمد ﷺ کے ساتھ ملاقات کی اور وہیں مسلمان ہو گئے، وہ بہادری، اقدام اور جہاد کے شوقین تھے اور ان کو حد سے زیادہ جہاد کا دلولہ، جذبہ اور شوق تھا، آپ جہاد میں سب سے پہلے نکلتے اور سب سے اخیر میں واپس ہوتے، آپ ﷺ کے ساتھ تمام غزوات اور جنگوں میں شریک ہوئے، اور جنگ موتہ میں سن ۹ھ کو زید ابن حارثہ اور جعفر ابن ابوطالب کے ساتھ دشمنوں کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے، آپ اس زمانے کے گنے چنے پڑھے لکھے لوگوں میں تھے، جب کہ عربوں میں پڑھنے لکھنے کا رواج نہیں تھا اور ان میں سے اکثریت ان پڑھ اور امیوں کی تھی، آپ کی کوئی اولاد نہیں تھی۔

حضور اکرم ﷺ کے تین قرابتی شعراء میں عبداللہ ابن رواحہ ایک ہیں، ان کے اشعار میں اسلامی معانی کثرت سے پائے جاتے ہیں، حضرت حسان ابن ثابت اور کعب ابن مالک کے مقابلے میں اسلامی معانی کی تعبیر میں ان کو فضیلت حاصل ہے، حالاں کہ اشعار دونوں کے مقابلے میں کم ہیں، عبداللہ ابن رواحہ کے اشعار شعر اسلامی کا بلند اور اعلیٰ نمونہ ہے، ان کے اشعار میں دینی اعتبار سے کوئی لغزش نہیں ملتی ہے، ان کے یہاں اپنے قبیلے پر فخر، یا جاہلی مفاخر کا تذکرہ نہیں ملتا ہے، یہ صرف عبداللہ ابن رواحہ کی شاعری کی ہی خصوصیات ہیں، جن میں کوئی دوسرا ان کا شریک نہیں ہے۔

حسان ابن ثابت اور کعب ابن مالک کے اشعار کفار کی ہجو میں جتنے موثر ہیں، اتنے موثر عبداللہ ابن رواحہ کے اشعار نہیں ہیں، کیوں کہ حضرت عبداللہ ابن رواحہ اپنے دینی نظریہ کے مطابق ان کی ہجو کیا

کرتے تھے، جو ان کفار کے نزدیک عیب کی بات نہیں تھی، بلکہ وہ ان ہی چیزوں پر فخر کیا کرتے تھے، مثلاً رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی اور شرک وغیرہ پر تنقید کیا کرتے تھے اور ان خامیوں پر عار دلایا کرتے تھے، حالاں کہ یہی چیزیں ان کے لیے فخر کی باعث تھیں اور اسی کی خاطر وہ اللہ کے رسول کے خلاف تھے اور ان ہی چیزوں کی مدافعت کرتے تھے، مثلاً عبد اللہ ابن رواحہ نے قریش کی ہجو کرتے ہوئے کہا:

عَصَيْتُمْ رَسُولَ اللَّهِ أَفْ لِدِينِكُمْ وَأَمْرُكُمُ السَّيِّئُ الَّذِي كَانَ غَاوِيًا
(تم نے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی، تمہارے دین اور تمہارے برے معاملے پر تلف ہے جو گمراہی ہے)

مندرجہ ذیل اشعار بھی اسی قبیل کے ہیں:

فَأَبْلَغُ أَبَا سُفْيَانَ إِمَّا لَقِيْتَهُ لَعْنُ أَنْتَ لَمْ تُخْلِصْ سُجُودًا وَتُسْلِمَ
فَأَبْشُرْ بِخِزْيٍ فِي الْحَيَاةِ مُعْجَلٍ وَسِرْبَالٍ قَارٍ خَالِدًا فِي جَهَنَّمَ
(اگر تمہاری ملاقات ابوسفیان سے ہو تو اس کو یہ بات پہنچا دو کہ اگر تم اخلاص کے ساتھ نماز نہیں پڑھو گے اور اسلام قبول نہیں کرو گے تو دنیوی زندگی میں جلد ہی رسوائی کی خوش خبری لو اور جہنم میں ہمیشہ ہمیش تارکول کا لباس پہننے کی بشارت لو)

عبد اللہ ابن رواحہ کے تمام اشعار اسلامی ہیں، ان کے اشعار میں اسلامی اور غیر اسلامی کی تقسیم نہیں ہے۔ عبد اللہ ابن رواحہ قادر الکلام شعراء میں سے ہیں، ان کا شمار حضرت حسان ابن ثابت اور کعب ابن مالک کی صف کے شعراء میں ہوتا ہے، وہ زمانہ جاہلیت میں قیس ابن خطیم کی ہجو میں اشعار کہا کرتے تھے، اور قیس ابن خطیم ان کی ہجو میں، البتہ اسلام لانے کے بعد وہ رسول اللہ ﷺ کی مدح میں اور کفار اور مشرکین کے شعراء کی ہجو میں اشعار کہنے لگے، عبد اللہ ابن رواحہ کے اشعار میں وضاحت، سہولت اور مٹھاس پائی جاتی ہے، اکثر اوقات وہ برجستہ اشعار کہا کرتے تھے، ان کے اشعار میں قرآن کریم کی آیتوں کا اقتباس کثرت سے ملتا ہے، مثلاً وہ کہتے ہیں:

شَهِدْتُ بِأَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَأَنَّ النَّارَ مَثْوَى الْكَافِرِينَ
وَأَنَّ الْعَرْشَ فَوْقَ الْمَاءِ طَائِفٌ وَفَوْقَ الْعَرْشِ رَبُّ الْعَالَمِينَ
وَتَحْمِلُهُ مَلَائِكَةُ غَلَاظُ مَلَائِكَةِ الْإِلَهِ مُقَرَّبِينَ
(میں نے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ کا وعدہ حق ہے، اور جہنم کافروں کا ٹھکانہ ہے۔ اور عرش الہی پانی کے اوپر ہے، اور عرش کے اوپر دونوں جہانوں کا پروردگار ہے۔ مضبوط اور طاقت ور فرشتے اس کو اٹھائے ہوئے ہیں، جو اللہ کے فرشتے اور اس کے مقرب ہیں)

حضور اکرم ﷺ کی مدح میں عبد اللہ ابن رواحہ کے مندرجہ ذیل اشعار میں وضاحت اور سہولت ملاحظہ ہو:

وَفِينَا رَسُولُ اللَّهِ يَتْلُو كِتَابَهُ إِذَا انْشَقَّ مَعْرُوفٌ مِنَ الْفَجْرِ سَاطِعٌ

يَبِئْتُ يُجَافِي جَنْبَهُ عَنْ فَرَاشِهِ إِذَا اسْتَشَقَلْتُ بِالْكَافِرِينَ الْمَضَاجِعُ
أَرَانَا الْهُدَى بَعْدَ الْعَمَى فَقُلُوبُنَا بِهِ مُوقِنَاتٌ أَنْ قَالَ وَقِيعٌ
وَأَعْلَمُ عِلْمًا لَيْسَ بِالظَّنِّ أَنَّنِي إِلَى اللَّهِ مُحْشُورٌ هُنَاكَ فَرَا جِعُ
(اور ہم میں اللہ کے رسول ہیں جو اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں، جب صبح صادق کی پو پھٹتی ہے۔

اپنے پہلوؤں کو اپنے بستر سے الگ کر کے رات گزارتے ہیں اور عبادت میں مشغول رہتے ہیں، جب کہ کافروں کے لیے اٹھنا بڑا دشوار ہوتا ہے۔

گمراہی کے بعد ہم کو ہدایت کا راستہ دکھایا، چنانچہ ہمارے دل اس بات کا یقین کرتے ہیں کہ جو وہ کہتے ہیں وہ حق ہے۔
اور میں یقینی طور پر یہ جانتا ہوں کہ میں اللہ کی طرف لوٹ کر جانے والا ہوں اور اس کے حضور حاضر ہونے والا ہوں،
پھر وہاں سے انجام کو پہنچنے والا ہوں)

عبداللہ ابن رواحہ نے نافع ابن بدیل کے مرثیے میں مندرجہ ذیل اشعار کہے، جو بزم معونہ کے واقعہ میں سن ۴ھ کو شہید ہوئے تھے:

رَحِمَ اللَّهُ نَافِعَ بْنَ بُدَيْلٍ رَحْمَةً الْمُتَبَغِي ثَوَابِ الْجِهَادِ
صَارَ صَادِقَ الْلِقَاءِ إِذَا مَا أَكْثَرُ النَّاسِ قَالَ قَوْلَ السَّادِ
(اللہ نافع ابن بدیل پر رحمت نازل فرمائے، ایسی رحمت جس کی تلاش جہاد کے ثواب کی امید رکھنے والے کو رہتی ہے۔
جب لوگوں کا مجمع زیادہ رہتا تو وہ بہادر، جنگ میں ڈٹے رہنے والے اور جنگ کا حق ادا کرنے والے بہادر تھے اور صحیح بات
کہنے والے تھے)

جنگ بدر ثانیہ (۴ھ) کے بعد ابوسفیان کی ہجو میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

وَعَدْنَا أَبَا سُفْيَانَ بَدْرًا فَلَمْ نَجِدْ لِمِيعَادِهِ صِدْقًا، وَمَا كَانَ وَافِيًا
تَرَكْنَا بِهَا أَوْصَالَ عُتْبَةَ وَابْنَهُ وَعَمْرًا أَبَا جَهْلٍ تَرَكْنَاهُ ثَاوِيًا
عَصَيْتُمْ رَسُولَ اللَّهِ، أَفْ لِدِينِكُمْ وَأَمْرُكُمْ السَّيِّئُ الَّذِي كَانَ غَاوِيًا
فَإِنِّي وَإِنْ عَنَّفْتُمُونِي، لِقَائِلُ فِدَى لِرَسُولِ اللَّهِ أَهْلِي وَمَالِيَا
أَطْعَمْنَاهُ لَمْ نَعْدِلْهُ فِينَا بَغِيرَهُ شَهَابًا لَنَا فِي ظُلْمَةِ اللَّيْلِ هَادِيًا
ہم نے ابوسفیان سے وعدہ کیا کہ آئندہ سال بدر کے مقام پر ملاقات ہوگی، تو ہم نے اس کو وعدے میں سچا نہیں پایا،
اور وہ وعدہ پورا کرنے والا نہیں تھا۔

ہم نے وہاں عتبہ اور اس کے بیٹے شیبہ کے جسم کے ٹکڑوں کو چھوڑ دیا، اور ابو جہل کا ہم نے وہاں ٹھکانہ بنا کر چھوڑ دیا۔
تم نے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی، تمہارے طریقے اور دین پر تفت ہے، اور تمہارے بدترین معاملے پر تفت ہے جو
گمراہی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

میں یہی کہوں گا کہ میرے اہل و عیال اور میرا مال اللہ کے رسول پر فدا ہے، چاہے تم میری سرزنش کرو۔

ہم نے آپ کی اطاعت کی، ہم اپنے میں آپ کے برابر کسی کو نہیں مانتے، وہ رات کی تاریکی میں ہمارے لیے روشنی اور رہنما ہیں۔

غزوہ موتہ میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

جَلَبْنَا الْخَيْلَ مِنْ أَجَا وَفُرْعَ
حَذَوْنَاهَا مِنَ الصُّوَانِ سَبْتًا
أَفْنَامَتْ لَيْلَتَيْنِ عَلَى مُعَانٍ
فَرُحْنَا وَالْجِيَادُ مُسَوَّمَاتٍ
فَلَا وَآبِي، مَا بَ نَأْتِيَنَّهَا
فَعَبَانَا أَعْنَتَهَا فَجَاءَتْ
بَذَى لَجَبٍ كَأَنَّ الْبَيْضَ فِيهِ
فَرَاضِيَةُ الْمَعِيشَةِ طَلَقَتْهَا

ہم مقام اجا (قبیلہ طلی کا پہاڑی علاقہ) اور مقام فُرْع (مدینہ کے قریب ایک جگہ کا نام) سے گھوڑے لے آئے، جس کے لیے بوروں میں گھاس بھری جاتی ہے۔

ہم نے سخت پتھر سے ان کے لیے باریک نعل بنائی ہے، وہ بہت چمکا ہے، گویا کہ اس کی پیٹھ چمڑے کے مانند ہوگئی ہے، یعنی ہم نے گھوڑوں کو اس طرح تیار کیا ہے کہ وہ سخت پتھر کی زین پر چلنے پر بھی دشواری محسوس نہیں کرتے۔

بہت لمبا سفر کرنے کے بعد انھوں نے دو راتیں گزاری ہیں، چنانچہ انھوں نے تھکاوٹ کے بعد دوبارہ چست ہونے کے لیے آرام کر لیا ہے۔

چنانچہ ہم چلے حالاں کہ ہمارے گھوڑے جنگ کے لیے تیار تھے اور ان پر نشان لگایا جا چکا تھا، اور ان کی گرم سانسیں نکل رہی تھیں، یعنی جنگ کے لیے سفر کرنے کی وجہ سے وہ تھک گئے تھے۔

نہیں، میرے ابا کی قسم! ہم وہاں لوٹ کر آئیں گے، چاہے وہاں عرب اور روم کے لوگ ہوں۔
ہم نے گھوڑوں کی لگام کو تیار کر لیا یعنی ہم نے جنگ کے لیے صفوں کو مرتب کر لیا ہے، یہاں تک کہ گھوڑوں کے دوڑنے کی وجہ سے میدان میں غبار اور دھول اڑنے لگی اور اس کی وجہ سے گھوڑوں کا رنگ بھی تبدیل ہو گیا۔
لشکر کی کثیر تعداد کی وجہ سے شور و غل تھا، اس میں خود کا اوپری حصہ ستاروں کے مانند چمک رہا تھا، اس کے علاوہ کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔

کتنی ہی ایسی عورتیں تھیں جو اپنے شوہروں کے ساتھ خوش خوشی زندگی گزار رہی تھیں، لیکن ہمارے نیزوں نے ان کو اپنے شوہروں سے جدا کر دیا، یا تو ہم نے ان کو قید کر دیا اور ہم نے ان کے ساتھ شادی کی، یا ہم نے ان کے شوہروں کو جنگ میں قتل کر دیا جس کی وجہ سے وہ بیوہ ہو گئیں)

ابن اسحق نے لکھا ہے کہ زید ابن ارقم یتیم تھے اور ان کی پرورش عبداللہ ابن رواحہ نے کی تھی، وہ زید کو لے کر جنگ موتہ میں گئے تو عبداللہ کو انھوں نے رات میں یہ اشعار گنگناتے ہوئے سنا:

إِذَا أَذْنَيْتَنِي وَحَمَلْتِ رَحْلِي
مَسِيرَةَ أَرْبَعِ بَعْدَ الْحَسَاءِ
فَشَانِكَ فَأَنْعَمِي وَخَلَكَ ذِمَّ
وَلَا أَرْجِعْ إِلَى أَهْلِي وَرَائِي

وَجَاءَ الْمُؤْمِنُونَ وَخَلْفُونِي بِأَرْضِ الشَّامِ مَشْهُورِ الشَّوَاءِ
(جب تو مجھے قریب کرے گا اور میری سواری مقامِ حساء کے بعد چاردن کی مسافت تک پہنچا دے گا۔
تو تم اپنا راستہ دیکھو اور خوش رہو، اس پر تمھاری کوئی مذمت نہیں، میں تو پیچھے اپنے گھر واپس نہیں جاؤں گا۔
مومنین واپس آگئے اور انھوں نے مجھے سرزمینِ شام میں پیچھے چھوڑ دیا، جو بہت مشہور ٹھکانہ ہے)
یہ اشعار سن کر زید ابن ارقم رو پڑے، عبد اللہ نے ان کو کوڑے سے مارا اور کہا: تمہیں کیا ہو گیا
ہے کہ اللہ مجھے شہادت سے نوازنے والا ہے اور تم رورہے ہو۔

ابن سعد نے نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت: ”وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ“ نازل ہوئی تو
عبد اللہ ابن رواحہ نے کہا: اللہ جانتا ہے کہ میں ان میں سے نہیں ہوں، پھر یہ آیت نازل ہوئی: ”إِلَّا
الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ“۔

مرزبانی نے لکھا ہے کہ بہترین اشعار جن میں عبد اللہ ابن رواحہ نے حضرت محمد ﷺ کی مدح کی ہے وہ
مندرجہ ذیل ہیں:

لَوْ لَمْ تَكُنْ فِيهِ آيَاتٌ مُبَيِّنَةٌ كَانَتْ بِدِيهَتِهِ تُنْبِيكَ بِالْخَبَرِ
اگر اس میں واضح نشانیاں نہ بھی ہوتیں تو بھی آپ ﷺ کی اچانک ملاقات ہی حقیقت کا پتہ دیتی۔
ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ عمرۃ القضا کے موقع پر مکہ میں داخل ہوئے تو عبد اللہ
ابن رواحہ آپ کے سامنے یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

خَلُّوا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيلِهِ الْيَوْمَ نَضْرِبُكُمْ عَلَى تَنْزِيلِهِ
(کافرو! سامنے سے ہٹ جاؤ، آج جو تم نے اترنے سے روکا تو تلوار کا وار کریں گے)
ضَرْبًا يُزِيلُ الْهَامَ عَنْ مَقِيلِهِ وَيُذْهِلُ الْخَلِيلَ عَنْ خَلِيلِهِ
(وہ وار جو سر کو گردن سے الگ کر دے، اور دوست کے دل سے دوست کی یاد بھلا دے)

اس وقت حضرت عمر نے کہا: ابن رواحہ! کیا اللہ کے حرم میں اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے تم یہ
اشعار کہہ رہے ہو، حضور اکرم ﷺ نے کہا: ”ان کو چھوڑ دو، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان
ہے! ان کی باتیں کافروں کے لیے تیروں سے زیادہ سخت ہیں۔“

مراجع:

(الاصابة ج ۲ ص ۲۹۸-۲۹۹، الشعر الاسلامی فی صدر الاسلام ص ۲۶ تا ۲۷، تاریخ الأدب العربی، عمر فروخ ج ۲ ص ۲۶۰ تا ۲۶۳، طبقات ابن سعد ۲/۳-۸۲، طبقات الشعراء مج ۱/۲۲۳-۲۲۶، الاستیعاب ۳/۸۹۸-۹۰۱، أسد الغالبہ ۳/۱۵۹-۱۵۹، سیر أعلام النبلاء ۱/۱۶۶-۱۷۳، تہذیب التہذیب ۵/۲۱۳-۲۱۳، خزائنہ الأدب ۲/۳۰۵-۳۰۵، الأغانی ۳/۲۰-۱۲۴، ۱۳۵، ۱۳۹، ۱۵۲، ۱۶۳، ۱۹۶، ۲۸۲، نثرۃ أشعار العرب ۱۲، خزائنہ الأدب ۲/۳۰۳-۳۰۵، سمط اللآلی ۲۱۹، معجم الشعراء المختصر میں والا موبین ۲۴۶)

باب چہارم

پُرگو/مشہور شعراے عہد نبوی

(۱)

ابواسود دہلی

ظالم بن عمرو بن سفیان بن جندل بن معمر بن حلیس بن نفاث بن عدی بن وثل بن بکر بن عبدمنافہ بن کنانہ دہلی۔

ان کی کنیت ابواسود ہے، اور وہ کنیت سے ہی مشہور ہیں۔ ان کی ماں کا تعلق بنو عبد الدار بن قصی قبیلہ قریش سے ہے، ابواسود مخضرم شاعر ہیں، ان کو اسلامی اور جاہلی دونوں عہد ملے۔ ابو عمرو نے لکھا ہے کہ ابواسود دین دار، عقل و سمجھ کے مالک، زبان و بیان کے شہسوار اور بردبار تھے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ عبد اللہ بن عباس نے ان کو بصرہ میں اپنا نائب بنایا اور حضرت علی نے ان کو نائب برقرار رکھا۔

ابوالفرج اصہبانی نے لکھا ہے کہ ابو عبیدہ نے بیان کیا ہے کہ ان کو اسلام کی دولت نصیب ہوئی اور انھوں نے مسلمانوں کے ساتھ جنگ بدر میں شرکت کی۔ ابن حجر نے کہا ہے کہ ان کے سلسلے میں یہ بات صحیح نہیں ہے، شاید وہ مشرکین کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف جنگ بدر میں شریک تھے، یہ بھی روایت ہے کہ ان کے والد حالت کفر میں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مسلمانوں کے خلاف جنگ کرتے ہوئے کسی غزوہ میں مارے گئے۔

مرزبانی نے لکھا ہے کہ ابواسود نے حضرت عمر کے عہد خلافت میں بصرہ کا سفر کیا اور حضرت عمر نے ان کو بصرہ میں حضرت ابن عباس کا نائب مقرر کیا۔

حافظ نے لکھا ہے کہ ابواسود کا شمار لوگوں کے مختلف طبقات میں ہوتا ہے اور وہ ہر طبقہ میں مقدم

ہیں، ان کا شمار تابعین، شعراء، فقہاء، محدثین، شرفاء، شہوار، امراء، نحات اور حاضر جواب افراد میں ہوتا ہے۔
ابوعلیٰ قالی نے لکھا ہے کہ ابواسود نے سب سے پہلے خط عربی کو وضع کیا اور مصحفوں میں نقطے لگائے۔

حکمت میں ان کے بہترین اشعار مندرجہ ذیل ہیں:
لَا تُرْسِلَنَّ مَقَالَةً مَّشْهُورَةً لَا تَسْتَطِيعُ إِذَا مَضَتْ إِذْرَا كُفَّهَا
لَا تُبْدِيَنَّ نَمِيمَةً نُبِّئَتْهَا وَتَحْفَظَنَّ مِنَ الَّذِي أَنْبَا كُفَّهَا
(کوئی بات بہت زیادہ مشہور اور عام نہ کرو، کیوں کہ جب بات عام ہوتی ہے تو اس کو روکنا ممکن نہیں ہوتا۔
جو خبر یا چغلی تم تک پہنچائی گئی ہو، اس کو دوسروں کے سامنے ظاہر نہ کرو، اور جس بات سے تم کو مطلع کیا گیا ہے اس کو اپنے تک ہی محدود رکھو)

ان کا مشہور شعر ہے:
وَمَا كُلُّ مُؤْتٍ نَصَحَهُ بَلِيْبٍ وَلَكِنْ إِذَا مَا اسْتَجْمَعَا عِنْدَ وَاحِدٍ
فَحَقُّ لَهُ مِنْ طَاعَةٍ بِنَصِيْبٍ
(ہر نصیحت کرنے والا عقل مند نہیں ہوتا، لیکن جب عقل مند نصیحت کرے تو اس کی بات مان لینی چاہیے)
ابواسود کی پیدائش ہجرت سے تھوڑے عرصے قبل ہوئی، لیکن حضرت علی کے عہد خلافت میں
ان کو شہرت ملی، ابواسود حضرت علی کے طرفداروں میں تھے، ان کے ساتھ جنگ صفین میں شریک
ہوئے، پھر خوارج کے خلاف جنگ میں فوج کی قیادت کی، ابواسود حضرت معاویہ کے عہد خلافت تک
زندہ رہے، لیکن وہ امویوں کی مدح سے دور رہے اور ان کے ساتھ چھیڑ چھاڑ بھی نہیں کی۔
ابن ابوشیمہ وغیرہ نے کہا ہے کہ ۸۵ سال کی عمر میں سن ۶۹ھ کو جارف میں ان کا انتقال ہوا
، مرزبانی نے بھی یہی کہا ہے، مدائنی نے کہا ہے کہ اس سے پہلے ان کا انتقال ہوا۔
عمر فروخ نے لکھا ہے کہ ابوالاسود دوی کی وفات بصرہ میں طاعون میں ہوئی، یہ واقعہ ۶۹ھ
مطابق ۶۸۸ء کا ہے، وفات کے وقت ان کی عمر ۷۵ سال کی تھی۔

ابواسود کے اکثر اشعار ہجو میں ہیں، انھوں نے حسن بن علی کے مرثیہ میں اشعار کہے ہیں،
غزل میں ابواسود نے طبع آزمائی کی ہے اور حکمت میں بھی ان کے اشعار ملتے ہیں خصوصاً بڑھاپے کے
سلسلے میں۔

ابوتمام نے حماسہ میں ان کے مندرجہ ذیل دو اشعار ”باب الغزل“ میں نقل کیے ہیں:
أَبَى الْقَلْبُ إِلَّا أُمَّ عَمْرٍو وَحَبَّهَا عَجُوزًا، وَمَنْ يُحِبُّ عَجُوزًا يَفْنَدُ
كَثُوبِ الْيَمَانِي قَدْ تَقَادَمَ عَهْدُهُ وَرَفَعَتْهُ مَا شِئْتَ فِي الْعَيْنِ وَالْيَدِ

(دل تو بوڑھی ام عمرو کے پیچھے ہی لگا ہوا ہے اور اس کی محبت میں گرفتار ہے، جو بڑھیا کی محبت میں گرفتار ہو جاتا ہے وہ سٹھیا جاتا ہے اور مجبوظ الحواس ہو جاتا ہے۔

یعنی کپڑے کی طرح جو پرانا ہو گیا ہو، اس کا پیوند نہ چاہتے ہوئے بھی نظر آتا ہے، اور ہاتھ لگانے پر محسوس ہوتا ہے) حارث ابن عبد اللہ ابن البور بیعہ کی بھجوں میں مندرجہ ذیل اشعار کہے، حارث کا لقب قباع تھا:

أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! جَزَيْتَ خَيْرًا أَرْحَمًا مِنْ قُبَاعِ بَنِي الْمُغِيرَةِ
بَلُونَاهُ وَلُئِمْنَاهُ فَأَغْيَا عَلَيْنَا مَا يُمِرُّ لَنَا مَرِيرَهُ
عَلَى أَنْ الْفَتَى نَكِحُ أَكُولٌ وَمُسْهَابٌ مَذَاهِبُهُ كَثِيرُهُ
(امیر المؤمنین! اللہ آپ کو بہترین بدلہ عطا فرمائے، آپ ہم کو، بنو مغیرہ کے قباع سے راحت اور چھٹکارا دلایئے۔

ہم نے اس کو برت کر دیکھا، اس کی ملامت اور سرزنش بھی کی، لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا، اس نے ہم کو تنگ کر رکھا ہے، اور وہ ہمارے پیچھے پڑا ہوا ہے۔

یہ شخص شادی پر شادی کرنے والا اور بہت زیادہ کھانے والا ہے، وہ بہت زیادہ حریص اور لالچی نوجوان ہے، اور اس کے طریقے بہت سے ہیں)

حکمت کے بعض اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

وَأَحِبُّ، إِذَا أَحْبَبْتَ حُبًّا مُقَارِبًا فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي مَتَى أَنْتَ نَازِعٌ
وَأُبْغِضُ، إِذَا أَبْغَضْتَ، بُغْضًا مُقَارِبًا فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي مَتَى أَنْتَ رَاجِعٌ
وَكُنْ مَعْدِنًا لِلْحِلْمِ وَاصْفَحْ عَنِ الْخَنَاءِ فَإِنَّكَ رَأَى مَا عَلِمْتَ وَسَامِعٌ
(جب تم کسی سے محبت کرو تو درمیانی محبت کرو، کیوں کہ تمہیں معلوم نہیں کہ کب تم قطع تعلق کر لو۔

اسی طرح جب تم کسی سے نفرت کرو تو درمیانی نفرت کرو، کیوں کہ تمہیں معلوم نہیں ہے کہ کب تم اس کے ساتھ دوستی کر لو۔ اور تم مرد باری کا دریا بن جاؤ، اور دوسروں کی سختیوں کو معاف کرو، کیوں کہ جو تمہارے سامنے ہے وہ تم دیکھ رہا ہے، ہو اور سن رہا ہے)

مراجع:

(الاصابة ۲/۲۳۲-۲۳۳، تاریخ عمر فروخ ۲/۳۴۸-۳۵۰، الأعلام ۳/۲۳۶-۲۳۷، الأغاني، بهجة المجالس، البداية والنهاية ۵/۹۳، البیان والتبيين ۱/۱۱۰، تاريخ الأدب العربي بلاشير ۳/۷۱، خزائن الأدب ۱/۲۱۸، سبط المآلی ۱/۲۷۱، الشعر والشعراء ۳۵۷-۳۵۸، شعراء الشيعة مرزبانی ۲۷-۲۹، صبح الأعشى ۳/۱۶۱، العقد الفرید، مجمع الشعراء مرزبانی ۲۴۰، مجمع الشعراء عقیف ۱۸-۱۱۹، سود ۲۴-۲۶، وفيات الأعيان ۲/۵۳۵-۵۳۸) آپ کا دیوان عبدالکریم دجیلی کی تحقیق کے ساتھ ۱۹۵۴ء کو بغداد سے شائع ہوا ہے، اسی طرح محمد حسن آل یاسین نجف کی تحقیق کے ساتھ نجف، بغداد اور بیروت سے شائع ہوا ہے۔

(۲)

ابو خراش ہذلی

ابو خراش کا نام خویلد ابن مرہ ہذلی ہے، اور کنیت ابو خراش ہے، یہ مشہور شاعر اور شہسوار ہیں، مرزبانی نے لکھا ہے کہ بڑھاپے میں انھوں نے اسلام قبول کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، وہ پہلے ہی اسلام قبول کر چکے تھے، خویلد کے بھائی عروہ کو قبیلہ ازد کے چند لوگوں نے قتل کر دیا اور ان کے بیٹے خراش ابن خویلد کو قید کیا، خراش کو قید کرنے والے نے ایک شخص کو اپنے ساتھ شراب نوشی کی دعوت دی، اس شخص نے خراش کو بیڑیوں میں جکڑا ہوا دیکھا تو اس نے اپنی چادر اس پر ڈال دی اور اس کو اپنی پناہ میں لیا، جب خراش کو آزاد کر دیا گیا تو وہ اپنے والد کے پاس آئے اور یہ قصہ سنایا، ابو خراش نے ان سے پوچھا: تم کو کس نے پناہ دی تھی؟ خراش نے کہا: مجھے معلوم نہیں۔

ابو الفرج اصہبانی نے لکھا ہے کہ ان کا شمار فصحاء عرب میں ہوتا ہے، ان کو جاہلیت اور اسلام دونوں عہد ملے، ان کا انتقال حضرت عمر کے عہد خلافت میں ہوا۔

زمانہ جاہلیت میں جب ان کے بھائی عروہ کو قتل کیا گیا تو انھوں نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

حَمِدْتُ إِلَهِي بَعْدَ عُرْوَةٍ إِذْ نَجَا
وَلَمْ أَذِرْ مَنْ أَلْقَى عَلَيْهِ رِدَائَهُ
فَوَاللَّهِ، مَا أَنْسَى قَتِيلًا رَزْنَتُهُ
عَلَيَّ أَنَّهُ تَعَفُّو الْكُلُومُ، وَإِنَّمَا
خِرَاشٌ وَبَعْضُ الشَّرِّ أَهْوَنُ مِنْ بَعْضِ
وَلَكِنَّهُ قَدْ سُلَّ عَنْ مَاجِدٍ مَحْضِ
بِجَانِبِ قَوْسِي، مَا مَشَيْتُ عَلَى الْأَرْضِ
نَوَكُلُ إِلَّا ذَنْسِي إِنْ جَلَّ مَا يَمْضِي

(عروہ کو قتل کیے جانے کے بعد جب خراش بچ گیا تو میں نے اپنے معبود کی تعریف کی اور بعض مصیبتیں دوسری مصیبتوں سے ہلکی رہتی ہیں)

میں نہیں جانتا کہ کس نے اس پر اپنی چادر ڈالی یعنی پناہ دی، لیکن اتنا جانتا ہوں کہ وہ شریف النسب اور خوش خلق شخص ہے۔ اللہ کی قسم! میں اس مقتول کو نہیں بھولا ہوں، جس کو قوس جگہ کے کنارے قتل کیا گیا، اور اس کی وجہ سے مجھے مصیبت کا سامنا کرنا پڑا، اس کی وجہ سے میں زمین پر چلنے کے قابل نہیں رہا۔

زخم تو مندمل ہو جاتا ہے، ہم پر مصیبت آتی ہے تو ہم اس کو ہلکی سمجھتے ہیں، حالاں کہ گزری ہوئی مصیبت بڑی سخت ہوتی ہے، جس کی وجہ سے بعد والی مصیبتیں ہلکی لگتی ہیں)

ابن الکلی اور اصمعی نے لکھا ہے کہ ابو خراش ہذلی کے اسلام قبول کرنے کے بعد یمن کے چند

لوگوں کا گزران کے پاس سے ہوا، یہ لوگ حج کی غرض سے مکہ جا رہے تھے، انھوں نے ابوخراش کے پاس پڑاؤ کیا، ابوخراش نے ان لوگوں سے کہا: میرے پاس پانی نہیں ہے، البتہ یہ تھیلا، بکری اور مشکیزہ ہے، پانی قریب ہی ہے، تم لے آنا، پھر بکری پکا کر کھالینا، تھیلا اور مشکیزہ پانی کے پاس ہی چھوڑ دینا، میں لے لوں گا، لیکن انھوں نے کہا کہ ہم یہیں رہیں گے، تم ہی پانی لے آؤ، ابوخراش نے مشکیزہ لیا اور پانی کے پاس گئے، اور مشکیزہ بھر لیا، پھر واپس آئے، اس دوران ایک سانپ نے ان کو ڈس لیا، وہ تیزی کے ساتھ یمنی لوگوں کے پاس آئے اور پانی دیا، سانپ کاٹنے کے بارے میں کسی کو نہیں بتایا، وہ لوگ رات بھر کھاتے پیتے رہے، جب صبح ہوئی تو انھوں نے ابوخراش کو مردہ پایا، انھوں نے نماز پڑھی اور ان کو دفن کیا، یہ خبر حضرت عمر کو معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر مہمان نوازی سنت نہیں ہوتی تو میں حکم دیتا کہ اس کے بعد یمن کے کسی شخص کی مہمان نوازی نہ کی جائے، پھر آپ نے اپنے گونزو کو حکم لکھ بھیجا کہ ان یمنی حاجیوں کو گرفتار کیا جائے اور ابوخراش کی دیت ان سے لی جائے، جب سانپ نے ابوخراش کی پنڈلی میں کاٹا تو انھوں نے اپنا مرثیہ خود کہا اور اشعار میں اس بات کا تذکرہ کیا کہ سانپ نے جسم کے سب سے بہترین جگہ کاٹا ہے، کیوں کہ وہ تیز رفتار دوڑنے والے تھے، وہ کہتے ہیں:

لَعَمْرُكَ وَالْمَنَایَا غَالِبَاتٌ عَلَى الْإِنْسَانِ تَطْلُعُ كُلَّ نَجْدٍ
لَقَدْ أَهْلَكْتَ — حَيَّةً بَنَى أَنْفٍ — عَلَى الْأَصْحَابِ سَاقًا ذَاتَ فَقْدٍ

تیری زندگی کی قسم! موت انسان پر غالب آجاتی ہے اور ہر اونچی جگہ چڑھ جاتی ہے۔
اے طن انف کا سانپ! تم نے پنڈلی میں کاٹ کر مجھے ہلاک کیا ہے، میرے ساتھی کل میرے ضرورت مند رہیں گے تو مجھے نہیں پائیں گے)

مرزبانی نے ابوخراش کے مندرجہ ذیل اشعار نقل کیے ہیں جو انھوں نے اپنے بھائی عروہ کے مرثیے

میں کہے تھے:

تَقُولُ أَرَاهُ بَعْدَ عُرْوَةٍ لَا هِيَاً وَذَلِكَ رُزْءٌ مَا عَلِمْتَ جَلِيلُ
فَلَا تَحْسَبِي أَنِّي تَنَاسَيْتُ عَهْدَهُ وَلَكِنْ صَبْرِي يَا أُمَيْمُ جَمِيلُ

(وہ کہتی ہے کہ عروہ کے بعد میں اس کو غافل دیکھ رہی ہوں، تم جانتی ہو کہ یہ بہت بڑی مصیبت ہے۔

تم یہ سمجھو کہ میں نے اس کا وعدہ بھلا دیا ہے، لیکن امیمہ! صبر کرنا بہتر ہے)

ابوخراش زمانہ جاہلیت میں شہسوار، حملہ آور اور تیز رفتار دوڑنے والے تھے، اتنا تیز دوڑتے تھے کہ

گھڑسوار بھی ان کو پکڑ نہیں سکتا تھا، ان کے سات بھائی تھے، وہ سبھی تیز دوڑنے والے اور شاعر تھے، سب

بھائیوں کا انتقال ان سے پہلے ہوا، ابوخراش بہت بعد میں اسلام لے آئے، اور بہترین مسلمان بنے۔

ابوخراش عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، اس وقت وہ بہت بوڑھے تھے، ان کی

اولاد میں صرف خراش زندہ تھے، خراش جہاد کی غرض سے شام گئے تو ابو خراش نے اس سلسلے میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

أَلَا مَنْ مُبْلَغٌ عَنِّي خِرَاشًا وَقَدْ يَأْتِيكَ بِالنَّبَأِ الْبَعِيدِ
فَإِنَّكَ وَابْتِغَاءُ الْبِرِّ بَعْدِي كَمَخْضُوبِ اللَّبَانِ وَلَا يَصِيدُ
(کوئی ہے؟ جو میری طرف سے خراش کو یہ بات پہنچا دے کہ ہو سکتا ہے کہ تمہارے پاس دور کی خبر یعنی میرے انتقال کی خبر آئے۔
کیوں کہ میرے بعد تمہارا بھلائی کو تلاش کرنا ایسا ہی ہے جیسے کسی کتے کا سیدہ خون سے لت پت ہو اور اس میں پڑی
ہوئی چیز اٹھانے کی طاقت نہ ہو)

حضرت عمر نے ملک شام خط لکھا کہ خراش کو ان کے والد کے پاس واپس بھیج دیا جائے۔
ابو خراش کی وفات حضرت عمر کے عہد خلافت میں ہوئی۔

ابو خراش عظیم مخضرم شاعر تھے، عرب کے حکماء میں ان کا شمار ہوتا ہے، ان کے اشعار آسان ہونے
کے ساتھ ساتھ پختہ بھی ہیں، ابو خراش نے فخر، حماسہ، مدح، مرثیہ اور ہجو میں طبع آزمائی کی ہے، البتہ ان
کے اکثر اشعار مرثیہ کے ہیں۔

زہیر ابن عجوہ جنگ حنین میں مشرکین کے ساتھ تھے، مسلمانوں نے ان کو قید کیا، پھر جمیل ابن
معمر نے اس کو قتل کر دیا، ابو خراش اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، انھوں نے زہیر کے مرثیے
میں اشعار کہے جس میں قریش یعنی مسلمانوں کو دھمکی دی ہے:

أَفِي كُلِّ مُمَسِيٍّ لَيْلَةٍ أَنْتَ قَائِلٌ مِنَ الدَّهْرِ: لَا تَبْعُدْ، قَتِيلَ جَمِيلِ
فَمَا كُنْتُ أَخْشَى أَنْ تَنَالَ دِمَاءَنَا قُرَيْشٌ وَلَكَّمَا يُقْتَلُوا بِقَتِيلِ
وَأَبْرَحُ — مَا أَمَرْتُمْ وَمَلَكْتُمْ — يَدَ الدَّهْرِ، مَا لَمْ تُقْتَلُوا، بِغَلِيلِ
(کیا زندگی کی ہر شام تم کہتے ہو: جمیل کی طرف سے قتل کیے جانے والے! تم مجھ سے دور نہ ہو جاؤ۔
مجھے اس بات کا اندیشہ اور خدشہ نہیں تھا کہ قریش والے ہمارا خون کریں گے اور ان کو کسی مقتول کے بدلے اور انتقام
میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

لیکن اب میں انتقام کی آگ میں جلتا ہوں گا، یہاں تک کہ میں تم سے بدلہ نہ لوں)

مراجع:

(الاصابة ج ۱ ص ۴۵، تاریخ عمر فروخ ج ۲ ص ۲۶۹ تا ۲۷۱، الاستيعاب ۴/۱۸۲-۱۸۷، أسد الغابۃ ۵/۲۹۰-۲۹۲،
الأعلام ۲/۳۳۵، الأغاني ۲۱/۳۱۰-۳۳۳، البدايہ والنہایہ ۷/۱۰۷، ۱۴۹، تاریخ الأدب العربی بروکلمان ۱/۸۴، تاریخ الأدب العربی
بلاشیر ۲/۱۰۶، تاریخ الأدب العربی نالینوا ۱۱۱، تاریخ الاسلام عہد الخلفاء الراشدین ۲۹۹-۳۰۰، تاریخ الأمم والملوک للطبری ۳/۸۹
وغیرہ، خزائنہ الأدب ۵/۴۰۶-۴۱۰، دیوان الشعر العربی ۱/۱۸۳، دیوان الہذلیین، سبط اللآلی، شرح أشعار الہذلیین ۱۱۸-۱۲۳۵،
شعرابی خراش ۲/۱۱۶-۱۲، شعر الخضر مین جبوری ۵، طبقات ابن سعد ۵/۵۱۵، الکامل فی التاريخ ۲/۴۷۰-۴۷۶، طبقات فحول الشعراء
لابن سلام ۲۲۵، المغازی للواقدي ۹۲۶-۹۳۰، مجمل الشعراء الخضر مین والأ موتین ۱۲۸-۱۳۰)

(۳)

ابوذویب ہذلی

خوید ابن خالد ابن محرث ابن مخزوم ابن صاہلہ -

ان کا تعلق بنو سعد ابن ہذیل سے ہے، زمانہ جاہلیت میں وہ ساعدہ جو یہ ہذلی کے اشعار کے

راوی تھے۔

بنو ہذیل کا قبیلہ حجاز میں ہی رہتا تھا اور مدینہ کے قریب رہنے کے باوجود انھوں نے بہت بعد میں اسلام قبول کیا، ابوذویب نے بھی اپنی قوم کے ساتھ اسلام قبول کیا، جب حضرت عثمان ابن عفان نے مسلمانوں کو افریقہ پر حملہ کرنے کے لیے ترغیب دی تو ابوذویب اس لشکر کے ساتھ سن ۲۶ھ مطابق ۶۴۶ء میں اپنے پانچ بیٹوں کے ساتھ نکلے، ابوذویب کے پانچوں لڑکے مصر میں طاعون کی وجہ سے انتقال کر گئے، انھوں نے لشکر کے ساتھ افریقہ کا رخ کیا اور قرطاجہ کی فتح میں شریک رہے، قرطاجہ اس وقت روم کا پایہ تخت تھا، عبداللہ ابن ابوسرح نے عبداللہ ابن زبیر اور ابوذویب ہذلی کو مال غنیمت کا پانچواں حصہ دے کر مدینہ روانہ کیا، جب یہ مصر پہنچے تو ایک سانپ نے ابوذویب کو ڈس لیا جس سے ان کی موت واقع ہوئی، یہ واقعہ سن ۲۸ھ مطابق ۶۴۹ء کا ہے۔

ابن سلام نجی نے ”طبقات فحول الشعراء“ (ص ۲۹) میں لکھا ہے: ”ابوذویب عظیم شاعر تھے، ان میں کوئی کمزوری اور کوئی عیب نہیں تھا، حضرت حسان سے دریافت کیا گیا: سب سے بڑا شاعر کون ہے؟ حضرت حسان نے فرمایا: ”سب سے بڑا شاعر قبیلہ ہذیل ہے، اور قبیلہ ہذیل کے سب سے بڑے شاعر بلا اختلاف ابوذویب ہذلی ہیں“۔ ابوذویب کے زیادہ تر اشعار مرثیے کے ہیں، بعض اشعار خمریات کے بھی ہیں، گھوڑے کے وصف میں ابوذویب کو ید طولی حاصل تھا، خصوصاً شہد کی مکھی اور شہد کا وصف بیان کرنے میں بڑی مہارت تھی، ابوذویب کے بعض قصیدے صرف غزل اور تشبیب کے بھی ہیں۔

عمر ابن شبہ نے کہا ہے کہ ابوذویب ہذلی قبیلہ ہذیل کے تمام شعراء پر فائق ہیں، اپنے اُس قصیدے کی وجہ سے جس کا ایک شعر یہ ہے:

وَالنَّفْسُ رَاغِبَةٌ إِذَا رَغِبَتْهَا وَإِذَا تُرِدُّ إِلَى قَلِيلٍ تَقْنَعُ
(اور دل کو جب رغبت اور خواہش دلائی جاتی ہے تو وہ خواہش کرنے لگتا ہے، جب وہ کم پاتا ہے تو قناعت کرتا ہے)
مرزبانی نے مجمع الشعراء میں لکھا ہے کہ وہ فصیح اور بلیغ شاعر تھے، ان کے اشعار میں کثرت کے ساتھ غریب الفاظ ملتے ہیں، ان کو شاعری پر قدرت تھی، انھوں نے زمانہ جاہلیت میں لمبی عمر گزاری، ان کو عہد اسلام ملا تو انھوں نے اسلام قبول کیا، انھوں نے اکثر اشعار اسلام قبول کرنے کے بعد کہے ہیں۔

چنیدہ اشعار

ابو ذؤیب نے طاعون میں ہلاک ہونے والے اپنے پانچ لڑکوں کے مرثیے میں مندرجہ ذیل

اشعار کہے:

أَمِنَ الْمَنُونُ وَرَيْبَهَا تَتَوَجَّعُ
قَالَتْ أُمَيْمَةُ: مَا لَجَسْمِكَ شَاحِبًا
أَمْ مَا لَجَسْمِكَ لَا يَلَائِمُ مَضْجَعًا
فَأَجَبْتُهَا: أَمَا لَجَسْمِي، إِنَّهُ
أَوْدَى بَنِي وَأَعْقَبُونِي حَسْرَةً
سَبَقُوا هَوًى وَأَعْنَقُوا لِهَوَاهُمْ
فَعَبَرْتُ بَعْدَهُمْ بَعِيشٍ نَاصِبٍ
وَلَقَدْ حَرَصْتُ أَنْ أَدْفِعَ عَنْهُمْ
فَالْعَيْنُ بَعْدَهُمْ وَأَنْ حِدَاقَهَا
حَتَّى كَأَنِّي لِلْحَوَادِثِ مَرُودَةٌ
وَتَجَلَدِي لِلشَّامِتِينَ أَرْيُهُمْ
لَأُبَدَّ مِنْ تَلَفٍ مُقِيمٍ فَاَنْتَظِرْ:
وَلَيَأْتِيَنَّ عَلَيْكَ يَوْمٌ، مَرَّةً
وَلَقَدْ أَرَى أَنَّ الْبُكَاءَ سَفَاهَةٌ
وَالنَّفْسُ رَاغِبَةٌ إِذَا رَغِبَتْهَا
كَمْ مِنْ جَمِيعِي الشَّمْلِ مُلْتَمِي الْهَوَى
فَلَيْنُ بِهِمْ فَجَعُ الزَّمَانِ وَرَيْبُهُ
(کیا تم زمانہ اور اس کی تکلیفات اور مصائب سے تکلیف محسوس کرتے ہو؟ زمانہ اس شخص کی پرواہ نہیں کرتا جو کسی ہلاک ہونے والے پر غم کرتا ہے۔)

امیمہ نے کہا: تمھارے جسم کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ بہت کمزور ہو گیا ہے، جب سے تم نے اپنے بچوں کے ہلاک ہونے

کے بعد معاش کے حصول کے لیے کام کرنا اور سفر کرنا شروع کیا ہے، حالاں کہ تمہارے پاس اتنا مال ہے کہ تم کو کمانے کی ضرورت نہیں ہے۔

تمہارے جسم کو کیا ہو گیا ہے کہ تم بستر پر سو نہیں سکتے ہو، جب بھی سوتے ہو تو نیند اچاٹ جاتی ہے۔ میں نے اس کو جواب دیا کہ جہاں تک میرے جسم کا تعلق ہے تو میرے بچے ہلاک ہو گئے اور انھوں نے الوداع کہا اور مجھ سے جدا ہو گئے۔

میرے بچے ہلاک ہو گئے اور انھوں نے میرے لیے آرام کی نیند کے بعد حسرت اور نہ رکنے والے آنسو چھوڑ گئے۔ وہ مجھ سے پہلے چلے گئے اور انھوں نے اپنی موت کو گلے لگا لیا، یکے بعد دیگرے موت نے ان کو آلیا، اور ہر پہلو وہ اپنا انجام کو پہنچ گئے۔

میں ان کے بعد تھکا دینے والی زندگی گزارنے کے لیے باقی رہا، اور میرا گمان ہے کہ میں ان کے ساتھ جا ملوں گا۔ میں نے یہ خواہش کی کہ ان کی مدافعت کروں، لیکن جب موت آتی ہے تو واپس نہیں کی جاسکتی۔ ان کے بعد گویا آنکھ کو کانٹے کا سرمہ لگایا گیا ہے، جس کی وجہ سے وہ زخمی ہو گئی ہے اور مسلسل آنسو بہا رہی ہے۔ یہاں تک کہ میری حالت یہ ہو گئی ہے کہ مصائب کے لیے چٹان کی طرح سخت ہو گیا ہوں، جس پر لوگ گزرتے رہتے ہیں۔

میں مصیبت پر خوش ہونے والے دشمنوں کے سامنے صبر کا مظاہرہ کرتا ہوں، اور ان کے سامنے اس طرح رہتا ہوں کہ میں مصائب زمانہ کے سامنے جھکتا نہیں ہوں۔

ہلاک اور ضائع ہونا لازمی ہے، اور ہر جگہ ضیاع اور ہلاکت ہوتی رہتی ہے، چٹان چہ تم انتظار کرو اور دیکھو کہ تمہاری زمین پر مصیبت آئے گی یا کسی اور کی زمین پر۔

میں سمجھتا تھا کہ رونا بیوقوفی ہے، لیکن جب مصیبت کا سامنا ہوتا ہے تو لوگ رونے کے شوقین ہو جاتے ہیں۔ ایک دن تم پر بھی ایسا آئے گا کہ تمہاری موت ہو جائے گی اور تم پر رویا جائے گا، لیکن تم سن نہیں سکو گے۔ اور دل کو جب رغبت اور خواہش دلائی جاتی ہے تو وہ خواہش کرنے لگتا ہے، جب وہ کم پاتا ہے تو قناعت کرتا ہے۔ کتنے لوگ ایسے ہیں جو یکجا تھے اور اپنے دل میں خواہشات لیے ہوئے تھے، وہ ایک ساتھ زندگی گزار رہے تھے، لیکن وہ جدا جدا اور منتشر ہو گئے۔

اگر لوگوں کو مصائب زمانہ سے واسطہ پڑا ہے تو میں بھی اپنے محبوبوں اور چہیتوں کی موت کی وجہ سے مصیبت سے دوچار ہوں)

ابوذویب ہذلی نے موت کی یہ مثال پیش کی ہے کہ وہ چست بیل کی طرح ہے، جو اپنے مادہ کے ساتھ سرسبز و شاداب باغ میں چرتا رہتا ہے، تھوڑی دیر بعد باغ کا پانی سوکھتا ہے اور اس کی ہریالی ختم ہو جاتی ہے، پھر شکاری آتا ہے اور تیر چلا کر بیل اور اس کے مادہ دونوں کو مار ڈالتا ہے، یہی مثال جنگ میں کود پڑنے والے دو شہسواروں کی ہے:

فَتَنَّا زَلًا وَتَوَافَقَتْ خَيْلَاهُمَا وَكَلاَهُمَا بَطْلُ اللَّقَاءِ مُحَدَّدٌ

يَتَحَامِيَانِ الْمَجْدَ، كُلُّ وَائِقٍ بِلَائِهِ فَالْيَوْمَ يَوْمٌ أَشْنَعُ
(دو دشمنوں نے وقت تک جنگ کرتے رہے، اور ان کے گھوڑے ٹکڑا تے رہے، دونوں جنگ کے بہادر اور جنگ کے
دھنی ہیں۔

ان دونوں میں سے ہر ایک اپنی عزت اور شرافت کی مدافعت کی کوشش کر رہا ہے، ہر ایک کو اپنی بہادری اور طاقت پر
بھروسہ ہے، آج کا دن بہت ہی خطرناک دن ہے)

ابوزویب ہذلی مدینہ اس وقت پہنچے جب آپ ﷺ کا انتقال ہو چکا تھا، لیکن ابھی آپ ﷺ کی
تدفین عمل میں نہیں آئی تھی، سقیفہ بنو ساعدہ میں ابوزویب بھی شریک تھے، اور انھوں نے حضرت ابوبکر
کی تقریر بھی سنی تھی، ابن اسحاق نے رسول اللہ ﷺ کے سلسلے میں ان کا مرثیہ نقل کیا ہے، جس میں ہے:
كُسِفَتْ لِمَصْرَعِهِ النُّجُومُ وَبَدَرُهَا وَتَزَعَزَعَتْ آطَامُ بَطْنِ الْأَبْطَحِ
(آپ کی موت سے ستاروں اور چاند کو گھٹن لگ گیا، اور بطنِ ابطح کے قلعے ہل گئے)

ابوزویب اپنے بادیہ واپس آ گئے اور وہیں قیام کیا، جب حضرت عثمان ابن عفان کا عہد
خلافت آیا تو روم سے واپس آتے وقت راستے میں آپ کا انتقال ہو گیا۔

ابن زبیر نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان کے عہد خلافت میں افریقہ کے راستے میں آپ کا انتقال
ہو گیا۔

مراجع:

(الاصابة ج ۱ ص ۶۶-۶۷، تاریخ فروخ ج ۲ ص ۲۹۰-۲۹۲، طبقات الشعراء للحمی ص ۲۹، أسد الغابۃ ۲/۱۵۰، الاستیعاب ۶۶۷،
الاعلام ۳/۹، البدایہ والنہایہ ۷/۲۳۳، تاریخ الأدب العربی بروکلمان ۱/۸۴، ۷/۱۶۹، تاریخ الأدب العربی بلاشیر ۲/۱۰۷، خزائنہ الأدب،
دیوان الشعر العربی ۱/۳۰۲، الروض الأنف ۲/۲۷۵، سمط الملأ لی ۲۳۸، ۳۳۹، ۸۸۸-۸۸۹، ۹۶۵-۹۶۶، الشعر والشعراء ۶۵۷، طبقات
فول الشعر ۱۲۳، العقد الفرید ۲/۱۵، الکامل لابن اثیر ۳/۹۴، معجم الشعراء مرزبانی ۳۷۱، معجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۹۲، معجم الشعراء الخضر مین
والا موبین ۱۳۵-۱۳۶، معجم شعراء اللسان ۱۶۳، وفیات الأعیان ۶/۱۵۵-۱۵۶) آپ کا دیوان ۱۹۲۶ء میں یوسف ہل نے شائع کیا ہے۔

(۴)

ابوزبید طائی

ابوزبید حرمہ ابن منذر ابن معدی کرب ابن حنظلہ ابن نعمان ابن حبیہ ابن سعد ابن غوث ابن حارث ابن ربیعہ ابن مالک ابن ہبہ ابن عمرو ابن غوث ابن طائی۔
ان کی قوم عراق کے اوپری علاقے ”رقہ“ میں رہتی تھی۔
ان کے اسلام لانے کے سلسلے میں اختلاف ہے۔

طبری نے لکھا ہے کہ ابوزبید دور جاہلی میں اپنے ننھیال بنو تغلب کے ساتھ جزیرۃ العرب میں رہتے تھے، اور عہد اسلام میں ولید ابن عقبہ ابن ابومعیط کے ساتھ رہے، جب ولید جزیرۃ العرب کے گورنر ہوئے پھر کوفہ کے گورنر بنے تو ان ہی کے ساتھ رہے، ولید ان کو اسلام کی دعوت دیتے رہے، ان کی دعوت پر ابوزبید نے اسلام قبول کیا، اور بہترین مسلمان بنے، ابومدرع اور ان کے ساتھی ولید کے خلاف جاسوس چھوڑے ہوئے تھے، ایک مرتبہ جاسوس نے ابومدرع سے کہا کہ ابھی ولید ابوزبید کے ساتھ شراب پینے والے ہیں، ابومدرع اور ان کے ساتھی اچانک ان کی مجلس میں آدھمکے، تو انھوں نے اپنے ہاتھ میں موجود چیز چارپائی کے نیچے چھپا دی، وہ چارپائی پر کودے اور اس کے نیچے سے ایک طشتری نکالی، جس میں انگور کا خوشہ تھا، یہ دیکھ کر ابومدرع اور ان کے ساتھیوں کو پشیمانی ہوئی۔
ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ ابوزبید اسلام نہیں لائے تھے، بلکہ نصرانیت ہی پر ان کا انتقال ہوا۔

مرزبان نے کہا ہے کہ وہ نصرانی تھے، وہ ایک سو پچاس سال زندہ رہے، اسلام کا زمانہ ان کو ملا، لیکن انھوں نے اسلام قبول نہیں کیا، حضرت عمر ابن خطاب نے ان کو اپنی قوم کی زکوٰۃ جمع کرنے کا ذمہ دار بنایا تھا، حضرت عمر نے ان کے علاوہ کسی دوسرے عیسائی کو ذمہ دار نہیں بنایا، وہ حضرت معاویہ کے عہد خلافت تک زندہ رہے، وہ ولید ابن عقبہ ابن ابومعیط کے کوفہ میں ہم نشین تھے، جب انھوں نے ولید کے خلاف اس بات کی گواہی دی کہ انھوں نے شراب پی ہے تو ولید کو کوفہ کی گورنری سے معزول کیا گیا، اس پر ابوزبید نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

فَلَعَمْرُ الْإِلَهِ لَوْ كَانَ لِلشُّيُوفِ فِي نَصَالٍ وَلِللِّسَانِ مَقَالُ

مَا نَفْسِي يَبْتَكَ الصَّفَا وَلَا أَتُوْهُ وَلَا حَالُ دُونِكَ الْإِسْعَالُ
(اللہ کی قسم! اگر تلواروں کے پھل ہوتے اور زبان میں بولنے کی صلاحیت۔

تو وہ تمہارے مضبوط گھر کو ویران نہیں کرتا اور لوگ اس کے قریب نہیں آتے اور تمہارے سامنے چھینک رکاوٹ نہیں بنتی)
مرزبانی نے لکھا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو انھوں نے مرثیہ کہا، مرزبانی نے

مرثیہ کے اشعار نقل نہیں کیے ہیں، ابوالفرج اصبہانی نے ان میں سے چند اشعار مرد سے نقل کیے ہیں:

إِنَّ الْكَرَامَ عَلَى مَا كَانَ مِنْ خُلُقٍ رَهْطُ أَمْرِي جَامِعٌ لِلدَّيْنِ مُخْتَارُ
طَبَّ بَصِيرٍ بِأَصْنَافِ الرِّجَالِ وَلَمْ يَعْدِلْ بِخَيْرِ رَسُولِ اللَّهِ أَخْيَارُ
(لوگ شریف اپنے اخلاق کی وجہ سے ہوتے ہیں، ان کا خاندان دین کا جامع اور منتخب خاندان ہے۔

وہ لوگوں کی قسموں سے باخبر اور ان کی فطرتوں سے واقف ہیں اور بہتر سے بہتر لوگ بھی رسول اللہ ﷺ کے بہترین ساتھی یعنی حضرت علی کے ہم سر نہیں ہیں)

اصبہانی نے لکھا ہے کہ ابوزبید کی لمبائی ۱۳ بالشت تھی، جب ان کا انتقال ہو گیا تو ولید ابن عقبہ کی قبر کے پاس ان کو دفنایا گیا، ان دونوں کی قبر سے الشج سلسلی کا گزر ہوا تو اس نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

مَرَرْتُ عَلَى عِظَامِ أَبِي زَبِيدٍ وَقَدْ لَاحَتْ بِلَقْعَةٍ صُلُودٍ
وَكَانَ الْوَلِيدُ نَدِيمَ صَدَقٍ فَنَادَمَ قَبْرُهُ قَبْرَ الْوَلِيدِ
(میرا گزر ابوزبید طائی کی ہڈیوں کے پاس سے ہوا، بلقعہ جگہ ویران ہو گئی۔

ولید ان کا سچا دوست تھا، یہی وجہ ہے کہ ان کی قبر بھی ولید کی قبر سے ملی ہوئی بنی)

ابوزبید اپنے اشعار میں شیر کا وصف بیان کرنے کے شوقین تھے، اس سلسلے میں ان کا حضرت عثمان کے ساتھ پیش آیا ہوا ایک واقعہ بھی نقل کیا جاتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ ان کی قوم نے ان سے کہا: ہمیں خوف ہے کہ شیر کی تعریف کرنے کی وجہ سے عرب ہم کو گالی دینا نہ شروع کر دیں، اس کے بعد انھوں نے شیر کی تعریف کرنا چھوڑ دیا۔

مرزبانی نے لکھا ہے کہ وہ معاویہ کے عہد خلافت تک زندہ رہے اور ولید کا انتقال ان سے پہلے ہوا، ایک مرتبہ ان کا گزر ولید کی قبر سے ہوا تو انھوں نے یہ اشعار کہے:

يَا صَاحِبَ الْقَبْرِ السَّلَامُ عَلَى مَنْ حَالَ دُونَ لِقَائِهِ الْقَبْرِ
يَا هَاجِرِي إِذْ جِئْتُ زَائِرَهُ مَا كَانَ مِنْ عَادَاتِكَ الْهَاجِرُ
(اے قبر والے! اس شخص کو سلام جس کی ملاقات میں قبر حائل ہے۔

اے مجھ سے قطع تعلق کرنے والے! جب میں اس کی ملاقات کے لیے آیا تو اس نے میرے ساتھ بات نہیں کی، حالاں کہ قطع تعلق تمہاری عادت نہیں تھی)

عمر فروخ نے لکھا ہے کہ ابوزبید طائی نصرانی تھے، وہ کوفہ کے گورنر ولید ابن عقبہ کے پاس آئے اور

ایک مدت تک ان کے ہم نشین رہے، جب ولید کو عثمان نے سن ۳۰ھ مطابق ۶۸۲ء کو معزول کیا تو ابوزبید رقبہ واپس آئے اور وہیں ان کا انتقال ہو گیا، ایک قول یہ ہے کہ ان کی وفات کوفہ میں ۶۲ھ مطابق ۶۸۲ء میں ہوئی، وفات کے وقت وہ بہت عمر رسیدہ تھے۔

ابوزبید زمانہ جاہلیت میں مناذرہ اور غسانہ کی تعریف میں اشعار کہا کرتے تھے، پھر عہد اسلام میں انھوں نے ولید ابن عقبہ کی مدح میں اشعار کہے، عتاب، ہجو، حماسہ اور حکمت کے موضوعات پر بھی ان کے اشعار ہیں، البتہ ان کے اکثر اشعار شیر کے وصف میں ہیں، ان کے اشعار میں غریب الفاظ کثرت سے پائے جاتے ہیں، خصوصاً شیر کے وصف میں۔

چنیدہ اشعار:

شیر کے وصف کے بعض اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

فَلَا يَعْلَقُنْكُمْ مَهْصَرُ النَّابِ غُبْسُ عُبُوسٌ لَهُ خَلْقٌ غَلِيظٌ غَضَنْفَرٌ
لَهُ زُبْرٌ كَاللَّبْدِ طَارَتْ رَعَابِلًا وَكَتَفَانٌ كَالشَّرْخَيْنِ عَبْلٌ مُصَبَّرٌ
رَحِيبٌ مَشَقَّ الشَّدَقِ أَغْضَفُ ضِعْمٌ لَهُ لَحْظَاتٌ مُشْرِفَاتٌ وَمَحْجَرٌ
(کہیں تم پر ایسا شیر حملہ نہ کر دے جو بہت سخت کاٹتا ہے، وہ بہت مضبوط اور ڈراؤنی شکل والا ہے، اور بڑا طاقت ور ہے۔

اس کے دونوں کندھوں کے درمیان بٹے ہوئے کپڑے کی طرح زیادہ بال ہیں، جو اجزاء میں بٹے ہوئے ہیں، اور کندھے عمارت کے نمایاں برج کی طرح ہیں، اور گوشت سے بھرے ہوئے مضبوط ہیں۔

اس کے منہ کا کھلا حصہ بڑا چوڑا ہے، جب اس کو غصہ آتا ہے تو اس کی آنکھوں کی پلکیں ڈھیلی ہو جاتی ہیں، وہ جب کاٹتا ہے تو اس کے منہ میں بڑا کلزا آ جاتا ہے، اس کی آنکھیں بڑی بڑی ہیں، اور اس کی آنکھ کی تکیہ بھی گہری ہے)

ابوزبید نے اپنے بھائی حلاج کے مریضے میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

إِنَّ طُولَ الْحَيَاةِ غَيْرَ سَعُودٍ وَضَلَالٌ تَأْمِيلٌ نَيْلُ الْخُلُودِ
عَلَّلَ الْمَرْءُ بِالرَّجَاءِ وَيُضْحِي كُلُّ يَوْمٍ تَرْمِيهِ مِنْهَا بِرَشَقٍ
كُلُّ مَيِّتٍ قَدْ اغْتَفَرَتْ، فَلَا أَوْ جَعَ مِنْ وَالِدٍ وَلَا مَوْلُودٍ
غَيْرَ أَنَّ الْحَلَّاحَ هَذَا جَنَاحِي يَوْمَ فَارَقْتُهُ بِأَعْلَى الصَّعِيدِ
(لمبی زندگی میں خوش نصیبی نہیں ہے، اور خلود پانے کی خواہش گمراہی ہے۔
آدمی امیدیں لگائے رکھتا ہے، حالاں کہ وہ ہمیشہ موت کا ہدف بنا رہتا ہے۔
ہر دن موت اس پر اپنی تیر چلاتی ہے، کبھی تیر نشانے پر لگتی ہے اور کبھی نشانہ تھوڑا سا خطا کر جاتا ہے۔
ہر میت کو دفنایا جاتا ہے، مجھے نہ کسی کے والد کے مرنے پر تکلیف ہوتی ہے اور نہ کسی کے بچے کے مرنے پر۔

البتہ حلاج نے مجھے جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے، جس دن میں نے اس کو بلند زمین پر کھودیا)

مراجع:

(الاصابة ج ۴ ص ۸۰-۸۱، تاریخ عمر فروخ ج ۲ ص ۲۹۵ تا ۲۹۷، الأعلام ۴/۲، أُمّی القالی ۱/۲۶-۲۸، البدایہ والنہایہ ۷/۲۳۳، بھتہ المجالس ۱/۱۲۷، تاریخ الأدب العربی بروگلمان ۱۱/۳، تاریخ الاسلام عهد الخلفاء الراشدین ۳۵۹-۳۶۰، تہذیب تاریخ دمشق ۴/۱۱۴-۱۱۵، خزائنہ الأدب، سمط الکاکی ۱۱۸، الشعر والشعراء ۱/۲۱۹، شعراء اسلاميون ۷۵۵-۷۰۴، شعراء النصرانیة بعد الاسلام ۶۵-۹۱، طبقات فحول الشعراء ۵۰۷-۵۱۷، العقد الفرید ۶/۳۴۸، مجمع الأدباء ۱۰/۹۱، مجمع الشعراء عقیف ۶۹، ۱۰۳، مجمع الشعراء الخضر مین والامویین ۱۶۶، مجمع المؤلفین ۱/۱۹۱، المعمر ون ۹۸، الوافی بالوفیات ۱۱-۳۳۵-۳۴۰) آپ کا دیوان مطبعة المعارف بغداد سے ۱۹۶۷ء کو شائع ہوا ہے جس پر نوری حمودی قیسی نے تحقیق کی ہے۔

(۵)

ابوسفیان ابن حارث ہاشمی

ابوسفیان ابن حارث ابن عبدالمطلب ابن ہاشم ہاشمی۔

ابوسفیان رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی اور رضاعی بھائی ہیں، ان دونوں کو حلیمہ سعدیہ نے

دودھ پلایا۔

ابراہیم ابن منذر اور ابن مبارک نے کہا ہے کہ ان کا نام مغیرہ ہے، ایک قول یہ بھی ہے کہ کنیت ہی ان کا نام ہے، اور مغیرہ ان کے بھائی کا نام ہے، ابوسفیان کی شکل حضور اکرم ﷺ کی شکل سے ملتی جلتی تھی۔

امام حاکم نے عروہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ابوسفیان ابن حارث جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔“

نائی نے حج کے موقع پر منیٰ میں ان کے بال منڈھائے، ان کے سر پر گوشت کا ایک زائند ٹکڑا تھا، جس کو نائی نے بال منڈھاتے وقت کاٹ دیا، جس کی وجہ سے ان کا انتقال ہو گیا، لوگ ان کو شہید شمار کرتے تھے۔ (امام حاکم نے یہ روایت کی ہے)

ابوسفیان شروع عہد اسلام میں نبی کریم ﷺ کو تکلیف پہنچایا کرتے تھے اور آپ ﷺ کی ہجو میں اشعار کہا کرتے تھے، اسی طرح مسلمانوں کو بھی اپنے اشعار سے تکلیف دیتے تھے، اس کی طرف حضرت حسان نے اپنے مشہور قصیدے میں اشارہ کیا ہے، جس میں کہا ہے:

هَجَوْتُ مُحَمَّدًا فَأَجَبْتُ عَنْهُ وَعِنْدَ اللَّهِ فِي ذَاكَ الْجَزَاءُ
(تم نے محمد ﷺ کی ہجو کی اور میں نے آپ ﷺ کی طرف سے تمہارے اشعار کا جواب دیا، اس میں اللہ کی طرف سے ثواب ہے)

جب ابوسفیان اسلام قبول کرنے کے لیے آئے تو حضرت علی نے ان کو بتایا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے سامنے سے آئیں اور یہ کہیں: ”تَاللّٰهِ لَقَدْ أَثْرَكَ اللَّهُ عَلَيْنَا“ (اللہ کی قسم! اللہ نے آپ کو ہم پر ترجیح دی ہے) انھوں نے اسی طرح کیا تو رسول اللہ ﷺ نے جواب میں یہ آیت تلاوت کی: ”لَا تُشْرِبُ عَلَيْكُمْ الْيَوْمَ.....“ (آج تم پر کوئی گناہ نہیں)، اس کے بعد ابوسفیان نے مندرجہ ذیل اشعار سنائے:

لَعَمْرُكَ إِنِّي يَوْمَ أَحْمِلُ رَأْيَهُ لَتَغْلِبَ خَيْلُ اللَّاتِ خَيْلَ مُحَمَّدٍ
لَكَالْمُدْلَجِ الْحَيْرَانِ أَظْلَمَ لَيْلُهُ فَهَذَا أَوَانِي حِينَ أُهْدَى أَهْتَدِي
(تیری زندگی کی قسم! میں اس دن جس دن علم اٹھائے اس بات کے لیے کوشاں تھا کہ لات کا لشکر محمد کے لشکر پر غالب
آجائے

اس وقت میری حالت تاریک رات میں حیراں و سرگرداں چلنے والے شخص کی طرح تھی، اور اب میں اس حال میں
ہوں کہ جب میری ہدایت کی طرف رہنمائی کی جاتی ہے تو میں ہدایت کو قبول کرتا ہوں)

ابوسفیان نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا، نبی کریم ﷺ جب مکہ آرہے تھے تو ابوسفیان
نے آپ ﷺ کی ملاقات کی اور اسلام قبول کیا اور جنگ حنین میں شریک ہوئے، جنگ حنین میں
ابوسفیان ان بعض لوگوں میں تھے جو نبی کریم ﷺ کے ساتھ جنگ میں جے رہے اور آپ کا ساتھ نہیں
چھوڑا اور آپ کے گرد گھیرا بنائے رہے۔

محمد ابن اسحاق نے ابوسفیان کا ایک قصیدہ حضور ﷺ کے مرثیے میں نقل کیا ہے جس میں وہ
کہتے ہیں:

لَقَدْ عَظُمَتْ مُصِيبَتُنَا وَجَلَّتْ عَشِيَّةَ قَيْلٍ: قَدْ قُبِضَ الرَّسُولُ
نَبِيٌّ كَانَ يَجْلُو الشُّكَّ عَنَّا بِمَا يُوحَى إِلَيْهِ وَ مَا يَقُولُ
(اس شام ہماری مصیبت میں اضافہ ہو گیا اور مصیبت بہت زیادہ سخت ہو گئی جب اس بات کی اطلاع ملی کہ رسول اللہ ﷺ کا
انتقال ہو گیا

وہ نبی اپنی طرف کی جانے والی وحی کے ذریعے اور اپنی باتوں سے ہمارے شکوک و شبہات کو دور کرتے تھے)
ابوالحسن نے جنگ حنین کے سلسلے میں ابوسفیان کے مندرجہ ذیل اشعار نقل کیے ہیں:

إِنَّ ابْنَ عَمِّ الْمَرْءِ مِنْ أَعْمَامِهِ بَنِي أَبِيهِ قُوَّةٌ مِنْ قُدَامِهِ
فَإِنَّ هَذَا الْيَوْمَ مِنْ أَيَّامِهِ يُقَاتِلُ الْحَرَمِيُّ عَنْ إِحْرَامِهِ
يُقَاتِلُ الْمُسْلِمُ عَنْ إِسْلَامِهِ

(آدمی کے چچا کے لڑکے اس کے چچا کی طرح ہی ہیں، اور اس کے بھائیوں کی طرح ہیں جو اس کا ہر اول دستہ اور طاقت
ہوتے ہیں۔

یہ جنگ آپ ﷺ کی جنگوں میں سے ایک ہے، حرم والا اپنے احرام کی مدافعت میں جنگ کر رہا ہے اور مسلمان
اپنے اسلام کے دفاع میں جنگ کر رہا ہے)

عمر ابن شہب نے ”أخبار المدينة“ میں لکھا ہے کہ عقیل ابن ابوطالب نے ابوسفیان کو قبرستان میں
پھرتے ہوئے دیکھا تو دریافت کیا: میرے چچا کے لڑکے! تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ انھوں نے کہا: میں اپنے
لیے قبر کی جگہ تلاش کر رہا ہوں۔ پھر وہ عقیل کو اپنے ساتھ گھر لے گئے اور اس کے ہال میں گھڑ اکھودنے کے

لیے کہا، انھوں نے قبر کھودی تو ابوسفیان اس میں تھوڑی دیر بیٹھے رہے پھر واپس لوٹ آئے، پھر دونوں میں ہی ان کا انتقال ہو گیا اور اسی قبر میں ان کی تدفین ہوئی، ایک قول یہ ہے کہ ان کی وفات حضرت عمر کے عہد خلافت میں سن ۱۵ھ کو ہوئی، دوسرا قول یہ ہے کہ سن ۲۰ھ میں وفات ہوئی۔

مراجع:

(الاصابة ج ۳ ص ۹۰-۹۱، الاستيعاب ۸۳/۴-۸۴، أسد الغابة ۲۱۵/۵، الأعلام ۶/۷-۶/۸، الأغانی ۴/۱۴۴، ۴/۱۴۸، ۶/۲۰۶، البداية والنهاية ۶/۴، تاریخ خلیفہ ۸۴، خزائن الأدب ۲/۲۳۹، خصائص شعر الخضر مین ۱۵۴-۱۵۶، الروض الأنف ۲/۱۸۲-۱۸۷، سیر أعلام النبلاء ۱/۲۰۲، السيرة النبوية ۳/۲۲۲، طبقات فحول الشعراء ۲۲۷، طبقات ابن سعد ۴/۵۴-۴/۵۹، طبقات خلیفہ ۶، معجم الشعراء الخضر مین والأموئین ۱۹۰-۱۹۲، معجم الشعراء مرزبانی ۳۱۷، ۳۶۸، معجم الشعراء عقیف ۱۱۵، ۲۵۸، واقدی ۳۰۱، وفیات الأعیان ۶/۳۵۱)

(۶)

ابو مجن ثقفی

عبداللہ ابن حبیب ابن عمرو ابن عمیر ابن عوف ابن عقدہ ابن عنزہ ابن عوف ابن ثقیف ثقفی۔
ابو مجن ثقفی کا خاندان شرفاء اور امراء کا تھا اور وہ اپنے اطراف و اکناف میں سب سے زیادہ مال دار لوگ تھے، انھیں کا شعر کا ہے:

قَدْ يَعْلَمُ النَّاسُ أَنَّا مِنْ سَرَائِهِمْ إِذَا سَمَا بَصَرُ الرَّعْدِ يَدَةُ الْفَرْقِ
(لوگ جانتے ہیں کہ ہم ان کے سرداروں میں سے ہیں، جب کہ بزدل کی آنکھ میں گھبراہٹ نمودار ہوتی ہے)
ابو مجن ثقفی کی پیدائش طائف میں ہوئی، ان کے بچپن اور جوانی کی تفصیلات نہیں ملتی، ابو مجن کو اس وقت شہرت ملی جب نبی کریم ﷺ نے طائف کا محاصرہ کیا، اس موقع پر ابو مجن نے اپنے شہر کے دفاع کی بڑی کوشش کی اور مقابلے میں ڈٹے رہے، جس کی وجہ سے مسلمانوں کو محاصرہ اٹھانا پڑا، اپنے ان کارناموں کی وجہ سے ابو مجن نمایاں اور مشہور ہو گئے، یہ سن ۸ھ کا واقعہ ہے، پھر قبیلہ ثقیف نے ۹ھ میں وفد کی صورت میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی اور پورا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔

ابو مجن کو نبی کریم ﷺ سے صرف ایک یا دو مرتبہ ملاقات کا موقع ملا، کسی جنگ اور غزوہ میں ان کو شریک ہونے کا موقع نہیں ملا، کیوں کہ نبی کریم ﷺ کا آخری غزوہ تبوک کا ہے، جس کے بعد ہی ابو مجن مسلمان ہوئے۔

ابو مجن میں ایک خرابی یہ تھی کہ وہ شراب کے رسیا تھے، ان کے اکثر اشعار شراب کے سلسلے میں ہی ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کئی مرتبہ ان پر حد لگائی، کہا جاتا ہے کہ شراب پینے کے جرم میں سات یا آٹھ مرتبہ ابو مجن کو گرفتار کیا گیا اور کوڑے مارے گئے، لیکن وہ شراب نوشی کی عادت چھوڑ نہیں سکے، پھر حضرت عمر نے ان کو جلاوطن کرنے کا فیصلہ کیا، اور مقام حضوضیٰ میں بھیج دیا۔

ابو الفرج اصبحانی نے ان کو جلاوطن کرنے کا دوسرا واقعہ نقل کیا ہے کہ ابو مجن کا دل انصار کی ایک عورت شمس پر آگیا، انھوں نے شمس کو دیکھنے کی ہر ممکن کوشش کی، لیکن کامیاب نہیں ہوئے، انھوں نے ایک چال چلی اور شمس کے گھر کے پڑوس والے باغ میں بطور مزدور کام کرنا شروع کیا، اور

باغ کے روشن دان سے جھانک کر شمس کو دیکھا اور مندرجہ ذیل اشعار کہے:

وَلَقَدْ نَظَرْتُ إِلَى شَمْسٍ وَذُوْنَهَا حَرَجٌ مِنَ الرَّحْمَنِ غَيْرُ قَلِيلٍ
قَدْ كُنْتُ أَحْسَبُنِي كَأَغْنَىٰ وَاحِدٍ وَرَدَ الْمَدِينَةَ عَنْ زَرَاةٍ فُؤُلٍ
(میں نے شمس کو دیکھ ہی لیا اور اس کے دیکھنے میں رحمان کی طرف سے بڑی رکاوٹ تھی۔

اس وقت میں خود کو اس آدمی کی طرح بڑا مال دار سمجھتا تھا، جو لوہیا کی زراعت کے لیے مدینہ آیا ہو)

شمس کے شوہر نے حضرت عمر کے دربار میں شکایت کی تو آپ نے ابوحنن کو حضوضی جلاوطن کیا۔ ایرانیوں کے خلاف جب مسلمانوں کی جنگیں شروع ہوئیں تو حضرت عمر نے قبیلہ ثقیف کے بہت سے لوگوں کو ان جنگوں میں بھیجا، انھوں نے کارہائے نمایاں انجام دیے، ان میں ابوحنن بھی تھے، انھوں نے جنگ جسر میں ثقیف کے شہسواروں کے ساتھ شرکت کی، گھمسان کی جنگ شروع ہوئی، اس جنگ میں چھ ہزار ایرانی قتل ہوئے، اور قبیلہ ثقیف کے تین سو مجاہدین شہید ہوئے، اس کے باوجود مسلمانوں کو فتح نہیں ہوئی، اس میں ابو عبیدہ ثقفی بھی شہید ہوئے، جو لشکر کے سپہ سالار تھے، اس جنگ میں ابوحنن کے بھائی قیس ابن حبیب بھی شہید ہوئے، ابوحنن نے اپنی بہادری کا تذکرہ مندرجہ ذیل اشعار میں کیا ہے:

إِلَىٰ فِتْيَةٍ بِالطَّفِّ نِلْتُ سَرَاتِهِمْ وَأَضْحَىٰ أَبُو جَبْرٍ خَلَاءَ بِيُوتِهِ
وَأَضْحَىٰ بَنُو عَمْرٍو لَدَى الْجَسْرِ مِنْهُمْ وَمَالُمْتُ نَفْسِي فِيهِمْ غَيْرَ أَنَّهَا
وَمَا رُمْتُ حَتَّى خَرَفُوا بِرِمَاحِهِمْ وَحَتَّى رَأَيْتُ مُهْرَتِي مَزْرُورَةً
وَمَا رُحْتُ حَتَّى كُنْتُ آخِرَ رَائِحٍ مَرَرْتُ عَلَى الْأَنْصَارِ وَسَطَ رِحَالِهِمْ
وَقَرُبْتُ رَوَاحًا وَكُورًا وَنَمْرَقًا
وَعُودِرَ أَفْرَاسٍ لَهُمْ وَرَوَاحِلُ
بِمَا كَانَ يَعْفُوهَا الضَّعَافُ الْأَرَامِلُ
إِلَى جَامِدِ الْأَيَّاتِ جُودٌ وَنَائِلُ
إِلَى أَجَلٍ لَمْ يَأْتَهَا وَهُوَ عَاجِلُ
ثِيَابِي وَجَادَتْ بِالْذِمَاءِ الْأَبَاجِلُ
لَدَى الْفَيْلِ يَذْمِي نَحْرَهَا وَالشَّوَاكِ
وَصُرَّعَ حَوْلِي الصَّالِحُونَ الْأَمَائِلُ
فَقُلْتُ لَهُمْ: هَلْ مِنْكُمْ الْيَوْمَ قَافِلُ؟
وَعُودِرَ فِي الْيَسِّ بَكْرٌ وَوَائِلُ
(مقام طف کے نوجوانوں کو میرا یہ پیغام پہنچا دو، جن کے سردار شہید ہو گئے اور ان کے گھوڑے اور اونٹ مار گرائے گئے۔

اور ابو جبر کے گھرویران ہو گئے، جہاں کمزور اور یتیم، اور بیوہ عورتیں آیا کرتی تھیں۔

ان میں سے قبیلہ بنو عمر و مقام جسر کے پاس قبروں میں دفن ہو گیا، جو سب کے سب نخی اور دیان تھے۔

ان میں، میں نے خود کی ملامت نہیں کی، مگر اس وجہ سے ملامت کی کہ مجھے ان کے ساتھ موت نہیں آئی اور مجھے

شہادت نصیب نہیں ہوئی، حالاں کہ موت جلد آ جاتی ہے اور اُس وقت موت جلد آ بھی رہی تھی۔

اور میں نے اس وقت تک تیر اندازی نہیں کی جب تک انھوں نے نیزوں سے میرے کپڑوں کو پھاڑ نہیں دیا، اور سوار یوں (اونٹ اور گھوڑوں) کی رگوں سے بے انتہا خون نہ بہنے لگا۔

اور میں نے اپنے مضبوط گھوڑے کو دیکھ لیا کہ وہ ہاتھی کے سامنے چیخ رہا ہے اور اس کا سینہ اور پاؤں زخمی ہو گئے ہیں۔ میں سب سے اخیر میں واپس آیا، جب کہ میرے آس پاس ممتاز اور صالح لوگ شہید ہو کر پڑے ہوئے تھے۔

میرا گزرا انصار سے ان کے خیموں میں ہوا تو میں نے ان سے دریافت کیا: کیا تم میں سے آج کوئی شہید ہوا؟

اور میں نے ادھر ادھر بے ترتیب پڑے ہوئے اونٹ کے چھوٹے بڑے کجاؤں اور ان کے تکیوں سے گزرا، جب کہ قبیلہ بکر اور وائل کے لوگ مقام الیس میں جام شہادت نوش کیے ہوئے پڑے ہوئے تھے)

ابو جحش جنگ قادسیہ میں بھی شریک ہوئے، وہاں انھوں نے شراب پی تو حضرت سعد ابن ابو

وقاص نے اپنے خیمے میں ان کو قید کیا، شراب پینے کے ساتھ انھوں نے مندرجہ ذیل اشعار بھی کہے:

أَلَا سَقَيْنِي يَا صَاحِبَ خَمْرٍ فَإِنِّي بِمَا أَنْزَلَ الرَّحْمَنُ فِي الْخَمْرِ عَالِمٌ
وَجَدَلِي بِهَا صِرْفًا لَا زِدَادَ مَائِمًا فَفِي شَرْبِهَا صِرْفًا تَتِمُّ الْمَائِمُ
هِيَ النَّارُ إِلَّا أَنِّي نَلْتُ لَنَدَةً وَقَضَيْتُ أُوطَارِي وَإِنْ لَمْ لَائِمُ
(میرے دوست! مجھے شراب پلاؤ، میں شراب کے سلسلے میں اللہ کا حکم جانتا ہوں۔)

مجھے خالص شراب نئے سرے پلاؤ، تاکہ گناہ میں اضافہ ہو، کیوں کہ خالص شراب پینے سے گناہ مکمل ہو جاتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ یہ آگ ہے، لیکن مجھے اس کا چمکا اور لذت لگی ہے اور میں نے اپنی ضرورتیں پوری کر لی ہے، چاہے ملامت کرنے والا ملامت کرے)

ابو جحش جنگ کے دوران قید میں تھے، سب مسلمان دشمنوں کے خلاف جنگ میں مصروف تھے، ابو جحش اپنی جگہ پریشان تھے، ان کا دل جنگ میں شریک ہونے کے لیے چل رہا تھا، لیکن کچھ کر نہیں سکتے تھے، وہ افسوس کے ساتھ مجاہدین کی طرف دیکھ رہے تھے، اس وقت وہ سعد ابن ابو وقاص کی ام ولد زبراء کے پاس قید تھے، ان سے رہا نہیں گیا، اور اس سے درخواست کی: میری بیڑیاں کھول دو، اگر اللہ نے مسلمانوں کو فتح دی اور میں زندہ رہا تو واپس آ کر اسی طرح بیڑیوں میں مقید ہو جاؤں گا، اور یہ اشعار کہے:

كَفَى حُزْنًا أَنْ تُرْدَى الْخَيْلُ بِالْقَنَا
إِذَا قُمْتُ عَنَابِي الْحَدِيدِ وَغَلَقْتُ
وَقَدْ كُنْتُ ذَا مَالٍ كَثِيرٍ وَإِخْوَةٍ
حَسْبُنَا عَنِ الْحَرْبِ الْعَوَانُ وَقَدْ بَدَتْ
فَلَيْلَهُ عَبْدٌ لَا أَخِيَسَ بَعْهَدِهِ
لِئِنْ فَرَجْتُ لَا أَرْوُرُ الْحَوَانِيَا
وَأَتْرَكَ مَشْدُودًا عَلَيَّ وَثَاقِيَا
مَصَارِعُ دُونِي قَدْ تَصُمُّ الْمُنَادِيَا
فَقَدْ تَرَكُونِي وَاحِدًا لَا أَخَا لِيَا
وَأَعْمَالُ غَيْرِي يَوْمَ ذَاكَ الْعَوَالِيَا

(یہ بات غم کے لیے کافی ہے کہ نیزوں سے گھوڑوں کو مار گرایا گیا ہے اور مجھے بیڑیوں میں مقید کر کے کمرے میں بند کر دیا گیا ہے۔)

جب میں کھڑا ہوتا ہوں تو بیڑیاں مجھے روکتی ہیں اور دروازے بند کر دیے گئے ہیں، آواز لگانے پر بھی آواز باہر نہیں نکل سکتی ہے۔ میرے پاس بہت مال و دولت تھی اور میرے بہت سے بھائی تھے، ان سبھوں نے مجھے اکیلا چھوڑ دیا، اب کوئی میرا بھائی نہیں ہے۔ گھمسان کی جنگ شروع ہو چکی ہے اور ہم کو اس میں شریک ہونے سے روک دیا گیا ہے، اس جنگ میں میرے علاوہ دوسروں کے کارنامے بلند ہوں گے۔

میں اللہ کا بندہ ہوں، میں اس کے ساتھ کیا ہوا وعدہ نہیں توڑوں گا، اگر مجھے چھوڑ دیا گیا تو میں پھر کبھی مہ خانوں کا رخ نہیں کروں گا)

جب زبراء بنت خصفہ نے یہ اشعار سنے تو اس کا دل نرم پڑ گیا اور اس نے ابو جحش کی بیڑیاں کھول دی اور سعید ابن ابوقاص کا گھوڑا دیا، انھوں نے نیزہ لیا اور جنگ میں شریک ہوئے اور مشرکین کی صفوں پر ٹوٹ پڑے، ابو جحش جہاں بھی جاتے وہاں دشمنوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑتا، اور وہ پسپا ہو جاتے، ان ہی کی وجہ سے دشمنوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا، ان کے حملوں کو دیکھ کر سعد نے کہا: اگر ابو جحش قید میں نہ ہوتے تو میں کہتا کہ یہ شہسوار ابو جحش ہی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب کی تو ابو جحش واپس آ کر دوبارہ مقید ہو گئے، سعد ابن ابوقاص جب گھر تشریف لائے تو زبراء نے واقعہ بتایا تو انھوں نے کہا: میں تم کو شراب پینے پر کبھی نہیں ماروں گا۔ ابو جحش نے جواب دیا: اللہ کی قسم! میں کبھی شراب نہیں پیوں گا۔ اس وقت سے ابو جحش نے شراب ترک کر دی اور شراب کی مخالفت میں اشعار کہنا شروع کیا، جب ابو جحش نے حضرت سعد سے شراب نہ پینے کا وعدہ کیا تو مندرجہ ذیل اشعار کہے:

رَأَيْتُ الْخَمْرَ صَالِحَةً وَفِيْهَا مَنَاقِبُ تَهْلِكُ الرَّجُلَ الْحَلِيْمًا
فَلَا وَاللّٰهِ أَشْرَبُهَا حَيَاتِيْ وَلَا أَسْقِيْ بِهَا أَبَدًا نَّدِيْمًا

(میں نے شراب کو بہترین اور صالح سمجھا، حالاں کہ اس میں نقب لگانے والے ایسے اوزار ہیں جو نیک آدمی کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ نہیں، اللہ کی قسم! اب میں زندگی میں کبھی بھی شراب نہیں پیوں گا اور نہ کسی ہم نشین کو پلاؤں گا)

ابن الکلبی نے روایت کیا ہے کہ ابو جحش کے بیٹے عبید عبد الملک ابن مروان کے پاس آئے تو عبد الملک نے کہا: تمہارے ابا کہتے ہیں:

إِذَا مِتُّ فَأَذْفُنِّيْ إِلَى جَنْبِ كَرَمَةٍ تَرَوِيْ عِظَامِيْ بَعْدَ مَوْتِيْ عُرْوُفُهَا
(اگر میں مر جاؤں تو مجھے اکلور کی نیل کے پہلو میں دفن کر دینا، تاکہ اس کی جڑیں میری ہڈیوں کو سیراب کرتی رہیں)

اس پر عبید نے کہا: اگر آپ چاہیں تو میں اس سے بہتر اشعار سناؤں، انھوں نے کہا: وہ کون سے اشعار ہیں؟ انھوں نے مندرجہ ذیل اشعار سنائے:

لَا تَسْأَلِ النَّاسَ عَنْ مَالِيْ وَكَثْرَتِهِ وَسَائِلِ الْقَوْمِ: مَا حَزَمِيْ وَمَا خُلِقِيْ؟
الْقَوْمُ أَعْلَمُ أَنِّيْ مِنْ سَرَاتِهِمْ إِذَا تَطْيِشُ يَدُ الرَّعْدِ يَدَةُ الْفَرْقِ
قَدْ أَرَكْبُ الْهَوَلَ مَسْدُوْلًا عَسَا كِرُهُ وَأَكْتُمُ السِّرَّ فِيْهِ ضَرْبَةُ الْعُنُقِ

(لوگوں سے میرے مال اور اس کی کثرت کے بارے میں دریافت نہ کرو، بلکہ لوگوں سے یہ پوچھو کہ میری دو اندیشی کیا ہے اور میرا عزم و حوصلہ کتنا بلند ہے اور میرے اخلاق کیسے ہیں؟
لوگ جانتے ہیں کہ میں ان کے سرداروں میں سے ہوں، اس وقت بھی جب بزدل کی آنکھوں میں گھبراہٹ ظاہر ہوتی ہے۔
میں اس وقت بھی خطرہ مول لیتا ہوں جب کہ ہر طرف گھٹا ٹوپ اندھیرا اور ناامیدی کے بادل چھائے ہوئے ہوں،
اور انجام کا کچھ بھی پتہ نہ ہو، اور میں ایسے راز چھپاتا ہوں کہ اگر اس کو ظاہر کر دیا جائے تو اس کی سزا گردن زدنی ہے)
ابو جحٰن کی وفات حضرت عثمان کے عہد خلافت میں ۲۸ھ مطابق ۶۵۰ء میں ہوئی اور ان کی قبر
آزربائیجان یا جرجان میں ہے۔

ابو جحٰن مشہور مخضرم شاعر ہیں، ان کا شمار کم گوشعراء میں ہوتا ہے اور ان کے اکثر اشعار نغمیات کے سلسلے میں ہیں، البتہ مدح، فخر اور حماسہ میں بھی ان کے بہترین اشعار ملتے ہیں۔
جب مسلمانوں نے طائف کا محاصرہ کیا اور بنو ثمالہ، بنو سلمہ اور بنو فہم نے ان کا محاصرہ تنگ کر دیا جو مشہور قبیلہ نہیں تھے، تو ابو جحٰن نے ان کے سلسلے میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:
هَابَتِ الْأَعْدَاءُ جَانِبَنَا ثُمَّ تَغْزُونَا بِنُوسِلِمَةٍ
وَأَتَانَا مَالِكُ بِهِمْ نَاقِضًا لِلْعَهْدِ وَالْحُرْمَةِ
وَأَتُونَا فِي مَنَازِلِنَا وَلَقَدْ كُنَّا أُولَىٰ نِقْمَةٍ
(دشمن ہماری طاقت سے خوف زدہ ہو گئے، پھر بنو سلمہ نے ہم پر حملہ کیا۔
معادہ توڑتے اور حرمت کو پا مال کرتے ہوئے ان کے ساتھ بنو مالک بھی آئے۔
وہ ہم پر حملہ کرنے ہمارے علاقے میں ہی آ گئے ہیں، کیا وہ نہیں جانتے کہ ہم سخت حملہ کرنے والے اور انتقام لینے والے ہیں)
شراب کے سلسلے میں ابو جحٰن نے مندرجہ ذیل مشہور اشعار کہے:

إِذَا مِتُّ فَأَذْفُنِّي إِلَىٰ جَنْبِ كَرَمَةٍ تَرَوِي عِظَامِي بَعْدَ مَوْتِي غُرُوقَهَا
وَلَا تَذْفُنِّي بِالْفَلَاةِ، فَإِنِّي أَخَافُ إِذَا مَا مِتُّ أَنْ لَا أَذْوَقَهَا
(اگر میں مر جاؤں تو مجھے انور کی نیل کے پہلو میں دفن کر دینا، تاکہ اس کی جڑیں میری ہڈیوں کو سیراب کرتی رہیں۔
مجھے صحراء میں دفن نہ کرنا، کیوں کہ مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ جب میں مروں گا تو شراب کا مزہ نہیں لے پاؤں گا)

مراجع:

(الاصابة ج ۳ ص ۱۷۲-۱۷۵، شعراء الطائف في الجاهلية والاسلام ص ۸۰-۹۷، تاريخ فروع ج ۱ ص ۲۹۳-۲۹۵، واقدی ج ۳ ص ۹۵۵-۹۵۶ الاستيعاب ج ۲ ص ۱۸۲-۱۸۷، أسد الغابة ج ۵ ص ۲۹۰-۲۹۲، الأعلام ج ۵ ص ۷۶، الأغاني ج ۱ ص ۳-۷، البداية والنهاية ج ۲ ص ۳۳۳، تاريخ الأدب العربي بلاشير ج ۲ ص ۱۲۲، تاريخ الأدب العربي زيدان ج ۱ ص ۱۲۲، تاريخ الاسلام عهد الخلفاء الراشدين ج ۳ ص ۳۰۰-۳۰۲، خزائن الأدب ج ۸ ص ۴۰۵-۴۱۳، سبط الکابی ج ۲ ص ۴۸۸، الشعر والشعراء ج ۳ ص ۴۳۰، طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۵۱۵، طبقات فحول الشعراء ج ۱ ص ۲۶۸-۲۶۹، الکامل فی التاريخ ج ۲ ص ۳۲۱-۳۲۹، معجم الشعراء المحضرين والامويين ج ۳ ص ۴۳۰-۴۳۱، معجم الشعراء عفيف ج ۱ ص ۲۴۱، مخ المرح ۲۸۸) صلاح الدين مجده نے دارالکتب الحدید بیروت سے ۱۹۷۰ء کو آپ کا دیوان شائع کیا ہے۔

(۷)

اغلب عجل راجز

اغلب ابن عمرو ابن عبیدہ ابن حارثہ ابن دلف ابن جشم۔
 اغلب کا تعلق بنو سعد ابن عجل ابن ربیع سے ہے، اغلب کی پیدائش تقریباً ہجرت سے ۷۰ سال
 پہلے ۵۵۲ء کو ہوئی، ان کو عہد اسلامی ملا تو انھوں نے اسلام قبول کیا اور مدینہ ہجرت کی۔
 حضرت عمر کے عہد خلافت میں اغلب سعد ابن ابوقاص کے ساتھ عراق گئے، پھر کوفہ میں
 سکونت اختیار کی اور جنگ نہاوند میں ۲۱ھ مطابق ۶۴۲ء میں شہید ہوئے، وہیں ان کی قبر ہے۔
 اغلب عجل مختصر شاعر ہیں، وہ رجزیہ اشعار کہا کرتے تھے، وہ پہلے فرد ہیں جنھوں نے رجزیہ
 اشعار کہے، یا رجز کی صنف کو قصیدہ کے مشابہ بنایا اور طویل نظم کی شکل دی۔
 ان سے پہلے رجز کی حقیقت صرف اتنی تھی کہ آدمی جب کسی کے ساتھ جھگڑا یا گالی گلوں یا فخر
 کرتا تو دو یا تین اشعار کہا کرتا تھا۔

اغلب کے چنیدہ اشعار:

فخر کرتے ہوئے اغلب نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:
 نَحْنُ بَنُو عَجَلٍ إِذَا احْمَرَ الْحَدَقُ وَلَبَسَ الْأَبْطَالُ مَا ذِي الْحِلَقِ
 وَثَارَ لِلْحَرْبِ عَجَاجٌ فَسَمَقَ نَحْمِي الذِّمَارَ حِينَ لَا يَحْمِي الْفُرُقِ
 (ہمارا تعلق بنو عجل سے ہے، جب جنگ ہوتی ہے تو ہماری آنکھیں لال پیلی ہو جاتی ہیں اور ہم بہادری کے کپڑے
 اوڑھتے ہیں اور زہروں سے لیس ہو جاتے ہیں۔
 جب گھمسان کی جنگ ہوتی ہے اور میدان میں دھول اڑنے لگتی ہے تو ہم اپنے خاندان کی حفاظت کرتے ہیں، جب
 کہ امراء بھی یہ کام انجام نہیں دے پاتے اور وہ بھی حفاظت نہیں کر سکتے)

مندرجہ ذیل اشعار میں بھی انھوں نے فخر کو موضوع بنایا ہے:

نَحْنُ جَلَبْنَا الْخَيْلَ مِنْ غَوَارٍ شَوَاذٍ بِأَيْقُنْ بِالْأَمْهَارِ
 تُرْدِي بِنَا، طَوَامِحُ الْأَبْصَارِ يَحْمِلُنَ تَحْتَ الرَّهَجِ الْمُثَارِ

كُلُّ كَرِيمٍ فِي الْوَعْيِ مُهْصَا
أَهْلَ النَّدَى وَالْجَلَمِ وَالْوَقَارِ
كَمْ فِيهِمْ مَنْ بَطَلَ مَغَوَارِ
أَشْعَتْ قَدْ لِيَحَ مِنْ الْغَوَارِ
تَنْشَقُّ عَنْهُ ظُلُمُ الْغَمَارِ
تَمَزَّقُ اللَّيْلُ عَنِ النَّهَارِ
(ہم لاغراورد بے گھوڑوں کو دور دراز سے لے آئے جو مضبوط گھوڑوں پر سبقت لے جاتے ہیں۔

وہ گھوڑے ہم کو لے کر دور دراز علاقوں میں تیزی کے ساتھ لے جاتے ہیں، وہ جنگ کے اڑتے ہوئے غبار میں ہم کو اٹھائے پھرتے ہیں۔

جنگ میں ہر شریف شیر کے مانند بہادر ہوتا ہے، ہم سختی، بردبار اور باوقار لوگ ہیں۔

ان میں کتنے ہی بہادر ہیں اور تیز حملہ کرنے والے ہیں، جن کے بال غبار سے اٹے ہوئے ہیں، جنگ میں کثرت سے شرکت نے ان کی صورت بدل کر رکھ دی ہے۔

ان کی وجہ سے سخت جنگ کی تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں، جس طرح دن کے آنے سے رات کی تاریکی چھٹتی ہے)

مراجع:

أَسَدُ الْغَالِيَةِ/ ۱، طبقات الشعراء ۱۲۸، الشعر والشعراء ۳۸۹، تاریخ عمر فروخ ج ۲ ص ۲۷۵-۲۷۵، الأعلام ۱/۳۳۵،
الأغانی ۱۰/۳۵۸، ۳۶-۳۲/۲۱، تاریخ آداب العربیۃ از: کارنالیانو ۱۸-۱۸۸، تاریخ الأدب العربی (بروکلیمان) ۱/۲۲۵،
الحيوان ۲/۲۸۰، خزائن الأدب ۲/۲۳۷، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۷، ۲۴۸، ۳۰۷/۴، ۲۲۶، ۲۳۱، ۲۳۲، سمط اللالی ۸۰۱، الشعر والشعراء ۶۱۷،
طبقات فحول الشعراء لابن سلام ۷۷، العقد الفرید ۵/۲۰۶، المؤلفات والمختلف ۱۲۲، مجمع الشعراء (ڈاکٹر عقیف) ۲۶، مجمع الشعراء
الخصر مین والاموین ۴۱۔

(۸)

حصین ابن حمام مری

حصین ابن حمام ابن ربیعہ ابن مساب ابن حرام ابن وائلہ ابن سہم ابن مرہ ابن عوف مری۔
یہ مشہور شاعر ہیں، ان کی کنیت ابو معیہ ہے۔

ان کے ایک بھائی کا نام معیہ تھا، اور ان کے دولڑکے تھے، ایک کا نام معیہ تھا اور دوسرے کا یزید، یزید کے بھی ایک لڑکے کا نام معیہ تھا، بنو مرہ کے شعراء میں ان سبھوں کا تذکرہ ملتا ہے۔
بلازی نے کہا ہے کہ وہ بنو سہم کے سردار اور شریف النسب تھے، ان کا لقب مانع الضیم ہے۔
ابو عبیدہ نے کہا ہے کہ مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ زمانہ جاہلیت کے کم گو شعراء میں سب سے بڑے شاعر تین تھے: مسیب ابن علس، حصین ابن حمام اور متلمس۔

ابو عبیدہ نے ”شرح الأمثال“ میں لکھا ہے کہ وہ جاہلی شاعر تھے، ابو عبیدہ کا خیال ہے کہ ان کو اسلام کا عہد بھی ملا ہے اور انھوں نے اسلام بھی قبول کیا ہے اور مندرجہ ذیل اشعار بطور دلیل نقل کیے ہیں:

أَعُوذُ بِرَبِّي مِنَ الْمُخْزِيَاتِ يَوْمَ تَرَى النَّفْسُ أَعْمَالَهَا
وَخَفَّ الْمَوَازِينُ بِالْكَافِرِينَ وَزُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زَلْزَالَهَا
وَنَادَى مُنَادٍ بِأَهْلِ الْقُبُورِ فَهَبُوا لَتُبْرَزَ أَثْقَالُهَا
وَسُعِرَتِ النَّارُ فِيهَا الْعَذَابُ وَكَانَ السَّلَاسِلُ أَغْلَالُهَا

(میں اپنے رب سے رسوا کن عذاب اور سزاؤں سے پناہ مانگتا ہوں، اس دن جب ہر شخص اپنے اعمال دیکھ لے گا۔
اس دن کافروں کا میراں ہلکا ہوگا اور اعمال شر کا پلڑا ہلکا ہوگا اور زمین جھنجھوڑ دی جائے گی۔

ایک منادی نے قبر والوں کو آواز دی کہ اٹھو، تاکہ وہ اپنا بوجھ باہر نکال دے۔

اور آگ بھڑکائی گئی، جس میں عذاب پوشیدہ ہے اور زنجیریں اس کی تھکڑیاں ہیں)

مرزبانی نے ان کے مشہور اشعار نقل کیے ہیں، جن میں سے ایک شعر یہ ہے:

نَفْلِقُ هَامًا مِنْ رَجَالٍ أَعَزَّةٍ عَلَيْنَا وَإِنْ كَانُوا أَعَقَّ وَأَظْلَمَا
(ہم اپنے سے زیادہ باعزت اور شریف لوگوں کی کھوپڑیاں اڑا دیتے ہیں، اگرچہ وہ ہم سے زیادہ سخت اور ظالم ہیں)

ابو الفرج اصبھانی نے نقل کیا ہے کہ ان کا انتقال ایک سفر میں ہوا تو ان کی قوم نے رات کے وقت

ایک آواز سنی:

أَلَا هَلَكَ الْحُلُوُّ الْحَلَالُ الْحَلَالُ وَمِنْ عَقْدِهِ حَزْمٌ وَعَزْمٌ وَنَائِلُ
(خوش مزاج، خالص النسب سردار ہلاک ہو گیا اور جس کا عقد اور عہد چٹنگی، عزم اور سخاوت ہے)

یہ بات ان کے بھائی معیہ نے سنی تو انھوں نے کہا: اللہ کی قسم! حصین کا انتقال ہو گیا ہے، اور

ان کے مرثیے میں اشعار کہے، جن میں سے دو اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

فَلَا تَبْعُدْ حُصَيْنٌ فَكُلُّ حَيٍّ سَيَلْقَىٰ فِي صُرُوفِ الدَّهْرِ حِينًا
لَعَمْرُؤُ الْبَاكِيَاتِ عَلَى حُصَيْنٍ لَقَدْ عَزَتْ رَزِيئَتُهُ عَلَيْنَا
(حصین! تم ہمارے دلوں سے دور مت ہو جاؤ، کیوں کہ ہر زندہ شخص کو گردشِ زمانہ میں موت سے دوچار ہونا ہے۔
حصین پر رونے اور نوحہ کرنے والیوں کی قسم! حصین کی مصیبت ہم پر بہت زیادہ بھاری اور گراں ہے)

حصین ابن حمام بنو سہم ابن مرہ کے سردار اور شہسوار تھے۔

حصین ابن حمام مری کا شمار عرب کے اوفیاء میں ہوتا ہے، البتہ وہ زمانہ جاہلیت میں شراب کے رسیا تھے، حسین نابغہ ذبیانی کے ہم عمر ہیں، یہ اسلام لانے کے بعد بڑی مدت تک زندہ نہیں رہے، ان کا ایک سفر میں انتقال ہو گیا، یہ حضرت عمر کا عہدِ خلافت تھا۔

حصین ابن حمام کا شمار کم گو شعراء میں ہوتا ہے، لیکن وہ مشہور اور قادر الکلام شاعر ہیں، ان کے اشعار میں جذباتیت اور وجدان پایا جاتا ہے، اکثر اشعار فخر، حماسہ اور اپنی قوم کی سرزنش جیسے موضوعات پر ہیں، مرثیہ کے صنف میں بھی ان کے اشعار ملتے ہیں، ان کی آخری عہد کی شاعری میں اسلامی معانی پائے جاتے ہیں۔

بنو سعد ابن ذبیان اور بنو سہم ابن مرہ کے درمیان ”دارۃ موضوع“ جنگ ہوئی تھی، حصین ابن

حمام بنو سہم کے سردار تھے، جب اس جنگ میں بنو سہم کو فتح ہوئی تو انھوں نے یہ اشعار کہے:

جَزَى اللَّهُ أَفْنَاءَ الْعَشِيرَةِ كُلِّهَا
وَلَمَّا رَأَيْتُ الْوُدَّ لَيْسَ بِنَافِعِي
صَبَرْنَا - وَكَانَ الصَّبْرُ فِينَا سَجِيَّةً -
بِدَارَةِ مَوْضُوعٍ عَقُوقًا وَمَائِمًا
وَإِنْ كَانَ يَوْمًا ذَا كَوَكَبٍ مَظْلَمًا
بِأَسْيَافِنَا يَقْطَعْنَ كَفًّا وَمِعْصَمًا
يُفْلِقْنَ هَامًا مِنْ رَجَالٍ أَعَزَّةٍ
وَجُوهُهُ عَدُوٌّ، وَالصُّدُورُ حَدِيثَةٌ
وَلَكِنْ عَلَى الْأَعْقَابِ تَذْمِي كَلُومُنَا
عَلَيْنَا وَهُمْ كَانُوا أَعَقَّ وَأَظْلَمًا
بُودٍ، فَأَوْدَى كُلُّ وَفِيٍّ فَنَعَمًا

وَلَكُنْ خُذُونَنِي أَيْ يَوْمٍ قَدَرْتُمْ عَلَيَّ، فَحَزُّوا الرَّأْسَ أَنْ أَتَكَلَّمَا
(اللہ تعالیٰ قبیلے کی تمام شاخوں کو ”دارۃ موضوع“ جنگ میں قطع تعلقی اور رشتے داری ختم کرنے اور گناہوں کا بدلہ دے۔

جب میں نے دیکھا کہ پیار و محبت سے مجھ کو کوئی فائدہ نہیں ہونے والا ہے تو میں نے جنگ شروع کر دی، وہ دن تاریک تھا، کیوں کہ جنگ کی وجہ سے ہر طرف غبار پھیلا ہوا تھا، یہاں تک کہ تاریکی کی وجہ سے آسمان پر ستارے بھی نمودار ہو گئے۔

ہم اپنی تلواروں کے ساتھ جنگ میں جبر ہے، ثابت قدم رہنا ہماری فطرت میں داخل ہے، وہ تلواریں ہتھیلیاں اور کلایاں کاٹ رہی تھیں، اور باعزت لوگوں کی کھوپڑیاں اڑا رہی تھیں، اگرچہ دشمن ہم سے زیادہ سخت اور ظالم تھے۔ چہرے دشمنوں کے ہیں، لیکن دل محبت کی باتیں کر رہے ہیں، چنانچہ دل سے محبت ختم ہو گئی اور دور چلی گئی۔ ہماری ایڑیوں پر زخم نہیں آتے ہیں، بلکہ ہمارے قدموں پر خون گرتا ہے۔ قابلِ مذمت چیز کے بدلے میں اپنی زندگی کو بیچنے والا نہیں ہوں، اور موت کے خوف سے بھاگنے کا راستہ تلاش کرنے والا نہیں ہوں۔

جب بھی تم مجھے پکڑ سکو تو پکڑو، اور میرا سراڑا دو تا کہ میں تمہاری ہجو نہ کر سکوں)

فخر اور حماسہ کے موضوع پر مندرجہ ذیل اشعار کہے:

وَدَاعَ دَعَا دَعْوَةَ الْمُسْتَعِثِ فَكُنْتُ كَمَنْ كَانَ لَبِيَّ لَهَا
إِذَا الْمَوْتُ كَانَ شَجًّا فِي الْخُلُقِ وَبَادَرَتِ النَّفْسُ أَشْغَالَهَا
صَبَرْتُ وَلَمْ أَكُ رَعْدِيْدَةً وَلِلصَّبْرِ فِي الرَّوْعِ أَنْجَى لَهَا
وَيَوْمَ تَسْعُرُ فِيهِ الْحُرُوبُ لَبَسْتُ إِلَى الرَّوْعِ سِرْبَالَهَا
مُضْعَفَةَ السَّرْدِ عَادِيَةً وَعَضَبَ الْمَضَارِبِ مِفْصَالَهَا
وَمُطَرِّدًا مِنْ رَدِيْنِيَّةٍ أَذُوْدًا عَنِ الْوَرْدِ أَبْطَالَهَا
فَلَمْ يَبْقَ مِنْ ذَاكَ إِلَّا التُّقَى وَنَفْسٌ تُعَالِجُ آجَالَهَا
(کتنے ہی دہائی دینے والے ہیں، جنہوں نے مدد کے لیے دہائی دی تو میں نے اس کی دہائی پر لبیک کہا اور اس کی مدد کے لیے دوڑ پڑا۔

جب موت حلقوں میں پھنس جاتی ہے اور دل اپنے کاموں میں مشغول ہو جاتا ہے یعنی ایسا موقع آتا ہے کہ موت سامنے نظر آنے لگتی ہے اور دل کا بچنے اور تیز دھڑکنے لگتا ہے۔
تو میں صبر کرتا ہوں اور میں بزدل نہیں بنتا ہوں، جب انسان کسی موقع پر صبر کرتا ہے تو وہ نجات کے زیادہ قریب رہتا ہے، جب کہ خوف کھانے والا ہلاک ہو جاتا ہے۔

کتنے ہی ایسے دن ہیں جس میں جنگ بھڑک اٹھی، تو میں نے جنگی کپڑے پہن لیے یعنی زرہ، تلوار اور ہتھیاروں سے لیس

ہو گیا۔

ایسی زرہ پہنتا ہوں، جس کی بنائی دگنی ہے، اور بہت پرانی زمانہ عادی بنی ہوئی ہے اور بڑی تیز کاٹنے والی تلوار لیتا ہوں، جو اعضاء کو جوڑے کاٹتی ہے۔

اور ردینہ کا بنایا ہوا نیزہ سنبھالتا ہوں، جس سے میں بہادروں کو پانی پر آنے سے روکتا ہوں۔ ردینہ بحرین کی ایک عورت کا نام ہے جو بہترین نیزے بنایا کرتی تھی۔

اس سے وہی بچتا ہے جو متقی ہو اور وہی محفوظ رہتا ہے جو اپنی موت کی تیاری میں لگا ہو)

مراجع:

(الاصابة ۱/ ۳۳۵، الوانی بالوفیات ۱۳/ ۸۹-۹۱، تاریخ عمر فروخ ۲/ ۲۶۵-۲۶۸،)

(۹)

حطیہ

جرو ل ابن اوس ابن مالک ابن حبوہ ابن مخزوم ابن مالک ابن غالب ابن قطیعہ ابن عبد عسی۔
ان کی کنیت ابو ملک ہے۔

ابو الفرج اصمہانی نے کہا ہے کہ ان کا شمار عظیم شعراء میں ہوتا ہے اور وہ عرب کے فصحاء میں سے ہیں، تمام اصناف سخن: مدح، ہجو، فخر اور نسب وغیرہ میں ان کے بہترین اشعار ہیں، وہ جب کسی قبیلے سے ناراض ہوتے تو دوسرے قبیلے والوں کے ساتھ جا کر ملتے تھے۔

عمر فروخ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ حطیہ ان کا لقب تھا، کیوں کہ وہ بہت لگنے تھے، اوس ابن مالک نے ضراء نامی لونڈی سے زنا کیا تھا جس سے حطیہ ہوئے تھے، پھر ضراء نے کلب ابن کنیس ابن جابر عسی کے ساتھ شادی کی، وہ بھی مدخول النسب تھا۔

ضراء فاحشہ تھی، وہ اپنے بیٹے حطیہ سے کہا کرتی تھی کہ وہ ایک دو کے لیے نہیں ہے۔ حطیہ اس بات سے واقف تھے کہ وہ ولد زنا ہے، اسی وجہ سے وہ اپنی ماں اور ہر شخص سے ناراض رہتے تھے، انھوں نے اپنی ماں، اپنے باپ اور خود اپنی ہجو کی ہے۔

حطیہ نے زمانہ جاہلیت میں جنگِ داحس وغیرہ میں شرکت کی تھی۔

حطیہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور اسلام قبول کیا اور آپ ﷺ کو اپنے اشعار سنائے، جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہو گیا تو وہ اپنی قوم کے ساتھ مرتد ہو گئے اور اس سلسلے میں دو اشعار کہے، جو مندرجہ ذیل ہیں:

أَطَعْنَا رَسُولَ اللَّهِ إِذْ كَانَ بَيْنَنَا فَيَا لِعِبَادِ اللَّهِ مَا لِأَبِي بَكْرٍ
أَيُّورُثُهَا بَكْرًا، إِذَا مَاتَ، بَعْدَهُ؟ وَتِلْكَ - لَعَمْرُ اللَّهِ - قَاصِمَةُ الظُّهْرِ
(ہم نے اللہ کے رسول کی اطاعت کی، جب وہ زندہ تھے اور وہ ہمارے درمیان موجود تھے، اللہ کے بندو! ابو بکر کون ہے کہ ہم اس کی اطاعت کریں۔)

جب ان کا انتقال ہو گا تو کیا وہ اپنے بعد خلافت کا بکر کو وارث بنائیں گے، اللہ کی قسم! یہ بڑی سخت مصیبت ہے (اصمعی نے لکھا ہے کہ وہ اصرار کر کے مانگنے والے، حد سے زیادہ بخیل، لالچی، گھٹیا فطرت کے

مالک، حد سے بڑھ کر شری، بہت کم خیر کے حامل اور قبیح المنظر تھے، الغرض ہر شاعر کا عیب ان میں موجود تھا۔

شوقی ضیف نے اصمعی کی اس بات سے اتفاق نہیں کیا ہے اور اس کو مبالغہ آرائی پر محمول کیا ہے اور اس کے دلائل دیے ہیں۔ (تقصیلات کے لیے ملاحظہ ہو: العصر الاسلامی ص ۹۶-۱۰۰)

اسحاق موصلی نے کہا ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ زہیر ابن ابوسلمی کے بعد کوئی حطیہ سے بڑا شاعر نہیں ہے۔

زہیر نے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی حضرت حسان کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا، جب کہ حسان اپنے اشعار سن رہے تھے، حسان نے اس سے دریافت کیا: تم کون ہو؟ اعرابی نے کہا: ابو ملیکہ۔ حسان نے کہا: تم سے زیادہ ذلیل شخص میرے پاس کوئی نہیں آیا۔ تم عورت کے نام پر کنیت رکھتے ہو؟ تمہارا نام کیا ہے؟ اس اعرابی نے کہا: حطیہ۔ حسان نے نام سن کر اپنا سر نیچے کیا اور چپ چاپ چلے گئے۔

ابو عمرو ابن علاء نے کہا ہے کہ عربوں نے حطیہ کے اس شعر سے زیادہ کوئی سچا شعر نہیں کہا:

مَنْ يَفْعَلِ الْخَيْرَ لَا يُعَدُّمْ جَوَائِزُهُ لَا يَذْهَبُ الْعُرْفُ بَيْنَ اللَّهِ وَالنَّاسِ
(جو بھلائی کرتا ہے، اس کا بدلہ ضرور ملتا ہے، بھلائی لوگوں میں اور اللہ کے پاس بیکار نہیں جاتی)

محمد ابن سلام نجی نے ”طبقات فحول الشعراء“ میں لکھا ہے کہ اپنی موت کے وقت کعب ابن زہیر نے مندرجہ ذیل شعر کہا:

فَمَنْ لِلْقَوَا فِي بَعْدِنَا مَنْ يُقِيمُهَا إِذَا مَا ثَوَى كَعْبٌ وَفَوْدٌ جَرُولِ
(ہمارے بعد کون قافیوں کا پرسان حال ہوگا، جب کعب اور جرول دفن کر دیے جائیں گے)

ابو حاتم بختتانی نے اصمعی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حطیہ نے زہیر بن بدر کی ہجو میں یہ اشعار کہے:

دَعِ الْمَكَارِمَ لَا تَرْحَلْ لِبُعِيَّتِهَا فَاقْعُدْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الطَّاعِمُ الْكَاسِي
(مکارم اخلاق کی تلاش کرنا چھوڑ دو، اس کے لیے کوشش مت کرو، اور بیٹھ رہے، کیوں کہ تم ایسے شخص ہو جس کو کھلایا اور پہنایا جاتا ہے، یعنی دوسرے لوگوں کی روزی پر تم پروان چڑھتے ہو۔)

جب یہ شعر عام ہوا تو زہیر بن بدر کی عزت کم ہو گئی، زہیر بن بدر کو مجبوراً عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دربار میں مقدمہ دائر کرنا پڑا، جب حضرت عمر نے یہ سنا تو فرمایا: اس میں مجھے کوئی برائی نظر نہیں آرہی ہے، زہیر بن بدر نے کہا: امیر المؤمنین! اللہ کی قسم! اس سے زیادہ سخت ہجو کسی بھی دوسرے شعر میں میری نہیں کی گئی ہے، چنانچہ حضرت عمر نے حضرت حسان بن ثابت کو بلا بھیجا اور فرمایا: دیکھو کہ کیا اس

نے ہجو کی ہے؟ انھوں نے کہا: اس نے ہجو ہی نہیں کی ہے، بلکہ اس پر حملہ کیا ہے۔ امیر المومنین نے حطینہ کو قید کرنے کا حکم دیا، قید سے حطینہ نے یہ اشعار لکھ کر حضرت عمر کی خدمت میں ارسال کیے:

مَاذَا تَقُولُ لِأَفْرَاحٍ بِذِي مَرْخٍ زُعَبَ الْحَوَاصِلِ لَا مَاءً وَلَا شَجَرُ
(آپ ان چوزوں کے سلسلے میں کیا کہتے ہیں جو ذومرخ (جگہ کا نام) میں بے یار و مددگار پڑے ہوئے ہیں، وہ ابھی بہت چھوٹے ہیں، ان پرندوں کے مانند جو اپنے گھونسلوں میں ہی ہیں اور ان کی روئیں ٹکنا شروع ہوئی ہیں، وہاں نہ پانی ہے اور نہ درخت یعنی ان بچوں کا کوئی سہارا اور پرسان حال نہیں ہے)

الْقَيْتُ كَأَسْهَمٍ فِي قَعْرِ مَظْلَمَةٍ فَاعْفِرْ عَلَيْكَ سَلَامُ اللَّهِ يَا عَمْرُ
(آپ نے ان کے پیالے (سہارے اور ذمے دار) کو تاریک گھرے میں ڈال دیا ہے، چناں چہ آپ معاف کر دیجئے، آپ پر اللہ کی سلامتی ہو)

أَنْتَ الْإِمَامُ الَّذِي مِنْ بَعْدِ صَاحِبِهِ أَلْقَتْ إِلَيْكَ مَقَالِيدَ النَّهْيِ الْبَشَرِ
آپ امام المسلمین ہیں، آپ پر ابوبکر کے بعد لوگوں کی طرف سے خلافت کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے۔
مَا أَتَرُوكَ بِهَا إِذْ قَدْ مُوِّكَ لَهَا لَكِنْ لَأَنْفُسِهِمْ قَدْ كَانَتْ الْأَثَرُ
(لوگوں نے آپ کو خلافت کے لیے آگے بڑھا کر آپ کو ترجیح نہیں دی ہے، بلکہ انھوں نے اپنے آپ کو ترجیح دی ہے اور خود کو عزت سے سرفراز کیا ہے)

حضرت عمر کو یہ اشعار سن کر رونا آیا اور آپ رو پڑے، عمرو بن عاص نے بھی حطینہ کی سفارش کی تو ان کو چھوڑ دیا

حطینہ حضرت معاویہ کے عہد خلافت تک زندہ رہے۔

حطینہ نے بنو النافہ الناقہ کی مدح میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

يَسُوسُونَ أَحْلَامًا بَعِيدًا أَنَاتُهَا وَإِنْ غَضِبُوا جَاءَ الْحَفِيطَةُ وَالْجِدُّ
أُولَئِكَ قَوْمٌ إِنْ بَنَوْا أَحْسَنُوا الْبِنَا وَإِنْ عَاهَدُوا أَوْفُوا وَإِنْ عَقَدُوا شَدُّوا
(وہ ایسے بردبار لوگوں کی قیادت اور سیادت کر رہے ہیں جن کی بردباری اور وقار کا کوئی جواب نہیں ہے، اگر وہ غصہ ہوتے ہیں تو غیرت اور بنجیدگی ایک ساتھ آتی ہے۔

وہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر عمارت تعمیر کریں تو بہترین تعمیر کرتے ہیں، اگر معاہدہ کریں تو پورا کرتے ہیں، اگر عقد کرتے ہیں تو مضبوطی کے ساتھ کرتے ہیں)

بنو النافہ الناقہ کو اپنے نام پر شرم محسوس ہوتی تھی اور دوسرے لوگ بھی ان کو اس نام پر عار دلاتے تھے، جب حطینہ نے مندرجہ ذیل شعر کہا تو یہی نام ان کے لیے فخر کا باعث ہوا:

قَوْمٌ هُمْ الْأَنْفُ وَالْأَذْنَابُ غَيْرُهُمْ وَمَنْ يُسَوِّي بِأَنْفِ النَّاقَةِ الذَّنْبَا
(وہ لوگ ناک ہیں اور ان کے علاوہ دوسرے لوگ دم ہیں، کون اونٹ کی ناک کے برابر اس کی دم کو سمجھتا ہے)

تقویٰ اور عمل صالح کی تعریف میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

وَلَسْتُ أَرَى السَّعَادَةَ جَمْعَ مَالٍ وَلَكِنَّ التَّقَى هُوَ السَّعِيدُ
وَتَقْوَى اللَّهِ خَيْرُ الزَّادِ دُخْرًا وَعِنْدَ اللَّهِ لِلتَّقَى مَزِيدٌ
(میرے خیال میں مال جمع کرنا سعادت اور خوش بختی نہیں ہے، بلکہ تقی ہی سعادت مند ہے۔
اللہ کی خشیت ہی بہترین توشہ اور ذخیرہ ہے اور اللہ کے پاس تقی کے لیے مزید اجر و ثواب ہے)

حطیہ نے آل سعد ابن ہذیم انف الناقہ کی مدح میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

وَبَلَدَةٍ جُبَّتْهَا وَحْدَى بِيَعْمَلَةٍ
وَالذُّبُّ يَطْرُقُنَا فِي كُلِّ مَنْزِلَةٍ
قَالَتْ أُمَامَةُ: لَا تَجْزَعُ، فَقُلْتُ لَهَا:
إِنَّ أَمْرًا رَهْطُهُ بِالشَّامِ، مَنْزِلُهُ
هَلَّا التَّمَسْتِ لَنَا، إِنْ كُنْتَ صَادِقَةً
حَتَّى يُجَازِي أَقْوَامًا بِسَعْيِهِمْ
رَدُّوا عَلَيَّ جَارَ مَوْلَاهُمْ بِمَهْلِكَةٍ
سَيْرِي، أُمَامَ، فَإِنَّ الْأَكْثَرِينَ حَصَى
قَوْمٌ هُمُ الْأَنْفُ، وَالْأَذْنَابُ غَيْرُهُمْ
(میں نے تن تہا سخت جان اونٹنی پر کئی ملکوں کا سفر کیا، جب کہ سراب صحراء میں ہر طرف چھایا ہوا تھا۔
ہر جگہ بھیڑ یا ہمارے پیچھے چلتا رہا، وہ ہمارے ساتھ اس طرح لگا ہوا تھا جیسے دو اونٹنیوں کو رسی سے باندھ دیا جاتا
ہے، جس کی وجہ سے وہ ساتھ ساتھ چلتے ہیں، وہ بھیڑ یا چونکہ ہمارے پیچھے چلتے ہیں اور ہم میں سے کسی ایک کی
غفلت کا انتظار کر رہا تھا، تاکہ وہ ہم پر حملہ کر دے۔
امامہ نے کہا: گھبراؤ نہیں، میں نے اس سے کہا: مالدار کی امید اور فقر پر صبر دونوں ختم ہو چکے ہیں۔
وہ شخص جس کا خاندان ملک عرب کے شمال میں ہوا اور اس کی منزل یبرین (ملک عرب کے شمال میں یمامہ کی ایک
جگہ) کا صحراء ہو، جہاں وہ سفر کر کے جا رہا ہے اور وہ وہاں اجنبی ہو، کسی کو نہ جانتا ہو، اس کی اجنبیت کیا ہی زیادہ ہے۔
تم نے ہمارے لیے مال کا بندوبست کیوں نہیں کیا اگر تم سچ کہہ رہی ہو، تاکہ مقام خرج (یمامہ کی ایک جگہ) میں ہم کو فائدہ پہنچایا
جائے۔
یہاں تک کہ آل ای میں سے کوئی لوگوں کو ان کی کوششوں کا بدلہ دیتا یعنی ہم کو مال دیتا، وہ سردار اور بڑے خاندان کے لوگ
ہیں۔
ان کے آقا کے پڑوسی (یہاں مراد زبرقان ابن بدر ہیں) پر انھوں نے ویران جگہ پر احسان کیا، جہاں رہنے والا
ہلاک ہو جاتا ہے، اگر وہ نہ ہوتے اور ان کا احسان نہ ہوتا تو وہ ہلاک ہو جاتا۔
امامہ! چلتے رہو، ان کی تعداد کنکریوں کے مانند ہے، جب حسب و نسب کا تذکرہ ہوتا ہے تو وہ اپنے ابا کی طرف سے

شریف خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔

وہ لوگ ناک ہیں اور ان کے علاوہ دوسرے لوگ دم ہیں، کون اونٹ کی ناک کے برابر اس کی دم کو سمجھتا ہے)

مراجع:

(الاصابة ۱/۳۷۸، الشعر الاسلامی فی صدر الاسلام ۲۹۰-۲۹۱، العصر الاسلامی: شوقی ۹۵-۱۰۰، تاریخ عمر فروخ ۲/۳۳۸-۳۳۹، الأعلام ۲/۱۱۸، الأغاني، أنالی القالی ۱/۷۵، ۵۵/۲، ۱۵۲/۳، أنساب الأشراف ۳/۱۷۳، البداية والنهاية ۷/۱۴۷، ۲۳۱، ۱۰۰/۸، البصائر والذخائر ۱۹/۱۲، تاریخ ابن خلدون ۲/۱۱۱، تاریخ الاسلام (عہد خلفاء الراشدین) ۳۳۹، تاریخ الأدب العربی جرجی زیدان ۱/۱۶۸، تاریخ الأدب العربی بطرس بستان ۱/۲۳۷-۲۵۲، الحيوان، خزائن الأدب، خسانس شعر الخضر مین ۵، ۶، ۱۱، ۱۳، ۲۲۰، ۲۲۰، رسالة الغفران ۲۹۹، ۵۶۶، سمط الکالی، شعر الخضر مین ۲۳۵، الشعر والشعراء ۳۲۸، طبقات فحول الشعراء لابن سلام ۹۳-۹۸، عیون الأخبار ۲/۲۲۹، ۵۸/۳، ۲۳۲ فوات الوفيات ۱/۲۶۷-۲۷۹، الکامل فی اللغة والأدب للمبردا ۳۴۹-۳۵۳، الکامل فی التاريخ لابن الأثیر ۲/۶۲۷، ۴۷۰/۳، معجم الشعراء للمرزبانی ۳۳۸، معجم الشعراء ذاکر عقیف ۷۴-۷۵، الوافی بالوفیات ۱۱/۶۹-۷۴، وفیات الأعیان ۱/۲۲۳، ۵، ۱۹۱/۶، ۲۲۹/۷، ۶۸/۷)

(۱۰)

حمید ابن ثور ہلالی

حمید ابن ثور ابن عبد اللہ ابن عامر ابن ابور بیحہ ابن نہیک ابن ہلال ابن عامر ابن صعصعہ۔
ان کی کنیت ابو ثنی ہے۔

حمید اسلام قبول کر کے نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور انھوں نے اپنا قصیدہ سنایا، جس کے ابتدائی اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

أَضْحَىٰ فُؤَادِي مِنْ سُلَيْمِي مَقْصِدًا إِنَّ خَطَا مِنْهَا وَإِنْ تَعَمُّدًا
حَتَّىٰ أَرَانَا رَبَّنَا مُحَمَّدًا يَتْلُو مِنَ اللَّهِ كِتَابًا مُرْشِدًا
فَلَمْ نَكْذِبْ وَخَرَرْنَا سُجَّدًا نُعْطِي الزَّكَاةَ وَنُقِيمُ الْمَسْجِدَا
(میرادل سلیمی پر فریفتہ ہو گیا اور میں نے اس کا حصول اپنا مقصد بنالیا، چاہے اس سے غلطی ہو یا وہ عمداً کرے۔
یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو محمد ﷺ سے ملایا، جو اللہ کی طرف سے عطا کردہ ہدایت دینے والی کتاب تلاوت کرتے ہیں۔
ہم نے محمد ﷺ کو جھٹلایا نہیں اور ہم سجدے میں گر گئے، ہم زکوٰۃ دیتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں)

حمید کا شمار قادر الکلام بہترین شعراء میں ہوتا ہے، ابراہیم ابن منذر نے روایت کیا ہے کہ حضرت
عمر ابن خطاب نے شعراء کو حکم دیا کہ کوئی کسی عورت کی تشبیہ کرے گا تو اس کو سزا دی جائے گی اور کوڑے
لگائے جائیں گے، اس پر حمید ابن ثور نے مندرجہ ذیل اشعار کہے، جس میں انھوں نے اپنی محبوبہ کو لمبے
درخت (سرحۃ) سے تشبیہ دی ہے:

أَبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ كُلَّ سَرْحَةٍ مَالِكٍ عَلَىٰ كُلِّ أَفْنَانٍ الْعِصَاهُ تَرْوِقُ
فَقَدْ ذَهَبَتْ عَرْضًا وَمَا فَوْقَ طُولِهَا مِنَ السَّرْحِ إِلَّا عُثَّةٌ وَسُحُوقُ
فَلَا الظِّلُّ مِنْ بَرْدِ الضُّحَىٰ نَسْتَطِيعُهُ وَلَا الْفَيْئُ مِنْ بَرْدِ الْعَشِيِّ نَذُوقُ
فَهَلْ أَنَا إِنْ عَلَلْتُ نَفْسِي بِسَرْحَةٍ مِنَ السَّرْحِ مَوْجُودٌ عَلَىٰ طَرِيقِ
(اللہ کی مرضی یہی ہے کہ بنو مالک کا لمبا درخت (سرحۃ یعنی میری محبوبہ) عظیم درختوں کی تمام ٹہنیوں پر اپنے حسن اور
خوبصورتی کے جلوے دکھائے۔

وہ درخت چوڑائی میں چلا گیا ہے اور اس سے طویل جتنے بھی درخت ہیں، ان میں پتے کم ہیں اور توازن کے بغیر لمبے ہو گئے ہیں۔
ان درختوں سے نہ دن کے شروع میں ہم سایہ حاصل کر سکتے ہیں اور نہ ہم سورج کے زوال کے بعد سایہ سے لطف اندوز

ہو سکتے ہیں۔

میں تو لمبے درختوں میں سے ایک درخت (اپنی محبوبہ) سے اپنا دل بہلاتا ہوں، جس کا راستہ میرے دل تک پہنچا ہوا ہے (حمید ابن بکار نے حمید ابن ثور ہلالی کے مندرجہ ذیل اشعار نقل کیے ہیں اور کہا ہے کہ وہ اسلام قبول کر کے نبی کریم ﷺ کے پاس آئے۔

حکمت میں ان کے مندرجہ ذیل اشعار ہیں، جو انھوں نے جوانی کے سلسلے میں کہے ہیں:

فَلَا يُبْعِدُ اللَّهُ الشَّبَابَ وَقَوْلُنَا إِذَا مَا صَبَرْنَا صَبَوَةً سَنُتَوَّبُ
لِيَالِي أَبْصَارُ الْغَوَانِي وَسَمْعُهَا إِلَيَّ وَإِذْ رِيحِي لَهْنٌ جَنُوبُ
وَإِذْ يَقُولُ النَّاسُ شَيْئًا مُهَوَّنٌ عَلَيْنَا وَإِذْ غُصْنُ الشَّبَابِ رَطِيبُ
(اللہ جوانی کو دور نہ کرے اور ہماری اس بات کو ختم نہ کرے کہ جب ہم کوئی لڑکپن کا کام کریں گے تو اس کے بعد توبہ کر لیں گے۔

وہ راتیں کیا ہی خوب تھیں، جب خوبصورت دوشیزاؤں کی نگاہیں اور کان میری طرف لگے ہوئے رہتے تھے، اور میں ان کے دلوں میں بسا ہوا ہوتا تھا۔

اور جب لوگ کہتے ہیں کہ یہ بات ہمارے لیے آسان ہے، اور جب جوانی کی ٹہنی سرسبز و شاداب رہتی ہے (

محمد ابن سلام رحمہ اللہ نے اسلامی شعراء کے چوتھے طبقے میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔

ابن ابوشیخہ نے ”جن اسلامی شعراء نے نبی کریم ﷺ سے حدیث روایت کی ہے“ ان میں حمید کا تذکرہ کیا ہے۔

مرزبانی نے لکھا ہے کہ ان کا شمار فصیح اور بلیغ شعراء میں ہوتا ہے، وہ جس کی بھی ہجو کرتے تھے، اس پر غالب آجاتے تھے، حمید آپ ﷺ کے پاس آئے اور اسلام قبول کیا اور ۷۰ ہجری کے آس پاس آپ کی وفات ہوئی۔

اصمعی نے کہا ہے کہ عہد اسلام میں عرب کے سب سے زیادہ فصیح شعراء چار ہیں: راعی الابل نمیری، تمیم ابن مقبل عجلانی، ابن احمر باہلی اور حمید ابن ثور ہلالی، ان چاروں کا تعلق قبیلہ غیلان سے ہے۔

حضرت عثمان کی شہادت پر آپ نے مندرجہ ذیل مرثیہ کہا:

إِنَّ الْخِلَافَةَ لَمَّا أَظْعَنْتْ ظَعْنُوا مِنْ أَهْلِ يَثْرِبَ إِذْ غَيَّرَ الْهُدَى سَلَكُوا
صَارَتْ إِلَى أَهْلِهَا مِنْهُمْ وَأَوْرَثَهَا لَمَّا رَأَى اللَّهُ فِي عُثْمَانَ مَا انْتَهَكُوا
السَّافِكِي دَمِهِ ظُلْمًا وَمَعْصِيَةً وَأَيُّ دَمٍ لَا هُدُوا - مِنْ غِيهِمْ سَفَكُوا
وَالْهَاتِكِي سِتْرَ ذِي حَقٍّ وَمَحْرَمَةٍ فَأَيُّ سِتْرٍ عَلَى أَشْيَاعِهِمْ هَتَكُوا
وَالْفَاتِحِي بَابَ قَيْلٍ لَا يَزَالُ بِهِ قَتْلٌ بِقَتْلِ إِلَى دَهْرٍ وَمُعْتَرَكُ
(جب خلافت یثرب والوں سے دور ہوگئی تو انھوں نے سفر کیا، اس طرح وہ گمراہی کی راہ پر چل پڑے۔

جب اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ انھوں نے عثمان کا خون بہایا تو خلافت ان ہی میں سے بعض لوگوں کے پاس چلی گئی اور اللہ نے ان کو اس کا وارث بنایا۔

اللہ کی نافرمانی اور ظلم کے ساتھ عثمان کا خون کرنے والے، اللہ ان کو ہدایت نہ دے: انھوں نے اپنی گمراہی سے کس کا خون بہایا ہے؟

وہ حق دار اور حرمت والے فرد کا خون کرنے والے ہیں، ان کو سوچنا چاہیے کہ انھوں نے کس کو قتل کیا ہے؟ وہ جھگڑوں کا دروازہ کھولنے والے ہیں، اب بڑی مدت تک ایک کے بعد دوسرا خون ہوتا رہے گا اور جنگیں ہوتی رہیں گی)

حمید ابن ثور قادر الکلام شاعر ہیں، ان کے اشعار کے معانی میں حسن، الفاظ میں مٹھاس پائی جاتی ہے اور وہ بڑی مہارت سے کنایہ اور اشاروں کا استعمال کرتے ہیں، حمید کو غزل صریح میں خصوصی مہارت تھی، فخر، حماسہ اور واقعات کی پیشی (طرد) کے سلسلے میں بھی ان کے اشعار ملتے ہیں، اسی طرح ہجو کی صنف میں بھی انھوں نے اشعار کہے ہیں، ان کی ہجو بڑی سخت ہوتی تھی، انھوں نے حکمت کی صنف میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔

آپ کے عمدہ غزلیہ قصیدے کا مطلع یہ ہے:

سَلِ الرَّبْعَ اَنْیَیَمَّمْتُ اَمْ سَالِمٍ وَهَلْ عَادَةُ لِلرَّبْعِ اَنْ یَّتَكَلَّمَا
(کھنڈرات سے پوچھو کہ میں نے ام سالم کا قصد کیا ہے، کیا کھنڈرات کی یہ عادت ہے کہ وہ کچھ بولے؟)

اس قصیدے میں انھوں نے کبوتر کے ساتھ اپنی گفتگو کو بیان کیا ہے جو کسی درخت پر بیٹھے گا رہی تھی:

عَجِبْتُ لَهَا، اَنْیَیْکُونُ غِنَاؤُهَا فَلَمْ اَرْ مَحْزُونًا لَهٗ مِثْلُ صَوْتِهَا
فَصِيْحًا، وَلَمْ تَغْفِرْ بِمَنْطِقِهَا فَمَا
وَلَا غَرِيبًا شَاقُّهُ صَوْتُ اَعْجَمًا
لَهٗ عَوْلَةٌ لَوْ یَفْهَمُ الْعَوْدُ اَرْزَمًا
کَمْثِلِیْ اِذَا غَنَّتْ، وَلَکِنْ صَوْتُهَا
لَتَسْتَقِیْنَا مَا قَدْ لَقِیْتُ وَتَعَلَّمَا
اَبْشُکُمَا مِنْهُ الْحَدِیثُ الْمُکْتَمَا
بَلَا نِیْ اِذَا مَا جُرِفَ قَوْمٌ تَهَدَّمَا
اَلَمْ تَعْلَمَا اَنْیَیْ مُصَابٌ فَتَذْکُرَا
صَدَایْ اِذَا مَا کُنْتُ رَمْسًا وَاَعْظَمَا
اَلَا هَلْ صَدِیُّ اَمْ وَلِیْدٌ مُّکَلِّمٌ
(مجھے اس کی باتوں پر تعجب ہوا، اس کا گانا یا بولنا کس طرح فصیح و بلیغ ہوگا؟ کیوں کہ اس نے اپنا منہ کھولا ہی نہیں۔
میں نے کسی غمگین کو نہیں دیکھا، جس کی آواز اس کبوتر کی آواز کی طرح ہو، اور نہ میں نے کسی عربی کو دیکھا کہ اس پر کوئی غیر مفہوم بات شاق گزری ہو۔

میری طرح جب اس کبوتر نے چچہایا، لیکن اس کی آواز میں ایک کرب اور درد ہے، اگر بوڑھا اونٹ اس کی آواز سنتا تو

(۱۱)

حظله ابن شرقی ابو طحان قینی

حظله ابن شرقی ابو طحان قینی۔

یہ صعلوک شاعر تھے۔

ابو عبیدہ بکری نے ”شرح الامالی“ میں لکھا ہے کہ وہ زمانہ جاہلیت میں زیر ابن عبدالمطلب کے ہم نشین تھے، پھر ان کو اسلام کا عہد ملا اور انھوں نے اسلام قبول کیا۔

مرزبانی نے لکھا ہے کہ وہ لمبی عمر پانے والوں میں سے تھے، مندرجہ ذیل شعر ان ہی کا ہے:

وَإِنِّي مِنَ الْقَوْمِ الَّذِينَ هُمْ هُمْ إِذَا مَاتَ مِنْهُمْ سَيِّدٌ قَامَ صَاحِبُهُ
أَضَاءَتْ لَهُمْ أَحْسَابُهُمْ وَوُجُوهُهُمْ دَجَى اللَّيْلِ حَتَّى نَظَّمَ الْجَزْعَ ثَاقِبُهُ

(میرا تعلق اس قوم سے ہے جو اپنی مثال آپ ہے، جب ان میں سے کوئی سردار مرتا ہے تو دوسرا اس کی جگہ لیتا ہے، کوئی خلا ہونے نہیں پاتا۔

ان کے حسب و نسب اور ان کے سرداروں نے ان کے لیے رات کی تاریکیوں کو چھاٹ کر روشن کر دیا ہے، یہاں تک کہ اس کی روشنی میں منکوں کو پرویا جاسکتا ہے یعنی اس کی روشنی بہت تیز ہے)

اس شعر کو عہد جاہلی کا سب سے بڑا مدحیہ شعر کہا گیا ہے۔

ابو عبیدہ قاسم ابن سلام نے ”الجمہرۃ“ میں کہا ہے کہ وہ زیر ابن عبدالمطلب کے پاس بڑی مدت تک رہے اور ان کی ہم نشینی اختیار کی، پھر انھوں نے ان کے ایک شعر کا تذکرہ کیا ہے جس میں انھوں نے اپنے تمام گناہوں: زنا، شراب نوشی، خنزیر کا گوشت کھانے اور چوری سے براءت اور توبہ کی ہے۔

ابن حمدون کے تذکرہ میں آیا ہے کہ ان کو دو سو سال کی عمر ملی، ابو محف کی کتاب ”کتاب المعمرین“ میں بھی ان کا تذکرہ ہے، اور ان کے یہ اشعار نقل کیے گئے ہیں:

حَنَنْبِي حَادِثَاتُ الدَّهْرِ حَتَّى كَانَنِي خَاتِلٌ يَدْنُو لَصِيدِ
قَرِيبُ الْخَطْوِ يَحْسَبُ مَنْ رَأَنِي وَلَكَسْتُ مُقَيَّدًا أَنِّي بِقَيْدِ

(گردش زمانہ نے مجھے کبڑا کر دیا ہے اور میری کمر جھکا دی ہے، یہاں تک کہ میری حالت اس شکاری کی سی ہو گئی ہے جو دبے پاؤں شکار کی طرف جاتا ہے، یعنی میں کمزوری کی وجہ سے اتنا آہستہ چلنے لگا ہوں کہ چلنے کی آواز بھی نہیں آتی۔

قریب قریب قدم ڈالنے لگا ہوں، جو کوئی مجھے دیکھتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ میرے پیروں میں بیڑیاں پڑی ہوئی ہیں، اس لیے میں قریب قریب قدم ڈالتا ہوں، حالانکہ میرے پیروں میں بیڑیاں نہیں ہیں)

ابو طحان زمانہ جاہلیت میں بہت برے تھے، ان سے ایک مرتبہ دریافت کیا گیا: تمہارا سب سے بدترین گناہ کون سا ہے؟ انھوں نے کہا: ”لیلۃ الدیر“ والا گناہ۔ دریافت کیا گیا: لیلۃ الدیر کیا ہے؟ انھوں نے عرض کیا: میں قبیلہ دیران کی ایک عورت کے پاس بطور مہمان اترآ، میں نے وہاں خنزیر کے گوشت کا سالن پیا، اس کے پاس موجود شراب پی، اس کے ساتھ زنا کیا اور اس کے کپڑے چرا کر واپس آیا۔

ابو طحان، بحیر ابن اوس ابن لام طائی کی قید میں تھے، یہ حرب فساد میں قید ہوئے تھے، ابو طحان نے ان کی مدح میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

إِذَا قِيلَ أَيْ النَّاسِ خَيْرُ قَبِيلَةٍ وَأَصْبَرُ يَوْمًا لَا تَوَارِي كَوَاجِبُهُ
فَإِنَّ بَنِي لَامٍ بَنَ عَمْرٍو أَرْوَمَةً عَلَتْ فَوْقَ صَعْبٍ لَا تُنَالُ مَرَاقِبُهُ
أَضَاءَتْ لَهُمْ أَحْسَابُهُمْ وَوُجُوهُهُمْ دَجَى اللَّيْلِ حَتَّى نَظَّمَ الْجَزَعُ ثَاقِبُهُ
لَهُمْ مَجْلِسٌ لَا يَحْضُرُونَ عَنِ النَّدَى إِذَا مَطْلَبُ الْمَعْرُوفِ أَجَدَتْ الرَّكِبُهُ

(جب دریافت کیا جائے کہ کون سا قبیلہ سب سے زیادہ بہتر اور جنگ میں سب سے زیادہ ڈٹا رہنے والا ہے، ایسی گھمسان کی جنگ میں جس میں ستارے آسمان پر نمودار ہوتے ہیں یعنی غبار کی کثرت کی وجہ سے اندھیرا چھا جاتا ہے اور ستاروں کو گمان ہونے لگتا ہے کہ رات ہو گئی ہے، اس لیے وہ باہر نکلتے ہیں) یہ صرف ادبی بلاغت ہے، فلکیات سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

وہ بنو لام ابن عمرو کا قبیلہ ہے جو خالص النسب ہے، اس قبیلے نے ناممکن بلندی کو حاصل کر لیا ہے، جہاں تک ان کا تعاقب کرنا ممکن نہیں ہے۔

ان کے حسب و نسب اور ان کے سرداروں نے ان کے لیے رات کی تاریکیوں کو چھاٹ کر روشن کر دیا ہے، یہاں تک کہ اس کی روشنی میں منکوں کو پرویا جاسکتا ہے یعنی اس کی روشنی بہت تیز ہے۔

ان کی محفل عام رہتی ہے، جس میں وہ سخاوت کرنے میں کوئی کنجوسی نہیں کرتے ہیں، اس وقت بھی جب کوئی شخص مشہور و معروف سخاوت و کرم کی جگہ امید لیے جاتا ہے اور اس کو مایوسی کا سامنا کرنا پڑتا ہے)

ابو طحان قینی شاعر، شہسوار، چور، صعلوک، بہت سخت حملہ کرنے والے اور اپنے آپ کو خطروں میں ڈالنے والے شخص تھے، زمانہ جاہلیت میں اور عہد اسلام میں ان کے اخلاق بگڑے ہوئے تھے اور بد اخلاق شخص تھے۔

ابو طحان قینی فطری اور وہی صلاحیت کے مالک شاعر ہیں، الفاظ میں فصاحت اور ترکیب میں پختگی پائی جاتی ہے، اور بدویت کا غلبہ نظر آتا ہے، ان کے اصناف شاعری مدح اور حماسہ ہے، انھوں نے حکمت کے

سلسلے میں بھی اشعار کہے ہیں۔

موت کے سلسلے میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

أَلَا عَلَّلَانِي قَبْلَ نَوْحِ النَّوَاحِ وَقَبْلَ ارْتِقَاءِ النَّفْسِ فَوْقَ الْجَوَانِحِ
وَقَبْلَ غَدٍ، يَا لَهْفَ نَفْسِي عَلَى غَدٍ إِذَا رَاحَ أَصْحَابِي وَلَسْتُ بِرَائِحِ
إِذَا رَاحَ أَصْحَابِي تَفِيضُ دُمُوعُهُمْ وَغُودِرْتُ فِي لَحْدٍ عَلَى صَفَائِحِي
يَقُولُونَ: هَلْ أَصْلَحْتُمْ لِأَخِيكُمْ وَمَا اللَّحْدُ فِي الْأَرْضِ الْفَضَاءِ بِصَالِحِ
(سن لو، متوجہ ہو جاؤ! نوح کرنے والیوں کے نوح کرنے سے پہلے اور پہلوؤں سے سانس کے نکلنے سے پہلے مجھے بہلاؤ۔)

اور کل سے پہلے، ہائے افسوس آنے والے کل پر، جب میرے دوست مجھے دفنا کر واپس آئیں گے اور میں واپس نہیں آؤں گا۔

جب میرے ساتھی اس حال میں واپس آئیں گے کہ ان کے آنسو بہہ رہے ہوں گے اور مجھے لحد میں چھوڑ دیا جائے گا اور میری قبر کو لیے پتھروں سے ڈھانک دیا جائے گا۔

وہ کہیں گے: کیا تم نے اپنے بھائی کی قبر کو درست بنا دیا ہے، جب کہ صحراء میں لحد کبھی بھی درست نہیں رہتی)

مراجع:

(الاصابة ۱/۳۸۱، الوافی بالوفیات ۱۳/۲۱۱-۲۱۲، تاریخ عمر فروخ ۲/۳۱۵-۳۱۷، الأعلام ۲/۲۸۶، الأغانی ۲/۱۳۷، ۱۱/۱۵۶، ۱۲/۴۰۳، ۱۳/۵-۱۵، ۱۶/۲۹۸، ۲۹۹، البدایہ والنہایہ ۳/۱۶۹، تاریخ الشعراء الخضر میں ۱/۳۷، الجوان ۳/۴۷۳، خزائن الأدب ۸/۹۵، ۹۵، وفیات الأعیان ۱/۶۰، ۵/۱۶۳، معجم شعراء الخضر میں والی موتین ۱۸۸-۱۱۹)

(۱۲)

خفاف ابن ندبہ

خفاف ابن عمیر ابن حرث ابن شرید ابن ریح ابن یفطہ ابن عصبہ ابن خفاف ابن امر و القیس ابن بہشہ ابن سلیم۔

خفاف، ابن ندبہ کے نام سے مشہور ہیں، ندبہ ان کی ماں کا نام ہے، وہ کالی تھی۔ ابن کلبی نے لکھا ہے کہ انھوں نے فتح مکہ میں شرکت کی اور ان کے پاس بنو سلیم کا جھنڈا تھا اور وہ مشہور شاعر تھے۔

اصمعی نے کہا ہے کہ انھوں نے جنگ حنین میں شرکت کی اور دو راتیں اسلام پر قائم رہے اور حضرت عمر کے عہد خلافت تک زندہ رہے۔

ابو عبیدہ نے کہا ہے: خفاف کے دادا حرث ابن شرید نے بنو حرث ابن کعب پر حملہ کیا اور ندبہ کو قید کر کے لے آئے اور اپنے بیٹے عمیر کو ہدیے میں دیا، ان ہی سے خفاف پیدا ہوئے اور ندبہ ہی کی طرف منسوب ہوئے۔

مرزبانی نے لکھا ہے کہ خفاف مخضرم شاعر ہیں، ان کو عہد جاہلی ملا، پھر انھوں نے اسلام قبول کیا، اور فتنہ ارتداد میں ثابت قدم رہے، انھوں نے حضرت ابوبکر کی مدح کی اور عمر کے زمانے تک زندہ رہے، یہ قبیلہ قیس کے شہسواروں اور اس کے مشہور شعراء میں سے تھے۔

اصمعی نے کہا ہے کہ وہ اور درید شہسواروں میں سب سے بڑے شاعر تھے، ان کی کنیت ابو خراشہ ہے، ان ہی کے سلسلے میں عباس ابن مرداس نے اشعار کہے ہیں، جن میں سے ایک شعر یہ ہے:

أَبَا خَرَّاشَةَ! أَمَّا أَنْتَ ذَا نَفَرٍ فَإِنَّ قَوْمِي لَمْ تَأْكُلْهُمْ الضَّبْعُ

(ابو خراشہ! تمھاری تعداد زیادہ ہے تو میری قوم کو بھی تجھ نے نہیں کھایا ہے)

مبرد نے ”الکامل“ میں ان کے اشعار نقل کیے ہیں، جن میں انھوں نے فخر کیا ہے، وہ کہتے ہیں:

أَقُولُ لَهُ وَالرُّمُحُ بِأَطْرُفِ مَتْنِهِ تَأْمَلُ خُفَّاءًا إِنَّنِي أَنَا ذَلِكَا

فَإِنْ تَكُ خَلِيلِي قَدْ أَصِيبَ صَمِيمُهَا فَعَمَدًا عَلَيَّ عَيْنِي تَيَمَّمْتُ مَالِكَا

(میں اس سے کہہ رہا تھا جب کہ نیزہ اس کی پیٹھ میں مڑ رہا تھا: دیکھ میں خفاف ہوں جس کے بارے میں تم نے سن رکھا ہے۔)

اگر میرے گھوڑے کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے تو میں نے عمداً جانتے ہوئے مالک کا قصد کیا ہے)
خفاف رسول اللہ ﷺ کے ساتھ فتح مکہ میں شریک تھے، اس موقع پر انھوں نے مندرجہ ذیل
اشعار کہے، جن میں وہ اپنے گھوڑے کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

شَهِدْنَا مَعَ النَّبِيِّ مَسَومَاتٍ حُنَيْنًا وَهِيَ ذَامِيَةُ الْحَوَامِي
وَوَقْعَةَ خَالِدٍ شَهِدْتُ وَحَلَّتْ سَبَابِكُهَا عَلَى الْبَلَدِ الْحَرَامِ
تَعْرِضُ لِلْشُؤْفِ بِكُلِّ ثَغْرِ خُذُودًا لَا تَعْرِضُ لِلْطَّامِي
وَلَسْتُ بِخَالِعٍ عَنِّي ثِيَابِي إِذَا هَرَّ الْكُمَاةُ وَلَا أَرَامِي
وَلَكِنِّي يَجُولُ الْمَهْرُ تَحْتِي إِلَى الْغَارَاتِ بِالْعَصَبِ الْحَسَامِ
(میرے گھوڑے جنگ حنین میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے، جو گھوڑے نشان زدہ یعنی خالص ہیں، اور
بہادروں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔

اور خالد کے ساتھ جنگ میں وہ گھوڑے شریک رہے، جس کے کنارے بلد حرام تک پہنچ گئے ہیں۔
ہر جنگ میں تلواروں کے سامنے اپنے چہرے کر دیتے ہیں، لیکن ایسا نہیں ہے کہ وہ بہادروں کا شکار ہو جائے۔
اور میں اپنے کپڑے نہیں اتارتا ہوں جب بہادر خوف زدہ ہو کر چلانے لگتے ہیں، اور میں اس وقت تیر اندازی بھی
نہیں کرتا۔

لیکن گھوڑا مجھے اٹھائے جنگوں میں گھومتا ہے، جب کہ میرے ہاتھوں میں تیز کاٹنے والی تلوار رہتی ہے)

مراجع:

(الاصابة/۱، الوافی بالوفیات ۱۳/۳۵۱، اسد الغابۃ ۲/۱۱۸-۱۱۹، الشعر والشعراء ۱/۲۵۸-۲۵۹، الأغانی (بولاق) ۱۲/۱۳۹-۱۴۶،
الکامل للمبردا/۲۴۷، ۳/۲۲۶-۲۲۷، ۴/۵۶-۵۷، خزائن الأدب ۲/۴۷۰-۴۷۳، المؤتلف والمختلف ۱۵۳، الاستیعاب ۲/۲۵۰،
طبقات ابن سعد ۳/۶۰۴، ۴/۲۷۵، جہرۃ أشعار العرب ۱/۶، کشف الظنون ۷۸۸، الأعلام ۲/۳۰۹، تاریخ الأدب بلاثیر ۲/۱۹۸، معجم
الشعراء ڈاکٹر عقیف ۸۵، معجم شعراء الخضر مین والا موبین ۱۳۲-۱۳۳، مخ المذبح ۸۷) وزارت اعلام بغداد کی طرف سے نوری موددی
قیسی نے ان کا دیوان جمع کیا ہے اور اس پر تحقیق کی ہے اور اسلامی شعراء کے ضمن میں بیروت عالم الکتب سے ۱۹۸۴ء میں ان کا دیوان
شائع ہوا ہے۔

(۱۳)

ربیع ابن ربیعہ ابن عوف (مخبل)

ربیع ابن ربیعہ ابن عوف ابن شمال ابن النافہ ابن قریح ابن عوف ابن کعب ابن سعد ابن زید مناة ابن سہم نمکی ثم سعدی ثم قریحی۔

ربیع مشہور شاعر ہیں اور مخبل سعدی کے نام سے مشہور ہیں، ان کی کنیت ابو یزید ہے۔ ابن دأب نے کہا ہے کہ ان کا نام کعب ابن ربیعہ ہے، ابن حبیب نے کہا ہے کہ ان کا نام ربیعہ ابن مالک ہے، فرزدق نے ان کی شاعری پر فخر کیا ہے اور ان کی کنیت ابو یزید سے ان کا تذکرہ کیا ہے، فرزدق کہتا ہے:

وَهَبَ الْقَصَائِدَ لِي النَّوَابِغُ إِذْ مَضَوْا وَأَبُو يَزِيدَ ذُو الْقُرُوحِ وَجَرُولُ
(یکٹائے روزگار شعراء نے مجھے قصیدے اور شاعری وراثت میں دی ہے، جب وہ اس دنیا سے رخصت ہوئے، وہ ذوالقروح ابو یزید اور جرول ہیں)

ابو الفرج اصبحانی نے الاغانی میں لکھا ہے کہ زمانہ جاہلیت اور اسلام میں ان کو طویل عمر ملی، میں سمجھتا ہوں کہ ان کی وفات بڑھاپے میں حضرت عمر یا حضرت عثمان کے عہد خلافت میں ہوئی۔ ابن حبیب نے لکھا ہے کہ مخبل نے زبرقان ابن بدر سے ان کی بہن خلیدہ کا ہاتھ مانگا تو انھوں نے انکار کیا، اور اپنی بہن کی شادی بنو شہم ابن عوف کے ایک فرد سے کی، جس کا نام ہزال ہے، ہزال نے شادی کے بعد زبرقان کے پڑوسی کا خون کیا، اس پر مخبل نے زبرقان کو عار دلاتے ہوئے کہا:

أَنكِحَتْ هُزَالَ خَلِيلَةً بَعْدَ مَا زَعَمْتَ بِظَهْرِ الْغَيْبِ أَنَّكَ قَاتِلُهُ
(تم نے خلیدہ کی شادی ہزال سے کر دی، اس کے بعد کہ تم نے پہلے ہی سوچ لیا تھا کہ تم اپنے پڑوسی کے بدلے اس کو قتل کرو گے)

ابو الفرج اصبحانی نے نقل کیا ہے کہ محمد ﷺ کی بعثت سے پہلے زبرقان ابن بدر، مخبل سعدی، عبدہ ابن طیب، عمرو ابن اہتم اور علقمہ ابن عبدہ ایک مرتبہ جمع ہوئے، انھوں نے اونٹنیاں ذبح کی اور ایک اونٹنی بیچ کر شراب خریدی اور گوشت بھون کر کھانے لگے، اس محفل میں انھوں نے شعراء کا تذکرہ کیا اور اس پر بات ہونے لگی کہ کس شاعر کا شعر سب سے زیادہ عمدہ رہتا ہے، ان میں اس بارے میں

اختلاف ہوا، اخیر میں وہ سب اس پر راضی ہوئے کہ جس شخص کا گزر سب سے پہلے ہوگا وہ ہمارے درمیان حکم بنے گا، سب سے پہلے ربیعہ ابن حداد سلمیٰ کا گزر ہوا تو انھوں نے ربیعہ کو حکم بنایا، اور اپنا مسئلہ ان کے سامنے پیش کیا، انھوں نے کہا: مجھے اندیشہ ہے کہ تم ناراض ہو جاؤ گے۔ سبھوں نے کہا کہ ہم میں سے کوئی ناراض نہیں ہوگا۔ انھوں نے کہا: خبل! جہاں تک تمھارا تعلق ہے، تمھارے اشعار آگ کی چنگاریاں ہیں، اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے یہ چنگاریاں ڈال دیتا ہے۔

مرزبانی نے کہا ہے کہ خبل فطری موہوبی شاعر تھے، انھوں نے بصرہ میں سکونت اختیار کی، ان کا ایک قصیدہ بہت مشہور ہے، جس کا مطلع ہے:

إِنِّي وَجَدْتُ الْأُمَّرَ أَرْشَدَهُ تَقْوَى الْإِلَهِ وَشَرُّهُ الْإِثْمُ
(میں نے یہ پایا کہ سب سے زیادہ عقل مندی اور ہدایت کا راستہ اللہ کی خشیت اور تقویٰ ہے اور سب سے برا راستہ گناہ ہے)

ان کا تعلق بنو الناف النافہ خاندان سے ہے، ان کا ایک بیٹا شیبان تھا، جنھوں نے کوفہ ہجرت کی اور ابن ابوقاص کے ساتھ ایرانیوں کے خلاف جنگ کرنے کے لیے جہاد میں نکلے، خبل بہت بوڑھے اور کمزور ہو گئے تھے، انھوں نے اپنے سب اونٹ، بکریاں اور تمام ساز و سامان بیچ کر اپنے بیٹے کے ساتھ جا کر رہنے کا ارادہ کیا تو علقمہ ابن ہوزہ نے ان کو منع کیا اور ان کو مال اور گھوڑا دیا اور ان کے سلسلے میں عمر ابن خطاب سے بات کی، انھوں نے شیبان کے سلسلے میں خبل کے کہے ہوئے اشعار حضرت عمر کو سنائے جو مندرجہ ذیل ہیں:

أَيُّهَلِكُنِي شَيْبَانُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ
أَشْيَانُ مَا أَذْرَاكَ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ
أَشْيَانُ إِنَّ تَأْتِ الْجِيُوشَ تَجِدُهُمْ
يَذُودُونَ جُنْدَ الْهَرَمُزَانِ كَأَنَّمَا
وَلَا هَمَّ إِلَّا الْبَزْ أَوْ كُلُّ سَابِجٍ
فَإِنْ يَكُ غَصْنِي الْيَوْمَ أَصْبَحَ بَالِيًا
فَإِنْ حَنَتْ ظَهْرِي خُطُوبٌ تَتَابَعَتْ
إِذَا قَالَ صَحْبِي يَا رَبِّعُ أَلَا تَرَى
وَيُخْبِرُنِي شَيْبَانُ أَنْ لَنْ يَعْقُنِي
لَقَلْبِي مِنْ خَوْفِ الْفِرَاقِ وَجِبْ
عَبَقْتُكَ فِيهَا وَالْعَبُوقُ حَبِيبُ
يُقَاسُونَ أَيَّامًا لَهُنَّ خُطُوبُ
يَذُودُونَ أَوْرَادَ الْكُلَابِ تَلُوبُ
عَلَيْهِ فَتَى شَاكِي السِّلَاحِ نَجِيبُ
وَعَصْنُكَ مِنْ مَاءِ الشَّبَابِ رَطِيبُ
فَمَشِيِي ضَعِيفٌ فِي الرِّجَالِ دَبِيبُ
أَرَى الشَّخْصَ كَالشَّخْصَيْنِ وَهُوَ قَرِيبُ
تَعَقُّ إِذَا فَارَقْتَنِي وَتَحُوبُ

(کیا شیبان ہر رات مجھے ہلاک کرتا رہے گا، میرا دل جدائی کے خوف سے لرزہ اور بے قرار ہے۔)

شیبان! تمہیں کیا پتہ؟ ہر رات میں تمھاری جدائی کا کڑوا گھونٹ پیتا ہوں، حالانکہ رات کی شراب پسندیدہ ہوتی ہے۔

شیبان! جب لشکروں سے تمھاری ٹکر ہوگی تو تم جان لو گے کہ وہ ایسی جنگوں میں پتے ہیں جن میں مصیبتوں پر مصیبتیں ٹوٹتی ہیں۔ وہ ہرمزان کے لشکروں کو روک رہے ہیں، گویا کہ وہ قبیلہ گلاب کی اونٹنیوں کو گھاٹ پر آنے سے روک رہے ہیں، جو پیاسی ہیں اور پانی کے ارد گرد گھوم رہی ہیں۔

ان میں سے ہر ایک کا ارادہ سامنے والے پر غالب آنے کا ہے، اور اپنے مقابل کے خون کا پیا سا ہے، ہر سواری پر ہتھیاروں سے لیس شریف نوجوان سوار ہے۔

آج میری ٹہنی سوکھ گئی ہے یعنی میں بوڑھا ہو گیا ہوں، اور تمھاری ٹہنی جوانی کے پانی کی وجہ سے تروتازہ ہے۔ میری پیٹھ کو مسلسل مصیبتوں نے جھکا دیا ہے، میں لوگوں میں بہت آہستہ چلتا ہوں، میں بہت کمزور ہو گیا ہوں، جس کی وجہ سے میں گھسٹ گھسٹ کر چلتا ہوں۔

جب میرے ساتھی مجھے پکارتے ہیں تو تمھیں معلوم نہیں کہ ایک کو دو دو دیکھتا ہوں، حالاں کہ وہ قریب ہی رہتا ہے، یعنی میرے جسم کے ساتھ میری آنکھیں بھی کمزور ہو گئی ہیں۔

شیبان مجھ سے کہا کرتا تھا کہ وہ کبھی بھی میری نافرمانی نہیں کرے گا، جب تم مجھے چھوڑ گئے تو یہی تمھاری طرف سے میری نافرمانی ہے، اس نافرمانی پر تم کو گناہ ملے گا)

یہ اشعار سن کر حضرت عمرو پڑے اور ان کا دل نرم پڑ گیا، اور سعد ابن ابوقاص کو لکھا کہ شیبان کو جنگ سے واپس بھیج دیا جائے، انھوں نے اصرار کیا کہ جنگ سے واپس نہ کیا جائے اور جہاد میں ہی رہنے کا موقع دیا جائے، اور اس سعادت سے محروم نہ کیا جائے، حضرت سعد نے کہا: یہ عمر کا حکم اور فیصلہ ہے۔ وہ واپس اپنے والد کے پاس آئے اور موت تک ان ہی کے ساتھ رہے۔

اغانی میں خبل سعدی کے بہت سے واقعات نقل کیے گئے ہیں۔

خبل سعدی مشہور اور عظیم شاعر ہیں، لیکن ان کا شمار کم گو شعراء میں ہوتا ہے، ان کے اشعار فصیح ہوتے ہیں، اور ترکیب بڑی آسان ہوتی ہے، ان کے اصناف شاعری مدح اور ہجو ہیں، ان کی ہجو بڑی تکلیف دہ اور سخت ہے، وہ اونٹ کا وصف بڑے اچھے انداز میں تفصیل کے ساتھ کرتے ہیں، حکمت، غزل اور عتاب میں بھی ان کے اشعار ہیں۔

مراجع:

(الاصابة ۱/۵۱۰، ۲۹۱/۱، الوانی بالوفیات ۱۳/۸۲-۸۳، تاریخ عمر فروخ ۲/۲۸۹-۲۹۰) ☆

(۱۴)

ربیعہ ابن مقوم

ربیعہ ابن مقوم ابن قیس ابن جابر ابن خالد ابن عمرو ابن نمیط ابن اسید ابن مالک ابن بکر ابن سعد ابن ضبہ ضبی مرزبانی نے لکھا ہے کہ ربیعہ ابن مقوم زمانہ جاہلیت اور عہد اسلام میں قبیلہ مضر کے شعراء میں سے تھے، انھوں نے اسلام قبول کیا، اور پکے مسلمان ہوئے، جنگ قادسیہ میں اور اس کے علاوہ دوسری فتوحات میں حصہ لیا، وفات کے وقت ان کی عمر ایک سو سال سے زائد تھی، اس سلسلے میں انھوں نے مندرجہ ذیل کہا ہے:

وَلَقَدْ أَتَيْتُ عَلَى مِائَةِ أَعْدْهَا حَوْلًا فَحَوْلًا أَنْ بَلَاهَا مُبْتَلًى
(مجھ پر ایک سو سال گزر چکے ہیں، میں ایک ایک سال کر کے ان سالوں کو گن رہا ہوں، جو اتنے سال زندہ رہا ہوں، وہی جانتا ہے کہ یہ کتنی بڑی آزمائش ہے)

ابو عبید نے شرح الامالی میں اسی طرح لکھا ہے، ابو الفرج اصہبانی نے لکھا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں وہ کسری کے دربار میں گئے تھے، پھر اسلام قبول کرنے تک وہ زندہ رہے اور انھوں نے لمبی عمر پائی۔
دعبل نے ”طبقات الشعراء“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے: ”یہ مخضرم شاعر ہیں، مقام شکر میں کسری نے ان کو قید کیا تھا، پھر ان کو جنگ قادسیہ میں شریک ہونے کا موقع ملا، انھوں نے اس جنگ کے بارے میں ان کے اشعار نقل کیے ہیں۔

ان کے بعض بہترین اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

شَمَاءٌ وَاضِحَةٌ الْعَوَارِضُ طِفْلَةٌ كَالْبَدْرِ مِنْ خِلَالِ السَّحَابِ الْمُجَلِّى
وَكَأَنَّمَا رِيحُ الْقَرْنِفْلِ نَشْرُهَا أَوْ حَنَوَةٌ خُلِطَتْ خَزَامِي حَوْلَمِي
(اس کی ناک اونچی، متوازن اور خوبصورت ہے، اس کے رخسار گورے اور بچوں کی طرح نرم و نازک ہیں، اس کا چہرہ چودھویں کے اس چاند کے مانند ہے، جو تہہ بہ تہہ بادلوں سے ظاہر ہوا ہے۔

گویا لونگ کی خوشبو اس کے جسم کی خوشبو ہے، یا حنہ پھول ہے جس میں مقام حول کے خزامی پھول ملا دیے گئے ہوں۔ خزامی ایک خوشبودار پودہ ہے جس کے پھول اور شاخیں انتہائی خوشبودار ہوتی ہیں)

عمر فروغ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے: ”ربیع ابن مقوم قادر الکلام مخضرم شاعر ہیں، ان کی شاعری میں کثرت سے غریب الفاظ ملتے ہیں، ان کے اصناف سخن مدح، فخر، جہو ہیں، خمریات پر بھی انھوں نے اشعار

کہے ہیں، ان کی غزل شعر قدیم کے لیے فخر کا باعث ہے، ان کے اشعار کو مغنیوں نے بہت زیادہ گایا ہے۔
ربیعہ ابن مقوم نے فخر میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

أَمِنْ آلِ هِنْدٍ عَرَفْتُ الرُّسُومَا بِجُمُرَانَ قَفْرًا أَبْتُ أَنْ تَرِيَمَا
وَقَفْتُ - أَسْأَلُهَا - نَاقَتِي وَمَا أَنَا، أَمْ مَا سُؤَالِي الرُّسُومَا
وَذَكَرَنِي الْعَهْدُ أَيَّامُهَا فَهَاجَ التَّذَكُّرُ قَلْبًا سَلِيمَا
فَفَاضَتْ دُمُوعِي - فَتَنَّهُنَّهَا - عَلَى لِحْيَتِي وَرِدَائِي سُجُومَا

(کیا تم نے ہند کے خاندان کے کھنڈرات کو پہچان لیا جو مقامِ جمران میں ویران پڑے ہوئے ہیں، لیکن وہ ابھی مکمل
مٹے ہوئے نہیں ہیں، یعنی وہ ہمیشہ ہمیش اپنی اسی حالت میں رہیں گے۔

میں نے وہاں اپنی اونٹنی کھڑی کی، تاکہ وہاں کے کھنڈرات سے کچھ دریافت کروں، میرا وہاں کھڑا رہنے سے کیا
فائدہ؟ اور کھنڈرات سے سوال کرنے سے کیا فائدہ؟ کیوں کہ کھنڈرات جواب نہیں دیتے۔
اس کے ساتھ گزرے ہوئے دنوں نے مجھے پرانی یاد اور پرانا زمانہ تازہ کر دیا، جس کے نتیجے میں صبح سالم جسم میں اس
کی یادیں بھڑک اٹھیں۔
میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، میں نے آنسوؤں کو روکنے کی کوشش کی، لیکن رک نہیں پائے، وہ مسلسل گرتے رہے
یہاں تک کہ میری داڑھی اور کپڑے بھیگ گئے)

شراب کے وصف میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

وَفَتِيَانٌ صَدَقَ قَدْ صَبَحْتُ سَلَافَةً إِذَا الدِّيْكَ فِي جَوْشٍ مِنَ اللَّيْلِ طَرَبَا
سُخَامِيَّةٌ صَهْبَاءٌ صَرْفًا، وَتَارَةً تَعَاوَرُ أَيْدِيَهُمْ شَوَاءٌ مُضْهِبَا
وَمَشْجُوجَةٌ بِالْمَاءِ يَنْزُؤُ حُبَابُهَا إِذَا الْمَسْمَعُ الْغَرِيْدُ مِنْهَا تَحَبَّيَا

(کتے ہی میرے سچے اور مخلص دوست ہیں جن کو میں نے صبح سویرے اس وقت شراب پلائی، جب کہ رات کے
آخری پہر مرغ اذان دے ہی رہا تھا۔

اس شراب کا نشہ ہلکا ہے، اس سے سر نہیں چکراتا ہے، اس کا رنگ لال ہے اور وہ خالص ہے، اس میں پانی نہیں ملایا
گیا ہے، اور کبھی وہ بھنے ہوئے گوشت کے ٹکڑے ایک دوسرے سے لے کر کھاتے ہیں۔
اور کبھی پانی ملی ہوئی شراب کا دور چلتا ہے، پانی ملانے پر اس کی تیزابیت کی وجہ سے بلبلے اٹھنے لگتے ہیں، جب
دوسروں کو سنانے والے گلا کا دوسروں کے لیے اپنی محبت کا اظہار کرتا ہے اور اپنی دھن ہی میں مشغول رہتا ہے، اتنا
وقت گزرنے کے باوجود اس میں بلبلے اٹھتے رہتے ہیں)

مراجع:

(الاصابة ۱/۵۱۱، الوانی بالوفیات ۱۳/۹۱-۹۳، تاریخ معر فروع ۲/۳۲۰-۳۲۲، الأعلام ۳/۱۷، الأصمعیات ۸۴،
الغانی ۵/۲۲، ۱۰۱-۱۰۶، الأملی للقتالی ۱/۸، تاریخ الأدب العربی بلاشیر ۲/۹۰، الجوان ۱/۳۳۷، ۶/۳۲۷، خزائن
الأدب، دیوان الشعر العربی ۱/۱۸۳، شعراء اسلاميون ۲۳۵-۲۹۶، الشعر والشعراء ۳۲۶، طبقات فحول الشعراء لابن سلام ۲۸۱، عیون
الأخبار ۱۳۶، مجمع الشعراء ڈاکٹر عقیف ۹۷، مجمع شعراء اللسان ۱۷۵، مجمع شعراء الخضر مین والاموتین ۱۵۸-۱۵۹)

(۱۵)

زبرقان ابن بدر مری

زبرقان ابن بدر ابن امرؤ القیس ابن خلف ابن بھدلہ ابن عوف ابن کعب ابن سعد ابن زید مناة ابن تمیم ابن مری۔

ان کا تعلق قبیلہ تمیم کے خاندان بنو سعد سے ہے، ان کا اصل نام حصین تھا، زبرقان ان کا لقب ہے، خوبصورتی اور چہرے کی رونق کی وجہ سے ان کا نام زبرقان پڑ گیا، زبرقان چاند کا ایک نام ہے، ان کی کنیت ابو عیاش ہے۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ بنو تمیم کا وفد عطار دین حاجب کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا، بنو تمیم کے شرفاء اس وفد میں تھے، ان میں زبرقان ابن بدر بھی تھے، جن کا تعلق قبیلہ بنو سعد سے تھا، ان کے ساتھ اقرع ابن حابس، عمرو ابن اہتم وغیرہ تھے، ان لوگوں نے آ کر حجرات (امہات المؤمنین کے گھر) کے پیچھے سے آپ ﷺ کو پکارا..... پھر سب مسلمان ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے زبرقان ابن بدر کو ان کی قوم کے صدقات اور زکوٰۃ جمع کرنے کا ذمہ دار بنایا تھا، انھوں نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں فتنہ ارتداد کے دنوں میں بھی زکوٰۃ ادا کی، حضرت ابو بکر نے بھی ان کو قوم کی زکوٰۃ کا ذمہ دار بنایا، پھر حضرت عمر کے عہد خلافت تک صدقات جمع کرنے کے ذمہ دار رہے۔

وثیمہ نے ”الردۃ“ میں ان کے اشعار نقل کیے ہیں، جن میں انھوں نے زکوٰۃ کی ادائیگی کا تذکرہ کیا ہے اور قیس ابن عاصم سے تعرض کیا ہے، وہ کہتے ہیں:

وَقَيْتُ بِأَدْوَادِ الرَّسُولِ وَقَدْ أَتَتْ سَعَاةٌ فَلَمْ يُرَدِّدْ بَعِيرًا مَخْرَفًا
مَنْ مَبْلَغُ قَيْسًا وَخَنْدَفًا إِنَّهُ عَزَمُ الْإِلَهِ لَنَا وَأَمْرُ مُحَمَّدٍ
(میں نے زکوٰۃ کی اونٹنیاں پہنچائی جس طرح رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا تھا، قبیلہ سعاۃ ہمارے مقابلہ میں آیا، لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوا، وہ کوئی کمزور اونٹنی بھی واپس نہیں لے جاسکا۔

قیس اور خندف کو یہ بات کون پہنچائے گا کہ ہمارے حق میں اللہ کی یہی مشیت ہے اور محمد ﷺ کا یہی حکم ہے) جاحظ نے کتاب البیان میں لکھا ہے کہ زبرقان ابن بدر زیاد کے پاس آئے، اس وقت ان کی

بینائی ختم ہو گئی تھی، آہستہ سے انھوں نے سلام کیا، زیاد نے ان کو اپنے سے قریب کیا اور اپنے ساتھ بٹھایا۔ مرادی نے اپنی کتاب ”فہمین عمی من الأشراف“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔

کوہکی نے لکھا ہے کہ وہ عبدالملک کے پاس آئے اور اپنے ساتھ ۲۵ گھوڑے لے آئے، اور ہر گھوڑے کے باپ اور ماں کی طرف سے نسب نامہ بیان کیا، اور ہر گھوڑے پر الگ الگ قسم کھائی، یہ سن کر عبدالملک نے کہا: گھوڑوں کے نسب کے علم سے زیادہ مجھ کو اس بات پر تعجب ہے کہ انھوں نے الگ الگ نوعیت کی قسم کھائی۔

زبرقان ابن بدر اپنی قوم کے سرداروں میں سے تھے، وہ اپنی قوم کے ساتھ سن ۹ ہجری میں آپ ﷺ کے پاس آئے اور اسلام قبول کیا، رسول اللہ ﷺ نے ان کو اپنی قوم کے صدقات کا ذمہ دار بنایا اور ابو بکر اور عمر نے بھی ان کو صدقات کا ذمہ دار باقی رکھا، جب پہلی مرتبہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کے سامنے انھوں نے قصیدہ سنایا، جس کے چند اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

نَحْنُ الْمُلُوكُ فَلَا حَيُّ يُفَاخِرُنَا فِينَا الْعَلَاءُ وَفِينَا تُنْصَبُ الْبَيْعُ
وَكَمْ قَسَرْنَا مِنَ الْأَحْيَاءِ كُلَّهُمْ عِنْدَ النَّهَابِ وَفَضْلُ الْخَيْرِ يُتَبِعُ
وَنَحْنُ نَطْبَعُ عِنْدَ الْقَحْطِ مَا أَكَلُوا مِنَ السَّيْدِيفِ إِذْ لَمْ يُؤْنَسِ الْقَزَعُ
وَنَنْحَرُ الْكُومَ عَيْطًا فِي أَرْوَمَتِنَا لِلنَّازِلِينَ إِذَا مَا أَنْزَلُوا شِعُورًا

(ہمارا تعلق بادشاہوں کی نسل سے ہے، کوئی خاندان فخر و مباہات میں ہم سے آگے نہیں بڑھ سکتا، ہم ہی بلند یوں کو چھونے والے باعزت شرفاء ہیں، اور ہم میں گرجا گھروں کو قائم کرنے والے بھی ہیں۔

کتنے ہی قبیلوں کو ہم نے جنگ کے موقع پر تہہ وبالا کر دیا، جو خیر و بھلائی میں سب سے افضل ہو اسی کی پیروی کی جاتی ہے اور وہ ہم ہی ہیں۔

جب قحط سالی کے دن آتے ہیں اور لوگوں کے پاس کھانے کو کچھ بھی نہیں ہوتا اور پت جھڑ کے موسم میں ہلکے سے بادل کی بھی امید نہیں رہتی تو اس وقت ہم لوگوں کو کھلاتے ہیں۔

ہم اپنے مہمانوں کے لیے اور ہمارے پاس آنے والوں کے لیے صحت مند اونٹنیوں کو ذبح کرتے ہیں، یہ ہماری خاندانی عادت ہے، جب لوگوں کو ہمارے یہاں اتارا جاتا ہے تو وہ آسودہ ہو جاتے ہیں)

زبرقان ابن بدر نے رسول اللہ ﷺ کی وفات پر مندرجہ ذیل مرثیہ کہا:

آلَيْتُ لَا أَبْكِي عَلَى أَحَدٍ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ خَيْرَ الْأَنَامِ
بَعْدَ الَّذِي كَانَ لَنَا هَادِيًا مِنْ حَيْرَةٍ كَانَتْ وَبَدْرُ الظَّلَامِ
يَا مُبْلِغَ الْأَخْبَارِ عَنْ رَبِّهِ فِينَا وَيَا مُحْيِيَ لَيْلِ التَّمَامِ
وَهَادِي النَّاسِ إِلَى رُشْدِهِمْ وَشَارِعَ الْحِلِّ لَهُمْ وَالْحَرَامِ
أَنْتَ الَّذِي اسْتَنْقَذْتَنَا بَعْدَ مَا كُنَّا عَلَى مَهْوَاةٍ جُرْفٍ قِيَامِ

(میں نے قسم کھائی ہے کہ خیر البشر رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی مرنے والے پر نہیں روؤں گا۔
میں حیران و پریشان تھا، اس کے بعد انھوں نے ہم کو ہدایت کا راستہ دکھایا، وہ تاریک رات میں چودھویں کے
چاند تھے۔
اپنے پروردگار کی طرف سے ہم تک احکام اور امر پہنچانے والے! اور تاریک رات کو روشن کرنے والے!۔
لوگوں کی بھلائی کی طرف رہنمائی کرنے والے! حلال اور حرام کو مشروع کرنے والے!۔
آپ ہی نے ہم کو گھڑے میں گرنے سے بچایا ہے، جب کہ ہم گھڑے کے کنارے کھڑے تھے اور اس میں گرنے ہی
والے تھے)

مراجع:

(الاصابة ۵۲۴-۵۲۵، الوافی بالوفیات ۱۴/۱۷۵-۱۷۷، واقدی ۳/۹۷۷، الاستیعاب ۱/۲۱۰ رقم ۸۵۲، طبقات ابن
سعد ۲/۲۴۱، الأغانی ۲/۱۷۹، الأعلام ۳/۴۱، الأملی للقتالی ۲/۴۷، ۱۰۰، ۳/۲۱۱، أنساب العرب لابن الکلبی ۲/۴۲، البدایہ
والنہایہ ۵/۳۸، ۳۹، ۴۰-۴۲، البیان التبین ۳/۱۷۹، الحیوان ۳/۱۰۳، ۶/۹۸، تہذیب الأناصیب ۲۰۸، خزائن الأدب ۳/۲۹۰-۲۹۴،
خصائص شعراء الخضر میں ۱/۱۳۵، رسالۃ الغفران ۳۰۰، السیرۃ ۴/۲۰۶، ۲/۵۶۷، الشعر والشعراء ۴/۳۲۷، ۳/۳۸۲، ۴/۲۲۰، شعراء
النصرانیۃ بعد الاسلام ۲/۳۰، المؤتلف والمختلف ۱۲۸، العقد الفرید، عیون الأخبار ۱/۲۲۶، فوات الوفیات ۱/۲۷۷، مخ المذبح ۱۱۴، مجمع
شعراء الخضر میں والأموئین ۱۶۴-۱۶۵) ان کا دیوان موسسۃ الرسالۃ عمان سے ۱۹۸۴ء کو شائع ہوا ہے جس کو سعود محمود جابر نے جمع کیا
ہے اور اس کی تشریح کی ہے، ان کا دوسرا دیوان حمید آدم توینی نے جمع کیا ہے جو بغداد سے شائع ہوا ہے۔ (مجمع شعراء الخضر میں
والأموئین)

(۱۶)

زید النخیل طائی

زید النخیل ابن مہاہل ابن زید ابن منہب ابن عبد ابن اقصی ابن مجلس ابن ثوب ابن کنانہ ابن مالک ابن نائل ابن عمرو ابن غوث ابن طئی طائی۔

ان کا تعلق قبیلہ طے سے ہے، ۹ ہجری کو اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئے اور اسلام قبول کیا، آپ نے ان کا نام زید النخیل سے بدل کر زید الخیر رکھا۔

حضرت عبد اللہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک سوار آیا اور اس نے اپنی سواری کو بٹھایا، پھر حضور اکرم ﷺ سے قریب ہو کر دریافت کیا: اللہ کے رسول! میں آپ کے پاس نو دن کی مسافت طے کر کے آیا ہوں، تاکہ آپ سے دو خصلتوں کے بارے میں دریافت کروں، آپ نے دریافت فرمایا: ”تمہارا نام کیا ہے؟“۔ انھوں نے کہا: میں زید النخیل ہوں۔ آپ نے فرمایا: ”بلکہ تم زید الخیر ہو۔“

ابو عمرو نے کہا ہے کہ زید الخیر کا انتقال رسول اللہ ﷺ سے مل کر واپس آنے کے بعد ہوا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ کا انتقال حضرت عمر کے عہد خلافت میں ہوا۔

آپ شاعر، خطیب، بہادر اور سخی تھے۔ آپ کی کنیت ابو مکلف ہے۔

مرزبانی نے لکھا ہے کہ ان کی ماں کا نام قوشت بنت اثرم تھا، یہ قبیلہ کلب سے تعلق رکھتی تھیں، ان کا شمار جاہلی شعراء اور گنے چنے بہادروں میں ہوتا تھا، آپ خوبصورت جسم کے مالک اور طویل القامت تھے، آپ کا ایک شعر مندرجہ ذیل ہے:

وَخَيْبَةٌ مِّنْ يَّحِبِّ عَلَيَّ عَنِّي وَبَاهِلَةٌ بِّنْ يَعْصِرِ وَالرَّكَابِ

(ابو عبیدہ نے اس شعر کا مطلب یہ لکھا ہے کہ باہلہ ابن یعصر اور اس کے ساتھی شہسوار کسی کے قابو میں آنے والے نہیں ہیں اور وہ بزدل نہیں ہیں، جب ان میں سے کوئی مال غنیمت کے حصول میں ناکام ہو جاتا ہے تو وہ بہت پیچھے ہٹ جاتا ہے)

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زید النخیل کا نام زید الخیر رکھا اور فیدا کی زمین

جاگیر میں دی، جب وہ مڑ کر چلے گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”شاید ہی زید مدینہ کے بخار سے بچ جائے۔“ زید کو فردہ نامی کنویں کے پاس بخار آیا اور ان کا وہیں انتقال ہو گیا۔

ابن درید نے ”الْأَخْبَارُ الْمَثُورَةُ“ میں لکھا ہے کہ قرہہ کے مقام پر وہ تین دنوں تک رکے رہے اور وہیں پران کا انتقال ہو گیا، قبیسہ ابن اسود ابن عامر نے ایک سال وہیں قیام کیا، پھر ان کی سواری اور کجاوہ لے کر ان کے علاقے کا رخ کیا، ساز و سامان میں رسول اللہ ﷺ کا خط بھی تھا، جب ان کی بیوی نے دیکھا کہ صرف سواری ہے اور اس پر زید نہیں ہے تو اس کو جلادیا، سواری کے ساتھ آپ ﷺ کا خط بھی جل گیا۔

ابن وثیمہ نے ”الردۃ“ میں ان کے اشعار نقل کیے ہیں، جو اشعار انھوں نے حضرت ابو بکر کی خدمت میں بھیجے تھے، وہ اشعار یہ ہیں:

إِمَامَ أَمَّا تَخْشَيْنَ بِنْتَ أَبِي نَصْرٍ فَقَدْ قَامَ بِالْأَمْرِ الْجَلِيُّ أَبُو بَكْرٍ
نَجَّى رَسُولَ اللَّهِ فِي الْغَارِ وَحْدَهُ وَصَاحِبُهُ الصِّدِّيقُ فِي مُعْظَمِ الْأَمْرِ
(بت ابو نصر! کیا تمہیں خوف نہیں لگ رہا ہے، ابو بکر نے بہت بڑی ذمہ داری اٹھائی ہے یعنی وہ خلیفہ ہو گئے ہیں۔
وہ غار ثور میں اللہ کے رسول کے تنہا ساتھی اور ہم سفر تھے اور اکثر معاملات میں ان کے سچے اور مخلص ساتھی تھے)
اگر یہ اشعار صحیح ہیں تو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ زید النخیل حضرت ابو بکر کے عہد خلافت تک زندہ تھے۔

زید النخیل اور کعب ابن زہیر ایک دوسرے کی ہجو میں اشعار کہا کرتے تھے۔
زید النخیر شہسوار، اور کم گوشاعر تھے، ان کے اکثر اشعار اپنی جنگوں، حملوں اور کارناموں کے سلسلے میں ہیں، ان کا موضوع شاعری حماسہ اور فخر ہے اور طرد میں بھی ان کے کچھ اشعار ملتے ہیں، ہجو کے بہت کم اشعار ملتے ہیں۔

زید النخیل نے زمانہ جاہلیت میں بنو نصر اور بنو مالک کے ساتھ مل کر قبیلہ غطفان کے خاندان بنو فزارہ اور بنو عبد اللات پر حملہ کیا تھا جس میں ان کو فتح ملی تھی، مال غنیمت کو انھوں نے آپس میں تقسیم کیا، زید نے ان سے کہا: مجھے سرداری کا حق دو۔ بنو نصر نے ان کو سرداری کا حق دیا، لیکن بنو مالک نے انکار کیا تو زید نے ان کو اپنے سے الگ کیا، تھوڑے ہی دنوں بعد بنو فزارہ نے بنو مالک پر حملہ کیا اور ان کے ہاتھوں سے سب کچھ چھین لیا، اس پر بنو مالک نے دہائی دی: زید! ہماری مدد کرو۔ پھر زید نے بنو فزارہ پر حملہ کیا اور ان کے سردار کو قتل کر کے تمام مال غنیمت کو واپس لوٹا دیا، پھر ان سے سرداری کا حق لیا، اسی واقعے کے بارے میں وہ کہتے ہیں:

لَقَدْ عَلِمْتُ نَبْهَانُ أَنِّي حَمَيْتُهَا وَأَنِّي مَنَعْتُ السَّبْيَ أَنْ يَتَبَدَّأَ
غَدَاةَ نَبَذْتُمْ بِالصَّعِيدِ رِمَاحَكُمْ وَطَبَقْتُمْ الْبَيْدَاءَ مَثْنَى وَمَوْحِدًا
بِذِي شَطْبٍ أَغْشَى الْكُتَيْبَةَ سَلْهَبًا أَقْبَّ كَسَرَ حَانَ الظَّلَامِ مُعَوَّدًا

إِذَا شَكَّ اطَّرَافُ الْعَالِي لَبَانَهُ أَقْدَمُهُ حَتَّى يَرَى الْمَوْتَ أَسْوَدًا
فَمَا زِلْتُ أَرْمِيهِمْ بِغُرَّةٍ وَجْهِهِ وَبِالسَّيْفِ حَتَّى كَرَّ تَحْتِي مُجْهَدًا
(قبیلہ نہان جانتا ہے کہ میں نے ان کی حفاظت کی اور میں نے ہی قیدیوں کو منتشر ہونے سے روکا۔

اس دن جب تم نے زمین پر ہتھیار ڈال دیے اور تم نے ایک ایک اور دودو کر کے صحراء کو ڈھانک لیا۔
ذو شطب پہاڑ کے پاس میں نے لمبے بڑے نکلے گھوڑے پر سوار ہو کر دشمنوں پر حملہ کر دیا، جو گھوڑا بہت بلند اور تارکی کے
بھیڑیے کے مانند چست اور چاق و چوبند اور جنگ کا عادی ہے۔
جب نیروں کے پھل اس کے سینے کو چیتے ہیں تو میں اس کو لے کر اور آگے بڑھتا ہوں اور اقدام کرتا ہوں، یہاں تک
کہ وہ موت کی کالی گھٹائیں اپنے سامنے دیکھنے لگتا ہے۔
میں برابر ان کو اپنے گھوڑے کے اگلے حصے اور تلوار سے مارتا رہا، یہاں تک کہ وہ تھک ہار کر میرے پیروں میں اوندھے
منہ گر گیا)

اپنی وفات کے وقت انھوں نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

أَمَرْتُ حِلَّ قَوْمِي الْمَشَارِقِ غَدَوَةً وَأَتْرَكَ فِي بَيْتٍ بِفَرْدَةٍ مُنْجِدٍ
سَقَى اللَّهُ مَا بَيْنَ الْقَفِيلِ قَطَابَةً فَمَا دُونَ أَرْمَامٍ فَمَا فَوْقَ مُنْشِدٍ
هُنَالِكَ لَوْ أَنِّي مَرَضْتُ لَعَادَنِي عَوَائِدُ مَنْ لَمْ يَشْفِ مِنْهُمْ بِجَهْدٍ
فَلَيْتَ اللَّوَاتِي عُذْنَنِي لَمْ يُعْذَنِي وَلَيْتَ اللَّوَاتِي غَبْنَ عَنِّي عُودِي
(کیا میری قوم مشرق کے علاقوں کی طرف شام کے وقت اپنا سفر جاری رکھے گی اور مجھے نجد کے علاقہ مقام فردہ کے
گھر میں چھوڑ دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ قفیل اور طابہ کے درمیان، اور ارمام کے نچلے علاقوں اور منشد کے اوپری علاقوں پر اپنی رحمت برسائے۔
وہاں اگر میں بیمار ہوتا تو میری عیادت کرنے ایسے لوگ آتے کہ جب تک مجھے شفا یابی نہیں ملتی وہ کوشش اور جدوجہد کرتے
رہتے۔

کاش وہ عورتیں میری عیادت کرتیں جنھوں نے میری عیادت نہیں کی ہے، کاش جو مجھ سے غائب ہیں، وہ میری
عیادت کرنے والے ہوتے)

مراجع:

(الاصابة ۱/۵۵۶، الوافی بالوفیات ۱۵/۴۱-۴۰، تاریخ عمر فروخ ۲/۲۷۸-۲۷۹، سیرت النبی سید سلیمان ندوی ۲/۴۳، السيرة
النبوية ۹۳۶، طبقات ابن سعد ۲/۵۵۹، تہذیب ابن عساکر ۳۴۱۶، الأغانی ۱۷/۲۴۵، تاریخ الأدب العربی - بروکلمان ۱: ۷۰، تاریخ
الأدب العربی - جرجی زیدان ۱: ۱۳۵-۱۳۶)

(۱۷)

سالم ابن مسافع ابن دارہ

سالم بن مسافع مشہور شاعر ہیں، ابوالفرج اصبہانی نے کہا ہے کہ ان کو زمانہ جاہلی اور عہد اسلام ملا، دارہ ان کے دادا کا لقب ہے، ان کے نام پر یہی لقب غالب آگیا، ان کا نام یربوع بن کعب بن عدی بن جشم بن بیث بن عبداللہ بن غطفان تھا۔
ابوعبیدہ نے ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کے بھائی عبدالرحمن بن دارہ اسلامی شعراء میں سے تھے۔

مرزبانی نے لکھا ہے کہ میں نے سالم کے دیوان میں پڑھا ہے کہ حضرت عثمان کے عہد خلافت میں سالم بن مسافع کو قتل کیا گیا، ان کو زمیل بن ام دینار فزاری نے قتل کیا تھا، کیوں کہ سالم نے اس کی ہجو کی تھی، وہ اشعار بہت مشہور ہوئے، جو مندرجہ ذیل ہے۔
لَا تَأْمَنَنَّ فَزَارِيًّا خَلَوْتُ بِهِ عَلَى قَلْوَصِكَ وَانْكُتِبَهَا بِأَسْيَارِ
(جب کسی فزاری سے تنہائی میں رہنا پڑے تو اپنی اونٹنی کے سلسلے میں اس پر بھروسہ نہ کرو، بلکہ اس کو مضبوطی سے باندھ دو)
ان ہی میں سے ایک شعر یہ بھی ہے:

أَنَا ابْنُ دَارَةٍ مَوْصُولًا بِهِ نَسَبِي وَهَلْ بَدَارَةٍ يَأْلِلُ النَّاسُ مِنْ عَارِ
(میں دارہ کا بیٹا ہوں، میرا نسب بالکل خالص ہے، اے لوگو! کیا دارہ سے نسبت میں کوئی عار ہے)
دعبل بن علی نے طبقات الشعراء میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور عینیہ ابن حصن فزاری کو مخاطب کر کے کہے ہوئے ان کے اشعار نقل کیے ہیں، عینیہ حضرت ابوبکر کے عہد خلافت میں مرتد ہو گئے تھے پھر وہ اسلام میں دوبارہ داخل ہوئے، انھوں نے حضرت ابوبکر سے کہا: میرا اور اشعث کا قصہ ایک ہی ہے، پھر تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ تم نے اس کی عزت کی اور اس کی شادی کرادی، لیکن میرے ساتھ اس طرح نہیں کیا۔ حضرت ابوبکر نے اپنی بہن کی شادی اشعث سے کی تھی، سالم بن دارہ نے اشعث کو اپنے ان اشعار میں جواب دیا:

يَا عَيْنَةَ بَنِ حِصْنِ آلِ عَبْدِ
لَسْتُ كَالْأَشْعَثِ الْمُعْصَبِ بِالنِّسَاءِ
أَنْتَ مِنْ قَوْمِكَ الصَّمِيمِ صَمِيمٍ
خَطْبُهُ فِي الْمُلُوكِ خَطْبٌ عَظِيمٍ
جُ غَلَامًا قَدْ سَادَ وَهُوَ فَطِيمٌ

إِنَّ تَكُونَا أَتَيْتُمَا خَطْبَ الْغَدِّ رِسْوَا كُمَا تَقْدُّ الْأَدِيمُ
 فَلَهُ هَيْبَةُ الْمُلُوكِ وَلِلْأَشْعَثِ ثِ إِنَّ حَانَ حَادِثٌ وَقَدِيدُ
 إِنَّ لِلْأَشْعَثِ بْنِ قَيْسِ بْنِ مَعْدِي كَرْبَ عِزَّةٍ وَأَنْتَ بِهِيْمُ
 (آل عدی سے تعلق رکھنے والے! عیینہ ابن حصن! تم اپنی سردار قوم سے تعلق رکھتے ہو اور اپنی قوم کے سردار بھی ہو۔
 لیکن تم اشعث کی طرح نہیں ہو، جنھوں نے بچپن ہی میں تاج شاہی پہن لیا تھا، وہ تو بادشاہ ہیں، انھوں نے اپنی قوم
 کی قیادت اس وقت کی جب وہ دودھ پیتے بچہ تھے۔
 ان کے دادا آکل المرار اور قیس ہیں، بادشاہوں میں ان کا مقام بہت بلند ہے، اگر تم دونوں غداری کے فتنہ میں آتے تو
 تم دونوں کا انجام ایک ہی ہوتا یعنی تم قتل کر دیے جاتے اور زمین تم دونوں کو اپنے اندر سمو لیتی۔
 ان میں بادشاہوں کا سارعب پایا جاتا ہے اور اشعث بھی ویسے ہی بارعب ہیں، جب کوئی حادثہ پیش آتا ہے اور
 پرانی عزت و شرافت کا تذکرہ ہوتا ہے۔
 اشعث ابن قیس ابن معدی کرب کی ایک عزت اور مقام و مرتبہ ہے اور تم سیاہ فام ہو)

مراجع:

(الاصابع ۲/ ۱۰۷، الأعلام ۳/ ۷۳، الأغانی ۶/ ۲۷۱، ۲۲/ ۱۵۶، ۲۳۵، الأما لی ۹۳، خزائن الأدب ۲/ ۱۴۰-۱۵۰، سمط الکالی ۲۲۸،
 ۸۶۲، اشعر و اشعر ۱۰۱-۲۰۳، معجم البلدان ۵/ ۱۵۸، شعر الخضر مین والأمویین ۸-۱۷۹، معجم اشعر اء ذاکر عقیف ۱۱۱)

(۱۸)

سحیم

(بنو حساس کے غلام)

سحیم بنو حساس کے غلام تھے، وہ مشہور مخضرم شاعر ہیں۔ ان کی کنیت ابو عبد اللہ تھی۔
ابو الفرج اصہبانی نے ابو عبیدہ کے واسطے سے روایت کیا ہے کہ سحیم کا لے کلوٹے اعجمی غلام
تھے، ان کو نبی کریم ﷺ کا زمانہ نصیب ہوا، نبی کریم ﷺ نے ان کا شعر اپنی مجلس میں پڑھا ہے۔
مرزبانی نے سحیم کے تذکرے میں اور دینوری نے ”المجالسة“ میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان
کا یہ شعر پڑھا:

كَفَى بِالْإِسْلَامِ وَالشَّيْبُ لِلْمَرْءِ نَاهِيًا

ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شاعر نے یوں کہا ہے:

كَفَى الشَّيْبَ وَالْإِسْلَامَ لِلْمَرْءِ نَاهِيًا

نبی کریم ﷺ نے پہلے کی طرح ہی دہرایا تو حضرت ابو بکر نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ
آپ اللہ کے رسول ہیں اور یہ آیت پڑھی ”وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشُّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ“۔
عمر بن شیبہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد سحیم حضرت عمر کے پاس آئے اور یہ قصیدہ سنایا۔
ابن حبیب نے کہا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے بنو حساس کے غلام سحیم کا یہ شعر سنایا:
الْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا لَا انْقِطَاعَ لَهُ فَلَيْسَ إِحْسَانُهُ عَنَّا بِمَقْطُوعِ
(اللہ کے لیے ہی تمام تعریفیں ہیں، جس کی تعریف کبھی منقطع نہیں ہے، چنانچہ اس کے احسانات ہم سے منقطع نہیں ہیں)
آپ نے فرمایا: اس نے بہترین بات کہی اور سچ کہا، اللہ تعالیٰ اس طرح کی باتوں کی قدر
کرتا ہے، اگر وہ سیدھے راستے پر چلے اور نیک اعمال کرے تو وہ جنتی ہے۔
حضرت عثمان کے عہد خلافت میں ان کو قتل کر دیا گیا۔

صفدی نے لکھا ہے کہ سحیم کی کنیت ابو عبد اللہ ہے اور وہ فصیح مخضرم شاعر ہیں، ان کو آپ ﷺ
سے شرف باریابی کا موقع نہیں ملا، ان کی وفات سن ۴ ہجری کے آس پاس ہوئی، مندرجہ ذیل اشعار ان
ہی کے ہیں۔

أَشْعَارُ عَبْدِ بَنِي الْحَسْحَاسِ فَمَنْ لَهُ عِنْدَ الْفَخَارِ مَقَامَ الْأَصْلِ وَالْوَرَقِ
إِنْ كُنْتُ عَبْدًا فَنَفْسِي حُرَّةٌ كَرَمًا أَوْ أَسْوَدُ اللَّوْنِ إِنِّي أَبْيَضُ الْخُلُقِ
(فخر اور مباہات کے وقت اصلیت اور خالص ہونے میں بنو حسحاس کے غلام کا مقابلہ کر سکتا ہے۔
اگر میں غلام ہوں تو میرا دل آزاد ہے، اگر میرا رنگ کالا ہے تو میرے اخلاق سفید اور روشن ہیں)

مندرجہ ذیل اشعار میں تحیم نے اپنے آقا کی بہن کا تذکرہ کیا ہے جب وہ بیمار تھی۔
مَاذَا يُرِيدُ السُّقَامُ مِنْ قَمَرٍ كُلُّ جَمَالٍ لَوَجْهِهِ تَبَعٌ
مَا يَرْتَجِي خَابَ مِنْ مَحَاسِنِهَا أَمَالُهُ فِي الْفُجَاعِ مُتَّسِعٌ
غَيْرَ مَنْ لَوْنُهَا وَصَفَّرَ فَارْتَدَّ فِيهِ الْجَمَالُ وَالْبَدْعُ
لَوْ كَانَ يَغْيِي الْفِدَاءَ قُلْتُ لَهُ هَا أَنَا دُونَ الْحَبِيبِ يَا وَجَعَ
(بیماری چاند سے کیا چاہتی ہے، ہر قسم کی خوبصورتی اس کے تابع ہے۔
اس کا اندیشہ نہیں ہے کہ بیماری اس کے حسن و جمال میں کمی لائے گی، یا اس کی بدصورتی میں اضافہ کرے گی۔
بیماری نے اس کا رنگ بدل دیا ہے اور پیلا کر دیا ہے، اس کا اثر یہ ہوا ہے کہ اس میں خوبصورتی اور انوکھا پن لوٹ آیا ہے۔
اگر بیماری کو فدیہ کی تلاش ہوتی تو میں اس سے کہتا: اے بیماری! میں محبوب کی طرف سے حاضر ہوں)

ان کو بنو حسحاس والوں نے قتل کر دیا، کیوں کہ اس نے اپنے اشعار میں بنو حسحاس کے ایک سردار
کی بیٹی کے ساتھ اپنے معاشرہ کا تذکرہ کیا اور اپنے تعلقات کا اقرار بھی کیا کہ سوائے ایک عورت کے سب
کے ساتھ اس نے موج مستی کی ہے، ان اشعار کو گنگناتے ہوئے سردار نے سنا، وہ اشعار یہ تھے:
يَارُبَّ شَجْوٍ لَكَ فِي الْحَاضِرِ تَذَكُّرُهَا وَأَنْتَ فِي الصَّادِرِ
مِنْ كُلِّ بَيْضَاءَ لَهَا كَعَثْبُ مِثْلِ سَنَامِ الْبُكَرَةِ الْمَائِرِ
(کتنے ہی تیرے غم ہیں، موجودہ دنوں میں جن کی یاد تمہیں ستار ہی ہے، اور اب تم صادر میں ہو۔
تم نے ہر خوبصورت عورت کے ساتھ موج مستی کی ہے، جن کا سینہ تیز رفتار اونٹنی کے کوہان کے مانند ہے)
قتل کے وقت انھوں نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

شُدُّوا وَثَاقَ الْعَبْدِ لَا يَفْلِتُكُمْ إِنَّ الْحَيَاةَ مِنَ الْمَمَاتِ قَرِيبٌ
فَلَقَدْ تَحَدَّرَ مِنْ جَبِينِ فَنَاتِكُمْ عَرُوقٌ عَلَى جَنْبِ الْفَرَاشِ رَطِيبٌ
(غلام کی رسی کو مضبوطی سے باندھ لو، کہیں وہ چھوٹ کر بھاگ نہ جائے، میری زندگی موت کے قریب ہے۔
لیکن تمہاری دو شیزہ کی پیشانی سے تروتازہ پسینہ اتر کر بستر کے پہلو پر گر چکا ہے)

تحیم کی زبان میں عجمیت تھی، جب کوئی شعر گنگناتے اور اس کو پسند کرتے تو وہ کہتے: أَهْنَكَ
والله! یعنی أحسنت والله۔

جب عبداللہ بن ربیع (مشہور شاعر عمر ابن ربیعہ کے والد) نے تحیم کو خریدا تو وہ شعر کہا

کرتا تھا، انھوں نے حضرت عثمان کی خدمت میں بطور ہدیہ اس کو پیش کرنا چاہا تو عثمان نے عبداللہ کے نام خط لکھا: ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اس کو واپس لے جاؤ، غلام شاعر کی فطرت یہ ہوتی ہے کہ جب وہ آسودہ ہوتا ہے تو اپنے آقا کی رشتہ دار عورتوں کی تشبیہ اور تغزل شروع کرتا ہے، اگر کھانے کو نہ ملے تو جھجھکتا ہے۔ عبداللہ نے اس کو مالک نامی شخص کے ہاتھوں بیچ دیا، پھر مالک نے بنو حساس کو بیچ دیا، ان کا تعلق بنو اسد بن خزیمہ سے ہے۔

تخیم قادر الکلام شاعر ہیں، ان کے اشعار میں مٹھاس پائی جاتی ہے، ان کے اکثر اشعار تغزل کے ہیں، اور ان میں بھی فحش اشعار کی کثرت ہے، تخیم نے فخر، حماسہ اور بارش کے وصف میں بھی اشعار کہے ہیں۔ حکمت کے باب میں بھی اشعار ملتے ہیں، لیکن بہت کم ہیں، جس میں بھی کثرت کے ساتھ موت کا تذکرہ ہے۔

تخیم کو بنو تخیم ابن مر کے کسی سردار کی بیوی کے ساتھ محبت تھی، جس کا نام غالیہ تھا، مندرجہ ذیل قصیدے میں حساس نے اس عورت کو کتنا یہ عمیرہ کے نام سے مخاطب کیا ہے، یہ قصیدہ تخیم کے طویل اور مشہور قصیدوں میں سے ہے، جس کے بعض اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

عُمَيْرَةَ وَدَّعْ إِن تَجْهَزْتَ غَادِيًا كَفَى الشَّيْبَ وَالْإِسْلَامَ لِلْمَرْءِ هَادِيًا
لِيَالِي تَصْطَاذُ الْقُلُوبَ بِفَاحِمٍ تَرَاهُ أَثْنًا نَاعِمَ النَّبْتِ عَافِيًا
وَجِيدٌ كَجِيدِ الرَّيْمِ لَيْسَ بِعَاطِلٍ مِّنَ الدَّرِّ وَالْيَاقُوتِ وَالشُّدْرِ حَالِيًا
كَأَنَّ الثَّرِيًّا عَلِقَتْ فَوْقَ نَحْرِهَا وَجَمْرُ الْغَضِي هَبَّتْ لَهُ الرِّيحُ ذَاكِيًا
وَمَنْ يَكُ لَا يَبْقَى عَلَى النَّأْيِ وَدَّهْ فَقَدْ زَوَدَتْ زَادًا عُمَيْرَةَ بَاقِيًا
وَهَبْتُ لَنَا رِيحَ الشِّمَالِ بِقُرَّةَ وَلَا ثَوْبَ إِلَّا بَرْدُهَا وَرَدَائِيَا
فَمَا زَالَ بُرْدِي طَيِّبًا مِنْ ثِيَابِهَا إِلَى الْحَوْلِ حَتَّى أَنْهَجَ الْبُرْدُ بَالِيَا

(عمیرہ کو الوداع کہو، اگر تم نے چلے جانے کی ٹھان لی ہے، بڑھا پاؤ اور اسلام آدمی کو راہ راست پر لانے کے لیے کافی ہیں۔ کتنی ہی راتیں ایسی ہیں کہ جس میں عمیرہ اپنے کالے گھنے اور ملائم بالوں سے دلوں کا شکار کرتی ہے۔

اس کی گردن سفید ہرنی کی گردن کی طرح لمبی ہے، اس کی گردن زیورات سے خالی نہیں ہے، بلکہ موتی، یاقوت اور سونے چاندی کے منکوں سے مزین ہے۔

گویا اثر یا ستارے کو لا کر اس کی گردن پر لٹکا یا گیا ہے، اور غرضی لکڑی (وہ لکڑی جس میں آگ بہت دیر تک جلتی ہے) پر ہوا چل رہی ہو، جس میں بہترین خوشبو ڈال دی گئی ہو۔

کون شخص ایسا ہے کہ دوری پر اس کی محبت باقی نہ رہتی ہو، عمیرہ نے ہمیشہ ہمیش باقی رہنے والا توشہ مجھے دیا ہے۔

ہم پر ٹھنڈی شمالی ہوائیں چلیں، اس وقت ہم پر صرف اس کا اور میرا کپڑا تھا۔

اس کے کپڑوں کے لمس کی وجہ سے میرے کپڑوں میں بھی خوشبو بس گئی، اور وہ خوشبو ایک سال تک باقی رہی، یہاں تک کہ کپڑا بوسیدہ ہو گیا، لیکن اس کے باوجود اس کے کپڑوں کی خوشبو اس میں باقی رہی)

(۱۹)

عبداللہ بن زبیری قرشی سہمی

عبداللہ بن زبیری بن قیس بن عدی بن سہم قرشی سہمی۔

عبداللہ قریش کے مشہور شاعر ہیں، مورخین کا کہنا ہے کہ یہ قریش کے سب سے بڑے شاعر تھے، حضور ﷺ اور مسلمانوں کے سخت دشمن تھے۔ اپنی جدوجہد اور اپنے اشعار کے ذریعے وہ مسلمانوں کو تکلیفیں پہنچایا کرتے تھے۔ جنگ بدر کے بعد آس پاس کے قبیلوں اور پورے عرب میں مسلمانوں کے خلاف کفار کو متحد کرنے کی کوششوں میں یہ بھی شریک تھے، اس مہم کی ذمہ داری چار افراد کو سونپی گئی تھی، ان میں عمرو بن عاص اور عبداللہ بن زبیری بھی تھے۔ آس پاس کے قبیلوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے اور برا بیختہ کرنے میں ان کا بڑا رول رہا ہے، جس کے بعد جنگ احدا اور خندق کے واقعات پیش آئے، حضور ﷺ کی بجو میں انہوں نے بہت سے اشعار کہے ہیں، پھر فتح مکہ کے موقع پر انہوں نے اسلام قبول کیا، جب حضور ﷺ نے مکہ فتح کیا تو عبداللہ بن زبیری نجران بھاگ گئے، کیوں کہ ان کو معافی کی امید نہیں تھی، اس پر حسان بن ثابت نے ان کو مندرجہ ذیل شعر میں عار دلایا:

لَا تَعُدْ مَنْ رَجُلًا أَحَلَّكَ بُغْضُهُ نَجْرَانِ فَيُغِيْشَ أَجْدَلِيْمَ
(اس شخص کو حکومت دینا جس کے غصہ نے تم کو نجران جا کر ایسی زندگی زندگی گزارنے پر مجبور کر دیا ہے جو بہت حقیر اور گھٹیا ہے)

یہ شعر سن کر انہوں نے اسلام قبول کیا اور بہت سے بہترین اور عمدہ اشعار میں آپ ﷺ سے معذرت کی، اور بے مثال مدحیہ اشعار کہے، آپ نے ان کی معذرت قبول کی۔ ان میں سے بعض اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

مَنْعَ الرُّقَادِ بَلَابِلُ وَهُمُومُ
مِمَّا تَانِي أَنْ أَحْمَدَ لَا مَنِي
إِنِّي لَمُعْتَذِرٌ إِلَيْكَ مِنَ الَّذِي
أَيَّامَ تَأْمُرُنِي بِأَغْوَى خُطَّةٍ
فَالْيَوْمَ آمَنَ بِالنَّبِيِّ مُحَمَّدٍ
مَضَتْ الْعِدَاوَةُ وَانْقَضَتْ أَسْبَابُهَا
فَاغْفِرْ فِدَى لَكَ وَالِدَايَ كِلَاهُمَا
وَعَلَيْكَ مِنْ سِمَةِ الْمَلِيكِ عَلَامَةٌ
وَاللَّيْلُ مُعْتَلِجٌ وَالرَّوَّاقُ بِهِمْ
فِيهِ فَبْتُ كَأَنِّي مُحْمُومُ
أَسَدَيْتُ إِذْ أَنَا فِي الضَّلَالِ أَهِيْمُ
أَمْرُ الْغَوَاةِ وَأَمْرُهُمْ مَشْوُومُ
قَلْبِي وَمُخْطِئِي هَذِهِ مُحْرُومُ
وَأَتْتُ أَوَاصِرُ بَيْنَنَا وَحُلُومُ
وَارْحَمْ فَإِنَّكَ رَاحِمٌ مَرْحُومُ
نُورٌ أَغْرُ وَخَاتِمٌ مَخْتُومُ

أَعْطَاكَ بَعْدَ مَحَبَّةٍ بُرْهَانَهُ شَرَفًا وَبُرْهَانُ الْإِلَهِ عَظِيمٌ
(اضطراب، پریشانیوں اور غموں نے میری نینداڑادی ہے، حالاں کہ رات تاریک ہو چکی ہے اور ہر طرف اندھیرا چھایا ہوا ہے۔
کیوں کہ مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ احمد نے میری ملامت کی ہے، میں نے رات اس شخص کی طرح کروٹیں
بدلتے ہوئی گزاری، جس کو بخار آگیا ہو۔

میں آپ کے پاس ان تمام چیزوں سے معذرت کرتا ہوں جن کو میں نے اس وقت انجام دیا ہے جب میں گمراہی میں
پڑا ہوا اور حیران تھا۔

ان دنوں مجھے گمراہ لوگ گمراہ منصوبوں پر عمل کرنے کا حکم دیتے تھے اور ان کا حکم منحوس ہے۔
آج میں اللہ کے نبی محمد ﷺ پر دل و جان سے ایمان لے آتا ہوں، اور اس موقع کو گنوانے والا محروم ہے۔
دشمنی ختم ہوگئی، اور اس کے اسباب زائل ہو گئے، اور ہمارے درمیان مضبوط تعلقات قائم ہو گئے۔
میرے والد اور والدہ دونوں آپ پر قربان ہوں، آپ مجھے معاف کر دیجئے اور مجھ پر رحم کیجئے، آپ رحم کرنے والے
ہیں، اور اللہ نے آپ پر اپنی رحمت نازل کی ہے۔

آپ پر دونوں جہانوں کے شہنشاہ کی نشانی ہے، جو بہت ہی تیز نور ہے، اور آپ پر ختم نبوت کی مہر ہے۔
اللہ نے آپ کو محبت کے بعد بطور عزت اپنی دلیل عطا کی ہے، اور اللہ کی دلیل بڑی عظیم ہے)
عمر فروغ نے لکھا ہے: عبداللہ بن زبیری قریش کے معدود چند شعراء میں سے تھے اور مکہ کے
سب سے ماہر شاعر تھے۔ (طبقات ابن سعد ۵۷) ان کے اشعار مدح اور ہجو کی صنف میں زیادہ ہیں اور
بعض حکمت کے بھی اشعار ہیں، ان کے اشعار میں قادر الکلامی اور مٹھاس و سہولت پائی جاتی ہے۔
(تاریخ فروغ ج ۲)

عبداللہ بن زبیری کے مندرجہ ذیل اشعار گاکر پڑھے جاتے تھے:

يَا غَرَابَ الْبَيْنِ، أَسَمِعْتُ فَقُلْ إِنَّمَا تَنْطِقُ شَيْئًا قَدْ فُعِلْ
إِنْ لِلْخَيْرِ وَلِلْشَّرِّ مَدَى لِكَلَاهِذَيْنِ وَقْتُ وَأَجَلْ
كُلُّ بُؤْسٍ وَنَعِيمٍ زَائِلٌ وَبَنَاتُ الدَّهْرِ يَلْعَبْنَ بِكُلِّ
وَالْعَطِيَّاتُ خِسَاسٌ بَيْنَهُمْ وَسَوَاءٌ قَبْرٌ مُثَرٌّ وَمَقْلٌ
(اے برے شگون والے کو! کیا تم نے سنا، سنا ہے تو بتاؤ: تم وہی چیز بتاتے ہو، جو ہو چکی ہے۔
بھلائی اور برائی کا ایک وقت ہوتا ہے، اور دونوں کی ایک مدت مقرر رہتی ہے۔
تنگ حالی اور خوش حالی دونوں ختم ہونے والی ہے اور مصائب زمانہ اور گردش ایام ہر ایک کے ساتھ کھلواڑ کرتے ہیں۔
عطیات لوگوں کے درمیان چلتے پھرتے رہتے ہیں، مالدار اور غریب دونوں کی قبر یکساں ہوتی ہے)
انھوں نے عمر ابن ابور بیعہ کے دادا ابور بیعہ حذیفہ ابن مغیرہ کی مدح میں مندرجہ ذیل اشعار
کہے، ان کو ذوالرحمین کہا جاتا تھا:

أَلَا لِلَّهِ قَوْمٌ وَلَدَتْ أَخْتُ بَنِي سَهْمٍ
هَشَامٌ وَأَبُو عَبْدِ مَنَافٍ مِدْرَةَ الْخَصْمِ

وَذُو الرُّمَحَيْنِ أَشْبَاكَ عَلَى الْقُوَّةِ وَالْحَزْمِ
فَهَذَا يَذُوذَانِ وَذَا مِنْ كَثَبٍ يَرْمِي
أُسُودُ تَزْدَهِي الْأَقْرَا نَ مَنَّا عُونَ لِّلْهَضَمِ
وَهُمْ يَوْمَ عُكَاظٍ مَنَعُوا النَّاسَ مِنَ الْهَزْمِ
(وہ کیا ہی بہترین لوگ ہیں، جن کو بنو سہم کی دختر نے جنا ہے۔

ہشام اور عبد مناف اپنے دشمنوں کی خبر ان کے قبیلوں تک پہنچانے والے ہیں۔
یہ دونوں مقابلہ کر رہے ہیں اور اپنی عزت کی حفاظت کر رہے ہیں اور وہ قریب سے تیر اندازی کر رہا ہے۔
وہ شیر ہیں جو بہادروں کو بھی اپنے سامنے ہلکا اور کمزور پاتے ہیں، وہ ظلم و ستم کو روکنے والے ہیں۔
انھوں نے عکاظ کے دن لوگوں کو شکست سے بچایا)

ابن حجر عسقلانی نے ”الاصابہ“ میں تحریر کیا ہے کہ وہ سب سے بڑے شہری شاعر تھے اور
مسلمانوں کے بڑے سخت دشمن تھے، پھر انہوں نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا۔ (الاصابہ ج ۲ ص ۲۰۰)
مرزبانی نے لکھا ہے کہ ان کی کنیت ابوسعبد ہے، وہ قریش کے شاعر تھے، پھر انھوں نے اسلام
قبول کیا اور نبی کریم ﷺ کی مدح میں اشعار کہے، حضور ﷺ نے ان کو کپڑوں کا ایک جوڑا عطا فرمایا،
اسلام لانے کے بعد عبد اللہ نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

يَا رَسُولَ الْمَلِكِ إِنَّ لِسَانِي رَاتِقٌ مَا فَتَقْتُ إِذْ أَنَا بُورُ
إِذَا جَارَى الشَّيْطَانُ فِي سُنَنِ الْعَدَى وَ مَنْ مَالٍ مَيْلُهُ مَثْبُورُ
آمَنَ اللَّحْمُ وَالْعِظَامُ بِمَا قُلْتُ تَفَنَّفَسِي الْفِدَاءُ وَأَنْتَ النَّذِيرُ
(اللہ کے رسول! میری زبان میری زبان بچٹی ہوئی ہے جس کو ابھی سنا نہیں گیا ہے، جب کہ میں گمراہ اور ہلاک ہونے
والا ہوں۔

میں گمراہی کے راستوں پر شیطان کا ہمسایہ تھا، اور جو کوئی اس کی پیروی کرتا ہے وہ ہلاک اور ضائع ہو جاتا ہے۔
آپ کے دین پر میرے گوشت اور ہڈیوں نے یعنی میں مکمل طور پر ایمان لے آیا، چناں چہ میری جان آپ پر فدا ہے،
آپ اللہ کی طرف سے ڈرانے والے بنا کر بھیجے گئے ہیں)

مراجع:

- (الاصابہ ۲/۸-۱۰۹، الوانی بالوفیات ۱۵/۱۲۲-۱۲۳، تاریخ الأدب العربی عمر فروخ ۲/۳۰۵-۳۰۷، الأغانی ۲۲/۳۰۳،
طبقات الشعراء مج ۳۳، الشعر والشعراء ۲۴۱، فوات الوفيات ۲/۴۲، البیان والتبيين ۱/۷۱، تاریخ الأدب العربی
بروکلیمان ۱/۱۷۱، تاریخ الاسلام عهد خلفاء الراشدین ۶۶۹، تاریخ الأدب العربی بلاشیر ۲/۱۵۰، تھرة أنساب العرب ۱۹۴،
خزانة الأدب ۱/۲۵۸-۲۶۸، ۲/۱۰۱-۱۰۶، خصائص شعر الخضر مین للجوری ۱۱/۶۳، ۲۵۳، ۳۲۶، دیوان الأدب ۳/۲۵۷،
دیوان الشعر العربی ۱/۲۳، رسالۃ الغفران ۱۲۶، سمط اللالی ۲۰، الشعر والشعراء ۴۱۵، الشعر السوء عبدہ بدوی ۶۲، طبقات
فحول الشعراء لابن سلام ۱۷۱، العقد الفرید ۲/۵۶، ۵/۱۹۹، فوات الوفيات ۲/۴۳-۴۴، مجم الشعر العربی لمرزبانی ۲۰۱، شعر
الخضر مین والأ موتین ۱۸۲-۱۸۳) ان کا دیوان مطبوعہ دار الکتب المصریۃ قاہرہ سے شائع ہوا ہے، مرتبہ: عبد العزیز مبینی

(۲۰)

عبدہ ابن طیب تمیمی

عبدہ بن طیب بن عمرو بن علی بن انس بن عبد اللہ بن عبد تمیم بن جشم بن عبد شمس بن سعد بن زید مناۃ بن تمیم۔

عبدہ مشہور شاعر ہیں۔

سیف نے الفتوح میں لکھا ہے کہ جنگ ہرمز میں وہ ثنی بن حارثہ کے ساتھ تھے، اس جنگ میں ان کے کارنامے بہت مشہور ہیں، وہ نعمان بن مقرن کے اس لشکر میں بھی تھے، جس نے مدائن میں ایرانیوں کے خلاف جنگ کی۔

ابوالفرج نے کہا ہے کہ عبدہ مختصر شاعر ہیں، ان کا شمار بہترین شعراء میں ہوتا ہے، ایرانیوں کے خلاف جنگ میں انھوں نے مندرجہ ذیل شعر کہا:

هَلْ حَبْلُ خَوْلَةٍ بَعْدَ الْهَجْرِ مَوْصُولٌ أَمْ أَنْتَ عَنْهَا بَعِيدُ الدَّارِ مَشْغُولٌ
(کیا فراق کے بعد خولہ سے وصال کی امید ہے، یا تم اس سے دور جا کر اس سے مشغول ہو جاؤ گے اور اس کو بھلا دو گے)

اسی قصیدہ میں یہ شعر بھی ہے:

يُقَارِعُونَ رُؤُوسَ الْفُرْسِ صَاحِيَةً مِنْهُمْ فَوَارِسُ لَا عَزْلٌ وَلَا مِيلُ
(وہ ایرانیوں کے سروں کو کھلے عام اڑا دیتے ہیں، ان میں سے ایسے شہسوار ہیں جو ہتھیاروں کے بغیر نہیں ہیں اور وہ بزدل بھی نہیں ہیں، یعنی جن ایرانیوں کی یہ لوگ گردنیں اڑاتے ہیں وہ ہتھیاروں سے لیس ہوتے ہیں اور بڑے جوانمرد اور بہادر ہیں، جو اپنے مد مقابل کے خون کے درپے ہیں)

ابن درید نے ”الاخبار المنشورة“ میں اور ابوالفرج اصبہانی نے ”الاغانی“ میں یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ زبرقان بن بدر، حبل سعدی، عبدہ بن طیب، عمرو بن اہتم اور علقمہ بن عبدہ اسلام لانے سے قبل اور نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے ایک مرتبہ مکہ میں جمع ہوئے، اس موقع پر انھوں نے اپنی اونٹنیاں ذبح کی اور ایک اونٹنی سے شراب خریدی، گوشت سینکھ کر کھانے لگے اور شراب پینے لگے، ان میں سے کسی نے کہا: اگر ہم اپنے بہترین اشعار سنائیں تو کیا ہی اچھا ہو اور ہم اپنے پاس سب سے پہلے آنے والے شخص

کو حکم بنائیں، سب سے پہلے ربیعہ بن حذاریر بوئی آئے، ان کو دیکھ کر سب خوش ہوئے اور ان کو حکم بنایا، انھوں نے کہا کہ مجھے خوف ہے کہ میرے فیصلے سے تم ناراض ہو جاؤ گے۔ سبھوں نے ان کو یقین دلایا کہ وہ ناراض نہیں ہوں گے، چنانچہ ربیعہ نے ان سے کہا: جہاں تک عمرو کے شعر کا تعلق ہے، ان کے اشعار یمنی چادروں کے مانند ہیں، جن کو جب چاہے پھیلا یا جاتا ہے اور جب چاہے تہہ کیا جاتا ہے، جہاں تک زبرقان کا تعلق ہے، ان کی مثال اس آدمی کی سی ہے جو اونٹوں کے پاس آئے اور ان میں سے بہترین اونٹوں کو لے پھر بعد میں اس میں دوسرے اونٹ بھی ملائے، جہاں تک خبیل کا تعلق ہے، وہ آگ کی چنگاریاں ہیں، جن کو اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے گرا دیتا ہے، جہاں تک علقمہ کا تعلق ہے، وہ مضبوط بندھے ہوئے توشہ دان کی طرح ہیں جس سے کوئی چیز نہیں گرتی۔

مرزبانی نے لکھا ہے کہ عہدہ کالے تھے اور قبیلہ ریاب کے چوروں میں سے تھے۔
عہدہ مخضرم شاعر ہیں، جب قیس بن عاصم منقری یمنی کا انتقال ہوا تو عہدہ نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

عَلَيْكَ سَلَامُ اللَّهِ قَيْسَ بْنَ عَاصِمٍ وَرَحْمَتُهُ مَا شَاءَ أَنْ يَتَرَحَّمَا
تَحِيَّةً مِنْ أَوْلِيَّتِهِ لَكَ نِعْمَةً إِذَا زَارَ عَنْ شَحْطِ بِلَادِكَ سَلَمًا
(اے قیس ابن عاصم! آپ پر اللہ کی سلامتی ہو اور اللہ جتنی رحمت برسانا چاہے اتنی رحمت آپ پر برسائے۔
اس کی طرف سے ترجیحی طور پر سلام تمہارے لیے نعت ہے، جب اس نے قریب سے تمہاری قبر کی زیارت کی تو سلام کیا)

اس مرثیہ میں یہ شعر بھی ہے:

وَمَا كَانَ قَيْسٌ هَلَكُهُ هَلَكٌ وَاحِدٍ وَلَكِنْ بُنِيَانُ قَوْمٍ تَهْدَمَا
(قیس کی ہلاکت کسی ایک فرد کی ہلاکت اور موت نہیں ہے، بلکہ اس کی موت سے پوری قوم کی عمارت ڈھ گئی ہے)
ابو عمرو بن علاء کہتے ہیں کہ یہ مرثیہ کا سب سے بہترین شعر ہے۔

ابن الاعرابی نے کہا ہے کہ عہدہ جب عمر رسیدہ ہو گئے تو اپنے لڑکوں کو جمع کیا اور اپنا قصیدہ سنایا، اس میں انھوں نے اپنے لڑکوں کو وصیت کی ہے، وہ کہتے ہیں:

وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِأَنَّ قَضْرِي حُفْرَةٌ غَبْرَاءُ يَحْمِلُنِي إِلَيْهَا شَرَجُ
فَبَكَتْ بَنَاتِي شَجَوَهْنَ وَزَوَّجَتْنِي وَالْأَقْرَبُونَ إِلَيَّ ثُمَّ تَصَدَّعُوا
وَتَرَكْتُ فِي غَبْرَاءٍ يَكْرَهُ وَرَدَّهَا تُسْفِي عَلَى الرِّيحِ حِينَ أُودَعُ
(میں نے یہ بات جان لی ہے کہ میرا معاملہ انجام کا رغبار آلود قبر ہے، جہاں مجھے جنازہ میں اٹھا کر لے جایا جائے گا۔
میری موت پر غم میں میری بیٹیاں اور میری بیوی اور قریبی رشتے دار رو پڑے پھر وہ منتشر ہو گئے۔
اور مجھے قبر میں چھوڑ دیا جائے گا، وہاں جانے کو ہر شخص ناپسند کرتا ہے، جب مجھے دفن کر دیا جائے گا تو ہوائیں مجھ پر مٹی ڈالیں گی)

مرزبانی نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ، عبدہ کے اشعار پسند کرتے تھے۔
 خالد بن صفوان سے کہا گیا کہ عبدہ کے ہجو کے اشعار عمدہ نہیں ہیں، انھوں نے کہا: یہ بات
 نہیں ہے، بلکہ وہ ہجو کو ناپسند کرتے تھے۔

مراجع:

(الاصابة ۳/۱۰۰-۱۰۱، الأعلام ۲/۱۷۲، الأغاني ۱۰/۲۳۲، البدایة والنہایة ۷/۱۷، البیان والتبيين ۲/۲۵۳، خصائص شعر
 الخضر میں ۲۵۰، اشعر واشعر ۳۱/۷، الضائع ۹۷، العقد الفرید ۲۸۶، عیون الأخبار ۱/۲۸۷، وفيات الأعیان ۱/۱۸۳-۱۸۴، مجمع الشعراء
 الخضر میں والأموئین ۲۶۹-۲۷۰) آپ کا دیوان بغداد سے ۱۹۷۱ء کو شائع ہوا ہے جس پر سخی جوری نے تحقیقی کام کیا ہے اور احمد ناظم
 زغبی نے ”الشاعر عبدہ بن الطیب“ کے عنوان سے ایم اے عربی کے لیے لبنان یونیورسٹی بیروت سے تحقیقی مقالہ تحریر کیا ہے۔

(۲۱)

عروہ بن حزم عذری

عروہ بن حزم بن مہاصر بن عبد عذری۔

بچپن میں ہی ان کے والد کا انتقال ہو گیا، ان کے چچا مالک بن مہاصر نے ان کی پرورش کی، ان کی ایک چچا زاد بہن عفراء تھی، عروہ کی پرورش اس کے ساتھ ہی ہوئی تھی، اسی دوران دونوں کو ایک دوسرے سے محبت ہو گئی۔ عروہ نے عفراء کے ساتھ شادی کرنے کا ارادہ کیا، لیکن عفراء کی ماں راضی نہیں ہوئی، کیوں کہ عروہ غریب اور تنگ دست تھے، ان کے پاس مال و دولت نہیں تھی، عروہ کچھ مال طلب کرنے کے لئے اپنے دوسرے چچا کے پاس سفر کر کے گئے، جو ملک ایران کے ایک شہر میں رہتے تھے، اتفاق یہ ہوا کہ عفراء کے گھر میں بنو امیہ کے ایک مالدار شخص کی آمد ہوئی، جس کا تعلق بلقاء شہر سے تھا، اس نے عفراء کے ساتھ شادی کی، مالک ابن مہاصر نے عروہ کا صدمہ کم کرنے کی غرض سے ایک ترکیب نکالی، وہ ایک پرانی قبر کے پاس گئے اور اس کی تجدید کی، تاکہ عروہ یہ سمجھے کہ یہ عفراء کی قبر ہے۔ اور اس کے جانے کے بعد اس کا انتقال ہو گیا تاکہ عروہ کا غم ہلکا ہو۔ عروہ جلد ہی واپس لوٹے، ان کو حقیقت حال کا علم ہوا، ان سے رہا نہیں گیا۔ انہوں نے اپنے گھر والوں کے ساتھ بلقاء کا سفر کیا، عفراء کے شوہر کو عروہ کے آنے کی اطلاع ملی تو اپنے گھر بطور مہمان اترنے کی دعوت دی اور عفراء سے ملنے کے لئے کہا، الشعر والشعراء (ص ۳۹۷) میں لکھا ہے کہ عفراء کے شوہر نے عروہ کو اپنے گھر مہمان بنایا اور اس کو عفراء کے ملاقات کی اجازت دی، پھر یہ پیشکش کی کہ وہ عفراء کو طلاق دے گا، پھر وہ جب چاہے اس کے ساتھ شادی کرے، لیکن عروہ نے یہ تجویز قبول نہیں کی۔ البتہ انہوں نے اس کی عزت اور احترام کرتے ہوئے مہمانی قبول کی اور اپنے ملک واپس ہو گئے، لیکن مدینہ پہنچنے سے پہلے ان کا انتقال ہو گیا۔ یہ واقعہ سن ۳۰ھ مطابق ۶۵۰ء کا ہے۔

بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ عفراء کا گزر عروہ کی قبر کے پاس سے ہوا تو وہاں اتر کر رونے اور واویلا کرنے لگی، یہاں تک کہ وہیں اس کا انتقال ہو گیا۔

عروہ بن حزام کم گو شاعر ہیں، لیکن وہ اپنے ایک قصیدے کی وجہ سے بہت مشہور ہوئے، جس کو انہوں نے عفراء کے سلسلے میں کہا تھا، اس قصیدہ کے الفاظ فصیح ہیں اور ترکیب سہل ہے، تعبیر میں مٹھاس

ہے اور جوش مارتا جذبہ ہے، عروہ بن حزام کے مشہور قصیدے کا مطلع ہے:
 خَلِيلِي مِنْ غُلِيَا هَلَالِ بْنِ عَامِرٍ بِصَنْعَاءَ غُوجَا الْيَوْمَ فَانْتَظِرَانِي
 (بنو ہلال ابن امیہ کے بالائی حصے کے میرے دوست! جو علاقہ یمن کے پایہ تخت صنعاء میں ہے، آج تم آؤ اور میرا
 انتظار کرو)

عروہ نے اس قصیدے میں اپنے سوزشِ قلب کو بیان کیا ہے، اور اپنے چچا کی بہو کی ہے اور
 عفراء سے شکایت کی ہے، وہ کہتے ہیں:

أَفِي كُلِّ يَوْمٍ أَنْتَ رَامَ بِلَادَهَا
 أَلَا فَاحْمِلَانِي، بَارَكَ اللَّهُ فِيكُمَا،
 أَلَمَّا عَلَى عَفْرَاءٍ إِنَّكُمْ غَدَا
 أَغْرَكُمْ مِنبَى قَمِيصٍ لِبِسْتُهُ
 مَتَى تَرْفَعَا عَنِّي الْقَمِيصَ تَبِينَا
 وَتَعْرِفَا لَحْمًا قَلِيلًا وَأَعْظَمًا
 عَلَى كَبْدِي مِنْ حُبِّ عَفْرَاءٍ قَرَحَتْ
 يَقُولُ لِي الْأَصْحَابُ، إِذْ يَعْدِلُونَنِي:
 وَلَيْسَ يَمَانٍ لِلْعِرَاقِ بِصَاحِبٍ
 تَحَمَّلْتُ مِنْ عَفْرَاءٍ مَا لَيْسَ لِي بِهِ
 كَأَنَّ قِطَاعَةً عُلِقَتْ بِجَنَاحِهَا
 تُكَنِّفُنِي الْوَاشُونَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ
 فَيَأْتِيَتْ مَحْيَانَا جَمِيعًا، وَلَيْتَنَا
 قَوْلَ اللَّهِ مَا حَدَّثْتُ سِرَّكَ صَاحِبًا
 تَحَمَّلْتُ زَفَرَاتِ الضُّحَى فَاطْقَتْهَا
 بَعَيْنَيْنِ إِنْسَانَاهُمَا عَرَقَانِ؟
 إِلَى حَاضِرِ الرُّوحَاءِ ثُمَّ دَعَانِي
 بِشَحْطِ النَّوَى وَالْبَيْنِ مُعْتَرِفَانِ
 جَدِيدٌ وَبُرْدٌ يُمْنَةٌ زَهْيَانِ!
 بِي الضُّرُّ مِنْ عَفْرَاءٍ يَافِتِيَانِ
 رِقَاقًا وَقَلْبًا دَائِمَ الْخَفَقَانِ
 وَعَيْنَايَ مِنْ وَجْدٍ بِهَا تَكْفَانِ
 أَشَوْقُ عِرَاقِي وَأَنْتَ يَمَانِي؟
 عَسَى فِي ضُرُوفِ الدَّهْرِ يَلْتَقِيَانِ
 وَلَا لِلْجِبَالِ الرَّاسِيَاتِ، يَدَانِ
 عَلَى كَبْدِي مِنْ شِدَّةِ الْخَفَقَانِ
 وَلَوْ كَانَ وَاشٍ وَاحِدٌ لَكَفَانِي
 إِذَا نَحْنُ مَتْنًا ضَمْنَا كَفَنَانِ
 أَخَالِي، وَلَا فَاهَتْ بِهِ الشَّفَتَانِ
 وَمَالِي بِزَفَرَاتِ الْعَشِيِّ يَدَانِ
 (کیا ہر دن تم آنسوؤں سے بھری آنکھوں کے ساتھ اس کے ملک کا قصد کرتے ہو۔
 میرے دوست! مجھے اٹھا کر مقامِ روحاء لے چلو، پھر مجھے وہاں چھوڑ دو، اللہ تمہاری عمر میں برکت عطا فرمائے۔
 عفراء کی تھوڑی دیر زیارت کرو، تم کو دوسرے دن فراق اور جدائی کی دوری کا اعتراف ہو جائے گا۔
 تم سمجھ رہے ہو کہ مجھے کوئی غم نہیں ہے، کیوں کہ تم کو یہ بات دھوکے میں ڈالی ہوئی ہے کہ میں نے نئی قمیص پہنی ہے اور
 میرے جسم پر عمدہ یمنی چادر ہے۔
 جب تم میرے جسم سے قمیص ہٹا کر دیکھو گے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ عفراء کی جدائی کی کتنی تکلیف ہے، اے
 میرے دوستو!
 تمہیں کم گوشت، باریک ہڈیاں اور ہر وقت دھڑکتا ہوا دل ملے گا۔

عفراء کی محبت کا میرے جگر پر گہرا زخم ہے اور اس کی محبت کی وجہ سے میری آنکھیں مسلسل آنسو بہا رہی ہیں۔ میرے ساتھی مجھ سے کہتے ہیں جب وہ میری ملامت کرتے ہیں: عراق کا شوق ہے اور تم یمن میں ہو؟ یعنی تمہاری محبوبہ عراق میں رہتی ہے اور تم یمن میں؟ اتنی دوری کیسے پٹ سکتی ہے اور تمہاری ملاقات کیسے ہو سکتی ہے؟ یمن میں رہنے والا عراق کے باشندے کا دوست نہیں ہو سکتا، شاید ہی گردشِ زمانہ کی کرم فرمائی سے دونوں کی ملاقات ہو جائے۔

عفراء کی طرف سے ایسی مصیبتوں کو برداشت کرنا پڑ رہا ہے جو میرے بس کی نہیں ہیں، اور نہ مضبوط پہاڑوں کے بس میں ان مصیبتوں کو برداشت کرنے کی سکت ہے۔ میرا دل اتنی تیزی کے ساتھ دھڑک رہا ہے کہ ایسا لگ رہا ہے کہ تیر کے پر میرے دل پر لگا دیے گئے ہیں اور وہ تیز رفتاری کے ساتھ دوڑ رہا ہے۔

چغل خور ہر طرف سے مجھے گھیرے ہوئے ہیں، اگر ایک چغل خور ہی ہوتا تب بھی میری ہلاکت کے لیے کافی تھا۔ کاش ہم دونوں ایک ساتھ زندگی گزارتے، اور جب موت آتی تو ایک ساتھ ہی آتی اور ایک ہی کپڑے میں ہم کو کفن دیا جاتا۔

اللہ کی قسم! میں نے تمہارا راز اپنے کسی خاص دوست کو بھی بتایا ہے، بلکہ منہ سے یہ راز کبھی نکلا ہی نہیں ہے۔ دن کی آہوں کو میں نے برداشت کیا اور مجھ میں ان کو برداشت کرنے کی طاقت بھی ہے، لیکن رات کی آہوں کا میں کیا کروں؟ وہ میرے برداشت سے باہر ہے)

مراجع:

(تاریخ عمر فروخ ۲/ ۲۹۸-۳۰۱، الامام ۴/ ۲۲۶، الاغانی، البدایہ والنہایہ ۷/ ۲۳۲، تاریخ الادب العربی بروکلمان ۱/ ۲۰۱، تاریخ الادب العربی بلاشیر ۲/ ۱۳۲، تاریخ الادب العربی نالینو ۱۳۸، تمہرۃ انساب العرب ۴۴۹، خزائن الادب ۷/ ۲۷۲-۲۷۳، سبط الکابی ۳۰۰، ۹۵۰، الشعر والشعراء ۶۲۶-۶۳۱، العقد الفرید ۲/ ۹۵، فوات الوفیات ۲/ ۴۴۷-۴۵۰، معجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۱۶۴، وفیات الاعیان ۱/ ۵۳۳، معجم الشعراء اخضر مین والا موبین ۲۸۹-۲۹۰) آپ کا دیوان مجلیۃ کلیۃ الآداب میں شمارہ ۴ سال ۱۹۶۱ء میں شائع ہوا ہے جس پر ابراہیم سامرائی اور احمد مطلوب نے تحقیق کی ہے، اور انطوان قوال کا تحقیق کردہ دیوان دار الجبل بیروت سے ۱۹۹۵ء کو شائع ہوا ہے۔

(۲۲)

عمر و ابن معدی کرب زبیدی

عمر و ابن معدی کرب ابن عبد اللہ ابن عمرو ابن زبید ابن مذحج زبیدی۔
ان کا تعلق ملک یمن سے ہے، ان کی بہن ریحانہ صمہ بن حارث کی بیوی تھی، جن سے دو اولاد
درید اور عبد اللہ پیدا ہوئے، اس طرح مشہور شاعر درید ابن صمہ ان کے بھانجے ہیں، اور وہ زبرقان ابن
بدر تمیمی کے خالہ زاد بھائی ہیں۔

عمر و ابن معدی کرب کی پیدائش تقریباً ہجرت سے ۵۷ سال قبل ۵۴۷ء کو ہوئی، وہ شہسوار،
بہادر اور طاقت ور تھے، انھوں نے زمانہ جاہلیت میں بہت سی جنگوں میں شرکت کی اور بے مثال
کارنامے انجام دیے، یہاں تک کہ جنگ، بہادری اور اقدام میں ان کی مثال دی جانے لگی۔

۹ھ مطابق ۶۳۱ء کو عمر و ابن معدی کرب اپنی قوم بنو زبید کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے
اور اپنی پوری قوم کے ساتھ مسلمان ہو گئے، پھر ایک مدت تک مدینہ میں رہے، جب نبی کریم ﷺ کا
انتقال ہو گیا تو اسود غنسی کے ساتھ یمن میں مرتد ہو گئے، ان کو گرفتار کیا گیا اور ابوبکر کی خدمت میں پیش
کیا گیا، ابوبکر نے ان کو رہا کر دیا تو وہ دوبارہ اسلام میں داخل ہوئے اور مطیع و فرمانبردار بن کر رہے، اور
عراق کی فتوحات میں شریک ہوئے اور جنگ قادسیہ میں نمایاں کارنامے انجام دیے، انھوں نے جنگ
یرموک میں بھی شرکت کی، پھر وہ ایران کے خلاف جنگ میں شریک ہوئے اور جنگ نہاوند میں ۲۱ھ
مطابق ۶۴۳ء کو شہید ہو گئے، ان کی قبر قم اور ری کے درمیان ایک جگہ اسفیز ہان میں ہے۔

عمر و ابن معدی کرب مشہور مخضرم شاعر ہیں، ان سے بہت کم اشعار منقول ہیں، یہ خطیب بھی
تھے، ان کی شاعری حماسہ، فخر، ہجو اور ادب پر مشتمل ہے، بعض غزلیہ اشعار بھی ملتے ہیں، ان کی شاعری
قطعات میں ہے۔

واقدی نے روایت کیا ہے کہ قادسیہ کی جنگ میں عمر و ابن معدی کرب نے تنہا ہی دشمنوں پر
حملہ کیا اور دشمنوں کو مارنے لگے، پھر دوسرے مسلمان آ کر ان کے ساتھ مل گئے، اس وقت تک دشمن
عمر و کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے تھے، اور وہ تلوار سے ان کا مقابلہ کر رہے تھے، اس سلسلے میں ابوعمر و

شیبانی نے عمرو ابن معدی کرب کے مندرجہ ذیل اشعار نقل کیے ہیں:

وَالْقَادِسیَّةُ حَیْنَ زَا حَمَ رُسْتُمْ كُنَّا الْکَمَامَةَ نَهْزُ کَالسُّلْطَانِ
وَمَضَى رِبِيعٌ بِالْجُنُودِ مُشْرِقًا یَنْوِی الْجِهَادَ وَطَاعَةَ الرَّحْمَانِ
(اور جنگِ قادسیہ میں جب رستم نے حملہ کیا تو ہم اس جنگ کے پیش قدمی کرنے والے بہادر تھے اور ہم بادشاہوں کی طرح حملہ کر رہے تھے۔

ربیع جہاد اور رحمان کی اطاعت کی نیت کے ساتھ لشکر لے کر مشرق کی طرف چل پڑے)

ان کے اشعار بڑے عمدہ ہوتے ہیں، ان کے بہترین اشعار میں ایک قصیدہ ہے جس کا مطلع ہے:
أَمِنْ رِبْحَانَةَ الدَّاعِي السَّمِيعِ یُورِّقُنِی وَأَصْحَابِی هُجُوعُ
(کیا ریحانہ کی طرف سے پکارنے والا اور سننے والا میری نیند اچاٹ کر رہا ہے جب کہ میرے سب ساتھی سو رہے ہیں)

اسی میں یہ شعر بھی ہے:

إِذَا لَمْ تَسْتَطِيعْ شَيْئًا فَدَعُهُ وَجَاوِزُهُ إِلَى مَا تَسْتَطِيعُ
(اگر تم میں کوئی کام کرنے کی طاقت نہیں ہے تو اس کو چھوڑ دو اور وہ کام کرو جس کو تم کر سکتے ہو)

انھوں نے قیس ابن مکشوح کے سلسلے میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

أَعَاذِلْ عُذَّتِی بَدْنِی وَرُمَحِی وَكُلُّ مُقْلِصٍ سَلِيسِ الْقِيَادِ
أَعَاذِلْ إِنَّمَا أَفْنِی شَبَابِی إِبَابَتِی الصَّرْبُخَ إِلَى الْمُنَادِی
وَيَبْقَى بَعْدَ حُلْمِ الْقَوْمِ حُلْمِی وَيَفْنِی قَبْلَ زَادِ الْقَوْمِ زَادِی
تَمَنِّی أَنْ یُلَاقِیَنِی قِیْسٌ وَدَدْتُ وَأَيْنَمَا مِیْنِی وَدَادِی
فَمَنْ ذَا عَاذِرٍ مِنْ ذِی سَفَاهٍ یُرَوِّدُ بِنَفْسِهِ مِنَ الْمُرَادِی
أُرِيدُ حَیَاتِهِ وَیُرِيدُ قَتْلِی عَذِیرُکَ مِنْ خَلِیلِکَ مِنْ مُرَادِی
(اے میری ملامت کرنے والے! میری تیاری میرا جسم اور میرا نیزہ ہے، اور ہر لمبی ناگوں اور کسے ہوئے پیٹ والا گھوڑا

تا بعد ار ہے

اے میری ملامت کرنے والے! میری جوانی کو میری اس عادت نے ختم کر دیا کہ میں دہائی دینے والے کی آواز پر لبیک کہتا ہوں اور اس کی مدد کے لیے پہنچ جاتا ہوں۔

جب پوری قوم کی بردباری ختم ہو جاتی ہے تو میری بردباری باقی رہتی ہے، اور قوم کا توشہ ختم ہونے سے پہلے میرا توشہ ختم ہو جاتا ہے۔

قیس کی تمنا ہے کہ مجھے تکلیف پہنچے، میری خواہش ہے کہ جہاں تک ہو سکے میں اپنی طرف سے پیار دوں۔ میں اس کی زندگی چاہتا ہوں اور وہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے، قبیلہ مراد کے اپنے دوست کو معذور سمجھو)

جرم اور نہد قضا کے دو خاندان تھے، دونوں کا علاقہ یمن میں تھا، دونوں کے درمیان اختلاف

ہوا اور جنگ شروع ہوئی، پھر بنو جرم نے زبید کے ساتھ دوستی اور معاہدہ کیا، ایک جنگ میں بنو زبید کو شکست ہوئی تو بنو جرم نے ان کا ساتھ نہیں دیا اور معاہدہ کا پاس نہیں کیا، اس پر معدی کرب نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

لَحَا اللَّهُ جَرْمًا كُلَّمَا ذَرَّ شَارِقٌ : وَجُوهَ كِلَابٍ هَارَشَتْ فَارْبَارَتْ
ظَلِلْتُ كَأَنِّي لِلرَّمَا حِ دَرِيْعَةٌ : أَقَاتِلْ عَنْ أَبْنَاءِ جَرْمٍ وَفَرَّتْ
فَلَمْ تُغْنِ جَرْمٌ نَهْدَهَا إِذْ تَلَاَقَيْنَا : وَلَكِنْ جَرْمًا فِي اللَّقَاءِ ابْدَعَرَتْ
فَلَوْ أَنَّ قَوْمِي أَنْطَقْتَنِي رَمَاحُهُمْ : نَطَقْتُ، وَلَكِنَّ الرَّمَا حِ أَجَرَتْ
(اللہ تعالیٰ قبیلہ جرم پر لعنت کرے جب بھی کوئی ستارہ طلوع ہو، جرم والے آپس میں کتوں کی طرح لڑے یعنی دور ہی سے ایک دوسرے پر بھونکتے رہے اور ان کے بال خوف کی وجہ سے کھڑے ہو گئے۔

میری حالت اس طرح ہو گئی کہ گویا میں نیزوں کا ہدف اور نشانہ ہوں، میں جرم والوں کی طرف سے جنگ کر رہا ہوں اور وہ بھاگ رہے ہیں۔

جب قبیلہ ہمد کے ساتھ ان کی جنگ ہو گئی تو وہ شکست کھا گئے، لیکن قبیلہ جرم جنگ میں منتشر ہو گیا۔ اگر میری قوم کے نیزے اپنی مدح کے لیے میری زبان کھولتے تو میں ان کی مدح کرتا، لیکن ان کے نیزوں نے میری زبان پر تالا ڈال دیا ہے، یعنی انھوں نے جنگ میں میرا ساتھ دینے کے بجائے میرا ساتھ چھوڑ دیا) ان اشعار کے بعد قبیلہ جرم اور ہمد کو جنگ کی دھمکی دیتے ہوئے کہتے ہیں:

لَيْسَ الْجَمَالُ بِمُنْزَرٍ : فَأَعْلَمُ، وَإِنْ رُدِّيتَ بُرْدًا
إِنَّ الْجَمَالَ مَعَادِنُ : وَمَنْاقِبُ أَوْرَثَنَ مَجْدًا
أَعْدَدْتُ لِلْحَدَثَانِ سَا : بَعَّةً، وَعَدَاءً عَلَنَدَى
نَهْدًا وَذَا شَطَبٍ يَقْدُ : أَلْبِيْضَ وَالْأَبْدَانَ قَدًّا
وَعَلِمْتُ أَنِّي يَوْمَذَا : كَ مُنَازِلٍ كَعْبًا وَنَهْدًا
قَوْمٌ إِذَا لَبَسُوا الْحَ : يُدْ تَنْمَرُوا حَلَقًا وَقَدًّا
كُلُّ أَمْرٍ يَجْرِي إِلَى : يَوْمِ الْهَيَّاجِ بِمَا اسْتَعَدَّا
هُمْ يُنْذِرُونَ دَمِي، وَأُنْذِرُ : إِنَّ لِقَيْتَ بَأَنَّ أَشَدًّا
كَمْ مِنْ أَخٍ لِي صَالِحٍ : بَوَاتُهُ بِيَدِي لِحَدًّا
مَا إِنْ جَزَعْتُ وَلَا هَلَعْتُ : وَلَا يَرُدُّ بَكَايَ زَنْدًا
أَلْبَسْتُهُ أَثْوَابَهُ : وَخَلَقْتُ يَوْمَ خُلِقْتُ جَلْدًا
أَغْنِي عَنْ أَلْبَاسِ الْذَاهِبِ : نَ أَعْدُّ لِلْأَعْدَاءِ عِدًّا
ذَهَبَ الْذِينَ أَحْبَبُهُمْ : وَبَقِيْتُ مِثْلَ السَّيْفِ فَرْدًا
(یہ بات جان لو کہ ازار میں خوبصورتی نہیں ہے، چاہے تمہیں بہترین چادر پہنائی جائے۔

خوبصورتی خاندانی صفات اور خوبیوں میں ہے جن سے شرافت اور عزت ملتی ہے۔
میں نے حوادثِ زمانہ کے لیے لمبی زرہوں کو تیار کر لیا ہے اور تیز رفتار گھوڑا پال رکھا ہے جو بڑا غصہ ور ہے۔
جس کا سینہ اونچا ہے، اور تلوار خریدی ہے جو خنجر اور جسموں کو کلکڑے کلکڑے کر دیتی ہے۔
اور میں نے جان لیا کہ میں اس دن قبیلہ کعب اور نہد کے خلاف جنگ میں اترنے والا ہوں۔
وہ ایسے لوگ ہیں کہ جب وہ دگنی بنائی کی زرہ پہنتے ہیں تو چیتے بن جاتے ہیں، یعنی وہ چیتوں کی طرح اپنی دشمنی ظاہر کرتے ہیں
ہر شخص اپنی تیاری کے ساتھ جنگ کے میدان کی طرف دوڑتا ہے۔
وہ میرے قتل کے درپے ہیں، اور میں اس بات کا درپے ہوں کہ اگر میں ان کے کسی سردار کو دیکھوں تو سخت حملہ کروں۔

کتنے ہی میرے مخلص اور نیک دوست ہیں جن کو میں نے اپنے ہاتھوں سے دفن کیا ہے۔
میں نے خوف محسوس نہیں کیا اور میں نے اپنا قابو نہیں کھویا، اور میرا رونا کچھ بھی واپس نہیں کرے گا۔
میں نے اس کو کفن پہنایا، جس دن میری پیدائش ہوئی ہے، مجھے سخت پیدا کیا گیا ہے۔
مرنے والے کی بے نیازی کی طرح میں بے نیاز ہو جاتا ہوں اور دشمن کے لیے مکمل تیاری کرتا ہوں۔
وہ لوگ چلے گئے جن سے مجھے محبت ہے، اور میں تلوار کی طرح اکیلا بن گیا)

مراجع:

(۱) الاصابۃ ۱۸/۳، تاریخ عمر فروخ ۲۵۵-۲۵۸، معجم الشعراء الخضر مین والا موتین ۳۳۸-۳۴۰، اسد الغابۃ ۲۷۳-۲۷۵،
الاعلام ۸۶/۵، الاغانی، الامالی للقتالی ۱۱۴۴/۳-۱۱۴۷، البدایہ والنہایہ ۳۱۹/۲، البیان والتبیین ۲۴۱/۱، تاریخ الادب العربی
بروکلماں ۱۳۰/۱، تاریخ الادب العربی بلاشیر ۱۰۹/۲، تاریخ الادب العربی زیدان ۱/۱۴۷، تاریخ الادب العربی نالینوا ۱۱۱، خزائنہ الادب،
دیوان الشعر العربی ۱/۱۸۹، سبط الملائکی ۶۳، الشعر والشعراء ۳۷۹، الطبقات الکبریٰ ۳۸۳/۵، العقد الفرید، المؤتلف والمختلف
للکمدی ۱۵۶-۱۵۷، معجم الشعراء مرزبانی ۲۰۸، معجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۱۹۵-۱۹۶، وفیات الاعیان (آپ کا دیوان بغداد سے ۱۹۷۰ء کو
شائع ہوا ہے جس پر ہاشم طعان نے تحقیق کیا ہے، اور مطاع طرابلسی کا تحقیق کردہ دیوان مجمع اللغة العربیہ دمشق سے ۱۹۷۲ء کو شائع
ہوا ہے، اس کے علاوہ دوسرے بہت سے افراد نے ان پر تحقیقی کام کیا ہے۔

(۲۳)

سوید بن ابوکاہل یشکری

سوید بن ابوکاہل (ان کا نام عطیف ہے) بن حارثہ بن حسل بن مالک بن سعد بن عدی بن جشم بن ذبیان بن کنانہ بن یشکر یشکری۔

ایک قول یہ ہے کہ ان کا تعلق قبیلہ وائل سے ہے، کنیت ابوسعید ہے، اسی کے سلسلے میں وہ کہتے ہیں:
 اَنَا أَبُو سَعْدٍ إِذَا اللَّيْلُ ذَجَا تَخَالُّهُ فِي سَوَادِهِ أَزِيدَا
 (میں ابوسعید ہوں، جب رات آتی ہے تو تم اس کو تاریکی میں اور زیادہ تاریک سمجھو گے)
 ابن حبیب نے کہا ہے کہ سوید مخضرم شاعر ہیں۔

مرزبانی نے کہا ہے کہ سوید مخضرم شاعر ہیں، ان کی کنیت ابوسعید ہے، انھوں نے ایک لمبا عرصہ زمانہ جاہلیت میں گزارا، عرب ان کے قصیدہ عینیہ کو پتیمیہ کہا کرتے تھے، کیوں کہ یہ قصیدہ امثال پر مشتمل ہے، عہد اسلامی میں بھی ان کو طویل عمر ملی اور وہ حجاج کے زمانے تک زندہ رہے۔

ان کے چند اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

رُبَّ مَنْ أَنْصَجَتْ غَيْظًا صَدْرُهُ قَدْ تَمَنَّى لِي مَوْتًا لَمْ يُطْعْ
 مَزِيدٌ يَخْطُرُ مَا لَمْ يُرِنِي فَإِذَا أَسْمَعْتُهُ صَوْتِي انْقَطَعَ
 (بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کا سینہ غصے کی وجہ سے پھٹ گیا، انھوں نے خواہش کی کہ میں مر جاؤں، لیکن ان کی خواہش پوری نہیں ہوئی۔

اس سے بھی بڑھ کر باتیں ان کے دلوں میں آتی ہیں جو مجھے معلوم نہیں ہیں، لیکن جب میں اپنی آواز سنا تا ہوں تو ان کے خیالات ٹوٹ جاتے ہیں)

محمد بن سلام نجی نے طبقات الشعراء میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔

حرمازی نے کہا ہے کہ سوید بن ابوکاہل نے بنو شیبان کے ایک خاندان کی جھوکی، اس وقت کوفہ کے گورنر عامر بن مسعود نجی تھے، چنانچہ انھوں نے سوید کے خلاف مقدمہ دائر کیا، گورنر نے اس جرم میں ان کو گرفتار کیا، اور تھوڑے دنوں کے بعد ان کو قید سے رہا کیا اور ان سے قسم لی کہ وہ دوبارہ جھو نہیں کریں گے، اسی پر انھوں نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

يَكْفُ لِسَانِي عَامِرٌ وَكَانَنِي
بُلَيْثُ لِسَانًا فِيهِ صَابٌ وَعَلَقَمُ
أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنِّي سَوِيدٌ وَأَنَّنِي
إِذَا لَمْ أَجِدْ مُسْتَاخِرًا اتَّقَدَّمُ
(عامر میری زبان پر پابندی لگا رہے ہیں، گویا کہ مجھے ایسی زبان عطا ہوئی ہے جس میں صاب اور علقم (دو کڑوے پھل) ہیں۔

کیا تم نہیں جانتے کہ میں سوید ہوں، اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ جب میں کسی کو پیچھے ہٹنے والا نہیں دیکھتا ہوں تو میں آگے بڑھتا ہوں، یعنی جب سب اپنی اسی ضد پر رہتے ہیں کہ آگے ہی بڑھیں گے تو میں سب سے آگے جاتا ہوں)

یہ سن ۶۰ ہجری کے بعد کا واقعہ ہے۔

ان کے والد بھی شاعر تھے، سوید ہجو گو شاعر تھے۔

سوید نے بنو شیبان کے پڑوس میں سکونت اختیار کی، لیکن انھوں نے سوید کے ساتھ برا سلوک کیا تو وہ ان کو چھوڑ کر دوسری جگہ منتقل ہو گئے اور ان کی ہجو کی، اسی طرح سوید نے زیاد انجم کی بھی ہجو کی۔

سوید مختصر شاعر ہیں اور شاعری میں ان کو بڑا مقام حاصل ہے، کبھی کبھی وہ غریب الفاظ استعمال کرتے ہیں، لیکن ترکیب آسان ہوتی ہے، ان کے اشعار وجدانی اور مٹھاس بھرے ہیں، ان کے اضاف شاعری فخر، غزل اور ہجو ہیں، اکثر اشعار صنفِ ہجو میں ہیں، لیکن شعراءِ ہجو میں ان پر غلب آجاتے تھے اور یہ کسی پر غالب نہیں آتے تھے۔

اغانی (۱۰۲۱۳) طبقہ دار الکتاب میں لکھا ہے کہ اُصمعی نے کہا ہے کہ یہ قصیدہ جس کو زمانہ جاہلیت میں ”القصیدۃ التیمیۃ“ کہا جاتا تھا، چونکہ اس میں کثرت سے اسلامی معانی پائے جاتے ہیں، اس لئے گمان یہ ہوتا ہے کہ اس قصیدہ کا ایک حصہ عہدِ جاہلی میں کہا گیا، پھر اسلام لانے کے بعد انھوں نے اپنے اس قصدیے میں اشعار کا اضافہ کیا، یہ قصیدہ مفضلیات میں ہے (دار المعارف ۲۰ ص ۱۹۰ تا ۲۰۲) یہ کل ۱۱۰۸ اشعار ہیں، جن میں سے چند اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

بَسَطْتُ رَابِعَةَ الْحَبْلِ لَنَا
فَوَصَلْنَا الْحَبْلَ مِنْهَا مَا اتَّسَعَ
حُرَّةٌ تَجْلُو شَيْتًا وَاضِحًا
كَشَعَاعِ الشَّمْسِ فِي الْغَيْمِ سَطَعَ
صَقَلْتُهُ بِقَضِيبٍ نَاضِرٍ
مِنْ أَرَاكِ طَيِّبٍ حَتَّى نَصَعَ
أَبْيَضَ اللَّوْنِ لَذِيذًا طَعْمُهُ
طَيِّبَ الرَّبْقِ إِذَا الرَّبْقُ خَدَعُ
تَمْنَحُ الْمِرْآةُ وَجْهًا وَاضِحًا
مِثْلَ قَرْنِ الشَّمْسِ فِي الصُّحُورِ ارْتَفَعَ
كَتَبَ الرَّحْمَنُ وَالْحَمْدُ لَهُ
سَعَةَ الْأَخْلَاقِ فِيْنَا وَالضَّلَعُ
وَأَبَاءَ لِلدَّنِيَّاتِ إِذَا
أُعْطِيَ الْمَكْثُورُ ضِيْمًا فَكَنَعَ

وَبَنَاءٍ لِّلْمَعَالِیْ، اِنَّمَا يَرْفَعُ اللّٰهُ وَمَنْ شَاءَ وَضَعُ
(رابعہ نے ہم کو وصال اور لطف اندوزی کا موقع دیا تو ہم نے جتنا ہو سکا وصال کی رسی کو بڑھایا اور اس سے لطف اندوز
ہوئے۔

وہ خوبصورت اور گوری چٹی ہے، اس میں کوئی عیب نہیں ہے، جب وہ منہ کھولتی ہے تو اس کے جدا جدا صاف ستھرے
دانت ظاہر ہوتے ہیں، سورج کی کرنوں کی طرح جو بادل میں نمودار ہو گئے ہوں۔

اس نے اپنے دانتوں کو عمدہ پیلو کی تروتازہ ٹہنی سے چمکا دیا ہے، یہاں تک کہ دانت روشن ہو گئے ہیں۔
آئینہ میں اس کا چہرہ بالکل صاف اور واضح نظر آتا ہے، سورج کے مانند جو صاف آسمان میں بلند ہو گیا ہو۔
رحمان نے ہمارے لیے بلند اخلاق اور امور کی انجام دہی کی طاقت عطا کی ہے، اس پر تمام تعریفیں اسی کے لیے ہیں۔
اور گھٹیا امور سے دوری کی توفیق دی ہے، جب کہ مغلوب اور کمزور پر ظلم کیا جاتا ہے تو وہ اپنا سر جھکا دیتا ہے اور ظالم کے سامنے
جھکتا ہے

اور اللہ نے ہم کو بلند کارناموں کی انجام دہی کی توفیق دی ہے، اللہ جس کو چاہتا ہے بلندی عطا فرماتا ہے اور جس کو
چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے)

مراجع:

(الاصابہ ۲/۱۱۷، الوافی بالوفیات ۱۶/۴۹-۵۰، تاریخ عمر فروخ ۲/۳۳۸-۳۴۱، الأعلام ۳/۱۴۶، الأغانی ۱۳/۱۱۳-۱۲۰،
الأمالی ۱/۲۰۱-۲۱۷، شعراء النصرانیۃ ۴۲۵، الشعراء ۲۲۸، طبقات فحول الشعراء لابن سلام ۱۵۲، معجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۱۲۱، معجم
الشعراء لعمر زبانی ۳/۲۷، معجم الشعراء المختصر میں والا موہین ۱۹۹-۲۰۰)

(۲۴)

شماخ بن ضرار غطفانی

شماخ بن ضرار بن حرمہ بن سنان بن امامہ بن عمرو بن جاش بن بحالہ بن مازن بن ثعلبہ بن سعد بن ذبیان غطفانی، ان کی کنیت ابوسعدا اور ابو کثیر ہے، ان کی والدہ معاذہ بنت نجیر بن خلف ہیں، ان کی کنیت ام اوس تھی، ان کے دو حقیقی بھائی مرزداور جزء بھی قادر الکلام شاعر تھے۔

شماخ مشہور شاعر ہیں، ابوالفرج اصہبانی نے لکھا ہے کہ ان کو عہد جاہلی اور عہد اسلامی ملا، وہ نبی کریم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

تَعْلَمُ رَسُولُ اللَّهِ أَنَّا كَانْنَا أَفْنَا بِأَنْمَارِ ثَعَالِبَ ذِي عَسَلٍ
تَعْلَمُ رَسُولُ اللَّهِ لَمْ نَرِ مِثْلَهُمْ أَحَرَّ عَلَى الْأَذْنَى وَأَحْرَمَ لِلْفَضْلِ
(اللہ کے رسول! آپ جانتے ہیں کہ ہم نے مقام ذوعسل میں رہنے والے قبیلہ انمار ثعلاب پر حرم کیا ہے۔)

اللہ کے رسول! آپ جانتے ہیں کہ ہم نے ان کی طرح کسی کو حقیر اور ذلیل لوگوں کے خلاف بہادر اور فضل و احسان سے محروم کرنے والوں کو نہیں دیکھا ہے)

ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ انمار ایک گروہ ہے جن کی شماخ جھوکیا کرتے تھے، ذوعسل بنو تمیم کا ایک گاؤں ہے اور انمار وہاں کی قوم ہے، ان کے جد امجد انمار بن بغیض ہیں، شماخ لقب ہے اور ان کا نام معقل ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا نام پشم تھا۔

ابن سلام نے بیان کیا ہے کہ عثمان بن عفان کے زمانے میں شماخ کا اپنی بیوی کے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا تھا، اور اس نے شماخ کے خلاف طلاق کا دعویٰ کیا تھا، چنانچہ کثیر بن صلت نے ان سے قسم لی تو وہ ہڑبھڑا گئے پھر انھوں نے قسم کھائی اور کہا:

يَقُولُونَ لِي اِخْلَفْ وَلَسْتُ بِفَاعِلٍ اُجَامِلُهُمْ عَنْهَا لِكَيْمَا اَنَا لَهَا
فَفَرَجْتُ هَمَّ النَّفْسِ عَنِّي بِحِلْفَةٍ كَمَا شَقَّتِ الشَّقَرَاءُ عَنْهَا جِلَالَهَا
(وہ مجھ سے کہتے ہیں کہ قسم کھاؤ، اور میں قسم کھانے والا نہیں ہوں، میں اس کے سلسلے میں ان کے ساتھ اچھے انداز میں پیش آرہا تھا تاکہ میں اس کو پاؤں۔)

چنانچہ میں نے اپنے دل کا غم ایک قسم کھا کر ختم کر دیا، جس طرح سرخی مائل نوٹنی اپنی دم سے میٹنیاں اور لید ہٹاتی ہے) مرزبانی نے لکھا ہے کہ شماخ کا نام معقل ہے، ان کے اشعار کے معانی بڑے سخت ہوتے

ہیں، البتہ ان کا کلام صحیح ہے۔ ان کو اسلام کا زمانہ ملا تو انھوں نے اسلام قبول کیا اور وہ یکے مسلمان بنے، موقان کی جنگ میں ان کی وفات ہوئی، یہ جنگ حضرت عثمان کے زمانے میں ہوئی، وہ قادیسیہ کی جنگ میں بھی شریک رہے۔

شماخ کی ملاقات مدینہ میں عرابہ بن اوس انصاری سے ہوئی تو عرابہ نے ان کا اکرام کیا اور اپنے گھراتاراء، ان کی سواری کو کھجور اور جو کھلایا اور کپڑے پہنایا، پھر دو اونٹنیوں سے ان کی مہمان نوازی کی تو شماخ نے عرابہ کی مدح میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

رَأَيْتُ عَرَابَةَ الْأَوْسِيِّ يَسْمُوُ إِلَى الْخَيْرَاتِ مُنْقَطِعَ الْقَرَيْنِ
إِذَا مَارَايَةً رَفَعَتْ لِمَجْدٍ تَلَقَّاهَا عَرَابَةٌ بِالْيَمِينِ
(میں نے عرابہ اوسی کو دیکھا کہ وہ بھلائیوں کی طرف لپکتے ہیں، اس سلسلے میں ان کا کوئی ثانی نہیں ہے۔

جب عزت و شرافت کا کوئی علم بلند کیا جاتا ہے تو عرابہ اس کو پوری قوت کے ساتھ پکڑ لیتے ہیں)

مرزبانی نے لکھا ہے کہ میں نے شماخ کے دیوان میں پڑھا ہے کہ ان کی وفات آذر بایجان میں ہوئی، شماخ سعید بن عاص کے ساتھ آذر بایجان کی فتح میں شریک تھے، اسی واقعہ میں ہے کہ شہر کی شہزادی اپنے محل سے آئی، اس کے ساتھ اس کی خوبصورت بچیاں بھی تھیں، اس نے ہر ایک کے بدلے ایک اونٹنی دی اور کہا کہ وہ ان کا تذکرہ اپنے اشعار میں کریں، چنانچہ انھوں نے قصیدہ کہا، اس واقعہ میں خلیج بن سعد تغلمی کے ساتھ مناقضات (دو شعراء جب ایک دوسرے کی ہجو کرنے لگتے ہیں اور ان کے درمیان یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے تو اس کو ”مناقضات“ کہا جاتا ہے) کا بھی تذکرہ ہے، اس قصیدہ کا ایک شعر یہ بھی ہے:

لَيْسَ بِمَا لَيْسَ بِهِ بَأْسٌ بَأْسٌ وَلَا يَضُرُّ الْبَرَّ مَا قَالَ النَّاسُ
(جس چیز میں کوئی حرج نہیں ہے، اس میں واقعی کوئی حرج نہیں ہے، لوگ کچھ بھی کہیں، نیکوکار کو کوئی نقصان نہیں ہوتا)
حطیہ نے اپنی وفات کے وقت اپنی وصیت میں کہا کہ شماخ کو یہ بات پہنچاؤ کہ وہ غطفان کے سب سے بڑے شاعر ہیں۔

شماخ اونٹ، کمان اور گدھوں کا وصف بیان کرنے والے سب سے بڑے شاعر ہیں، اسی طرح برجستہ رجز کہنے والوں میں سب سے بڑے رجاز ہیں۔

ابو نواس نے کہا ہے کہ مندرجہ ذیل شعر میں شماخ نے کیا خوب کہا ہے:

إِذَا بَلَغْتَنِي وَحَمَلْتُ رَحْلِي عَرَابَةً فَاشْرَفِي بِدَمِ الْوَتَيْنِ
(جب تم مجھے عرابہ کے پاس پہنچاؤ اور میرا کجاوا اٹھائے عرابہ کے پاس جاؤ تو شہرگ کے خون سے سرخ ہو جاؤ، یعنی مجھے لے کر مسلسل تیز چلتے رہو، یہاں تک کہ عرابہ کے پاس پہنچاؤ، چاہے اس کے لیے تمہیں اپنی جان گوانی پڑے)
شماخ جنگ قادیسیہ میں شریک ہوئے، پھر سعید بن عاص کے ساتھ آذر بایجان کی فتح میں سا

تھر رہے اور ان کی وفات حضرت عثمان کے عہد خلافت میں ۳۰ھ مطابق ۶۵۱ء کو موقان میں ہوئی۔
عمر فروخ نے لکھا ہے کہ شامی مخضرم شاعر ہیں، اور شعراء میں گدھوں کے وصف میں سب سے
زیادہ مشہور ہیں، اسی طرح کمان کا وصف بیان کرنے والے مشہور شعراء میں ان کا شمار ہوتا ہے، ان سے
مدح کے بہترین اشعار منقول ہیں، مرثیہ، فخر، حماسہ، غزل اور حکمت کے اصناف میں بھی ان کے اشعار
ملتے ہیں، شامی کے رجزیہ اشعار بھی ہیں، وہ فی البدیہہ رجزیہ اشعار کہنے والے سب سے بڑے شاعر تھے۔
غزل میں شامی نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

فَقُلْتُ: خَلِيلِي أَنْظِرُوا الْيَوْمَ نَظْرَةً لِعَهْدِ الصَّبَا إِذْ كُنْتُ لَسْتُ أَفِيقُ
إِلَى بَقَرٍ فِيهِنَّ لِلْعَيْنِ مَنْظَرٌ وَمَلْهُى لِمَنْ يَلْهُو بِهِنَّ أَنْيَقُ
وَعَيْنِ النَّدَى، حَتَّى إِذَا وَقَدَ الْحَصَى وَلَمْ يَبْقَ مِنْ نَوْءِ السَّمَكِ بُرُوقُ
تَصَدَّعَ شَعْبُ الْحَيِّ وَأَنْشَقَّتِ الْعَصَا كَذَاكَ النَّوَى بَيْنَ الْخَلِيطِ شُقُوقُ
(میں نے کہا: میرے دوستو! آج ایک نگاہ جوانی کے دنوں پر ڈال لو، جب میں اپنے ہوش میں ہی نہیں رہتا تھا۔
میں ہر وقت خوبصورت عورتوں میں بہکا رہتا تھا، جن میں آنکھوں کے لیے دلفریب منظر اور ان سے لطف اندوز ہونے
والوں کے لیے لطف اندوزی ہے۔

انھوں نے تروتازہ گھاس کا مزہ لیا، یہاں تک کہ جب کنکریاں گرم ہو گئیں اور بارش کا موسم ختم ہو گیا اور گرمی آ گئی۔
تو ایک ساتھ رہنے والے جدا جدا ہو گئے اور دور دور چلے گئے، اسی طرح دوری ایک ساتھ رہنے والوں کو بھلا دیتی ہے)

مراجع:

(۱) الاصابۃ ۲/۱۵۱-۱۵۲، الوافی بالوفیات ۱۶/۱۷۷-۱۷۸، تاریخ عمر فروخ ۲/۳۰۳-۳۰۵، طبقات ابن سلام ۱۳۲، الشعر والشعراء ۲۳۲،
المؤتلف والمختلف ۱۲۸، الأغانی ۹/۱۵۴، سمط اللآلی ۵۸، خزائن الأدب ۱/۵۲۶، أسد الغابۃ ۳/۳۹۹، الأعلام ۵/۱۷۵، الأمالی ۱/۲۶۲،
۲/۵۷، البدایہ والنہایہ ۴/۱۶، تاریخ الأدب بروکلمان ۱/۱۷۰، تاریخ الأدب بلاشیر ۲/۹۶، تاریخ الأدب زیدان ۶/۱۷۱، خصائص شعر
المخضرمین ۵/۶۳، الشعر والشعراء ۱/۳۱۵-۳۱۹، العقد الفرید ۱/۱۲۳، ۲/۳۳۲، ۳/۳۰۷، الکامل للمبردا ۱/۸۸-۸۹، ۳/۵۰-۵۱، مجمع
الدباء ۲/۲۸۵، ۱۸/۱۱۶، مجمع الشعر انداکثر عقیف ۱۲۴-۱۲۵، مجمع الشعراء المخضرمین والامویین ۲۰۵-۲۰۶، ان کا دیوان دارالمعارف مصر
سے ۱۹۶۸ء کو شائع ہوا ہے جس پر صلاح الدین بادی نے تحقیق کی ہے، اسی طرح ان کا دیوان دارالمعارف المصریہ سے ۱۹۷۷ء میں
اور ۱۹۰۹ء میں مطبعة السعادة قاہرہ سے احمد امین شفقیطی کی شرح کے ساتھ شائع ہوا ہے۔

(۲۵)

عباس بن مرداس سلمیٰ

عباس بن مرداس بن ابو عامر بن حرثہ بن عبد قیس بن رفاعہ بن حرث بن یحییٰ بن حارث بن
بہشہ بن سلیم سلمیٰ
ان کی کنیت ابو الہیثم ہے۔

فتح مکہ سے تھوڑے دنوں قبل آپ نے اسلام قبول کیا، ان کے والد مرداس حرب بن امیہ
کے پارٹنر تھے، ان دونوں کو ایک جن نے قتل کیا، اہل سیر کے نزدیک ان کا واقعہ بہت مشہور ہے۔

عباس بن مرداس مؤلفۃ القلوب میں سے تھے، جب رسول اللہ ﷺ نے جنگ حنین کے مال
غنیمت میں سے سو سواونٹ مؤلفۃ القلوب کو دئے تو ان ہی میں سے بعض لوگوں کو کم اونٹ دیے، ان
میں سے عباس بن مرداس بھی تھے، عباس نے اس کمی پر مندرجہ ذیل اشعار کہے:

أَتَجْعَلُ نَهْبِي وَنَهْبَ الْعَبِيدِ بَيْنَ غِيْنَةٍ وَالْأَقْرَعِ
وَمَا كَانَ حِصْنٌ وَلَا حَابِسٌ يَفُوقَانِ مِرْدَاسَ فِى مَجْمَعِ
(کیا آپ میرا اور میرے گھوڑے عبید کا حصہ عینہ اور اقرع کو دے رہے ہیں۔

حصن اور حابس محفل میں مرداس سے زیادہ باعزت نہیں ہیں)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اور میری طرف سے اس کی زبان بند کرو، اس کو اتنا دو کہ وہ
راضی ہو جائے۔

مرداس ابن عباس قادر الکلام شاعر تھے، انھوں نے زمانہ جاہلیت میں ہی اپنے اوپر شراب
حرام کر دی تھی اور وہ شراب نہیں پیتے تھے، عباس نے حضور ﷺ کی مدح میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

يَا سَيِّدَ النَّبَاِ إِنَّكَ مُرْسَلٌ بِالْحَقِّ كُلُّ هُدًى السَّبِيلِ هُدًى
إِنَّ الْإِلَهَ بَنَى عَلَيْكَ مَحَبَّةً فِى خَلْقِهِ وَمُحَمَّدًا سَمَّاكَ
(اے نبیوں کے سردار! آپ حق دے کر رسول بنائے گئے ہیں، ہر ہدایت کا راستہ آپ کا ہے۔

اللہ نے اپنی مخلوق میں آپ کی محبت ڈال دی ہے اور آپ کا نام محمد رکھا ہے)

ایک مرتبہ عبدالملک نے اپنے ہم نشینوں سے دریافت کیا کہ اپنے اشعار میں سب سے زیادہ
بہادر کون ہے؟ اس سلسلے میں لوگوں نے مختلف باتیں کہی، عبدالملک بن مروان نے کہا: سب سے

زیادہ بہادر عباس بن مرداس اپنے اس شعر میں ہے:

أَقَاتِلُ فِي الْكَيْبَةِ لَا أَبَالِي أَحْتَفِي كَانَ فِيهَا أَمٌ سِوَاهَا
(میں فوج میں جنگ کرتا ہوں، مجھے اس کی پرواہ نہیں رہتی کہ میں مار دیا جاؤں گا یا زندہ بچ کر واپس آؤں گا)

جنگ حنین کے سلسلے میں ان کے بہت سے بہترین اور عمدہ اشعار ہیں، جن میں سے چند

مندرجہ ذیل ہیں:

عَيْنٌ تَأْوِيهِمْ شَجْوَهَا أَرِقٌ فَالْمَاءُ يَغْمُرُهَا طَوْرًا وَيَنْحَدِرُ
كَأَنَّهُ نَظْمٌ دُرٌّ عِنْدَ نَاطِمَةٍ تَقْطَعُ السِّلْكَ مِنْهُ فَهُوَ يَنْكَدِرُ
يَا بَعْدَ مَنْزِلٍ مَنْ تَرْجُو مَوَدَّتَهُ وَمَنْ حَفِي دُونَهُ الصَّفْوَانُ وَالْحَفَرُ
دَعُ مَا تَقْدَامَ مِنْ عَهْدِ الشَّبَابِ فَقَدْ وَلَّى الشَّبَابُ وَجَاءَ الشَّيْبُ وَالذُّعُرُ
وَإِذْ كُرْبَلَاءُ سُلَيْمٍ فِي مَوَاطِنِهَا وَفِي سُلَيْمٍ لِأَهْلِ الْفَخْرِ مُفْتَخِرُ
(تکلیف کی وجہ سے آنکھوں کی نیند بار بار اچاٹ جاتی ہے، کبھی اس میں پانی بھر جاتا ہے اور کبھی پانی بہتا ہے اور آنسو نکلتے ہیں)

آنسوؤں کی مثال موتیوں کی لڑی کی طرح ہے جو ہار پر ونے والے کے پاس ہے اور اس کا دھاگہ ٹوٹ گیا ہے، جس کی وجہ سے اس لڑی سے موتیاں ایک ایک کر کے تیزی سے گر رہی ہیں۔

تم جس کی محبت کے طلب گار ہو، اس کی منزل کتنی دور ہے اور میں برہنہ پاہوں اور راستے میں بڑی بڑی چٹانیں اور گڑھیں ہیں جو ان کا پرانا زمانہ بھلا دو، جوانی ختم ہو چکی، اب بڑھا پا اور گھبراہٹ آ گئی ہے۔

اور قبیلہ سلیم کے جنگی کارناموں کو یاد کرو، قبیلہ سلیم میں فخر کرنے والوں کے لیے فخر موجود ہے)

ابن سعد نے لکھا ہے کہ عباس کی ملاقات نبی کریم ﷺ سے مشعل میں ہوئی جب کہ آپ فتح مکہ کے ارادہ سے مکہ جا رہے تھے، ان کے ساتھ بنو سلمہ کے سات سو لوگ تھے، وہ ان تمام لوگوں کو لے کر فتح مکہ میں شریک ہوئے، ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ ان کے اسلام لانے کا سبب ایک خواب ہے جو انھوں نے اپنے بت خمار کے سلسلے میں دیکھا۔

عباس بن مرداس شہسوار، بہادر، اپنی قوم کے سردار اور فصیح اللسان تھے، انھوں نے اپنے اوپر زمانہ جاہلیت میں ہی شراب حرام کی تھی۔

عباس عظیم شاعر ہیں، ان کا شمار جاہلی اور اسلامی شعراء میں ہوتا ہے۔ حسان بن ثابت اور کعب بن مالک کے بعد کثرت اشعار میں ان کا تیسرا مقام ہے یعنی عبد اللہ بن رواحہ سے زیادہ ان کے اشعار مروی ہیں، ان کے اشعار میں اسلوب کی جزالت اور ترکیب کی فحامت پائی جاتی ہے۔

وَعْدَاةٌ أَوْ طَاسٍ شَدَّ ذَنَا شِدَّةً كَفَّتِ الْعَدُوَّ وَقِيلَ مِنْهَا أَحْبَسُوا

تَدْعُوهُوَازُنْ بِالْإِخَاوَةِ بَيْنَنَا ثَدْيُ تَمَدُّ بِهِ هَوَازُنْ أَيْسُ
حَتَّى تَرْكُنَا جَمْعَهُمْ وَكَانَهُ عَيْرُ تَعَاقِبُهُ السَّبَاعُ مُفْتَرَسُ
(جنگِ اوطاس کی شام ہم نے بڑا سخت حملہ کیا، جو دشمنوں کی کمر توڑنے کے لیے کافی تھا، قبیلہ اوطاس کی طرف سے آواز آئی کہ
بس کرو۔

قبیلہ ہوازن نے ہمارے درمیان موجود اخوت و بھائی چارگی کا حوالہ دیا، یہ سوکھا تھن تھا جس سے قبیلہ ہوازن کو کمک پہنچائی جا رہی تھی، یعنی اس دہائی کا کوئی فائدہ نہیں ہوا، جس طرح سوکھے تھن کو دوہنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور دو دھن نہیں نکلتا۔

یہاں تک کہ ہم نے ان کی جمعیت کو اس حال میں چھوڑ دیا کہ گویا ایک گدھا ہے جس کے پیچھے خونخوار درندے پڑے ہوئے ہیں اور وہ شکار ہونے کے قریب ہے، اسی طرح قبیلہ ہوازن والے بدحواس ہو کر بھاگنے لگے)
عباس نے فتح مکہ سے تھوڑے دنوں قبل اسلام قبول کیا، مندرجہ ذیل اشعار میں انھوں نے اپنے اسلام کا اعلان کیا ہے:

لَعَمْرُكَ إِنِّي يَوْمَ أَجْعَلُ جَاهِلًا ضَمَارَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ مُشَارَكَا
وَتَرْكِي رَسُولَ اللَّهِ وَالْأَوْسَ حَوْلَهُ أُولَئِكَ أَنْصَارٌ لَهُ مَا أُولَئِكَ
كَتَارِكِ سَهْلِ الْأَرْضِ وَالْحَزَنُ يَبْتَغِي لِيَسْلُكَ فِي وَغْثِ الْأُمُورِ الْمَسَالِكَا
فَأَمَنْتُ بِاللَّهِ الَّذِي أَنَا عَبْدُهُ وَخَالَفْتُ مَنْ أُمْسَى يُرِيدُ الْمَهَالِكَا
(تیری زندگی کی قسم! اس وقت میں جاہل اور ناواقف تھا، جب میں نے ضمار بت کو رب العالمین کا شریک مانا تھا۔
اور میں نے اللہ کے رسول کا ساتھ چھوڑ دیا تھا، جب کہ قبیلہ اوس ان کو اپنے جلو میں لیے ہوئے تھا، وہ آپ کے مددگار
ہیں، وہ کیا ہی خوب لوگ ہیں!!!۔

میری حالت اس شخص کی طرح تھی جو ہموار زمین کو چھوڑ کر ناہموار زمین تلاش کر رہا ہو، تاکہ قدم دھسنے والی زمین میں چلے۔
چنانچہ میں اللہ پر ایمان لے آیا، جس کا میں بندہ ہوں، اور میں نے اس کی مخالفت کی، جو ہلاک ہونا چاہتا ہے)
عباس بن مرداس کے اشعار میں غزوہ اوطاس، غزوہ طائف اور فتح مکہ کا تذکرہ ملتا ہے، نبی کریم ﷺ کی وفات پر بھی ان کے اشعار نہیں ملے۔

جنگ حنین کے سلسلے میں انھوں نے مندرجہ ذیل اشعار کہے جن میں وہ اپنی قوم پر فخر کر رہے ہیں کہ وہ جہاد میں شریک ہوئے:

وَلَنَا عَلَى بَرٍّ حُنَيْنٍ مَوْكِبٌ دَفَعَ النَّفَاقَ وَهَضْبَةَ مَا تُقْلَعُ
نَصْرَ النَّبِيِّ بِنَاوِ كُنَّا مَعْشَرًا فِي كُلِّ نَائِيَةٍ تَضُرُّ وَتَنْفَعُ
حَتَّى إِذَا قَالَ الرَّسُولُ مُحَمَّدٌ أَبْنَى سُلَيْمٍ قَدْ وَقَيْتُمْ فَارْفَعُوا
رُحْنَا وَلَوْلَا نَحْنُ أَجْحَفَ بِأَسْهُمٍ بِالْمُؤْمِنِينَ وَأَحْزَرُوا مَا جَمَعُوا

(ہماری فوج مقام حنین کے دو کنوؤں کے پاس پڑاؤ ڈالی ہوئی ہے، جس نے دو غلے پن کو ختم کر دیا ہے اور وہ فوج مضبوط ٹیلے کے مانند ہے جس کو اپنی جگہ سے ہٹانا ممکن نہیں ہے۔

ہمارے ذریعے اللہ کے نبی کی مدد کی گئی، اور ہم ایسے لوگ ہیں کہ ہر مصیبت کے وقت ہم فائدہ پہنچانے والوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں اور نقصان پہنچانے والوں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

یہاں تک کہ جب اللہ کے رسول محمد ﷺ نے کہا: اے بنو سلیم! تم نے اپنی ذمہ داری ادا کر دی، چنانچہ تم اب چلے جاؤ۔

یہ حکم سن کر ہم لوٹ آئے، اگر ہم نہ ہوتے تو تیریں مومنین کو ہلاک کر دیتیں اور دشمن ان کی جمعیت کو پارہ پارہ کر دیتے)

اسی طرح وہ اپنی قوم کے جہاد پر فخر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

وَكُنَّا عَلَى الْإِسْلَامِ مَيْمَنَةً لَهُ وَكَانَ لَنَا عَقْدُ اللَّوَاءِ وَشَاهِرُهُ
وَكُنَّا لَهُ دُونَ الْجُنُودِ بَطَانَةً يُشَاوِرُنَا فِي أَمْرِهِ وَتُشَاوِرُ
دَعَانَا فَسَمَّانَا الشَّعَارَ مُقَدِّمًا وَكُنَّا لَهُ عَوْنًا عَلَى مَنْ يُنَاكِرُهُ
(ہم اسلام کے مینہ (دایاں بازو) تھے، اور ہمارے پاس علم برداری کی ذمہ داری اور اس کو بلند رکھنے کی ڈیوٹی تھی۔
دوسرے لشکروں کو چھوڑ کر ہم آپ کے ہم نشین تھے، آپ اپنے معاملوں میں ہم سے مشورے کرتے تھے اور ہم آپ سے مشورے کرتے تھے۔

آپ نے ہم کو بلایا اور ہم کو ”شعار“ (اندرونی کپڑا یعنی خاص الخاص ساتھیوں) کا نام دیا، اور ہم آپ کے دشمنوں کے خلاف آپ کی مدد تھے)

عباس کی شاعری کے دو نمایاں وصف ہیں، ان کی اسلامی شاعری جنگی اور حماسی ہے اور ان میں جنگ اور اس کے واقعات کی منظر کشی ہے اور دوسرا وصف یہ ہے کہ ان کی پوری شاعری اپنی قوم پر فخر ہے۔

عباس بن مرداس نے کہا ہے:

نَذُوذُ أَخَانَا عَنْ أَخِينَا وَلَوْ نَرَى مَطَالًا لَكُنَّا الْأَقْرَبِينَ نَتَابِعُ
وَلَكِنَّ دِينَ اللَّهِ دِينَ مُحَمَّدٍ رَضِينَا بِهِ فِيهِ الْهُدَى وَالشَّرَائِعُ
أَقَامَ بِهِ بَعْدَ الضَّلَالَةِ أَمْرَنَا وَلَيْسَ لَأَمْرِ حَمَّةِ اللَّهِ دَافِعُ
(ہم اپنے بھائی کی اپنے ہی دوسرے بھائی کے ظلم سے حفاظت کرتے ہیں، اگر ہم ٹال مٹول دیکھتے ہیں تو ہم ان میں سے قریبی لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔

لیکن اللہ کے دین پر ہم راضی ہو گئے جس میں ہدایت اور احکام ہیں، جو محمد کا دین ہے۔

انھوں نے اس دین کے ذریعے گمراہی کے بعد ہم کو سیدھا راستہ دکھایا اور ہمارے معاملہ کو درست کیا اور اللہ جس چیز کا

فیصلہ کرتا ہے اس کو روکنے والا کوئی نہیں ہے)

خلاصہ کلام یہ کہ عباس بن مرداس قادر الکلام بدوی شاعر تھے اور ان کے اشعار کی ترکیب میں سہولت اور اسلوب میں جرات پائی جاتی ہے۔

زمانہ جاہلیت میں انھوں نے اپنے پیچازاد بھائی خفاف بن ندبہ کی جھوکی، پھر دونوں کے درمیان جھوکی جنگ جاری رہی، جس کے نتیجہ میں دونوں کے دوستوں کے درمیان تلواریں بھی چلی اور بہت سے لوگ قتل ہوئے۔

عباس بن مرداس کی وفات سن ۱۸ھ مطابق ۶۲۹ء میں ہوئی۔

عباس بن مرداس قادر الکلام مخضرم شاعر ہیں جو ہجو میں مشہور ہیں، حماسہ، فخر اور حکمت کے سلسلے میں بھی عباس کے اشعار ہیں، جنگ حنین میں خصوصیت کے ساتھ ان کے بہت سے اشعار ہیں۔ عباس ابن مرداس نے زمانہ جاہلیت میں خفاف ابن ندبہ کو جواب دیتے ہوئے مندرجہ ذیل

اشعار کہے، جن میں ہجو، فخر اور حماسہ ہے:

أَتَهْدِي لِي الْوَعِيدَ عَلَى التَّنَائِي
وَمَا مِثْلِي يُخَوِّفُ بِالْقَوَائِي
فَلَسْتُ لِحَاصِنٍ إِن لَّمْ تَرَوْهَا
تُثِيرُ النَّفْعَ مِنْ ظَهْرِ النَّعَافِ
سَوَاهِمَ كَالْقِدَاحِ مُسَوِّمَاتٍ
وَكُمْتُ لَوْنُهَا كَالْوَرَسِ صَافٍ
فَسَائِلُ فِي قَبَائِلَ جَذْمٍ قَيْسٍ
بِنَا عِنْدَ الْعِظَائِمِ وَالْجُحَافِ
تُخَبِّرُنَا أَوْلَى بِمَجْدٍ
تَوَارِثُهُ طَرَفٌ عَنْ طَرَفٍ
وَأَنْدَى عِنْدَ جَذْبِ النَّاسِ رَاحًا
وَأَنْفَعُ لِلْأَرَامِلِ وَالضَّعَافِ

(کیا تم دوری سے مجھ کو دھمکی دیتے ہو؟ مجھ جیسے شخص کو قافیوں اور اشعار سے خوف زدہ نہیں کیا جاسکتا۔

اگر تم میرے گھوڑے کو پہاڑ کے دامن سے غبار اڑاتے ہوئے نہ دیکھو تو میں شریف عورت کی اولاد نہ ہوں۔

اگر تم جنگ کے لیے تیار دبلے چاق و چوبند گھوڑوں کو نہ دیکھو جو بے پر کے تیر کے مانند ہیں، جس کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ التا پلٹتا رہتا ہے، ان گھوڑوں کا رنگ صاف سرخ ہے ورس کے پھول کی طرح (ورس وہ پھول ہے جس سے کپڑے رنگے جاتے ہیں)۔

قیس کے تمام قبیلوں سے ہمارے بارے میں پوچھو کہ بڑے بڑے حادثات میں اور بڑے بڑے سیلابوں میں ہم نے کیا کارنامے انجام دیے ہیں۔

وہ سب قبیلے بتائیں گے کہ ہم ہی عزت و شرف کے زیادہ حق دار ہیں، نئے لوگوں نے اس عزت کو نئے لوگوں ہی سے حاصل کیا ہے، یعنی ہماری عزت اور شرافت اور سرداری ابھی قائم ہے، ابھی پرانی نہیں ہوئی ہے۔

لوگوں کو جب قحط سالی کا سامنا ہوتا ہے تو ہم سب سے زیادہ سخاوت کرتے ہیں اور کمزوروں اور بیواؤں کے لیے سب سے زیادہ فائدہ مند ہوتے ہیں)

مراجع:

(الاصابة ۲/۲۶۴، الوافی بالوفیات ۱۶/۶۳۴-۶۳۶، الشعر الاسلامی فی صدر الاسلام ۲۸۱-۲۸۶، تاریخ عمر فروخ ۲/۲۷۳، الاستیعاب ۸۱۸، طبقات ابن سعد ۱۵/۲۱۴، طبقات خلیفہ ۱۱۵، الشعر والشعراء ۲۱۸، البحر والتعديل ۶/۲۱۰، الأغانی ۱۸/۲۲، معجم الشعراء للمزبانی ۱۰۲، سمط اللآلی ۳۲، تہمة أنساب العرب ۲۶۳، تہذیب ابن عساکر ۷/۲۵۸، أسد الغابۃ ۳.....۱۱۲، تہذیب التہذیب ۵/۳۰، واقدی ۳/۹۴۶-۹۴۷، الأغانی، الأما لی للقتالی ۱/۷۳۶، تاریخ الأدب العربی بلاثیر ۲/۹۸، طبقات فحول الشعراء لابن سلام ۱۰، مخ المذرح ۱۹۳، معجم الشعراء المختصر مین والأ موبین ۲۳۷-۲۳۸) آپ کا دیوان بغداد سے ۱۹۶۸ء اور بیروت مؤسسۃ الرسالۃ سے ۱۹۹۱ء کو شائع ہوا ہے جس پر سخی جبوری نے تحقیق کی ہے۔

(۲۶)

غیلان ابن سلمہ ثقفی

غیلان ابن سلمہ ابن معتب ابن مالک۔

قدیم مصنفین نے غیلان ابن سلمہ اور ان کی شاعری کے بارے میں بہت سے حالات لکھے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ غیلان ابن سلمہ کا شمار بڑے شعراء میں ہوتا ہے، حالاں کہ طائف کے جاہلی شعراء کی طرح ان کے طویل قصیدے نہیں ملتے، بلکہ مختلف موقعوں کی مناسبت سے شعری قطعات کثرت سے ملتے ہیں، جن میں سے اکثر قطعات کتاب الأغانی میں ہیں، نجی کی کتاب ”طبقات الشعراء“ میں ان کا کوئی شعر نہیں ہے، حالاں کہ انھوں نے مستقل الگ فصل میں طائف کے شعراء کا تذکرہ کیا ہے۔

غیلان شاعر، خطیب اور شہسوار تھے، قبیلہ ثقیف اور دوسرے قبیلوں کے درمیان ہونے والی جنگوں میں انھوں نے شرکت کی، اور ان جنگوں میں فتح سے ہم کنار ہوئے اور ہر موقع اور ہر جنگ میں اشعار کہے، جس میں انھوں نے اپنی بہادری اور اپنی قوم کے کارناموں کا تذکرہ کیا ہے، انھوں نے دس شادیاں کی، ان میں سے ایک بیوی خالدہ بنت ابوالعاص ہیں، جن سے ان کے دو لڑکے عمار اور عامر پیدا ہوئے۔

طائف کی فتح کے بعد غیلان نے اسلام قبول کیا اور ان کے ساتھ ان کی دس بیویوں نے بھی اسلام قبول کیا، حضور اکرم ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ ان میں سے کسی چار عورتوں کا انتخاب کریں اور باقی کو چھوڑ دیں۔

طبقات ابن سلام کے حاشیے میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اور عروہ ابن مسعود ثقفی کو جرش بھیجا، تاکہ وہاں سنگ باری کی مشین اور منجیق بنانے کی ٹریننگ لیں، اسی وجہ سے وہ دونوں جنگ حنین اور طائف میں شریک نہیں ہو سکے۔

(ہامش طبقات فحول الشعراء لابن سلام الجمحی ج ۱ ص ۶۶۹۔ تحقیق: محمود شاہ کر)

غیلان ابن سلمہ کا انتقال حضرت عمر کے عہد خلافت کے آخری ایام میں ہوا، انھوں نے اپنا پورا مال اپنی اولاد کے درمیان تقسیم کیا اور اپنی بیویوں کو طلاق دے دیا، حضرت عمر نے ان سے فرمایا: شیطان نے تمھارے دل میں یہ بات ڈال دی ہے کہ تم مر گئے ہو، میں تو ایسا ہی سمجھتا ہوں، یا تو تم اپنا مال واپس لے لو اور اپنی بیویوں سے رجوع کرو، ورنہ میں تمھاری قبر کو ویسے ہی رجم کروں گا، جس طرح ابورغال کی قبر کو رجم

کر دیا گیا تھا، چنانچہ انھوں نے حضرت عمر کی بات مان لی۔

ابورغال کا واقعہ یہ ہے کہ قبیلہ ثقیف نے ابرہہ کے ساتھ اس کو کعبہ ڈھانے کے لیے بھیجا، جب مکہ اور طائف کے درمیان مغس میں اس نے پڑاؤ کیا تو وہاں ابورغال مر گیا اور عربوں نے اس کی قبر کو رجم کیا۔ (طبقات فحول الشعراء لابن سلام الجمحی ج ۱ ص ۲۷۰)

غیلان کی بیوی ان کی رفاقت سے اکتا گئی تھی اور ان سے دور ہی دور رہنے لگی تھی، اس بات کا احساس غیلان کو تھا، چنانچہ انھوں نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کی دھمکی دی اور مندرجہ ذیل اشعار اس ضمن میں کہے:

يَارَبِّ مِثْلِكَ فِي النِّسَاءِ غَرِيرَةٌ بَيْضَاءٌ قَدْ صَبُّحْتُهَا بِطَلَّاقٍ
لَمْ تَذَرِ مَا تَحْتَ الضُّلُوعِ وَغَرَّهَا مِنْنِي تَحْمَلُ عِشْرَتِي وَخَلَّاقِي
(تم جیسی بہت سی خوبصورت دھوکے میں پڑی ہوئی عورتوں کو میں نے صبح طلاق دے دیا۔)

وہ نہیں جانتی کہ پسلیوں کے نیچے یعنی دل میں کیا ہے، وہ اس لیے دھوکے میں ہے کہ وہ میرا ساتھ زبردستی نبھا رہی ہے) قبیلہ ثقیف نے زمانہ جاہلیت میں خنعم کے خلاف جنگ میں غیلان کی قیادت میں فتح حاصل کی تھی، اس واقعے کے سلسلے میں وہ کہتے ہیں:

أَلَا يَا أُخْتَ خَنْعَمٍ خَبَّرِينَا بِأَيِّ بَلَاءٍ قَوْمٌ تَفْخَرِينَا
جَلَبْنَا الْخَيْلَ مِنْ أَكْنَافِ وَجْ وَلَيْثٌ نَحْوَكُمْ بِالْأَدَارِ عَيْنَا
رَأَيْنَاهُنَّ مُعَلِّمَةً رَوَّاحًا بِفَتْيَانِ الصَّبَاحِ وَمُعْتَدِينَا
(اے قبیلہ خنعم کی میری بہن! تم ہمیں یہ بتاؤ کہ تم ہم پر اپنی قوم کے کن کارناموں کی وجہ سے فخر کر رہی ہو۔)

ہم مقام وچ کے آس پاس سے گھوڑے لے آئے ہیں، اور علی العیان شیر تمھاری طرف مقام دار میں بڑھ رہے ہیں۔ ہم نے ان کو صبح کے وقت دیکھا ہے کہ وہ نشان زدہ ہیں یعنی عمدہ نسل کے گھوڑے ہیں وہ خالص النسب نوجوانوں کو اٹھائے ہوئے بڑھ رہے ہیں اور وہ سب نوجوان تیار ہیں)

اشعار کے ساتھ غیلان کے نثری ادب پارے بھی منقول ہیں، اغانی نے ان کے بعض نمونے نقل کیے ہیں، وہ تحریر کرتے ہیں: ”جب غیلان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انھوں نے کہا: اے میرے بچو! تم نے اپنے اموال کی بہترین خدمت کی ہے اور اپنی ماؤں کی عزت کی ہے..... پھر انھوں نے یہ اشعار کہے:

وَحُرَّةٌ قَوْمٌ قَدْ تَنَوَّقَ فَعْلُهَا وَزَيْنَهَا أَقْوَامُهَا فَتَزَيْنَتْ
رَحَلْتُ إِلَيْهَا لَا تَرُدُّ وَسِيلَتِي وَحَمَلْتُهَا مِنْ قَوْمِهَا فَتَحَمَلْتُ
(اور وہ اپنی قوم کی آزاد اور شریف عورت ہے، جس کی اولاد ابھی بڑی ہوگئی ہیں، اس کی قوموں نے اس کو سنوارا تو وہ سنور گئی۔)

میں سوار ہو کر اس کے پاس گیا، اس نے میرے قرب کو نہیں ٹھکرایا اور میں اس کو اس کی قوم سے لے آیا تو وہ میرے ساتھ آگئی) غیلان نے ایران کے شہنشاہ کسری کے ساتھ ملاقات کی تھی، اس کا واقعہ یہ ہے کہ غیلان تجارتی قافلہ لے کر نکلے، وہ گورے اور لمبے تڑنگے تھے، ان کے بال گھنگریا لو تھے، انھوں نے خوشبو لگائی اور پیلے رنگ کے دو کپڑے پہنے اور اپنے آپ کو مشہور کرادیا، اور کسری کے دروازے پر جا کر بیٹھ گئے، ان کو اندر داخل ہونے کی اجازت دی گئی تو وہ اندر چلے گئے، ان کے اور کسری کے درمیان ایک کھڑکی تھی، ترجمان نے غیلان سے دریافت کیا کہ تم ہماری اجازت کے بغیر ہمارے ملک میں کیسے داخل ہو گئے؟ انھوں نے جواب دیا: نہ میں آپ کی دشمن قوم میں سے ہوں اور نہ میں جاسوس ہوں، تجارتی ساز و سامان لایا ہوں، اگر آپ چاہیں تو یہ آپ کے لیے ہے، اگر ناپسند کریں تو واپس کر دیجئے، وہ گفتگو کر رہے تھے کہ انھوں نے کسری کی آواز سنی تو وہ سجدے میں گر گئے، ترجمان نے دریافت کیا: جناب والا آپ سے پوچھتے ہیں کہ تم نے سجدہ کیوں کیا؟ انھوں نے کہا: میں نے ایک بلند آواز سنی، حالاں کہ یہاں آواز بلند کرنے کی اجازت نہیں ہے، میں نے سمجھا کہ یہ بادشاہ سلامت کی ہی آواز ہے، اس لیے میں سجدے میں گر گیا..... کسری نے ان سے کھانے کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے کہا: روٹی ہمارا کھانا ہے۔ کسری نے کہا: یہ روٹی ہی کی عقل ہے۔ کسری نے دریافت کیا: تمہارے نزدیک اپنی اولاد میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ انھوں نے کہا: چھوٹا بچہ جب تک وہ بڑا نہ ہو جائے، مریض بچہ جب تک وہ صحت یاب نہ ہو جائے، اور غائب بچہ جب تک وہ واپس نہ لوٹ آئے۔ کسری نے ان سوالوں کے علاوہ بھی بہت سے سوال کیے، انھوں نے بہترین جوابات دیے، کسری کو غیلان بہت پسند آئے اور ان کا سامان کئی گنا زیادہ قیمت دے کر خریدا، اور ان کے ساتھ طائف میں ایک محل تعمیر کرنے کے لیے ایرانیوں کو بھیجا، عرب میں پہلا محل طائف میں بنا اور وہ یہی محل تھا، جس کے مالک غیلان ابن سلمہ تھے، غیلان نے واپسی پر مندرجہ ذیل اشعار کہے:

وَلَوْ رَأَيْتُ أَبُو غِيلَانَ إِذْ حَسَرْتُ عَنِّي الْأُمُورُ إِلَى أَمْرِ قَدْ طُبِقَ
لَقَالَ رَغْبٌ وَرَهْبٌ يَجْمَعَانِ مَعًا حُبُّ الْحَيَاةِ وَهَوْلُ النَّفْسِ وَالشَّقَقُ
إِمَّا بَقِيَتْ عَلَى مَجْدٍ وَمَكْرُمَةٍ أَوْ أُسْوَةٌ لَكَ فِيمَنْ يَهْلِكُ الْوَرَقُ
(اگر ابو غیلان مجھے دیکھتے جب کہ امور زمانہ نے مجھے ایسی چیز کے حصول تک پہنچا دیا ہے جس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

تو وہ کہتے: خواہش اور خوف دونوں یکساں جمع ہیں، دنیا کی محبت اور دل کی ہیبت اور خوف ایک ساتھ جمع ہیں۔
یا تو تم عزت و شرافت پر باقی رہو گے یا تمہارے لیے ان لوگوں میں اسوہ اور نمونہ ہے، قوم کے جو کمزور اور نوخیز نوجوان ہلاک ہو گئے ہیں)

غیلان کی ایک لڑکی بادیہ خوب صورتی اور جمال میں بہت مشہور تھی، غزوہ طائف کے موقع پر ہیث مخنث نے عبداللہ ابن امیہ سے کہا: اگر اللہ نے طائف کو تمھارے ہاتھوں فتح کیا تو میں تم کو بادیہ بنت غیلان کو دکھاؤں گا، جو بہت ہی زیادہ خوبصورت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے مخنث کی یہ بات سنی تو مخنثوں کو اپنے گھروں سے نکالنے کا حکم دیا، پھر اس کو روضہ خان جلاوطن کر دیا۔

غیلان نے بہت سے موضوعات شاعری پر طبع آزمائی کی ہے، فخر کے موضوع پر اکثر جاہلی شعراء نے اشعار کہے ہیں، غیلان نے بھی اپنے شہر طائف اور قبیلہ ثقیف پر فخر کیا ہے، انھوں نے اپنے قبیلہ پر فخر کرتے ہوئے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

حَلَلْنَا الْحَدَّ مِنْ تَلْعَاتِ قَيْسٍ بِحَيْثُ يَحُلُّ ذُو الْحَسَبِ الْجَسِيمِ
وَقَدْ عَلِمَتْ قَبَائِلُ جَذْمٍ قَيْسٍ وَلَيْسَ ذُوو الْجَهَالَةِ كَالْعَلِيمِ
بِأَنَّا نَصْبِحُ الْأَعْدَاءَ قَدَمًا سَجَالُ الْمَوْتِ بِالْكَأْسِ الْوَحِيمِ
وَأَنَا نَبْتَنِي شَرَفَ الْمَعَالِي وَنَنْعَشُ عَشْرَةَ الْمَوْلَى الْعَدِيمِ
وَأَنَا لَمْ نَزَلْ مَلَجًا وَكَهْفًا كَذَاكَ الْكَهْلُ مِنَّا وَالْفُطَيْمُ

(ہم قبیلہ قیس کے ٹیلوں کی اس حد پر اتر گئے جہاں شریف النسب مضبوط اور طاقت ور اترتا ہے۔)

قیس کے تمام قبیلے اس بات سے واقف ہو چکے ہیں، جاہل شخص باخبر شخص کی طرح نہیں ہوتا۔

اس بات کو جان لیا ہے کہ یہ ہماری پرانی عادت ہے کہ ہم دشمنوں کو ناقابل ہضم جام سے موت کی نیند سلاتے ہیں۔

اور ہم بلند یوں کی چوٹی تعمیر کرتے ہیں اور ہم تہی دست دوست کو اپنے ساتھ رکھ کر خوش حال بناتے ہیں۔

اور ہم اب تک دوسروں کے لیے پناہ اور لیکن گاہ ہیں، ہمارا بوڑھا اور دودھ پیتا بچہ ہر ایک کے یہی اوصاف ہیں)

غیلان نے حماسہ اور جنگ کے سلسلے میں بہت سے قطعات کہے ہیں، بنو ثقیف اور بنو عامر ابن ربیعہ کے درمیان جنگ ہوئی، اس میں ثقیف کو فتح حاصل ہوئی، اس سلسلے میں انھوں نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

وَدَعُ بَذْمٌ إِذَا مَاحَانَ رَحْلُنَا أَهْلَ الْحِظَائِرِ مِنْ عَوْفٍ وَدَهْمَانَا
الْقَائِلِينَ وَقَدْ حَلَّتْ بِسَاحَتِهِمْ جَسْرٌ تَحْسَحَسُ عَنْ أَوْلَادٍ حِصَانَا
وَالْقَائِلِينَ وَقَدْ رَابَتْ وَطَابُهُمْ أَسِيفٌ عَوْفٍ تَرَى أَمْ سِيفُ غِيلَانَا
أَغْنُوا الْمَوَالِيَ عَنَّا لَا أَبَا لَكُمْ إِنَّا سَنُغْنِي صَرِيحَ الْقَوْمِ مَنْ كَانَا

(اس وقت مذمت کرنا چھوڑ دو جب ہمارا قافلہ عوف اور دہمان قبیلوں کے شہری علاقوں کے قریب پہنچ جائے۔)

وہ کہہ رہے ہیں جب کہ ان کے علاقے میں بہادر اور طاقت ور لوگ اتر گئے: مضبوط لڑکوں کو تلاش کرو۔

اور وہ کہہ رہے ہیں جب کہ قبیلہ عوف کی تلواریں کمزور اور نرم پڑ گئیں، یا غیلان کی تلوار کی دھار قبیلہ عوف والوں نے دیکھ لیا۔

ہماری طرف سے دوستوں کو بے نیاز کرو (اللہ تمہارے ابا کو ہلاک کرے) ہم قوم کے شریف کو بے نیاز کر دیں گے چاہے وہ جو بھی ہو)

مرثیہ کے اشعار بھی غیلان سے مروی ہیں، ان کے فرزند عامر کا انتقال شام میں طاعونِ عمواس میں ہوا تھا، اس وقت وہ ثقیف کے شہسوار تھے، اس پر انھوں نے مندرجہ ذیل مرثیہ کہا:

عَيْنِي تَجُودُ بِدَمْعِهَا الْهَتَانِ سَحًّا وَتَبْكِي فَارِسَ الْفُرْسَانِ
يَاعَامَ مَنْ لِلْخَيْلِ لَمَّا أَحْجَمَتْ عَنْ شِلَّةٍ مَرُّهُوِيَّةٍ وَطَعَانِ
لَوْ أَسْتَطِيعُ جَعَلْتُ مِنْبًى عَامِرًا بَيْنَ الضُّلُوعِ وَكُلِّ حَيٍّ فَإِنْ
(میری آنکھ مسلسل تیز آنسو بہا رہی ہے، اور شہسواروں کے شہسوار پرور رہی ہے۔

اے عامر! سخت ترین نیزہ بازی اور خوف زدہ کرنے والے حملے کی صورت میں فوج پیچھے ہٹے تو اس فوج کو سنبھالنے والا کون ہے؟ اگر میرے بس میں ہوتا تو میں عامر پر قربان ہوتا، ہر زندہ چیز کو فنا ہے)

اکثر اصنافِ شاعری میں غیلان کے اشعار ملتے ہیں: فخر، حماسہ، مرثیہ وغیرہ۔

غزل میں بہت ہی کم اشعار ملتے ہیں۔

الفاظ میں خفت، سہولت اور رقت پائی جاتی ہے۔

مراجع:

(الاصابة ۲/۱۸۶-۱۸۸، شعراء الطائف في الجاهلية والاسلام ۶۵-۷۱، الاستيعاب ۳/۱۸۹-۱۹۲، أسد الغابۃ ۴/۱۷۲-۱۷۳،
الاعلام ۵/۱۲۳، الأغاني ۱۳/۲۲۱-۲۲۹، البداية والنهاية ۴/۳۳۳، ۶/۱۲۸، ۷/۱۲۸، تاريخ الطبري ۳/۸۱، ۶/۱۰۷، تهذيب سيرة ابن
هشام ۲۷۱، تجرید انساب العرب ۲۶۸، سبط المآلی ۳۳۷، طبقات فحول الشعراء لابن سلام النحوی ۲۵۹، العقد الفرید ۲/۳۷۷-۳۸۰،
۳/۴۱۸، الکامل فی التاریخ ۳/۷۸، مجمع شعراء اللسان ۳۱۸، مجمع الشعراء ذاکر عقیف ۲۰۶، مجمع الشعراء، الخضر مین والامونین ۳۵۵)

(۲۷)

کعب ابن زہیر مرنی

کعب ابن زہیر ابن ابوسلمی ابن قریظ ابن حرث ابن مازن ابن خلدہ ابن ثعلبہ ابن ثور ابن لاطم ابن عثمان ابن مزینہ مرنی۔

کعب کے ایک حقیقی بھائی بنجیر تھے، جو ان ہی کی طرح شاعر تھے، ان کے والد کا شمار اساطین شعراے عہد جاہلی میں ہوتا ہے، ان کی ماں کبشہ بنت عمار ہیں۔

جب اسلام کی کرنیں پھوٹ پڑیں اور کثرت سے لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے تو بنجیر اور کعب نکل کر ابرق نامی جگہ آئے، بنجیر نے اپنے بھائی کعب سے کہا: تم یہاں ہماری بکریوں کے ساتھ رہو، میں اس شخص یعنی نبی کریم ﷺ کے پاس جا کر دیکھتا ہوں کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ وہ سن ۷ ہجری مطابق ۶۲۸ء کو رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور انھوں نے اسلام قبول کیا، البتہ کعب ابن زہیر اپنے شرک پر ہی قائم رہے، جب کعب کو بنجیر کے اسلام لانے کی خبر ملی تو انھوں نے اپنے بھائی اور رسول اللہ ﷺ کی ہجو کی، وہ کہتے ہیں:

أَلَا أُبَلِّغَا عَنِّي بُجَيْرًا رِسَالَةً فَهَلْ لَكَ فِيمَا قُلْتَ، وَيَحْكُ، هَلْ لَكَ
سَقَاكَ بِهَا الْمَأْمُونُ كَأَسَا رَوِيَّةً فَأَنْهَلَكَ الْمَأْمُونُ مِنْهَا وَعَلَاكَ
فَفَارَقْتَ أَسْبَابَ الْهُدَى وَاتَّبَعْتَهُ عَلَى أَى شَى، وَيَبْ غَيْرَكَ، دَلَاكَ
عَلَى مَذْهَبٍ لَمْ تُلَفْ أَمَّا وَلَا أَبَا عَلَيْهِ وَلَمْ تَعْرِفْ عَلَيْهِ أَحَا لَكَ
فَإِنْ أَنْتَ لَمْ تَفْعَلْ بِأَسْفٍ وَلَا قَائِلٍ، إِمَّا عَثَرْتُ، لَعَالَاكَ
(سن لو! میری طرف سے بنجیر کو یہ پیغام پہنچا دو کہ کیا میری کہی ہوئی بات میں تمھاری کوئی رائے ہے، تمھارا ناس ہو، کیا تم نے اس بارے میں سوچا۔

تم کو مامون نے مکمل سیراب کرنے والا جام پلایا، پھر تم کو دو بارہ پلایا اور بار بار پلایا۔
تم نے صحیح راستہ چھوڑ دیا اور اس (محمد) کی پیروی کی، صرف تمھارا ناس ہو، اس نے تم کو کون سی چیز دکھائی اور کس چیز کی طرف رہنمائی کی ہے۔

ایسے دین کی طرف تم کو ڈال دیا ہے جس پر تم نے نہ اپنی مان کو پایا اور نہ باپ کو، اور نہ تم نے کسی بھائی کو اس دین پر جانا۔
اگر تم نے میری بات پر عمل نہیں کیا تو مجھے کوئی افسوس نہیں ہے، اگر تم ٹھوکر کھا گئے تو میں یہ بھی نہیں کہوں گا کہ اللہ تم کو ٹھوکر سے محفوظ رکھے)

کعب کے بھائی نجیر نے مندرجہ ذیل اشعار میں ان کا جواب دیا:

مَنْ مُبْلَغٌ غَنِيٌّ كَعْبًا فَهَلْ لَكَ فِي الْتَبِ تَلُومٌ عَلَيْهَا بَاطِلًا وَهِيَ أَحْزَمُ
إِلَى اللَّهِ لَا الْعُزَى وَلَا اللَّاتُ وَحَدَهُ فَتَنْجُو إِذَا كَانَ النَّجَاءُ وَتُسَلِّمُ
لَدَى يَوْمٍ لَا يَنْجُو وَكَيْسَ بِمُفْلِتٍ مِنَ النَّارِ إِلَّا طَاهِرُ الْقَلْبِ مُسْلِمُ
فَدَيْنُ زُهَيْرٍ وَهُوَ لَا شَيْءَ دَيْنُهُ وَدَيْنُ أَبُو سَلَمَى عَلَى مُحَرَّمٍ
(میری طرف سے کعب کو یہ پیغام پہنچا دو کہ جس چیز کو قبول کرنے کی وجہ سے میری ملامت کر رہے ہو کہ وہ باطل ہے، ایسا نہیں ہے، بلکہ یہی چیز سب سے زیادہ ٹھوس ہے۔

میں تن تنہا اللہ کی ذات کی طرف تم کو بلاتا ہوں، نہ کہ لات اور عزی کی طرف، اسی صورت میں تمہیں نجات ملے گی اور تم محفوظ رہو گے، اس دن جب نجات کا دن ہوگا۔

اس دن آگ سے وہی شخص محفوظ رہے گا اور بچ جائے گا جس کا دل صاف ہوگا اور جو اسلام کی دولت سے مالا مال ہوگا۔
زہیر ابن ابوسلمی کا دین کچھ بھی نہیں ہے، اور ابوسلمی کا دین مجھ پر حرام ہے)

جب نبی کریم ﷺ کو ان اشعار کی اطلاع ملی تو نبی کریم ﷺ نے ان کا خون ہدر کر دیا، اور کہا کہ جس کسی کو کعب نظر آئے تو اس کو قتل کر دے، یہ اعلان سن کر لوگ کعب کے خون کے پیاسے ہو گئے، ان پر عرصہ حیات تنگ ہو گیا، ان کے بھائی کعب نے ان کو خط لکھا کہ جو بھی نبی کریم ﷺ کے پاس مسلمان ہو کر آتا ہے تو آپ اس کے اسلام کو قبول فرماتے ہیں، اور اس کی سابقہ تمام غلطیوں اور گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں، یہ خط پا کر کعب چھپ کر مدینہ آئے اور حضرت ابوبکر کی سفارش لی، پھر ان کے ساتھ ہی مسجد نبوی میں تشریف لے آئے، جب صبح کی نماز ہوئی تو حضرت ابوبکر نے ان کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا، کعب نے آپ ﷺ سے کہا: اللہ کے رسول! ایک شخص آپ سے اسلام پر بیعت کرتا ہے۔ اور انھوں نے اپنا ہاتھ پھیلا یا اور اپنا چہرہ کھول کر کہا: اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، میں کعب ابن زہیر ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو امان دیا، کعب نے اپنا مشہور قصیدہ ”بانت سعاد“ نبی کریم ﷺ کو سنایا، جو قصیدہ بردہ کے نام سے مشہور ہے، جس کا مطلع یہ ہے:

بَانتُ سَعَادٌ فَقَلْبِي الْيَوْمَ مَتَبُورٌ مُتَيْمٌ إِثْرَهَا فَلَمْ يَفِدْ مَكْبُورٌ
نبی کریم ﷺ نے یہ قصیدہ سن کر کعب کو اپنی چادر ہدیہ میں دی، جو ان کے لیے اور ان کے خاندان کے لیے فخر کا باعث بنی، اس چادر کو حضرت معاویہ نے ان کی اولاد سے خریدا، اس چادر کو بعد میں خلفاء عید کے دن پہنا کرتے تھے۔

ابن ابوالدنیاء نے نقل کیا ہے کہ نابغہ ذبیانی نے نعمان ابن منذر کی خدمت میں یہ شعر سنایا:

تَزِيدُ الْأَرْضَ إِمَامًا خِفًّا وَتَحْيِي إِنْ حَيَّتْ بِهَا ثَقِيلًا

(اگر آپ کا انتقال ہو جائے تو زمین کے ہلکے پن میں اضافہ ہو جائے گا یعنی آپ کا مقام و مرتبہ اتنا بلند ہے کہ زمین آپ کے بوجھ کو برداشت نہیں کر پارہی ہے، آپ کی زندگی میں زمین بوجھ بن کر رہے گی)

نعمان ابن منذر نے نابغہ سے کہا: اگر تم اس کے بعد اس شعر کے معنی کی وضاحت کرنے والا کوئی شعر نہیں کہو گے تو میں یہ سمجھوں گا کہ یہ شعر تعریف اور مدح کے بجائے ہجو ہے۔ نابغہ کو اس کے بعد والا شعر ڈھالنا دشوار ہو گیا تو نعمان نے ان سے کہا: میں تم کو تین دن کی مہلت دیتا ہوں، اگر تم شعر کہو گے تو میں تمہیں سواونٹ انعام دوں گا، ورنہ تلوار سے گردن اڑادی جائے گی۔ نابغہ دربار سے نکلے تو ان کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں اور گھبراہٹ صاف معلوم ہو رہی تھی، ان کی ملاقات کعب کے والد زہیر سے ہوئی تو ان کو اپنا واقعہ بتایا، انھوں نے کہا: ہمارے ساتھ صحراء میں چلو۔ کعب بھی ان کے ساتھ ہو لیے تو زہیر نے ان کو واپس کر دیا، نابغہ نے کہا: ہمارے بھتیجے کو ہمارے ساتھ آنے دو۔ نابغہ اور زہیر دونوں کے ذہن میں کوئی شعر نہیں آیا، اس وقت کعب نے نابغہ سے کہا: آپ کو یہ کہنے میں کیا رکاوٹ ہے:

وَذَلِكَ إِنْ فَلَلْتَ الْغَى عَنْهَا فَتَمْنَعُ جَانِبَيْهَا أَنْ تَمِيلَا

(اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ اس کی بے راہ روی کو روکیں گے اور اس کو درست کریں گے تو اس کے دونوں کناروں کو ایک طرف بھٹکنے سے روکیں گے)

نابغہ کو یہ شعر بہت پسند آیا اور انھوں نے یہ شعر نعمان کو جا کر سنایا، نعمان نے ان کو سواونٹ انعام میں دیے، انھوں نے اونٹ لاکر کعب کی خدمت میں پیش کیا، لیکن کعب نے لینے سے انکار کیا۔ کعب کی وفات تقریباً ۲۶ ہجری مطابق ۶۴۵ء کو ہوئی۔

کعب ابن زہیر قادر الکلام بسیار گو عظیم شاعر تھے، بعض لوگوں نے ان کو زہیر، لبید اور نابغہ کا ہم پلہ قرار دیا ہے، خلف الاحمر نے کہا ہے: ”اگر زہیر کے وہ اشعار نہ ہوتے جن کو لوگ بڑا مرتبہ دیتے ہیں تو میں کہتا کہ کعب ان سے بڑے شاعر ہیں۔“

کعب نے مندرجہ ذیل اصناف شاعری میں اشعار کہے ہیں: مدح، ہجو، فخر اور حماسہ۔ کعب اپنے تمام اشعار کو پسند نہیں کرتے تھے، بلکہ اپنے والد کی طرح ان کا اصول تنقیح اور چٹنگی کا تھا۔

رزق کی اللہ کی طرف سے فراہمی کے سلسلے میں کعب نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

أَعْلَمُ أَنِّي مَتَى مَا يَأْتِنِي قَدْرِي فَلَيْسَ يَحْبِسُهُ شُحٌّ وَلَا شَفَقُ
وَالْمَرْءُ وَالْمَالُ يَنْمِي ثُمَّ يُذْهِبُهُ مَرُّ الدُّهُورِ وَيُفْنِيهِ فَيَنْسَحِقُ
فَلَا تَخَافِي عَلَيْنَا الْفَقْرَ وَانْتَظِرِي فَضْلَ الَّذِي بِالْغَنَى مِنْ عِنْدِهِ نَيْقُ
إِنْ يَفْنِ مَا عِنْدَنَا فَاللَّهُ يَرْزُقُنَا وَمَنْ سِوَانَا وَلَسْنَا نَحْنُ نَرْزُقُ

(میں یہ بات جانتا ہوں کہ جب میری موت آئے گی تو نہ کجوسی اس کو روک پائے گی اور نہ گھبراہٹ روک سکے گی۔ آدمی ترقی کرتا ہے اور مال بڑھتا ہے، پھر حوادث زمانہ اس کو ختم کر دیتے ہیں اور اس کو فنا کر دیتے ہیں تو کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔

تم اس کی فکر اور خوف نہ کرو کہ ہم پر فقر و فاقہ آئے گا، بلکہ اس ذات کی طرف سے فضل و احسان کا انتظار کرو، جس کے پاس بے انتہا دولت ہے۔

جو کچھ ہمارے پاس ہے، اگر وہ ختم ہو جائے گا تو اللہ ہم کو بھی رزق دے گا اور ہمارے علاوہ دوسروں کو بھی، رزق کا حصول ہمارے ہاتھوں میں نہیں ہے)

کعب کے چند بہترین اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

لَوْ كُنْتُ أَغْجَبُ مِنْ شَيْءٍ لَأَعْجَبَنِي سَعْيُ الْفَتَى وَهُوَ مَخْبُوءٌ لَهُ الْقَدَرُ
يَسْعَى الْفَتَى لَأُمُورٍ لَيْسَ يُدْرِكُهَا فَالْنَفْسُ وَاحِدَةٌ وَالْهَمُّ مُنْتَشِرٌ
وَالْمَرْءُ مَا عَاشَ مَمْدُودٌ لَهُ أَمَلٌ لَا تَنْتَهِي الْعَيْنُ حَتَّى يَنْتَهِيَ الْأَثَرُ
(اگر مجھے کوئی چیز پسند ہے تو مجھے جو ان کی جدوجہد پسند ہے، حالاں کہ مقدر پوشیدہ رہتا ہے۔

نو جوان ان چیزوں کے لیے کوشش کرتا ہے جن کو وہ نہیں پاتا، کیوں کہ جان ایک ہی ہے اور خواہشات بہت سی ہیں۔ آدمی جب تک زندہ رہتا ہے وہ لمبی امیدیں لگائے رہتا ہے، جہاں قدم تھک جاتے ہیں وہاں آنکھ نہیں رکتی، یعنی وہاں امیدیں ختم نہیں ہوتیں)

انصار کی مدح میں بھی کعب کے اشعار ملتے ہیں، جن میں سے ایک شعر مندرجہ ذیل ہے:

مَنْ سَرَّهُ كَرَمُ الْحَيَاةِ فَلَا يَزَلْ فِي مَقْنَبٍ مِنْ صَالِحِي الْأَنْصَارِ
(جس کو یہ بات خوش کرے کہ اس کی زندگی باعزت رہے تو وہ صالحین انصار کے گروہ کے ساتھ مسلسل رہے)

حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں معذرت اور آپ کی مدح میں کہے ہوئے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

أَنْبِئْتُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ أَوْعَدَنِي وَالْعَفْوُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ مَأْمُولُ
مَهْلًا، هَذَاكَ الَّذِي أَعْطَاكَ نَا فَلَةَ الْقُرْآنِ فِيهَا مَوَاعِيظٌ وَتَفْصِيلُ
لَا تَأْخُذْنِي بِأَقْوَالِ الْوُشَاةِ، وَلَمْ أَذْنِبُ، وَإِنْ كَثُرَتْ فِي الْأَقَاوِيلِ
لَقَدْ أَقُومُ مَقَامًا لَوْ يَقُومُ بِهِ أَرَى وَأَسْمَعُ مَا لَوْ يَسْمَعُ الْفَيْلُ
لَظَلَّ يُرْعَدُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ لَهُ مِنَ النَّبِيِّ بِإِذْنِ اللَّهِ تَنْوِيلُ
إِنَّ الرَّسُولَ لَنُورٌ يُسْتَضَاءُ بِهِ مُهَنَّدٌ مِنْ سُيُوفِ اللَّهِ مَسْلُورُ
فِي عُصْبَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ قَالَ قَائِلُهُمْ بَطْنِ مَكَّةَ، لَمَّا أَسْلَمُوا: زُؤُلُوا
زَالُوا فَمَا زَالَ أَنْكَاسٌ وَلَا كُشْفٌ عِنْدَ الْإِلْقَاءِ وَلَا مِيلٌ مَعَازِيلُ
شَمُّ الْعَرَانِينَ أَبْطَالٌ لَبُوسُهُمْ مِنْ نَسْجِ دَاوُودَ فِي الْهَيْجَا سَرَابِيلُ
لَا يَفْرَحُونَ إِذَا نَالَتْ رِمَاحُهُمْ قَوْمًا، وَلَيْسُوا مَجَازِيْعًا إِذَا نِيلُوا

لَا يَقْعُ الطَّعْنُ إِلَّا فِي نُحُورِهِمْ وَمَا لَهُمْ عَنْ حِصَاصِ الْمَوْتِ تَهْلِيلُ
(مجھے یہ خبر پہنچائی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے دھمکی دی ہے، لیکن اللہ کے رسول کے پاس معافی کی امید ہے۔
تھوڑی دیر تو قف کیجئے، اللہ میرے سلسلے میں صحیح راے کی طرف آپ کی رہنمائی فرمائے، جس نے آپ کو قرآن کا
عطیہ دیا ہے، جس میں نصیحتیں اور احکام کی تفصیل ہے۔

آپ لگائی بجھائی کرنے والوں کی باتوں کی وجہ سے میرا مواخذہ نہ فرمائیے، میں نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے، اگرچہ
میرے سلسلے میں بہت سی باتیں کہی گئی ہیں۔

میں ایسی جگہ کھڑا ہوں اور ایسے امور دیکھ رہا ہوں اور ایسی باتیں سن رہا ہوں کہ اگر کوئی ہاتھی بھی اس جگہ کھڑا ہوا اور وہ یہ
باتیں سنے۔

تو وہ بھی کا پنے لگے، مگر یہ کہ اللہ کے نبی کی طرف سے اللہ کی اجازت سے احسان ہو۔
یقینی طور پر اللہ کے رسول نور ہیں، جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے، اور وہ اللہ کی تلواروں میں سے سوئی ہوئی تیز ہندوستانی
تلوار ہے۔

مکہ کی وادی میں قریش کے چند لوگوں میں کہنے والے نے کہا جب وہ مسلمان ہو گئے: یہاں سے نکل چلو یعنی ہجرت کر کے مدینہ
چلے جاؤ۔

تو وہ ایک اشارہ پر ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے، چنانچہ وہ کمزور نہیں ہیں، اور نہ وہ پہلے حملے ہی میں شکست کھا کر راہ
فرار اختیار کرنے والے ہیں، وہ جنگوں میں گھوڑوں پر جم کر بیٹھنے والے لوگ ہیں اور ہتھیاروں سے لیس رہتے ہیں۔
ان کی ناک کا بانسا اونچا ہے یعنی وہ خاندانی شریف ہیں، وہ بہادر ہیں اور ان کی زرہیں داود کی بنائی ہوئی ہیں، وہ
جنگوں میں لمبی زرہیں پہن کر نکلتے ہیں (داود عرب میں مشہور زرہ ساز تھا)۔

جب دشمن ان کی تیروں کا شکار ہو جاتے ہیں تو وہ خوش نہیں ہوتے، اور جب وہ دشمنوں کی تیروں کا شکار ہوتے ہیں تو
وہ گھبراتے بھی نہیں ہیں۔

دشمنوں کا وار ان کے سینوں پر ہی لگتا ہے اور وہ موت کے کچھار سے گھبراتے نہیں ہیں، یعنی وہ کسی بھی صورت میں
جنگ سے پیٹھ پھیر کر بھاگتے نہیں ہیں، جس کی وجہ سے ان کو کوئی زخم جسم کے پچھلے حصے پر نہیں آتا ہے، بلکہ وہ دشمنوں
کے ہر وار کا مقابلہ سینہ سپر ہو کر کرتے ہیں اور گھسان جنگ میں بھی گھبراتے نہیں ہیں)

مراجع:

(الاصابة ۳/۳۷۹-۳۸۰، تاریخ عمر فروخ ۲/۲۸۲-۲۸۵، العصر الاسلامی ۸۳-۸۸، الشعر الاسلامی فی صدر الاسلام ۲۸۷-۲۸۹،
الاعلام ۵/۲۲۶، الاغانی ۱/۸۶-۹۷، الامالی للقاتل ۱/۲۰۶، ۲/۲۶۰، ۳/۲۳، البدایہ والنہایہ ۴/۳۷۰-۳۷۴، تاریخ الادب
العربیہ ۱۰۴-۱۱۳، تاریخ الادب العربی بلاشیر ۲/۹۳، تاریخ الادب العربی زیدان ۱/۱۸۳، الخوان ۱/۱۵، خزائن الادب، دیوان
العرب ۱/۱۹۷، رسالۃ الغفران ۱۸۸، ۱۷۵، سبط اللہ ۱/۴۲۱، السیرۃ ۲/۵۱۵-۵۱۰، الشعر والشعراء ۱۶۰، شعر الخضر میں ۱۱-۳۶، ۹۶،
طبقات فحول الشعراء ۹۹، العقد الفرید ۲/۹۱، ۵/۹۱، مجمع الشعراء مرزبانی ۳۳۲، مجمع الشعراء الخضر میں والا موبین ۲۹۳-۲۹۴، مجمع شعراء
اللسان ۳۳۷، مجمع الشعراء ڈاکٹر عقیف ۲۳۴، مخ المرح ۲۵۴، وفیات الاعیان ۱/۳۶۷، ۲/۴۴۹) آپ کا دیوان مصر سے ۱۹۶۵ء
کوالدار القومیہ سے شائع ہوا ہے جس پر عباس عبدالقادر نے تحقیق کی ہے، علی فاعور کا تحقیق کردہ دیوان بیروت سے ۱۹۸۷ء کو شائع ہوا
ہے اور حتیٰ کی شرح کے ساتھ دارالکتب العربی بیروت سے ۱۹۹۴ء کو شائع ہوا ہے۔

(۲۸)

لبید ابن ربیعہ

لبید ابن ربیعہ ابن مالک ابن جعفر ابن کلاب ابن ربیعہ ابن عامر ابن صعصعہ کلابی۔
ان کی کنیت ابو عقیل ہے، لبید ابن ربیعہ مشہور مخضرم شاعر ہیں۔

بنو کلاب بنو عامر کے شریف اور با اثر اور قائد خاندان سے ان کا تعلق ہے، یہ خاندان بنو جعفر ہے، ان میں لبید کے والد ربیعہ بہت مشہور ہوئے، ان کے چچا طفیل، ابو براء اور معاویہ ہیں، ربیعہ بحر فیاض اور سخی تھے، اسی وجہ سے ان کا نام ”ربیع المقتزین“ (فقیروں کے لیے موسم بہار) پڑا، ان کو بنو اسد نے کسی جنگ میں قتل کر دیا، طفیل شہسوار اور جنگجو تھے، اسی طرح ابو براء بھی بہادر تھے، ان کا نام ”ملاعب الأسنة“ (نیزوں کے کھلاڑی) تھا، معاویہ حکیم اور ذوالرائے تھے، ان کا لقب ”معوذ الحکماء“ تھا، لبید کی ماں تامرہ بنت نباع عسیہ ہیں۔

لبید کو بچپن ہی سے اپنے خاندان کی شرافت، اپنے بزرگوں اور ان کے مناقب کا احساس تھا، جوان ہوتے ہی انھوں نے جنگوں میں شرکت کرنا اور حیرہ کے امراء کے پاس آنا جانا شروع کیا۔
مرزبانی نے معجم الشعراء میں نقل کیا ہے کہ وہ شہسوار، بہادر، شاعر اور سخی تھے، عہد جاہلی میں ایک زمانے تک شعر کہتے رہے، پھر انھوں نے اسلام قبول کیا، حضرت عمرؓ نے کوفہ میں اپنے گورنر کو خط لکھا کہ لبید اور اغلب عجمی سے پوچھو کہ اسلام لانے کے بعد انھوں نے کون سے اشعار کہے ہیں، لبید نے جواب دیا: اللہ نے مجھے شعر کے بدلے سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران عطا کیا ہے، یہ جواب پا کر حضرت عمرؓ نے ان کے عطیہ میں اضافہ کیا۔

ایک قول یہ ہے کہ انھوں نے اسلام لانے کے بعد صرف ایک شعر کہا جو مندرجہ ذیل ہے:

مَا عَاتَبَ الْمَرْءَ اللَّيْبَ كَنَفْسِهِ وَالْمَرْءُ يُصْلِحُهُ الْجَلِيسُ الصَّالِحُ
(عقل مند آدمی کی سرزنش اس کے نفس کی طرح کوئی دوسرا نہیں کرتا، اور آدمی کو صالح ہم نشین صالح بنا دیتا ہے)

ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ شعر مندرجہ ذیل ہے:

الْحَمْدُ لِلَّهِ إِذْ لَمْ يَأْتِنِي أَجَلِي حَتَّى اكْتَسَبْتُ مِنَ الْإِسْلَامِ سِرْبَالاً
(اس پر اللہ ہی کی تعریف ہے کہ اسلام قبول کرنے سے پہلے مجھے موت نہیں آئی)

جب وہ مسلمان ہوئے تو اپنی قوم میں واپس چلے گئے، پھر کوفہ میں سکونت اختیار کی اور انتقال

تک وہیں رہے، لبید کا انتقال ۱۴۵ سال کی عمر میں ہوا، پچپن سال مسلمان ہو کر گزارے اور باقی نوے سال زمانہ جاہلیت میں۔

ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ ۳۰، ۳۱ یا ۳۲ سال انھوں نے عہد اسلام میں گزارے، اور دوسرا شعر ان کا نہیں ہے بلکہ قرہ ابن نفاشہ کا ہے۔
لبید کے ایک مشہور قصیدے کا مطلع ہے:

أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللَّهَ بَاطِلٌ

یہ شعر سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”سب سے سچی بات جس کو کسی شاعر نے کہی ہے وہ لبید کی بات ہے“۔ پھر آپ نے یہ مصرعہ پڑھا۔

ابو عمر نے کہا ہے کہ انھوں نے مندرجہ ذیل مصرعہ اپنے عہد اسلام میں کہا:

وَكُلُّ أَمْرٍ يَوْمًا سَيَعْلَمُ سَعْيُهُ إِذَا اكْتَشَفَتْ عِنْدَ الْإِلَهِ الْمَفَاصِلُ

(اور ہر آدمی ایک دن عنقریب اپنی کوششوں کو جان لے گا جب اللہ کے پاس اعمال کھول دیے جائیں گے)
ابو عمر کی یہ بات صحیح ہونا ضروری نہیں ہے، کیوں کہ زمانہ جاہلیت کے بعض عقلاء مثلاً قس ابن ساعدہ اور زید ابن عمر کی طرح لبید ابن ربیعہ کو بھی دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان تھا۔

ریاشی نے روایت کیا ہے کہ جب قبیلہ مضر کے خلاف نبی کریم ﷺ کی بددعا کا رگڑ ہوئی تو قیس کا ایک وفد آپ کے پاس آیا، ان میں لبید ابن ربیعہ بھی تھے، اس وقت انھوں نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

أَتَيْنَاكَ يَا خَيْرَ الْبَرِيَّةِ كُلِّهَا لَتَرْحُمَنَا مِمَّا لَقِينَا مِنَ الْأَزَلِ
أَتَيْنَاكَ وَالْعَذْرَاءُ تَذْمِي لَبَانِهَا وَقَدْ ذَهَلَتْ أُمُّ الصَّبِيِّ عَنِ الْطِفْلِ
فَإِنْ تَدْعُ بِالسُّقْيَا وَبِالْعَفْوِ تُرْسِلِ الْ سَمَاءُ لَنَا وَالْأَمْرُ يَبْقَى عَلَى الْأَصْلِ
(ہم آپ کے پاس آئے ہیں، اے تمام مخلوقات میں سب سے بہتر شخص! تاکہ آپ ہم پر رحم کریں اور اللہ کی طرف سے نازل کردہ جن پریشانیوں اور تکلیفات سے ہم دوچار ہیں، ان سے آپ ہم کو بچائیں۔

ہم آپ کے پاس اس حال میں آئے ہیں کہ دو شیزہ کا سینہ زخمی ہے اور بچے والی عورت اپنے بچے سے غافل ہو گئی ہے۔ اگر آپ بارش کی دعا فرمائیں گے اور ہم کو معاف کریں گے تو ہمارے علاقے میں بارش ہوگی اور ہماری زندگی پہلی جیسی رہے گی)

ابن مندہ نے حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا: اللہ لبید پر رحم فرمائے، وہ کہتے ہیں:
ذَهَبَ الَّذِينَ يُعَاشُ فِي أَكْنَافِهِمْ وَبَقِيَتْ فِي خَلْفِ كَجِلْدِ الْأَجْرَبِ
(وہ سب لوگ چلے گئے جن کے پہلو میں زندگی گزاری جاتی ہے، اور میں سب سے پیچھے غارش زدہ اونٹ کی طرح باقی رہ گیا)

ان کے بہترین اشعار میں سے ایک شعر یہ بھی ہے:

وَأَكْذَبُ النَّفْسِ إِذَا حَدَّثَتْهَا إِنَّ صَدَقَ النَّفْسِ يُزْرَى بِالْأَمَلِ
(نفس کی سب سے جھوٹی بات یہ ہے کہ جب تم اس سے گفتگو کرو اور وہ تم کو امید دلائے، اور نفس کی سب سے زیادہ
چچی بات یہ ہے کہ وہ امید کو بنظر حقارت دیکھے)

مرزبانی نے لکھا ہے کہ فرزدق نے ایک آدمی کو لبید کا مندرجہ ذیل شعر پڑھتے ہوئے سنا:

وَجَلَا السُّيُولُ عَنِ الطُّلُولِ كَأَنَّهَا زُبُرٌ تَجْدُ مُتُونَهَا أَقْلَامُهَا
(بارش کی رونے کھنڈرات کو چمکا دیا، گویا کہ وہ کتابیں ہیں جن پر آرٹسٹ کے قلم چلے ہوں)

فرزدق یہ شعر سن کر اپنے خچر سے اترے اور سجدہ کیا، ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے ایسا
کیوں کیا؟ انھوں نے جواب دیا: جس طرح لوگ سجدہ قرآن سے واقف ہیں، اسی طرح میں سجدہ
شعر سے واقف ہوں۔

لبید کے بہترین اشعار میں مندرجہ ذیل اشعار بھی ہیں جو انھوں نے اپنے بھائی اربد کے

مرثیے میں کہے:

أَعَاذُكَ مَا يُدْرِيكَ إِلَّا تَظَنِّيَا إِذَا رَحَلَ السَّفَارُ مَنْ هُوَ رَاجِعُ
أَتَجَزَعُ مِمَّا أَحْدَثَ الدَّهْرُ لِلْفَتَى وَأَيُّ كَرِيمٍ لَمْ تُصِبْهُ الْقَوَارِعُ
لَعَمْرُكَ مَا تَدْرِي الصَّوَارِبُ بِالْحَصَا وَلَا زَا جَرَاتِ الطَّيْرِ مَا اللَّهُ صَانِعُ
وَمَا الْمَرْءُ إِلَّا كَالشَّهَابِ وَضَوْؤُهُ يَحُورُ رَمَادًا بَعْدَ إِذْ هُوَ سَاطِعُ
وَمَا الْبِرُّ إِلَّا مُضْمَرَاتٌ مِنَ التَّقَى وَمَا الْمَالُ إِلَّا عَارِيَاتٌ وَدَائِعُ
(اے میری ملامت کرنے والے! تمہیں کیا پتہ کہ جب کوئی سفر کر کے چلا جاتا ہے تو کون واپس آتا ہے تم تو صرف اندازہ
لگاتے ہو)

زمانہ نے نو جوان کے ساتھ جو کیا ہے، اس پر مت گھبراؤ، کون شریف ہے جس کو مصیبتوں کا سامنا نہیں ہے؟
تیری زندگی کی قسم! خوراک کی تلاش میں رہنے والے پرندے اور پرندوں کو نیک یا بد شگون لینے کے لیے بچکانے والی
عورتیں بھی نہیں جانتیں کہ اللہ کیا کرنے والا ہے۔

آدمی کی مثال اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ وہ شہابِ ثاقب اور اس کی روشنی کی طرح ہے، شہابِ ثاقب چمک رہا ہوتا
ہے کہ گر کر اچانک راکھ میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

نیکی تقویٰ اور خشیتِ الہی کے خزانوں میں سے ہے، اور مال کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ وہ عاریت میں رکھی ہوئی امانتیں ہیں)
لبید نے اپنے آباء و اجداد اور اپنی بہادری اور اپنی قوم کی بہت زیادہ تعریف کی ہے اور فخر کیا
ہے، انھوں نے اپنی قوم پر فخر اور اپنے سرداروں کی کثرت پر فخر کرتے ہوئے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

إِنَّا إِذَا التَقَتِ الْمَجَامِعُ لَمْ يَزَلْ مِنْ لَزَاؤِ عَظِيمَةٍ جَشَامُهَا
وَمُقَسِّمٌ يُعْطَى الْعِشْرَةَ حَقَّهَا وَمُعْذِمٌ لِحُقُوقِهَا هَضَامُهَا
فَضْلًا، وَذُو كَرَمٍ يُعِينُ عَلَى النَّدَى سَمَحٌ كَسُوبِ رَغَائِبِ غَنَامُهَا
مِنْ مَعْشَرٍ سَنَتْ لَهُمْ آبَائُهُمْ وَلِكُلِّ قَوْمٍ سُنَّةٌ وَإِمَامُهَا
فَبَنَوْا لَنَا بَيْتًا رَفِيعًا سَمُكُهُ سَمًا إِلَيْهِ كَهْلُهَا وَغُلَامُهَا
فَأَفْنَعُ بِمَا قَسَمَ الْمَلِكُ فَإِنَّمَا قَسَمَ الْخَلَائِقُ بَيْنَنَا عُلَامُهَا
(جب قومیں کسی جگہ جمع ہوتی ہیں تو ہم میں سے عظیم کارناموں کو مسلسل انجام دینے والے اور ان کارناموں کو انجام دینے کے لیے خطرات مول لینے والے برابر موجود رہتے ہیں۔

اور بعض تقسیم کرنے والے ایسے ہیں جو خاندان کو اس کا حق دیتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو اس کے حقوق نہیں دیتے اور ایسے ہیں جو ایک قوم کو دیتے ہیں اور دوسروں کو محروم کر دیتے ہیں۔
اور سخی سخاوت پر تعاون کرتا ہے، وہ فراخ دل، بہت زیادہ داد و بخش کرنے والا اور بہترین چیزوں کو دوسروں میں تقسیم کرنے والا ہے۔

اس کا تعلق ایسے خاندان سے ہے جس کے بزرگوں نے ان کے لیے ایک راستہ بنادیا ہے اور ہر قوم کا ایک راستہ ہوتا ہے اور اس راستے کا ایک امام اور ذمہ دار ہوتا ہے۔
چنانچہ ہمارے آباء و اجداد نے ہمارے لیے بہت ہی بلند گھر تعمیر کیا ہے، جہاں ہماری قوم کا بوڑھا اور بچہ ہر ایک چڑھ گیا ہے۔

چنانچہ شہنشاہ دو جہاں نے جو تقسیم کی ہے اس پر قناعت کرلو، کیوں کہ فطرتوں اور طبیعتوں کو ہمارے درمیان اسی ذات نے تقسیم کیا ہے جو ان سے اچھی طرح واقف ہے)
لبید کے اکثر جاہلی اشعار اسی نہج کے ہیں، اپنی قوم پر حد سے زیادہ فخر اور اپنے آباء و اجداد کا تذکرہ اور اپنی بہادری پر فخر و مباہات۔

لبید کے اشعار میں اسلامی معانی کثرت سے ملتے ہیں اور اسلام کی مثالی روح نظر آتی ہے، مثلاً وہ کہتے ہیں:

بَلَيْنَا وَمَا تَبَلَى النُّجُومُ الطَّوَالُغُ وَتَبَقَى الْجِبَالُ بَعْدَنَا وَالْمَصَانِعُ
فَلَا جَزَعُ إِنْ فَرَّقَ الدَّهْرُ بَيْنَنَا وَكُلُّ فَتَى يَوْمًا بِهِ الدَّهْرُ فَاجِعُ
وَمَا النَّاسُ إِلَّا كَالدِّيَارِ وَأَهْلِهَا بِهَا يَوْمٌ حَلُّوْهَا وَعَدُوْا بَلَاقِعُ
(ہم بوسیدہ ہو گئے، حالاں کہ روشن ستارے جس طرح پہلے تھے اب بھی ہیں، اور وہ بوسیدہ نہیں ہوئے ہیں، اور ہمارے بعد پہاڑ اور بلند بلند عمارتیں باقی رہیں گی۔

اگر زمانے نے ہم کو جدا کر دیا ہے تو کوئی گھبرانے کی بات نہیں، کیوں کہ زمانہ کسی نہ کسی دن ہر نو جوان کو اچانک اچک لیتا ہے۔
لوگوں کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ایک علاقہ اور وہاں کے رہنے والے ہوں، جس دن لوگ وہاں پڑاؤ کرتے ہیں تو وہ علاقہ آباد رہتا ہے، لیکن چند دنوں میں وہی علاقہ ویران ہو جاتا ہے)

لبید نے اپنے اشعار میں اپنے رب کی طرف رجوع ہونے کا تذکرہ کیا ہے اور ان کا دل حساب و کتاب کے خوف سے معمور رہنے کو بیان کیا ہے، وہ اپنے قصیدے میں کہتے ہیں:

إِنَّمَا يَحْفَظُ التَّقَى الْأُبْرَارُ وَإِلَى اللَّهِ يَسْتَقِرُّ الْقَرَارُ
وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُونَ وَعِنْدَ اللَّهِ وَرْدُ الْأُمُورِ وَالْإِصْدَارُ
كُلُّ شَيْءٍ أُخْصِيَ كِتَابًا وَعِلْمًا وَلَدَيْهِ تَجَلَّتِ الْأَسْرَارُ
إِنْ يَكُنْ فِي الْحَيَاةِ خَيْرٌ فَقَدْ أَنْظَرْتُ لَوْ كَانَ يَنْفَعُ الْإِنْظَارُ
عِشْتُ ذَهْرًا وَلَا يَدُومُ عَلَى الْأَيِّ أَمْ إِلَّا يَرْمُرُمْ وَتَعَارُ

(متقی و پرہیزگار اور نیک لوگ باقی رہتے ہیں، اور اللہ کے نزدیک جتنا ہی قرار پاتا ہے، یعنی اللہ کے دین پر جتنا ہی کامیابی کا راستہ ہے۔

اور تم اللہ کی طرف ہی لوٹ کر جانے والے ہو، اور اللہ ہی کی طرف تمام امور اور معاملات پہنچتے ہیں اور وہیں سے احکام صادر ہوتے ہیں۔

اس نے ہر چیز کو لکھ دیا ہے اور ہر چیز اس کے علم میں ہے، اور اس کے پاس کوئی راز راز نہیں ہے۔ اگر زندگی میں بھلائی ہے تو مجھے مہلت دی گئی ہے، کاش مہلت فائدہ پہنچائے۔ میں لمبی عمر تک زندہ رہا، گردشِ زمانہ میں صرف یرمرم اور تعار پہاڑ ہی باقی بچے ہیں)

مندرجہ ذیل اشعار بھی ملاحظہ ہوں:

مَنْ يَسْطِ اللَّهُ عَلَيْهِ إِضْبَعًا بِالْخَيْرِ وَالشَّرِّ بَأًى أَوْلَعَا
يَمْلَأُ لَهُ مِنْهُ ذُنُوبًا مُتْرَعًا وَقَدْ أَبَادَ إِرْمًا وَتَبَعَا
(اللہ جس کے ساتھ خیر یا شر میں سے کسی کا معاملہ کرنا چاہتا ہے تو وہ اسی کا خوگر ہو جاتا ہے۔

اس کے لیے خیر یا شر کا لبریز ڈول بھر دیتا ہے، اور اس نے ارم اور تبع کو صفحہ ہستہ سے مٹا دیا ہے)

صحیح بات یہ ہے کہ قرآن نے ان کے دل پر گہرا اثر چھوڑا ہے، ان کی طرف منسوب اکثر اشعار میں اسلامی روح کی گہرائی، اسلامی معانی اور مواظظ کا احساس ملتا ہے، انھوں نے اسلامی معانی کو اشعار اور قطعات میں ڈھالنا شروع کیا، ان قصیدوں میں بہترین قصیدہ لامیہ ہے جس میں وہ کہتے ہیں:

إِنَّ تَقْوَى رَبَّنَا خَيْرٌ نَفْلٌ وَبِإِذْنِ اللَّهِ رَيْئٌ وَعَجَلُ
أَحْمَدُ اللَّهِ فَلَا بَدْلَ لَهُ بِيَدِيهِ الْخَيْرُ مَا شَاءَ فَعَلُ
مَنْ هَذَاهُ سُبُلُ الْخَيْرِ اهْتَدَى يَا عَمَرَ الْبَالِ وَمَنْ شَاءَ أَضَلُ
فَأَكْذَبُ النَّفْسِ إِذَا حَدَّثَتْهَا إِنَّ صَدَقَ النَّفْسِ يُزْرَى بِالْأَمَلِ
غَيْرَ أَنْ لَا تُكْذِبُنَهَا فِي التَّقَى وَاخْزُهَا بِالْبَرِّ، لِلَّهِ الْأَجَلُ

(ہمارے پروردگار کی خشیت بہترین عبادت ہے اور اللہ ہی کی اجازت سے مہلت ملتی ہے اور جلدی اجل آجاتی ہے۔ میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں، چنانچہ اس کا کوئی ہم سر نہیں، اس کے ہاتھوں میں خیر و بھلائی ہے اور وہ جو چاہے کرتا ہے۔

(۲۹)

متمم ابن نوریہ تمیمی

طبری نے لکھا ہے کہ متمم اور ان کے بھائی مالک نے اسلام قبول کیا اور نبی کریم ﷺ نے قبیلہ تمیم کے صدقات کا ذمہ دار مالک کو بنایا، متمم نے اپنے بھائی کے سلسلے میں بڑے جاندار اور بہترین مرثیے کہے ہیں، مثلاً وہ کہتے ہیں:

فَلَمَّا تَفَرَّقْنَا كَانَنِي وَمَالِكًا لَطُولُ افْتِرَاقٍ لَمْ نَبْتَ لَيْلَةً مَعًا
وَكُنَّا كَنَدَمَانِي جُذَيْمَةَ حَقْبَةً مِنَ الدَّهْرِ حَتَّى قِيلَ لَنْ يَتَصَدَّعَا
(جب ہم جدا ہو گئے تو طویل جدائی کی وجہ سے میری اور مالک کی حالت ایسی ہو گئی کہ گویا ہم نے کبھی ایک بھی رات ساتھ میں نہیں گزاری ہے۔

جب کہ ہم اس سے پہلے ایک زمانے تک جذیمۃ الابرش کے دو ہم نشینوں کی طرح تھے، یہاں تک کہ کہا جانے لگا کہ یہ دونوں کبھی بھی جدا نہیں ہوں گے (عقیل اور مالک حیرہ کے سب سے پہلے شاہ جذیمۃ الابرش کے ہم نشین تھے) متمم سے دریافت کیا گیا کہ تمہارے بھائی کی جدائی پر تم کتنے غمگین ہو؟ انھوں نے کہا: بیس سال سے میری آنکھوں سے ایک قطرہ بھی آنسو نہیں ٹپکا ہے، جب میرے بھائی کا قتل ہوا تو آنسو رواں ہو گئے اور اتنے زیادہ بہہ گئے کہ تمام آنسو ختم ہو گئے۔

مرزبانی نے لکھا ہے کہ متمم کی کنیت ابو نہیک ہے، وہ کانے تھے اور بہترین مسلمان تھے، ان کے اکثر اشعار اپنے بھائی کے مرثیے میں ہیں، مندرجہ ذیل شعر ان ہی کا ہے:

وَكُلُّ فَتًى فِي النَّاسِ بَعْدَ ابْنِ أُمِّهِ كَسَاقِطَةٍ إِحْدَى يَدَيْهِ مِنَ الْخَبَلِ
(اپنے بھائی کی جدائی کے بعد لوگوں میں ہر نوجوان کی حالت ایسی ہوتی ہے کہ گویا بیماری کی وجہ سے اس کا ایک ہاتھ گر گیا ہے)

جب عمر ابن عبدالعزیز کے بھائیوں کا انتقال ہو گیا تو انھوں نے بھی اس وقت یہی شعر پڑھا اور خود کو تسلی دی۔

یہ بھی روایت ہے کہ حضرت عمر نے حلیہ سے دریافت کیا: کیا تم نے اس سے بھی زیادہ روئے والے شخص کو دیکھا ہے یا ایسے شخص کے بارے میں سنا ہے؟ اس نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! کسی بھی عربی

نے اس کی طرح نہیں رویا اور نہ بعد میں کوئی روئے گا۔

دوسری روایت یہ ہے کہ زبیر اور طلحہ رضی اللہ عنہما ایک سفر پر جا رہے تھے کہ متمم سے ان کی ملاقات ہوئی، وہ دونوں وہیں رک گئے، تاکہ وہ چلے جائیں، لیکن وہ بھی ان کے ساتھ رک گئے، پھر انھوں نے سفر میں جلدی کی تو متمم نے بھی جلدی کی، انھوں نے دریافت کیا: تم نے سفر میں تاخیر کیوں کی؟ پھر انھوں نے ہی کہا: تم نے مجھے سمجھا کہ میں تم لوگوں کو دھوکہ دوں گا، کیا میں محمد ﷺ کے ساتھیوں کو دھوکہ دے سکتا ہوں؟ تم نے گمان کیا کہ مجھے راستہ بھولنے کا خوف ہے اور میں تمہارے ساتھ سفر کر کے صحیح راستے پر رہوں گا، تم نے سمجھا کہ میں تنہائی سے خوف زدہ ہوں، اور میں تم دونوں سے انسیت حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں؟ ان دونوں نے دریافت کیا: تم کون ہو؟ انھوں نے کہا: میں متمم ابن نویرہ ہوں۔ زبیر اور طلحہ نے کہا: ہم اکتا گئے ہیں، ہم کو اشعار سناؤ۔ تو انھوں نے ان دونوں کو قصیدہ عینہ کا پہلا حصہ سنایا، یہ قصیدہ انھوں نے اپنے بھائی کے مرثیے میں کہا تھا:

وَإِنِّي مَتَى مَا أَدْعُ بِاسْمِكَ لَا تُجِبْ وَكُنْتَ جَدِيرًا أَنْ تُجِيبَ وَتَسْمَعَا
أَغْرُ كَنْصَلِ السَّيْفِ يَهْتَزُّ لِلْنَدَى إِذَا لَمْ يَجِدْ عَبْدٌ مِنَ السُّوءِ مَطْعَمَا
فَإِنْ تَكُنِ الْأَيَّامُ فَرَقْنَ بَيْنَنَا فَقَدْ بَانَ مُحْمُودًا أَخِي حِينَ وَدَعَا
سَقَى اللَّهُ أَرْضًا حَلَّهَا قَبْرُ مَالِكٍ ذَهَابَ الْغَوَادِي الْمُدْجَنَاتِ فَأَمْرَعَا
وَاللَّهِ مَا أَسْقَى الْبِلَادَ لِحَبَّهَا وَلَكِنَّهَا أَسْقَى الْحَبِيبَ الْمُودَعَا
وَعَشْنَا بِخَيْرٍ فِي الْحَيَاةِ وَقَبْلَنَا أَصَابَ الْمَنَايَا رَهْطٌ كَسْرَى وَتُبْعَا

(اب جب بھی میں تمہارا نام لے کر تم کو بلاتا ہوں تو تم جواب نہیں دیتے، کیوں کہ اب تم جدا ہو گئے ہو، حالانکہ تم کو سننا اور جواب دینا چاہیے، یعنی اب بھی تم تمہارے ضرورت مند ہیں۔

وہ تلوار کی دھار کی طرح روشن چہرے والا ہے، سخاوت پر وہ چمک اٹھتا ہے، جب کسی غلام کو بداخلاقی کی وجہ سے کھانا نہیں ملتا تو اس کے پاس رزق کا ڈھیر پڑا رہتا ہے اور وہ خرچ کر کے خوش ہوتا ہے۔

اگر گردش زمانہ نے ہم کو جدا کر دیا ہے تو کوئی بات نہیں ہے، کیوں کہ جب میرے بھائی کا انتقال ہو گیا تو ہر ایک شخص کی زبان اس کی تعریف سے تر تھی۔

اللہ تعالیٰ اس زمین کو سیراب کرے جہاں مالک کی قبر بنی ہے، وہاں گہرے بادل خوب برسے اور اس سرزمین کو سیراب کرے۔

اللہ کی قسم! میں بارش کی دعا اس سرزمین کی محبت میں نہیں کر رہا ہوں، بلکہ میں اپنے حبیب کے لیے بارش کی دعا مانگ رہا ہوں، جس کو وہاں دفنایا گیا ہے۔

ہم نے بہترین زندگی گزاری، اور ہم سے پہلے بھی ایرانیوں کے شاہ کسری اور یمن کے بادشاہ تبع کے خاندان پر بھی مصیبتیں آئی ہیں)

جب نبی کریم ﷺ کا انتقال ہو گیا تو متمم ابن نویرہ کا قبیلہ بنو حنظلہ بھی مرتد ہو گیا، حضرت ابو بکر نے مرتدین کے خلاف جنگ کرنے کے لیے مسلمانوں کا لشکر روانہ کیا، اور خالد ابن ولید کو بنو حنظلہ کے خلاف جنگ کرنے کی ذمہ داری دی، خالد نے بنو حنظلہ کے بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا، ان میں متمم ابن نویرہ کے بھائی مالک ابن نویرہ کو بھی قتل کر دیا، حالاں کہ وہ مرتد نہیں ہوئے تھے۔ (مالک ابن نویرہ کے مرتد ہونے اور نہ ہونے کے سلسلہ میں اختلاف ہے، سائنسچی قطوم نے ایک تحقیقی کتاب ”اولئک مبرؤون“ کے نام سے لکھی ہے جس کا ترجمہ فدوی نے ”وہ بری ہیں“ کے نام سے کیا ہے، جس میں مصنف نے ان کے مرتد ہونے کے سلسلہ میں پختہ دلائل دیے ہیں اور خالد رضی اللہ عنہ کو ان کے مسلمان ہوتے ہوئے قتل کرنے کے الزام سے بری الذمہ قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھا جائے ۱۱۳ تا ۲۹۸) متمم ابن نویرہ حضرت ابو بکر کے پاس آئے اور حضرت خالد سے انتقام لینے کا مطالبہ کیا، حضرت ابو بکر بدلہ نہیں لے سکے، متمم ابن نویرہ نے حضرت عمر کے عہد خلافت میں دوبارہ کوشش کی، لیکن کامیاب نہیں ہوئے، البتہ حضرت عمر حضرت خالد کے اس عمل سے حضرت ابو بکر کے عہد خلافت سے ہی ناراض تھے۔

حضرت عمر کے عہد خلافت کے بعد بھی متمم زندہ رہے اور انھوں نے حضرت عمر کے مرثیے میں اشعار بھی کہے، ان کی وفات تقریباً ۳۰ ہجری مطابق ۶۵۰ء میں ہوئی۔ متمم ابن نویرہ عظیم شاعر تھے، جو مرثیہ گوئی میں بہت مشہور ہوئے، خصوصاً انھوں نے اپنے بھائی کے سلسلے میں بہت زیادہ مرثیے کہے۔

مراجع:

(۱) الاصابۃ ۳/۳۲۰، تاریخ عمر فروخ ۲/۳۰۱-۳۰۳، اعلام تمیم ۲/۴۷۲، الاعلام ۵/۲۷۲، الاغانی ۱۵/۲۸۸-۳۰۲، الامالی للقالی ۱/۱۹، ۱۸/۲، البدایۃ والنہایۃ ۶/۳۲۷، ۳۲۰، ۹۳/۸، تہذیب اشعار العرب ۱۴۱، الجوان ۵/۳۳۰، ۳۳۹، خزائن الادب ۲/۲۳-۲۳، سبط اللہ ۱/۸۷، الشعر والشعراء ۳۳۷-۳۴۰، شعر الخضر مین ۵، ۲۵۳، طبقات فحول الشعراء ۴/۲۰۳، ۲۰۲، ۴۳۰، العقد الفرید ۱/۱۲۰، ۱۱۴/۲، وفیات الوفیات ۳/۲۳۳-۲۳۵، مجمع الشعراء مرزبانی ۳۶۱، ۳۶۶، مجمع الشعراء ڈاکٹر عقیف ۲۳۷-۲۳۸، وفیات الاعیان ۲/۱۷۳، مجمع الشعراء الخضر مین والا موئین ۲۲۲-۲۲۳ (شعر مالک و متمم ابنی نویرہ کے نام سے دو بھائیوں کا دیوان بغداد سے ۱۹۶۸ء کو شائع ہوا ہے جس کو اب تمام مرہون صفار نے جمع کیا ہے اور اس کی تشریح کی ہے۔

(۳۰)

نابغہ جعدی

حسان ابن قیس ابن عبد اللہ۔ ایک قول کے مطابق ان کا نام قیس ہے، اور ایک قول کے مطابق عبد اللہ ہے، چوتھا قول یہ ہے کہ ان کا نام حبان ہے، ان کا تعلق قبیلہ بنو جعدہ ابن کعب ابن ربیعہ سے ہے، نابغہ کی قوم مساکن فاج (نجد کے جنوبی علاقے میں ایک تالاب کا نام ہے) میں رہتی تھی۔ نابغہ ان کا لقب ہے، ان کو نابغہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے زمانہ جاہلیت میں اشعار کہے، پھر لمبے عرصے تک اشعار کہنا چھوڑ دیا، پھر اسلام لانے کے بعد دوبارہ شاعری شروع کی اور اس فن میں مہارت اور نبوغ حاصل کیا۔

نابغہ قدیم موہوبی شاعر ہیں، ان کو عہد جاہلی اور عہد اسلام میں طویل عمر ملی، وہ نابغہ ذبیانی سے بھی زیادہ عمر رسیدہ تھے، اس سلسلے میں انھوں نے بعض اشعار کہے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو درازی عمر ملی تھی:

أَلَا زَعَمْتُ بَنُو أَسَدٍ بَأَنِّي أَبُو وَلَدٍ كَبِيرِ السِّنِّ فَإِنِّي
فَمَنْ يَكُ سَائِلًا عَنِّي فَإِنِّي مِنَ الْفَتِيَانِ أَيَّامَ الْخِتَانِ
أَتَتْ مِائَةً لِعَامٍ وَلِدْتُ فِيهِ وَعَشْرٌ بَعْدَ ذَاكَ وَحِجَّتَانِ
وَقَدْ أَبْقَتْ صُرُوفُ الدَّهْرِ مِنِّي كَمَا أَبْقَتْ مِنَ السَّيْفِ الْيَمَانِي

(سن لو! بنو اسد کا خیال ہے کہ میں عمر رسیدہ اولاد کا باپ ہوں۔ جو میرے بارے میں پوچھے کہ تمھاری عمر کیا ہے؟ تو وہ سنے کہ میں ختان کے زمانے میں نوجوان تھا۔ میری پیدائش پر سو سال گزر چکے ہیں اور اس کے بعد دس سال اور دو دہائیاں گزر چکی ہیں۔ گردشِ زمانہ نے مجھے ویسا ہی کند بنا دیا ہے، جس طرح زمانہ یمنی تلوار کو کند بنا دیتا ہے) ابو حاتم بھستانی نے ”کتاب المعمرین“ میں لکھا ہے کہ وہ دو سو سال زندہ رہے، مندرجہ ذیل اشعار ان ہی کے ہیں:

قَالَ أُمَامَةُ كَمْ غَمَّرَتْ زَمَانُهُ وَذَبَحَتْ مِنْ عَنَزِ عَلَى الْأَوْثَانِ
وَلَقَدْ شَهِدْتُ عُكَازَ قَبْلِ مَحَلِّهَا فِيهَا وَكُنْتُ أَعْدُّ مِنَ الْفَتِيَانِ

وَالْمُنْذِرُ بْنُ مُحَرِّقٍ فِي مُلْكِهِ وَشَهِدْتُ يَوْمَ هَجَائِنِ النُّعْمَانِ
وَعَمَّرْتُ حَتَّى جَاءَ أَحْمَدُ بِالْهُدَى وَقَوَارِعُ تُتْلَى مِنَ الْقُرْآنِ
(امامہ نے دریافت کیا: تمہاری عمر کتنی ہے اور تم نے کتنے مینڈھے بتوں کے نام پر قربان کیے ہیں؟
میں نے سوق عکاظ کی جگہ کو اس کے قیام سے پہلے دیکھا ہے، اس وقت میں نوجوان تھا۔

اور میں نے منذر ابن محرق کو اس کے عہد حکمرانی میں دیکھا ہے اور میں نے حجائن النعمان کا زمانہ بھی پایا ہے۔
اور مجھے طویل عمر عطا ہوئی، یہاں تک کہ احمد ؓ ہدایت لے کر آئے اور قرآن کی آیتیں لے آئے جن کی تلاوت کی جاتی ہیں)
نابغہ جعدی، نابغہ ذبیانی سے قدیم شاعر ہیں، کیوں کہ نابغہ ذبیانی کی ملاقات نعمان ابن منذر
سے ہوئی تھی، جب کہ نابغہ جعدی کی ملاقات نعمان کے والد منذر ابن محرق سے بھی ہوئی ہے۔
ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ نابغہ جعدی عبد اللہ ابن زبیر کے عہد خلافت تک زندہ رہے اور اصحابی
نے لکھا ہے کہ وفات کے وقت ان کی عمر ۲۲۰ سال تھی۔

ابو عبیدہ معمر ابن شثی نے کہا ہے کہ نابغہ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے زمانہ جاہلیت
میں سوچ و بچھا سے کام لیا، شراب کو ناپسند کیا اور ازلام کو چھوڑ دیا اور بتوں سے کنارہ کشی اختیار کی۔

ابراہیم نے تذکرہ کیا ہے کہ مندرجہ ذیل قصیدے کے قائل نابغہ جعدی ہیں:
الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّي لَا شَرِيكَ لَهُ مَنْ لَمْ يَقْلُهَا فَنَفْسُهُ ظَلَمًا
الْمَوْلَجِ اللَّيْلِ فِي النَّهَارِ، وَفِي اللَّيْلِ نَهَارًا يُفَرِّجُ الظُّلَمَا
الْخَافِضِ الرَّافِعِ السَّمَاءَ عَلَى الْأَرْضِ وَلَمْ يَبْنِ تَحْتَهَا دَعَمًا
يَا أَيُّهَا النَّاسُ هَلْ تَرَوْنَ إِلَيَّ فَارِسَ بَادَتْ وَخَدُّهَا رَغَمًا
(تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں، جس کا کوئی شریک نہیں، جو اس کا اقرار نہ کرے تو اس نے خود اپنے اوپر ظلم کیا۔
وہ دن میں رات کو داخل کرتا ہے اور رات میں دن کو داخل کرتا ہے اور تارکیوں کو دور کرتا ہے۔
وہ آسمان کو زمین پر بلند کرتا ہے اور زمین کو آسمان سے نیچے کرتا ہے، اور اس نے آسمان کے نیچے ستون نہیں بنائے ہیں۔
اے لوگو! کیا تم ایران کو دیکھ رہے ہو کہ وہ ویران ہو گیا اور ذلیل ہو گیا)

ابو عمر نے اس قصیدے کے سلسلے میں کہا ہے کہ اس میں توحید، مرنے کے بعد زندہ ہونے،
بہترین بدلہ یا سزا، اور جنت و جہنم کا تذکرہ ہے۔

نابغہ جعدی ۹ ہجری میں اپنی قوم کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، وہ اپنی قوم کے سردار
تھے اور انھوں نے اسلام قبول کیا، رسول اللہ ﷺ کو انھوں نے مندرجہ ذیل اشعار سنائے جو آپ کو بہت
پسند آئے:

بَلَّغْنَا السَّمَاءَ مَجْدُنَا وَجَدُّوْنَا وَإِنَّا لَنَرْجُو فَوْقَ ذَلِكَ مَظْهَرًا

(ہماری عزت اور عظمت آسمان تک پہنچ گئی ہے اور اس سے بڑھ کر مظہر کی ہم امید کرتے ہیں)

جب رسول اللہ ﷺ نے یہ شعر سنا تو آپ کا چہرہ مبارک تبدیل ہو گیا، اور آپ نے دریافت فرمایا: ”ابولیلیٰ! کہاں؟ شاعر نے کہا: جنت کی طرف، اللہ کے رسول!، یہ جواب سن کر آپ ﷺ مطمئن اور راضی ہو گئے، شاعر کی تشریح سے آپ ﷺ نے جان لیا کہ یہ ذات الہی کے خلاف جرأت نہیں ہے، بلکہ اس کا تقرب اور خوشنودی حاصل کرنے کی تمنا ہے۔ (أضواء علی الألباء الاسلامی ص ۳۷-۳۸)

پھر انھوں نے مندرجہ ذیل اشعار سنائے:

وَلَا خَيْرَ فِیْ حُلْمٍ اِذَا لَمْ تَكُنْ بَوَادِرُ تَحْمِيْ صَفْوَهْ اَنْ يُكْدَرَا
وَلَا خَيْرَ فِیْ جَهْلٍ اِذَا لَمْ يَكُنْ حَلِيْمٌ اِذَا مَا اُوْرِدَ الْاَمْرُ اَصْدَرَا
وَإِنَّا لَقَوْمٌ مَا نُعَوِّدُ خَيْلِنَا اِذَا التَّقِيْنَا اَنْ تَحِيْدَ وَتَنْفَرَا
وَتَنْكِرُ يَوْمَ الرُّوْعِ اَلْوَانَ خَيْلِنَا مِنْ الطَّعْنِ حَتَّى نَحْسَبَ الْجَوْنَ اَشْقَرَا
وَلَيْسَ بِمَعْرُوْفٍ لَّنَا اَنْ نُرْدَهَا صَحَاْحًا وَلَا مُسْتَنْكَرًا اَنْ تُعَقَّرَا

(اس بردباری میں کوئی خیر نہیں ہے، جب اس کے ساتھ کوئی بردبار اور حلیم نہ ہو، جب کوئی بیوقوفی کا کام صادر ہو تو وہ سنجال لے کرے۔

اس جہالت میں کوئی خیر نہیں ہے جب اس کے ساتھ کوئی بردبار اور حلیم نہ ہو، جب کوئی بیوقوفی کا کام صادر ہو تو وہ سنجال لے۔ ہم ایسے لوگ ہیں کہ جب جنگ ہوتی ہے تو ہم اپنے گھوڑوں کو بدکنے اور میدان جنگ سے ہٹنے کا عادی نہیں بناتے ہیں۔ جنگ کے دن نیزہ بازی کی وجہ سے ہمارے گھوڑوں کے رنگ بدل جاتے ہیں، یہاں تک کہ ہم کو گمان ہونے لگتا ہے کہ ہمارے سیاہی مائل گھوڑے کا رنگ سرخی مائل ہے۔

ہم میں یہ بات معروف نہیں ہے کہ ہم اپنے گھوڑوں کو صحیح سالم واپس لے آئیں، اور ہمیں یہ بات ناپسند نہیں ہے کہ ہمارے گھوڑوں کا خون ہو جائے)

نابغہ جعدی مدینہ میں ایک مدت تک رہے، پھر حضرت عثمان ابن عفان کے عہد خلافت میں ان کو دیہات میں رہنے کی خواہش ہوئی، وہ اس وقت تک کوفہ میں رہا کرتے تھے، وہ مروان ابن حکم کے عہد خلافت تک زندہ رہے اور ۶۵ ہجری میں اصہبان میں انتقال کر گئے، وہ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے اور ان کی عمر سو سے تجاوز کر گئی تھی۔ (تاریخ عمر فروخ ج ۲ ص ۳۴۲)

نابغہ جعدی موہوبی شاعر تھے، ان کے اشعار میں سلاست اور سلیقہ پایا جاتا ہے، وہ بتکلف شاعری نہیں کرتے، البتہ ان کے اشعار میں بہت زیادہ تفاوت پایا جاتا ہے، ان کے اشعار میں بہت سے عمدہ اشعار بھی ہیں اور بہت سے گھٹیا اشعار بھی، انھوں نے مدح، ہجو اور وصف جیسے اصناف شاعری میں طبع آزمائی کی ہے، وہ گھوڑے کا وصف بیان کرنے والے بڑے شعراء میں شمار کیے جاتے ہیں، ہجو

میں وہ دوسرے پر غالب نہیں آتے تھے، جو شاعر بھی ان کی ہجو کرتا وہ ان پر غالب آجاتا تھا، نابغہ کے اشعار میں اسلامی الفاظ کثرت سے ملتے ہیں۔

نابغہ جعدی زمانہ جاہلیت میں لبید ابن ربیعہ کی طرح اپنی قوم کے کارناموں اور جنگوں کی فتوحات پر فخریہ اشعار کہا کرتے تھے اور اپنے دشمنوں کی ہجو کیا کرتے تھے، خصوصاً بنو اسد کی ہجو، جنہوں نے ایک جنگ میں ان کے بھائی کو قتل کر دیا تھا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ حیرہ کی حکومت کے ذمہ داروں یعنی نخعیوں کے پاس جا کر ان کی مدح میں اشعار کہا کرتے تھے۔

فتوحات اسلامی میں لبید مشرق اور ایران میں جہاد کی غرض سے مسلمانوں کے ساتھ رہے۔ جب حضرت علی کا عہد خلافت شروع ہوا اور جنگ صفین ہوئی تو نابغہ حضرت علی کے ساتھ رہے اور ان کی مدح اور معاویہ کی ہجو میں اشعار کہنے لگے، مثلاً ان کے مندرجہ ذیل اشعار ملاحظہ ہوں:

قَدْ عَلِمَ الْمِصْرَانِ وَالْعِرَاقُ أَنَّ عَلِيًّا فَحْلُهَا الْعُتَاقُ
إِنَّ الْأَلْسِنَةَ جَارُوكَ لَا أَفَاقُوا لَهُمْ سِيَّاقٌ وَلَكُمْ سِيَّاقُ
قَدْ عَلِمَتْ ذُلُّكُمْ الرِّقَاقُ سَقْتُمْ إِلَى نَهْجِ الْهُدَى وَسَاقُوا
إِلَى الْبَيْتِ لَيْسَ لَهَا عِرَاقُ فِي مِلَّةٍ عَادَتْهَا النِّفَاقُ

(کوفہ و بصرہ اور عراق والوں کو یہ بات معلوم ہے کہ علی شریف النسب طاقت ور شخص ہیں۔)

ان لوگوں نے تمہاری رفاقت اور مجاورت اختیار کی ہے، (اللہ ان کو ہوش میں نہ لائے) ان کا بھی ایک سیاق و سباق ہے اور تمہارا بھی ایک سیاق و سباق ہے۔

اس کو دوستوں نے جان لیا ہے۔ تم ہدایت کے راستے پر چل پڑے اور وہ۔

ایسے راستے پر چل پڑے، جس کی انتہا معلوم نہیں ہے، ایسی قوم اور ملت کے ساتھ جس کی فطرت ہی میں نفاق ہے)

نابغہ نے جب جہاد میں جانے کے لیے تیاری کی تو ان کی بیوی نے ان کو روکنے کی کوشش کی تو

اس پر انھوں نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

بَاثَتْ تَذَكُّرُنِي بِاللَّهِ قَاعِدَةً وَالْدَّمْعُ يَنْهَلُ مِنْ شَانِيهَا سَيْلًا
يَا ابْنَةَ عَمِّي كِتَابُ اللَّهِ أَخْرَجَنِي كُرْهَا وَهَلْ أَمْنَعَنَّ اللَّهُ مَا فَعَلَا
فَإِنْ رَجَعْتُ قَرُبُ النَّاسِ يُرْجِعُنِي وَإِنْ لَحِقْتُ رَبِّي فَايْتَعِنِي بَدَلًا
مَا كُنْتُ أَغْرَجَ أَوْ أَعْمَى فَيَعْدُرُنِي أَوْ ضَارِعًا مِنْ ضَنَى لَمْ يَسْتَطِعْ حَوْلًا

(وہ پوری رات بیٹھ کر مجھے اللہ کا واسطہ دیتی رہی اور اور جہاد میں جانے سے روکتی رہی، اور اس کی آنکھوں سے آنسوئیں رواں کی طرح بہتے رہے۔)

میں نے کہا: اے میری چچا کی لڑکی! اللہ کی کتاب نے میرے نہ چاہتے ہوئے مجھے جہاد کے لیے نکالا ہے، کیا میں اس کی حکم عدولی کر سکتا ہوں جس کا اللہ نے فیصلہ کیا ہے۔
اگر میں واپس آؤں تو یہ اللہ ہی کا فیصلہ ہے کہ وہ مجھے واپس کر دے گا، اگر میں اپنے رب سے جالموں تو میرا کوئی بدل تلاش کر لینا۔

میں اندھایا لنگڑا نہیں ہوں کہ اللہ مجھے معذور سمجھے، بیماری سے کمزور بھی نہیں ہوا ہوں کہ میں کچھ کرنے سکوں)
نابغہ جعدی نے اپنے فرزند محارب کے مرثیے میں مندرجہ ذیل اشعار کہے، جس میں انھوں نے اپنے بھائی وجوح کا بھی تذکرہ کیا ہے، اس میں وہ اپنی بیوی کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں:
أَلَمْ تَعْلَمِي أُنِّي رُزْتُ مُحَارِبًا فَمَا لَكَ، بَعْدَ الْيَوْمِ، خَيْرٌ وَلَا لِيَا
وَمِنْ قَبْلِهِ مَا قَدْ رُزْتُ بَوَّاحٍ وَكَانَ ابْنُ أُمِّي وَالْخَلِيلُ الْمُصَافِيَا
فَتَى كَمَلْتُ خَيْرَاتَهُ، غَيْرَ أَنَّهُ جَوَادٌ فَمَا يَبْقَى مِنَ الْمَالِ بَاقِيَا
فَتَى تَمَّ فِيهِ مَا يَسُرُّ صَدِيقَهُ عَلَى أَنْ فِيهِ مَا يَسُوءُ الْأَعَادِيَا
(کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ محارب کی جدائی اور موت سے میں مصیبت سے دوچار ہوں، آج کے بعد نہ تمہارے لیے خیر ہے اور نہ میرے لیے۔

اور اس سے پہلے بھی میں وجوح کی جدائی کی وجہ سے مصیبت سے دوچار ہو چکا ہوں، جو میرا بھائی اور مخلص دوست تھا۔
وہ ایسا نوجوان ہے جس میں تمام بھلائیاں مکمل طور پر پائی جاتی ہیں، البتہ وہ بڑا سختی ہے، جس کی وجہ سے اس کا کچھ بھی مال نہیں بچا ہے

وہ ایسا نوجوان ہے جس میں وہ تمام خصلتیں پائی جاتی ہیں جن سے اس کے دوست خوش اور مسرور ہوتے ہیں، ہاں اس میں وہ خصلتیں بھی ہیں جن سے دشمنوں کو نقصان ہوتا ہے)

باب پنجم

کم گو/ غیر مشہور شعراے عہد نبوی

(۱)

ابو احمد بن جحش اُسدی

ابو احمد بن جحش ام المؤمنین زینب کے بھائی ہیں، ان کا نام عبد ہے، ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کا نام عبد اللہ ہے، واقدی نے ابو احمد عبد اللہ بن جحش کہا ہے۔

اصحاب سیر کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ سابقون اولون میں سے ہیں، ایک قول یہ بھی ہے کہ انھوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور وہیں سے مدینہ پہنچے۔

بلاذری نے اس بات کی تردید کی ہے کہ انھوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی، انھوں نے کہا ہے کہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے ان کے بھائی عبید اللہ ہیں، جنھوں نے وہاں جا کر نصرا نیت قبول کی اور اسی پر ان کا حبشہ ہی میں انتقال ہو گیا۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ مہاجرین میں ابو سلمہ کے بعد سب سے پہلے آنے والے عامر ابن ربیعہ اور عبد اللہ بن جحش ہیں۔

ابو احمد نابینا تھے، وہ مکہ کے اوپری اور نچلے حصوں میں رہنما اور گائیڈ کے بغیر ہی اکیلے پھرا کرتے تھے، ان کی بیوی فارعہ بنت ابوسفیان ابن حرب تھی، انھوں نے جنگ بدر میں اور تمام غزوات میں شرکت کی، مکہ میں تنہا گھومنے کے سلسلے میں انھوں نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

حَبَّذَا مَكَّةَ مِنْ وَادٍ بِهَذَا أَهْلِي وَعَوَّادِي
بِهَذَا تَرَسَخُ أَوْ تَادِي بِهَذَا أَمْشِي بِلَاهَادِي

(کیا ہی خوب مکہ کی وادی ہے، وہاں میرے اہل و عیال اور دوست احباب ہیں۔

وہاں سے میرا تعلق بہت پرانا ہے، وہاں میں رہنما کے بغیر چلتا ہوں)

مرزبانی نے معجم الشعراء میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ کی

خدمت میں مندرجہ ذیل اشعار سنائے:

لَقَدْ خَلَفْتُ عَلَى الصَّفَا أُمَّ أَحْمَدَ وَمَرُوءَةَ بِاللَّهِ بَرَّتْ يَمِينُهَا
لَنَحْنُ الْأُلَى كُنَّا بِهَا ثُمَّ لَمْ نَزَلْ بِمَكَّةَ حَتَّى كَادَ عَنَّا سَمِيئُهَا
إِلَى اللَّهِ نَعْدُو بَيْنَ مُثْنَى وَمَوْحِدٍ وَدَيْنُ رَسُولِ اللَّهِ وَالْحَقُّ دِينُهَا
(ام احمد نے مروہ اور صفا پہاڑیوں پر اللہ کی قسم کھائی اور اپنی قسم پوری کی۔)

ہم وہیں تھے اور وہیں مکہ میں رہے، یہاں تک کہ قریب تھا کہ ہماری طرف وہ منسوب ہوتا۔

ہم ایک ایک اور دو دو کی تعداد میں تیز رفتاری کے ساتھ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے دین کی طرف جاتے ہیں اور آپ کا دین حق ہے)

ابوسفیان نے مکہ میں ان کا گھر ابن علقمہ عامری سے چار سو دینار میں خریدا تھا اور ایک سو دینار دیے

تھے، اور باقی بعد میں قسط وار دیے تھے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے ابواحمد سے فرمایا: اس کے بدلے تمہیں جنت

میں ایک گھر ملے گا۔ ابواحمد نے ابوسفیان کو اپنا گھر بیچے جانے کے سلسلے میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

أَقْطَعْتُ عُقْدَكَ بَيْنَنَا وَالْحَادِثَاتُ إِلَى نَدَامَةٍ
أَلَا ذَكَرْتُ لِي إِلَى الْغُشْرِ الَّتِي فِيهَا الْقِيَامَةُ
عُقْدِي وَعُقْدُكَ قَائِمٌ لَا غُوقَ فِيهِ وَلَا أَثَامَةَ
دَارِ ابْنِ عَمِّكَ بِعَتِّهَا تَشْرِي بِهَا عَنْكَ الْغَرَامَةَ
إِذْ هَبَّ بِهَا إِذْ هَبَّ بِهَا طَوَّقَتْهَا طَوَّقَ الْحَمَامَةَ
وَلَقَدْ جَرَيْتُ إِلَى الْعُقُورِ قِ وَأَسْوَأُ الْخَلْقِ الرَّغَامَةَ
قَدْ كُنْتُ آوِي فِي ذُرَى فِيهِ الْمُقَامَةُ وَالسَّلَامَةَ
مَا كَانَ عُقْدُكَ مِثْلَ عُقْدِ دِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ مَامَةَ

(کیا تم نے ہمارے درمیان ہوئے معاہدے کو توڑ دیا، حالانکہ بعد میں رونما ہونے والے واقعات پشیمان کر دیتے ہیں۔)

کیا تم نے دس راتوں کو یاد نہیں رکھا، جن میں قیامت آئے گی۔

میرا اور تمہارا معاہدہ باقی ہے، اس میں کوئی الٹ پھیر اور کوئی تبدیلی نہیں۔

تم نے اپنے چچا کے لڑکے کا گھر بیچ دیا، اس کے بدلے تم عذاب خرید رہے ہو۔

تم یہ لے لو، تم یہ لے لو، اور خوش ہو جاؤ، کبوتر کے طوق کی طرح تم کو اس گھر کا طوق پہنایا جائے گا۔

تم نے رشتے داری توڑنے میں جلدی دکھائی ہے، بدترین اخلاق جبر اور زیادتی ہے۔

اس گھر میں میں رہا کرتا تھا، جہاں رہنے کی جگہ اور سلامتی ہے۔

تمہارا معاہدہ ابن عمر اور ابن امامہ کے معاہدے کی طرح نہیں تھا)

مراجع: الاصابۃ ج ۳ ص ۳۲-۳۳، واقدی ج ۲ ص ۸۴۰-۸۴۱۔

(۲)

ابواناس بن زنیم لیشی دؤلی

ابواناس مشہور صحابی ساریہ ابن زنیم کے بھتیجے ہیں، ابو عمر نے ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ شاعر تھے اور وہ اپنی قوم کے شرفاء اور سرداروں میں سے تھے، انھوں نے حضرت محمد ﷺ کی مدح میں قصیدہ کہا ہے، جس کا مطلع یہ ہے:

فَمَا حَمَلْتُ مِنْ نَاقَةٍ فَوْقَ رَحْلِهَا أَبْرَّ وَأَوْفَى ذِمَّةً مِنْ مُحَمَّدٍ
(محمد ﷺ سے بڑھ کر حسن سلوک کرنے والا اور ذمہ داری پوری کرنے والا کوئی شخص نہیں ہے جس کو کسی اونٹ نے اپنے اوپر سوار کیا ہو)

اس قصیدے کے قائل کے سلسلے میں اختلاف ہے، بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ قصیدہ انس ابن زنیم کا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ ساریہ کا ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ اسید ابن ابواناس کا ہے، محمد ابن اسحاق نے ایمن ابن زنیم کے نام یہ قصیدہ منسوب کیا ہے۔

مراجع: الاصابۃ ج ۴ ص ۱۲، معجم الشعراء عقیف ۳۱، مخ المذبح ۵۰، معجم الشعراء الجھضر مین والا موبین ۴۹۔

(۳)

ابوبکر بن شعوب لیشی

ان کا نام شداد ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا نام اسد ہے، ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ شداد ابن اسود ہیں، اس بات پر تمام اہل رجال کا اتفاق ہے کہ ان کی ماں کا نام شعوب ہے۔

جرمی نے ”النوادرا المجموعۃ“ میں صحیح سند کے ساتھ ابوعبیدہ سے نقل کیا ہے کہ ابوبکر ابن شعوب اپنی ماں کی طرف منسوب ہوتے تھے، ان کے والد بنولیت کے ایک فرد ہیں، جو بکر ابن کنانہ کے فرزند ہیں، انھوں نے مقتولین بدر کا مرثیہ بھی کہا ہے، جرمی نے اپنی کتاب میں یہ اشعار نقل کیے ہیں، پھر بعد میں انھوں نے اسلام قبول کیا۔ (الاصابۃ)

بخاری میں روایت ہے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا: ابوبکر نے بنو کلب کی ایک عورت کے ساتھ شادی کی، جس کو ام بکر پکارا جاتا تھا، جب ابوبکر نے ہجرت کی تو ان کو طلاق دے دیا، ان ہی کے چچا زاد بھائی ابوبکر لیشی شاعر نے ان سے شادی کی، جس نے کفار مکہ کے مرثیے میں قصیدہ کہا ہے، جس کا مطلع ہے:

مَاذَا بِالْقَلْبِ قَلْبٍ بَدْرٍ
بدر کے گڑھے میں کون کون سے شرفاء پڑے ہوئے ہیں۔

مراجع: الاصابۃ ج ۴ ص ۲۲-۲۳۔

(۴)

ابوبکر صدیق

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سہلی نے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: جس نے تم کو یہ بات بتائی ہے کہ ابوبکر نے اسلام لانے کے بعد کوئی شعر کہا ہے تو اس نے جھوٹ کہا۔

(الروض الألف ۲/۵۶۰)

اس بارے میں اختلاف ہے کہ حضرت ابوبکر نے اشعار کہے ہیں یا نہیں، حضرت عائشہ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر کے اشعار نہیں ہیں، یہ بات زیادہ قوی بھی معلوم ہوتی ہے، کیوں کہ حضرت عائشہ آپ کی بیٹی ہیں، اور وہ اشعار کی راویہ اور عالم بھی ہیں۔

لیکن حضرت ابوبکر سے بہت سے اشعار مروی ہیں، جن میں سے بعض سعید ابن مسیب سے بھی مروی ہیں، اور بہت سے مورخین اور ادباء نے حضرت ابوبکر کے اشعار کو نقل کیا ہے، سعید ابن مسیب کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ ابوبکر شاعر تھے، عمر شاعر تھے، اور علی ان تینوں میں بڑے شاعر تھے۔

(العقد الفرید ۲۸۳)

امام شععی سے بھی یہی منقول ہے۔

حضرت ابوبکر سے زیادہ اشعار مروی نہیں ہیں، بلکہ بعض موقعوں کی مناسبت سے چند ہی اشعار منقول ہیں۔

الاستیعاب اور الزیۃ میں مندرجہ ذیل اشعار نقل کیے گئے ہیں:

يَا عَيْنُ فَا بُكِي وَلَا تَسْأَمِي وَحَقُّ الْبُكَاءِ عَلَى السَّيِّدِ
عَلَى خَيْرِ خُنْدَفٍ عِنْدَ الْبَلَاءِ ۚ أَمْسَى يُغَيَّبُ فِي الْمَلْحَدِ
فَصَلَّى الْمَلِيكَ وَلَّى الْعِبَادِ وَرَبُّ الْبِلَادِ عَلَى أَحْمَدِ
فَكَيْفَ الْحَيَاةُ لِفَقْدِ الْحَبِيبِ ب وَزَيْنِ الْمَعَاشِرِ فِي الْمَشْهَدِ
فَلَيْتَ الْمَمَاتُ لَنَا كُلَّنَا وَكُنَّا جَمِيعًا مَعَ الْمُهْتَدِي

(اے آنکھ! روتی رہ، اور اکتاہٹ محسوس نہ کر، سردار پر رونے کا حق ہے۔
مصیبت کے وقت بہترین غم خوار اور مددگار پر روتی رہ، جس کو آج لحد میں دفن کیا جا رہا ہے۔
بندوں کا محافظ اور نگران مالک الملک اور پوری کائنات کا پروردگار احمد ﷺ پر رحمت نازل فرمائے۔
محبوب کی جدائی کے بعد زندگی کیسی؟ ہر مجلس کی زینت کی جدائی کے بعد زندگی کیسی؟
کاش ہم سبھوں کو موت آجاتی اور سب ہادی عالم کے ساتھ ہوتے)

مراجع: الشعر الاسلامی فی صدر الاسلام ص ۲۹۴-۲۹۵، روض الأنف ۲/۵۶۰، العقد الفرید ۲۸۳، الاستیعاب ۳/۱۳۹، الزیۃ ۱/۱۰۹، الأعلام ۴/۱۰۲، تاریخ الأم والملوک للطبری ۴/۴۶، الروض الأنف ۳/۲۶، السیرۃ النبویہ ۲/۴۴۲-۴۴۷، صفوة الصفوة ۱/۸۸، طبقات ابن سعد، مخ المذبح ۱۵۰، مجمل الشعراء المختصر بین والأموئین ۶۶-۶۷۔

(۵)

ابو ذناب مذحجی

ابو ذناب مذحجی کا تعلق خاندان سعد العشیرہ سے ہے، ابو عمرو نے کہا ہے کہ ان کے اسلام لانے کا قصہ بڑا ہی دلچسپ ہے، وہ شاعر تھے اور یہ عبداللہ ابن ذناب کے والد ہیں۔
ابوموسیٰ نے ”الذیل“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ خطاب کیا، اللہ کی تعریف کی اور کہا: میں تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، مجھے کھلی نشانیاں دی گئی ہیں، میرے منبر کے نیچے یہ شخص ہے، جس کا تعلق قبیلہ سعد العشیرہ سے ہے، یہ اسلام لانے کی غرض سے آیا ہے، میں نے آج سے پہلے اس کو کبھی نہیں دیکھا، اور نہ اس نے کبھی مجھے دیکھا ہے، نماز کے بعد یہ عجیب و غریب واقعہ سنائے گا،“ راوی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے نماز پڑھائی، میرے دل میں آپ کی محبت بھر دی گئی، نماز کے بعد آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ”سعد العشیرہ کے بھائی! قریب آ جاؤ اور ہمیں اپنا واقعہ سناؤ، صافی اور

قیراط کا واقعہ“ (صافی ان کے کتے کا نام تھا اور قیراط ان کے بت کا)، وہ کہتے ہیں کہ میں کھڑا ہو گیا اور میں نے پورا واقعہ سنایا، واقعہ ختم کرنے کے بعد میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ کا چہرہ خوشی کے مارے سونے کے مانند چمکنے لگا، آپ نے مجھے اسلام کی دعوت دی اور مجھے قرآن پڑھ کر سنایا تو میں اسلام لے آیا۔ ابوسعید نسیا پوری نے ”شرف المصطفیٰ“ میں یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے، اس واقعہ کے اخیر میں ہے کہ پھر میں نے آپ ﷺ سے اجازت مانگی کہ میں اپنی قوم کے پاس واپس جانا چاہتا ہوں، میں آپ ﷺ کے پاس سے اپنی قوم میں آیا اور اپنی قوم کو اسلام لانے کی ترغیب دی، انھوں نے اسلام قبول کیا، پھر میں ان سبھوں کو لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس آیا، اس سلسلے میں میں نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

تَبَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ إِذْ جَاءَ بِالْهُدَىٰ وَخَلَّفْتُ قِرَاطًا بِدَارِ هَوَانٍ
فَمَنْ مَبْلُغِ سَعْدِ الْعَشِيرَةِ أَنْبَىٰ شَرِيفُ الذِّي يَبْقَىٰ بِمَا هُوَ فَانٍ
جب رسول اللہ ﷺ ہدایت لے کر نمودار ہوئے تو میں نے آپ کی پیروی کی اور میں نے قیراط کو ذلت والی جگہ چھوڑ دیا۔

کون سعد العشیرہ خاندان کو یہ بات پہنچائے گا کہ میں نے فانی چیز کے بدلے باقی رہنے والی چیز خریدی ہے۔

مراجع: الاصابۃ ج ۳ ص ۶۲-۶۳

(۶)

ابورمخ خزاعی

دعبل ابن علی نے ”طبقات الشعراء فی أهل الحجاز“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ مخضرم شاعر ہیں، انھوں نے حسین ابن علی کا مرثیہ کہا ہے، جس کے اشعار بہت مشہور ہوئے، وہ کہتے ہیں:

مَرَرْتُ عَلَىٰ أَبْيَاتِ آلِ مُحَمَّدٍ فَلَمْ أَرَهَا كَعَهْدِهَا يَوْمَ حَلَّتِ
فَلَا يُبْعِدُ اللَّهُ الْبُيُوتَ وَأَهْلَهَا وَإِنْ أَصْبَحَتْ مِنْ أَهْلِهَا قَدْ تَخَلَّتِ
(میں آل محمد کے گھروں کے پاس سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ وہ گھر پہلے کی طرح باقی نہیں ہیں۔)

اللہ ان گھروں اور وہاں کے رہنے والوں کو اپنی رحمت سے دور نہ کرے، اگرچہ یہ گھر اپنے رہنے والوں سے خالی ہو گئے ہیں)

مراجع:

الاصابة ج ۳ ص ۵۵، الاستيعاب ۲/۷۲، الاکلیل ۱۰/۱۶۱، شعرہمدان ۳۲، معجم الشعراء مرزبانی ۵۰۹، معجم الشعراء الخضر مین ولا موئین ۱۶۱، معجم الشعراء عقیف ۱۰۰

(۷)

ابوز عنہ

ابوز عنہ کے نام کے سلسلے میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام عامر ابن کعب ابن عمرو ابن خدیج ہے، عبداللہ ابن عمرو اور کعب ابن عمرو بھی ان کا نام بیان کیا گیا ہے۔ طبری نے لکھا ہے کہ انھوں نے جنگ بدر میں شرکت کی، ابو عمر نے بھی یہی کہا ہے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ انھوں نے جنگ احد میں شرکت کی، وہ لکھتے ہیں: ”جنگ احد میں ابو زعنہ ابن عبداللہ ابن عمرو ابن عتبہ نے مندرجہ ذیل اشعار کہے، جن کا تعلق بنو ششم ابن خزرج سے ہے:

أَنَا أَبُو زُعْنَةَ بَعْدَ فِي الْهَرَمِ لَمْ يَمْنَعِ الْمُخْرَاةُ الْأَعْدَلِمِ
يَحْمِي الدِّمَارَ خَزْرَجِي مِنْ جَشَمِ

میں ابوز عنہ ہوں، میں اب بہت بوڑھا ہو گیا ہوں، لیکن میری صحت اچھی ہے، اور پانچ خانہ بالکل صاف ہوتا ہے۔ قبیلہ ششم کا خزرجی شخص یعنی میں اپنے علاقے کی حفاظت کرتا ہے۔

مراجع: الاصابۃ ج ۴ ص ۷۹

(۸)

ابوسنان بن حریش مخزومی

زبیر ابن بکار نے شناس ابن عثمان مخزومی کے تذکرہ میں ان کے بارے میں لکھا ہے کہ جب عثمان ابن شناس کا انتقال ہو گیا تو بنت حریش مخزومیہ یعنی ابوسنان کی بہن نے مندرجہ ذیل اشعار کہے، شاید یہ شناس ابن عثمان کی بیوی تھی:

يَا عَيْنُ جُودِي بِدَمْعٍ غَيْرِ أَمْنَسِ وَأَبْكِي رَزِيَّةَ عُثْمَانَ بْنِ شَمَّاسِ
صَعْبِ الْبَدِيهَةِ مَيْمُونِ نَقِيَّتُهُ حَالِ الْوَيْيَةِ رُكَّابِ أَفْرَاسِ
غَرِيبِ مَرِيْعٍ إِذَا مَا أَرَمَّتْ أَرَمَّتْ يَبْرِي السَّهَامِ وَيَبْرِي قُبَّةَ الرَّأْسِ
قَدْ قُلْتُ لَمَّا أَتَوْا يَنْعَوْنَهُ جَزَى أَوْدَى الْجَوَادُ فَارْدَى الْمُطْعَمِ الْكَاسِي

(اے میری آنکھ! مسلسل کثرت سے آنسو بہاتی رہ، اور عثمان ابن شناس کو موت کی وجہ سے آنے والی مصیبت پر رو۔

وہ اچانک حملہ کرنے والا شیر ہے، وہ مبارک خیالوں والا ہے، شہسوار جب قسم کھاتے ہیں۔
وہ بہت زیادہ سفر کرنے والا ہے اور بڑا فیاض ہے، جب کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ بے بہا مال خرچ کرتا ہے، وہ تیر
تراشتا ہے اور سروں کو اڑاتا ہے۔
میں نے غم کا اظہار کرتے ہوئے کہا جب لوگ اس کی موت کی خبر دینے کے لیے آئے: تجنی ہلاک ہو گیا، اور کھلانے
پلانے والے دیال کو موت آگئی)

زیر ابن بکار نے کہا کہ وہ جنگ احد میں شہید ہوئے تھے، ابوسنان ابن حریش نے اس کے
جواب میں تسلی دیتے ہوئے یہ اشعار کہے:

أَفْنِي حَيَاتَكَ فِي سِتْرٍ وَخَفِرٍ فَإِنَّمَا كَانَ عُثْمَانُ مِنَ النَّاسِ
لَا تَقْتُلِي النَّفْسَ إِنْ حَانَتْ مَنِيَّتُهُ فِي طَاعَةِ اللَّهِ يَوْمَ الرُّوْعِ وَالْبَاسِ
قَدْ مَاتَ حَمْزَةُ لَيْثُ اللَّهِ فَاصْطَبِرِي لَقَدْ ذَاقَ مَا ذَاقَ عُثْمَانُ بْنُ شِمَاسٍ
(تم اپنی زندگی خوف اور بے وفائی میں برباد کر رہی ہو، کیوں کہ عثمان بھی لوگوں میں سے ایک فرد تھے۔
اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو، اگر اللہ کی اطاعت میں جنگ کرتے ہوئے اس کو موت آئی ہے تو یہ بڑی اچھی بات ہے۔
اللہ کے شیر حمزہ کو بھی موت آئی، چنانچہ تم صبر کرو، عثمان ابن شماس کو موت آئی تھی، موت آگئی)

مراجع: الاصابۃ ج ۳ ص ۹۷

(۹)

ابو شجرہ سلمیٰ

ابو شجرہ مشہور شاعرہ حضرت خنساء کے فرزند ہیں، وہ بادیہ میں رہا کرتے تھے۔
زیر ابن بکار نے خالد ابن ولید کے تذکرہ میں ان کا ذکر کیا ہے، اور کہا ہے کہ ابو شجرہ ابن عبد العری
نے حضرت خالد کی طرف سے مرتدین کے خلاف جنگ کرنے کے سلسلے میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:
وَلَوْ سَأَلْتُ سَلْمَةَ غَدَاةً مِنْ إِمْرِي كَمَا كُنْتُ عَنْهَا سَائِلًا لَوْنَايَتَهَا
وَكَانَ الطَّعَانُ فِي لَوِيٍّ بَنِي غَالِبٍ غَدَاةَ الْجَوَاءِ حَاجَةً فَقَصِيَّتَهَا
(اگر سلمہ جنگ کی صبح کسی آدمی کے بارے میں پوچھے، جس طرح میں اس کے بارے میں پوچھا کرتا تھا جب میں اس
سے دور رہا کرتا تھا۔

تو اس سے کہہ دینا کہ جنگ جواء میں قبیلہ لوی کے خلاف جنگ کرنا ایک ضرورت تھی، جس کو میں نے پورا کیا)
مندرجہ ذیل شعر بھی انھی کا ہے:

وَرَوَيْتُ رُمَحِي مِنْ كَتِيبَةِ خَالِدٍ وَإِنِّي لَأَرْجُو بَعْدَهَا أَنْ أَعْمَرَ
(میں نے خالد کے لشکر میں دشمنوں کے خلاف جنگ کرتے ہوئے اپنے نیزے کو سیراب کیا، مجھے اس کے بعد امید ہے کہ بڑی عمر تک زندہ رہوں گا)

مبرد نے ”الکامل“ میں بیان کیا ہے کہ ابو شجرہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مال طلب کرنے کے لیے آئے تو انھوں نے دریافت فرمایا: تم کون ہو؟ ابو شجرہ نے کہا: میں ابو شجرہ سلمی ہوں۔ آپ نے فرمایا: اپنی جان کے دشمن! کیا تم نے یہ شعر نہیں کہا ہے، پھر اوپر والا شعر پڑھا، پھر کوڑے سے ان کو مارا، وہ بھاگ گئے اور اپنی اونٹنی پر سوار ہو گئے، اس وقت وہ یہ شعر کہہ رہے تھے:

قَدْ ضَنَّ عَنَّا أَبُو حَفْصٍ بِنَائِلِهِ وَكُلُّ مُخْتَبِطٍ يَوْمًا لَهُ وَرِقْ
(ابو حفص نے ہم کو اپنے عطیات دینے میں کنجوسی کی، فتنہ اور فساد برپا کرنے والے ہر شخص کو زوال ہے)

انھوں نے عبداللہ ابن مراد اس کے سلسلے میں بھی اشعار کہے، جن میں سے ایک شعر مندرجہ ذیل ہے:

وَعَبَّاسٌ يَذُبُّ لِي الْمَنَايَا وَمَا أَذْنَبْتُ إِلَّا ذَنْبَ صَخْرٍ
(اور عباس میرے خون کا پیاسا ہے، حالانکہ میرا گناہ صرف صخر کا گناہ ہے)

مراجع: الاصابہ ج ۴ ص ۱۰۱-۱۰۲

(۱۰)

ابو شمر بن قیس کندی

ابو شمر ابن قیس ابن فہر ابن عمرو ابن وہب ابن ربیع ابن معاویہ الاکرمین کندی۔
ان کے تذکرے میں صرف اتنا ملتا ہے کہ وہ عہدِ جاہلی اور عہدِ اسلامی کے شریف شاعر تھے۔

مراجع: الاصابہ ج ۴ ص ۱۰۶

(۱۱)

ابوشیبان

ان کو نبی کریم ﷺ کا زمانہ ملا اور انھوں نے اسلام قبول کیا، ابن ابوشیبہ نے لکھا ہے کہ ایک شخص شام کی طرف جہاد کی غرض سے نکلا جس کا نام شیبان تھا، اس کے والد بہت بوڑھے تھے، اس کے سلسلے

میں ان کے والد ابو شیبان نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

أَشْيَانٌ مَا يُدْرِيكَ أَنَّ رَبَّ لَيْلَةٍ عَيْنِكَ فِيهَا وَالْعُيُونُ خَائِبٌ
أَمْهَلْتَنِي حَتَّى إِذَا مَا تَرَكْتَنِي أَرَى الشَّخْصَ كَالشَّخْصَيْنِ وَهُوَ قَرِيبٌ
أَشْيَانٌ إِنَّ بَاتَ الْجِيُوشُ نَجْدَهُمْ يُقَاسُونَ أَيَّامًا بِهِنَّ خُطُوبُ
(شیبان! تمہیں کیا معلوم کہ بعض راتیں آنکھوں میں کٹ جاتی ہیں، اور آنکھیں کمزور ہو گئی ہیں۔

کیا تم مجھ سے اتنی دنوں تک دور رہے کہ تم نے میری یہ حالت بنا دی کہ میں ایک شخص کو دو دو دیکھنے لگا ہوں، حالاں کہ وہ قریب ہی رہتا ہے۔

شیبان! لشکر اپنی جماعت کے ساتھ جنگوں میں پستے ہیں، جن پر مصیبتیں حملہ کرتی رہتی ہیں)

جب یہ اشعار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوئے تو انھوں نے شیبان کو ملکِ شام سے واپس بلا کر ان کے والد کے پاس بھیج دیا، وہ والد کی وفات تک ان ہی کے ساتھ رہے۔

مراجع: الاصابۃ ج ۴ ص ۱۰۶

(۱۲)

ابوصحار سعدی

ابوصحار کو نبی کریم ﷺ کا عہد ملا، وہ جنگِ حنین میں مشرکین کے ساتھ تھے، پھر انھوں نے اسلام قبول کیا۔

جب اسلام پورے عرب میں غالب آنے لگا تو ان کی قوم نے ان کو اسلام کی دعوت دی، انھوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا اور جنگِ حنین میں یہ شعر کہا:

أَلَا هَلْ أَتَاكَ أَنْ غَلَبْتُ قُرَيْشٌ هَوَازِنَ وَالْخُطُوبُ لَهَا شُرُوطُ

(کیا تمہیں یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ قریش نے قبیلہ ہوازن پر غلبہ حاصل کر لیا ہے، حالاں کہ جنگیں کچھ اصولوں

پر لڑی جاتی ہیں)

پھر ابوصحار نے اسلام قبول کیا اور بہترین مسلمان بنے، عبید اللہ ابن عباس کے پڑوس میں جنتہ البقیع میں سکونت اختیار کی، ابو عبد اللہ اعرابی نے عبید اللہ کے ساتھ پیش آیا ہوا ان کا ایک واقعہ نقل کیا ہے اور ان کی تعریف میں اشعار نقل کیے ہیں، ابو عبد اللہ خالویہ نے بھی اپنی کتاب میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔

مراجع: الاصابۃ ج ۴ ص ۱۱۰

(۱۳)

ابوالعیال بن ابو عتبہ ہذلی

ابوالعیال، عبد ابن وجزہ ہذلی کے اخیا فی بھائی ہیں۔

ابن عسا کر نے لکھا ہے کہ ابوالعیال مخضرم شاعر ہیں، ان کو عہد جاہلی ملا، جب اسلام کا ظہور ہوا تو انھوں نے اسلام قبول کیا، اور حضرت عمر کے عہد خلافت میں جہاد اور جنگوں میں شریک ہوئے، فتوحات مصر میں بھی آپ نے شرکت کی، ابوالعیال حضرت معاویہ کے عہد خلافت تک زندہ رہے، اور یزید ابن معاویہ کے ساتھ رومیوں کے خلاف جنگ میں شریک ہوئے، اور اس جنگ کے سلسلے میں حضرت معاویہ کے نام ایک قصیدہ لکھا، جس کے چند اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

أَبْلَغُ مَعَاوِيَةَ ابْنِ صَخْرٍ أَنَّهُ يَهُوَى إِلَيْهِ الْغَرْقَدُ الْأَعْجَلُ
إِنَّا لَقَيْنَا بَعْدَكُمْ فِي غَزَوِنَا مِنْ جَانِبِ الْأَبْرَاجِ يَوْمًا يَنْسَلُ
أَمْرًا تَضِيقُ بِهِ الصُّدُورُ وَدُونَهُ مُهَجَّ النَّفُوسِ وَلَيْسَ عَنْهُ بِمَعَزَلٍ
(معاویہ ابن صخر کو یہ بات پہنچا دو کہ جلد باز عشق کا مارا ان کی ملاقات کا شوقین ہے۔)

ہم کو آپ کے بعد ہماری جنگ میں ابراج کی جانب سے ایک ایسے دن کا واسطہ پڑا جس میں ایک ایسا معاملہ پیش آیا جس سے دل سکڑ جاتے ہیں، لیکن ہم نے اپنی جانیں اس کے لیے لگا دیں اور ہم نے اس سے راہ فرار اختیار نہیں کیا)

مراجع:

الاصابة ج ۴ ص ۱۳۶، الأغاني ۲۰/۱۶۷، تاريخ الأدب بلاشير ۲/۱۰۵، ديوان الهذليين ۲/۲۶۵، ۳/۲۶۲، سبط الملالی ۲۰۷، شرح أشعار الهذليين ۲۰۵، ۱۳۲۰، الشعر والشعراء ۱۴۲، ۶۹۹، طبقات فحول الشعراء ۱۰۶، معجم الشعراء عفيف ۲۰۳، معجم الشعراء أخضر مین والأموئين ۳۳۸، معجم شعراء اللسان ۳۱۴

(۱۴)

ابوحم غفاری

ابوحم غفاری مشہور صحابی ہیں، ترمذی، نسائی اور حاکم وغیرہ میں ان سے حدیثیں مروی ہیں، آپ کا نام عبداللہ ابن عبدالملک ابن عبداللہ بن غفار ہے، آپ بڑے شریف النفس اور شاعر تھے، آپ نے جنگ حنین میں شرکت کی، آپ کے ساتھ آپ کے آزاد کردہ غلام عمیر بھی تھے، آپ کو ابوالمحم (گوشت کے ابا) کہنے کی

وجہ یہ ہے کہ آپ گوشت نہیں کھاتے تھے۔

مرزبانی نے لکھا ہے کہ آپ کا نام عبداللہ ابن عبد ملک ہے، آپ شریف النفس اور شاعر تھے، اور آپ کو جاہلیت کا زمانہ بھی ملا، آپ کا شمار قدیم اور کبار صحابہ میں ہوتا ہے، جنگ حنین میں آپ کو شہادت نصیب ہوئی۔

مراجع: الاصابۃ ج ۳ ص ۲۳

(۱۵)

ابو محمد فقعی

زیر ابن بکار نے ابو محمد فقعی کے اشعار نقل کیے ہیں، جن کو انھوں نے اس وقت کہا تھا جب خالد ابن ولید نے بنو اسد کو طلحہ ابن خویلد کے ساتھ بطاح میں شکست دی، یہ قتلہ ارتداد کا واقعہ ہے:

سَبَقْنَا إِلَيْهِ يَوْمَ بُوَيْعٍ خَالِدٌ وَجَعْفَرُ الْبَطَاحِ فَوْقَ أَرْجَائِهِ الدَّمُ
حَطَطْنَا بِأَطْرَافِ الرِّمَاحِ رُكْبَهَا وَأَرْحَالُهَا وَالْمَاءُ خَالٌ مُسَدَّمٌ
(ہم نے اس طرف سبقت کی، اس دن جب خالد اور جعفر کے ہاتھوں پر مقام بطاح میں بیعت کی گئی، جس کے کناروں پر خون پڑا ہوا ہے۔

ہم نے نیزوں کے پھلوں سے مقام بطاح کی فوج اور کجاؤں کو ہٹایا، جب کہ وہاں کا پانی ختم ہو گیا تھا یا متغیر ہو گیا تھا)

مراجع:

الاصابة ج ۳ ص ۱۸۹، الحیوان، سبط الکلی ۱۲۸، معجم الشعراء، عقیف ۲۳۳، معجم الشعراء، الخضر مین والاموئین ۳۳۸

(۱۶)

ابو مکت اسدی فقعی

ابو مکت عرفطہ ابن نضلہ اسدی فقعی۔

ابن مندہ نے مفصل ضمی کے واسطے سے نقل کیا ہے کہ ابو مکت اسدی نے کہا ہے کہ میں نبی

کریم ﷺ کے پاس آیا اور میں نے یہ اشعار سنائے:

يَقُولُ أَبُو مَكَّةٍ صَادِقًا عَلَيْكَ السَّلَامُ أَبَا الْقَاسِمِ

سَلَامُ الْإِلَهِ وَرَيْحَانُهُ وَرَوْحُ الْمُصَلِّينَ وَالصَّائِمِ
(ابو مکتع سچ کہتا ہے: ابوالقاسم! آپ پر سلامتی ہو۔
اللہ کی سلامتی اور اس کی رحمت نازل ہو، اور نمازیوں اور روزے داروں کی رحمت ہو)
آپ ﷺ نے فرمایا: ”علیک السلام: مُردوں کا سلام ہے۔“

مراجع: الاصابۃ ج ۴ ص ۱۸۳

(۱۷)

ابوہشتم انصاری اوسی

ابوہشتم ابن تیہان ابن مالک ابن عتیک ابن عمرو ابن عبد العلم ابن عامر ابن زعمور انصاری اوسی۔
یہ کنیت سے مشہور ہیں، مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ ان کا نام عبداللہ ہے۔
ابن اسحاق نے کہا ہے کہ ابوہشتم جنگ بدر میں شریک تھے، ان کا نام مالک ہے اور ان کے
بھائی عتیک ہیں، وہ دونوں تیہان کے فرزند ہیں، بیعت عقبہ کے ضمن میں ابن اسحاق نے کہا ہے کہ بنو
عبدالاشہل کے نقیب اسید ابن حفیر اور ابوہشتم ابن تیہان تھے۔
رسول اللہ ﷺ نے ان کے درمیان اور عثمان ابن مظعون کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا تھا، وہ
تمام غزوات نبوی میں شریک رہے۔
موسیٰ ابن عقبہ نے ابن شہاب سے نقل کیا ہے کہ بیعت عقبہ میں سب سے پہلے بیعت کرنے
والے ابوہشتم تھے اور انھوں نے جنگ بدر میں شرکت کی۔
ان کی وفات ۲۰ یا ۲۱ ہجری میں ہوئی۔

ابوربیع ابن سالم کلاعی نبی کریم ﷺ کے سلسلے میں ان کا مرثیہ نقل کیا ہے، جس کا ایک شعر یہ ہے:
لَقَدْ جُدِعْتُ آذَانُنَا وَأَنْوَفُنَا غَدَاةً فُجِعْنَا بِالنَّبِيِّ مُحَمَّدٍ
(اس دن ہمارے کان اور ناک کٹ گئے جس دن ہم اللہ کے نبی محمد ﷺ کے انتقال کی وجہ سے مصیبت سے دوچار ہوئے)

مراجع: الاصابۃ ج ۴ ص ۲۱۰

(۱۸)

اباء بن قیس اسدی

اباء بن قیس اسدی مخضرم شاعر ہیں، مرزبانی نے ”معجم الشعراء“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ فتنہ ارتداد میں انھوں نے خالد بن ولید کی مدح میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

لَنْ يَهْزِمَ اللَّهُ قَوْمًا أَنْتَ قَائِدُهُمْ يَا ابْنَ الْوَلِيدِ وَلَنْ يَشْقَى بِكَ الدُّبُرُ
كَفَاكَ كَفُّ عَذَابٍ عِنْدَ سَطْوَتِهَا عَلَى الْعَدُوِّ وَكَفُّ مَرَّةٍ غَفَرَ
(اللہ اس قوم کو شکست نہیں دے سکتا جس کے قائد آپ ہوں، اے ولید کے فرزند! تمہارے رہتے ہوئے کوئی گروہ بد بخت نہیں ہو سکتا۔

تمہارے عذاب کی ایک ہتھیلی ہی کافی ہے، جب تم اس کو دشمن کے خلاف سونتے ہو، اور دوسری مار اس کو ختم کر دیتی ہے)

مراجع:

الاصابة ج ۱ ص ۱۰۹، التمام لابن جني ص ۵۰-۵۱، شرح أشعار الهدلین للسکری ۶۶۷، معجم البلدان ۶۵۴/۳، معجم الشعراء الخضر مین والا موبین ص ۷

(۱۹)

ابان بن سعید بن عاص

ابان کے والد سعید ابن عاص قریش کے سربراہ و ردہ لوگوں میں سے تھے، ان کو بہت سے شریف اولاد ہوئی، خالد ابن عاص اور عمرو ابن عاص نے ابتدا ہی میں اسلام قبول کیا، ان دونوں کے سلسلے میں ابان نے اپنے مشہور اشعار کہے، جس کا مطلع یہ ہے:

أَلَا لَيْتَ مَيِّتًا بِالظَّرِيَّةِ شَاهِدٌ لِمَا يَفْتَرِي فِي الدِّينِ عَمْرُو وَخَالِدُ
(کاش مقامِ ظریہ کی میت (شاید ان کے والد) عمرو اور خالد کی طرف سے دین میں کی جانے والی افتراء پر دازی کی گواہی دیتی)

پھر عمرو اور خالد نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور وہیں پر رہے، ابان نے شرک کی حالت میں مشرکین کے ساتھ جنگ بدر میں حصہ لیا اور اس جنگ میں ان کے دو بھائی عاص اور عبیدہ حالت کفر ہی

میں قتل ہوئے، البتہ ابان جان بچا کر بھاگنے میں کامیاب ہوئے، وہ صلح حدیبیہ تک مکہ ہی میں رہے، جب حدیبیہ کے موقع پر کفارِ قریش نے حضرت عثمان کو پریشان کیا تو ابان ہی نے آپ کو پناہ دی اور رسول اللہ ﷺ کو ایک خط بھیجا، جس میں ابان نے یہ شعر لکھا:

أَسْبِلُ وَأَقْبِلُ وَلَا تَخَفُ أَحَدًا بَنُو سَعِيدٍ أَعَزُّهُ الْحَرَمُ
(بہادری دکھاؤ اور آگے بڑھو اور کسی سے نہ ڈرو، بنو سعید حرم کے باعث لوگ ہیں)

پھر عمر و اور خالد حبشہ سے واپس ہوئے اور انھوں نے اپنے بھائی ابان کے ساتھ مراسلت کے ذریعے رابطہ کیا، جس کے بعد ابان ان دونوں کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جنگِ خیبر کے موقع پر اسلام میں داخل ہوئے، اور جنگ میں حصہ بھی لیا، چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے جنگِ خیبر کے بعد ان کو کسی سر یہ میں بھیجا، یہ واقعہ امام المغازی واقدی نے نقل کیا ہے اور مورخین نے بھی یہی واقعہ نقل کیا ہے اور یہی مشہور بھی ہے۔

لیکن ابن اسحاق نے دوسرا واقعہ بیان کیا ہے کہ ابان بھی حبشہ ہجرت کرنے والوں میں شامل تھے اور ان کے ساتھ ان کی بیوی فاطمہ بنت صفوان کنانیہ بھی تھی۔

یثم ابن عدی سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا: مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ سعید ابن عاص نے کہا: جب میرے والد جنگِ بدر میں قتل کر دیے گئے تو میری پرورش میرے چچا ابان ابن سعید ابن عاص نے کی، ایک مرتبہ وہ تجارت کی غرض سے ملکِ شام گئے ہوئے تھے، ان کی ملاقات راستے میں ایک راہب سے ہوئی، جس کا نام ”یکا“ تھا، اس راہب نے نبی کریم ﷺ کے اوصاف بیان کیے اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا اور ابان سے کہا کہ میرا اسلام اس نیک شخص سے کہنا، ابان واپس ہوئے اور انھوں نے اپنی قوم کو جمع کر کے اس راہب کا قصہ بتایا، پھر مدینہ جا کر اسلام لے آئے۔

آپ ﷺ نے ان کو علاء ابن حضرمی کے بعد بحرین کا گورنر بنایا اور بعض سریوں میں کمانڈر بھی بنایا۔ ابوداؤد اور بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابان ابن سعید ابن عاص کو ایک مرتبہ سریہ میں نجد کی طرف بھیجا، وہ اور ان کے ساتھی خیبر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔

واقدی نے حضرت عمر ابن عبدالعزیز سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا تو ابان ابن سعید بحرین کے گورنر تھے، پھر ابان حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور وہاں سے شام چلے گئے، اور جنگِ اجنادین میں ۱۳ھ کو شہید ہوئے، موسیٰ ابن عقبہ اور اکثر مورخین نے یہی بات لکھی ہے، ابن اسحاق اور سیف ابن عمر نے ”الفتوح“ میں لکھا ہے کہ وہ جنگِ یرموک میں شہید ہوئے، ابن

برنی نے لکھا ہے کہ جنگِ مرج الصفر میں شہید ہوئے، ابوحسان زیاد دی نے لکھا ہے کہ ان کی وفات ۲۷ھ کو حضرت عثمان کے عہد خلافت میں ہوئی۔

الإصابة ج ٢٣ ص ٢٥، الوافي بالوفيات ج ٥ ص ٢٩٩، الأخبار الموفقيات ٣٣٣، الاستيعاب ١/ ١١٩، أسد الغابة ١/ ٣٦-٣٧، تاريخ خليفة
١٢٠، ١٣١، البداية والنهاية ١/ ١٩٦، ٥/ ٢٩٨، ٣٠٢، ١٣/ ٣٢، ٣٣، تهذيب تاريخ دمشق ٢/ ١٢-١٣٣، الجرح والتعديل ٢/ ٢٩٥،
تجهرقة أنساب العرب ٨١-٨٢، كتاب الحيوان ١٠٠/ ٦، سر أعلام النبلاء ج ١ ص ٢٦١، معجم الشرايع المنخفضين والأموثيين ص ٤

اجدع بن مالک بن امیہ ہمدانی وداعی

ابو عبید بکری نے ”شرح اُمّالی القالی“ میں بیان کیا ہے کہ یہ جاہلی اور اسلامی شاعر ہیں، یہ عمر بن خطاب کے پاس ملاقات کے لیے آئے، ان کا شمار گننے چنے شہسواروں میں ہوتا ہے، یہ مسروق ابن احدع کے والد ہیں۔

مراجع: الاصابية ج ١ ص ١٠٩، الاصبغيات لمصطفى رقم ١٦، اعلام اللوكل ٨٠١، الاغانى ٢٠٢/١٥ (دار الكتب) الاكلیل للصدفانى ٤٦١/١، الامالى للقالى ٢٣١، البدايه وانهايه ٦٣/٥، تهذيب ابن عساکى ١٠٩/١٠، خزائن الدب ٣٠٨/٨-٣٠٩، سطر الکلى للبکرى ١٠٩، الطبقات الکبرى لابن سعد ٥٠/٦، معجم الشعراء المحضرين والا مؤيدين ص ١٠-١١

ارطاة بن سہیہ غطفانی مزنی

تک زندہ رہے۔

مرزبانی نے ”معجم الشعراء“ میں بیان کیا ہے کہ ارطاة ابن سہیہ کی کنیت ابو الولید تھی، بڑھاپے میں ارطاة عبد الملک ابن مروان کے پاس آئے اور ان کے سامنے اپنے مندرجہ ذیل اشعار سنائے:

رَأَيْتُ الْمَرْءَ تَأْكُلُهُ اللَّيَالِي كَأَكْلِ الْأَرْضِ سَاقِطَةَ الْحَدِيدِ
مَا تَبَغَى الْمَنِيَّةُ حِينَ تَأْتِي عَلَى نَفْسِ ابْنِ آدَمَ مِنْ مَزِيدِ
وَأَعْلَمُ أَنَّهَا سَتَكْرُ حَتَّى تُوقِي نَذْرَهَا بِأَبَى الْوَلِيدِ

(میں نے دیکھا کہ زمانے کی گردش آدمی کو کھا جاتی ہے، جس طرح زمین غیر پختہ لوہے کو کھا جاتی ہے۔

اور میں جانتا ہوں کہ موت ضرور حملہ آور ہوگی اور ابوالولید کی جان لے کر ہی اپنی نذر یوری کرے گی)

ان کی وفات ۸۶ھ میں ہوئی۔

اُغانی میں ابوالفرج اصفہانی نے لکھا ہے کہ ارطاة ابن عبد اللہ ابن مالک ذبیانی فصیح اسلامی شاعر اور سخی تھے، ان کو ابن سہبہ کہا جاتا تھا۔

ابوالفرج اصفہانی ہی نے لکھا ہے کہ مروان ابن حکم جب خلیفہ ہوئے اور جنگوں سے فارغ ہوئے تو ارطاة نے ان کو مبارک باد دی، وہ مروان کے خاص آدمی تھے، پھر یہ اشعار کہے:

تَشْكِي الْقُلُوصِ إِلَى الْوَجْهِ تَجْرُ السَّرِيحِ وَتُبْلَى الْخِدَامَا
تَزُورُ كَرِيْمًا لَهُ عِنْدَهَا يَذْلا تُعَدُّ وَتَهْدِي السَّلَامَا
وَقَلَّ ثَوَابًا لَهُ أَنَّهُا تُجِذُّ الْقَوَافِي عَامًا فَعَامًا

(میرا نوٹ مجھ سے تکلیف کی شکایت کرتا ہے، وہ تیز رفتار گھوڑے سے بھی تیز چلتا ہے اور مضبوط چمڑے کے پٹے کو بھی بوسیدہ کر دیتا ہے۔)

وہ سخی کے پاس جاتا ہے، جس کے اس پر بے شمار احسانات ہیں اور سلام کا ہدیہ پیش کرتا ہے۔

مروان کے لیے یہ بہت کم بدلہ ہے کہ وہ سال بسال بہترین قصیدے لے کر ان کے پاس آتا ہے)

اسی قصیدے میں یہ شعر بھی ہے:

فَزَادَ لَكَ اللَّهُ سُلْطَانَهُ وَزَادَ لَكَ الْخَيْرَ مِنْهُ فَدَامَا
(اللہ تمہارے غلبے اور حکومت میں اضافہ کرے، اور اپنی طرف سے تمہاری بھلائی میں اضافہ کرے اور وہ ہمیشہ باقی رہے)

مروان نے ان کو بطور عطیہ کپڑے اور تین اونٹ دینے کا حکم دیا اور بڑی مقدار میں غلہ بھی عطا کیا۔
ارطاة اور شیبہ ابن برصاء کے درمیان مہاجات تھی، جس کی تفصیلات الوافی بالوفیات میں ہے۔

ایک مرتبہ ارطاة نے ربیع ابن قتب کا مذاق اڑاتے ہوئے مندرجہ ذیل شعر کہا:
لَقَدْ رَأَيْتُكَ غُرِيَانًا وَمُؤْتَزِرًا فَمَا دَرَيْتُ أَأَنْتَى أَنْتَ أَمْ ذَكَرُ
(میں نے تم کو کپڑوں میں اور کپڑوں کے بغیر رنگا دونوں حالتوں میں دیکھا ہے، لیکن یہ مجھے نہیں معلوم ہو سکا کہ تم عورت ہو کہ مرد)

ربیع نے مندرجہ ذیل شعر میں ان کا جواب دیا:

لَكِنْ سَهِيَّةٌ تَدْرِي إِذْ أَتَيْتُكُمْ عَلَى غُرِيَجَاءٍ لَمَّا احْتَلَّتِ الْأُزُرُ
(لیکن سہیہ جانتی ہے کہ میں مرد ہوں یا عورت، جب میں تم لوگوں کے پاس تیز رفتار اونٹنی پر سوار ہو کر آتا ہوں اور کپڑے اتارے جاتے ہیں)

مراجع:

الاصابة ج ۱ ص ۱۱۱، الوافی بالوفیات ج ۸ ص ۳۴۸-۳۵۰، الأعلام ۱/۲۸۸، الأغانی ۱۲/۳۱۳، ۳۱۴، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶

مرزبانی نے ان کا تذکرہ معجم الشعراء میں کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ مخضرم شاعر ہیں، وہ کہتے ہیں:

وَبَدَارَةَ السَّلْمَةِ الَّتِي سَوْفَهَا دَمَنْ تَظَلُّ حَمَامُهَا يُكِينَا
مَا كُنْتُ أَوَّلَ مَنْ تَفَرَّقَ شَمْلُهُ وَرَأَى الْغَدَاةَ مِنَ الْفِرَاقِ يَقِينَا
(سلمہ کے دیار میں جہاں کے کبوتر ہمیں مسلسل رلاتے رہتے ہیں۔
میں پہلا شخص نہیں ہوں جس کو وصل کے بعد جدائی سے واسطہ پڑا ہو، اور جس نے صبح کے وقت جدائی پر یقین کر لیا ہو)

مراجع:

الاصابة ج ۱ ص ۱۱۱، معجم الشعراء۔ ڈاکٹر عقیف ۱۵، الضائع ۱۹، معجم الشعراء، المخضرمین والاموتین ۱۹

(۲۳)

از ہر بن سبجان

از ہر بن سبجان ابن ارطاة ابن سبجان ابن عمرو ابن نجید ابن اسعد۔

مرزبانی نے ان کا تذکرہ کیا ہے اور ان کے اشعار نقل کیے ہیں، جو انھوں نے واقعہ یوم الدار کے موقع پر کہے:

(حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعہ کو واقعہ یوم الدار کہا جاتا ہے)
يَلُومُونَنِي أَنْ جُلْتُ فِي الدَّارِ حَاسِرًا وَقَدْ فَرَعْنَاهُ خَالِدًا وَهُوَ دَارِعُ
(لوگ میری اس بات پر ملامت کرتے ہیں کہ میں حضرت عثمان کی شہادت کے واقعہ کے موقع پر ان کے گھر کے پاس
ہتھیاروں کے بغیر ہی گھوم رہا ہوں، حالانکہ خالد ہتھیاروں سے لیس رہنے کے باوجود بھاگ گئے)

مراجع:

الاصابة ج ۱ ص ۱۱۲، الضائع ۱۹، معجم الشعراء، ڈاکٹر عقیف ۱۶، معجم الشعراء، المخضرمین والاموتین ۲۰

(۲۴)

اسامہ بن حرث ہذلی

اسامہ بن حرث کا تعلق بنو عمرو ابن حرث سے ہے جو قبیلہ ہذیل کا ایک خاندان ہے۔

مرزبانی نے ”معجم الشعراء“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ مخضرم شاعر ہیں، وہ کہتے ہیں:

عَصَاكَ الْأَقَارِبُ فِي أَمْرِهِمْ فَزَائِلُ بِأَمْرِكَ أَوْ خَالِطُ
وَلَا تَسْقُطَنَّ سُقُوطَ النَّوَا - مِنْ كَفِّ مُرْتَضِيخٍ لَا قِطْ
(اپنے معاملے میں رشتہ داروں نے تمھاری بات نہیں مانی، چنانچہ بعض لوگ تمھارے ساتھ لگے رہے اور بعض لوگ
کٹ گئے۔

اور تم کھجور چننے والے غلام کے ہاتھوں سے گھٹلی کے گرنے کی طرح گر نہ جانا)

مراجع: الاصابۃ ج ۱۱۳، الامالی ۶۴۵/۱، البدایہ والنہایہ ۲۳۶/۳، الأزمینۃ والامکنۃ ۶۷/۲، الحیوان ۳۴۲/۲، دیوان الہذلی بن
۲/۱۹۵-۲۰۷، مجمع الشعراء از: ڈاکٹر عقیف ۱۶، مجمع الشعراء المختصر میں ۲۰-۲۱

(۲۵)

اسود بن سریع تمیمی سعدی

اسود ابن سریع ابن حمیر ابن عبادہ ابن نزال ابن مرہ ابن عبیدہ ابن مقاعس ابن عمرو ابن کعب
ابن سعد ابن زید مناة ابن تمیم تمیمی سعدی۔

اسود مشہور شاعر ہیں، بخاری نے ”التاریخ الکبیر“ میں اسود ابن سریع سے روایت کیا ہے کہ
انھوں نے کہا: میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ چار غزوات میں شریک رہا۔
بغوی نے کہا ہے کہ وہ شاعر تھے، وہ شروع عہد اسلام میں قصہ گو تھے۔
بصرہ کی مسجد میں سب سے پہلے انھوں نے قصہ گوئی شروع کی، ان کی وفات معاویہ کے عہد
خلافت میں ہوئی۔

ابن ابوشیثمہ نے لکھا ہے کہ ان کی وفات ۴۲ھ میں ہوئی۔

بارودی نے نقل کیا ہے کہ جب حضرت عثمان کا قتل ہوا تو اسود اپنے اہل و عیال کے ساتھ کشتی پر
سوار ہوئے اور کہیں چلے گئے، اس کے بعد ان کی کوئی خبر معلوم نہیں ہو سکی۔

مراجع: الاصابۃ ج ۱ ص ۵۹-۶۰

(۲۶)

اسود بن مسعود ثقفی

عمر ابن شبہ نے روایت کیا ہے کہ اسود آپ ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ کی مدح میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

أَمْسَيْتُ أَعْبُدُ رَبِّي لَا شَرِيكَ لَهُ رَبَّ الْعِبَادِ إِذَا مَا حَصَلَ الْيُسْرُ
أَنْتَ الرَّسُولُ الَّذِي تُرْجَى فَوَاضِلُهُ عِنْدَ الْقَحْوَطِ إِذَا مَا أَخْطَأَ الْمَطَرُ
(میں اپنے پروردگار کی عبادت پوری رات کرتا ہوں جو تمام بندوں کا پروردگار ہے، جب آسانی ہوتی ہے۔
آپ اللہ کے رسول ہیں، جب بارش بند ہو جائے اور قحط سالی عام ہو جائے تو آپ کے احسانات کی امید رہتی ہے)
ابن فتحون نے ”الذیل“ میں اسود ابن مسعود کا تذکرہ کیا ہے۔

مراجع: الاصابۃ ج ۱ ص ۶۱

(۲۷)

اسید بن ابویاس کنانی

اسید ابن ابویاس ابن زینم عمرو ابن عبداللہ ابن جابر ابن حمیہ ابن عبد ابن عدی ابن دہلی ابن بکر ابن مناة ابن کنانہ کنانی دہلی۔
اسید حضرت ساریہ ابن زینم کے بھتیجے ہیں۔

ابن شامین نے مدائنی کے واسطے سے نقل کیا ہے کہ بنو عبد ابن عدی کا وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس میں حارث ابن وہب، عویمیر ابن اخرم، حبیب اور ربیعہ ابن نملہ وغیرہ تھے، اس وفد کا طویل واقعہ نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ انھوں نے کہا: ہم آپ کے ساتھ جنگ کرنا نہیں چاہتے ہیں، اگر آپ قریش کے علاوہ دوسروں کے خلاف جنگ کریں گے تو ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔ پھر وہ سب اسلام لے آئے اور اپنی قوم کے لیے امان حاصل کر لیا۔ لیکن انھوں نے اپنی قوم میں سے ایک شخص کو مستثنیٰ کیا جن کا خون حضور اکرم ﷺ نے ہدر کر دیا تھا، وہ تھے اسید ابن ابویاس۔ چنانچہ ان لوگوں نے اسید سے براءت کر لی، یہ خبر اسید کو معلوم ہوئی تو وہ طائف آئے اور وہیں پر قیام کیا، جب فتح مکہ کا سال آیا تو ساریہ ابن زینم طائف آئے اور ان سے کہا: میرے بھتیجے! اللہ کے رسول کے پاس جاؤ، جو ان کے پاس جاتا ہے، وہ اس کو قتل نہیں کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا، انھوں نے آپ کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالا تو نبی کریم ﷺ نے ان کو امان دیا اور اسید نے آپ کی مدح میں اشعار کہے۔

عسکری نے لکھا ہے کہ انھوں نے مقتولین بدر کا مرثیہ کہا تھا، جس کی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے ان کا خون ہدر کیا تھا۔

سعید ابن نعمان رافضی نے ”فضائل علی رضی اللہ عنہ“ میں لکھا ہے کہ جنگ بدر میں حضرت علی

رضی اللہ عنہ کے کارناموں کو اسید ابن ابویاس نے اپنے اشعار میں بیان کیا ہے:

فِي كُلِّ مَجْمَعٍ غَايَةٌ أَخْزَاكُمْ صَدْعٌ يَفُوقُ عَلَى الْمَذَاكِي الْقَرْحَ
هَذَا ابْنُ فَاطِمَةَ الَّذِي أَفْنَاكُمْ ذُبْحًا وَقَتْلًا بَعْضُهُ لَمْ يَرْتَحِ
لِلَّهِ دَرُكُكُمْ إِلَّا تَذَكُّرُوا قَدْ يُذَكِّرُ الْحُرُّ الْكَرِيمُ وَيَسْتَحْيِ

(وہ ہر مجمع اور محفل کی رونق ہے، تم لوگوں کو ایسی سخت مارنے رسوا کر دیا جس سے طاقت ور گھوڑے بھی سخت زخمی ہو جاتے ہیں۔ یہ فاطمہ کے فرزند ہیں، جس نے تمہارے لوگوں کو قتل اور ذبح کر کے تم کو برباد کر دیا، اور تمہارے بہت سے دوسرے لوگوں کو سخت زخمی کر دیا ہے، جس کی وجہ سے ان کو راحت اور اطمینان نہیں ہے۔ تمہاری بھلائی اللہ کی خاطر ہے، کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ کبھی آزاد اور شریف شخص کا تذکرہ کیا جاتا ہے اور کبھی تذکرہ نہیں کیا جاتا)

زیر نے بیان کیا ہے کہ اسید نے یہ اشعار اس وقت کہے جب قریش کے لوگ جنگِ احد کے لیے جانے لگے۔

مراجع: الاصابۃ ج ۱ ص ۶۲، معجم الشعراء از: ڈاکٹر عقیف ۱۹، مخ المذبح ۴۳، الضائع ۲۷، معجم الشعراء المختصر میں والا موبین ۲۶

(۲۸)

اشھب بن رمیلہ

اشھب ابن رمیلہ، رمیلہ ان کی ماں کا نام، والد کی طرف سے نسب یہ ہے: ابن ثور ابن ابو حارثہ ابن عبد المدان ابن جندل ابن نہشلی ابن دارم ابن عمرو ابن تمیم تمیمی۔

ابو عمرو شیبانی نے نقل کیا ہے کہ اشھب کی ماں رمیلہ جندل ابن مالک ابن ربیع نہشلی کی باندی تھی، زمانہ جاہلیت میں ثور سے اس کے چار بچے ہوئے: رباب، حجاب، سویط اور اشھب، یہ تمام بھائی بڑے طاقت ور اور فصیح تھے، پھر ان چاروں کو اسلام کا زمانہ ملا تو سمجھوں نے اسلام قبول کیا، ان کے پاس مال و دولت کا انبار لگ گیا، اور وہ بہت زیادہ طاقت ور ہو گئے، ان کے بھائی رباب نے بنو قطن ابن نہیک کے ایک فرد بشر ابن صبیح کو قتل کر دیا تھا، مقتول کے وارثین اسی بات پر مصر تھے کہ قاتل کو مقتول کے بدلے قتل کیا جائے، رباب نے دو رکعت نماز پڑھی، اور کہا: اللہ کی قسم! میرے رب کو میری ضرورت ہے، میں نے زیادہ نماز اس لیے نہیں پڑھی کہ کہیں ان کو گمان نہ ہونے لگے کہ میں موت سے گھبرا گیا ہوں، ان کو مقتول کے والد کے حوالے کیا گیا، جن کا نام خزیمہ تھا، یہ واقعہ حضرت عثمان کے

قتل کے بعد دو رقتن میں پیش آیا، اس واقعے پر اہلبہب کو افسوس ہوا اور انھوں نے اپنے بھائی کے مرثیے میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

أَعْيَنِي قُلْتُ عَبْرَةً مِنْ أَحْيَكُمَا بِأَنْ تَسْهَرَا لَيْلَ التَّمَامِ وَتَجْزَعَا
وَبَاكِئَةً تَبْكِي رُبَابًا وَقَائِلَ جَزَى اللَّهُ خَيْرًا مَا أَعَفَّ وَأَمْنَعَا
وَقَدْ لَا مَنِي قَوْمٌ وَنَفْسِي تَلُومُنِي بِمَا قَالَ رَأْيِي فِي رُبَابٍ وَضِيْعَا
فَلَوْ كَانَ قَلْبِي مِنْ حَدِيدٍ أَذَابَهُ وَلَوْ كَانَ مِنْ صَمِّ الصَّفَا لَتَصَدَّعَا

(اے میری آنکھیں! تمہارے بھائی پر تم نے بہت کم آنسو بہائے ہیں، تم کو تو پوری رات جاگنا چاہیے اور جزع و فزع کرنا چاہیے۔)

کتنی آنکھیں ایسی ہیں جو رباب پر روتی ہیں اور کتنے کہنے والے ایسے ہیں کہ جو کہتے ہیں: اللہ بہترین بدلہ دے، وہ کتنا ہی پاک دامن اور طاقت ور تھا۔
رباب کے سلسلے میں میری رائے اور میرے ضائع کرنے پر میری قوم نے ملامت کی اور میرا دل بھی میری ملامت کر رہا ہے۔

اگر میرا دل لوہے کا ہوتا تو بھی پگھل جاتا، اگر میرا دل پتھر کا ہوتا تو ریزہ ریزہ ہو جاتا)
مرزبانی نے ”مجم الشعراء“ میں ان کے مندرجہ ذیل اشعار نقل کیے ہیں، جو انھوں نے ابو بذال کو قتل کرتے وقت کہے تھے:

قُلْتُ لَهُ صَبْرًا أَبَا بَذَالٍ تَعَلَّمَنَّ وَاللَّهِ لَا أَبَالِي
أَنْ لَا تَوْبَ آخِرَ اللَّيَالِي صَبْرًا لَهُ لِعِزَّةِ الْهَلَالِي
أَوَّلَ يَوْمٍ لَاحٍ مِنْ شَوَالٍ

(میں نے اس سے کہا: ابو بذال! صبر کرو، تم جان جاؤ گے، اللہ کی قسم! مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہے کہ تم مہینے کی آخری رات چاند کے نمودار ہوتے وقت اس کے لیے صبر کرتے ہوئے لوٹ نہ جاؤ، شوال کا پہلا دن آ گیا ہے)

جب ابو بذال کے بدلے رباب کو قتل کر دیا گیا تو اہلبہب نے مندرجہ ذیل شعر کہا:
وَلَمَّا رَأَيْتُ الْقَوْمَ صَمَّتْ حَبَالُهُمْ رَبَابًا فِي شَرِّ وَمَا كَانَ وَانِيَا
(جب میں نے لوگوں کو دیکھا کہ رباب کو انھوں نے رسیوں میں جکڑ لیا ہے اور پہاڑ سے باندھ دیا ہے، لیکن وہ اس کے باوجود کمزور نہیں پڑا)

مراجع: الاصابۃ ج ۱ ص ۱۱۶، الاعلام ۳۳۳/۱، غانی ۹/۳۰۷، ۳۰۸، ۳۱۰، ۱۱/۱۱۸، ۲۱/۳۵۱، ۳۸، تاریخ الامم والملوک للطبری ۲/۹۵، تہذیب ابن عساکر ۸۰/۳، تہرۃ النسب للکھی ۲/۲۰۱، الجوان ۱/۱۰۹، ۳۱۵، خزائن الادب ۳/۹۵، ۷/۲۸، ۳۰، ۳۲، ۵۰/۱۱، سبط اللہ ۳۲-۳۵، طبقات فحول الشعراء ۵۸۵، الموفات والمختلف ۳۲، مجمع البلدان ۲/۲۷۲، مجمع الشعراء ۱۹-۲۰، مجمع الشعراء الجضر مین والمأموئین ۳۱

(۲۹)

اصید بن سلمہ سلمیٰ

اصید ابن سلمہ سلمیٰ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک فوجی ٹکڑی دشمنوں کے خلاف کاروائی کے لیے بھیجی، انھوں نے بنو سلیم کے ایک شخص کو گرفتار کیا، ان کا نام اصید ابن سلمہ تھا، جب رسول اللہ ﷺ نے ان کو دیکھا تو آپ ﷺ کا دل نرم پڑ گیا اور اس کے سامنے اسلام پیش کیا، اصید نے آپ کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا، ان کے والد بہت بوڑھے تھے، جب یہ خبر ان کو معلوم ہوئی کہ ان کے بیٹے نے اسلام قبول کیا ہے تو انھوں نے اپنے بیٹے کو لکھ بھیجا:

مَنْ رَاكِبٌ نَحْوَ الْمَدِينَةِ سَالِمًا حَتَّى يَبْلُغَ مَا أَقُولُ الْأَصِيدَا
أَتَرَكْتَ دِينَ أَبِيكَ وَالشَّمَّ الْعُلَى أودوا وَتَابَعْتَ الْغَدَاةَ مُحَمَّدَا
(کون مدینہ کا سفر کر کے صحیح سالم پہنچے گا، تاکہ میری بات اصید کو پہنچا دے۔)

کیا تم نے اپنے والد کے دین اور بلند عزت و مرتبے کو چھوڑ دیا اور تم نے محمد کی پیروی کی)

حضرت اصید نے نبی کریم ﷺ سے جواب دینے کی اجازت مانگی اور مندرجہ ذیل اشعار لکھ

کرا اپنے والد کی خدمت میں ارسال کیے:

إِنَّ الَّذِي سَمَكَ السَّمَاءَ بِقُدْرَةٍ حَتَّى عَلَا فِي مُلْكِهِ فَتَوَحَّدَا
بَعَثَ الَّذِي لَا مِثْلَهُ فِيمَا مَضَى يَدْعُو لِرَحْمَتِهِ النَّبَى مُحَمَّدَا
ضَحْمَ الدَّسِيمَةِ كَالْغَزَالَةِ وَجْهَهُ قَرْنًا تَأَزَّرَ بِالْمَكَارِمِ وَارْتَدَى
فَدَعَا الْعِبَادَ لِدِينِهِ فَتَتَابَعُوا طَوْعًا وَكُرْهًا مُقْبِلِينَ عَلَى الْهُدَى
(جس ذات نے آسمان کو اپنی قدرت سے بلند کیا ہے، یہاں تک کہ وہ اپنی بادشاہت میں بلند ہو گیا اور تنہا بن گیا۔)

اسی ذات نے ہمارے نبی محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا، جس کی کوئی مثال تاریخ میں نہیں ملتی، جو اللہ کی رحمت کی طرف بلاتا ہے۔

وہ بہت ہی زیادہ سخاوت کرنے والے ہیں، اور ان کا چہرہ ہرن کی طرح خوبصورت ہے، وہ بلند مقام اور مرتبے والے ہیں، جنھوں نے مکارم اخلاق اور بلند صفات کے کپڑے پہن لیے ہیں۔

انھوں نے بندوں کو اپنے دین کی طرف بلایا تو لوگوں نے ہدایت کی طرف لپکتے ہوئے چاہتے ہوئے اور نہ چاہتے

ہوئے آپ کی پیروی کی (جب والد نے اپنے بیٹے کا خط پڑھا تو وہ بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے

اور انھوں نے اسلام قبول کیا۔

الوانی بالوفیات میں یہ روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ضحاک ابن سفیان کے ساتھ ان کو اپنی قوم کے پاس لشکر دے کر بھیجا، جب دونوں طرف کی فوجیں آمنے سامنے آ گئیں تو اصید نے اپنے والد کو اسلام کی دعوت دی تو انھوں نے قبول کرنے سے انکار کیا، پھر اصید نے اپنے والد پر حملہ کیا اور ان کے گھوڑے کو زخمی کر دیا، جس کی وجہ سے سلمیٰ پانی میں گر گئے، پھر وہ اپنے نیزے پر ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے، لیکن اصید نے ازراہ ادب ان کو خود قتل نہیں کیا، یہاں تک کہ دوسرے مسلمان وہاں پہنچ گئے اور اصید کے سامنے سلمیٰ کو مار دیا، یہ واقعہ ربیع الاول ۹ھ کا ہے۔

مراجع: الاصابۃ ج ۱ ص ۶۸، الوانی بالوفیات ج ۹ ص ۲۸۶-۲۸۷

(۳۰)

عشی بنی مازن

عشی بنی مازن ابن عمرو ابن تیم۔

عشی نے بصرہ میں سکونت اختیار کی، وہ شاعر تھے، نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور انھوں نے

مندرجہ ذیل اشعار آپ ﷺ کے سامنے سنایا:

يَا مَالِكَ النَّاسِ وَذِيَّانَ الْعَرَبِ إِذَا نَكَحْتُ ذَرْبَةً مِنَ الذَّرَبِ
ذَهَبْتُ أَبْغِيهَا الطَّعَامَ فِي رَجَبٍ فَخَالَفْتَنِي بِنِزَاعٍ وَهَرَبِ
أَخْلَفْتُ الْعَهْدَ وَلَطَطْتُ بِالذِّينِ وَهَنْ شَرُّ غَالِبٍ لِمَنْ غَلَبَ

(اے لوگوں کے آقا اور عربی کے سخی! جب میں نے ایک تیز اور بد زبان عورت سے شادی کی۔

میں رجب میں اس کے پاس کھانے کی تلاش میں گیا تو اس نے میرے ساتھ جھگڑا کیا اور وہ بھاگ گئی۔

اس نے وعدہ خلافی کی اور اس نے لاٹھی سے مارا، وہ بدترین غالب آنے والیاں ہیں، جب وہ کسی پر غالب آتی ہیں)

آپ ﷺ بھی آخری مصرعہ ہرانے لگے: وَهَنْ شَرُّ غَالِبٍ لِمَنْ غَلَبَ

مراجع: الاستيعاب حاشیۃ الاصابۃ ج ۱ ص ۱۳۲-۱۳۳

(۳۱)

امرو القیس بن عابس کندی

امرو القیس ابن عابس ابن منذر ابن امرؤ القیس ابن عمرو ابن معاویہ الاکرمین کندی۔
 بغوی نے لکھا ہے کہ امرؤ القیس ابن عابس نے کوفہ میں سکونت اختیار کی تھی۔
 سیف ابن عمر نے ”الفتوح“ میں بیان کیا ہے کہ امرؤ القیس یرموک کی جنگ میں مقام
 کردوس میں تھے۔

مرزبانی نے ”معجم الشعراء“ میں لکھا ہے کہ بخیر کا محاصرہ کرنے والوں میں یہ بھی تھے، جب مرتدین کو قتل
 کرنے کے لیے نکالا گیا تو یہ اپنے چچا پر ٹوٹ پڑے کہ ان کو اپنے ہاتھوں سے قتل کریں، یہ دیکھ کر ان کے چچا
 نے کہا: تمہارا ناس ہو، کیا تم مجھے قتل کرو گے، میں تمہارا چچا ہوں؟ انھوں نے کہا: تم میرے چچا ہو اور اللہ میرا
 پروردگار ہے۔ یہ کہہ کر انھوں نے اپنے چچا کو قتل کیا۔

ابن السکن نے کہا ہے کہ فتنہ ارتداد میں اسلام پر ثابت قدم رہنے والوں میں امرؤ القیس ابن
 عابس بھی تھے، اور انھوں نے اشعث کے مرتد ہونے پر نکیر بھی کی تھی۔

ابن اسحاق نے ان کے اشعار نقل کیے ہیں، جن میں انھوں نے اپنی قوم کو اسلام پر ثابت قدم
 رہنے کی ترغیب دی ہے، ان میں سے چند اشعار یہ ہیں:

قِفْ بِالْدِّيارِ وَقُوفْ حَابِسٍ وَتَأَنَّ أَنْتَ غَيْرَ آيِسٍ
 لَعَبْتُ بِهِنَّ الْعَاصِفَا ثُ الرِّائِحَاتُ مِنَ الرِّوَامِسِ
 يَارُبَّ بَاكِيةٍ عَلَيَّ وَمُنْشِدٍ لِي فِي الْمَجَالِسِ
 لَا تَعْجَبُوا أَنْ تَسْمَعُوا هَلَكَ امْرُؤُ الْقَيْسِ بْنِ عَابِسِ

(دیار حبیب پر قیدی کی طرح کھڑے رہو، اور نہ مایوس ہونے والے شخص کی طرح رکے رہو۔)

ان گھروں کے ساتھ رات کے وقت چلنے والی تیز ہواؤں نے کھلواڑ کیا ہے۔

اے مجھ پر رونے والیو! اور مجھے محفلوں میں تلاش کرنے والیو!

تمہیں اس پر تعجب نہ ہو کہ تم سنو: امرؤ القیس ابن عابس ہلاک ہو گیا)

فتنہ ارتداد میں حضرت ابو بکر کی خدمت میں یہ اشعار لکھ کر بھیجے:

أَلَا أَبْلِغُ أَبَا بَكْرٍ رَسُولًا وَبَلِّغَا جَمِيعَ الْمُسْلِمِينَ

فَلَيْسَ مُجَاوِرًا بَيْتِي بِيُوتًا بِمَا قَالَ النَّبِيُّ مُكَذِّبِينَا
وَلَا مُتَبَدِّلًا بِاللَّهِ رَبًّا وَلَا مُتَبَدِّلًا بِالذِّينِ دِينَنَا
(سن لو! اے پیامبر! ابوبکر اور تمام مسلمانوں کو یہ پیغام پہنچا دو۔

کہ میرے گھر کے آس پاس کے لوگ نبی کریم ﷺ کی باتوں کو جھٹلاتے نہیں ہیں۔

اور نہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کو رب مانتے ہیں اور نہ اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین کو اپنا دین مانتے ہیں)

امرو القیس ابن عابس کنندی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور ایک زمین کے سلسلے میں
آپ کے پاس مقدمہ پیش کیا اور ملک واپس ہوئے، جب بنو کندہ مرتد ہوئے تو یہ مرتد نہیں ہوئے،
بلکہ اسلام پر قائم رہے۔

انھوں نے اشعث ابن قیس کے مرتد ہونے پر ان کی نکیر کی، اور ان کو سخت سست باتیں سنائی،
پھر وہ جہاد کی غرض سے شام چلے گئے اور جنگ یرموک میں شریک ہوئے، وہ شام کے علاقے بیسان
میں تھے، جب طاعون عمواس کی وبا پھیلی تو قبیلہ کندہ کے بہت سے افراد اس میں ہلاک ہوئے، امرؤ
القیس نے اس سلسلے میں مندرجہ ذیل شعر کہا:

رُبَّ خَوْدٍ مِثْلَ الْهَلَالِ وَبَيْضَاءٍ كَعُوبٍ بِالْجَزْعِ مِنْ عَمَوَاسٍ
(کتنی ہی چاند کی مانند خوب صورت اور گوری چٹی جوان دوشیزائیں ہیں جو طاعون عمواس میں ہلاک ہونے والے پر جزع فزع
کر رہی ہیں)

مراجع: الاصابۃ ج ۱ ص ۷۷، الوافی بالوفیات ج ۹ ص ۳۸۱-۳۸۲، الأعلام ۱۲/۲، البصائر والذخائر ۱/۳۷۷، ۱۸۵/۳،
۶/۳۵، ۷/۱۸۹، ۱۲/۹، تاریخ الشعراء الخضر میں ۴۴/۱، خزائن الأدب ۳۳۵/۱، الجہان ۳۰۶/۵، مجمع البلدان ۳/۹۶

(۳۲)

امیہ بن اسکر کنانی لیشی جندی

امیہ ابن اسکر ابن عبد اللہ ابن زہرہ ابن زبیدہ ابن جندع ابن لیث ابن بکر ابن عبد مناة ابن کنانہ
کنانی لیشی جندی۔

امیہ ابن اسکر طائف میں رہتے تھے۔

ابو الفرج اصمہانی نے لکھا ہے کہ ابو عمرو شیبانی نے کہا: کلاب ابن امیہ ابن اسکر نے اپنا شہر
چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت کی تو امیہ نے اپنے بیٹے کلاب کے سلسلے میں اشعار کہے، اس پر
آپ ﷺ نے ان کو اپنے والد کے پاس واپس جانے اور ان کی اطاعت و خدمت کرنے کا حکم دیا۔

ابوالفرج نے آگے کہا ہے کہ یہاں ابو عمرو سے غلطی ہوئی ہے، حضرت عمر نے ان کو یہ حکم دیا تھا، جب کہ حضرت عمر کے عہد خلافت میں وہ ایرانیوں کے خلاف جنگ کرنے لشکر کے ساتھ گئے تھے۔ ابن المدائنی نے عروہ ابن زبیر سے روایت کیا ہے کہ جب کلاب ابن امیہ ابن اسکر نے حضرت عمر کے عہد خلافت میں مدینہ کی طرف ہجرت کی اور ایک مدت رہے، پھر طلحہ اور زبیر سے ان کی ملاقات ہوئی تو ان حضرات سے کلاب نے دریافت کیا: کون سا عمل سب سے زیادہ بہتر اور افضل ہے؟ انھوں نے کہا: اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔ چنانچہ انھوں نے حضرت عمر سے جہاد میں شریک ہونے کی درخواست کی تو حضرت عمر نے ان کو جہاد میں بھیجا، ان کے والد بہت بوڑھے اور ضعیف تھے، جب لمبی مدت تک کلاب واپس نہیں ہوئے تو انھوں نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

لِمَنْ شَيْخَانٌ قَدْ نَشَدَا كَلَابًا كِتَابَ اللَّهِ لَوْ قُلَّ الْكِتَابَا
أَنَادِيهِ فَيُعْرِضُ فِي إِبَاءٍ فَلَا وَأَبَى كَلَابٌ مَا أَصَابَا
وَأَنَّكَ وَالْتِمَاسُ الْأَجْرَ بَعْدِي كَبَاغِي الْمَاءِ يَتْبَعُ السَّرَابَا
(بوڑھے والدین کے لیے کون سہارا ہے، جنھوں نے کلاب کو اللہ کی کتاب کا واسطہ دیا۔)

میں کلاب کو آواز دے دے کر پکار رہا تھا تو وہ انکار کرتے ہوئے اعراض کر رہا تھا۔ نہیں، میرے ابا کی قسم! کلاب نے جو کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔

کلاب! مجھے اکیلا چھوڑ کر جانے کے بعد تمھاری طرف سے اجر و ثواب کی تلاش کرنا پانی تلاش کرنے والے اس شخص کی طرح ہے جو سراب کے پیچھے دوڑ رہا ہو)

پھر انھوں نے حضرت عمر کو ایسے اشعار سنائے جن میں شدت شوق کی شکایت تھی، حضرت عمر ان کے اشعار سن کر رو پڑے اور ان کو جہاد سے اپنے والد کے پاس واپس بھیجنے کا حکم بھیجا۔

ابراہیم حربی نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر نے جہاد میں شریک ایک شخص کو اس کے والد کے پاس واپس کر دیا، جو اپنے بیٹے پر رو رہے تھے اور یہ شعر گنگنا رہے تھے:

أَبْرَأَ بَعْدَ ضَيْعَةِ وَالِدِيهِ فَلَا وَأَبَى كَلَابٌ مَا أَصَابَا
(کیا وہ اپنے والدین کی نافرمانی کو نیکی سمجھ رہا ہے، نہیں، میرے ابا کی قسم! کلاب نے جو کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے)

حضرت عمر نے کہا: کلاب کے والد کو جو مصیبت لاحق ہوئی ہے وہ صحیح ہے۔

فاکہانی نے ”اخبار مکہ“ میں اسی واقعہ کے تعلق سے مندرجہ ذیل اشعار نقل کیے ہیں:

تَرَكْتُ أَبَاهُ مُرْعِشَةً يَدَاهُ وَأُمُّكَ مَا تَسِيغُ لَهَا شَرَابَا
إِذَا نَعَبَ الْحَمَامُ بِطَنْ وَجَّ عَلَى بَيْضَاتِهِ ذَكَرًا كَلَابَا
(تم نے اپنے والد کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ اس کے دونوں ہاتھ کپکپا رہے ہیں اور تمھاری ماں کو کھانا پینا اچھا نہیں لگ

رہا ہے۔

جب وادی نج میں کبوتر اپنے انڈوں کے پاس آواز کرتا ہے تو وہ دونوں کلاب کو یاد کرتے ہیں (علی ابن مسہر نے روایت کیا ہے کہ امیہ ابن اسکر ظہور اسلام کے وقت بوڑھے ہو گئے تھے، وہ اپنی قوم کے سردار تھے، ان کے دولڑکے تھے، جو ان سے بھاگ کر گئے، ایک کا نام کلاب تھا، امیہ نے اپنے اشعار میں ان کے فراق میں آنسو بہائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو واپس بھیج دیا اور ان سے قسم لی کہ اپنے والد کے انتقال تک ان سے جدا نہیں ہوں گے۔

ابو حاتم بختانی نے مندرجہ بالا واقعہ میں یہ اشعار نقل کیے ہیں:

أَعَاذُ قَدْ عَذَلْتُ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَمَا يُدْرِيكَ وَيَحْكِي مَا الْأَقْي
فَمَا كُنْتُ عَاذْتُ نَبِيَّ فَرَدَى كَلَابًا إِذْ تَوَجَّهَ لِلْعِرَاقِ
سَأَسْتَعِدِّي عَلَى الْفَارُوقِ رَبًّا لَهُ رَفِيعُ الْحَجِيجِ إِلَى سَبَاقِ
إِنَّ الْفَارُوقَ لَمْ يُرَدِّدْ كَلَابًا إِلَى شَيْخَيْنِ هَامُهُمَا زَوَاقِ
(اے ملامت کرنے والی! تم نے علم کے بغیر میری ملامت کی ہے، تمہارا ناس ہو، تمہیں کیا معلوم کہ مجھ پر کیا مصیبت نازل ہوئی ہے۔

اگر تم نے میری ملامت کی ہے تو کلاب کو میرے پاس واپس لے آؤ، جس نے عراق کا رخ کیا ہے۔
میں فاروق کے خلاف پروردگار کی مدد طلب کروں گا۔ دہائی دینے والوں کی بلند آوازیں اس کے پاس جلد ہی پہنچ جاتی ہیں۔

اگر فاروق نے کلاب کو ایسے بوڑھے والدین کے پاس نہیں واپس کیا جن کی آج کل میں موت ہونے والی ہے)
جنگِ فجار کے سلسلے میں ان کے اشعار ہیں، ابن اسحاق نے ”السيرة الكبرى“ میں بیان کیا ہے کہ ابن ابواسماء ابن ضریبہ نے یہ اشعار کہے:

نَحْنُ كُنَّا الْمُملُوكَ مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ وَحُمَاةَ الدِّيَارِ عِنْدَ الدِّمَارِ
وَضَرَبْنَا بِهِ كِنَانَةَ ضَرْبًا خَالَفُوا بَعْدَهُ سَوَامَ الْعَشَارِ
(ہم اہل نجد کے بادشاہ ہیں، اور جنگ کے وقت اپنے علاقے کا دفاع کرنے والے بہادر ہیں۔

ہم نے کنانہ کو ایسی مار ماری کہ اس کے بعد انھوں نے سردار کے مویشیوں کی مخالفت کی)

اس کے جواب میں امیہ ابن اسکر نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

أَبْلَغَا حَمَّةَ الضَّرِيَّةِ أَنَا قَدْ قَتَلْنَا سُرَاتِكُمْ فِي الْفَجَارِ
وَسَقَيْنَاكُمْ الْمَنِيَّةَ صَرْفًا وَذَهَبْنَا بِالنَّهْبِ وَالْأَبْكَارِ
(تم اس شخص کو یہ بات پہنچا دو جس کی قسمت میں مار کھانا ہی لکھا ہے کہ ہم نے جنگِ فجار میں تمہارے سرداروں کو قتل کر دیا۔

اور ہم نے تم کو موت کا جام پلایا اور چھینا ہوا مال و اسباب اور دو شیرازوں کو لے گئے)

مراجع: الاصابہ ج ۹ ص ۷۹، الوافی بالوفیات ج ۹ ص ۳۹۲-۳۹۳، الأغانی ۲۰/۱۳۱، الاعلام ۲۲/۲، المآلی ۳/۱۰۸، خزائن الأدب ۲۵۳/۱، ۱۶/۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۱، ۲۲، شرح أشعار الہذلیین ۳۸۲، ۸۶۲، ۱۳۲۲، ۱۴۷۰، طبقات فحول الشعراء لابن سلام ۱۹۰، معجم الشعراء (ڈاکٹر عقیف) ۳۰، المعمر ون والوصایا ۹۸، نقد الشعر لقدمۃ ۲۳، معجم الشعراء المختصر بین والا موتیین ۴۸

(۳۳)

انس بن زینم کنانی

انس ابن زینم کنانی۔

ابن اسحاق نے مغازی میں لکھا ہے کہ عمر و ابن سالم خزاعی چالیس سواروں کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کے پاس قریش کے خلاف مدد طلب کرنے کے لیے آئے اور انھوں نے یہ شعر کہا:

لَا هُمْ إِنِّي نَاشِدٌ مُحَمَّداً عَهْدَ أَيُّنَا وَأَيُّهُ الْآتِلْدَا
(ان کو نہیں، بلکہ میں محمد کو ہمارے درمیان اور ان کے والد کے درمیان کی قدیم دوستی کا واسطہ دیتا ہوں)

پھر انھوں نے کہا: اللہ کے رسول! انس ابن زینم نے آپ کی ہجو کی ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کا خون حلال کیا، یہ خبر انس ابن زینم کو معلوم ہوئی تو آپ ﷺ کے پاس معذرت کرتے ہوئے آئے اور آپ کی خدمت میں اپنے اشعار سنائے جن میں آپ ﷺ کی مدح تھی، ان کے سلسلے میں آپ ﷺ سے نوفل ابن معاویہ دلی نے بات کی تو آپ نے ان کو معاف کر دیا۔

واقدی اور طبری نے یہ قصہ نقل کیا ہے۔

ابن شامہ نے یہی واقعہ نقل کیا ہے، اس میں تذکرہ ہے کہ فتح مکہ کے دن انس ابن زینم نے اسلام قبول کیا، یہ شعر ان ہی کا ہے:

تَعْلَمُ رَسُولُ اللَّهِ أَنَّكَ مُذْرِكِي وَأَنَّ وَعَيْدًا مِنْكَ كَالْأَخَذِ بِأَلْيَدٍ
(اللہ کے رسول! آپ جانتے ہیں کہ آپ مجھے گرفتار کر لیں گے، اور آپ کی طرف سے دھمکی دینا گرفتار کرنے کے مراد ہے)

ابن سعد نے بھی اسی طرح واقعہ نقل کیا ہے، اس میں ہے کہ نوفل نے آپ ﷺ سے فرمایا: آپ معاف کرنے کے زیادہ حق دار ہیں، ہم میں سے کسی نے آپ کو تکلیف نہیں دی، اور آپ کے ساتھ دشمنی نہیں کی، ہم زمانہ جاہلیت میں نہیں جانتے تھے کہ کیا لیں اور کیا چھوڑیں، پھر اللہ نے آپ کے ذریعے ہم کو ہدایت سے نوازا، اور ہم کو ہلاکت سے بچایا۔ آپ نے فرمایا: ”میں نے اس کو

معاف کر دیا۔ اس پر انس ابن زہیم نے کہا: آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ پھر انھوں نے قصیدہ کہا جس کے بعض اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

فَمَا حَمَلْتُ مِنْ نَاقَةٍ فَوْقَ رَحْلِهَا أَبْرَ وَأَوْفَى ذِمَّةً مِنْ مُحَمَّدٍ
وَنَبِيِّ رَسُولِ اللَّهِ أَنِّي هَجَوْتُهُ فَلَا رَفَعْتُ سَوْطِي إِلَى إِذَا أَنَا مِلِي
فَإِنِّي لَا عَرَضًا خَرَفْتُ وَلَا دَمًا هَرَفْتُ فَذَكَّرُ عَالِمَ الْحَقِّ وَأَقْصِدُ
تَعْلَمُ رَسُولُ اللَّهِ أَنَّكَ قَادِرٌ عَلَى كُلِّ سَكْنٍ مِنْ تِهَامَةٍ وَمَنْجِدُ

(محمد ﷺ سے بڑھ کر حسن سلوک کرنے والا اور ذمہ داری پورا کرنے والا کوئی شخص نہیں ہے جس کو کسی اونٹ نے اپنے اوپر سوار کیا ہو۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ بات پہنچائی گئی ہے کہ میں نے آپ کی ہجو کی ہے، اگر ایسا ہی ہے تو میرے ہاتھ کوڑا اٹھانے کے قابل نہ رہیں۔ میں نے نہ کسی کی عزت چھینی ہے اور نہ میں نے کسی کا قتل کیا ہے، چنانچہ اے حق کے جاننے والے! مجھ پر مہربانی کیجئے۔ اے اللہ کے رسول! آپ جانتے ہیں کہ آپ تھامہ اور نجد کے ہر باشندے پر قادر ہیں)

دعبل نے ”طبقات الشعراء“ میں لکھا ہے کہ یہ سب سے سچا شعر ہے جس کو عربوں نے کہا ہے۔ عراق کے امیر عبید اللہ ابن زیاد کے ساتھ پیش آمدہ قصہ ہے جس کو ابو الفرج اصہبانی نے نقل کیا ہے، انھوں نے لکھا ہے کہ عبید اللہ ابن زیاد شعراء کو ایک دوسرے کے خلاف اکساتا تھا، چنانچہ اس نے حارثہ کو حکم دیا کہ وہ انس ابن زہیم کی ہجو کرے، اس نے ان کی ہجو میں اشعار کہے، ان میں سے ایک شعر یہ ہے:

خُبِرْتُ عَنْ أَنَسٍ أَنَّهُ قَلِيلُ الْأَمَانَةِ خَوَانُهَا
(مجھے انس ابن زہیم کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ امانت داری میں ٹھیک نہیں ہیں اور وہ بڑے خائن ہیں)

اس کا جواب حضرت انس نے چند اشعار میں دیا جس کا مطلع یہ ہے:

أَتَتْنِي رِسَالَةٌ مُسْتَنْكَرٍ فَكَانَ جَوَابِي غُفْرَانُهَا
(میرے پاس نامعلوم پیغام آیا ہے، اس پر میرا جواب یہی ہے کہ میں نے معاف کر دیا)

مراجع: الاصابہ ج ۱ ص ۸۱-۸۲، الوانی بالوفیات ج ۹ ص ۴۱۸-۴۱۹، واقعی ج ۲ ص ۸۹-۹۰، أسد الغابہ ۱/۱۲۳، الأعلام ۲/۲۴، البدایہ والنہایہ ۴/۳۰۹، تاریخ الأدب العربی (تالیف) ۲۷۶، خزائن الأدب ۱/۶، ۳۷۱-۳۷۲، الضائع ۳۰، مجمع الشعراء (ڈاکٹر عقیف) ۳۱، مخ المدهج ۴۵، مجمع الشعراء، المحضرمین والامویین ۵۰

(۳۴)

انس بن مدرک جشمی ثم اُکلبی

انس ابن مدرک ابن کعب ابن عمرو ابن سعد ابن عوف ابن تنیک ابن جابر ابن عامر ابن تیم اللہ

ابن مبشر ابن اکلب شعمی ثم اکلبی۔ ان کی کنیت ابوسفیان تھی۔

ابن الکھی نے کہا ہے کہ یہ شاعر ہیں۔

ابن فتحون نے ”الاستیعاب“ کے حاشیے میں طبری سے نقل کیا ہے کہ یہ شاعر تھے اور حضرت علی کے ساتھ ان کو شہید کر دیا گیا۔

ابو حاتم بختانی نے ”المعمرون والوصایا“ میں لکھا ہے کہ وہ زمانہ جاہلیت میں شعم کے سردار تھے اور اس کے شہسوار، ان کو عہد اسلام ملا تو انھوں نے اسلام قبول کیا اور ایک سو ۲۵ سال زندہ رہے، جب اس عمر کو پہنچے تو انھوں نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

إِذَا امْرُؤٌ عَاشَ الْهَيْدَةَ سَالِمًا وَخَمْسِينَ عَامًا بَعْدَ ذَاكَ وَأَرْبَعًا
تَبَدَّلَ مَرُّ الْعَيْشِ مِنْ بَعْدِ حُلُوهِ وَأَوْشَكَ أَنْ يُلَى وَأَنْ يَتَسَعَّسَا
رَهِيْنَةً فَعَرِ الْبَيْتَ لَيْسَ يُرِيْمُهُ لَعَا ثَاوِيًا لَا يَبْرُحُ مَهْدًا مَضْجَعًا
(جب آدمی سو سال تک صحیح سالم زندگی گزارے اور اس کے بعد پھر ۵۴ سال تو اس کی زندگی کی مٹھاس کڑواہٹ میں تبدیل ہو جاتی ہے، اور قریب ہے کہ وہ بوسیدہ ہو جائے، اور بڑھاپے کی وجہ سے لڑکھڑاجائے، وہ گھر کے گھرے کا ہی ہو کر رہ جاتا ہے، وہ وہاں سے ہٹ نہیں سکتا، اور بستر سے ہل بھی نہیں سکتا، بلکہ وہیں پڑا رہتا ہے)

مرزبانی نے ”معجم الشعراء“ میں لکھا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں قبیلہ شعم کے شہسواروں میں سے تھے، پھر انھوں نے اسلام قبول کیا اور کوفہ میں سکونت اختیار کی، مندرجہ ذیل شعر انس ابن مدرک ہی کا ہے:

أَغَشَى الْحُرُوبَ وَسِرْبَالِي مُضَاعَفَةً تَغَشَّى السِّنَانَ وَسَيْفِي صَارِمٌ ذَكَرُ
(میں جنگوں میں گھس پڑتا ہوں، جب کہ میری زرہ دہری بنائی ہوئی ہوتی ہے، جو نیزوں کے پھلوں پر چھا جاتی ہے اور نیزوں کے وار کو کند بنا دیتی ہے، اور میری تلوار بڑی تیز اور کاٹنے والی ہے)
زمانہ جاہلیت کے بہت سے واقعات ان کی طرف منسوب ہیں۔

زیر ابن بکار نے روایت کیا ہے کہ عبداللہ ابن حارث وداعی ہر سال مکہ آتے تھے، اس کی ملاقات انس ابن مدرک شعمی سے ہوئی تو اس نے ان پر حملہ کیا اور ان کا مال چھین لیا، اس پر انھوں نے چند اشعار کہے۔

مراجع: الاصابۃ ج ۱ ص ۸۵-۸۶، الوانی بالوفیات ۹/۳۲۱-۳۲۲، الاعلام ۲/۲۵، الاغانی ۱۰/۳۳، ۲۰/۳۹۹، ۴۰۱، الخوان ۱/۱۸، خزائن الادب ۳/۸۸، ۹۱، ۷/۵۲۳، ۵۲۴، الضائع ۳۰، معجم البلدان ۱/۲۹۱، معجم الشعراء ۳۱، معجم الشعراء المختصر میں والاموئین (۵۰)

(۳۵)

ایاس بن بکیر لیشی

ایاس ابن بکر ابن عبد یلیل ابن ناشب ابن نمیرہ ابن سعد ابن لیث لیشی۔ یہ بنو عدی کے حلیف تھے۔
ایاس نے جنگ بدر، جنگ احد، جنگ خندق اور دوسری بہت سی جنگوں میں رسول اللہ ﷺ کے
ساتھ شریک ہوئے، انھوں نے اور ان کے بھائی عامر نے دار ارقم میں یعنی شروع زمانے میں ہی
اسلام قبول کیا، ان کے دوسرے بھائیوں خالد اور عاتل تھوڑے دنوں بعد اسلام لے آئے اور چاروں
نے جنگ بدر میں شرکت کی۔

انھوں نے زید ابن عمر ابن خطاب کا مرثیہ کہا ہے، وہ بنو عدی اور بنو ابوجہم کے درمیان ہوئی
جنگ میں مارے گئے تھے، وہ کہتے ہیں:

أَلَا لَيْتَ أُمِّي لَمْ تَلِدْنِي وَلَمْ أَكُ فِي الْفِرَاقِ لَدَى الْبَقِيعِ
وَلَمْ أَرِ مَصْرَعَ ابْنِ الْخَيْرِ زَيْدٍ وَهَذَتْهُ هُنَالِكَ مِنْ صَرِيعِ
هُوَ الرُّزْءُ الَّذِي عَظُمْتُ وَجَلْتُ مُصِيبَتُهُ عَلَى الْحَيِّ الْجَمِيعِ
كَرِيمٍ فِي النَّجَادِ تَكَنَّفَتُهُ بِيُوثُ الْمَجْدِ وَالْحَسْبُ الرَّفِيعِ

(کاش میری ماں نے مجھے جنا ہی نہ ہوتا، اور میں بقیع کے پاس مقام فراق میں نہ ہوتا۔

میں بہترین فرد کے فرزند زید کی قتل گاہ کو نہ دیکھتا۔

یہ بہت بڑی اور سخت مصیبت ہے، دنیا میں موجود تمام لوگوں کے لیے۔

وہ بہادر اور شریف تھے، جس کو عزت و شرافت اور بلند حسب و نسب خاندان اور گھر نے اپنی گود میں لیا ہے)

مراجع: الاستیعاب حاشیۃ الاصابۃ ج ۸ ص ۸۷-۸۹

(۳۶)

بجید ابن عمران خزاعی

بجید ابن عمران خزاعی کا تذکرہ غزوات نبوی میں ملتا ہے، ابن ہشام نے فتح مکہ کے واقعے
میں لکھا ہے کہ بجید ابن عمران خزاعی نے اس موقع پر مندرجہ ذیل اشعار کہے:

وَقَدْ أَنْشَأَ اللَّهُ السَّحَابَ بِنَصْرِنَا رُكَّامَ سَحَابٍ الْهَيْدَبِ الْمُتْرَاكِبِ
وَهَجَرْتُنَا مِنْ أَرْضِنَا عِنْدَ بَابِهَا كِتَابٌ أَتَى مِنْ خَيْرِ مُمْلٍ وَكَاتِبِ
وَمِنْ أَجْلِنَا حَلَّتْ بِمَكَّةَ حُرْمَةً لِنُذْرِكَ ثَارًا بِالسُّيُوفِ الْقَوَاضِبِ
(اللہ تعالیٰ نے ہماری مدد کے لیے بادلوں کو پیدا فرمایا، زمین سے لٹکے ہوئے تہہ بہ تہہ بادلوں کا ڈھیر اللہ تعالیٰ نے بنایا۔

اور ہم نے اپنی سرزمین سے ہجرت کی، جس کے دروازے کے پاس کتاب ہے جو بہترین املا کرنے والے بہترین لکھنے والے کی طرف آئی ہے۔

ہماری ہی وجہ سے مکہ کی حرمت کو حلال کیا گیا تاکہ ہم تیز تلواروں سے بدلہ لیں)

مراجع: الاصابۃ ج ۱ ص ۱۴۱

(۳۷)

بحیر ابن بجرہ طائی

ابن عبدالبر نے مرتدین کے خلاف جنگوں کے تذکرہ میں ان کا بھی تذکرہ کیا ہے، اور ان کے کارناموں اور اشعار کو نقل کیا ہے، ان ہی کارناموں اور اشعار کو ابن اسحاق نے بھی مغازی میں بیان کیا ہے۔

ابن اسحاق نے بحیر ابن بجرہ طائی سے روایت کیا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے خالد ابن ولید کو دومۃ الجندل کے بادشاہ اکیدر کے پاس بھیجا تو اس لشکر میں میں بھی تھا، اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”تم اس کو گائے کا شکار کرتے ہوئے پاؤ گے“۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اس کو چاندی رات میں اسی حالت میں آیا، جس طرح رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا تھا، چنانچہ ہم نے اس کو گرفتار کر لیا، اور اس کے بھائی کو قتل کر دیا، اس نے ہمارے ساتھ جنگ کی تھی، اور اس پر دیباچ کی قبا تھی، چنانچہ خالد ابن ولید نے اس کو نبی کریم ﷺ کے پاس بھیجا، جب ہم نبی کریم ﷺ کے پاس واپس ہوئے تو میں نے یہ اشعار آپ کو سنائے:

تَبَارَكَ سَائِقُ الْبَقَرَاتِ إِنِّي رَأَيْتُ اللَّهَ يَهْدِي كُلَّ هَادٍ
وَمَنْ يَكُ عَانِدًا ذِي تَبُوكٍ فَإِنَّا قَدْ أَمَرْنَا بِالْجِهَادِ
(اللہ گایوں کو ہانکنے والے میں برکت دے، میں نے اللہ کو دیکھا کہ وہ ہدایت چاہنے والے ہر شخص کو ہدایت سے نوازتا ہے۔

تبوک کا جو بھی شخص سرکش ہے وہ سن لے کہ ہم کو جہاد کا حکم دیا گیا ہے)
آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تمہارے دانت ہمیشہ باقی رکھے“۔ وہ نوے سال کے ہو گئے تھے
لیکن ان کا کوئی دانت گرا نہیں تھا۔

حضرت عمر نے ان کو قادیسیہ کی جنگ میں جہاد کے لیے بھیجا تھا، اس موقع پر انھوں نے مندرجہ
ذیل شعر کہا:

وَكَيْفَ ثَوَانِي بِالْمَدِينَةِ بَعْدَمَا قَضَىٰ وَطَرًا مِنْهَا جَمِيلُ بْنُ مُعَمَّرٍ
(جمیل ابن معمر کی طرف سے اپنی ضرورت پورا کرنے کے بعد مدینہ میں کیسے رکا جاسکتا ہے)

سیف ابن عمر نے ”الفتوح“ میں لکھا ہے کہ بحیر ابن بکر جنگ قادیسیہ میں شہید ہوئے۔

مراجعہ: الاصابۃ ۱/۱۳۲، الوافی بالوفیات ۱۰/۷۹-۸۰، واقدی ۳/۱۰۲۷، أسد الغابۃ ۱/۱۹۸، الاستیعاب ۱/۱۶۸، البدایہ
والنہایہ ۵/۱۶، تاریخ الأمم والملوک للطبری ۳/۵۵۰، الروض الآنف للسبیل ۷/۳۱۸، السیرۃ ۲/۷۰، شعر طری و أخبار ہا ۵۳۲-۵۳۳، مجمع
البلدان ۲/۱۵، مخ المذبح ۵۳، مجمع الشعراء الخضر مین والاموتین ۵۷

(۳۸)

بحیر بن زہیر بن ابو سلمیٰ مزنی

بحیر مشہور شاعر کعب ابن زہیر کے بھائی ہیں، انھوں نے اپنے بھائی سے پہلے اسلام قبول کیا،
فتح مکہ کے موقع پر انھوں نے مندرجہ ذیل اشعار کہے، ان اشعار کو ابن اسحاق نے نقل کیا ہے:

صَرَبْنَاهُمْ بِمَكَّةَ يَوْمَ فَتْحِ النَّبِ
وَأَعْطَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ مِنَّا
صَبْحَنَاهُمْ بِأَلْفٍ مِّنْ سُلَيْمٍ
نَطَأُ أَكْتَافَهُمْ طَعْنًا وَضَرْبًا
فَرُحْنَا وَالْجِيَادُ تَجُولُ فِيهِمْ
فَأَبْنَا غَانِمِينَ بِمَا أَرَدْنَا
وَقَدْ سَمِعُوا مَقَالَاتِنَا فَهَمُّوا

(ہم نے مکہ میں ان کو اس دن مارا جب خیر امت نبی کریم ﷺ نے اس کو ہلکی پھلکی تیز تلواروں سے فتح کیا۔

اور ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنی طرف سے خالص محبت کا عہد و پیمان کیا۔

ہم نے بنو سلیم کے ایک ہزار افراد اور بنو عثمان کے مکمل ایک ہزار فوجیوں کے ساتھ صبح سویرے ان پر فوج کشی کی۔

ہم ان کے کندھوں پر نیزے اور تلواروں سے مار رہے تھے اور ان پر ہلکے پروالی تیروں کی بارش کر رہے تھے۔
ہم اس حال میں واپس لوٹے کہ بہترین گھوڑے اپنے جسم پر نیزے لیے پھر رہے تھے۔
چنانچہ ہم اپنے ارادوں کے مطابق سرخرو اور کامیاب ہو کر لوٹے اور وہ اپنی دشمنی پر کف افسوس ملتے ہوئے واپس ہوئے۔

انھوں نے ہماری باتوں کو سنا تو انھوں نے جنگ کی صبح ہم سے بچ کر بھاگ نکلنے میں عافیت سمجھی)
جنگ حنین اور دوسری جنگوں کے سلسلے میں بحیر کے بہت سے اشعار ملتے ہیں۔
ان کے بھائی زہیر نے اسلام قبول کرنے پر ان کی اور آپ ﷺ کی ہجو کی تھی، جس کے جواب میں انھوں نے یہ اشعار کہے:

إِلَى اللَّهِ لَا الْعُزَى وَلَا اللَّاتُ وَحْدَهُ فَتَنْجُو إِذَا كَانَ النَّجَاءُ وَتُسَلِّمُ
لَدَى يَوْمٍ لَا يَنْجُو وَكَيْسَ بِمُفْلِتٍ مِنَ النَّارِ إِلَّا طَاهَرُ الْقَلْبِ مُسْلِمُ
فَدَيْنُ زُهَيْرٍ وَهُوَ لَا شَيْءَ دَيْنُهُ وَدَيْنُ أَبُو سَلَمَى عَلَى مُحَرَّمٍ
(میں تنہا اللہ کی ذات کی طرف تم کو بلاتا ہوں، نہ کہ لات اور عزی کی طرف، اسی صورت میں تمہیں نجات ملے گی اور تم محفوظ رہو گے، اس دن جب نجات کا دن ہوگا۔

اس دن آگ سے وہی شخص محفوظ رہے گا اور بچ جائے گا جس کا دل صاف ہوگا اور جو اسلام کی دولت سے مالا مال ہوگا۔

زہیر ابن ابوسلمی کا دین کچھ بھی نہیں ہے، اور ابوسلمی کا دین مجھ پر حرام ہے)
مراجع: الاصابہ ۱۴۲/۱-۱۴۳، الوانی بالوفیات ۸۰/۱-۸۱، أسد الغابۃ ۱۹۹/۱، الاستیعاب ۱۷۵/۱، زاد المعاد ۲۵۰-۲۵۱، الأغانی ۱۰/۳۶۲، ۳۶۳، ۹۱/۱۷، ۲۶۸، خزائن الأدب ۲/۳۳۳، ۱۵۳، ۱۵۵، ۳۹۸، ۵۰۲، ۵۰۳، البدایہ والنہایہ ۴/۳۱۰، ۳۳۹، ۳۵۰، ۳۶۸، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷،

پاس بھیجا کہ وہ ان کو مکہ پر چڑھائی کی ترغیب دیں اور ان کو بھی اس فتح میں شریک کریں۔
مرزبانی نے لکھا ہے کہ انھوں نے فتح مکہ کے موقع پر انس ابن زینم کو مخاطب کرتے ہوئے مندرجہ
ذیل اشعار کہے:

بَكِيَ اَنَسٌ رُّزًا فَاَعْوَلَهُ الْبُكَاءُ وَاشْفَقَ لَمَّا اَوْقَدَ الْحَرْبَ مَوْقِدُ
بَكِيْتُ لِقَتْلِي ضَرَجْتُ بِدِمَائِهَا وَخَصَبَ مِنْهَا السَّمْهَرِيُّ الْمُقْصَدُ
(انس نے مصیبت پر آنسو بہائے تو ان کے رونے کی بڑی بڑی آوازیں نکلنے لگی، اور وہ گھبرا گیا جب جنگ کی آگ
بھڑک اٹھی۔

میں ان مقتولین پر رویا جو اپنے خون میں لت پت تھے، اور مضبوط اور تیز نیزے ان کے خون میں رنگے ہوئے تھے)
مراجع: الاصابۃ ۱/۱۴۴، البدایۃ والنہایۃ ۴/۲۷۹، الضائع ۳۳، معجم الشعراء (ڈاکٹر عقیف) ۳۷، معجم الشعراء الخضر مین والاموئین ۵۸

(۴۰)

بردع بن زید انصاری ظفری

بردع ابن زید ابن نعمان ابن زید ابن عامر ابن سواد ابن ظفر انصاری ظفری۔

بردع مشہور صحابی قتادہ ابن نعمان کے بھتیجے ہیں۔

ابن ماکولا نے لکھا ہے کہ بردع شاعر تھے اور انھوں نے جنگ احد اور اس کے بعد کے تمام
غزوات میں شرکت کی۔

مرزبانی نے ”معجم الشعراء“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور ان کے مندرجہ ذیل اشعار نقل کیے ہیں:

وَإِنِّي بِحَمْدِ اللَّهِ لَا ثَوْبَ فَاجِرٍ لَبِسْتُ وَلَا مِنْ خِزْيَةٍ أَتْلَفُ
وَأَجْعَلُ مَالِي دُونَ عَرْضِي إِنَّهُ عَلَى الْوَجْدِ وَالْإِعْدَامِ عَرْضٌ مُنْعَ
(اللہ کی تعریف ہے کہ میں نے فاجر و فاسق کے کپڑے نہیں پہنے ہیں، اور نہ میں نے رسوائی کو اوڑھا ہے۔

میں اپنا مال اپنی عزت کی حفاظت کی خاطر خرچ کرتا ہوں، لیکن تنگ دستی اور محتاجی کے وقت میں دوسروں کا مال لے کر
اپنی عزت کو مجروح نہیں کرتا ہوں)

مراجع: الاصابۃ ۱/۱۴۹، الضائع ۳۳، معجم الشعراء (ڈاکٹر عقیف) ۳۸، معجم الشعراء الخضر مین والاموئین ۵۹

(۴۱)

بشر ابن عرفطہ جہنی

بشر ابن عرفطہ ابن خشاش جہنی۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام بشر ہے، اکثروں کی رائے یہی ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ ان کا نام بشر ہے۔

ولید ابن مسلم نے عبداللہ ابن حمید جہنی سے روایت کیا ہے کہ قبیلہ جہینہ کے ایک شخص نے مندرجہ ذیل اشعار کہے جن کا نام بشر ابن عرفطہ ابن خشاش ہے:

وَنَحْنُ غَدَاةُ الْفَتْحِ عِنْدَ مُحَمَّدٍ طَلَعْنَا أَمَامَ النَّاسِ أَلْفًا مُقَدَّمًا
وَيَوْمَ حُنَيْنٍ قَدْ شَهِدْنَا هَيْجَةً وَقَدْ كَانَ يَوْمًا نَافِعُ الْمَوْتِ مُظْلِمًا
أَضَارِبُ بِالْبَطْحَاءِ دُونَ مُحَمَّدٍ كَتَائِبَ هُمْ كَانُوا أَعَقَّ وَأَظْلَمًا

(ہم فتح مکہ کی صبح محمد کے ساتھ تھے، ہم لوگوں کے سامنے ہراول دستے میں ایک ہزار فوج کے ساتھ سامنے آئے۔ جنگ حنین کے موقع پر ہم سخت جنگ میں شریک ہوئے، وہ ایسا دن تھا کہ موت ناچ رہی تھی اور وہ تاریک دن تھا۔

میں مقام بطحاء میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایسی فوج کے خلاف جنگ کر رہا تھا جو بڑی سخت اور ظالم تھی)

مراجع: الاصابۃ ۱/۱۵۷، الاستیعاب ۱/۱۵۹، اسد الغابۃ ۱/۲۳۳، مخ المذبح ۵۴، معجم الشعراء (ڈاکٹر عقیف) ۴۱، معجم الشعراء الخضر مین والاموئین ۶۴

(۴۲)

بشار ابن عدی ابن عمرو طائی

بشار ابن عدی ابن عمرو ابن سوید طائی۔

بشار ابن عدی مخضرم شاعر ہیں، مندرجہ ذیل اشعار ان ہی کے ہیں:

تَرَكَتُ الشَّعْرَ وَاسْتَبَدَلْتُ مِنْهُ كِتَابَ اللَّهِ لَيْسَ لَهُ شَرِيكُ
وَوَدَّعْتُ الْمُدَامَةَ وَالنَّدَامَى إِذَا دَاعَى مُنَادِي الصُّبْحِ دِيكُ

(میں نے شعر کہنا چھوڑ دیا اور اس کے بدلے اللہ کی کتاب کی تلاوت شروع کی، جس کا کوئی شریک نہیں۔

اور میں نے شراب اور ہم نشینوں کو چھوڑ دیا، جب صبح آنے کی خبر دینے والے مرغ نے اذان دی)

مراجع: الاصابۃ ۱/۱۷۷،

(۴۳)

بشیر ابن معاویہ نجرانی

بشیر ابن معاویہ نجرانی۔ ان کی کنیت ابو علقمہ ہے۔
حاکم نے ”الإکلیل“ میں، ابن سعد نے ”شرف المصطفیٰ“ میں اور بیہقی نے ”الدلائل“ میں
ان کا تذکرہ کیا ہے کہ یہ نصرانی تھے، پھر انھوں نے اسلام قبول کیا، ان کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ یہ
بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نجران والوں کو خط لکھا تو ان کا ایک وفد آپ ﷺ کے پاس آیا،
پھر وہ واپس لوٹ گئے، نجران کا ایک پادری اپنی کتاب کی تلاوت کر رہا تھا کہ اس کا چوپایہ پھسل گیا، اس
کے بھائی بشیر ابن معاویہ ابو علقمہ نے محمد ﷺ کو برا بھلا کہا تو اس پادری نے اپنے بھائی کو ڈانٹا اور کہا: تم
نبی مرسل کے بارے میں یہ کہہ رہے ہو؟ اس پر بشیر نے کہا: اللہ کی قسم! میں اس سواری سے اس وقت
تک نہیں اتروں گا جب تک آپ کے ساتھ جا کر نہ ملوں، پھر انھوں نے اپنی سواری کا رخ مدینہ منورہ
کی طرف کیا اور یہ شعر پڑھتے ہوئے آگے بڑھنے لگے:

إِلَيْكَ بَعْدُ قَلْبًا وَضِيْنُهَا مُخَالِفًا دِيْنَ النَّصَارَى دِيْنَهَا
(وہ آپ کی طرف پریشان ہو کر آ رہا ہے، اور نصاریٰ کے دین کی مخالفت کر کے اور چھوڑ کر آپ کے پاس آ رہا ہے)
بشیر آخری عمر تک نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہے اور کسی جنگ میں شہید ہو گئے۔

مراجع: الاصابۃ ۱/۱۶۴

(۴۴)

بقیلۃ الاکبر اشجعی

بقیلۃ کی کنیت ابو منہال ہے۔

آمدی نے ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ کی جنگ احد میں مدد کی،
یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہی جنگ احد میں اشجعی گھوڑے کے مالک تھے، بقیلۃ شاعر اور اپنی قوم کے سردار
تھے، مندرجہ ذیل اشعار ان ہی کے ہیں، انھوں نے یہ اشعار حضرت عمر کی خدمت میں ارسال کیے:

أَلَا أَبْلَغُ أَبَا حَفْصٍ رَسُولًا فِدَى لَكَ مِنْ أَخِي ثِقَةً إِذَا رَى
قَلَانِيضَنَا هَذَاكَ اللَّهُ إِنَّا شَغَلْنَا عَنْكُمْ زَمَنَ الْحِصَارِ
(سن لو! ابو حفص کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ میں آپ پر فدا ہوں اور میں آپ کا قابل بھروسہ بھائی ہوں۔
اللہ آپ کو ہدایت سے نوازے، ہماری اونٹنیوں نے ہم کو حصار کے زمانے میں تم سے مشغول رکھا)

مندرجہ ذیل مشہور اشعار بھی بقیلہ ہی کے ہیں:

أَلَيْسَ قَرِيبَكَ إِنَّ أَطْمَارَهُ خُلِقَتْ وَلَا جَدِيدٌ لِمَنْ لَا يَلْبَسُ الْخَلْقَا
وَأَنْ أَشْعَرَ بَيْتٍ أَنْتَ قَائِلُهُ بَيْتٌ يُقَالُ إِذَا أَنْشَدْتَهُ صَادِقًا
وَأَنْمَا الشَّعْرُ لُبُّ الْمَرْءِ يَعْرِضُهُ عَلَى الْمُجَالِسِ إِنْ كَيْسًا وَإِنْ حَمَقًا
(کیا تمہارے قریبی رشتے دار کے بوسیدہ کپڑے پرانے نہیں ہوئے ہیں، جو پرانے کپڑے نہیں پہنتا، اس کے لیے
نئے کپڑوں کا کوئی مزہ نہیں ہے۔

تمہارے اشعار میں سب سے بہترین شعر وہ ہے جس پر کہا جائے کہ تم نے سچ کہا۔
شعر آدمی کی عقل مندی کا غماز ہے، جس کو مجلسوں اور محفلوں میں آدمی پیش کرتا ہے، چاہے وہ شعر عقل مندی پر مشتمل ہو یا بے
وقوفی پر)

مراجع: الاصابۃ ۱/۱۶۶، بحجۃ المجالس ۲/۶۳، المؤتلف والمختلف ۶۲-۶۳، معجم الشعراء (ڈاکٹر عقیف) ۴۲، معجم الشعراء
الخضر مین والا موئین ۶۶

(۴۵)

بکرہ ابن جبلة کلبی

بکرہ ابن جبلة ابن وائل ابن قیس ابن بکر ابن عامر ابن عوف ابن بکر ابن عوف ابن عذرہ ابن
زید اللات کلبی۔

ان کا نام عبد عمر تھا تو نبی کریم ﷺ نے ان کا نام بدل کر بکر رکھا۔

ابن مندہ نے ابن الکعبی سے نقل کیا ہے کہ عبد عمر ابن جبلة نے کہا کہ ہمارا ایک بت تھا جس
کا نام عمیر تھا، وہ اس کی تعظیم کیا کرتے تھے، وہ کہتے ہیں کہ ہم اس کے پاس سے گزر رہے تو میں نے
ایک آواز سنی: بکر ابن جبلة! کیا تم محمد کو جانتے ہو؟ انھوں نے اپنے اسلام لانے کا پورا واقعہ بیان کیا
ہے۔

مرزبانی نے اس واقعے کی طرف اشارہ کیا ہے اور ان کے اشعار نقل کیے ہیں، جن میں سے

(۴۸)

تمیم ابن مقبل

تمیم ابن مقبل ابن عوف ابن حنیف ابن قنیہ ابن عجلان ابن کعب ابن ربیعہ ابن عامر ابن صعصعہ۔

ان کی کنیت ابو کعب ہے۔

مرزبانی نے ”معجم الشعراء“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کو عہد اسلام ملا تو انھوں نے اسلام قبول کیا، انتقال کے وقت ان کی عمر ۲۰ سال تھی۔

ثعلب نے ”فوائد الثعلب“ میں یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ تمیم ابن مقبل نے نجاشی کے خلاف عمر ابن خطاب کے دربار میں مقدمہ دائر کیا اور کہا: امیر المؤمنین! انھوں نے میری بھوکی ہے، چناں چہ آپ مجھے انصاف دلوادیتجئے، حضرت عمر نے فرمایا: تم نے کون سا شعر کہا ہے؟ نجاشی نے کہا: امیر المؤمنین! میں نے کوئی ایسی بات نہیں کہی جس میں کوئی گناہ ہو، پھر انھوں نے یہ شعر سنایا:

إِذَا اللَّهُ جَازَى أَهْلَ لُؤْمٍ بِذِمَّةٍ فَجَازَى بَنِي عَجَلَانَ رَهْطَ ابْنِ مُقْبِلٍ
قِيلَتْ لَهُ لَا يَغْدِرُونَ بِذِمَّةٍ وَلَا يَظْلِمُونَ النَّاسَ حَبَّةَ خَرْدَلٍ
(جب اللہ تعالیٰ کمینوں کو ذمہ داری کی ادائیگی پر بدلہ دے تو ابن مقبل کے خاندان بنو عجلان کو بہترین بدلہ دے۔

وہ قبیلہ ایسا ہے جو ذمہ داری میں کوتاہی نہیں کرتا اور لوگوں پر ذرا برابر ظلم نہیں کرتا)

حضرت عمر نے کہا: کاش میں ان لوگوں میں سے ہوتا، پھر انھوں نے کہا:

وَلَا يَرْدُونَ الْمَاءَ إِلَّا عَشِيَّةً إِذَا صَدَرَ الْوَارِدُ عَنْ كُلِّ مَنْهَلٍ
(وہ پانی پرشام کے وقت ہی آتے ہیں، جب پانی پر آنے والا ہر شخص گھاٹ اور چشمے سے واپس چلا جاتا ہے)

حضرت عمر نے فرمایا: ان پر کوئی گناہ نہیں جب وہ بھی پانی پر آئیں، پھر انھوں نے یہ شعر سنایا:

وَمَا سُمِّيَ الْعَجَلَانُ إِلَّا لِقَوْلِهِ خُذِ الْقَعْبَ وَاحْلُبْ أَيُّهَا الْعَبْدُ وَاعْجَلِ
(ان کو عجلان نام پڑنے کی وجہ یہی ہے کہ انھوں نے کہا: اے غلام! بڑا پیالہ لو اور جلدی سے دودھ دوھ لو)

حضرت عمر نے فرمایا: بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنے گھر والوں کے لیے زیادہ مفید ہوں۔ تمیم نے کہا: اس کو اس کی قوم کے بارے میں پوچھئے۔ وہ حرامی کی اولاد ہیں، کمینوں کا خاندان ہے، اور عاجز اور بھکاریوں کا گروہ ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا: اس بات کو تو میں معاف نہیں کر سکتا۔ پھر انھوں

بات ماننے والوں کو لے کر بحرین کا رخ کیا اور وہاں کے مرتدین کے خلاف جنگ کی، اس سلسلے میں انھوں نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

دَعَانِي إِلَى تَرْكِ الدِّيَانَةِ وَالْهُدَى مُسَيِّمَةَ الْكَذَابِ إِذْ جَاءَ يَسْجَعُ
فَيَا عَجَبًا مِنْ مَعْشَرٍ قَدْ تَتَابَعُوا لَهُ فِي سَبِيلِ الْغَى وَالْغَى أَشْنَعُ
مسیلمہ کذاب نے ہم کو دین اسلام اور ہدایت کا راستہ چھوڑنے کی دعوت دی، جب وہ مسیح اور مفتح جملے کہہ کر ہم کو بہکانے لگا۔

اس قوم پر تعجب ہے جس نے گمراہی کی راہ میں اس کی پیروی کی، جب کہ گمراہی بڑی فتنہ چیز ہے)

اس قصیدے کا ایک شعر یہ بھی ہے:

وَفِي الْبُعْدِ عَنْ دَارٍ وَقَدْ ضَلَّ أَهْلُهَا هُدًى وَاجْتِمَاعُ كُلِّ ذَلِكَ مُهِيعُ
اس علاقے سے دوری میں ہدایت ہے، جہاں کے لوگ گمراہ ہو چکے ہیں، اور ان کے ساتھ رہنا گناہ اور برائی ہے)

مراجع: الاصابۃ ۱/۲۰۴، أسد الغابۃ ۱/۲۹۵-۲۹۶، الأغانی ۱۵/۲۵۲-۲۵۳، البدایۃ والنہایۃ ۴/۱۵۰، ۵/۱۹۵، ۶/۳۳۲، ۳۳۵، سیرۃ ابن کثیر ۴/۹۲، الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۵/۵۵۰، الکامل لابن اثیر ۲/۲۳۵، معجم الشعراء (ڈاکٹر عقیف) ۴۸، مخ المرح ۵۸-۶۰، معجم الشعراء المختصر میں والا موتین ۷۴

(۵۰)

ثور ابن مالک کندی

ثور ابن مالک کنونی کریم ﷺ کا عہد ملا، وہ یمن میں حضرت معاذ ابن جبل کے ساتھ تھے اور معاذ نے ان کو اس وقت کندہ میں اپنا نائب بنایا جب معاذ کنونی کریم ﷺ کی وفات کی اطلاع ملی۔ وشمہ نے ”کتاب الردۃ“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔

جب قبیلہ کندہ نے مرتد ہونے کا ارادہ کیا تو ان کو سمجھانے کے لیے انھوں نے خطاب کیا اور مندرجہ ذیل اشعار کہے:

وَقُلْتُ تَحَلُّوا بِدِينِ الرَّسُولِ فَقَالُوا أَلْتَرَابُ سَيْفَاهَا بِفِيكَ
فَأَصْبَحْتُ أَبْكِي عَلَى هَلِكِهِمْ وَلَمْ أَكُ فِيمَا أَتُوا شَرِيكَ

(اور میں نے ان سے کہا: رسول اللہ ﷺ کے دین سے آراستہ رہو، انھوں نے کہا: تمہارے منہ میں کیڑے پڑے۔ ان کا یہ جواب سن کر میں ان کی ہلاکت اور بربادی پر رونے لگا، جو انھوں نے شرک کیا ہے میں ان میں سے نہیں ہوں)

مراجع: الاصابۃ ۱/۲۰۸، معجم الشعراء (ڈاکٹر عقیف) ۴۹، مخ المرح ۶۱-۶۲، معجم الشعراء المختصر میں والا موتین ۷۵

(۵۱)

جارود ابن معلیٰ عبدی

جارود ابن معلیٰ عبدی ان کا نام ہے، ایک قول یہ بھی ہے کہ معلیٰ ان کے والد نہیں بلکہ دادا کا نام ہے: جارود ابن عمرو ابن معلیٰ۔ اور ایک قول کے مطابق ان کا نام جارود ابن علاء ہے، کنیت ابوالمندّر ہے۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جارود ابن عمرو ابن حبش ابن حنش نبی کریم ﷺ کے پاس آئے۔ دراصل وہ نصرانی تھے۔

جارود قبیلہ عبد القیس کے سردار تھے، جارود ۱۰۰ھ کو عبد القیس کے آخری وفد کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور اسلام قبول کیا، نبی کریم ﷺ ان کے اسلام قبول کرنے بڑے خوش ہوئے۔ طبرانی نے روایت کیا ہے کہ جب جارود رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور اسلام قبول کیا تو آپ بہت خوش ہوئے اور ان کو اپنے قریب کیا۔ ابن اسحاق نے مغازی میں لکھا ہے کہ وہ پختہ مسلمان تھے۔

جارود ابو ہریرہ کے سہمی تھے اور ان کے ساتھ برین میں رہا کرتے تھے، جارود سرزمین ایران میں ایرانیوں کے خلاف جنگ کرتے ہوئے حضرت عمر کے عہد خلافت میں ۲۱ھ کو شہید ہوئے۔

ابو عمرو نے لکھا ہے کہ ان کے بہترین اشعار میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

شَهِدْتُ بَأَنَّ اللَّهَ حَقٌّ وَسَامَحْتُ بَنَاتُ فَوَادِيٍّ بِالشَّهَادَةِ وَالنَّهْضِ
فَأَبْلَغُ رَسُولَ اللَّهِ عَنِّي رِسَالَةً بَأَنِّي حَنِيفٌ حَيْثُ كُنْتُ مِنَ الْأَرْضِ
فَإِنْ لَمْ تَكُنْ دَارِيٍّ بِيُشْرَبُ فِيكُمْ فَإِنِّي لَكُمْ عِنْدَ الْإِقَامَةِ وَالْخَفْضِ
وَأَجْعَلُ نَفْسِي دُونَ كُلِّ مُلِمَةٍ لَكُمْ جَنَّةٌ مِنْ دُونِ عِرْضِكُمْ عِرْضِي

(میں نے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ حق ہے اور میرے دل نے اسلام کی گواہی دی۔

چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ کو میری طرف سے یہ پیغام پہنچا دو کہ میں حنیفی (مذہبِ ابراہیم پر) ہوں، جہاں بھی میں رہوں۔ اگرچہ میرا گھر تم میں یعنی مدینہ میں نہیں ہے، لیکن حضور اور سفر ہر موقع پر میں تمہارا ہی ہوں۔

ہر مصیبت کے موقع پر میں اپنی جان کو تمہارے لیے ڈھال بناؤں گا، اور میری عزت آپ لوگوں کی عزت پر بچھاؤ کروں گا)

(۵۲)

جبل ابن جوال ذبیانی ثعلبی

جبل ابن جوال ابن صفوان ابن بلال ابن اصرم ابن ایاس ابن عبد غنم ابن حجاج ابن مجالہ ابن مازن ابن ثعلبہ ابن سعد ابن ذبیان ذبیانی ثعلبی۔

دارقطنی نے ”المؤتلف والمختلف“ میں لکھا ہے کہ یہ صحابی ہیں۔

ہشام ابن کلبی نے لکھا ہے کہ یہ یہودی تھے اور ان کا تعلق بنو قریظہ سے تھا، پھر انھوں نے اسلام قبول کیا اور چند اشعار میں جی ابن اخطب کا مرثیہ بھی کہا ہے، ان میں سے ایک شعر یہ ہے:

لَعَمْرُكَ مَا لَامَ ابْنُ أَخْطَبَ نَفْسَهُ لَكِنَّهُ مَنْ يَخْذُلُ اللَّهَ يَخْذُلُ
(تیری عمر کی قسم! جی ابن اخطب نے اپنی ملامت نہیں کی، بلکہ اللہ جس کو رسوا کرنا چاہتا ہے اس کو رسوا کر دیتا ہے)

ابن اسحاق نے مغازی میں ان اشعار کی نسبت ان ہی کی طرف کی ہے، بعض لوگوں نے یہ اشعار جی ابن اخطب کی طرف بھی منسوب کیے ہیں۔

مرزبانی نے ”معجم الشعراء“ میں لکھا ہے کہ یہ یہودی تھے، پھر انھوں نے اسلام قبول کیا، جب نبی کریم ﷺ نے خیبر فتح کیا تو انھوں نے یہ شعر کہا:

رَمَيْتُ نَطَاقَةً مِنَ النَّبِيِّ بِفَيْلَقٍ شَهَبَاءَ ذَاتِ مَنَاقِبَ وَفَقَّارٍ
(میں نے نبی کریم ﷺ کی طرف سے آئے ہوئے بڑے لشکر پر کھجور کے ڈنھل سے حملہ کیا، جو لشکر خوبیوں کا پیکر اور ستاروں کے مانند روشن تھا)

ابو سعید سکری کے مرتب کردہ دیوان حسان ابن ثابت میں ابن حبیب سے روایت ہے کہ جبل ابن جوال ثعلبی نے مندرجہ ذیل اشعار کہے، اس وقت وہ یہودی تھے:

أَلَا يَا سَعْدُ سَعْدُ بَنِي مُعَاذٍ لِمَا فَعَلْتَ قَرْيَظَةَ وَالنَّضِيرُ
تَرَكَتُمْ قَدْرَكُمْ لَا شَيْءَ فِيهَا وَقَدَرُ الْقَوْمِ حَامِيَةٌ تَفُورُ
(اے قبیلہ بنو معاذ کے خاندان سعد سے تعلق رکھنے والے! اُس پر تفت ہے جو تم نے قریظہ اور بنو نضیر کے ساتھ کیا۔)

تم نے اپنی ہانڈیوں کو اس حال میں چھوڑ دیا کہ ان میں کچھ بھی باقی نہیں ہے اور دوسرے لوگوں کی ہانڈیاں جوش مار رہی ہیں۔ یعنی بنو قریظہ اور بنو نضیر کو قتل اور جلاوطن کرنے کی وجہ سے تم کنگال ہو گئے، حالاں کہ وہ تمہارے دوست تھے اور تمہاری ہر طرح سے مدد کرتے تھے، ان کے جانے کے بعد تم فقیر اور بے یار و مددگار ہو گئے)

تو حضرت حسان ابن ثابت نے جواب میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

تَعَاهِدْ مَعْشَرًا نَصَرُوا عَلَيْنَا فَلَيْسَ لَهُمْ بِلَدِّهِمْ النَّصِيرُ
هُمْ أَوْتُوا الْكِتَابَ فَضَيَّعُوهُ فَهُمْ غُمَّى عَنِ التَّوْرَةِ بُورُ
كَذَّبْتُمْ بِالْقُرْآنِ وَقَدْ أُبَيِّتُمْ بِتَصْدِيقِ الَّذِي قَالَ النَّذِيرُ
وَهَانَ عَلَى سُورَةِ بَنِي لُؤَيٍّ حَرِيقٌ بِالْبُيُوتِ مُسْتَطِيرُ
(تم ایسی قوم کے ساتھ عہد کر رہے ہو جنہوں نے ہم پر ظلم کیا اور ہمارے خلاف دوسروں کی مدد کی، آج ان کے اپنے شہر میں ان کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

ان کو آسمانی کتاب دی گئی، لیکن انہوں نے اس کو ضائع کر دیا، وہ تورات اپنے پاس رہتے ہوئے اس کو دیکھنے اور پڑھنے سے اندھے ہیں اور وہ ہلاک ہونے والے ہیں۔

تم نے قرآن کو جھٹلایا اور تم نے نبی کریم ﷺ کی بات کو سچ ماننے سے انکار کر دیا۔
بنو لؤی کے سرداروں کے لیے مقام بویہ میں پھیلی ہوئی آگ ذلت کا باعث ہوئی)

مرزبانی نے جبل کے مندرجہ ذیل اشعار نقل کیے ہیں:

وَلَكِنْ لَا خُلُودَ مَعَ الْمَنَايَا تَخْطِفُ ثُمَّ تَضْمَنُهَا الْقُبُورُ
كَأَنَّهُمْ غَنَائِمَ يَوْمٍ عَيْدٍ تُذْبَحُ وَهِيَ لَيْسَ لَهَا نَكِيرُ
(لیکن کسی کے لیے خلود اور ہمیشگی نہیں ہے، موت انسانوں کو اچک لیتی ہے اور ان کا شکار کرتی ہے، پھر قبروں میں پہنچا دیتی ہے۔

گویا انسان عید کے دن ذبح کی جانے والی بکریوں کے مانند ہیں، جن بکریوں کو ذبح کیا جاتا ہے، اور اس پر کوئی نکیر کرنے والا اور کوئی روکنے والا نہیں ہوتا۔

مراجع: الاصابۃ ۱/۲۲۳-۲۲۴، الاغانی ۹/۱۲۸، ۱۹۱، الضائع ۳۱، معجم الشعراء (ڈاکٹر عقیف) ۵۱، معجم الشعراء المختصر میں
والا موبین ۷۶

(۵۳)

جراد ابن طہیہ کلابی

جراد ابن ربیعہ ابن وحید ابن کعب ابن عامر ابن کلاب کلابی۔

جراد مختصر شاعر ہیں، مرزبانی نے ان کا تذکرہ کیا ہے۔

مراجع: الاصابۃ ۱/۲۶۰

(۵۴)

جریبہ ابن اشیم فقعی اسدی

جریبہ ابن اشیم ابن عمرو ابن وہب ابن دیان ابن فقعی اسدی ثم فقعی۔

آمدی نے کہا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ان کا شمار بنو اسد کے شیطان صفت شعراء میں ہوتا تھا، پھر انھوں نے اسلام قبول کیا تو انھوں نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

بَدَلْتُ دِينًا بِدَيْنٍ قَدْ قَدِمَ كُنْتُ مِنَ الذَّنْبِ كَأَنِّي قَدْ ظَلَمْتُ
يَا قَيْمَ الدِّينِ أَقْمِنَا نَسْتَقِمُ فَإِنْ أَصَادَفَ مَائِمًا فَلَمْ أَثُمَّ
(میں نے پرانے دین کے بدلے دین اسلام کو قبول کیا، گناہ کی وجہ سے میری حالت ایسی ہو گئی تھی کہ گویا مجھ پر ظلم کیا گیا ہو۔

اے دین کے ذمے دار! ہم کو سیدھے راستے پر قائم رکھئے، ہم قائم رہیں گے، چناں چہ اگر مجھے گناہ کرنے کا موقع ملے گا تو میں گناہ نہیں کروں گا)

مراجع: الاصابۃ ۱/۲۶۱

(۵۵)

جزء ابن ضرار غطفانی

مرزبانی نے ”معجم الشعراء“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ مختصر شاعر ہیں، حضرت عمر کے مرثیے میں انھوں نے مندرجہ ذیل شعر کہا:

جَزَى اللّٰهُ خَيْرًا مِنْ أَمِيرٍ وَبَارَكْتَ يَدُ اللّٰهِ فِي ذَاكَ الْأَدِيمِ الْمُمَزَّقِ
(اللہ تعالیٰ امیر کو بہترین بدلہ دے اور اللہ اس پھٹے ہوئے آسمان میں برکت دے)

مراجع: الاصابۃ ۱/۲۶۱، اسد الغابۃ ۳/۳۹۹، الاغانی ۹/۱۸۵، ۱۸۷، ۱۹۱، المالی القالی ۱/۲۶۲، ۵۷-۷۸، تاریخ الأدب العربی (بروکلین) ۱/۱۰۷، تاریخ الأدب (نالیو) ۱۱۰، ۱۸۹، تاریخ الأدب (زیدان) ۱۷۶، تجرۃ أشعار العرب للقرشی ۲۹۵، الخوان ۳/۲۸۹، ۳۲۹، ۳۲۹، ۵/۲۸۰، خزائنہ الأدب ۲/۱۰۲، سمط اللالی ۲۲۸، ۵۸۷-۵۸۸، الشعر والشعراء ۱/۳۱۵-۳۱۹، شعر الخضر مین ۵۰، ۶۴، ۲۲۸، طبقات فحول الشعراء لابن سلام النحی ۱۳۲-۱۳۵، العقد الفرید ۱/۱۲۳، ۲/۳۲، ۳/۳۰۷، معجم الشعراء الخضر مین والاً موئین ۸۲

(۵۶)

جلندی شاہ عمان

وثیمہ نے ”کتاب الردۃ“ میں ابن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے پاس حضرت عمرو ابن عاص کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے بھیجا، انھوں نے کہا: مجھے اس نبی کے بارے میں بتائیے۔ وہ جو بھی بھلی چیز کا حکم دیں گے، اس کو سب سے پہلے میں اپناؤں گا، اور جس برائی سے بھی روکیں گے، اس کو سب سے پہلے میں چھوڑوں گا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ نبی ہیں۔ پھر انھوں نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

أَتَانِي عَمْرُو بَالْتِي لَيْسَ بَعْدَهَا
مَنْ الْحَقِّ شَيْءٌ وَالنَّصِيحُ نَصِيحُ
فَقُلْتُ لَهُ مَا زِدْتُ أَنْ جِئْتُ بَالْتِي
جُلْنَدَى عُمَانَ فِي عُمَانَ يَصِيحُ
فِيَا عَمْرُ: قَدْ أَسْلَمْتُ لِلَّهِ جَهْرَةً
يُنَادِي بِهَا فِي الْوَادِيَيْنِ فَصِيحُ
(میرے پاس عمرو ابن عاص وہ چیز لے کر آئے جو حق ہے اور اس کے علاوہ کچھ بھی حق نہیں ہے، اور نصیحت کرنے ناصح ہے۔ میں نے ان سے کہا: تم تو وہی بات لے آئے ہو جس کو جلندی شاہ عمان، عمان میں چیخ چیخ کر بتایا کرتا تھا۔ عمرو! میں علی الاعلان صرف اللہ کی خاطر اپنے اسلام کا اعلان کرتا ہوں، جس کی ندامتِ مذہب میں فصیح (محمد) لگا رہے ہیں)

مراجع: الاصابۃ ۱/۲۶۳، الحیوان ۳/۵۲۰، معجم الشعراء (ڈاکٹر عقیف) ۵۶، مخ المرح ۶۷، معجم الشعراء المختصر میں
والا موبین ۸۴

(۵۷)

جموح انصاری

جموح کا تعلق قبیلہ بنو سلمہ سے تھا۔

عمرو ابن شیبہ نے ”کتاب مکۃ“ میں جاہلیت میں پوجے جانے والوں بتوں کے تذکرے میں لکھا ہے کہ بنو سلمہ کا ایک بت تھا، جس کا نام مذاق تھا، ان میں سے ایک شخص اس بت کے پاس گیا، جس کا نام جموح تھا، اور اس کے کتے سے باندھ کر کنویں میں پھینک دیا اور یہ اشعار کہے:

الْحَمْدُ لِلَّهِ الْجَلِيلِ ذِي الْمَنَنِ قَبَّحَ بِالْفِعْلِ مَنَا ذَا الدَّرَنِ

أَفْسِمُ لَوْ كُنْتُ إِلَهًا لَمْ تَكُنْ أَنْتَ وَكَلْبٌ فِي وَسْطِ بَنِي قُرْنٍ
(تمام تعریفوں کا مستحق اللہ ہے، جو زبردست ہے اور احسانات کرنے والا ہے، اس نے ہمارے برے اعمال کی شاعت بیان کی ہے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تو معبود ہوتا تو کنویں کے درمیان تو اور کتنا ایک ساتھ بندھے ہوئے نہیں ہوتے)
مراجع: الاصابۃ ۱/۲۳۵

(۵۸)

جندب ابن عمار طائی لامی

جندب ابن عمار ابن نعیم ابن شہاب ابن لام ابن عمرو ابن ظریف طائی لامی۔
ابن الکلبی نے یہ نسب نامہ بیان کرنے کے بعد کہا ہے کہ وہ شاعر تھے، انھوں نے جنگِ قادسیہ میں شرکت کی۔

مرزبانی نے ”معجم الشعراء“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ جندب نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور انھوں نے اسلام قبول کیا، پھر جنگِ قادسیہ میں شریک ہوئے، مندرجہ ذیل اشعار ان ہی کے ہیں:
رَعِمَ الْعَوَازِلُ أَنْ نَاقَةَ جُنْدُبٍ تَلَوَى الْقَرْيَةَ عَرِيَتْ وَأَجَمَّتِ
كَذَبَ الْعَوَازِلُ لَوْ رَأَيْنَ مُنَاخَهَا بِالْقَادِسِيَّةِ فُلْنُ لَجٍ وَذَلَّتِ
لَوْ يَضْرِبُ الطَّنْبُورَ تَحْتَ جِرَانِهَا رَجُلٌ أَجَشُّ إِذَا تَرَنَّمَ حَنْتِ
(ملامت کرنے والیوں نے یہ گمان کیا ہے کہ جندب کی اونٹنی کی پیٹھ تیزھی ہوگئی ہے، جس کی وجہ سے بنگی ہوگئی ہے اور اس کی تھکاوٹ ختم ہوگئی ہے..... ملامت کرنے والیوں نے جھوٹ کہا ہے، اگر وہ قادسیہ کے مقام پر اس کے بیٹھنے کو دیکھتی تو وہ کہتی: وہ ڈنار ہا اور اونٹنی اس کے تابع فرمان رہی..... اگر اس کی گردن کے اندرونی حصہ میں کوئی بلند آواز شخصِ طنبور (آلہ موسیقی) بجاتا ہے اور وہ خوش الحانی میں گاتا ہے تو وہ بھی شوق میں آواز نکالتی ہے)
مراجع: الاصابۃ ۱/۲۵۰، شعرطنی و اخبارھا ۵۵۹، الضائع ۳۳، معجم الشعراء (ڈاکٹر عقیف) ۵۸، معجم الشعراء الخضر مین

والا موبین ۸۶

(۵۹)

جندل ابن فضلہ ابن عمرو ابن بھدلہ

أعلام النبوة میں ان کا واقعہ نقل کیا گیا ہے، ابو عمرو نے بھی مختصراً اس واقعے کا تذکرہ کیا ہے۔

ابوسعید ندیساپوری نے ”شرف المصطفیٰ“ میں نقل کیا ہے کہ جندل نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور انھوں نے کہا: اللہ کے رسول! میں شاعر اور راجز ہوں، میرا ایک ساتھی جن ہے، ایک مرتبہ وہ میرے پاس آیا اور اس نے اچانک یہ اشعار سنائے:

هَبْ فَقَدْ لَاحَ سِرَاجُ الدِّينِ بِصَادِقِ مُهَذَّفِ امِينِ
فَارْحَلْ عَلَى نَاحِيَةِ اُمُونِ تَمْشِي عَلَى الصَّحْصَحِ وَالْحَزُونِ
(اٹھو! دین کا چواغ روشن ہو چکا ہے اور امین و صادق رسول ظاہر ہو چکا ہے۔)

چنانچہ تم ایسی اونٹنی پر سفر کر کے اس کے پاس جاؤ، جو تیز رفتار اور لغزش پا سے محفوظ ہو اور وہ ہموار اور ناہموار ہر طرح کی زمین پر چلتی ہو)

میں گھبرا کر اٹھ گیا تو اس نے کہا: محمد مبعوث ہوئے ہیں، انھوں نے مکہ میں پرورش پائی اور مدینہ ہجرت کر گئے، یہ سن کر میں نے مدینہ کا سفر کیا، اس دوران میں نے ایک آواز سنی:

يَا أَيُّهَا الرَّاِكِبُ الْمُزَجِيُّ مَطِيَّتُهُ نَحْوَ الرَّسُولِ لَقَدْ وَفَّقْتَ لِلرُّشْدِ
(اے وہ سوار جو اپنی سواری تیز کیے جا رہا ہے اور اللہ کے رسول کی طرف زحمت سفر باندھے ہوئے ہے، تم کو رشد و ہدایت کی توفیق ملی ہے)

وہ میرا جن ساتھی ہی تھا۔

نبی کریم ﷺ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا تو انھوں نے اسلام قبول کیا۔

مراجع: الاصابۃ ۱/۲۵۴

(۶۰)

جہیش ابن اولیس نخعی

ابن مندہ نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ جہیش ابن اولیس نخعی قبیلہ مذجج کے اپنے ساتھیوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور انھوں نے کہا: اللہ کے رسول! ہم قبیلہ مذجج کے ہیں..... اس موقع پر جہیش نے آپ ﷺ کو مندرجہ ذیل اشعار سنائے:

أَلَا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْتَ مُصَدِّقُ فَبُورُكْتَ مَهْدِيًّا وَبُورُكْتَ هَادِيًّا
شَرَعْتَ لَنَا دِينَ الْحَنِيفِيَّةِ بَعْدَ مَا عَبَدْنَا كَأَمْثَالِ الْحَمِيرِ طَوَاغِيًّا
(اللہ کے رسول! آپ تصدیق کرنے والے ہیں، اللہ آپ میں بطور ہدایت یافتہ اور بطور ہادی برکت نازل فرمائے۔)

آپ نے ہمارے لیے دین حنفی کو شروع کیا ہے، جب کہ ہم اس سے پہلے حمیر کی طرح شیطانوں کی پوجا کیا کرتے تھے) ابن سعد نے ”طبقات“ میں لکھا ہے کہ قبیلہ نخع نے اپنے دو لوگوں کو نبی کریم ﷺ کے پاس اپنے مسلمان ہونے کی خبر دینے کے لیے بھیجا، ان میں سے ایک ارطاة ابن شریبل تھے اور دوسرے جہیش، وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا۔ انھوں نے اسلام قبول کیا، اور اپنی قوم کی طرف سے آپ ﷺ کے ہاتھوں پر بیعت کی، رسول اللہ ﷺ کو ان دونوں کی شان اور بہترین ہیئت پسند آئی، آپ نے دریافت کیا: ”کیا تمھاری طرح دوسرے لوگ بھی تمھاری قوم میں ہیں؟“، انھوں نے کہا: اللہ کے رسول! ہم اپنے پیچھے ہماری قوم کے ستر ایسے لوگوں کو چھوڑ آئے ہیں جو سب کے سب ہم سے بہتر اور افضل ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کے لیے اور ان کی قوم کے لیے بہت دعائیں کی اور فرمایا: ”اللہم بارک فی النخع“ اور اس قوم کا علم بردار ارطاة کو بنایا۔

مراجع: الاصابۃ ۱/۲۵۴

(۶۱)

حاجب ابن زرارہ تمیمی

حاجب ابن زرارہ ابن عدس ابن زید ابن عبد اللہ ابن دارم دارمی تمیمی۔ حاجب مشہور صحابی عطار د کے والد ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے ان کو بنو تمیم کی زکوٰۃ جمع کرنے کا ذمہ دار بنایا تھا، مرزبانی نے لکھا ہے کہ وہ بہت سے موقعوں پر بنو تمیم کے سردار رہے ہیں، انھوں نے کسری کے پاس اپنی کمان رہن میں رکھی تھی اور اس سے بہت سا مال بطور قرض لیا تھا۔ اور قرض کی ادائیگی میں اپنے وعدے کو پورا کیا تھا، بطور فخر مندرجہ ذیل اشعار اس موقع پر کہے:

وَمِنَّا ابْنُ مَاءِ الْمُزْنِ وَابْنُ مُحَرَّقِ إِلَى أَنْ بَدَتْ مِنْهُمْ بُجَيْرٌ وَحَاجِبُ
ثَلَاثَةُ أَمْلاَكٍ رُبُّوْا فِیْ حُجُوْرِنَا جَمِیْعًا وَمِنَّا الْفَخْرُ مَا هُوَ كَاذِبُ
(اور ہم میں ابن ماء المزن اور ابن محرق ہیں، یہاں تک کہ ان ہی میں بجیر اور حاجب پیدا ہوئے۔
تین بادشاہوں نے ہماری گود میں پرورش پائی، اور ہمارا فخر ایسا ہے جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا)

مراجع: الاصابۃ ۱/۲۵۴

(۶۲)

حارث ابن سہمی ہمدانی ثم مرجی

حارث ابن سہمی ابن رواحہ ابن دالان ابن مصعب ابن حارث ابن مرہب ہمدانی ثم مرجی۔
ابن الکھی نے نقل کیا ہے کہ انھوں نے قادسیہ کی جنگ میں شرکت کی۔ مندرجہ ذیل اشعار ان

ہی کے ہیں:

أَقْدَمُ أَخًا فَهَمَّ عَلَى الْأَسَاوِرَةِ وَلَا تَهَابَنَّ لِرُؤُوسٍ نَادِرَةٍ
فَإِنَّمَا قَصْرُكَ مَوْتُ السَّاهِرَةِ ثُمَّ تَعُودُ بَعْدَهَا فِي الْحَافِرَةِ
مِنْ بَعْدِ مَا كُنْتَ عِظَامًا نَخِرَةٍ أَنَا الْقُشَيْرِيُّ أَخُو الْمُهَاجِرَةِ
(میں نے ایرانیوں کے مقابلے میں بھائی کو آگے بڑھایا تو اس نے ان پر حملہ کیا، اور تم بڑے بڑے سرداروں سے خوف نہ کرو۔
کیوں کہ تمھاری کوتاہی سے تم بدترین موت مرو گے، پھر اس کے بعد تم گڑھے میں جاؤ گے۔
اس کے بعد تم بوسیدہ ہڈیاں بن جاؤ گے، میں مہاجرین کا بھائی اور دوست قشیری ہوں)

مراجع: الاصابۃ ۱/۳۶۸-۳۶۹، الاکلیل ۱۰/۱۴۲-۱۴۳، سبط اللہ ۱۲۲-۱۲۳، شعر ہمدان ۳۲۲-۳۲۳، معجم الشعراء
لخنصر مین والاموئین ۹۱

(۶۳)

حارث ابن صمہ

حارث ابن صمہ ابن عمرو ابن عتیک ابن عمرو ابن عامر ابن مالک ابن نجار۔
موسیٰ ابن عقبہ اور ابن اسحاق وغیرہ نے شرکاء بدر میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ بدر کے
راستے میں روحاء کے مقام پر حارث زخمی ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو مدینہ واپس بھیج دیا اور مالی
غنیمت کا حصہ بھی دیا۔ مندرجہ ذیل اشعار ان ہی کے ہیں:

يَا رَبِّ إِنَّ الْحَارِثَ بْنَ الصِّمَّةِ أَقْبَلَ فِي مَهَامِهِ مَهْمَةً
يَسُوقُ بِالنَّبِيِّ هَادِيَ الْأَمَّةِ
(اے میرے پروردگار! حارث ابن صمہ بہت بڑے مقصد کے لیے آیا، وہ امت کے رہنما نبی کو لے جا رہا ہے)

ابن اسحاق نے مغازی میں نقل کیا ہے کہ بزم معونہ میں حارث شہید ہو گئے۔

مراجع: الاصابۃ ۱/۲۸۰-۲۸۱

(۶۴)

حارث ابن عبدالکلال حمیری

حارث ابن عبدالکلال ابن نصر ابن سہل ابن عریب ابن عبدالکلال ابن عبید ابن فہر ابن زید حمیری۔

حارث کا تعلق قبیلہ حمیر سے تھا اور یہ یمن کے شاہان میں سے تھے، جب نبی کریم ﷺ نے ۶ھ کو بادشاہوں کے نام خطوط ارسال فرمایا تو حارث ابن عبدالکلال اور ان کے بھائی کے نام بھی ایک دعوتی خط ارسال فرمایا، اور اپنے پیامبر کو حکم دیا کہ سورہ لم یکن ان کو پڑھ کر سنائے۔ اس خط سے متاثر ہو کر حارث ابن عبدالکلال حضور اکرم ﷺ کے پاس آئے اور اسلام قبول کیا، آپ ﷺ نے حارث سے معافہ کیا اور اپنی چادر ان کو عطا فرمائی، حارث کے آنے سے پہلے آپ ﷺ نے ان سے متعلق فرمایا: ”يَدْخُلُ عَلَيْكُمْ مِنْ هَذَا الْفَجِّ رَجُلٌ كَرِيمٌ الْجَدِيدُ صَبِيحُ الْخَدِيدِ“، دوسری روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے خود آکر اسلام قبول نہیں کیا، بلکہ اپنے مسلمان ہونے کی خبر آپ ﷺ کو پہنچائی، اور وہ یمن میں ہی رہے۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب تبوک سے واپس ہوئے تو اس موقع پر حمیر کے بادشاہوں کی طرف سے ایک خط آیا جس میں ان کے مسلمان ہونے کی اطلاع تھی، ان بادشاہوں میں حارث ابن عبدالکلال بھی تھے، نبی کریم ﷺ نے حارث ابن کلال کے پاس مہاجر ابن ابوامیہ کو اپنا خط دے کر بھیجا تو انھوں نے اسلام قبول کیا اور مندرجہ ذیل شعر لکھ کر آپ کی خدمت میں ارسال کیا:

وَدِينُكَ دِينُ الْحَقِّ فِيهِ طَهَارَةٌ وَأَنْتَ بِمَا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ أَمْرٌ
(آپ کا دین دین حق ہے، جس میں طہارت اور پاکی ہے، اور آپ حق کا حکم دینے والے ہیں)

مراجع: الاصابۃ ۱/۲۸۳

(۶۵)

حارث ابن قیس غسانی

حارث ابن قیس ابن حارث ابن اسماء ابن مر ابن شہاب ابن ابو شمر غسانی۔
ابن کلبی نے لکھا ہے کہ حارث نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔
یہ مشہور شہسوار اور شاعر تھے۔

مراجع: الاصابہ ۱/ ۲۸۷

(۶۶)

حارث ابن ہشام قرشی مخزومی

حارث ابن ہشام ابن مغیرہ ابن عبد اللہ ابن عمرو ابن مخزوم قرشی مخزومی۔
ان کی کنیت ابو عبد الرحمن ہے۔
حارث مشہور دشمن نبی ابو جہل کے بھائی اور خالد ابن ولید کے چچا زاد بھائی ہیں، ان کی والدہ
فاطمہ بنت ولید ابن مغیرہ ہیں۔

زبیر نے نقل کیا ہے کہ حارث بڑے شریف آدمی تھے، کعب ابن اشرف یہودی نے ان کی
مدح میں اشعار کہے ہیں، حارث نے جنگ بدر میں مشرکین کی طرف سے شرکت کی تھی، جنگ بدر میں
شکست کھانے پر حضرت حسان نے ان کو اپنے اشعار میں عار دلایا ہے:

إِنْ كُنْتَ كَاذِبَةً الَّذِي حَدَّثْتَنِي فَنَجَوْتُ مَنْجَى الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ
تَرَكَ الْأَحِبَّةَ أَنْ يُقَاتِلَ دُونَهُمْ وَنَجَا بِرَأْسِ طُمْرَةٍ وَلِجَامٍ
(اگر جو تم کہہ رہی ہو جھوٹ ہے تو تم حارث ابن ہشام کی طرح بھاگ جاؤ۔

اس نے اپنے رشتے داروں اور دوستوں کی طرف سے جنگ کرنے کے بجائے ان کو چھوڑ کر بھاگ گیا، اور گھوڑے کا
سر اور لگام چھوڑ کر بھاگ گیا اور ہمارے ہاتھوں سے بچ کر نکل گیا)

حارث نے مندرجہ ذیل اشعار میں حضرت حسان کا جواب دیا:

اللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَرَكْتُ قِتَالَهُمْ حَتَّى رَمَوْا فَرَسِي أَشْقَرَ مَزِيدٍ

فَعَلِمْتُ أَنِّي إِنْ أَقَاتِلُ وَاحِدًا أَقْتُلُ وَلَا يَبْكِي عَدُوِّي مَشْهَدِي
فَفَرَرْتُ عَنْهُمْ وَالْأَجْبَةُ فِيهِمْ طَمَعًا لَهُمْ بِعِقَابِ يَوْمِ مَرْصَدِ
(اللہ ہی جانتا ہے کہ میں اس وقت تک ان کے خلاف جنگ کرتا رہا، جب تک انھوں نے میرے گھوڑے کو تیز تلوار سے مار نہ دیا۔

اس وقت مجھے یقین ہو گیا کہ اگر میں اکیلا جنگ کروں گا تو قتل کر دیا جاؤں گا اور میرا دشمن میرے انجام پر روئے گا نہیں بلکہ خوش ہوگا۔

اس بات کا یقین ہونے کے بعد میں بھاگ نکلا، جب کہ دوست احباب ان ہی میں گھرے ہوئے تھے اور میں اس امید میں فرار ہوا تھا کہ کسی دوسری جنگ میں ان کا بدلہ لیا جائے گا)

ناقدین نے کہا ہے کہ جنگ سے فرار کے اعتذار میں یہ سب سے بہترین اشعار ہیں۔
زیر نے کہا ہے کہ پھر جنگ احد میں بھی انھوں نے کافروں کی طرف سے شرکت کی، فتح مکہ کے موقع پر اسلام لے آئے اور بہترین مسلمان بن کر زندگی گزاری۔

زیر نے نقل کیا ہے کہ میرے چچا نے مجھے بتایا کہ حضرت عمر کے عہد خلافت میں حارث نے اپنے اہل و عیال اور مال کو لے کر مکہ سے شام جانے کے لیے سفر شروع کیا تو مکہ والوں نے ان کا پیچھا کیا اور اپنے ساتھ مکہ ہی میں رہنے پر اصرار کرنے لگے تو انھوں نے کہا: اگر میرا ارادہ ایک شہر سے دوسرے شہر جانا ہوتا تو میں تمھارے بدلے کسی کو بھی ترجیح نہیں دیتا، لیکن یہ سفر اللہ کی طرف ہے۔ وہ انتقال تک ملک شام میں مسلسل جہاد ہی میں مشغول رہے۔

واقدی نے نقل کیا ہے کہ ان کا انتقال طاعونِ عمواس میں ہوا۔
مدائنی نے لکھا ہے کہ حارث ابن ہشام جنگِ یرموک میں شہید ہوئے۔
آپ کے صرف ایک بیٹے تھے جن کا نام عبدالرحمن تھا۔

حارث عزت و شرافت میں ضرب المثل تھے، ایک شاعر نے ضرب المثل کے طور پر مندرجہ ذیل شعر میں ان کا تذکرہ کیا ہے:

أَظَنَنْتَ أَنَّ أَبَاكَ حِينَ تَسْبِنِي فِي الْمَجْدِ كَانَ الْحَارِثُ بْنُ هِشَامٍ
أَوَّلِي قُرَيْشٍ بِالْمَكَارِمِ وَالنَّدَى فِي الْجَاهِلِيَّةِ كَانَ وَالْإِسْلَامِ
(جب تم مجھے گالی دے رہے تھے تو کیا تم نے سوچا ہے کہ تمھارے ابا عزت و شرافت میں حارث ابن ہشام کی طرح ہیں جو پورے قریش میں مکارمِ اخلاق اور سخاوت میں عہدِ جاہلی اور عہدِ اسلام میں سب سے بڑھا ہوئے تھے)

زیر ابن بکار نے ”الموفقیات“ میں محمد ابن اسحاق کے حوالے سے سقیفہ بنی ساعدہ کے واقعے میں یہ نقل کیا ہے کہ حارث ابن ہشام کھڑے ہو گئے، اس وقت وہ بنو مخزوم کے سردار تھے، رسول اللہ ﷺ کا

شروع میں ساتھ دینے والوں کے علاوہ کوئی دوسرا ان کا برابر اور ہم سر نہیں تھا، انھوں نے کہا: اگر رسول اللہ ﷺ کا فرمان نہ ہوتا: ”الائمة من قریش“ تو ہم خلافت اور امامت سے انصار کو دو نہیں رکھتے اور وہی خلافت کے زیادہ حق دار ہوتے، لیکن اس فرمان میں کوئی شک نہیں ہے، اللہ کی قسم! پورے قریش میں سوائے ایک شخص کے کوئی بھی باقی نہ رہے تب بھی خلافت قریش میں ہی رہے گی۔

إِنِّي بِرَبِّي وَالنَّبِيِّ مُؤْمِنٌ وَالْبُعْثِ بَعْدَ الْمَمَاتِ مُوقِنٌ
أَقْبَحُ بِشَخْصٍ لِلْحَيَاةِ مَوْطِنٌ

میں اس شخص کی شہادت اور برائی کرتا ہوں جو دنیا کو وطن سمجھتا ہے)

مراجع: الاصابه ٢٩٣/١، الاغانى ٤٣/١، ٢٥٨/٢، ١٤٣/٢، ٢١٢/٢، ٩٥/٢، ١٢٤/٢، ٣٠٢/١، ١٢٩/١، البدايه والنهائيه ٣/٢١، ٢٠/١، ٦٢، ١٤٠، ٢٨٣، البصائر والذخائر ١٩٩، تهذيب المجالس ١/٢٩٠، تاريخ الادب (تالينو) ١٠٨، جهوره انساب العرب ١٣٥، خزائنه الادب ١/١٥٢، مجمع الشعراء (ذاكر عفيف) ٦٣، مخ المدهح ٤٥، وفيات الاعيان ١/٢٨٢، مجمع الشعراء اخضر مين والامويين ٩٣

(۶۷)

حارثہ ابن شراحیل کعبی

نبی کریم ﷺ کے محبوب اور خادم خاص حضرت زید رضی اللہ عنہ کے والد حارث ابن شراحیل کعمی ہیں، حضرت زید کی والدہ اپنی قوم معن کے پاس گئی ہوئی تھی کہ دشمنوں یعنی قبیلہ بنو قین ابن جسر کے لوگوں نے بنو معن پر حملہ کیا اور اپنے ساتھ حضرت زید کو اٹھا کر لے گئے، اس وقت زید بہت چھوٹے تھے، ان کو عکاظ کے بازار میں لاکر بیچ دیا گیا، حضرت خدیجہ کے بھتیجے حکیم ابن حزام نے ۴۰۰ درہم میں ان کو خریدا اور حضرت خدیجہ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا، جب رسول اللہ ﷺ کی شادی حضرت خدیجہ سے ہوئی تو انھوں نے آپ ﷺ کو ہدیے میں زید کو دیا، حضرت حارثہ کو جب ان کی گمشدگی کی خبر ملی تو بڑے غم زدہ ہوئے اور ان کے غم میں کئی قصیدے کہے، ان میں سے ایک قصیدے کے چند اشعار ذیل میں پیش ہیں:

بَكَيْتُ عَلَى زَيْدٍ وَلَمْ أَدْرِ مَا فَعَلَ أَحْيَىٰ يُرْجَىٰ أَمْ أَتَىٰ دُونَهُ الْأَجَلَ

فَوَاللّٰهِ مَا اَدْرِىْ وَاِنْ كُنْتُ سَائِلًا
فَيَا لَيْتَ شِعْرِيْ هَلْ لَكَ الدَّهْرُ رَجْعَةً
تَذَكِّرُنِيْهِ الشَّمْسُ عِنْدَ طُلُوْعِهَا
وَإِنْ هَبَّتِ الْاَرْوَاحُ هَيَّجَنَ ذِكْرَهُ
سَاعَمَلُ نَصِّ الْعَيْسِ فِي الْاَرْضِ جَا حِدًا
يَا تَبٰى اَوْ تَابٰى عَلٰى مَنِيَّتِيْ
سَاَوْصِيْ بِهِ قَيْسًا وَعَمْرًا كِلَيْهِمَا
(میں نے زید پر آنسو بہائے، اور مجھے معلوم نہیں ہے کہ اس کا کیا ہوا؟ کیا وہ زندہ ہے کہ اس کے لوٹ آنے کی امید رکھی جائے، یا اس کو موت آ چکی ہے۔

اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا، اگرچہ کہ میں دریافت کر رہا ہوں کہ تم کو زمین نے نگل لیا ہے یا پہاڑ نے سمو لیا ہے۔
کاش میرے اشعار تم تک پہنچتے، کیا تم زندگی میں کبھی واپس آؤ گے؟ مجھے دنیا کی کوئی چیز نہیں چاہیے، بس صرف تمہاری واپسی چاہتا ہوں۔

جب بھی سورج طلوع ہوتا ہے تو مجھے اس کی یاد دلاتی ہے، اور جب بھی کوئی بچہ میرے قریب آتا ہے تو اس کی یاد آتی ہے۔
اگر ہوائیں چلتی ہیں تو اس کی یاد بھڑکا دیتی ہیں، اس پر میرا غم کتنا ہی طویل ہے اور میری تکلیف کتنی بڑھی ہوئی ہے۔
میں اس کی تلاش میں اونٹ پر سوار ہو کر پوری زمین کی خاک چھانوں گا، میں گھومتے گھومتے نہیں تھکوں گا، ہو سکتا ہے کہ اونٹ تھک جائے۔

یا تو وہ میرے پاس آئے گا، یا مجھے موت آئے گی، اور ہر آدمی کو فنا ہونا ہے، چاہے خواہشات اس کو امیدیں دلاتی رہیں۔
میں اس کے بارے میں قیس اور عمرو دونوں کو وصیت کروں گا، میں یزید کو وصیت کروں گا اور پھر اس کے بعد جبل کو وصیت کروں گا کہ اس کو تلاش کرتے رہیں اور وہ بھی اکتانہ جائیں)

عمر و اوقیس ان کے بھائی ہیں، اور یزید زید کے اخیانی بھائی ہیں، جبل ان کے بڑے لڑکے ہیں۔
قبیلہ کلب کے چند لوگوں نے حج کے ارادے سے مکہ کا سفر کیا، انھوں نے یہاں زید کو دیکھا تو زید نے اپنے قبیلے والوں کو پہچان لیا اور انھوں نے بھی حضرت زید کو پہچان لیا، انھوں نے قبیلے والوں سے کہا کہ میرے گھر والوں کو یہ اشعار سنا دو:

اَحْبِنُ اِلٰى قَوْمِيْ وَاِنْ كُنْتُ نَائِيًا
فَاِنِّيْ قَعِيْدُ الْبَيْتِ عِنْدَ الْمَشَاعِرِ
فَكُفُّوْا مِّنَ الْوَجْدِ الَّذِيْ قَدْ شَجَاكُمْ
وَلَا تَعْمَلُوْا فِي الْاَرْضِ نَصَّ الْاَبَاعِرِ
فَاِنِّيْ بِحَمْدِ اللّٰهِ فِيْ خَيْرِ اَسْرَةٍ
كَرَامٍ مَّعْدٍ كَابِرًا عَنِ كَابِرِ
(میں اپنی قوم کا شوقین ہوں اگرچہ کہ میں ان سے دور ہوں، میں مشعر حرام کے پاس ایک گھر میں غلام ہوں۔
جو غم تک کو لاحق ہوا ہے، اس کو بھلا دو، اور میری تلاش میں اونٹنیوں پر سوار ہو کر ادھر ادھر جانا چھوڑ دو۔
اللہ کے فضل و احسان سے میں بہترین خاندان میں ہوں، وہ قبیلہ معد کے شریف لوگ ہیں اور ان کو شرافت باپ داداؤں سے ملی ہے)

جب یہ لوگ اپنے قبیلے میں واپس آئے تو انھوں نے ان کے والد حارثہ کو زید کے بارے میں بتایا اور ان کے رہنے کی جگہ بھی بتائی، حارثہ اپنے بھائی کعب کے ساتھ مکہ آئے، اور نبی کریم ﷺ کا پتہ دریافت کرتے ہوئے آپ کے پاس پہنچے، اس وقت آپ مسجد حرام میں تھے، حارثہ آپ کے پاس آئے اور کہا: اے ابن عبدالمطلب! قوم کے سردار کے بیٹے! تم لوگ اللہ کے حرم والے ہو، تم لوگ پریشان حالوں کی پریشان دور کرتے ہو، اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہو، ہم آپ کے پاس اپنے فرزند یعنی آپ کے غلام کے سلسلے میں امید لے کر آئے ہیں، آپ ہم پر احسان کیجئے، اور اس کو آزاد کر دیجئے، ہم آپ کو اس کا معاوضہ اور فدیہ دیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”آپ لوگ کس کے بارے میں کہہ رہے ہیں؟“، انھوں نے کہا: زید ابن حارثہ کے بارے میں۔ آپ نے فرمایا: ”اس کو بلاؤ اور اختیار دو، اگر وہ تم کو اختیار کرے تو وہ فدیے کے بغیر تمہارا ہے، اگر مجھے اختیار کرے تو اللہ کی قسم! پھر میں اس کے اختیار کے بدلے فدیہ نہیں لوں گا“، ان لوگوں نے کہا: آپ نے انصاف سے بھی بڑھ کر بات کی ہے۔ آپ ﷺ نے زید کو بلایا اور دریافت فرمایا: ”کیا تم ان لوگوں کو جانتے ہو؟“، انھوں نے کہا: جی ہاں، یہ میرے والد ہیں اور یہ میرے چچا۔ آپ نے فرمایا: ”تم مجھے جانتے ہی ہو اور میرے ساتھ رہ کر تم نے دیکھ ہی لیا ہے، چنانچہ تم مجھے اختیار کرو یا ان کو اختیار کرو“۔ حضرت زید نے کہا: میں آپ کے مقابلے میں کسی دوسرے کو اختیار نہیں کروں گا، آپ میرے لیے باپ اور چچا کی طرح ہیں، ان دونوں نے کہا: زید! تمہاری بربادی ہو، تم آزادی کے بدلے، اپنے والد، چچا اور گھر والوں کے بدلے غلامی کو پسند کرتے ہو؟ انھوں نے کہا: جی ہاں، میں نے اس آدمی میں ایسی چیز دیکھی ہے کہ اس کے بدلے میں کسی دوسرے کا انتخاب کر ہی نہیں سکتا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ ماجرا دیکھا تو زید کا ہاتھ پکڑ کر کعبۃ اللہ میں حجر میں لے گئے اور فرمایا: ”لوگو! گواہ رہو کہ زید میرا بیٹا ہے، یہ میرا وارث ہوگا اور میں اس کا وارث“۔ جب والد اور چچا نے اس اعلان کو سنا تو دونوں کو اطمینان ہو گیا۔

مراجع: الاصابۃ ۱/۵۴۵-۵۴۶

(۶۸)

حارث ابن نصر سہمی (حارث ابن سہم بصری)

زبیر ابن بکار نے ”الموفقیات“ میں محمد ابن اسحاق کے حوالے سے سقیفہ بنی ساعدہ کے قتلے میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور ان کے اشعار نقل کیے ہیں، جن کے شروع کے اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

يَا لَقَوْمِي لِحِفَّةِ الْأَحْلَامِ وَأَنْتِظَارِي لَزَلَّةِ الْأَقْدَامِ
قَبْلَ كَانُوا مِنَ الدُّعَاةِ إِلَى اللَّهِ وَكَانُوا أَرْمَةَ الْإِسْلَامِ
إِنَّ ذَا الْأَمْرِ دُونَنَا لِقُرَيْشٍ وَقُرَيْشٌ هُمْ ذَوُو الْأَحْلَامِ
فَاتَّقُوا اللَّهَ مَعْشَرَ الْأَوْسِ وَالْخَزْرَجِ وَاحْشُوا عَوَاقِبَ الْأَيَّامِ
(ہائے افسوس! میری قوم کی کم عقلی پر اور میرے پیروں کے پھسلنے کے انتظار میں رہنے پر افسوس۔

وہ پہلے اللہ کی طرف بلانے والے داعی تھے اور اسلام کے محافظ تھے۔

قریش کے امراء ہماری حفاظت کرتے ہیں اور قریش والے عقل مند ہیں

اوس اور خزرج والو! اللہ سے ڈرو، اور حوادثِ زمانہ کے انجام سے خوف کرو)

وٹیمہ نے لکھا ہے کہ جب مہاجرین اور انصار میں خلافت کے سلسلے میں اختلاف ہوا تو حارث

ابن نصر انصاری کھڑے ہو گئے اور اپنی قوم کو خطاب کیا۔

مراجع: الاصابۃ ۱/۲۹۱

(۶۹)

حباب ابن منذر خزاعی

حباب ابن منذر ابن جموح ابن زید ابن حرام ابن کعب ابن سلمہ انصاری خزرجی۔

ابن سعد وغیرہ نے کہا ہے کہ انھوں نے جنگ بدر میں شرکت کی، ان کی کنیت ابو عمر ہے۔

ابن اسحاق نے ”السیرۃ“ میں عروہ وغیرہ سے روایت کیا ہے کہ بدر کے موقع پر حباب نے

کہا: اللہ کے رسول! اس جگہ اللہ نے آپ کو اتارا ہے کہ ہمارے لیے اس جگہ کو چھوڑنا جائز نہیں ہے یا یہ

راے اور جنگی پالیسی ہے؟ آپ نے فرمایا: ”نہیں، بلکہ یہ راے اور جنگی پالیسی ہے“۔ حباب نے

کہا: ہرگز نہیں، یہ عمدہ جگہ نہیں ہے، نبی کریم ﷺ نے ان کی یہ راے قبول کی۔

ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت عمر کے عہد خلافت میں ان کا انتقال ہو گیا، جب کہ ان کی عمر

پچاس سے زیادہ ہو گئی تھی، حباب ابن منذر کے چند اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

أَلَمْ تَعْلَمَا دُرُّ أَبِيكُمَا وَمَا النَّاسُ إِلَّا أَكْمَهُ وَبَصِيرُ
بَأْنَا وَأَعْدَاءُ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ أَسُوذُ لَهَا فِي الْعَالَمِينَ زَبِيرُ
نَصَرْنَا وَأَوَيْنَا النَّبِيَّ وَمَالَهُ سَوَانَا مِنْ أَهْلِ الْمَلَتَيْنِ نَصِيرُ

(کیا تم دونوں نہیں جانتے (اللہ تم پر رحم کرے) کہ لوگوں کی دو قسمیں ہیں: ایک پیدائشی اندھا ہوتا ہے اور دوسرا بینا۔ یہی مثال ہماری اور نبی کریم ﷺ کے دشمنوں کی ہے، ہم شیر کے مانند ہیں، جن کی دھاڑ پوری دنیا میں مشہور ہے۔ ہم نے نبی ﷺ کی مدد کی اور آپ کو پناہ دی، اور ہمارے سوا یہودیوں اور نصرانیوں میں سے آپ کا کوئی مددگار نہیں ہے)

مراجع: الاصابۃ ۱/۳۰۲، الاستیعاب ۱/۳۵۳، أسد الغابۃ ۱/۴۳۶، البدایۃ والنہایۃ ۳/۲۵۸، ۲/۲۶۶، ۲/۲۶۷، ۳/۳۱۸، ۱۱۹/۲، ۲۱۸/۵، ۲۱۶/۷، ۱۴۷/۷، الحجۃ ۱/۳۳۶، عیون الأثر ۲/۴۸۸، معجم الشعراء (ڈاکٹر) عقیف ۶۶، مخ المذبح ۷/۷۸، معجم الشعراء الخضر مین والأموئین ۹۴-۹۵

(۷۰)

حُتَات ابن زید تمیمی داری

حُتَات ابن زید ابن علقمہ ابن جری ابن سفیان ابن مجاشع ابن دارم تمیمی داری مجاشعی۔
ابن اسحاق اور ابن الکلی نے لکھا ہے کہ بنو تمیم کے وفد کے ساتھ یہ بھی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔

ابن ہشام نے کہا ہے کہ مندرجہ ذیل اشعار ان ہی کے ہیں:
لَعَمْرُأَبَيْكَ فَلَا تَكْذِبَنَّ لَقَدْ ذَهَبَ الْخَيْرُ إِلَّا قَلِيلًا
لَقَدْ فُتِنَ النَّاسُ فِي دِينِهِمْ وَأَبْقَى ابْنُ عَفَّانٍ شَرًّا طَوِيلًا
(تمہارے والد کی قسم! تم جھوٹ ہرگز نہ بولو، پورا کا پورا خیر ختم ہو گیا ہے، صرف تھوڑا حصہ ہی باقی ہے۔
لوگ اپنے دین کے بارے میں مفتون ہو گئے ہیں اور عثمان ابن عفان نے طویل شر کو چھوڑ دیا ہے یعنی حضرت عثمان کی وشادت کی وجہ سے لامتناہی فتنہ شروع ہو گیا ہے)

مراجع: الاصابۃ ۱/۳۱۰

(۷۱)

حجاج ابن علاط سلمی ثم فہری

حجاج ابن علاط ابن خالد ابن ثور یہ ابن ہلال ابن عبید ابن طفر ابن سعد سلمی ثم فہری۔
ان کی کنیت ابو کلاب ہے۔

ابن سعد نے کہا ہے: حجاج خیبر میں نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور انھوں نے اسلام قبول کیا، پھر انھوں نے مدینہ میں قیام کیا اور وہیں گھر اور مسجد بنائی۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے خیبر کو فتح کیا تو حجاج ابن علاط نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: اللہ کے رسول! مکہ میں میرے اہل و عیال اور میرا مال ہے، میں ان کو لے آنا چاہتا ہوں، کیا مجھے اس کی اجازت ہے کہ میں آپ کے سلسلے میں کچھ کہوں؟ آپ نے ان کو اجازت دی۔ (امام احمد نے یہ روایت کی ہے)

ابن ابوالدنیانے ”ہواتف الجان“ میں بیان کیا ہے کہ حجاج ابن علاط کے اسلام لانے کا واقعہ یہ ہے کہ وہ اپنی قوم کے قافلے کے ساتھ مکہ جانے کے ارادے سے نکلے، جب رات ہو گئی تو ان کو وحشت ہوئی، وہ اپنے ساتھیوں کی نگرانی کے لیے جاگنے لگے اور یہ شعر گنگنا نے لگے:

أُعِيذُ نَفْسِي وَأُعِيذُ صَاحِبِي حَتَّىٰ أَعُوذَ سَالِمًا وَرَكْبِي
(میں اپنی حفاظت چاہتا ہوں اور اپنے ساتھیوں کی حفاظت چاہتا ہوں، یہاں تک کہ میں اور میرا قافلہ صحیح سالم واپس لوٹ آؤں)

انھوں نے کسی کہنے والے کو کہتے ہوئے سنا: ”يا معشر الجن والإنس إن استطعتم من أقطار السموات والأرض فانفذوا“۔ جب وہ مکہ آئے تو یہ واقعہ قریش والوں کو بتایا، انھوں نے کہا: ابو کلاب! محمد کے دعوے کے مطابق یہ آیت اس پر نازل ہوئی ہے، انھوں نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں دریافت کیا تو ان سے کہا گیا کہ وہ اب مدینہ میں ہیں، پھر وہ مدینہ آئے اور انھوں نے اسلام قبول کیا۔

امام شعمی سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شام والوں کو لکھا کہ وہ اپنے کسی شریف زادے کو ان کے پاس بھیجیں تو انھوں نے حجاج ابن علاط کو بھیجا۔

ابن حبان نے کہا ہے کہ ان کی وفات حضرت عمر کے عہد خلافت کے ابتدائی ایام میں ہوئی۔ یعقوب ابن شیبہ نے روایت کیا ہے کہ معرض ابن علاط جنگ جمل میں شہید ہوئے تو ان کے بھائی حجاج نے ان کا مرثیہ کہا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی کی خلافت تک وہ زندہ تھے، لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے، بلکہ پہلا قول ہی صحیح ہے۔

مرزبانی نے جنگ احد میں حضرت علی کی مدح میں ان کے اشعار کو اپنی کتاب ”معجم الشعراء“ میں نقل کیا ہے:

وَعَلَّلْتُ سَيْفَكَ بِالِدِّمَاءِ وَلَمْ تَكُنْ لَتَرُدُّهُ فِى جِرَابِهِ حَتَّىٰ يَنْهَلَا

(اور تم نے اپنی تلوار کو خون سے سیراب کیا، اور تم دوبارہ سیراب ہونے سے پہلے اپنی تلوار نیام میں واپس کرنے والے نہیں ہو)
مراجع: الاصابۃ ۳۱۲/۱ الاغانی ۸/۱۹۵، البدایہ والنہایہ ۴/۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۳۴۹/۷، خزائنہ الادب ۲/۸۲، ۸۷،
 الضائع ۴۴، معجم البلدان ۲/۱۲۵، معجم الشعراء (ڈاکٹر عقیف) ۶۷، معجم الشعراء المختصر میں والا موئین ۹۶

(۷۲)

حرب ابن ریطہ

حرب ابن ریطہ ابن عمر وابن مازن ابن وہب ابن ربیع ابن حارث ابن کعب ابن بنو سامہ ابن لوی۔
 حرب ابن ریطہ اپنے خاندان والوں کی ایک جماعت کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور
 انھوں نے آپ سے جھگڑا اور مدینہ کے درمیان میں ملاقات کی، ان لوگوں کو یہاں کی آب و ہوا راس نہیں
 آئی، چنانچہ ان میں سے چند لوگوں کا انتقال ہو گیا اور دوسرے چند لوگ بیمار ہو گئے، یہ دیکھ کر ان
 لوگوں نے بدشگونی لی اور واپس اپنے علاقے میں چلے گئے، ان کے سلسلے میں حضرت حسان نے اشعار
 کہے تو یہ سن کر حرب ابن ریطہ نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

أَلَا أَبْلَغَا عَنِّي الرَّسُولُ مُحَمَّدًا رِسَالَةً مِّنْ أُمْسَىٰ بِصُحْبَتِهِ صَبَا
 حَلَفْتُ بِرَبِّ الرَّاقِصَاتِ عَشِيَّةً خَوَارِجَ مِنْ بَطْحَاءٍ تَحْسَبُهَا سَرَبَا
 لَقَدْ بَعَثَ اللَّهُ النَّبِيَّ مُحَمَّدًا بِحَقِّ وَبُرْهَانٍ الْهُدَىٰ يَكْشِفُ الْكَرْبَا
 (سن لو! میری طرف سے اللہ کے رسول محمد ﷺ کو یہ پیغام پہنچا دو کہ جو آپ کا ساتھی ہو گیا وہ دین سے پھر گیا۔

میں نے اس شام تیز رفتاری کے ساتھ چلنے والی اونٹنیوں کے پروردگار کی قسم کھائی، جب وہ مقام بطحاء سے نکل رہی
 تھیں، جن کو تم سراب سمجھ رہے تھے۔

اللہ نے محمد ﷺ کو نبی بنا کر مبعوث کیا اور حق اور ہدایت کے دلائل دے کر بھیجا جن کے ذریعے وہ مصیبتوں کو دور کرتے ہیں)

ابن حجر عسقلانی نے یہ اشعار ابن سید الناس کی کتاب ”مخ المدهج“ سے نقل کیا ہے۔

مراجع: الاصابۃ ۳۱۸/۱، معجم الشعراء (ڈاکٹر عقیف) ۶۹، مخ المدهج ۸۲/۸۳، معجم الشعراء المختصر میں والا موئین ۹۷

(۷۳)

حریث ابن زید النخیل ابن مہاہل طائی

ابن الکھی نے نقل کیا ہے کہ زید النخیل کے دو لڑکے مکیف اور حریث تھے، دونوں نے اسلام

قبول کیا اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہے اور خالد ابن ولید کے ساتھ مرتدین کی جنگ میں شریک ہوئے۔

واقدی نے لکھا ہے کہ حریش ابن زید الخیل روہ کے علاقے نجہ اور ایلمہ والوں کی طرف سے نبی کریم ﷺ کے پیامبر تھے۔

مرزبانی نے ”معجم الشعراء“ میں لکھا ہے کہ یہ مخضرم شاعر ہیں، انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت اختیار کی اور مرتدین کی جنگ میں شریک ہوئے، مندرجہ ذیل شعر ان ہی کا ہے:

أَنَا حُرَيْثٌ وَأَبْنُ زَيْدِ الْخَيْلِ وَلَكُسْتُ بِالنَّكْسِ وَلَا الزَّمِيلِ
(میں حریش ہوں اور زید الخیل کا بیٹا ہوں، اور میں کمینہ، بزدل اور کمزور نہیں ہوں)

واقدی نے فتنہ ارتداد میں ان کے اشعار نقل کیے ہیں، جن میں سے بعض اشعار یہ ہیں:

أَلَا أُبْلِغُ بَنِي أَسَدٍ جَمِيعًا وَهَذَا الْحَيِّ مِنْ غُطْفَانَ قَبْلِي
بِأَنَّ طَلِيحَةَ الْكَذَّابِ أَضْحَى عَدُوَّ اللَّهِ حَادَّ عَنِ السَّبِيلِ
(بنو اسد کے تمام لوگوں کو اور مجھ سے پہلے غطفان کے اس محلے کو یہ بات پہنچا دو کہ طلیحہ کذاب اللہ کا دشمن ہو گیا ہے اور صحیح راستے سے ہٹ گیا ہے)

عبداللہ ابن حنفی نے ان کو جنگ میں قتل کیا۔

مراجع: الاصابۃ ۱/۳۲۱، الأعلام ۲/۱۷۴، الأغانی ۱/۲۳۸-۲۷۱، تمہرۃ أنساب لابن حزم ۳/۲۰۳، خزائن الأدب ۵/۳۸۰، شعر طی وأخبارها ۵۶۲-۵۶۶، الشعر والشعراء ۲/۲۴۲، الضائع ۴۵، العمدۃ ۱/۲۷۷، معجم الشعراء (ڈاکٹر عقیف) ۷۰، مخ المدح ۷۷، معجم الشعراء المختصر میں والا موئین ۹۸

(۷۴)

حزن ابن ابو وہب

حزن ابن ابو وہب ابن عمر وابن عائد ابن عمران ابن مخزوم۔ یہ سعید ابن مسیب کے دادا ہیں۔ امام بخاری سے روایت ہے کہ یہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ نے دریافت فرمایا: آپ کا نام کیا ہے؟ انھوں نے کہا: میرا نام حزن (سخت) ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”بلکہ تم سہل ہو“۔ حزن نے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا اور جنگِ یمامہ میں شریک ہوئے۔

زیر ابن بکار نے ”الموفقیات“ میں بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہو گیا تو

افرا تفری کا ماحول پیدا ہو گیا، اس میں حضرت ابوبکر کے ہاتھوں پر بیعت کی گئی، اس موقع پر خالد ابن ولید نے تقریر کی تھی، اس تقریر کو سن کر حزن نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

وَقَامَ رَجَالٌ مِنْ قُرَيْشٍ كَثِيرَةٌ فَلَمْ يَكُ فِي الْقَوْمِ الْقِيَامُ كَخَالِدِ
أَخَالِدٌ لَا تَعْدِمُ لَوَّى بَنُ غَالِبٍ يُقَاتِلُ فِيهَا عِنْدَ قَذْفِ الْجَلَادِ
كَسَاكَ الْوَلِيدُ بَنُ الْمُغِيرَةِ مَجْدُهُ عَلَّمَكَ الشَّيْخَانُ ضَرْبَ الْقَمَاجِ
وَكُنْتُ لِمَخْزُومٍ بَنٍ يَقْطِظَةُ جُنَّةٍ كَذَا السَّمَكُ فِيهَا مَاجِدٌ وَابْنُ مَاجِدِ
(قریش کے بہت سے لوگوں نے کارنامے انجام دیے ہیں، لیکن قوم میں خالد کی طرح کسی نے کارنامہ انجام نہیں دیا۔

خالد! تم لوئی ابن غالب سے جدا مت ہو جاؤ، وہ اس وقت جنگ کرتے ہیں جب بہادروں کی ہمت جواب دے جاتی ہے اور وہ میدان جنگ میں گرنے لگتے ہیں۔

ولید ابن مغیرہ نے اپنی عزت کا لبادہ تم کو پہنایا ہے اور شیخان نے تم کو کھوپڑیاں اڑانے کی ٹریننگ دی ہے۔
اور تم قبیلہ مخزوم ابن یثظہ کے لیے ڈھال کے مانند تھے، اس طرح تمہارا نام اس قبیلے میں ماجدا اور ابن ماجد ہے)

مراجع: الاصابۃ ۱/۳۲۴

(۷۵) حماس ابن قیس دثلی

حماس ابن قیس ابن مالک دثلی۔

ابن اسحاق اور واقدی نے بیان کیا ہے کہ فتح مکہ کے دن یہ مکہ میں تھے، جب رسول اللہ ﷺ مکہ کے قریب پہنچے تو ہتھیار سے لیس ہو کر نکلے اور اپنی بیوی سے کہا: مجھے امید ہے کہ اللہ ان میں سے کسی کو تمہاری خدمت کے لیے مقدر کرے، کیوں کہ تمہیں خادم کی ضرورت ہے، حماس نکلے، لیکن جب مسلمانوں کو دیکھا تو بھاگ کر اپنے گھر واپس آئے اور کہا: دروازہ بند کرو، یہ ماجرا دیکھ کر ان کی بیوی نے کہا، تمہارا ناس ہو، خادم کہاں ہے؟ اور وہ اپنے شوہر کی ملامت کرنے لگی، اس پر حماس نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

وَأَنْتَ لَوْ شَهِدْتَ يَوْمَ الْخَنْدَمَةِ إِذْ فَرَّ صَفْوَانٌ وَفَرَّ عِكْرَمَةُ
وَأَسْتَقْبَلْتَنَا السُّيُوفُ الْمُسْلِمَةُ يَقْطَعْنَ كُلَّ سَاعِدٍ وَجُمُجُمَةُ
ضَرْبًا فَلَا تَسْمَعُنِي إِلَّا غَمْغَمَةً لَمْ تَنْطِقْنِي بِاللُّؤْمِ أَدْنَى كَلِمَةٍ
(اگر تم اس موقع پر حاضر ہوتی جب صفوان بھاگ گئے اور عکرمہ بھاگ گئے۔

اور مسلمانوں کی تلواروں نے ہمارا استقبال کیا، وہ اپنے سامنے والے شخص کا بازو اور کھوپڑی اڑا رہی تھیں۔
وہ تلواروں سے ایسا تیز حملہ کر رہے تھے کہ صرف بہادروں کا شور سنائی دے رہا تھا، چنانچہ تو تھوڑی بھی ملامت نہ کر)
موسیٰ ابن عقبہ نے ”مغازی“ میں یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ہذیل کا ایک شخص اپنی بیوی کے پاس
آیا، جب کہ بنو بکر کو شکست ہو گئی تھی..... پھر یہ واقعہ نقل کیا ہے۔

واقدی میں ان کا نام حماس ابن خالد ہے۔

مراجع: الاصابۃ ۱/۳۵۱، واقدی ۲/۸۲۷-۸۲۸

(۷۶) حظله ابن سیار عجلی

حظله ابن سیار ابن جذیمہ ابن سعد ابن عجل عجلی۔

ابو عبیدہ نے ”کتاب المآثر“ میں لکھا ہے کہ حظله زمانہ جاہلیت میں سردار تھے اور جنگ ذی
قار میں ان کے لیے سرداری کا خیمہ لگایا گیا تھا، بکر ابن وائل ان کے پاس جمع ہو گئے اور انھوں نے
ایرانیوں کا مقابلہ کیا، یہاں تک کہ ایرانیوں کو شکست ہوئی، یہ خبر رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوئی تو آپ
خوش ہوئے اور فرمایا: ”یہ پہلا موقع ہے جس دن عربوں نے عجمیوں سے انصاف کیا ہے اور میرے ہی
ذریعے کامیاب ہوئے ہیں“، اس دن حظله نے مال غنیمت کا پانچواں حصہ رسول اللہ ﷺ کے پاس
بھیجا اور فتح کی خوش خبری بھی کہلا بھیجی، اس سے پہلے عرب ایک چوتھائی مال غنیمت اپنے سردار کو دیتے
تھے، جب اللہ تبارک و تعالیٰ کی یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ”وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ
خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ.....“، حظله کو اس کا علم ہوا تو ان کو بڑی خوشی ہوئی، اسی سلسلے میں حظله کہتے ہیں:
وَنَحْنُ بَعَثْنَا الْخَيْلَ تَرْتِمِي بِهَمْ قُلُوصٌ نَحْوَ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ
بِمَا لَقِيَ الْهَرْمُوزُ وَالْقَوْمُ إِذْ غَزَوْا وَمَا لَقِيَ النُّعْمَانُ عِنْدَ التَّوْرِدِ
(اور ہم نے گھوڑوں کے ساتھ ایک وفد اللہ کے نبی محمد ﷺ کے پاس روانہ کیا، جن کو جوان اور تیز رفتار اونٹنیاں لے جا رہی
ہیں۔

ہرمز اور اس کے لشکر کی شکست کی خوش خبری دے کر ہم نے وفد کو روانہ کیا، جب انھوں نے ہمارے ساتھ ٹکری اور
مقام تور دیں نعمان ابن زرعہ ثعلبی کے انجام کی خوش خبری سنائی)

مرزبانی نے مجمع الشعراء میں ان کا مختصر تذکرہ کیا ہے، لیکن نسب میں تھوڑا سا فرق ہے، حظله
ابن ثعلبہ ابن سیار عجلی۔ انھوں نے ان کے چند اشعار بھی نقل کیے ہیں، جن میں انھوں نے عربوں کو

ایرانیوں کے خلاف جنگ کرنے کی ترغیب دی ہے، ان میں سے چند اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

يَا قَوْمِ طَيُّبُوا بِالْقِتَالِ نَفْسًا أَجْدَرُ يَوْمًا أَنْ نَعْلُو الْفُرْسَا
قَدْ حَلَّ أَشْيَاءُهُمْ فَخُذُوا مَا عَلَيَّ وَأَنَا مُفْرَدٌ جَلَدُ
وَالْقَوْسُ فِيهَا وَتَرَعُدُّ مِثْلَ ذِرَاعِ الْبُكَرِ أَوْ أَشَدُّ
(اے میری قوم! خوش دلی اور دل جمعی کے ساتھ جنگ کرو، اسی صورت میں ہم ایرانیوں کو شکست دے سکتے ہیں۔

ان دشمنوں کے لیے ان کے حلیفوں کی کمک آچکی ہے، چنانچہ جو میرے حقوق ہیں وہ مجھ سے لو اور میں بہادر اور تنہا مقابلہ کرنے والا ہوں۔ جب کہ جنگ میں کمان کنواری دوشیزہ کے بازو کی طرح کپکپاتی ہے، یا اس سے بھی زیادہ کپکپاتی ہے یعنی بہت زیادہ چلتی ہے)

مراجع: الاصابہ ۱/۳۵۹-۳۶۰، الاغانی ۲۴/۶۶-۶۸، الضاحی ۴۹، مجمل الشعراء ذاکر عقیف ۷۸، مجمع شعراء الخضر مین والمأموئین ۱۱۸

(۷۷)

حوط ابن رباع اسدی

ابو عبید ابن بکری نے شرح الامالی میں بیان کیا ہے کہ یہ مخضرم شاعر ہیں، مندرجہ ذیل شعر ان ہی کا ہے:

دَبَّيْتُ الْمَجْدَ وَالسَّاعُونَ قَدْ بَلَّغُوا جُهْدَ النُّفُوسِ وَالْقَوَا دُونَهُ الْأَزْرَا
(میں عزت کے حصول کے لیے انتھک کوشش کرتے ہوئے ریگنا شروع کیا، حالانکہ عزت حاصل کرنے کی کوشش کرنے والے تھک ہار کر بیٹھ گئے اور عزت کے سامنے اپنے ہتھیار ڈال دیے)

مرزبانی نے ان کا مندرجہ ذیل شعر نقل کیا ہے:

يَعِيشُ الْفَتَى بِالْفَقْرِ يَوْمًا وَبِالْغِنَى مُوَكَّلٌ كَانَ لَمْ يَلْقَ حِينَ يُزَايِلُهُ
(نوجوان کبھی فقیری میں زندگی گزارتا ہے اور کبھی خوش حالی میں، لیکن جب فقیری یا مال داری ختم ہوتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ کبھی اس سے واسطہ پڑا ہی نہیں ہے)

مراجع: الاصابہ ۱/۳۸۳، الامام ۲/۲۸۹، خزائن الدب ۶/۳۶۹، سمط الامالی ۲۱۸، مجمع شعراء الخضر مین والمأموئین ۱۲۱

(۷۸)

خارج ابن خویلد کعمی

ابن سعد نے خالد ابن ولید کے تذکرے میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اذخر ٹیلے پر نمودار ہوئے تو بارقہ کی طرف دیکھا اور کہا: یہ کیا کر رہے ہیں، کیا میں نے ان کو جنگ سے نہیں روکا تھا، کہا گیا: اللہ کے رسول! خالد ابن ولید سے جنگ کی گئی تو انھوں نے جنگ کی، آپ نے فرمایا: ”اللہ کا فیصلہ بہتر ہے“ خالد ابن ولید دوران جنگ خارج ابن خویلد خزاعی کعمی کے مندرجہ ذیل اشعار گنگنا رہے تھے:

إِذَا مَا رَسُولُ اللَّهِ فِينَا رَأَيْنَا كُلُّجَّةٍ بَحْرٍ مَالٍ فِيهَا سَرِيرُهَا
إِذَا مَا ارْتَدَيْنَاهَا فَيَا مُحَمَّدًا لَهَا نَاصِرٌ عَزَّزْتُ وَعَزَّ نَصِيرُهَا
(جب اللہ کے رسول ہم میں ہیں تو ہم کو سمندر کی لہر کے مانند پاؤ گے، جس کی ریت کھسک گئی ہو، جس کی وجہ سے لہر میں اور زیادہ تیزی آگئی ہو۔)

جب ہم نے اس کو اوڑھ لیا تو محمد ﷺ اس کے مددگار ہو گئے، جس کی وجہ سے وہ باعزت اور ناقابل شکست ہو گیا اور اس کا مددگار بھی ناقابل شکست ہو گیا)

مراجع: الاصابۃ ۱/۳۹۸، معجم الشعراء ذاکر عقیف ۸۰، مخ المرح ۸۸-۸۹، معجم شعراء الخضر مین والا موبین ۱۲۴

(۷۹)

خالد ابن زہیر ہذلی

خالد ابن زہیر ابن حارث ہذلی مشہور شاعر ابو ذویب ہذلی کے بھتیجے ہیں، ابو ذویب ہذلی مسلمان ہو کر نبی کریم ﷺ کے پاس آنے کے ارادے سے مدینہ آئے تو آپ کی وفات ہو چکی تھی، لیکن ابھی تدفین نہیں ہوئی تھی۔

ابن الکلی نے لکھا ہے کہ ابو ذویب ہی نے خالد کی پرورش کی تھی، اتفاق ایسا ہوا کہ ان کو زمانہ جاہلیت میں اپنی قوم کی ایک عورت سے پیار ہو گیا، وہ مالک ابن عویمر کی بیوی تھی، مالک کے مقابلے میں ابو ذویب غالب آ گئے، وہ اپنے بھتیجے خالد کو اس کے پاس بھیجا کرتے تھے، خالد اپنے چچا کی خدمت میں

ہی رہا کرتے تھے، وہ بڑے خوب صورت اور حسین اور جمیل تھے، اس عورت کو خالد سے لگاؤ اور عشق ہو گیا، ابو ذؤیب کو اس کی اطلاع ملی تو اس کے پاس آئے اور یہ اشعار سنائے:

تُرِيدِينَ كَيْمَا تَجْمَعِينَ وَخَالِدًا وَهَلْ يَجْمَعُ السَّيْفَانُ وَيَحْكُ فِي غَمْدٍ
(تم چاہتی ہو کہ میرے اور خالد دونوں کے ساتھ تعلقات قائم رکھو، کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ایک ہی نیام میں دو تلواریں جمع ہو جائیں)

اور خالد کی مذمت میں بھی اشعار کہے۔

یہ اشعار خالد کو معلوم ہوئے تو انھوں نے اس عورت کو اپنی بانہوں میں لیا اور اپنے بچپا کے اشعار کے جواب میں یہ اشعار کہے:

فَلَا يُعِدُّنَ اللَّهُ بُبُكَ إِذَا غَزَا فَسَافِرُوا الْأَحْلَامُ جَمُّ عَثُورُهَا
أَلَمْ تَنْتَقِذْهَا مِنْ يَدِ ابْنِ عُيُومِرٍ وَأَنْتَ صَفِيٌّ نَفْسِهِ وَسَمِيرُهَا
فَلَا تَجْزَعَنَّ مِنْ سِيرَةٍ أَنْتَ سِرْتَهَا فَأَوَّلُ رَاضٍ سِيرَةٍ مَنْ يَسِيرُهَا
(اللہ تمھاری عقل نہ مارے، جب کوئی جنگ کرتا ہے تو سفر کرتا ہے اور بردبار لوگ میدان جنگ میں گرتے ہیں۔
کیا تم نے اس کو ابن عویمر کے ہاتھ سے نہیں چھیننا، حالانکہ تم اس کے خاص دوست تھے اور اس کے ہم نشین تھے۔
چناں چہ تم اس چال سے مت گھبراؤ جو تم نے چلی ہے، کیوں کہ جو کوئی راستہ چلتا ہے اور دوسرا اس کے راستے پر چلنے لگتا ہے تو اس کو سب سے پہلے راضی رہنا چاہیے)

مراجع: الاصابۃ ۱/۲۵۴، الاغانی ۶/۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، تہذیب النسخ ۱/۳۳۳، الحیوان ۲/۱۸۹، خزائن الأدب ۵/۷۵، ۷۶، ۷۷، ۸۶، ۶/۲۰۸، ۹/۵۸، ۵۹، ۶۱، ۱۱/۴۷، شرح أشعار الہذلیین للسكري ۲۱۲-۲۱۶، معجم البلدان ۱/۴۲۳، معجم الشعراء ۳۷۱، معجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۸۰، معجم شعراء الخضر مین والاموئین ۱۲۵-۱۲۶

(۸۰)

خبیب ابن عدی اوسی

خبیب ابن عدی ابن مالک ابن عامر ابن مجدہ ابن عوف ابن کلفہ ابن عوف ابن عمرو ابن عوف ابن مالک ابن اوس انصاری اوسی۔

خبیب ابن عدی جنگ بدر میں شریک ہوئے اور نبی کریم ﷺ کی زندگی ہی میں آپ کو شہادت نصیب ہوئی، صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دس لوگوں کی ایک جماعت جاسوس بنا کر روانہ کی اور عاصم ابن ثابت ابن ارح کو امیر مقرر کیا.....
قیروانی نے ”حلی العلی“ میں لکھا ہے کہ خبیب کو جب قتل کیا جانے لگا تو کافروں نے آپ کا چہرہ

قبلے سے ہٹایا، لیکن خود بخود ان کا چہرہ قبلے کی طرف ہی ہو گیا، کئی مرتبہ انھوں نے قبلے سے رخ بدلنے کی کوشش کی لیکن وہ اپنی کوششوں میں کامیاب نہیں ہوئے، پھر وہ عاجز آ گئے اور انھوں نے خبیب کو اسی حال میں پھانسی دی۔

الوفیات میں نقل کیا گیا ہے کہ خبیب ابن عدی جنگ بدر میں شریک ہوئے اور ۳ ہجری کو غزوہ رجب میں قید ہوئے، ان کو مکہ لے جایا گیا، اور حارث ابن عامر ابن نوفل کے لڑکوں نے ان کو خرید لیا، خبیب نے جنگ بدر میں حارث کو قتل کیا تھا، پھر ان کو مقام تنعیم میں پھانسی دی گئی، یہ سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے قتل کے وقت دو رکعت سنت نماز پڑھنے کی ابتدا کی۔

خاندان حارث ان کو حرم کے حدود سے باہر لے گیا اور قتل کرنا چاہا، انھوں نے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت مانگی، قاتلوں نے اجازت دی، انھوں نے دو رکعت نماز پڑھ کر کہا: دیر تک پڑھنے کو جی چاہتا تھا، لیکن تم کو خیال ہوگا کہ میں موت سے ڈرتا ہوں، پھر مندرجہ ذیل قصیدہ کہا:

لَقَدْ جَمَعَ الْأَحْزَابُ حَوْلِي وَالْبُؤَا
وَقَدْ قَرَّبُوا أَبْنَاءَهُمْ وَنِسَاءَهُمْ
وَكُلُّهُمْ يُبْدِي الْعَدَاوَةَ جَاهِدًا
إِلَى اللَّهِ أَشْكُو غَرَابَتِي بَعْدَ كُرْبَتِي
فَذَا الْعَرْشُ صَبْرَنِي عَلَى مَا أَصَابَنِي
وَقَدْ عَرَّضُوا بِالْكَفْرِ وَالْمَوْتُ دُونَهُ
وَمَا بِي حَذَارُ الْمَوْتِ، إِنِّي لَمَيِّتٌ
فَلَسْتُ بِمُبْدٍ لِلْعَدُوِّ تَخْشَعَا
وَلَسْتُ أَبَالِي حِينَ أُقْتَلُ مُسْلِمًا
قَبَائِلُهُمْ وَاسْتَجْمَعُوا كُلَّ مَجْمَعٍ
وَقَرَّبْتُ فِي جَذَعٍ طَوِيلٍ مُمْنَعٍ
عَلَيَّ، لِأَنِّي فِي وَثَاقٍ بِمَضِيعٍ
وَمَا جَمَعَ الْأَحْزَابُ لِي عِنْدَ مَضْرَعِي
فَقَدْ بَضُّعُوا لَحْمِي وَقَدْ خَلَّ مَطْعَمِي
وَقَدْ زَرَفْتُ عَيْنَايَ مِنْ غَيْرِ مَدْمَعٍ
وَلَكِنْ حَزَارِي حَرَارٌ تَلْفَعُ
وَلَا جَزْعًا إِنِّي إِلَى اللَّهِ مَرْجِعِي
عَلَيَّ أَيُّ جَنْبٍ كَانَ فِي اللَّهِ مَضْرَعِي

(تمام لوگ میرے آس پاس جمع ہو چکے ہیں اور اپنے تمام قبیلوں کو جمع کیا ہے اور ہر مجمع کو تماشہ دیکھنے کے لیے بلایا گیا ہے۔

انھوں نے اپنے بچوں اور عورتوں کو قریب کر لیا ہے اور مجھے طویل اور لمبے درخت کے تنے کے قریب کر لیا ہے۔

وہ سب کے سب پوری شدت کے ساتھ اپنی دشمنی کا اظہار کر رہے ہیں، کیوں کہ میں تختہ دار پر بندھا ہوں۔

میں اپنی مصیبت کے بعد تنہائی کی شکایت اللہ ہی سے کرتا ہوں اور میری قتل گاہ کے پاس جمع ہونے والوں کی شکایت بھی اللہ ہی کے حضور کرتا ہوں۔

یہ جو کچھ ہے خالصتاً اللہ کے لیے ہے، اگر وہ چاہے گا تو جسم کے ان پارہ پارہ ٹکڑوں میں برکت دے گا۔

اے عرش کے مالک میرے پروردگار! مجھے اس مصیبت پر صبر عطا فرما، انھوں نے میرے گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے ہیں اور میں رہائی سے ناامید ہو گیا ہوں۔

انھوں نے میرے سامنے کفر کو پیش کیا جب کہ موت سامنے ہے، اس نے میرے آنکھوں سے بے انتہا آنسو جاری کر دیے۔

مجھے موت سے ڈر نہیں ہے، مجھے تو موت آتی ہی ہے، لیکن مجھے لپٹنے والی آگ کی پیش سے ڈر ہے۔

میں دشمن کے سامنے خوف اور ڈر کا اظہار کرنے والا نہیں ہوں، میں اللہ کی طرف لوٹ کر جانے والا ہوں۔

جب میں اسلام کے لیے قتل کیا جا رہا ہوں تو مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے کہ کس پہلو قتل کیا جاؤں

مراجع: الاصابۃ ۱/۴۱۸، الوافی بالوفیات ۱۳/۲۸۹-۲۹۰، سیرت النبی (سید سلیمان ندوی) ۱/۳۹۲، سیر اعلام النبلاء ۱/۲۴۶ رقم ۴۰، حلیۃ الاولیاء ۱/۱۱۲، رقم ۱۶، الاستیعاب ۲/۴۴۰، أسد الغابۃ ۲/۱۰۳-۱۰۵، سیرۃ ابن کثیر ۳/۱۲۳، ۱۵۶، المستصرار، عبون الاثر ۲/۴۰، الدرر لا بن عبد البر ۱۶۸-۱۶۹، واقدی ۱/۳۵ تا ۳۶، ۳۸۹-۳۹۰، ۴۰۸،

(۸۱)

خزاعی ابن عبد نہم مرنی

خزاعی ابن عبد نہم ابن عقیف ابن تخیم ابن ربیعہ ابن عدی ابن ذویب مرنی۔

ابن شاپین نے روایت کیا ہے کہ مزینہ کا ایک بت تھا، جس کا نام نہم تھا، اس کی دیکھ رکھ خزاعی ابن عبد نہم مرنی کے ذمے تھی، انھوں نے بت کو توڑ دیا اور نبی کریم ﷺ کے پاس گئے، اس سلسلے میں انھوں نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

ذَهَبْتُ إِلَى نَهْمٍ لَا ذَبْحَهُ عِنْدَهُ عَتِيرَةَ نُسْكٍ كَالَّذِي كُنْتُ أَفْعُلُ
فَقُلْتُ لِنَفْسِي حِينَ رَاجَعْتُ حَزْمَهَا أَهَذَا إِلَهُ؟ أَبْكُمْ لَيْسَ يَعْقِلُ
أَبَيْتُ فِدَيْنِي الْيَوْمَ دَيْنُ مُحَمَّدٍ إِلَهُ السَّمَاءِ وَالْمَاجِدِ الْمُتَفَضِّلِ

(میں نہم نامی بت کے پاس گیا، تاکہ اس کے نام پر بکری (عتیرۃ) قربان کروں، جس طرح میں زمانہ جاہلیت میں پہلے بھی قربانی کے لیے جایا کرتا تھا۔

جب میں نے غور کیا تو میں نے اپنے دل سے کہا: کیا یہ معبود ہے؟ گوںگا، کچھ بولتا نہیں، اور اس میں عقل بھی نہیں ہے۔

میں نے نہم کا انکار کیا، چنانچہ آج میرا دین محمد کا دین ہے، اور میرا معبود آسمانوں کا معبود ہے جو بزرگ و برتر اور احسان کرنے والا ہے) (الاصابۃ ۴۲۴/۱)

قبیلہ مزینہ کا ایک بت ”نہم“ نامی تھا۔

عتیرۃ: وہ بکری جس کو وہ رجب میں اپنے معبودوں کے نام پر ذبح کرتے تھے۔

محمد ابن سلام جمحی نے ابن داب سے نقل کیا ہے کہ خزاعی ابن اسود نے رسول اللہ کے پاس جا کر

اسلام قبول کیا اور اپنی قوم کو ساتھ لے کر آنے کا وعدہ کیا، آنے میں انھوں نے تاخیر کی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسان کو حکم دیا تو انھوں نے خزاعی کے سلسلے میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

أَلَا أَبْلَغُ خُزَاعِيًّا رَسُولًا بِأَنَّ الدَّمَ يَغْسِلُهُ الْوَفَاءُ
فَإِنَّكَ خَيْرَ عَثْمَانَ بْنِ عَمْرٍو وَأَسْنَاهَا إِذَا ذَكَرَ السَّنَاءُ
وَبَايَعْتَ الرَّسُولَ وَكَانَ خَيْرًا إِلَى خَيْرٍ، وَأَذَّاكَ الثَّرَاءُ

(سن لو! قبیلہ خزاعہ کے پیامبر (رسول) کو یہ بات پہنچا دو کہ وفاداری مذمت کو زائل کر دیتی ہے۔
تم بنو عثمان بن عمرو کے بہترین شخص ہو، جب عزت و شرافت کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو تم اس میں سب سے باعزت ہو۔
اگر تم رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں پر بیعت کر لو تو تم کو دہری بھلائی حاصل ہوگی اور مال داری اور بے نیازی بھی ملے گی)
جب خزاعی ابن نہم نے یہ اشعار سنے تو وہ اپنی قوم کو لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور سبھوں نے اسلام قبول کیا۔

ابن سعد نے طبقات میں ان کا تذکرہ کیا ہے، اور کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن قبیلہ مزینہ کا جھنڈا خزاعی ابن نہم کو دیا تھا، اس وقت ان کی تعداد ایک ہزار تھی۔

مراجع: الاصابۃ ۱/۴۲۳-۴۲۴، الضائع ۵۲، معجم الشعراء ۸۳، معجم شعراء الخضر مین والأ موبین ۱۳۰

(۸۲)

خزاعی ابن عثمان مزنی

خزاعی ابن عثمان ابن عبدنہم ابن عقیف ابن تخیم ابن ربیعہ ابن عداء مزنی۔

یہ مخضرم شاعر ہیں، جن کو عہد جاہلی اور عہد اسلام ملا، وہ قبیلہ مزینہ کے ایک بت کی پوجا کرتے تھے، اس کو انھوں نے توڑ دیا اور اسلام قبول کر کے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے سامنے اشعار سنائے۔

مراجع: الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ذخائۃ الأدب ۷/۲۳۰، معجم الشعراء ۸۳، مخ المرح ۸۹-۹۰، معجم شعراء الخضر مین والأ موبین ۱۳۰

(۸۳)

خطر ابن مالک

ابومرو نے روایت کیا ہے کہ لہیب ابن مالک نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور میں نے آپ کے پاس کاہنوں کا تذکرہ کیا، میں نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، ہم پہلے لوگ ہیں جن کو آسمان کی نگرانی، شیطانوں کی طرف سے خبروں کے اچکنے کی پابندی، چپکے سے سننے والے شیطانوں کو ستاروں کے ذریعے مارنے کے بارے میں مطلع ہوئے، واقعہ یہ ہے کہ ہم اپنے ایک کاہن کے پاس گئے جن کا نام خطر ابن مالک تھا، وہ بہت بوڑھے ہو گئے تھے، اس وقت ان کی عمر ۲۸۰ سال تھی، وہ ہمارے کاہنوں میں سب سے زیادہ واقف کار تھے، ہم نے ان سے کہا: خطر! کیا آپ کے پاس ان ستاروں کے بارے میں کچھ علم ہے، جن کو مارا جا رہا ہے، کیوں کہ ہم گھبراہٹ کے شکار ہیں اور ہم کو اپنے برے انجام کا اندیشہ ہے؟ انھوں نے کہا:

عُودُوا إِلَى السَّحَرِ اِتُّونَنِي بِسَحَرٍ
اُخْبِرْكُمْ الْخَبَرَ الْخَيْرُ اَمْ صَرَرُ
اَمْ لَا مِنْ اَمْ حَذَرُ

(اپنے ٹھکانوں میں واپس چلے جاؤ، میرے پاس صبح صادق کے وقت آؤ، میں تم کو صحیح خبر دوں گا کہ اس میں بھلائی ہے یا برائی، یا اس میں امن ہے یا بد امنی)

ہم ان کے پاس سحر کے وقت آئے تو وہ آسمان کی طرف نگاہ اٹھائے کھڑے تھے، ہم نے ان کو پکارا: خطر! خطر! انھوں نے اشارے سے ہم کو رکنے کے لیے کہا تو آسمان سے بہت بڑا ستارہ نمودار ہوا، یہ دیکھ کر کاہن نے بلند آواز سے چیخ کر کہا:

اَصَابَهُ اَصَابَةٌ خَامِرَةٌ عَقَابُهُ
عَاجِلُهُ عَذَابُهُ اُحْرَقَهُ شَهَابُهُ
زَايَلُهُ جَوَابُهُ يَأْوِيْلُهُ مَا حَالُهُ
بَلْبَلُهُ بَلْبَالُهُ عَاوَدَهُ خَبَالُهُ
فَقْطَعَتْ جَبَالُهُ وَغَيَّرَتْ اَحْوَالُهُ

(نشانہ لگ گیا، نشانہ لگ گیا، دھوکہ باز اپنے انجام کو پہنچ گیا، جلد عذاب سے دوچار ہو گیا، شہابِ ثاقب نے اس کو

جلا دیا اور اس کا منہ بند کر دیا، اس کی حالت پر افسوس ہے اور اس کے لیے بربادی ہے، اس کی عقل خراب ہو گئی، چٹاں چہ اس کی رسیاں کاٹ دی گئیں اور اس کے حالات تبدیل کر دیے گئے)

پھر وہ بڑی دیر تک خاموش رہے، پھر کہنے لگے:

يَا مَعْشَرَ بَنِي قُحْطَانَ أَخْبِرْكُمْ بِالْحَقِّ وَالْبَيَانِ
أَفْسَمْتُ بِالْكَعْبَةِ وَالْأَزْكَانِ وَالْبَلَدِ الْمُؤْمِنِ وَالسَّيْدَانِ
قَدْ مَنَعَ السَّمْعُ عُتَاةَ الْجِنَّ بِشَاقِبٍ بِكَفِّ ذِي سُلْطَانِ
مِنْ أَجْلِ مَبْعُوثٍ عَظِيمِ الشَّانِ يُبْعَثُ بِالتَّنْزِيلِ وَالْقُرْآنِ
وَبِالْهُدَى وَفَاصِلِ الْفُرْقَانِ تُبْطِلُ بِهِ عِبَادَةَ الْأَوْثَانِ

(اے بنو قحطان والے! میں تم کو حق اور واضح بات بتاتا ہوں۔

میں کعبہ، ارکان، بلند حرام اور کعبہ کی قسم کھاتا ہوں۔

سرکش جنوں کو سماعت سے روک دیا گیا ہے اور ان کو مارنے کے لیے رب ذوالجلال نے شہابِ ثاقب مقرر کیا ہے۔
عظیم الشان نبی مبعوث کی خاطر، جو قرآن اور وحی دے کر مبعوث کیے گئے ہیں۔

ہدایت اور فرقان دے کر مبعوث کیا گیا ہے، جس سے بتوں کی عبادت باطل ہو جائے گی)

میں نے کہا: تمہارا ناس ہو خطر! تم بڑی عظیم بات کہہ رہے ہو، تم اپنی قوم کے لیے کیا رائے رکھتے

ہو، انھوں نے کہا:

أَرَى لِقَوْمِي مَا أَرَى لِنَفْسِي أَنْ يَتَّبِعُوا خَيْرَ بَنِي الْإِنْسِ
بُرْهَانُهُ مِثْلُ شُعَاعِ الشَّمْسِ

(میں اپنی قوم کے لیے وہی بہتر سمجھتا ہوں جو اپنے لیے بہتر سمجھتا ہوں کہ وہ بنی نوع انسانی کے بہترین شخص کی پیروی کریں، جس کے دلائل سورج کی روشنی کی طرح روشن ہیں)

یہ قصہ بہت لمبا ہے، اس کے اخیر میں ہے کہ خطر بے ہوش ہو گئے اور ان کو تین دنوں کے بعد

ہوش آیا اور وہ کہہ رہے تھے: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”وہ قیامت

کے دن ایک امت کے طور پر اٹھائے جائیں گے۔“

مراجع: الاصابۃ ۳/۳۱۲-۳۱۳، الاستیعاب

(۸۴)

خفاف ابن مالک ابن عبد یغوث

خفاف ابن مالک ابن عبد یغوث ابن علی ابن ربیعہ مازنی (مازن نہم)۔

آمدی نے لکھا ہے کہ وہ شاعر اور شہسوار تھے، ان کو جاہلیت اور اسلام دونوں عہد ملے اور انھوں نے اسلام قبول کیا، مندرجہ ذیل شعر ان ہی کا ہے:

وَلَا غَيْرُنَا يَعْدُو عَلَى ظَلَمٍ غَيْرِنَا وَلَيْسَ عَلَيْنَا لِلظَّالِمَةِ مَذْهَبٌ
(اور ہمارے علاوہ کوئی ہمارے علاوہ دوسروں پر ظلم نہیں کر سکتا، اور ہم پر ظلم کرنے کا کوئی راستہ ہی نہیں ہے)

مراجع: الاصابۃ ۱/۳۵۶، لامؤتلف والمختلف ۱۰۸، معجم الشعراء ذاکر عقیف ۸۴، معجم شعراء الخضر مین والامویین ۱۳۱-۱۳۲

(۸۵)

خفاف ابن نضلہ ثقفی

خفاف ابن نضلہ ابن عمرو ابن بہدلہ ثقفی۔

مرزبانی نے ”معجم الشعراء“ میں تذکرہ کیا ہے کہ خفاف ابن نضلہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے

اور یہ اشعار سنائے:

إِنِّي أَتَانِي فِي الْمَنَامِ مُخْبِرٌ مِنْ جَنٍّ وَجَرَّةٍ فِي الْأُمُورِ مُوَاتٍ
يَدْعُو إِلَيْكَ لَيْالِيًا لَيْالِيًا ثُمَّ أَحْزَالَ وَقَالَ لَسْتُ بِأَتِ
فَرَكِبْتُ نَاجِيَةً أَضُرُّ بِمَتْنِهَا جَمْرٌ تَحْتَ بِهِ عَلَى الْأَكْمَاتِ
حَتَّى وَرَدْتُ إِلَى الْمَدِينَةِ جَاهِدًا كَيْمَا أَرَاكَ فَتَفْرِجَ الْكُرْبَاتِ

(خواب میں جنوں میں سے ایک خبر دینے والا میرے پاس آیا اور بار بار جو خواب نظر آتا ہے اس کو انجام دیا جاتا ہے۔ وہ جن کئی راتوں تک آپ کے دین کو قبول کرنے کی دعوت دیتا رہا، پھر اس نے ذکر کر کہا: تم نبی کریم ﷺ کے پاس نہیں جا رہے ہو؟ چنانچہ میں تیز رفتار اونٹنی پر سوار ہو گیا، جو بہت ہی زیادہ مضبوط ہے اور گویا اس کی پیٹھ پر چنگاری رکھی ہوئی ہے) جس کی وجہ سے میں نے کہیں پڑاؤ نہیں کیا اور مسلسل چلتا رہا) جس کی وجہ سے وہ بہترین گھوڑوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیتی ہے۔ یہاں تک کہ میں پوری کوشش کرتے ہوئے مدینہ پہنچ گیا، تاکہ میں آپ کو دیکھوں، جس سے تمام تکلیفات دور ہو جائیں) رسول اللہ ﷺ نے ان اشعار کو پسند فرمایا اور کہا: ”بعض بیان میں جادو ہوتا ہے اور بعض

شعر حکمتوں سے معمور رہتے ہیں۔“

مراجع: الاصابۃ ۱/۴۲۸، الوافی بالوفیات ۱۳/۳۵۰-۳۵۱، سمط اللآلی ۳۶۳، ۹۱۹، الضائع ۵۳، معجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۸۵، مخ المذبح ۸۷، معجم شعراء الخضر مین والاً موئین ۱۳۳

(۸۶)

خنافر ابن توام حمیری

خنافر ابن توام حمیری، یہ قبیلہ حمیر کے کاہن تھے، بھاری بھار کم جسم کے مالک تھے اور بڑے مال دار بھی تھے، جب یمن کا وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو اس میں خنافر نہیں تھے، انھوں نے صنعاء میں آکر حضرت معاذ ابن جبل کے ہاتھوں پر بیعت کی اور اسلام قبول کیا، اور ان سے قرآن کی چند سورتیں سیکھی، اس سلسلے میں خنافر نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ عَادَ بِفَضْلِهِ وَأَنْقَذَ مِنْ لُفْحِ الْجَحِيمِ خَنَافِرًا
دَعَانِي شَصَارًا لِلَّتِي لَوْ رَفَضْتُهَا لَا صَلَّيْتُ جَمْرًا مِنْ لَطَى الْهُونِ حَائِرًا
(کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے مجھ پر اپنا احسان کیا اور خنافر کو جہنم کی آگ سے بچا لیا۔

شصار نے مجھے اس راستے کی دعوت دی کہ اگر میں اس کو ٹھکرا دیتا تو میں ذلت اور رسوائی کے عذاب کی چنگاریوں میں جلتا اور حیران و سرگرداں رہتا)

شصار کی دعوت پر خنافر نے اسلام قبول کیا تھا۔

مراجع: الاصابۃ ۱/۴۵۷، سمط اللآلی ۳۷۷، معجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۸۵، مخ المذبح ۹۰، معجم شعراء الخضر مین والاً موئین ۱۳۳

(۸۷)

دثار ابن سنان ابن نمر ابن قاسط

دثار خضرم شاعر ہیں، مندرجہ ذیل اشعار ان ہی کے ہیں:

تَقُولُ خَلِيلَتِي لَمَّا اشْتَكَيْنَا سِيدِرُ كُنَّا بَنُو الْقَوْمِ الْهَجَانِ
فَقُلْتُ أَذْعَى وَأَدْعُو إِنَّ أَدَى الصَّوْتِ أَنْ يُنَادِيَ دَاعِيَانِ
فَمَنْ يَكُ سَائِلًا عَنِّي فَلْيَنِي أَنَا النَّمِرِيُّ جَارُ الزُّبْرِقَانِ

(میری ساتھی کہنے لگی جب ہم کو تکلیف محسوس ہونے لگی کہ ہم کو کمینے لوگ دھریں گے۔ میں نے اس سے کہا: تم بھی پکارو، میں بھی پکارتا ہوں، کیوں کہ دوپکارنے والوں کی آوازیں مل جائیں گی تو بڑی بلند آواز آئے گی۔

اگر کوئی میرے بارے میں پوچھے تو سن لے کہ میں قبیلہ نمر کا شخص ہوں، اور زہر قان ابن بدر کا پڑوسی ہوں) مراجع: الاصابۃ ۱/۴۶۷

(۸۸)

ذباب ابن حارث مذحجی

ذباب ابن حارث ابن عمرو ابن معاویہ ابن حارث ابن ربیعہ ابن بلال ابن انس اللہ ابن سعد العشیرہ مذحجی۔

ابن شاہین نے روایت کیا ہے کہ خاندان سعد العشیرہ کا ایک بت تھا، جس کا نام قرص تھا، لوگ اس کی تعظیم کرتے تھے، اس بت کا پجاری ان ہی میں سے ایک شخص ابن وشقہ تھا، راوی عبد الرحمن کہتے ہیں کہ مجھے ذباب ابن حارث نے بتایا کہ ابن وقشہ کا ایک پروردہ جن تھا، جو آنے والی خبریں اس کو بتایا کرتا تھا، ایک مرتبہ جن اس کے پاس آیا اور کوئی خبر دی، ابن وقشہ نے میری طرف دیکھ کر کہا: ذباب! ذباب! بڑے تعجب کی بات ہے، محمد کو کتاب دے کر مبعوث کیا گیا ہے، وہ مکہ میں دعوت دے رہے ہیں، لیکن ان کی بات مانی نہیں جا رہی ہے۔ میں نے پوچھا: یہ کیا خبر ہے؟ اس نے کہا: مجھے معلوم نہیں، مجھے یہی بتایا گیا ہے۔ چند ہی دن گزرے تھے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی خبر سنی، چنانچہ میں نے اسلام قبول کیا اور قرص بت کے پاس جا کر اس کو توڑ دیا، پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور میں نے اپنے اسلام کا اظہار کیا۔

اسی سلسلے میں ذباب کہتے ہیں:

تَبَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ إِذْ جَاءَ بِالْهُدَىٰ وَخَلَّفْتُ قُرَاصًا بِدَارِ هَوَانٍ
وَلَمَّا رَأَيْتُ اللَّهَ أَظْهَرَ دِينَهُ أَجَبْتُ رَسُولَ اللَّهِ حِينَ دَعَانِي

(میں نے اللہ کے رسول کی پیروی کی، جب وہ ہدایت لے کر آئے اور میں نے قرص کو ذلت کی جگہ پیچھے چھوڑ دیا۔ اور جب میں نے دیکھا کہ اللہ نے اپنے دین کو ظاہر کر دیا ہے تو میں نے اللہ کے رسول کی دعوت قبول کی، جب آپ نے مجھے اسلام کی دعوت دی)

مراجع: الاصابۃ ۱/۴۶۹، معجم الشعراء ذاکتر عقیف ۹۲، مخ المرح ۹۸-۹۹، معجم شعراء الخضر مین والا مؤیدین ۱۳۶

(۸۹)

ذباب ابن فاتک ضعی

ذباب ابن فاتک ابن معاویہ ضعی۔

مرزبانی نے ”معجم الشعراء“ میں نقل کیا ہے کہ یہ اپنی قوم کے سردار، شہسوار اور شاعر تھے، وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے، لیکن اسلام قبول نہیں کیا، پھر آپ پر حملہ کرنے کے لیے آئے تو آپ نے ان کو پکڑنے کے لیے لوگوں کو بھیجا، لیکن وہ بھاگ گئے، پھر وہ رسول اللہ سے پناہ مانگتے ہوئے واپس آئے اور اسلام قبول کیا اور آپ کی مدح میں مندرجہ ذیل شعر کہا:

أَنْتَ الَّذِي تَهْدِي مَعَدًّا لِدِينِهَا بَلِ اللَّهُ يَهْدِي وَقَالَ لَكَ أَشْهَدُ
(کیا آپ ہی وہ ذات ہے جو قبیلہ معد کو دین اسلام کی ہدایت دیتے ہیں، بلکہ اللہ ہدایت دیتا ہے اور اللہ نے آپ سے گواہ رہنے کے لیے کہا ہے)

یہ شعر ساریہ ابن زینم کی طرف بھی منسوب ہے۔

انھوں نے بصرہ میں سکونت اختیار کی۔

مراجع: الاصابة ۱/۳۶۹، الضائع ۵۷، معجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۹۳، معجم شعراء الخضر مین والا موتین ۱۳۹

(۹۰)

ذرتح ابن حرث ابن ربیعہ ثعلبی

ذرتح، مشہور شاعر خثات کے والد ہیں۔

مرزبانی نے ”معجم الشعراء“ میں لکھا ہے کہ خثات ایرانیوں کے خلاف جہاد کرنے کے لیے گھر سے نکلے، اس وقت ان کے والد ذرتح زندہ تھے اور بہت بوڑھے ہو گئے تھے، ان کو یہ بات ناگوار ہوئی اور اپنے بیٹے کے فراق پر ان کو غم ہوا اور چند اشعار کہے، جب یہ اشعار خثات کو معلوم ہوئے تو انھوں نے جواباً اشعار کہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

أَلَا مَنْ مَبْلَغُ عَنِّي ذُرْبُحَا فَإِنَّ اللَّهَ بَعْدَكَ قَدْ دَعَانِي
فَإِنْ تَسْأَلُ فَإِنِّي مُسْتَقِيدٌ وَإِنَّ الْخَيْلَ قَدْ عَرَفَتْ مَكَانِي
(کوئی ہے جو میری طرف سے ذرتح کو یہ پیغام پہنچا دے کہ اللہ نے آپ کے بعد مجھے بلایا ہے۔

اگر آپ میرے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو سن لیجئے کہ میں اپنے امیر کا تابع ہوں اور لشکر میرے کارناموں سے واقف

(ہو چکا ہے)

جب خُتات کی شہادت کی خبر ان کے والد ذریح کو معلوم ہوئی تو انھوں نے اپنے بیٹے کے مرثیے میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

أُبْغَى الْحُتَاتِ فِي الْجِيَادِ وَلَا أَرَى لَهُ شَبَهًا مَا دَامَ لِلَّهِ سَاجِدُ
وَكَانَ الْحُتَاتُ كَالشَّهَابِ حَيَاتُهُ وَكُلُّ شَهَابٍ لَا مَحَالَةَ خَامِدُ
(میں عمدہ اور بہترین لوگوں میں خُتات کو تلاش کرتا ہوں تو مجھے اس کے مشابہ بھی کوئی نظر نہیں آتا اور قیامت تک کوئی اس کے مشابہ کوئی مجھے نظر نہیں آئے گا۔)

خُتات کی زندگی ٹوٹنے والے ستارے کے مانند تھی، اور ہر ٹوٹنے والے ستارے کا جھمنا ضروری ہے)

مراجع: الاصابۃ ۱/۳۷۹

(۹۱)

ذوالجشن ضباحی

مرزبانی نے لکھا ہے کہ ان کا نام اوس ابن اعمور ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا نام شرحیل ہے۔ وہ شاعر اور شہسوار تھے، اپنے بھائی صمیل کے مرثیے میں ان کے اشعار ہیں۔

مراجع: الاصابۃ ۱/۳۷۳

(۹۲)

ذومہدم

ابن شاپین نے ابن الکھی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ذومنادح، ذودجن اور ذومہدم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: ”اپنا نسب بتاؤ“، ذومہدم نے کہا:

عَلَىٰ عَهْدِ ذِي الْقُرْنَيْنِ كَانَتْ سَيُوفُنَا صَوَارِمُ يُفْلِقْنَ الْحَدِيدَ الْمَذْكُورَا
(ذوالقرنین کے زمانے سے ہماری تلواروں میں بڑی دھار ہے اور تیز کاٹنے والی ہیں، جو مضبوط اور تیز لوہے کو بھی کاٹ دیتی ہیں)

جسٹہ سے ۲ لوگ وفد کی شکل میں آپ ﷺ کے پاس آئے تھے، ان میں ذومہدم بھی تھے۔

مراجع: الاصابۃ ۱/۳۷۴

(۹۳)

راشد ابن حفص

راشد ابن حفص کی کنیت ابو اشلہ ہے، یہ مخضرم شاعر ہیں، ان کا نام ظالم تھا، رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام بدل کر راشد رکھا، وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور انھوں نے اسلام قبول کیا۔
مراجع: الاستیعاب ۱/۵۲۰، أسد الغابۃ ۲/۱۰۰، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ۱/۲۸۲، الأغانی ۱۵/۱۹، مخ المذبح ۱۰۴، معجم شعراء الخضر بین والأموئین ۱۵۲

(۹۴)

راشد ابن عبد ربہ کلبی

مرزبانی نے ”معجم الشعراء“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے، ان کا نام غوی تھا، نبی کریم ﷺ نے ان کا نام بدل کر راشد رکھا۔ مدائنی نے کہا ہے کہ مندرجہ ذیل مشہور شعر کہنے والے یہی ہیں:
 فَأَلْقَتْ عَصَاهَا وَاسْتَقَرَّ بِهَا النَّوَى كَمَا قَرَّ عَيْنًا بِالْأَيَّامِ الْمُسَافِرِ
 (چناں چہ اس نے پڑا ڈال دیا اور وہیں پر قیام پذیر ہو گیا، جس طرح واپس لوٹنے پر مسافر کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں، اسی طرح اس کی آنکھیں یہاں قیام سے ٹھنڈی ہو گئیں اور اس کو سکون ملا)
 ابو نعیم نے روایت کیا ہے کہ معلقات میں سواع نامی ایک بت تھا، جس کی لوگ عبادت کیا کرتے تھے، اس کو راشد ابن عبد ربہ نے توڑ دیا اور اسلام قبول کیا۔

یہ واقعہ ابو حاتم نے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ وہ بت کے پاس تھے کہ چند بھیڑے بت کے پاس آئے، ایک بھیڑے نے اپنا ایک پیر اٹھا کر بت کے سر پر پیشاب کر دیا، ان کے ساتھ بچاری غاوی ابن ظالم بھی تھے، یہ دیکھ کر انھوں نے مندرجہ ذیل شعر کہا:

أَرَبُّ يُولُ الثَّعْلَبَانِ بِرَأْسِهِ لَقَدْ هَانَ مَنْ بَالَتْ عَلَيْهِ الثَّعَالِبُ
 (کیا وہ رب ہو سکتا ہے جس کے سر پر لومڑیاں پیشاب کریں، وہ ذلیل ہو گیا جس پر لومڑیوں نے پیشاب کیا ہے)
 پھر انھوں نے بت کو توڑ دیا اور نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے ان سے فرمایا: ”تم

راشد بن عبد اللہ ہو“۔

مراجع: الاصابۃ ۱/۲۸۳

(۹۵)

رافع ابن عمرو ابن جابر

رافع بن عمرو بن جابر بن حارثہ بن عمرو بن حصن ابوالحسن طائی سنہسی۔

ابن خزیمہ نے کہا ہے کہ رافع زمانہ جاہلیت میں چور تھے، وہ شتر مرغ کے انڈے لے کر ان میں پانی ڈالتے تھے، اور صحراء میں چھپا دیتے تھے۔ جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو وہ صحرائی اسفار میں مسلمانوں کے گائیڈ بن گئے۔

ابن سعد نے لکھا ہے کہ ان کو رافع الخیر کہا جاتا تھا۔ خلافتِ عمری کے اخیر میں ان کی وفات ہوئی، انہوں نے ”غزوہ ذات السلاسل“ میں حصہ لیا، آپ کی نبی کریم ﷺ سے ملاقات نہیں ہوئی۔ ابن اسحاق نے ”کتاب المغازی“ میں لکھا ہے کہ قبیلہ طے میں یہ بات مشہور تھی کہ ان ہی سے بھیڑیے نے بات کی تھی۔ وہ بات ایک مینڈھے کے سلسلے میں تھی، اس کو رافع چرانے لے گئے تھے۔ اسی سلسلے میں رافع کہتے ہیں:

رَعَيْتُ الضَّأْنَ أَحْمِيهَا بِكَلْبِي مَنِ الضَّبِّ الْخَفِيِّ وَكُلِّ ذَيْبٍ
فَلَمَّا أَنْ سَمِعْتُ الذُّبَّ نَادَى يُبَشِّرُنِي بِأَحْمَدٍ مِنْ قَرِيبٍ
سَعَيْتُ إِلَيْهِ قَدْ شَمَرْتُ ثَوْبِي عَلَى السَّاقَيْنِ قاصِدَةَ الرِّكْبِ
فَأَلْفَيْتُ النَّبِيَّ يَقُولُ قَوْلًا صَدُوقًا لَيْسَ بِالْقَوْلِ الْكَذُوبِ
فَبَشَّرَنِي بِدَيْنِ الْحَقِّ حَتَّى تَبَيَّنَتِ الشَّرِيعَةُ لِلْمُنِيبِ
وَأَبْصَرْتُ الضِّيَاءَ يُضِيءُ حَوْلِي أَمَامِي إِنْ سَعَيْتُ وَمِنْ جَنُوبِ

(میں مینڈھے کو چرا رہا تھا اور کتے کے ذریعے چھپے ہوئے گودہ اور بھیڑیے سے اس کی حفاظت کر رہا تھا۔ جب میں نے بھیڑیے کو دیکھا کہ وہ مجھے آواز دے رہا ہے اور احمد ﷺ کے قریبی وقت میں آنے کی بشارت دے رہا ہے۔

میں نے اپنے کپڑے سمیٹ لیے اور تیز رفتاری کے ساتھ مطلوب کی طرف چل پڑا۔

چنانچہ میں نے نبی کو سچی بات کہتے ہوئے پایا، جس میں جھوٹ کا شائبہ بھی نہیں ہے۔

آپ نے مجھے دینِ حق کی بشارت دی، یہاں تک کہ رجوع اور انابت کرنے والے کے لیے شریعت واضح ہو گئی۔

میں نے دیکھا کہ میرے آس پاس، میرے سامنے اور میرے جنوبی جانب غرض جہاں میں چلوں ایک نور روشن ہو رہا ہے)

ان کی وفات ۲۳ سن ہجری میں حضرت عمر کی شہادت سے پہلے ہوئی۔

طارق بن شہاب اور شعبی نے روایت کیا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ رافع بن عمیرہ نے کوفہ اور دمشق کے درمیان کا سفر پانچ دنوں میں طے کیا، کیوں کہ وہ صحراء کے راستوں سے اچھی طرح واقف تھے۔

مراجع: الاصابۃ ۱/۴۸۵-۴۸۶، الاستیعاب ۲/۴۸۳، أسد الغابۃ ۲/۱۹۵-۱۹۶، البدایۃ والنہایۃ ۲/۳۱۸-۳۱۹، تاریخ الامم والملوک للطبری ۶/۴۱۶، عیون الأخبار ۱/۱۴۲-۱۴۳، اکال لابی الاثیر ۲/۴۰۸، معجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۹۴، مخ المرح ۱۰۲، معجم شعراء الخضر مین والا موئین ۱۵۴

(۹۶)

ربیع ابن اوس

ربیع بن اوس بن اعمور بن شیبان ابن عمرو ابن جابر بن عقیل بن مالک بن سح بن فزارہ فزاری۔ ربیع خضرم شاعر ہیں، مرزبانی نے ”معجم الشعراء“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور ان کے اشعار نقل کیے ہیں، جن میں سے ایک شعر یہ ہے:

مِنْ مُزَيْنَةٍ غَيْرِ شَكِّ وَهَلْ تَخْفَى عِلَامَاتُ النَّهَارِ
(یقینی طور پر میرا تعلق قبیلہ مزینہ سے ہے، کیا روز روشن کی نشانیاں بھی پوشیدہ رہتی ہیں)

مراجع: الاصابۃ ۱/۵۱۰، الضائع ۶۲، معجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۹۵، معجم شعراء الخضر مین والا موئین ۱۵۵-۱۵۶

(۹۷)

ربیع ابن ضبع ابن وہب

ربیع بن ضبع بن وہب بن بغيض بن مالک بن سعد بن عدی بن فزارہ فزاری۔ ابن ہشام نے اپنی کتاب ”التیجان“ میں لکھا ہے کہ یہ بہت بوڑھے اور کمزور ہو گئے تھے، ان کو عہد اسلامی ملا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کو تین سو سال کی عمر ملی، جن میں سے ساٹھ سال عہد اسلام کے ملے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا۔

ابو حاتم بختانی نے لکھا ہے کہ ربیع مروان بن عبد الملک کے پاس آئے تو مروان نے ان سے کہا: ربیع! مجھے بتاؤ کہ تم نے اپنی زندگی میں کیا ظلم و ستم پایا ہے اور کیا مصائب جھیلے ہیں؟ انہوں نے

جواب دیا: میرا یہ شعر ملاحظہ کیجئے:

إِذَا عَاشَ الْفَتَى مِائَتَيْنِ عَامًا فَقَدْ ذَهَبَ اللَّذَازَةُ وَالْفَنَاءُ
(جب آدمی دو سو سال زندگی گزارتا ہے تو لذت ختم ہو جاتی ہے اور ہلاکت آ جاتی ہے)

مروان نے کہا: میں تمہارے اشعار بچپن ہی سے روایت کر رہا ہوں، اس لئے مجھے اپنی عمر کے بارے میں بتائیے؟ انہوں نے کہا: دو سو سال میں نے فترہ عیسیٰ میں گزارے، ساٹھ سال جاہلیت میں اور ساٹھ سال عہد اسلام میں۔ یہ مشہور شعر ان ہی کا ہے:

أَذَا جَاءَ الشِّتَاءُ فَأَذْفُوْنِي فَإِنَّ الشَّيْخَ يَهْرُمُهُ الشِّتَاءُ
(جب ٹھنڈک آئے تو مجھے گرمی پہنچاؤ، کیوں کہ بوڑھے کو ٹھنڈک فنا کر دیتی ہے)

مرزبانی نے اس کے بعد یہ شعر نقل کیا ہے:

وَأَمَّا حِينَ يَذْهَبُ كُلُّ قَرٍ فَيَسْرُبَالُ خَفِيفٌ أَوْ رِذَاءُ
(اور جب ٹھنڈک مکمل طور پر ختم ہو جائے تو ہلکا کرتا یا چادر کافی ہے)

مراجع: الاصابۃ ۵۱۰/۱

(۹۸)

ربیع ابن لیث (مہرق)

یہ مہرق کے نام سے مشہور ہیں، مندرجہ ذیل اشعار کی وجہ سے ان کا نام مہرق پڑا:

إِذَا أَنَا لَمْ أَبْرِقْ فَلَا يَسْعُنِي مِنَ الْأَرْضِ لَا بَرْقُ فِضَاءٍ وَلَا بَحْرُ
بَارِضٍ بِهَا عَبْدُ الْإِلَهِ مُحَمَّدٌ أَبِينِ مَا فِي الصَّدْرِ إِذْ بَلَغَ الصَّدْرُ
وَتِلْكَ قُرَيْشٌ تَجْحَدُ اللَّهُ رَبَّهَا كَمَا جَحَدَتْ عَادٌ وَمَدْيَنُ وَالْحَجْرُ
(اگر میں سفر نہ کروں تو مجھے نہ زمین اپنے اندر سموئے گی، نہ وسیع برو، بحر مجھے سموئیں گے۔)

اس سرزمین کا سفر جہاں اللہ کے بندے ہیں، جو کچھ دل میں ہے، میں اس کو ظاہر کر رہا ہوں، جب دل نے اس بات کو جان لیا۔

اور وہ قریش والے ہیں جو اپنے پروردگار کا انکار کر رہے ہیں جس طرح عاد، مدین اور حجر والوں نے اللہ کی نافرمانی کی)

مرزبانی نے ”معجم الشعراء“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔

مراجع: الاصابۃ ۴۹۹/۱، الضائع ۶۴، معجم الشعراء ۱۷۷، ۱۷۸، معجم شعراء النضرین والامویین ۱۵۸

(۹۹)

ربیعہ ابن ابوضحیٰ

مرزبانی نے مجمع الشعراء میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ مخضرم شاعر ہیں، ربیعہ زمانہ جاہلیت میں ”جنگ بسطام“ میں شریک تھے، اور جنگِ جمل تک زندہ رہے، جس میں انھوں نے حضرت عائشہ کا ساتھ دیا۔ مندرجہ ذیل شعر ان ہی کی طرف منسوب ہے:

وَإِذَا سَامَيْتُ قَوْمًا ضَمُّهُمْ بَيْنِي ضَبَّةٌ أَصْحَابُ الْجَمَلِ
(جب میں کسی قوم پر فخر و مباہات کرتا ہوں تو جنگِ جمل والے ان کو غوضہ کے ساتھ ملا دیتے ہیں)

مراجع: الاصابۃ ۵۱۱/۱

(۱۰۰)

ربیعہ ابن حوط ابن رباب اشتر

ربیعہ بن حوط بن رباب الاشتر بن جوان بن فقح بن طریف بن عمرو بن قیس بن ثعلبہ بن دودان بن اسد ابن خزیمہ اُسدی تم فقحی۔ ان کی کنیت ابو مہوش ہے۔

مرزبانی نے ”مجمع الشعراء“ میں ربیعہ ابن حوط کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ مخضرم شاعر ہیں۔ یہ جنگِ ذوقار میں شریک ہوئے پھر اس کے بعد کوفہ میں سکونت اختیار کی۔ مرزبانی نے جنگِ ذوقار کے سلسلے میں ان کا یہ شعر نقل کیا ہے:

نَجِيٌّ إِذَا وَلَحْمٌ كُلِّ سَلْهِيَةٍ وَاسْتَحْكَمَ الْمَوْتُ أَصْحَابَ الْبَرَادِينِ
(ہم اس حال میں واپس ہوئے کہ ہر مضبوط گھوڑے کا گوشت ہمارے نیزوں میں تھا اور موت نے براذین والوں کو دبوچ لیا تھا)

ابن کلبی نے لکھا ہے کہ ان کی کنیت ابو ثور تھی، اور انہوں نے ہی خنساء کے بھائی صخر بن عمرو کو قتل کیا تھا۔

مراجع: الاصابۃ ۵۱۱/۱، الضاح ۶۳، مجمع الشعراء ۹۶، مجمع شعراء المخضرمین والامویین ۱۵۷

(۱۰۱)

ربیعہ ابن کنود

ربیعہ مخضرم شاعر ہیں۔ مرزبانی نے ان کا تذکرہ کیا ہے۔ ابن الکنود نے ان کے اشعار نقل کیے ہیں۔
(مراجعہ: الاصابۃ/۱/۵۱۱)

(۱۰۲)

رُشید ابن رُبِیض عذری

رُشید مشہور شاعر ہیں، مرزبانی نے ”معجم الشعراء“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ مخضرم شاعر ہیں، انھوں نے محرز بن مکعب رضی کے سلسلے میں مندرجہ ذیل شعر کہا:
وَلَقَدْ ذَرَفْتُ عَيْنَاكَ يَا ابْنَ مَكْعَبٍ كَمَا كُلُّ ضَبِّي مِنَ اللُّؤْمِ أَذْرَقُ
(اے ابن مکعب! تمھارے آنکھوں نے آنسو بہایا، اسی طرح قبیلہ ضب کا ہر شخص ایک دوسرے کی ملامت کی وجہ سے نیلا ہو گیا ہے)

مزید انہوں نے لکھا ہے کہ ”یوم الشیاطین“ کے سلسلے میں ان کے اشعار ہیں، یہ وہ دن ہے جب بکر بن وائل نے عہد نبوی میں بنو تمیم پر حملہ کیا تھا۔

مراجعہ: الاصابۃ/۱/۵۱۱، الاغانی/۱۵/۲۳۶، ۲۳۷، البیان والتبيين/۱/۱۰۸، الحیو ان/۵/۲۳۳، خزائن الادب/۷/۱۳۱، الشعر والشعراء/۳۳۳، الکامل للمبردا/۲۲۳، الکامل لابن اثیر، المستطرف/۵۱/۱، موسوعة الشعر العربی/۲/۲۵۱-۲۵۶، معجم الشعراء المختصر میں والا موئین ۱۶۰

(۱۰۳)

رہم ابن عمر عدوی

ان کا تعلق خاندانِ عمر بن خطاب عدی سے ہے۔ وثیمہ نے کتاب الردۃ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور زید بن خطاب کے قتل کے سلسلے میں ان کا مرثیہ نقل کیا ہے، جس میں وہ کہتے ہیں:
أَلَا يَا زَيْدُ زَيْدُ بَنِي نَفِيلٍ لَقَدْ أَوْرَثْنَا وَيْلًا بِوَيْلٍ
(اے زید! بنو نفیل سے تعلق رکھنے والے زید! آپ نے ہمارے لیے مصیبتوں پر مصیبتیں چھوڑی ہیں)
سیف نے ”الفتوح“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔
(مراجعہ: الاصابۃ/۱/۵۰۶)

(۱۰۴)

زفر ابن زرعہ

ابوسعبد نیسا پوری نے ”شرف المصطفیٰ“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ انہوں نے اپنے ایک سفر کے دوران ایک وادی میں پڑاؤ کیا تو زمانہ جاہلیت میں کفار اور مشرکین کی عادت کی طرح اپنے ایک شعر سے عظیم وادی سے پناہ طلب کی تو انہوں نے ایک جن کی طرف سے رجز یہ اشعار سنے، جس میں نبی کریم ﷺ کی بعثت کی خبر تھی۔

وہ کہتے ہیں کہ جب میں اپنے سفر سے واپس ہوا تو نبی کریم ﷺ کی بعثت کی خبر عام ہو گئی تھی، پھر ابوسعبد نے پورا قصہ نقل کیا ہے۔

مراجع: الاصابۃ ۱/۵۲۱

(۱۰۵)

زفر ابن یزید اسدی

زفر بنو اسد کے سرداروں میں سے تھے، جب طلحہ بن خویلد نے نبوت کا دعویٰ کیا تو وہ اپنے اسلام پر ثابت قدم رہے اور ایک طویل خطاب میں طلحہ کی تردید کی اور اس سلسلے میں اشعار بھی کہے، جن میں سے ایک شعر یہ ہے:

لَهْفَى عَلَى أَسَدٍ أَضَلَّ سَبِيلَهُمْ بَعْدَ النَّبِيِّ طَلِيحَةُ الْكَذَّابُ
(قبیلہ اسد پر افسوس ہے جن کو طلحہ کذاب نے نبی کریم ﷺ کے بعد گمراہ کر دیا ہے)

ابن اثیر نے ان کا تذکرہ کیا ہے۔

مراجع: الاصابۃ ۱/۵۶۱-۵۶۲، الاغانی ۲/۴۲، معجم الشعراء اکثر عقیف ۱۰۴، مخ المذبح ۱۰۹، معجم شعراء الخضر مین والا موبین ۱۶۷

(۱۰۶)

زمل ابن عمرو عذری

زمل بن عمرو بن عنز بن خسف بن خدیج بن واثلہ بن حارثہ عذری۔

ابن سعد نے ”الطبقات“ میں نقل کیا ہے کہ زبل نے کہا: میں نے بت سے ایک آواز سنی تو میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس کا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا: ”یہ کسی مومن جن کی آواز ہے“۔ راوی کہتے ہیں کہ انہوں نے اسلام قبول کیا اور یہ شعر گنگنا نے لگے:

إِلَيْكَ رَسُولَ اللَّهِ أَعْمَلْتُ نَصَّهَا أَكَلِفُهَا حَزْنًا وَقُورًا مِنَ الرَّمْلِ

(اللہ کے رسول! میں نے اونٹنی کو آخری حد تک سفر کا مکلف بنایا، میں اس کو سخت زمین اور پاؤں دھسنے والی ریتیلی زمین پر مسلسل دوڑاتا رہا)

نبی کریم ﷺ نے ان کی قوم کا جھنڈا ان کے حوالے کیا اور ان کے نام سے ایک تحریر لکھی، وہ جنگ صفین میں حضرت معاویہ کے ساتھ تھے۔

۶۲ھ میں جنگ مرج میں شہید ہو گئے۔

حضرت معاویہ نے ان کو اپنی پولس فورس کا ذمہ دار بنایا تھا۔

جنگ صفین کے فیصلے پر یہ بھی گواہوں میں شامل تھے۔ حضرت معاویہ نے باب تو ما کے قریب ایک زمین ان کو جاگیر میں دی تھی۔

یزید بن معاویہ نے ان کو خاتمہ کا گورر بنایا تھا۔ اور یہ جابیہ کے مقام پر مروان کی بیعت میں شریک تھے۔

مراجع: الاصابۃ ۱/۵۳۲، أسد الغابۃ ۲/۲۵۹، الأغانی ۱/۲۶، معجم الشعراء ۱/۱۰۲، مخ المذبح ۱۰۹-۱۱۰، معجم شعراء الخلفاء ۱۶۸

(۱۰۷)

زمیل ابن ابیر فزاری

زمیل ابن ابیر بن عبد مناف بن عقیل بن ہلال بن مازن بن فزارہ فزاری۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کے والد کا نام ابیر ہے ان کو ابن ام دینار کہا جاتا ہے۔

مرزبانی نے ”معجم الشعراء“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ انہوں نے ہی حضرت عثمان کے عہد خلافت میں ابن دارہ کو قتل کیا۔ مرزبانی نے مندرجہ ذیل اشعار کہے ہیں۔

وَأَنْبَأَتْهُ أَنْنِي بِهِ مُتَّلَقٌ عَلَوْتُ بِنَضْلِ السَّيْفِ مَفْرَقٌ رَأْسُهُ
وَقُلْتُ الْحَقُّهُ دُونَ كُلِّ لِحَاقٍ

(اور میں نے اس کو بتایا کہ میں اس سے جنگ کرنے والا ہوں، میں نے تیز تلوار سے اس کے سر کی مانگ کی جگہ پر وار کیا، اور میں نے اس سے کہا: ہر مرنے والے کے ساتھ جا کر ملو)
یہ شعر بھی ان ہی کا ہے:

أَبْلَغُ فِزَارَةٍ أَنَّنِي قَدْ شَرَيْتُ لَهَا مَجْدَ الْحَيَاةِ بِسَيْفِي مَعَ ذَوِي الْحِلَقِ
(فزارہ کو یہ بات پہنچا دو کہ میں نے اپنی تلوار سے بہادروں کا مقابلہ کر کے زندگی کی عزت اور شرافت خریدی ہے)

مراجع: الاصابۃ ۱/۵۶۲، البیان والتبيين ۱/۲۰۷، مجمرۃ الأمثال ۲/۲۲۸، خزائن الأدب ۲/۱۳۸-۱۵۰، سوط اللہ ۱/۶۸۸،
۶۸۹، الضائع ۶۷، نجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۱۰۴، نجم شعراء الخضر مین والا موبین ۱۶۹

(۱۰۸)

زہیر ابن صرد جشمی سعدی

زہیر ابن صرد جشمی سعدی، ان کا تعلق قبیلہ بنو سعد ابن بکر سے ہے، ان کی کنیت ابو جروہ ہے، وہ اپنی قوم کے سردار تھے، رسول اللہ ﷺ جب جنگ حنین سے فارغ ہوئے اور حمرانہ کے مقام پر قبیلہ ہوازن کے قیدیوں میں سے عورتوں اور مردوں کو الگ کر رہے تھے تو قبیلہ ہوازن کے ایک وفد کے ساتھ زہیر ابن البصر آئے اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: آپ نے ہم میں سے اپنی پھوپھیوں، خالائوں اور آپ کی پرورش کرنے والیوں کو قید کیا ہے، اگر ہم حرث ابن ابو شمیر یا نعمان ابن منذر کے خلاف جنگ کرتے، پھر ان میں سے کوئی آپ کی طرح ہمارے یہاں رہتا تو ہمیں اس کی مہربانی کی امید رہتی، حالانکہ آپ سب سے بہترین کفالت کرنے والے ہیں، پھر انھوں نے یہ اشعار سنائے:

أَمْنُنْ عَلَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ فِي كَرَمٍ فَإِنَّكَ الْمَرْءُ نَرْجُوهُ وَنَنْتَظِرُ
أَمْنُنْ عَلَى بَيْضَةٍ قَدْ عَاقَهَا قَدَرٌ مُمَزَّقٌ شَمْلُهَا فِي دَهْرٍ غَيْرِ
يَا خَيْرَ طِفْلٍ وَمَوْلُودٍ وَمُنْتَخِبٍ فِي الْعَالَمِينَ إِذَا مَا حُصِّلَ الْبَشَرُ
إِنْ لَمْ تُدَارِ كُفَّهُمْ نِعْمَاءَ تَنْشُرُهَا يَا أَرْجَحَ النَّاسِ حِلْمًا حِينَ يُخْتَبَرُ
أَمْنُنْ عَلَى نِسْوَةٍ قَدْ كُنْتَ تَرْضَعُهَا وَإِذْ يُزَيِّنُكَ مَا تَأْتِي وَمَا تَذُرُ
لَا تَجْعَلْنَا كَمَنْ شَاكَتْ نِعَامَتُهُ وَاسْتَبَقَ مِنَّا فَإِنَّا مَعَشَرُ زُهْرٍ
يَا خَيْرَ مَنْ مَرَحَتْ كُمْتُ الْجِيَادِ بِهِ عِنْدَ الْهَيَاجِ إِذَا مَا اسْتَوْقَدَ الشَّرَرُ

إِنَّا لَنَشْكُرُ آلَاءَ وَإِنْ كُفِّرَتْ وَعِنْدَنَا بَعْدَ هَذَا الْيَوْمِ مُدْخَرٌ
إِنَّا نُوَمِّلُ عَفْوَاً مِنْكَ تَلْبِسُهُ هَذِي الْبَرِيَّةُ إِذْ تَعْفُو وَتَنْتَصِرُ
(اے اللہ کے رسول! ہم پر احسان اور کرم فرمائیے، کیوں کہ آپ ایسے شخص ہیں جن کا ہمیں انتظار ہے اور ہمیں اس کی امید ہے۔

اس دو شیعہ پر احسان کیجئے جس سے تقدیر نے خطا کی ہے، اس کا خاندان بکھرا ہوا ہے اور اس کی حالت غیر ہے۔
اے وہ ذات جو بچپن میں بھی پوری دنیا میں بہترین فرد تھے اور پیدائش کے وقت بھی اور جب انسانوں کو الگ الگ کیا گیا اور آپ کو منتخب کیا گیا۔

اگر آپ اپنی نعمتوں کو ان پر عام کر کے ان کا ادراک نہیں کریں گے تو وہ برباد ہو جائیں گے، اے وہ ذات جو تمام لوگوں میں آزمائش کے وقت سب سے زیادہ بردبار ہے۔

آپ ان عورتوں پر احسان کیجئے جن کے یہاں آپ دودھ پیا کرتے تھے، جو آپ کریں گے اور جو چھوڑیں گے وہ سب آپ کی ذات کو روشن کر دیں گے۔

آپ ہم کو اس قوم کی طرح نہ بنائیے جس کا شیرازہ بکھر گیا ہو، آپ ہم کو بچالینے، کیوں کہ ہم باعزت اور روشن کارناموں کے حامل لوگ ہیں۔

اے وہ ذات! جو ان تمام لوگوں میں سب سے زیادہ بہترین ہیں جن کو تیز رفتار سرخی مائل بہترین گھوڑوں پر جنگ کے موقع پر سوار رہتے ہیں، جب گھمسان کی جنگ بھڑکتی ہے۔

ہم آپ کے احسانات کی قدر کریں گے چاہے دوسرے لوگ ان کی قدر نہ کریں اور آج کے دن کے بعد یہ احسانات ہمارے پاس امانت اور محفوظ رہیں گے۔

ہم آپ سے معافی کی امید رکھتے ہیں، جو معافی اس پوری دنیا پر پھیلی ہوئی ہے جب آپ معاف کرتے ہیں اور فتح یاب ہوتے ہیں)

جب رسول اللہ ﷺ نے یہ اشعار سنے تو فرمایا: ”جو حصہ میرا اور بنو عبد المطلب کا ہے وہ تمہارا ہے“، یہ سن کر قریش کے لوگوں نے کہا: جو ہمارا ہے وہ اللہ اور رسول کا ہے۔ انصار نے کہا: جو ہمارا ہے وہ بھی اللہ اور اس کے رسول کا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا۔

مراجع: الاستیعاب، الوانی بالوفیات ۱۲/۲۲۹-۲۳۰، واقفی ۳/۹۵۰-۹۵۱

(۱۰۹)

زیاد ابن عبد اللہ غطفانی

زیاد کو عہد نبوی ملا اور انہوں نے اسلام قبول کیا، فتنہ ارتداد میں عیینہ بن حصن کا ساتھ چھوڑ

کر خالد بن ولید کے ساتھ جا کر ملنے والوں میں زیاد بھی تھے۔

ابن وثیمہ نے ”کتاب الردۃ“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور ان کے مندرجہ ذیل اشعار نقل کیے ہیں:

أَبْلَغُ عَيْنَةٍ إِنْ عَرَضَتْ لِدَارِهِ قَوْلًا يُشِيرُ بِهِ الشَّفِيقُ النَّاصِحُ
أَعْلَمْتُ أَنَّ طَلِيحَةَ بَنِ خُوَيْلِدٍ كَلْبًا بِأَكْنَفِ الْبُزَاخَةِ نَابِحُ
كَيْفَ الْبَقَاءِ إِذَا أَتَاكُمْ خَالِدٌ وَمُهَاجِرُونَ مُسَوِّمُونَ سَوَابِحُ

(عمینہ کو یہ بات پہنچا دو کہ اگر مشفق و مہربان اور نصیحت کرنے والے کی باتوں کو نکھر ادو گے تو جان لو کہ طلحہ ابن خویلد کتا ہے جو مقام بزاخہ کے کنارے بھونک رہا ہے۔

جب خالد اور مہاجرین آئیں گے تو تم کہاں بچو گے، جو خالص النسب اور تیز رفتاری کے ساتھ حملہ کرنے والے ہیں)

مراجع: الاصابۃ ۵۶۳/۱-۵۶۵

(۱۱۰)

زید ابن ازوراسدی

عمر بن شبہ نے لکھا ہے کہ زید نے جنگ یمامہ میں شرکت کی اور اس میں بہترین کارنامے انجام دیے، یہاں تک کہ آپ کے دونوں پیر کاٹ دیے گئے اور شہید کر دیے گئے۔

کہا جاتا ہے کہ یہ ضرار بن ازور کے بھائی ہیں۔

زید نے جنگ یمامہ میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

هَلْ تَأْسُ حَيَوِيَّاتٍ عَنِّي مَشْهَدِي حِينَ أَرَدَتِ الْمَوْتُ أَدْنَى مِنْ يَدِي
مُلَفَّقًا فِي ثَوْبِهِ الْمَوْرِدِ آخِرَ هَذَا الْيَوْمِ أَقْصَى مِنْ غَدِ
إِلَى مُلَاقَاةِ النَّبِيِّ أَحْمَدِ

(کیا زندگی کی توانائیاں میرے انجام پر افسوس کریں گی، جب موت نے میرے ہاتھوں کو سب سے نیچے سے کاٹ دیا۔

اس دن کے سب سے آخری حصے اور کل کے شروع حصے میں مجھے موت نے اپنے کپڑوں میں لپیٹ دیا ہے۔

میں اللہ کے نبی احمد کی ملاقات کا شوقین ہوں)

مراجع: الاصابۃ ۵۴۲/۱، مخ المذح ۱۱۳-۱۱۴، معجم الشعراء، ڈاکٹر عقیف ۱۰۷، معجم شعراء الجضر میں والا موئین ۱۷۲

(۱۱۱)

زید ابن حارثہ

زید نبی کریم ﷺ کے محبوب اور خادم خاص ہیں، حضرت زید کی والدہ اپنی قوم معن کے پاس گئی ہوئی تھی کہ دشمنوں یعنی قبیلہ بنو قین ابن جسر کے لوگوں نے بنو معن پر حملہ کیا اور اپنے ساتھ حضرت زید کو اٹھا کر لے گئے، اس وقت زید بہت چھوٹے تھے، ان کو عکاظ کے بازار میں لاکر بیچ دیا، حضرت خدیجہ کے بھتیجے حکیم ابن حزام نے ۴۰۰ درہم میں ان کو خریدا اور حضرت خدیجہ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا، جب رسول اللہ ﷺ کی شادی حضرت خدیجہ سے ہوئی تو انھوں نے آپ ﷺ کو ہدیے میں زید کو دیا، حضرت حارثہ کو جب ان کی گمشدگی کی خبر ملی تو بڑے غم زدہ ہوئے اور ان کے غم میں کئی قصیدے کہے، ان میں سے ایک قصیدے کے چند اشعار ذیل میں پیش ہیں:

بَكَيْتُ عَلَى زَيْدٍ وَلَمْ أَذْرِ مَا فَعَلْتُ أَحْيَى يُرْجَى أَمْ أَتَى دُونَهُ الْأَجَلُ
فَوَاللَّهِ مَا أَذْرِي وَإِنْ كُنْتُ سَائِلًا أَغَالِكَ سَهْلُ الْأَرْضِ أَمْ غَالِكَ الْجَبَلُ
فَبَالَيْتُ شَعْرِي هَلْ لَكَ الدَّهْرُ رَجْعَةً فَحَسْبِي مِنَ الدُّنْيَا رُجُوعَكَ لِي يُحِلُّ
تَذَكَّرْنِيهِ الشَّمْسُ عِنْدَ طُلُوعِهَا وَتَعَرَّضُ ذِكْرَاهُ إِذَا قَارَبَ الْطِفْلُ
وَإِنْ هَبَّتِ الْأَرْوَاحُ هَيَّجَنَ ذِكْرَهُ فَيَا طُولَ مَا حُزْنِي عَلَيْهِ وَيَا وَجِلُ
سَاعَمَلُ نَصِّ الْعَيْسِ فِي الْأَرْضِ جَاهِدًا وَلَا أَسَامُ السُّطُوفِ أَمْ تَسَامُ الْبَابِلُ
يَأْتِي أَوْ تَأْتِي عَلَى مَنِيَّتِي وَكُلُّ أَمْرِي فَاِنْ وَإِنْ غَرَّةُ الْأَمَلُ
سَأُوصِي بِهِ قَيْسًا وَعَمْرًا كِلَيْهِمَا وَأُوصِي زَيْدًا ثُمَّ مِنْ بَعْدِهِ جَبَلُ

(میں نے زید پر آنسو بہائے، اور مجھے معلوم نہیں ہے کہ اس کا کیا ہوا؟ کیا وہ زندہ ہے کہ اس کے لوٹ آنے کی امید رکھی جائے، یا اس کو موت آچکی ہے۔

اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا، اگرچہ کہ میں دریافت کر رہا ہوں کہ تم کو زمین نے نگل لیا ہے یا پہاڑ نے سمولیا ہے۔
کاش میرے اشعار تم تک پہنچتے، کیا تم زندگی میں کبھی واپس آؤ گے؟ مجھے دنیا کی کوئی چیز نہیں چاہیے، بس صرف تمہاری واپسی چاہتا ہوں۔

جب بھی سورج طلوع ہوتا ہے تو مجھے اس کی یاد دلاتی ہے، اور جب بھی کوئی بچہ میرے قریب آتا ہے تو اس کی یاد آتی ہے۔
اگر ہوائیں چلتی ہیں تو اس کی یاد بھڑکا دیتی ہیں، اس پر میرا غم کتنا ہی طویل ہے اور میری تکلیف کتنی بڑھی ہوئی ہے۔
میں اس کی تلاش میں اونٹ پر سوار ہو کر پوری زمین کی خاک چھانوں گا، میں گھومتے گھومتے نہیں تھکوں گا، ہو سکتا ہے

کہ اونٹ تھک جائے۔

یا تو وہ میرے پاس آئے گا، یا مجھے موت آئے گی، اور ہر آدمی کو فنا ہونا ہے، چاہے خواہشات اس کو امیدیں دلاتی رہیں۔

میں اس کے بارے میں قیس اور عمرو دونوں کو وصیت کروں گا، میں یزید کو وصیت کروں گا اور پھر اس کے بعد جبل کو وصیت کروں گا کہ اس کو تلاش کرتے رہیں اور وہ بھی اکتانہ جائیں)

عمرو اور قیس ان کے بھائی ہیں، اور یزید زید کے اخیانی بھائی ہیں، جبل ان کے بڑے لڑکے ہیں۔ قبیلہ کلب کے چند لوگوں نے حج کے ارادے سے مکہ کا سفر کیا، انھوں نے یہاں زید کو دیکھا تو زید نے اپنے قبیلے والوں کو پہچان لیا اور انھوں نے بھی حضرت زید کو پہچان لیا، انھوں نے قبیلے والوں سے کہا کہ میرے گھر والوں کو یہ اشعار سنا دو:

أَحِنُّ إِلَى قَوْمِي وَإِنْ كُنْتُ نَائِبًا فَإِنِّي قَعِيدُ الْبَيْتِ عِنْدَ الْمَشَاعِرِ
فَكُفُّوا مِنَ الْوَجْدِ الَّذِي قَدْ شَجَاكُمْ وَلَا تَعْمَلُوا فِي الْأَرْضِ نَصَّ الْأَبَاعِرِ
فَإِنِّي بِحَمْدِ اللَّهِ فِي خَيْرِ أَسْرَةٍ كَرَامَ مَعْدٍ كَابِرًا عَنْ كَابِرِ
(میں اپنی قوم کا شوقین ہوں اگرچہ کہ میں ان سے دور ہوں، میں مشعر حرام کے پاس ایک گھر میں غلام ہوں۔ جو غم تک کو لاحق ہوا ہے، اس کو بھلا دو، اور میری تلاش میں اونٹنیوں پر سوار ہو کر ادھر ادھر جانا چھوڑ دو۔)

اللہ کے فضل و احسان سے میں بہترین خاندان میں ہوں، وہ قبیلہ معد کے شریف لوگ ہیں اور ان کو شرافت باپ داداؤں سے ملی ہے)

جب یہ لوگ اپنے قبیلے میں واپس آئے تو انھوں نے ان کے والد حارثہ کو زید کے بارے میں بتایا اور ان کے رہنے کی جگہ بھی بتائی، حارثہ اپنے بھائی کعب کے ساتھ مکہ آئے، اور نبی کریم ﷺ کا پتہ دریافت کرتے ہوئے آپ کے پاس پہنچے، اس وقت آپ مسجد حرام میں تھے، حارثہ آپ کے پاس آئے اور کہا: اے ابن عبدالمطلب! قوم کے سردار کے بیٹے! تم لوگ اللہ کے حرم والے ہو، تم لوگ پریشان حالوں کی پریشان دور کرتے ہو، اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہو، ہم آپ کے پاس اپنے فرزند یعنی آپ کے غلام کے سلسلے میں امید لے کر آئے ہیں، آپ ہم پر احسان کیجئے، اور اس کو آزاد کر دیجئے، ہم آپ کو اس کا معاوضہ اور فدیہ دیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”آپ لوگ کس کے بارے میں کہہ رہے ہیں؟“، انھوں نے کہا: زید ابن حارثہ کے بارے میں۔ آپ نے فرمایا: ”اس کو بلاؤ اور اختیار دو، اگر وہ تم کو اختیار کرے تو وہ فدیے کے بغیر تمھارا ہے، اگر مجھے اختیار کرے تو اللہ کی قسم! پھر میں اس کے اختیار کے بدلے فدیہ نہیں لوں گا“، ان لوگوں نے کہا: آپ نے انصاف سے بھی بڑھ کر بات کی ہے۔ آپ ﷺ نے زید کو بلایا اور دریافت فرمایا: ”کیا تم ان لوگوں کو جانتے ہو؟“، انھوں نے کہا: جی ہاں، یہ میرے والد ہیں اور یہ میرے چچا۔ آپ نے

فرمایا: ”تم مجھے جانتے ہی ہو اور میرے ساتھ رہ کر تم نے دیکھ ہی لیا ہے، چنانچہ تم مجھے اختیار کرو یا ان کو اختیار کرو۔“ حضرت زید نے کہا: میں آپ کے مقابلے میں کسی دوسرے کو اختیار نہیں کروں گا، آپ میرے لیے باپ اور چچا کی طرح ہیں، ان دونوں نے کہا: زید! تمھاری بربادی ہو، تم آزادی کے بدلے، اپنے والد، چچا اور گھر والوں کے بدلے غلامی کو پسند کرتے ہو؟ انھوں نے کہا: جی ہاں، میں نے اس آدمی میں ایسی چیز دیکھی ہے کہ اس کے بدلے میں کسی دوسرے کا انتخاب کر ہی نہیں سکتا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ ماجرا دیکھا تو زید کا ہاتھ پکڑ کر کعبۃ اللہ میں حجر میں لے گئے اور فرمایا: ”لوگو! گواہ رہو کہ زید میرا بیٹا ہے، یہ میرا وارث ہوگا اور میں اس کا وارث“۔ جب والد اور چچا نے اس اعلان کو سنا تو دونوں کو اطمینان ہو گیا۔

مراجع: الاصابۃ ۱/ ۵۳۵-۵۳۶

(۱۱۲)

زید ابن عمرو تمیمی یربوعی

زید بن عمرو بن قیس بن عتاب بن ہری بن رباح بن یربوع تمیمی یربوعی۔
مرزبانی نے ”معجم الشعراء“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ زید مخضرم شاعر ہیں، عثمان بن عفان کے قتل کے سلسلے میں بنو تمیم بن ثعلبہ نے بنو تمیم کے دو آدمیوں کو مار ڈالا تو زید نے مندرجہ ذیل اشعار میں ان کا مرثیہ کہا:

لَتَبْكِ النِّسَاءُ الْمُرْضِعَاتُ بِمَحْرَةٍ وَكَيْعَاوُ مَسْعُودًا قَتِيلًا الْحَنَائِمُ
كَأَلَا أَخَوَيْنَا كَانَ فَرْعَادَ عَامَةٍ وَلَا يَلْبُثُ الْبَيْتُ انْقِصَاصَ الدَّعَائِمِ
(دودھ پینے والی عورتیں مقام حنائم کے مقتولین و کیج اور مسعود پر مسلسل گرم جوشی کے ساتھ روئے۔

وہ دونوں ہمارے بھائی سرداری کے دوستوں تھے، وہ گھر باقی نہیں رہتا جس کے ستون میں دراڑیں پڑی ہوں)

مراجع: الاصابۃ ۱/ ۵۳۶، الضائع ۶۸، معجم الشعراء ۱/ ۱۰۸-۱۰۹

(۱۱۳)

ساریہ ابن زینم دہلی

ساریہ بن زینم بن عبد اللہ بن جابر بن حمیہ بن عبد بن عدی بن دہل بن بکر بن عبد مناة بن

کننا نہ دلی۔

ساریہ بن زینم نے اسلام قبول کرنے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی بھوک تھی، اس جرم میں آپ نے ان کا خون ہدر کر دیا، جب اس کی اطلاع ساریہ کو ملی تو ان کا جینا دو بھر ہو گیا، اور ان کو زمین اپنی وسعت کے باوجود تنگ محسوس ہونے لگی، پھر انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معذرت کی اور یہ اشعار کہے:

تَعْلَمُ رَسُولُ اللَّهِ أَنَّكَ قَادِرٌ عَلَى كُلِّ حَيٍّ مِنْ تَهَامَةٍ وَمَنْجَدٍ
وَأَنَّ وَعِيداً مِنْكَ كَالْأَخَذِ بِالْيَدِ
تَعْلَمُ بِأَنَّ الرَّكْبَ إِلَّا عَوِيْماً
وَنُبِّئَ رَسُولُ اللَّهِ أَنِّي هَجَوْتُهُ
سِوَى أَنَّنِي قَدْ قُلْتُ وَيْلَ فِتْيَةٍ
أَصَابَهُمْ مَنْ لَمْ يَكُنْ لِدِمَائِهِمْ
ذُوَيْبٌ وَكُلْثُومٌ وَسَلْمَى تَتَابَعُوا
عَلَى أَنْ سَلْمَى لَيْسَ فِيهَا كَمِثْلِهِ
وَأَنِّي لَا عَرَضاً خَرَفْتُ وَلَا دِمَاءً
فَمَا حَمَلْتُ مِنْ نَاقَةٍ فَوْقَ رَحْلِهَا
عَلَى كُلِّ حَيٍّ مِنْ تَهَامَةٍ وَمَنْجَدٍ
وَأَنَّ وَعِيداً مِنْكَ كَالْأَخَذِ بِالْيَدِ
هُمْ الْكَاذِبُونَ الْمُخْلِفُونَ كُلَّ مَوْعِدٍ
فَلَا رَفَعْتُ سَوْطِي إِلَيَّ إِذَا يَدِي
أُصِيبُ ابْنَحْسَ لَا يُطَاقُ وَأَسْعِدُ
كُفُّوا فَعَزَّتْ عَوْلَتِي وَتَجَلَّدِي
أُولَئِكَ أَنْ لَا تَدْمَعَ الْعَيْنُ أَكْمَدُ
وَإِخْوَتِهِ وَهَلْ مُلُوكٌ كَأَعْبُدُ
هَرَقْتُ فَذَكِرَ عَالِمُ الْحَقِّ وَأَقْصَدُ
أَبْرَ وَأَوْ فِي ذِمَّةٍ مِنْ مُحَمَّدٍ

(اللہ کے رسول آپ جانتے ہیں کہ آپ کو تہامہ اور نجد کے ہر شخص پر قابو ہے۔)

اللہ کے رسول! آپ جانتے ہیں کہ آپ مجھ کو پکڑ لیں گے اور آپ کا دھمکی دینا ہی گرفتار کرنے کی طرح ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ سوائے عویمر کے پورا قافلہ جھوٹا اور وعدہ خلاف ہے۔

اللہ کے رسول کو یہ بات پہنچائی گئی ہے کہ میں نے آپ کی بھوک کی ہے، اگر اس طرح ہے تو میرے ہاتھ میں کوڑا اٹھانے کی طاقت نہ رہے۔

البتہ میں نے صرف اتنا کہا کہ ان نوجوانوں کے لیے بربادی ہو، جو ناقابل برداشت نخوست کا شکار ہو گئے اور میں خوش بخت ہی رہا۔

ان نوجوانوں کا خون ان لوگوں نے کیا جو ان کے کفو اور ہم سر نہیں تھے، چنانچہ میرا ویلا مچانا اور ڈنار ہٹا کر اس گزر را۔

ذویب، کلثوم اور سلمیٰ سبھی قبیلے میرے پیچھے پڑ گئے تاکہ رنج و غم کے باوجود آنکھ میں آنسو نہ آئے۔

البتہ قبیلہ سلمہ اس کی طرح اور اس کے بھائیوں کی طرح نہیں ہے، کیا شاہان غلاموں کی طرح ہوتے ہیں۔

میں نے کسی کی عزت تارتا رہی ہے اور نہ میں نے کسی کا خون بہایا ہے، چنانچہ حق کو جاننے والے یعنی اللہ کو یاد کیجئے اور میرے معاملے میں میانہ روی اختیار فرمائیے (

یہ اشعار اسید بن ابویاس کی طرف بھی منسوب ہیں۔
 واقدی اور سیف بن عمر نے بیان کیا ہے کہ وہ جاہلیت میں بڑے حملہ آور اور چور تھے، وہ اتنا تیز
 دوڑتے تھے کہ گھوڑے کو پیچھے چھوڑ دیتے تھے، پھر انھوں نے اسلام قبول کیا اور بہترین مسلمان ہوئے،
 حضرت عمر نے ان کو ایک لشکر کا امیر بنایا اور ایران کی طرف روانہ کیا، یہ ۲۳ ہجری کا واقعہ ہے، حضرت عمر
 رضی اللہ عنہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک ان کے خیال میں آیا کہ مذکورہ لشکر کی دشمنوں کے ساتھ
 جنگ ہوگئی ہے اور وہ وادی کے بیچ میں ہے اور شکست سے دوچار ہونے ہی والے ہیں، ان کے قریب ہی
 ایک پہاڑ تھا، حضرت عمر نے خطبہ کے دوران ہی کہا: ساریہ: پہاڑ پہاڑ۔ یعنی پہاڑ کی اوٹ میں چلے جاؤ اور
 انھوں نے اپنی آواز کو بلند کیا، اللہ نے یہ بات ساریہ تک پہنچا دی، وہ اپنی فوج لے کر پہاڑ کے پاس گئے
 اور ایک ہی طرف سے دشمنوں کے ساتھ جنگ کی تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح سے ہم کنار کیا۔

مراجع: الاصابۃ ج ۲ ص ۲۳-۲۴، الوافی بالوفیات ۱۵/۷۵-۷۶، الاعلام ۳/۶۹، الاغانی ۲۲/۲۲۶، البدایہ
 والنہایہ ۶/۸۸، ۲۰۷، ۳۲۸، ۷/۱۳۳، ۱۳۵، ۱۴۵، تاریخ الاسلام للذہبی ۲/۲۹، تاریخ الامم والملوک للطبری ۴/۹۴، ۱۷۹-۱۷۸،
 تہذیب ابن عساکر ۶/۴۲، اشعر و اشعر ۲۶۲، الضائع ۵۶۹، معجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۱۱۰، مخ المذبح ۱۱۸، شعراء الخضر مین
 والاموئین ۱۷۸

(۱۱۴)

ساعده ابن جوین / ابن جوہ

ساعده خضر م شاعر ہیں۔

مرزبانی نے معجم الشعراء میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔

آمدی نے لکھا ہے کہ ساعده بن جوہ کا تعلق قبیلہ بنو کعب بن کابل بن حرث بن سعد ہذلی
 سے ہے، وہ قادر الکلام بہترین جاہلی شاعر ہیں، ان کے شعر میں غریب الفاظ زیادہ ملتے ہیں اور معانی
 میں غموض اور پیچیدگی پائی جاتی ہے۔ انھوں نے مندرجہ ذیل شعر تلوار کے سلسلے میں کہا ہے:
 يُرَى أَثَرُهُ فِي صَفْحَتَيْهِ كَأَنَّهُ مَدَارِجُ شَبَّاءَ لَهْنٍ دَبِيبُ
 (اس کا اثر تلوار کے دونوں طرف نظر آ رہا ہے گویا کہ وہ مکڑیوں کی گزرگا ہیں ہیں جو آہستہ آہستہ چلتی ہیں)

مراجع: الاصابۃ ۲/۱۰۶

(۱۱۵)

ساعده ابن عجلان ہذلی

یہ خضرم شاعر ہیں، مرزبانی نے ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ پیدل ہی حملے کرتے تھے، حملے کے لیے گھوڑے کا استعمال نہیں کرتے تھے۔

مراجع: الاصابۃ ۲/۱۰۸، الأعلام ۳/۷۰، دیوان الہذلیین ۳/۱۰۵، سبط الابی ۲۲۳، شرح أشعار الہذلیین للکسری ۳۳۳-۳۴۲، معجم الشعراء ذاکر عقیف ۱۱۰، شعراء الخضر مین والاموئین ۱۷۸

(۱۱۶)

سالم (غیر منسوب)

واقدی نے نقل کیا ہے کہ ایک آدمی کا گزر مدینہ میں ایک مجلس سے ہوا، جس میں حضرت عمر بن خطاب بھی تھے، عمر نے ان کی طرف دیکھا اور دریافت کیا: کیا تم کا ہن ہو؟ انھوں نے کہا: امیر المؤمنین: هَدَى اللّٰهُ بِالْاِسْلَامِ كُلَّ جَاهِلٍ وَدَفَعَ بِالْحَقِّ كُلَّ بَاطِلٍ وَأَقَامَ بِالْقُرْآنِ كُلَّ مَائِلٍ وَأَغْنَى بِمُحَمَّدٍ كُلَّ عَائِلٍ (اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعے ہر جاہل کو ہدایت سے سرفراز کیا اور حق کے ذریعے ہر باطل کو مٹا دیا۔ اور قرآن کے ذریعے ہر گمراہ کو راہ راست پر لے آیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہر فقیر کو بے نیاز کر دیا) حضرت عمر نے دریافت کیا: تمہاری اس کے ساتھ کب سے ملاقات ہے؟ یعنی اپنے جن ساتھی کے ساتھ، انھوں نے کہا: اسلام سے پہلے وہ میرے پاس آیا اور اس نے چیخنا شروع کیا: سالم! سالم! پھر اس نے واقعہ بیان کیا، اسی میں سالم کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ ہے۔

مراجع: الاصابۃ ۲/۸

(۱۱۷)

سحیم ابن وثیل رباحی

سحیم خضرم شاعر ہیں۔

ابن درید نے لکھا ہے کہ انھوں نے چالیس سال زمانہ جاہلیت میں گزارے اور عہد اسلام میں ساٹھ سال۔

مرزبانی نے لکھا ہے کہ انھوں نے اور فرزدق کے والد غالب بن صعصعہ نے مفاخرت میں اونٹ ذبح کیے، جب یہ بات حضرت علی کو معلوم ہوئی تو انھوں نے کہا: اس میں سے کچھ بھی مت کھاؤ، کیوں کہ یہ غیر اللہ کے لئے ذبح کیا گیا ہے۔

مندرجہ ذیل اشعار تحمیم کے ہیں:

أَنَا ابْنُ جَلَا وَطَلَّاعُ الثَّنَايَا مَتَى أَضْعُ الْعِمَامَةَ تَعْرِفُونَنِي
وَمَاذَا يُذِرُكَ الشُّعْرَاءُ مِنِّي وَقَدْ جَاوَزْتُ حَدَّ الْأَرْبَعِينَ
(میں بلند مرتبہ سردار ہوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر اترنے والا بہادر ہوں، یعنی میرے کارنامے عظیم ہیں، جب میں عمامہ اتارتا ہوں تو تم مجھے پہچانتے ہو کہ میں کون ہوں؟
شعراء کو مجھ سے کیا ملے گا، حالاں کہ میری عمر چالیس سے تجاوز کر گئی ہے)

مراجع: الاصابۃ ۲/۱۰۹، الاصحیات رقم، الاعلام ۳/۷۹، الاغانی ۱۳/۱۳۹، ۲۵۱، ۲۸۵/۲۱، ۲۸۶، الامالی ۱/۳۳۶، ۱۲۰/۲، ۵۲/۳، البیان والنبیین ۳/۳۳۳، تجرۃ أنساب العرب ۲۱۵، الجہان ۱۰۲/۳، خزائن الأدب ۳/۵۸-۶۰، ۶۶-۶۹، دیوان الأدب ۳/۵۵۸، دیوان الشعر العربی ۱/۲۳۴، سبط اللہ ۱/۵۵۸، الشعر والشعراء ۳۶۷، طبقات فحول الشعراء لابن سلام ۵۷۱، العقد الفرید ۵/۱۹۹، عیون الأخبار ۱/۲۵۹، ۸۸، الکامل للبرہان ۱/۲۳۴، ۸۰، معجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۱۱۲، معجم الشعراء للمرزبانی ۲۰۱، وفیات الأعیان ۶/۸۷، شعراء الخضر مین والا موہین ۱۸۳-۱۸۴

(۱۱۸)

سراقہ ابن مالک ابن جعشم کنانی مدحی

سراقہ بن مالک بن جعشم بن مالک بن عمرو بن تیم بن مدح بن مرہ بن عبدمنافہ بن کنانہ کنانی مدحی۔

ان کی کنیت البوسفیان ہے۔

امام بخاری نے ان کا قصہ بیان کیا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو سراقہ نے آپ کا پیچھا کیا، آپ ﷺ نے ان کے لیے بددعا کی تو ان کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے، پھر انھوں نے آپ سے امان طلب کی اور کہا کہ کسی کو آپ کے بارے میں نہیں بتاؤں گا، آپ نے ان کو امان لکھ کر دی، یہ فتح مکہ کے دن اسلام لے آئے۔

ابن عیینہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سراقہ بن مالک سے فرمایا: اس وقت

تمہارا کیا حال ہوگا جب تم کسری کے کنگن پہنو گے؟ جب عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کسری کے کنگن، پٹھا اور تاج آیا تو انھوں نے حضرت سراقہ کو بلایا اور ان کو پہنایا، ان کی کلائیوں پر بہت زیادہ بال تھے، حضرت عمر نے ان سے کہا: اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ اور کہو: اسی اللہ کی تعریف ہے جس نے یہ کنگن کسری بنو ہرمز سے چھین کر ایک بد و سراقہ کو پہنائے۔

ابو عمر نے کہا ہے کہ ان کی وفات حضرت عثمان کے عہد خلافت میں ۲۴ ہجری کو عثمان کی شہادت سے پہلے ہوئی۔

سراقہ قادر الکلام شاعر تھے، مندرجہ ذیل اشعار انھوں نے ابو جہل کو مخاطب کرتے ہوئے کہے:

أَبَاحَكُمُ وَاللَّهِ لَوْ كُنْتُ شَاهِدًا
لَأَمْرُ جَوَادِي إِذْ تَسُوخُ قَوَائِمُهُ
عَلِمْتُ وَلَمْ تَشْكُ بِأَنْ مُحَمَّدًا
رَسُولٌ بِيْرُهُانَ فَمَنْ ذَائِقَا وَمُهُ؟
عَلَيْكَ بِكَفِّ الْقَوْمِ عَنْهُ فَإِنِّي
أَرَى أَمْرَهُ يَوْمًا سَتَبْدُو مَعَالِمُهُ
بَأْمْرِ يَوْدُ النَّاسِ فِيهِ بِأَسْرِهِمْ
بِأَنَّ جَمِيعَ النَّاسِ طُرًّا يُسَالِمُهُ
(ابو حکم! اگر تم اس وقت موجود رہتے جب میرے گھوڑے کے پاؤں زمین میں ڈھنس گئے۔

تم جان لیتے اور تم کو اس میں شک نہیں ہوتا کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، اللہ نے ان کو دلائل دے کر بھیجا ہے، پھر ان کا مقابلہ کون کر سکتا ہے

یہ تمھاری ذمہ داری ہے کہ قوم کو اس کے راستے میں آنے سے روکو، کیوں کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ جلد ہی اس کا دین غالب آ جائے گا۔

ایسا وقت آئے گا کہ سب کے سب لوگ اس کو چاہتے لگیں گے اور تمام لوگ اس کے ساتھ مصالحت کریں گے)

مراجع: الاصابۃ ۲/۱۸-۱۹، الوافی بالوفیات ۱۵/۱۳۰-۱۳۱، الأعلام ۳/۸۰، البدایہ والنہایہ ۳/۱۸۰-۱۸۲،

الحیوان ۱/۲۹۹، ۶/۲۲۱

(۱۱۹)

سراقہ ابن مرداس سلمی

سراقہ ابن مرداس سلمی، عباس ابن مرداس کے بھائی ہیں۔

ابو الفرج اصہبانی نے کہا ہے کہ عباس بن مرداس کی کنیت ابو یثیم تھی، ان ہی کے سلسلے میں ان کے بھائی سراقہ نے بطور مرثیہ یہ شعر کہا:

أَعْيُنَ الْأَبْكَى أَبَا الْهَيْثَمِ وَأَذْرَى الذُّمُوعَ وَلَا تَسَامِي
(اے میری آنکھ! کیا میں ابوہیثم پر نہ روؤں، تم مسلسل آنسو بہاؤ اور اکتاؤ نہیں)

مراجع: الاصابۃ ۱۹/۲، الأعلام ۸۰/۳، الأغانی ۲۳/۸، ۷۴/۹، ۱۸، ۱۶/۹، البداية والنهاية ۲۸۶/۸، ۲۹/۹، تاریخ
الأدب العربی بروکلمان ۲۳۸/۱، تاریخ الأدب العربی بلاشیر ۳۵/۳، تہذیب ابن عساکر ۶۹/۱، تہذیب تاریخ دمشق ۷۱/۶، طبقات فحول
الشعراء لابن سلام ۳۷۵، العقد الفرید ۱۷۰/۲، الموتلف والمختلف ۱۳۳، مجمع البلدان ۴۲۹/۴، مجمع المؤلفین ۲۰۷/۴، مجمع الشعراء ڈاکٹر
عقیف ۱۱۲، الوافی بالوفیات، شعراء الخضر مین والاً موئین ۱۸۴-۱۸۵)

(۱۲۰)

سعد ابن خیشمہ اوسی انصاری

ان کی کنیت ابو عبد اللہ یا ابو خیشمہ ہے، ان کا نام سعد ابن خیشمہ ابن حارث اوسی انصاری ہے، یہ
بیعت عقبہ کے بارہ نقیبوں میں سے ایک تھے، ان کو جنگ بدر میں شہادت نصیب ہوئی۔

مراجع: الاصابۃ رقم ۳۱۴۲، الأعلام ۸۴/۳، البداية والنهاية ۱۵۹/۳، ۱۶۴/۲، ۱۹۳، ۱۹۵، ۳۱۶، ۳۱۹، ۳۲۸، ۲۲۹/۵،
۳۰۳، ۳۰۴، صفۃ الصفو ۱۸۵/۵، شعراء الخضر مین والاً موئین ۱۸۶

(۱۲۱)

سعد ابن مالک قرشی زہری

سعد بن مالک بن اہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب قرشی زہری۔

ابو اسحاق نے کہا ہے کہ سعد کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے، ان میں سب سے اخیر میں سعد بن
مالک کا ہی انتقال ہوا، اللہ کے راستے میں سب سے پہلے تیر چلانے والے بھی سعد ہی ہیں، حضرت عمر رضی
اللہ عنہ کی مجلس شوری کے اراکین میں سے ایک تھے، ان کے بارے میں حضرت عمر نے فرمایا: اگر ان
کو سیادت ملے تو ٹھیک ہے، ورنہ ان سے خلیفہ تعاون ضرور لے۔ ان ہی کے ہاتھوں عراق فتح ہوا، حضرت عمر
نے ان کو کوفہ کا گورنر بنایا پھر ایک مدت بعد ان کو معزول کیا، پھر حضرت عثمان نے ان کو کوفہ کا دوبارہ گورنر بنایا،
ان کے سلسلے میں مشہور ہے کہ وہ مستجاب الدعوات تھے، ان کا انتقال ۵۱ھ میں ہوا، ایک قول یہ بھی ہے کہ
۵۶ھ میں ہوا، ۵۴ھ، ۵۵ھ، ۵۷ھ اور ۵۸ھ کے بھی اقوال ملتے ہیں، ۵۶ھ سب سے زیادہ مشہور ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ انھوں نے فرمایا: جب نبی کریم ﷺ نے اسلام کی دعوت دینا شروع

کیا تو میں سات دن رک رہا پھر میں نے اسلام قبول کیا اور میں تیسرا مسلمان ہوں، ابرہیم بن منذر نے کہا کہ وہ، طلحہ، زبیر اور علی ایک ہی ہیں یعنی ان کا حصہ ایک ہی ہے۔ ترمذی نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ سعد آئے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”یہ میرے ماموں ہیں۔“

ابن اسحاق نے مغازی میں نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین مکہ میں چھپ کر نماز پڑھتے تھے، ایک مرتبہ حضرت سعد چند صحابہ کے ساتھ مکہ کی کسی گھاٹی میں تھے کہ چند مشرکین نمودار ہوئے اور انھوں نے صحابہ کو برا بھلا کہنا شروع کیا اور ان کے دین کا عیب نکالنے لگے، یہاں تک کہ ان سے جھگڑنے بھی لگے تو حضرت سعد نے مشرکین کے ایک شخص کو اونٹ کے جڑے سے مارا جس سے اس کو زخم آیا اور خون بہنے لگا، اللہ کے راستے میں سب سے پہلا خون یہی بہایا گیا۔ ترمذی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے اللہ! جب سعد دعا کرے تو اس کی دعا قبول فرما“، چنانچہ آپ جو بھی دعا کرتے قبول ہوتی۔

جب حضرت عثمان کو قتل کر دیا گیا تو آپ اس فتنے سے دور رہے اور اپنے گھر میں گوشہ نشین ہو گئے۔ بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ آئے تو آپ نے رات جاگ کر گزاری تو فرمایا: کاش میرے ساتھیوں میں سے کوئی نیک آدمی میری پہرے داری کرے، اسی وقت ہم نے ہتھیاروں کی آواز سنی، آپ نے دریافت فرمایا: کون ہے؟ آنے والے نے کہا: میں سعد ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے ان کو دعادی۔

سعد بن مالک کا انتقال عقیق میں ہوا، تدفین کے لیے آپ کو مدینہ لایا گیا اور مسجد نبوی میں آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی، زبیر نے کہا ہے کہ جب عبید اللہ ابن حارث کو رسول ﷺ نے رافع کے پاس قریش کے قافلے کو روکنے کے لئے بھیجا تو سعد اس لشکر میں تھے، دونوں طرف سے تیر اندازی ہوئی اور جنگ شروع ہوئی، اللہ کے راستے میں سب سے پہلے تیر چلانے والے حضرت سعد تھے، اسی سلسلے میں حضرت سعد نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

أَلَا هَلْ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ أَنَّى حَمِيْتُ صَحَابَتِي بِصُدُورِ نَبَلِي
أَذُوذُ بِهِمَا عَدُوَّهُمْ ذِيادًا بِكُلِّ حَزُونَةٍ وَبِكُلِّ سَهْلٍ
فَمَا يُعْتَدُّ رَامٌ مِنْ مَعَدٍّ بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَبْلِي
(کیا اللہ کے رسول کو یہ بات پہنچی ہے کہ میں نے اپنی تیروں سے اپنے ساتھیوں کی حفاظت کی۔

میں ان تیروں سے ان کے دشمنوں کو ہرنا ہموار زمین اور ہموار میدان میں ہٹا رہا تھا۔

قبیلہ معد کا کوئی شخص مجھ سے پہلے اللہ کے راستے میں تیر انداز نہیں ہوگا)

(۱۲۲)

سعد معطل ہذلی

سعد خضرم شاعر ہیں، مرزبانی نے ”معجم الشعراء“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے، البتہ ان کا کوئی شعر نقل نہیں کیا ہے۔

مراجع: الاصابۃ ۲/۱۱۱، الضائع ۷۱، معجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۱۱۳، شعراء الخضر مین والا موئین ۱۸۷

(۱۲۳)

سعید ابن شحیر

ابن السکن نے روایت کیا ہے کہ سعید بن شحیر نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور انھوں نے اسلام قبول کیا، بنو عامر نے راستے میں ان کو روک لیا اور کہا: تم گمراہ ہو گئے ہو، یہ سن کر سعید نے مندرجہ ذیل شعر کہا:

وَتَغْضَبُ عَامِرٌ فِیْ غَیْرِ جُرْمٍ عَلَيْنَا أَنْ رَأَوْنَا مُسْلِمِينَ
(قبیلہ عامر کوئی جرم کیے بغیر ہی ہم سے ناراض ہے، ہمارا جرم یہی ہے کہ انھوں نے ہم کو مسلمان پایا)

مراجع: الاصابۃ ۲/۴۲

(۱۲۴)

سفیان ابن حبس اسدی اسد خزیمہ

سفیان بن حبس بن کنیف بن سنان بن بدر بن ثعلبہ بن جعال بن نصر بن غافرہ اسدی۔
مرزبانی نے ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ خالد بن ولید کے لشکر کے ساتھ جنگ یمامہ میں شریک تھے، اس موقع پر انھوں نے مندرجہ ذیل شعر کہا:

إِنِّي وَنَا قَتْسَى الْجَوْصَاءِ مُخْتَلِفٌ مِّنَّا الْهَوَىٰ إِذْ بَلَّغْنَا مَدْفَعِ الْبَيْنِ
(میں اور میری اونٹنی جو صواء کی مرضی اور خواہشات الگ الگ ہیں جب ہم مقام مدفع البین پہنچے)

مراجع: الاصابۃ ۲/۱۱۲-۱۱۳

(۱۲۵)

سفیان ابن صہبان مہری

سفیان خریف کے نام سے مشہور ہیں اور شاعر ہیں۔

ابن ابوداؤد نے ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔

ابن یونس نے کہا ہے کہ سفیان فتح مصر میں شریک تھے اور انھوں نے یہ بات کہی کہ میں اور

مقداد زمانہ جاہلیت میں چور تھے۔

مراجع: الاصابۃ ۵۳/۲

(۱۲۶)

سفیان ابن عمرو سلمی

وشیمہ نے لکھا ہے کہ وہ فتنہ ارتداد میں اسلام پر ثابت قدم رہے اور مرتد ہونے پر اپنی قوم کی مذمت کی اور ان میں بلیغ خطاب کیا، جس پر ان کی قوم نے سفیان کو تکلیف پہنچائی اور ان کے ساتھ گالی گلوچ کیا، وشیمہ نے اس سلسلے میں ان کے اشعار نقل کیے ہیں اور کہا ہے کہ جب قوم والوں نے ان کی بات نہیں مانی تو وہ سفر کر کے مدینہ آئے اور وہیں رہنے لگے۔

مراجع: الاصابۃ ۱۱۲/۲

(۱۲۷)

سلمہ ابن عیاذ ازدی

ایک قول کے مطابق ان کا نام عیاذ ابن سلمہ ازدی ہے، یہ عمان کے شاہ تھے، اور شاعر بھی تھے،

سلمہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ شعر سنایا:

رَأَيْتُكَ يَا خَيْرَ الْبَرِيَّةِ كُلِّهَا نَشَرْتُ كِتَابًا جَاءَ بِالْحَقِّ مُعَلِّمًا

(نبی نوع انسانی کے سب سے بہترین شخص! میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے وہ کتاب پھیلائی ہے جو حق لے کر آئی

ہے اور حق کو پھیلاتی ہے)

(۱۲۸)

سلیمہ ابن عیاض اسدی

اس میں آپ نے ہمارے لیے ہدایت مشروع کی ہے، حالاں کہ ہم حق سے روگرداں تھے اور ہمارا معاملہ تاریک ہو چکا تھا)

(129)

سلمه ابن يزید جعفی

مرزبانی نے لکھا ہے کہ وہ اور ان کے اخیاقی بھائی قیس بن سلمہ بن شراحیل نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور انھوں نے اسلام قبول کیا، اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے قیس کو بنو مروان کا ذمہ دار بنایا۔

مرزبانی نے ہی لکھا ہے کہ سلمہ بن یزید نے اپنے حقیقی بھائی قیس بن یزید کے مرثیہ میں مندرجہ

ذیل اشعار کہے:

أَلَمْ تَعْلَمِيْ أَنْ لِّسْتُ مَا عِشْتُ لَا قِيَا أَخِيْ إِذْ أَتَى مِنْ دُونِ أَوْصَالِهِ الْقَبْرُ
وَهَوْنٌ وَجَدِيْ أَنَّنِيْ سَوْفَ أَفْتَدِيْ عَلَيَّ أَثَرُهُ يَوْمًا وَإِنْ نَفْسَ الْأَمْرِ
فَتَيَّ كَانَ يُدْنِيهِ الْغَنَى مِنْ صَدِيقِهِ إِذَا مَا هُوَا سَتَغْنِي وَيُبْعِدُهُ الْفَقْرُ
(کیا تم نہیں جانتی کہ میں نے کبھی اپنے بھائی کے ساتھ زندگی نہیں گزاری، جب اس سے ملاقات میں قبر کا وٹ بنی۔
اور میرے غم کو اس بات نے ہلکا کر دیا کہ میں بھی کسی دن اس کے نقش قدم پر فدا ہو جاؤں گا، اگرچہ غم و تکلیف دور ہو کر تسلی
ہو گئی ہے۔

وہ ایسا نوجوان تھا کہ جب وہ مال دار اور بے نیاز ہو جاتا تھا تو اپنے دوستوں سے قریب ہوتا تھا اور ان کی مدد کرتا تھا،
جب اس کو ضرورت پڑتی ہے اور اس کے پاس مال نہیں رہتا ہے تو ان سے مدد طلب کرنے کے لیے نہیں جاتا)

مراجع: الاصابۃ ۲/۶۷، شعراء الخضر مین والاموئین ۱۹۵-۱۹۶، الضاحی ۷۲، معجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۱۱۷

(۱۳۰)

سلیک عقیلی قطع

سلیک کو عہد نبوی ملا، لیکن شرف ملاقات حاصل نہیں ہوا، انھوں نے جنگ یمامہ میں شرکت کی، اس
جنگ میں ان کی ایک ہتھیلی کٹ گئی، اسی سلسلے میں وہ کہتے ہیں:

كَيْفَ تَرَانِيْ وَأَخِيْ عَطَارِدًا نَذُوذٌ مِنْ حَنِيفَةِ الْمُذَاوِدَا
أُنْشِدُ كَفًّا ذَهَبْتُ وَسَاعِدًا أُنْشِدُهَا وَلَا أَرَانِيْ وَاجِدًا
(میں اور میرا بھائی عطار داس وقت تمھاری نگاہوں میں کیسے لگتے ہیں جب ہم دونوں بنو حنیفہ سے مصیبتوں کو دور
کرتے ہیں۔

میں وہ ہتھیلی اور کلائی تلاش کر رہا ہوں جو کٹ چکی ہے، لیکن مجھے اس پر کوئی غم نہیں ہو رہا ہے)

مراجع: الاصابۃ ۲/۱۱۳

(۱۳۱)

سلیم ابن عبدالعزیز ابن عبید سلمی

ان کی کنیت ابو شجرہ ہے اور یہ مشہور شاعرہ حضرت خنساء کے بیٹے ہیں، وہ اپنی ماں کے ساتھ ہی مسلمان ہوئے، پھر حضرت ابو بکر کے عہد خلافت میں مرتد ہوئے اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کی۔ مرد نے کامل میں لکھا ہے کہ عرب کے فدا کین میں ان کا شمار ہوتا ہے، زمانہ ارتداد میں ان کے قصیدہ کے یہ اشعار بہت مشہور ہوئے:

أَلَا أَيُّهَا الْمُدَلَّى بِكُرَّةِ قَوْمِهِ وَحَظُّكَ مِنْهُمْ أَنْ تُذِلَّ وَتَفْهَرَا
سَلِ النَّاسَ عَنَّا كُلَّ يَوْمٍ كَرِيْهَةً إِذَا مَا التَّقَيْنَا دَارَ غَيْبٍ وَحَسْرَا
(اپنی قوم کی چوٹی کھینچنے والے یعنی اپنی قوم کے سردار! ان کی طرف سے تمہارا نصیب یہی ہے کہ تم ذلیل ہو جاؤ اور پیچھے ہٹ جاؤ۔

لوگوں سے ہمارے بارے میں پوچھئے کہ دار عین اور مقام جسر میں جب ہماری جنگ ہوئی تو ہم نے کیا کارنامے انجام دیے اور ہر جنگ میں ہمارے کیا کارنامے رہے ہیں؟

اسی قصیدے میں وہ کہتے ہیں:

فَرَوَيْتُ رُمَحِيَّ مِنْ كَتِيْبَةِ خَالِدٍ وَإِنِّي لَأَرْجُو بَعْدَهَا أَنْ أُعَمَّرَا
(چنانچہ میں نے خالد کی فوج سے اپنے نیزوں کو سیراب کیا اور مجھے امید ہے کہ اس کے بعد میں بڑی عمر تک زندہ رہوں گا)

پھر انھوں نے اسلام قبول کیا اور حضرت عمر کے پاس آئے تو انھوں نے دریافت کیا: ابو شجرہ سلمیٰ! کیا تم نے یہ شعر نہیں کہا: ”فرویت رمحی.....“ پھر حضرت عمر نے کوڑے سے ان کو مارا تو وہ بھاگ گئے اور اپنی سواری پر سوار ہو کر بچ نکلے، اس وقت وہ کہہ رہے تھے:

قَدْ ضَنَّ عَنَّا أَبُو حَفْصٍ بِنَائِلِهِ وَكُلُّ مُخْتَبِطٍ يَوْمًا لَهُ وَرَقٌ
مَا زَالَ يَضْرِبُنِي حَتَّى حَدِيثُ لَهُ وَحَالٌ مِنْ دُونِ بَعْضِ الرَّعِيَّةِ الشَّفَقُ
(ابو حفص نے عطیہ دینے میں کنجوسی کی اور روند ا ہوا شخص کسی نہ کسی دن اس کی چاندنی ہو جاتی ہے۔

وہ برابر مجھے مارتے رہے یہاں تک کہ میں نے اپنے اونٹ کی حدی خوانی کی اور اس پر بیٹھ کر بھاگ لیا اور بعض رعیت کے سامنے خوف رکاوٹ ہے)

مراجع: الاصابۃ ۲/۴۲-۴۳

(۱۳۲)

سمجھ جنی

فاکہانی نے ”کتاب مکہ“ میں عامر بن ربیعہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا: ہم مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ابتداء اسلام میں تھے کہ مکہ کی کسی پہاڑی سے ایک آواز آئی، اس سے مسلمانوں کے خلاف برا بیچنے کیا جا رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہ شیطان ہے، جس کسی شیطان نے جب بھی کسی نبی کے خلاف بھڑکایا تو اللہ نے اس کو ہلاک کر دیا“، اس کے بعد جب نبی کریم ﷺ سے ہماری ملاقات ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ نے اس کو ایک جن کے ہاتھوں قتل کر دیا جس کا نام سمجھ ہے، اس نے اپنا نام بدل کر عبد اللہ رکھا ہے“، جب شام ہوئی تو ہم نے اسی جگہ ایک آواز سنی:

نَحْنُ قَتَلْنَا مُسْعِرًا لَّمَّا طَغَىٰ وَاسْتَكْبَرَ
صَغَرَ الْحَقُّ وَسَنَّ الْمُنْكَرًا بِشْتَمِهِ نَبِينَا الْمُظْفَرَا

(ہم نے مسعر کو قتل کر دیا جب وہ سرکش ہو گیا اور حد سے بڑھ گیا۔

اس نے ہمارے نبی کو گالی دے کر حق کو ذلیل کیا اور منکر کو رائج کیا)

مراجع: الاصابۃ ۲/۷۶-۷۷

(۱۳۳)

سمعان ابن عمرو کلابی

سمعان بن عمرو بن قریظہ بن عبید بن ابوبکر بن کلاب کلابی۔

ابو الحسن مدائنی نے ”رسل رسول اللہ ﷺ“ میں نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سماعان بن عمرو کو عبد اللہ بن عوسجہ کے ہاتھ خط بھیجا تو سماعان نے اس خط سے اپنے ڈول کی پیوند کاری کی، جس کی وجہ سے ان کو ”بنو المرقع“ کہا جانے لگا، تھوڑے دنوں بعد سماعان نے اسلام قبول کیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مندرجہ ذیل شعر سنایا:

أَقْلَبْنِي لَمَّا أَمَنْتُ وَرَدًّا وَلَمْ أَكُنْ بِأَسْوَأَ ذَنْبًا إِذْ أَتَيْتُكَ مِنْ وَرْدٍ
(جب میں نے وردا بن مرداس کو امان دیا تو میری عزت میں کمی آئی اور جب میں ورد کے پاس سے آیا تو میں بہت برا نہیں تھا)

ورد ابن مرد اس کی طرف اشارہ ہے، جن کا تعلق بنو سعد ہندیم سے تھا، آپ ﷺ نے ان کو عسیب کے سلسلے میں لکھا تھا تو انھوں نے عسیب پر حملہ کر کے ان کو زخمی کر دیا، پھر انھوں نے بعد میں اسلام قبول کیا اور زید بن حارثہ کے ساتھ وادی القریٰ کی جنگ میں شریک ہوئے اور اسی میں شہید ہو گئے۔

مراجع: الاصابۃ ۲/۷۹-۸۰

(۱۳۴)

سمعان ابن ہبیرہ اسدی

سمعان بن ہبیرہ بن مساحق بن عمیر بن اسامہ بن نصر بن معین بن حارث بن ثعلبہ بن ذودان بن اسد بن خزیمہ اسدی۔

سمعان کی کنیت ابوسمال ہے۔

سمعان کو عہد نبوی ملا اور انھوں نے اسلام قبول کیا، بعد میں انھوں نے کوفہ میں سکونت اختیار کی۔ دارقطنی نے المؤتلف میں بیان کیا ہے کہ سماع فتنہ ارتداد میں طلحہ کے ساتھ تھے، جب خالد نے ان پر حملہ کیا تو انھوں نے طلحہ سے پوچھا: آپ کس چیز کا حکم دیتے ہیں؟ اسی واقعہ میں ہے کہ انھوں نے طلحہ کا ساتھ چھوڑ دیا اور دوبارہ اسلام لے آئے۔

مندرجہ ذیل اشعار میں انھوں نے اپنا نسب بیان کیا ہے:

أَبْلَغُ جَذَامًا وَلَخُمَامًا عَلَى الْعُمَلَاتِ أُولَاتِ الْحَقِيبِ
وَقَوْلًا لِعَامِلَةٍ أَقْرَبِينَ كَانَ أَوْلَيْكَ أُولَى نَسِيبِ
قَبَائِلَ مَنَّا نَاتِ دَارَهُمْ وَهُمْ فِي الْقَرَابَةِ أَذْنَى قَرِيبِ
هَلُمُّوْا إِلَيْنَا نَجْلُوْا إِلَيْنَا أَخِ مُعْتَفٍ وَمَحَلِّ رَحِيبِ
(تیز رفتار، کوکھ کے قریب پیٹیاں بندھی ہوئی اونٹنیوں پر سفر کر کے قبیلہ جذام اور لحم کو میری بات پہنچا دو یعنی جلدی سے میری بات جا کر کہہ دو۔)

اور عاملۃ الاقرین کو میری بات پہنچا دو، وہ بہترین نسب والے ہیں۔

ہم میں سے بعض قبیلوں کے علاقے میں ہم آتے ہیں، جو بہت ہی قریبی رشتے دار ہیں۔

ہمارے پاس آؤ، ہمارا تعلق وسیع علاقے سے ہے، اور ایسے شخص کی طرف ہماری نسبت ہے جس کے پاس لوگ داد و دہش لینے کے لیے آتے ہیں)

مغیرہ بن مقسم نے لکھا ہے کہ ابوسمال اپنا دروازہ بند نہیں کرتے تھے، ان کا ایک دشمن تھا، جو ہر وقت ندا لگایا کرتا تھا کہ جس کے پاس کوئی کھانے کی چیز نہ ہو، تو وہ ابوسمال کے گھر چلا جائے، یہ خبر حضرت عثمان کو معلوم ہوئی تو انھوں نے ابوسمال کے گھر کو اپنا مہمان خانہ بنایا۔

مرزبانی نے معجم الشعراء میں لکھا ہے کہ انھوں نے حضرت علی کے عہد خلافت میں نجاشی حارثی کے ساتھ رمضان میں شراب پی تو نجاشی پر حد لگائی گئی اور ابوسمال بھاگ کر روپوش ہو گئے اور اس سلسلے میں شعر بھی کہا۔

الوافی بالوفیات میں ہے کہ یہ فصیح شاعر تھے، پھر اوپر والا واقعہ نقل کیا ہے اور مندرجہ ذیل اشعار تحریر کیے ہیں:

إِنْ نَدَعِي مَعْشَرَ لَيْسُوا بِإِخْوَتِنَا حَتَّى الْمَمَاتِ وَإِنْ عَزُّوا وَإِنْ كَرُمُوا
إِذْ نَحْنُ حَتَّى جَمِيعُ الْأُمْرِ حَلَّتْنَا غُوراً تَهَامَةً وَالْأَسَافُ وَالْحَرَمُ
ثُمَّ اسْتَمَرَّتْ بِهِمْ دَارٌ مُفَرَّقَةً بَيْنَ الْجَمِيعِ وَدَهْرٌ زَيْنَهُ أَضْمُ
(جو ہمارے بھائی نہیں ہیں ہم ان کو اپنا قبیلہ موت تک نہیں سمجھتے، چاہے ان کی تعداد بڑھ جائے اور وہ باعزت ہو جائیں۔

جب ہماری قوم متحد اور متفق تھی، آج تہامہ، آساف اور حرم میں ہمارے لوگ ہیں۔

پھر ہماری قوم کے لوگ الگ الگ جگہوں پر مسلسل منتشر ہوتے رہے، زمانہ اس وقت مزین اور آراستہ رہتا ہے جب سب ملے ہوئے ہوں)

مراجع: الاصابۃ ۲/۱۱۴، الوافی بالوفیات ۱۵/۴۵۲، تاریخ الرسل والملوک للطبری ۲۸۴۲/۱، تہذیب النسخ ۲/۵۱۳، الشعر والشعراء ۱۸۷-۱۸۸، شعراء النصرانیہ ۲/۴۱-۴۲، الجلیع ۲/۷۲، شعراء الخضر میں والا موئین ۱۹۶، معجم الشعراء للمرزبانی ۲۰۲، المعمر ون والوصایا ۶۵-۶۶

(۱۳۵)

سہم ابن حنظلہ غنوی

سہم بن حنظلہ بن خاقان بن خویلد بن حرمان غنوی۔

مرزبانی نے لکھا ہے کہ یہ مخضرم شاعر ہیں اور ان کا تعلق شام سے ہے۔

مراجع: الاصابۃ ۲/۱۱۵، الامام ۳/۲۱۱، تاریخ الامم و الملوک ۲۵۵، تہذیب النسخ ۲/۴۹۹، الجوان ۱/۱۸۲، ۲/۳۳۳، خزائن الادب ۹/۴۳۵-۴۳۶، رسالۃ الغفران ۴۲۸، سبط الملک ۴۰، المؤلف و المختلف ۱۳۶، عیون الاخبار ۲/۸۲، معجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۱۲۰، معجم الشعراء الخضر میں والا موئین ۱۹۸

(۱۳۶)

سوار ابن اونی قشیری

سوار ابن اونی بن مبرہ بن سلمہ بن قشیر بن کعب قشیری۔
مرزبانی نے کہا ہے کہ یہ مخضرم شاعر ہیں، سوار، نابغہ ذبیانی کی ہجو میں اشعار کہا کرتے تھے، یہ شعر ان ہی کا ہے:

يَدْعُونَ سَوَارًا إِذَا أَحْمَرَ الْقَنَا وَلَكُلَّ يَوْمٍ كَرِيهَةٍ سَوَارُ
(جب نیزے خون سے لال ہو جاتے ہیں تو لوگ سوار کو پکارتے ہیں اور ہر جنگ میں سوار موجود رہتا ہے۔)

ان کی ہجو میں نابغہ نے مندرجہ ذیل شعر کہا ہے:

بَقِيْتُ عَلَى ابْنِ الْحَنَاءِ وَظَلَمْتَنِي وَجَاءَتْ تَقُولُ كَانَ سَاءَ فَضْلًا
(میں ابن حنا کے ساتھ رہا اور حنا نے مجھ پر ظلم کیا اور کہنے لگی کہ اس نے احسان فراموشی کی ہے)

ابن الکلی نے کہا ہے کہ ان کی ماں کا نام حناء بنت خالد ہے۔

سوار نے فخر کرتے ہوئے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

أَبُو جَمَلٍ عَمِي رَبِيعَةٌ لَمْ يَزَلْ لَدُنْ شَبِّ حَتَّى مَاتَ فِي الْمَجْدِ رَاغِبًا
وَمِنَّا ابْنُ عَتَابٍ وَنَا شِدِّ رَحْلُهُ وَمِنَّا الَّذِي آلَى الْحَيِّ حَاجِبًا
(ابو جمل ربیعہ میرے چچا ہیں، وہ برابر جوان رہے یہاں تک کہ عزت و شرافت کی تلاش اور خواہش کرتے ہوئے انتقال کر گئے۔
اور ہم ہی میں سے ابن عتاب ہیں اور اپنی سواری کو تلاش کرنے والے بھی ہیں اور ہم ہی میں سے وہ بھی ہیں جنہوں نے قوم کی حفاظت کی)

مراجع: الاصابۃ ۲/۱۱۶، الاغانی ۵/۱۸، خزائنہ الادب ۶/۲۳۳، ۲۳۵، الشعر والشعراء ۱/۲۳۹، شعراء قشیر ۱/۱۱۲، ۱۲۸، ۲۳۹، ۳۱۵، ۳۲۷، ۳۵۷، الضائع ۲-۳، مجمل الشعر الخضر میں والاموین ۱۹۹، مجمل الشعر اءڈاکٹر عقیف ۱۲۱، مجمل الشعر المرزبانی ۲۹۰

(۱۳۷)

سوار ابن حبان منقری

یہ اسلامی جاہلی شاعر ہیں۔
ابو عبید بکری نے شرح الامالی میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔

مراجع: الاصابۃ ۲/۱۱۶

(۱۳۸)

سوید ابن صامت خزرجی انصاری

سوید بن صامت بن حارثہ بن قیس بن زید بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج انصاری۔
ابن سعد اور طبری نے لکھا ہے کہ سوید جنگِ احد میں شریک تھے۔
دعبل بن علی نے ”طبقات الشعراء“ میں لکھا ہے کہ انھوں نے کسی سے قرض لیا تھا، جس کی مدت ختم
ہوئی تو ان سے قرض واپس طلب کیا گیا، انھوں نے اپنی قوم سے مدد طلب کی تو انھوں نے مدد نہیں کی، اس پر
انھوں نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

وَأَصْبَحْتُ قَدْ أَنْكَرْتُ قَوْمِي كَأَنِّي جَنَيْتُ لَهُمْ بِاللَّيْلِ إِحْدَى الْفَضَائِحِ
أَذَيْنُ وَمَا دَيْنِي عَلَيْهِمْ بِمَغْرَمٍ وَلَكِنِّي عَلَى الْخَرَرِ الْجَلَادِ الْقَرَادِحِ
أَذَيْنُ عَلَى أَثْمَارِهَا وَأُصُولِهَا لِمَوْلَى قَرِيبٍ أَوْ لَا خَرِنَا زَحِ
(میں نے صبح صبح دیکھا کہ میری قوم مجھے اجنبی اور انجان سی لگ رہی ہے، گویا میں نے قرض لے کر ان کے حق میں بڑی رسوائی کا کام
کیا ہے۔

کیا قرض کی وجہ سے قوم کا میرے ساتھ یہ معاملہ ہے؟ میرا قرض قوم کے لیے ایسا نہیں ہے کہ اس سے چھٹکارا پانا
ناممکن ہو، لیکن میں بلیوں کے لیے بڑے ڈیل ڈول والے بندر کی طرح باہمت اور مضبوط ہوں۔
جو قرض میں نے لیا ہے اس کا فائدہ کس کو پہنچا اور وہ کس پر خرچ ہوا، قریبی رشتے دار پر یا کسی دشمن پر؟)

مراجع: الاصابہ ۲/۹۸، الاعلام ۳/۱۳۵، الاغانی ۳/۲۷، البدایہ والنہایہ ۳/۱۴۴، ۱۴۵، ۲۳۷، سبط الملک ۱/۳۶۱، سیرۃ
ابن ہشام ۱/۱۴۸، معجم الشعراء المختصر میں والا موپین ۲۰۰-۲۰۱

(۱۳۹)

سوید ابن عدی طائی

مرزبانی نے ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ مخضرم شاعر ہیں، ان کو زمانہ جاہلیت اور
عہد اسلام دونوں ملا، چنانچہ انھوں نے اسلام قبول کیا، مندرجہ ذیل اشعار ان ہی کے ہیں، یہ بسیار
گو شاعر ہیں:

تَرَكْتُ الشَّعْرَ وَاسْتَبَدَلْتُ مِنْهُ إِذَا دَاعَى صَلَاةَ الصُّبْحِ قَامَا

كِتَابُ اللَّهِ لَيْسَ لَهُ شَرِيكُ وَوَدَّعْتُ الْمُدَامَةَ وَالنَّدَامَا
(میں نے شعر کو چھوڑ دیا اور جب صبح کی نماز کے لیے آواز دی گئی تو نماز کھڑی ہو گئی۔
تو میں نے شعر کو چھوڑ کر اللہ کی کتاب کو اپنایا، جس کا کوئی شریک نہیں، اور میں نے شراب اور ہم نشینوں کو الوداع کہہ دیا)
کہا گیا ہے کہ ان کا نام عدی بن عمرو بن سوید ہے۔

مراجع: الاصابۃ ۲/ ۱۱۷، الضائع ۳، معجم الشعراء ذاکر عقیف ۱۲۲، معجم الشعراء الجضر مین والا موبین ۲۰۱

(۱۴۰)

سوید ابن کراع عقیلی

ایک قول کے مطابق کراع ان کی والدہ کا نام ہے، اور ان کے والد کا نام سوید ہے، ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کے والد کا نام عمرو ہے۔

سوید خضرم شاعر ہیں، انھوں نے مشہور شاعر جریر کی ماں کو پہلے پیغام بھیجا تھا، پھر ان کو طویل عمر ملی اور انھوں نے جریر اور فرزدق کے درمیان حکم کا رول ادا کیا، وہ بڑے پختہ کار شاعر تھے، انھوں نے حضرت عثمان بن عفان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

فَإِنْ تَزَجْرَانِي يَا ابْنَ عَفَّانٍ أَزْدَجِرُ وَإِنْ تَدْعَوَانِي أَحْمِي عِرْضًا مُمَنَّا
(اے عثمان ابن عفان! اگر آپ مجھے ڈانٹیں گے تو میں باز آ جاؤں گا، اگر آپ مجھے بلائیں گے تو میں مضبوط عزت کی حفاظت کروں گا)

مرزبانی نے ان کا تذکرہ کیا ہے۔

الوفانی بالوفیات میں ہے کہ وہ شاعر، شہسوار اور دولت امویہ کے پہلے صف کے اسلامی شعراء میں تھے، جریر اور فرزدق کے زمانے میں بھی یہ زندہ تھے، انھوں نے بنو عبد اللہ کی ہجو کی، تو بنو عبد اللہ نے سعید بن عثمان کے پاس ان کی شکایت کی، سعید نے ان کو طلب کیا، ان کا ارادہ تھا کہ سوید کی زبرد تو بیخ کر کے ان کو قید میں ڈال دے، لیکن وہ بھاگ گئے اور کئی مدت تک روپوش رہے، پھر ان کے سلسلے میں چند لوگوں نے سعید ابن عثمان سے بات کی تو انھوں نے سوید کو معاف کر دیا اور ان سے وعدہ لیا کہ دوبارہ کسی کی ہجو نہیں کریں گے، اس واقعے کے سلسلے میں انھوں نے قصیدہ کہا، جس کے چند اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

تَقُولُ ابْنَةُ الْعَوْفِيِّ لَيْلَى الْآتَرِي إِلَى ابْنِ كِرَاعٍ لَا يَزَالُ مُفْزَعًا
مَخَافَةَ هَذَيْنِ الْأَمِيرَيْنِ سَهَّدْتُ رُقَادِي وَعَشْتَنِي يَاسَا تَقْرَعًا

(عوفی کی دختر لیلی کہہ رہی ہیں کہ کیا تم ابن کراخ کو نہیں دیکھ رہے ہو کہ وہ ابھی تک گھرا ہوا ہے۔
ان دو امراء کے خوف نے میری نیند اڑا دی ہے اور مجھ کو سفید بادل کے کپڑے پہنا دیے ہیں یعنی رات دن کی طرح
ہو گئی ہے)

مراجع: الاصابۃ ۲/ ۱۱۷، الوافی بالوفیات ۱۶/ ۳۸-۳۹، الاعلام ۳/ ۱۳۶، الاغانی ۱۲/ ۳۸۹-۴۰۰، سمط
الآلی ۳۶/ ۹۱، ۷۹، ۹۳۳، اشعر و اشعراء ۲۴۱، طبقات فحول الشعراء ۱۴۳-۱۴۷، معجم الشعراء المختصر مین والّا موئین ۲۰۱) ان کا
دیوان حاتم ضامن نے (دس شعراء کے ضمن میں جمع کیا ہے جو ۱۹۹۰ء میں بغداد سے شائع ہوا ہے۔

(۱۴۱)

سیف ابن نعمان النخعی

سیف نے روایت کیا ہے کہ ابوبکر کے ابتدائے عہد خلافت میں انھوں نے اسامہ بن زید کے
ساتھ بنو جذام کے خلاف جنگ کی، اس جنگ کے سلسلے میں سیف نے ان کے اشعار بھی نقل کیے ہیں۔

مراجع: الاصابۃ ۲/ ۱۱۸

(۱۴۲)

شبيب ابن حجل ابن فضله باہلی

”الفتوح“ میں ابوموسیٰ اشعری کے ساتھ ان کا ایک قصہ نقل کیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا
ہے کہ شبيب زمانہ جاہلیت میں تھے اور ان کو طویل عمر ملی تھی اور وہ بہت بوڑھے ہو گئے تھے، زبیر بن بکار
نے الموفقیات میں بیان کیا ہے کہ ابوموسیٰ اشعری گھوڑے پر سوار تھے کہ شبيب بن حجل بن فضله باہلی کا
ان کے پاس سے گزر ہوا، وہ لاغر گھوڑے پر سوار تھے، یہ دیکھ کر ابوموسیٰ نے کہا: بال علی بال (ایک
بوسیدہ دوسرے بوسیدہ پر سوار ہے) یہ بات شبيب کو معلوم ہوئی تو انھوں نے مندرجہ ذیل شعر کہا:

رَأَيْتُ الْأَشْعَرِيَّ فَقَالَ بَالٍ عَلَى بَالٍ وَلَمْ يَعْلَمْ بَلَاءِي
وَمِثْلَكَ قَدْ قَضَيْتُ الرُّمَحَ فِيهِ فَبَاءَ بِدَائِهِ وَشَفِيتُ دَائِي

(اشعری نے مجھے دیکھا تو کہا: ایک بوسیدہ دوسرے بوسیدہ پر سوار ہے، ان کو میرے کارناموں کے بارے میں معلوم نہیں ہے۔
آپ جیسے بہت سے لوگوں پر میں نے نیزے سے حملہ کیا، چنانچہ وہ اپنے جسم پر زخم لے کر لوٹا اور میں نے اپنی
پیری کی دوا کی یعنی میرے دل کی بھڑاس نکال لی)

مراجع: الاصابۃ ۲/ ۱۶۰

(۱۴۳)

شداد ابن عارض جشمی

شداد مشہور شاعر ہیں، ان کو آپ ﷺ کے ساتھ ملاقات کا شرف حاصل ہے۔

ابن اسحاق نے مغازی میں ان کا تذکرہ کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ طائف پر حملہ کرنے کی غرض سے نکل پڑے تو شداد بن عارض نے کہا:

لَا تَنْصُرُوا اللَّاتَ إِنَّ اللَّهَ مُهْلِكُهَا وَكَيْفَ يَنْصُرُ مَنْ هُوَ لَيْسَ يَنْتَصِرُ
إِنَّ الرَّسُولَ مَتَى يَنْزِلُ بِلَادَكُمْ يَظْعَنُ وَلَيْسَ بِهَا مِنْ أَهْلِهَا بَشَرٌ
(لات کی مدد نہ کرو، یقینی طور پر اللہ اس کو ہلاک کر دے گا، اس کی مدد کیسے کی جاسکتی ہے جس میں مدد قبول کرنے کی صلاحیت نہ ہو۔)

اللہ کے رسول جب تمہارے علاقوں پر دھاوا بولیں گے تو وہاں کے تمام لوگ اپنا علاقہ خالی کر کے بھاگ جائیں گے اور وہاں کوئی بھی نہیں رکے گا)

ابن اسحاق نے دوسری جگہ نقل کیا ہے کہ شداد بن عارض نے عیینہ بن حصن کو مخاطب کرتے ہوئے اشعار کہے، پھر انھوں نے مندرجہ بالا اشعار کو نقل کیا ہے۔

مراجع: الاصابہ ۲/۱۳۹، البدایہ والنہایہ ۴/۳۴۶، عیون الأثر ۲/۲۵۸، معجم الشعراء ذاکر عقیف ۱۲۳، مخ المرح ۱۲۵، معجم الشعراء المحض بین والأ موبین ۲۰۳

(۱۴۴)

شریح ابن ہانی حارثی

شریح بن ہانی بن یزید بن نہیک، ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کا نام شریح بن ہانی بن یزید بن حارث بن کعب حارثی ہے، ان کی کنیت ابو مقدم ہے۔

ان کو نبی کریم ﷺ کا زمانہ ملا، لیکن انھوں نے آپ کی وفات کے بعد مدینہ ہجرت کی، ان کے والد ہانی نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تھے، آپ نے ان سے دریافت کیا: آپ کے بڑے فرزند کون ہیں؟ انھوں نے کہا: شریح، آپ نے فرمایا: ”تم ابو شریح ہو“، اس سے پہلے ان کی کنیت ابو الحکم

تھی۔ (ابوداؤد، نسائی اور ابن حبان نے یہ روایت کی ہے)
 امام مسلم نے ان کا تذکرہ خضر مین میں کیا ہے۔
 یعقوب بن سفیان نے ان کو جنگ جمل کے موقع پر حضرت علی کا ساتھ دینے والے امراء
 میں شمار کیا ہے۔

ابو نعیم فضل بن دکین نے کہا ہے کہ شریح ۱۱۰ سال زندہ رہے۔
 قاسم بن مخیرہ نے کہا ہے کہ میں نے ان سے افضل کسی شخص کو نہیں دیکھا، ۷۸ھ میں
 عبید اللہ بن ابوبکرہ کی معیت میں جنگ کرتے ہوئے جحستان میں شہید ہوئے، کفار جحستان کی تمام
 گلیوں پر قابض ہو گئے تھے، پھر کافروں کے اس لشکر کے اکثر لوگ قتل کر دیے گئے، اسی جنگ کے سلسلے
 میں شریح ابن ہانی نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

أَصْبَحْتُ ذَابِتُ أَقَاسِي الْكِبَرَا وَعِشْتُ بَيْنَ الْمُشْرِكِينَ أَغْصَرَا
 ثَمَّتْ أَذْرُكْتُ النَّبِيَّ الْمُنْذِرَا وَبَعْدَهُ صَدِيقُهُ وَعُمَرَا
 وَيَوْمَ مَهْرَانَ وَيَوْمَ تَسْتُرَا وَالْجَمْعُ فِي صَفِينِهِمُ وَالنَّهْرَا
 يَا حُمَيْرَوَاتُ وَالْمَعْشَرَا هَيْهَاتَ مَا أَطُولُ هَذَا الْعُمَرَا

(میں وہاں بڑھاپے کی تکلیفات کو برداشت کرتا رہا اور میں نے مشرکین کے درمیان بڑی لمبی عمر گزاری۔
 وہیں میں نے اللہ کی طرف سے ڈرانے والے نبی کو پایا، اور اس کے بعد ابوبکر صدیق اور عمر کو پایا۔
 میں جنگ مہران، جنگ تستر، جنگ نہر میں شریک ہوا اور اس جنگ میں شریک ہوا جب وہ اپنے شہر میں جمع ہو گئے یعنی جحستان کی
 جنگ میں۔

اے بوڑھی عورتو! اور میرا خاندان! ہائے افسوس یہ زندگی کتنی طویل ہے!!)

ان کی وفات ۷۸ھ سن ہجری میں ہوئی۔

مراجع: الاصابہ ۲/۱۶۱، الوافی بالوفیات ۱۶/۱۳۹

(۱۴۵)

شریہ ابن عبد جعفی

شریہ بن عبد بن قلیب بن خولی بن ربیعہ بن عوف بن معاویہ بن ذہل بن مالک بن خرم بن جعفی بن سعد العشرہ جعفی
 ان کو عہد جاہلی اور عہد اسلام ملا اور انھوں نے اسلام قبول کیا۔
 عمر بن شیبہ نے عبد اللہ بن محمد بن حکیم سے روایت کیا ہے کہ شریہ بن عبید تین سو سال زندہ

رہے اور ان کو اسلام کی دولت نصیب ہوئی، اور وہ حضرت عمر کے زمانے میں مدینہ آئے۔ مندرجہ ذیل شعر ان کا ہے:

فَوَاللّٰهِ لَا يَغُرَّنِيْ نَصْرٌ وَاحِدٌ وَلَا اِنْسَانٌ اِنِّيْ بِالثَّلَاثَةِ مَعْدُوْدٌ
(اللہ کی قسم! مجھے ایک فتح دھوکے میں نہیں ڈالتی، اور نہ دو فتح، میں تو تین تین شمار کرتا ہوں، اس سے کم نہیں)

مراجع: الاصابۃ ۲/۱۶۲

(۱۴۶)

شن جرشی حلیف انصار

وشیمہ نے کتاب الردۃ میں لکھا ہے کہ مسلمہ کذاب کے قتل میں انھوں نے وحشی بن حرب کا ساتھ دیا، اور انھوں نے اس سلسلے میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

اَلَمْ تَرَ اَنِّيْ وَوَحْشِيْهُمْ قَتَلْنَا مُسِيْلَمَةَ الْمُفْتِنِ
فَلَسْتُ بِصَاحِبِهٖ دُوْنَهٗ وَلَيْسَ بِصَاحِبِهٖ دُوْنَ شَيْ
(کیا تم نے نہیں دیکھا کہ میں نے اور ان کے وحشی نے مل کر فتنہ پرور مسلمہ کو قتل کر دیا۔
میں اس کے ساتھی سے کم تر نہیں ہوں اور نہ وہ اپنے ساتھی سے کچھ بھی کم تر ہے)

مراجع: الاصابۃ ۲/۱۵۴

(۱۴۷)

شیبان ابن دثار نمیری

مرزبانی نے معجم الشعراء میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ شیبان مخضرمین میں سے ہیں، زبرقان ابن بدر کے سلسلے میں صفوان نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

فَمَنْ يَّكَ سَائِلًا عَنِّيْ فَاِنِّيْ اَنَا النَّمِرِيُّ جَارُ الزَّبْرِقَانِ
كَانِيْ اِذْ حَلَلْتُ بِهِ طَرِيْدًا حَلَلْتُ عَلَى الْمُمْنَعِ مِنْ اَمَانِ
فَحَلُّوْا عَنْهُمْ يَا آلَ لَايٍ فَلَيْسَ لَكُمْ بِسَعِيْهِمْ مُدَانِ
(اگر کوئی مجھ سے اپنے بارے میں پوچھے تو وہ سن لے کہ میں قبیلہ نمیر سے تعلق رکھتا ہوں اور زبرقان ابن بدر کا پڑوسی ہوں۔
جب میں ہر طرف سے دھتکارا جاتا ہوں اور اس حالت میں اس کے پاس جاتا ہوں تو میں ناقابلِ تسخیر مضبوط امان میں پہنچ جاتا ہوں۔)

جاتا ہوں۔

اے قبیلہ لای والو! تم ان سے دور رہو، کیاں کہ ان کی کوششوں سے تمہارا کوئی مقابلہ نہیں)
 مراجع: الاصابۃ ۲/۱۶۳، الضائع ۷۶، معجم الشعراء ذاکر عقیف ۱۲۷، معجم الشعراء الخضر مین والاً موبین ۲۰۹

(۱۳۸)

صرمہ ابن انس اوسی

صرمہ بن انس بن مالک بن عدی بن عامر بن غانم بن عدی بن نجار اوسی۔
 ان کی کنیت ابوالانس ہے۔

ابن اسحاق نے کتاب المغازی میں نقل کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ آئے تو صرمہ بن انس اور ان کے ساتھیوں نے اسلام قبول کیا اور انھوں نے یہ شعر کہا:

ثَوِيٌّ فِي قُرَيْشٍ بَضْعَ عَشْرَةِ حَجَّةٍ يَذْكُرُ لَوِيْلَتَقَى صَدِيقًا مُوَاتِيَا
 (وہ قریش میں تیرہ سال تذگیر نصیحت کرتے رہے، اس امید میں رہے کہ کوئی مناسب دوست مل جائے)

ابن اسحاق نے تذکرہ کیا ہے کہ ابوقیس صرمہ نے زمانہ جاہلیت میں رہبانیت اختیار کی تھی، وہ جنابت کا غسل کیا کرتے تھے اور انھوں نے نصرانیت اختیار کرنے کا مکمل ارادہ کر لیا تھا، لیکن ابھی نصرانی نہیں ہوئے تھے، جب نبی کریم ﷺ مدینہ آئے تو اسلام قبول کیا، وہ زمانہ جاہلیت میں بھی حق بات کہنے والے تھے، انھوں نے بہترین اشعار کہے ہیں، وہ اس گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے، جہاں جنبی یا حائضہ ہوتی، وہ اپنی قوم کے باعزت فرد تھے، بڑھاپے میں ان کو اسلام کی دولت ملی، وہ بہترین شعر کہا کرتے تھے، ان کے چند اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

يَقُولُ أَبُو قَيْسٍ وَأَصْبَحَ غَادِيَا أَلَا مَنْ اسْتَطَعْتُكُمْ مِنْ وَصَاتِي فَافْعَلُوا
 أَوْ صِيْكُمْ بِالْبِرِّ وَالْخَيْرِ وَالْثَقَى وَإِنْ كُنْتُمْ أَهْلَ الرِّيَاسَةِ فَاعْدِلُوا
 وَإِنْ أَنْتُمْ أَمْرُكُمْ فَتَعَفُّوا وَإِنْ كَانَ فَضْلٌ لَكُمْ فَيُكْمُ فَافْضِلُوا
 (ابوقیس کہہ رہا ہے جب کہ وہ آخرت کے لیے رخت سفر باندھے ہوئے ہے: سن لو! تم میری جن وصیتوں پر بھی عمل کر سکتے ہو تو ان پر عمل کرو۔

میں تم کو نیکی و بھلائی اور خشیت الہی کی وصیت کرتا ہوں، اگر تم کو سرداری ملے تو انصاف کرو۔
 اگر تم کو امیر بنایا جائے تو عفو و درگزر سے کام لو، اگر تم کو مال و دولت عطا ہو تو اس کو اپنے ہی لوگوں میں خرچ کرو)

مرزبانی نے کہا ہے کہ ابوقیس نے ۱۲۰ سال کی عمر پائی۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ یہ آیت ”وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ“

الأبيض من الخيط الأسود من الفجر“ ان ہی کے سلسلے میں نازل ہوئی۔
مرزبانی نے لکھا ہے کہ ابوقیس صرمہ بن انس بن قیس بن مالک تقریباً ۱۲۰ سال زندہ رہے
اور اسلام کا زمانہ پایا، اور بڑھاپے میں اسلام قبول کیا، مندرجہ ذیل اشعار ان ہی کے ہیں:
بَدَّ إِلَيَّ أَنِّي عَشْتُ تِسْعِينَ حِجَّةً وَعَشْرًا أَوَّلَ وَمَا بَعْدَهَا ثَمَانِيًا
فَلَمْ أَلْفَهَا لَمَّا مَضَتْ وَعَدْتُهَا يَحْسِبُهَا فِي الدَّهْرِ إِلَّا لِيَالِيَا
(میرا خیال یہ ہے کہ میں نے نوے سال گزارے اور اس سے پہلے دس سال اور اس کے بعد اسی سال۔
جب وہ سال گزر گئے تو میں نے ان کو نہیں پایا، اور میں نے ان سالوں کو گنا تو زمانے میں اس کی حیثیت چند راتوں سے زیادہ
نہیں ہے)

مراجع: الاصابۃ ۲/۱۷۶-۱۷۷

(۱۴۹)

صرمہ ابن ابوانس خزرجی

مجمع الشعراء المختصر میں والا موئین میں لکھا ہے کہ ابوقیس صرمہ ابن ابوانس، ان کا تعلق بنو نجار قبیلہ
خزرج سے تھا، وہ باعزت اور سربرآوردہ نصرانی تھے، ان کا لقب راہب تھا، لیکن انھوں نے ہجرت کے پہلے
سال اسلام قبول کیا، اس وقت وہ بہت عمر رسیدہ تھے، وہ حق کہنے والے اور اللہ کی تعظیم بیان کرنے والے
شاعر تھے، ان موضوعات پر ان کے بہت سے بہترین اشعار ہیں۔ لیکن انھوں نے کوئی شعر نقل نہیں کیا ہے۔
مراجع: الاصابۃ ۲/۴۸۶-۴۸۷، الاعلام ۳/۲۰۳، البدایۃ والنہایۃ ۳/۱۵۱، تاریخ الامم والملوک للطبری ۱/۱۲۳۷-۱۲۳۸، السیرۃ
۳۵۰-۳۵۱، شعراء النصرانیۃ ۲/۷۰-۱۰، مخ المذبح ۱۲۹، مجمع الشعراء ذاکر عقیف ۱۲۹، مجمع الشعراء المختصر میں والا موئین ۲۱۲-۲۱۳

(۱۵۰)

صفوان ابن قدامہ تمیمی مزنی

صفوان بن قدامہ تمیمی مزنی، ان کا تعلق بنو امرؤ القیس بن زید مناة بن تمیم سے ہے۔
طبرانی نے روایت کیا ہے کہ عبدالرحمن بن صفوان بن قدامہ نے کہا کہ میرے والد صفوان
ہجرت کر کے نبی کریم ﷺ پاس آئے اور اسلام پر بیعت کی اور کہا: میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ آپ

نے فرمایا: ”آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہوگی۔“

ابن مندہ نے یہ روایت زیادہ طوالت کے ساتھ بیان کی ہے، اس میں ہے کہ ان کے ساتھ ان کے دو لڑکے عبدالعزیٰ اور عبدتمیم تھے، رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام بدل کر عبدالرحمن اور عبداللہ رکھا، اس سلسلے میں ان کے بھتیجے نصر بن نصر بن قدامہ نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

تَحْمَلُ صَفْوَانٌ فَأَصْبَحَ عَادِيَا بِأَبْنَائِهِ عَمَدًا وَخَلَّى الْمَوَالِيَا
فِيَا لَيْتَنِي يَوْمَ الْحُنَيْنِ اتَّبَعْتُهُمْ فَضَى اللَّهُ فِي الْأَشْيَاءِ مَا كَانَ فَاضِيَا
(صفوان نے مشقت اٹھائی تو وہ عمداً اپنے لڑکوں کا دشمن بن گیا اور دوستوں سے علیحدہ ہو گیا۔
کاش! میں جنگِ حنین میں ان کے ساتھ ہوتا، اللہ کو جو فیصلہ کرنا تھا اس نے فیصلہ کر لیا)

صفوان نے جواب میں یہ شعر کہا:

مَنْ مُبْلَغٌ نَصْرًا رِسَالَةً غَائِبٍ بِأَنَّكَ بِالتَّقْصِيرِ أَصْبَحْتَ رَاضِيَا
(نصر کو میری طرف سے سرزنش کا پیغام کون پہنچائے گا کہ تم کوتاہی پر راضی ہو گئے)

صفوان نے مدینہ میں سکونت اختیار کی، ان کا انتقال وہیں ہوا، ان کے فرزند عبدالرحمن نے ان کے مرثیہ میں اشعار کہے، ان میں سے ایک شعر یہ ہے:

وَأَنَا ابْنُ صَفْوَانَ الَّذِي سَبَقَتْ لَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ سَوَابِقُ الْإِسْلَامِ
(میں صفوان کا بیٹا ہوں، جنھوں نے نبی ﷺ کے پاس جا کر اسلام لانے میں سبقت کی)

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمن بن صفوان کو ثنی ابن حارث کی مدد کے لیے عراق بھیجا۔

مراجع: الاصابۃ ۲/۱۸۳، الوانی بالوفیات ۱۶/۳۱۵-۳۱۶

(۱۵۱)

صفوان ابن معطل سلمیٰ ثم ذکوانی

صفوان بن معطل بن ربیعہ ابن خزاعی ابن محارب بن مرہ بن فالج بن ذکوان سلمیٰ ثم ذکوانی۔

بغوی نے لکھا ہے کہ انھوں نے مدینہ میں سکونت اختیار کی۔

واقدی نے کہا ہے کہ وہ خندق اور دوسری جنگوں میں شریک ہوئے۔ ایک قول یہ ہے کہ

انھوں نے سب سے پہلے جنگِ مریسج میں شرکت کی۔

بخاری و مسلم اور دوسری حدیث کی کتابوں میں ان کا تذکرہ حدیثِ افک میں ملتا ہے۔

اسی حدیث میں نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے کہ میں تو ان کے بارے میں بھلائی ہی جانتا ہوں۔

حسان بن ثابت کے ساتھ ان کا واقعہ بہت مشہور ہے، یونس بن بکیر نے ”زیادات المغازی“ میں تذکرہ کیا ہے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا: صفوان بن معطل حسان کے سامنے بیٹھ گئے اور یہ شعر کہتے ہوئے ان کو تلوار سے مارا:

تَلَقَّ ذُبَابَ السَّيْفِ مَنِيَّ فَإِنِّي غَلَامٌ إِذَا اهْتَوَ جِئْتُ لَسْتُ بِشَاعِرٍ
(تیز تلوار کا وار میری طرف سے لو، کیوں کہ میں ایسا نوجوان ہوں کہ جب میری ہجو کی جاتی ہے تو میں اس کا جواب اشعار میں نہیں دیتا ہوں، کیوں کہ میں شاعر نہیں ہوں، بلکہ تلوار سے اس کا جواب دیتا ہوں)

حسان نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور صفوان کے خلاف مقدمہ دائر کیا تو آپ نے ان کو معاف کرنے کے لیے کہا تو حسان نے ان کو معاف کیا۔

موسیٰ بن عقبہ نے مغازی میں روایت کیا ہے کہ سعد بن عبادہ نے صفوان کو دو کپڑوں میں کفن دیا، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ ان کو جنت کے جوڑے پہنائے۔“

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ صفوان حضرت عمر کے عہد خلافت میں جنگ ارمینہ میں سن ۱۹ھ کو شہید ہوئے، بخاری نے اپنی تاریخ میں یہ روایت کی ہے، صحیح بخاری میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ وہ اللہ کے راستے میں شہید ہوئے۔

واقدی نے کہا ہے کہ صفوان قبیلہ عربیہ کے لوگوں کو گرفتار کرنے میں کرز بن جابر کے ساتھ تھے۔ عبداللہ بن محمد قدامی نے الفتوح میں روایت کیا ہے کہ صفوان بن معطل نے ایک رومی پر حملہ کیا اور اس کو نیزہ مارا جس کی وجہ سے وہ گر گیا تو اس کی بیوی نے چیخ ماری، اس پر صفوان نے یہ اشعار کہے۔

وَلَقَدْ شَهِدْتُ الْخَيْلَ يَسْطَعُ نَقْعُهَا مَابَيْنَ دَارِ بَا دِمَشْقَ إِلَى نَوَى
وَطَعْنَتْ ذَا حِلْيَ فَصَاحَتْ عِرْسُهُ يَا ابْنَ الْمُعْطَلِ مَا تَرِيدُ بِمَا أَرَى
(میں اس لشکر میں تھا جس کا غبار دمشق کے دریا سے لے کر نوی تک پھیلا ہوا تھا۔

اور میں نے اپنے دشمن کو نیزے سے مارا تو اس کی بیوی نے چلایا: ابن معطل! تمہارا کیا ارادہ ہے، میں کیا دیکھ رہی ہوں؟) یہ واقعہ ۵۸ھ کا ہے۔ ابن اسحاق نے کہا ہے کہ یہ واقعہ ۱۹ھ کا ہے۔ طبری نے کہا ہے کہ یہ واقعہ جنگ شمیسا کا ہے جو ۶۰ھ میں پیش آیا۔

الوانی بالوفیات میں ہے کہ صفوان فتح دمشق میں شریک ہوئے اور شمیسا میں شہید ہوئے،

ان کی قبر وہیں پر ہے۔ انھوں نے جنگ مریح سے پہلے اسلام قبول کیا۔

مراجع: الاصابۃ ۱۸۴/۲، الوانی بالوفیات ۱۶/۳۲۰، الاستیعاب ۲/۱۸۷، أسد الغابۃ ۳/۲۶، الأغانی ۴/۱۶۱، البدایۃ والنہایۃ ۴/۱۶۲، تاریخ خلیفہ ۲۲۶، الجرح والتعديل ۴/۴۲۰، سیر أعلام النبلاء ۲/۵۴۵-۵۵۰، سیرۃ ابن ہشام ۴/۱۰، طبقات خلیفہ ۵۱، ۱۸۱، ۳۱۸، الکامل فی التاریخ ۲/۱۹۵، معجم الشعراء المختصر میں والأ موبین ۲۱۴

(۱۵۲)

صلصال ابن دہمس

صلصال بن جندلہ بن محجب بن اعر بن غصنفر بن تیم بن ربیعہ بن نزار۔
ان کی کنیت ابو غصنفر ہے۔

ابن حبان نے کہا ہے کہ یہ صحابی ہیں۔

مرزبانی نے کہا ہے کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ کو اپنے اشعار سنائے۔

ابن جوزی نے بیان کیا ہے کہ صلصال بنو تمیم کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور نبی ﷺ نے ان کو کسی چیز کی وصیت کی تو قیس بن عاصم نے کہا: اگر یہ بات شعر میں ہوتی تو ہم اپنے بچوں کو یاد کراتے۔ صلصال نے کہا: اللہ کے رسول! میں اس کو منظوم کروں؟ پھر انھوں نے اشعار سنائے۔

ابن درید نے ”الامالی“ میں روایت کیا ہے کہ قیس بن عاصم نے کہا: میں بنو تمیم کی ایک جماعت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کے پاس صلصال بن دہمس تھے، قیس نے کہا: اللہ کے رسول! ہم کو کوئی نصیحت کیجئے جس سے ہم فائدہ اٹھائیں۔ چنانچہ آپ نے بہترین نصیحت کی، اس پر قیس نے کہا: میری خواہش ہے کہ یہ بات اشعار میں ہو، تاکہ ہم اس کے ذریعے اپنے آس پاس کے لوگوں پر فخر کریں اور اس کو محفوظ رکھیں۔ چنانچہ آپ نے حضرت حسان کو بلائے کا حکم دیا، اس موقع پر صلصال نے کہا: اللہ کے رسول! میرے ذہن میں چند اشعار آئے ہیں، جو قیس کی خواہش کے مطابق ہیں، آپ نے کہا: سناؤ، انھوں نے کہا:

تَجَنَّبُ خَلِيطًا مِنْ مَقَالِكَ إِنَّمَا
قَرِينُ الْفَتَى فِي الْقَبْرِ مَا كَانَ يَفْعَلُ
وَلَا بُدَّ بَعْدَ الْمَوْتِ مِنْ أَنْ تَعُدَّهُ
لِيَوْمٍ يَنَادَى الْمَرْءُ فِيهِ فَيُقْبَلُ
وَأِنْ كُنْتَ مَشْغُولًا بِشَيْءٍ فَلَا تَكُنْ
بِعَيْرِ الَّذِي يَرْضَى بِهِ اللَّهُ تَشْغَلُ
وَلَنْ يَصْحَبَ الْإِنْسَانَ مِنْ قَبْلِ مَوْتِهِ
وَمَنْ بَعْدَهُ إِلَّا الَّذِي كَانَ يَعْمَلُ
أَلَا إِنَّمَا الْإِنْسَانُ ضَيْفٌ لِأَهْلِهِ
يُقِيمُ قَلِيلًا بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَرْحَلُ

(اپنی باتوں کا معجون مرکب بنانے سے بچو، نوجوان جو عمل کرتا ہے وہی قبر میں اس کے ساتھ رہتا ہے۔ موت کے بعد کی زندگی کے لیے تیاری کرنا ضروری ہے، ایسے دن کے لیے جس دن آدمی کو پکارا جائے گا تو وہ بلا چوں و چرا آجائے گا۔

اگر تم کسی چیز میں مشغول رہو تو کسی ایسی چیز میں مشغول نہ رہو جس میں اللہ کی رضا نہ ہو۔

موت سے پہلے اور موت کے بعد انسان کے ساتھ صرف اس کے اعمال ہی رہتے ہیں۔

سن لو! انسان اپنے گھر والوں کا مہمان ہوتا ہے، تھوڑے دن ان کے ساتھ رہتا ہے پھر وہ چلا جاتا ہے)

مراجع: الاصابۃ ۲/۱۸۶-۱۸۷، الضائع ۷۸، معجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۱۳۰، معجم الشعراء المختصر مین والا موبین ۲۱۶

(۱۵۳)

صہبان ابن سمر ابن عمرو حنفی یمامی

وشیمہ نے کتاب الردۃ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ جب بنو حنیفہ مسلمہ کے ساتھ مرتد ہو گئے تو صہبان نے ابوبکر صدیق کی خدمت میں خط لکھا کہ ہم سے پہلے لوگوں کی تین قسمیں تھی: مفتون کافر، مغبون مؤمن اور مغنوم شاکی، خط میں انھوں نے یہ شعر بھی لکھا:

إِنِّي بَرِيٌّ إِلَى الصَّدِيقِ مُعْتَذِرٌ مِمَّا مُسِيلَمَةُ الْكَذَّابُ يَنْتَحِلُ
(مسلمہ کذاب جو طریقہ گڑھ رہا ہے اس سے میں ابوبکر صدیق کے پاس معذرت کرتا ہوں اور اپنی براءت کا اظہار کرتا ہوں)

مسلمان ان کے خط سے بہت خوش ہوئے، اسی سلسلے میں مسلمانوں کا شاعر کہتا ہے:

لَنِعْمَ الْمَرْءُ صَهْبَانُ بْنُ شَمْرٍ لَهُ فِي قَوْمِهِ حَسَبٌ وَدِينُ
(بہترین شخص صہبان ابن شمر ہیں، وہ اپنی قوم میں بڑے معزز اور دین دار ہیں)

مراجع: الاصابۃ ۲/۱۸۸

(۱۵۴)

ضحاک ابن خلیفہ انصاری اشہلی

ضحاک بن خلیفہ بن ثعلبہ بن عدی بن کعب بن عبد الاشہل انصاری اشہلی۔

ابو حاتم نے کہا ہے کہ انھوں نے غزوہ بنو النضیر میں شرکت کی۔

ابو عمر نے لکھا ہے کہ وہ ابوجبیرہ بن ضحاک کے فرزند ہیں، انھوں نے جنگ احد میں شرکت

کی اور حضرت عمر کے عہد خلافت تک زندہ رہے۔

ابن شاہین نے روایت کیا ہے کہ ان ہی کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تمہارے پاس جنتیوں میں سے ایک شخص آئے گا، وہ بہت ہی خوبصورت ہے اور قیامت کے دن ان کا وزن احد پہاڑ کے برابر ہوگا۔“ اسی وقت حضرت ضحاک بن خلیفہ آئے۔

ابن اسحاق نے غزوہ تبوک کے واقعے میں روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ بعض منافقین شوکیہ یہودی کے گھر جمع ہوئے ہیں اور مسلمانوں کو جنگ میں شریک ہونے سے روک رہے ہیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت طلحہ کو چند لوگوں کے ساتھ روانہ کیا اور گھر سمیت ان منافقین اور شوکیہ یہودی کو جلانے کا حکم دیا، انھوں نے آپ کے حکم پر عمل کیا اور ان سبھوں کو جلادیا، ضحاک بن خلیفہ گھر کے پیچھے سے بھاگ گئے تو ان کا پیروٹوٹ گیا اور وہ اس برے انجام سے بچ گئے، اسی سلسلے میں وہ کہتے ہیں:

كَادَتْ وَبَيْتُ اللَّهِ نَارُ مُحَمَّدٍ يَسْقُطُ بِهَا الضَّحَاكُ وَابْنُ أَبِي رِقٍ
سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا أَعُوذُ لِمِثْلِهَا أَخَافُ وَمَنْ يَشْمَلُ بِهِ الرِّيحُ يَحْرِقُ
(قریب تھا کہ محمد ﷺ کے حکم سے جلائے ہوئے گھر میں ضحاک اور ابن ابیرق گر جاتے۔)

تم کو اودھ! میں اب کبھی اس طرح کے گھر میں نہیں جاؤں گا، مجھے خوف ہے کہ جس پر بھی ہوا چلے گی اس کو جلادے گی (ابن سعد کے کہنے کے مطابق یہ بھی منافق رہے ہو پھر انھوں نے اس کے بعد توبہ کی اور ان کی حالت سدھر گئی۔)

مراجع: الاصابۃ ۲/۱۹۷، الوافی بالوفیات ۳۵۳/۱۶، الاستیعاب ۲۴۱، تہذیب العرب ۳۳۹، أسد الغابۃ ۳/۳۵

(۱۵۵)

ضحاک ابن سفیان سلمی

ضحاک ابن سفیان ابن حارث ابن زائدہ ابن عبد اللہ ابن حبیب ابن مالک ابن خفاف ابن امرؤ القیس ابن بہشہ ابن سلیم سلمی۔

ابن سعد، ابن البرقی اور ابن حبان تینوں نے کہا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کی قوم کا جھنڈا ان کے حوالہ کیا۔

وشیمہ نے ”کتاب الردۃ“ میں لکھا ہے کہ وہ بنو سلیم کے علم بردار اور سردار تھے، جب ان کی قوم بنو سلیم

نے فجاءہ سلیمی کی پیروی کی تو انھوں نے اپنی قوم سے کہا: بنو سلیم! تم نے بہت برا کیا، اور انھوں نے اپنی قوم کو بہت نصیحت کی، تو قوم والوں نے ان کو گالی دی اور ان کو مارنے کے درپے ہو گئے، یہ دیکھ کر انھوں نے سفر کا ارادہ کیا اور اپنے علاقے سے نکل پڑے، اس پر قوم کو افسوس ہوا، اور ان سے درخواست کی کہ وہ ان کے ساتھ ہی رہیں، لیکن وہ نہیں رکے اور کہا: میرے اور تمہارے درمیان اب کوئی تعلق نہیں ہے، اور اس سلسلے میں شعر بھی کہا، پھر مسلمانوں کے ساتھ مل کر ان کے خلاف جنگ کی اور شہید ہو گئے، ان کا ایک شعر یہ ہے:

لَقَدْ جَرَّ الْفُجَاءَةُ عَلَى سُلَيْمٍ مَخَازِي عَارُهَا فِي الدَّهْرِ بَاقٍ
(فجاءہ بنو سلیم کے لیے رسوائیاں لے آیا جن کا عار قیامت تک باقی رہے گا)

ابو عمرو نے ضحاک سلمیٰ کے تذکرے میں نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ جب فتح مکہ کے لیے نکلے تو بنو سلیم کی تعداد نو سو تھی، رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا: کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو سو افراد کے برابر ہو؟ تاکہ ایک ہزار کی تعداد مکمل ہو جائے۔ چنانچہ ضحاک کو ایک سو افراد کے برابر مان کر تعداد پوری کی گئی، اس وقت وہ اپنی قوم کے سردار تھے۔ عباس ابن مرداس سلمیٰ نے ان کی مدح میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

إِنَّ الَّذِينَ وَقَفُوا بِمَا عَاهَدَتْهُمْ جَيْشٌ بَعَثَتْ عَلَيْهِمُ الضُّحَاكَ
أَمَرَتْهُ ذَرْبَ السِّنَانِ كَأَنَّهُ لَمَّا تَكْشَفُوا الْعُدُوَّ يَرَاكَ
طَوْرًا يُعَاقِبُ بِالْيَدَيْنِ وَتَارَةً يَفْرِي الْجَمَاجِمَ صَارِمًا بَتَاكَ
(جنھوں نے آپ کے ساتھ کیا ہوا معاہدہ پورا کیا ہے، وہ وہ لشکر ہے جس کا امیر آپ نے ضحاک کو بنایا۔
آپ نے ان کو نیزوں کی دھار کا عادی بنایا ہے، جب دشمن کے سامنے وہ آجائیں گے تو دشمن اس کی دھار دیکھ لیں گے۔
کبھی ہاتھوں سے ان کو روکا جاتا ہے اور باز رکھا جاتا ہے اور کبھی وہ کھوپڑیوں کو مضبوطی کے ساتھ بالکل ہی جسم سے جدا کر دیتے ہیں)

مراجع: الاصابۃ ۲/ ۱۹۸، الوافی بالوفیات ۱۶/ ۳۵۲، الاستیعاب ۷، طبقات خلیفہ ۱۳، تاریخ البخاری ۴/ ۳۳۱، مطرف ۴۱۲، الجرح والتعديل ۴/ ۳۵۷، انجم الکبیر للطبرانی ۸/ ۳۵۸، تھرة أنساب العرب ۲۸۲، أسد الغابۃ ۳/ ۳۶، تھذیب الأسماء واللغات ۱/ ۲۹۹، تھذیب التھذیب ۴/ ۴۲۴، البدایہ والنہایہ ۴/ ۳۲۰، معجم الشعراء، الخضر مین والا مؤتین ۲۱۸

(۱۵۶)

ضرار ابن ازور اسدی

ضرار بن ازور بن مالک بن اوس بن خزیمہ بن ربیعہ بن مالک بن ثعلبہ بن ودان بن اسد بن خزیمہ اسدی۔
ان کی کنیت ابوازور ہے، ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کی کنیت ابوہلال ہے۔

بغوی نے لکھا ہے کہ انھوں نے کوفہ میں سکونت اختیار کی۔

ابن شاپین نے ضرار سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا: میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور

میں نے یہ اشعار سنائے:

خَلَعْتُ الْقِدَاحَ وَعَزَفْتُ الْقِيَا ن وَالْخَمْرَ أَشْرِبُهَا وَالْثَمَالَ
وَكَرَّرْتُ الْمُجْبَرِفِي غَمْرَةٍ وَجُهْدِي عَلَى الْمُشْرِكِينَ الْقِتَالَ
وَقَالَتْ جَمِيلَةٌ بَدَّدْتَنَا وَطَرَحَتْ أَهْلَكَ شَيْئًا شِمَالًا
تَرَكْتُ الْخُمُورَ وَضَرَبْتُ الْقِدَاحَ وَاللَّهُوَ تَهْلِيلَةً وَأَبْتَهُالًا
فَيَارَبِّ لَا تَغُبَّنْ صَفْقَتِي فَقَدْ بَعُثَ أَهْلِي وَمَالِي بَدَالًا
(میں نے جوئے کے تیروں، باندیوں کے گانے بجانے، شراب (جس کو میں پیا کرتا تھا) اور مدہوشی کو چھوڑ دیا۔

میں جنگ میں خطرناک حملہ کرتا ہوں اور مشرکین کے خلاف سخت ترین جنگ کرتا ہوں۔

جمیلہ نے کہا: تم نے ہم کو منتشر کر دیا اور اپنے گھر والوں کو جدا کر کے شمالی علاقوں میں پھینک دیا۔

میں نے شراب، جو او راہو و لعب کو چھوڑ دیا اور اس کے بدلے لکھ شہادت کے ورد اور خشوع و خضوع کو اپنایا۔

اے میرے پروردگار! میرے سودے کو نقصان دہ نہ بنا، میں نے اپنے اہل و عیال اور میرے مال و دولت کو تیری رضا کے بدلے بیچ دیا)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ بیع سودمند ہوگئی۔

طبری نے بھی یہ روایت کی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ ان کے پاس ایک ہزار اونٹ اور ان کے چرواہے تھے، انھوں نے اسلام

کی خاطر سب کچھ چھوڑ دیا۔

ان کی وفات کے سلسلے میں اختلاف ہے، واقدی نے لکھا ہے کہ ضرار جنگ یمامہ میں شہید

ہوئے، موسیٰ بن عقبہ نے کہا ہے کہ جنادین میں شہید ہوئے، ابو نعیم نے اس قول کو صحیح کہا ہے۔

ابو عمرو بہ حرائی نے کہا ہے کہ ضرار نے حران میں سکونت اختیار کی اور وہیں ان کا انتقال

ہو گیا۔

یعقوب بن سفیان نے روایت کیا ہے کہ خالد بن ولید نے ضرار کو ایک سریہ میں بھیجا، انھوں

نے بنو اسد کے ایک محلہ پر حملہ کیا اور ایک خوبصورت عورت کو گرفتار کیا، ضرار نے اپنے ساتھیوں سے

درخواست کی کہ یہ عورت ان کو ہبہ کر دی جائے، تو انھوں نے ان کی درخواست قبول کی، انھوں نے اس

کا تذکرہ بعد میں خالد سے کیا، تو خالد بھی اس پر راضی ہو گئے، پھر انھوں نے اس کے ساتھ جماع کیا،

لیکن اپنے اس عمل پر ان کو افسوس ہوا، انھوں نے خالد سے کہا: نہیں، مجھے اطمینان نہیں ہے، تم عمر کو خط

لکھو۔ انھوں نے خط لکھا، حضرت عمر کا جوہ آیا کہ میں ان کو پتھروں سے ماروں گا یعنی رجم کروں گا۔ جب خط پہنچا تو آپ کا انتقال ہو گیا تھا، خالد نے کہا: اللہ ضرار کو رسوا نہیں کرے گا۔

کہا جاتا ہے کہ ابو جندب کے ساتھ شراب پینے والوں میں یہ بھی تھے، اس سلسلے میں ابو عبیدہ بن جراح نے حضرت عمر کو خط لکھا تو حضرت عمر نے جواب میں لکھا: ان سے پوچھو، اگر وہ کہیں کہ شراب حلال ہے تو ان کو قتل کرو، اگر وہ کہیں کہ حرام ہے تو ان کو کوڑے لگاؤ، ابو عبیدہ نے حضرت عمر کے حکم پر عمل کیا، سمجھوں نے کہا کہ حرام ہے۔

الوانی بالوفیات میں ہے کہ ضرار فتح دمشق میں شریک رہے، اس کے بعد وہ جزیرۃ العرب واپس آئے، وہیں ان کا انتقال ہو گیا، یہ بڑے شہسوار اور شاعر تھے، ضرار جنگ یمامہ میں شریک ہوئے اور انھوں نے بڑی بہادری اور جواں مردی کے ساتھ جنگ کی، یہاں تک کہ آپ کی دونوں پنڈلیاں کاٹ دی گئیں، وہ اپنی سُرین کے بل گھسٹتے ہوئے جنگ کرتے رہے، یہاں تک کہ شہید ہو گئے، آپ کی وفات ۱۳ھ میں ہوئی، آپ حضرت خالد کے ساتھ بہت سی جنگوں میں شریک ہوئے۔

مراجع: الاصابۃ ۲/۲۰۰-۲۰۱، الوانی بالوفیات ۱۶/۳۶۲-۳۶۳، طبقات ابن سعد ۶/۲۵، طبقات خلیفہ ۹، تاریخ البخاری ۴/۳۳۹، الجرح والتعديل ۴/۴۶۴، معجم الکبیر للطبرانی ۸/۳۵۳، مہرۃ أنساب العرب ۱۹۳، الاستیعاب ۴۶، تہذیب ابن عساکر ۷/۳۳، أسد الغابۃ ۳/۳۹، تاریخ الاسلام ۱/۳۷۹، سیر أعلام النبلاء ۳/۶۶، خزائن الأدب ۲/۸، الأغانی ۱۳/۳۲، سیرۃ ابن ہشام ۲۵۳، مخ المذبح ۱۳۲، معجم الشعراء، الخضر مین والا موہین ۲۱۹

(۱۵۷)

ضمیرہ ابن حارث سلمی

ضمیرہ بن حارث بن ہشام بن حبیب بن مالک سلمی۔

ابن ہشام اور اموی نے ابن اسحاق کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ضمیرہ جنگ حنین میں

شریک ہوئے۔ مندرجہ ذیل اشعار ان ہی کے ہیں:

إِذْ لَا زَالَ عَلَى رَحَالَةٍ نَهْلَةٍ حُرًّا وَيَلْحَقُ بِالنَّجَادِ إِزَارِي
يَوْمًا عَلَى أَثَرِ النَّهَابِ وَتَارَةٍ كُتِبَتْ مُجَاهِدَةً مَعَ الْأَنْصَارِ
(میں برابر تیز رفتار مضبوط اور طاقت ور گھوڑے پر چلتا ہی رہا یعنی میں نے کہیں پڑاؤ نہیں کیا اور نجد میں جا پہنچا۔)

کبھی میں لٹیروں کے پیچھے پڑتا ہوں اور کبھی میں انصار کے ساتھ جہاد کرنے والا شمار ہوتا ہوں)

اموی نے جنگ طائف کے موقع پر ان کے کہے ہوئے اشعار نقل کئے ہیں۔

مراجع: الاصابۃ ۲/۲۰۳

(۱۵۸)

ضوء یشکری

ضوء کو عہد نبوی ملا اور انھوں نے اسلام قبول کیا۔

سیف نے کتاب الفتوح میں لکھا ہے کہ پیامہ میں بعض لوگ ایسے تھے جو اپنا اسلام چھپاتے تھے، ان میں ضوء یشکری بھی تھے، انھوں نے اس سلسلے میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

إِنَّ دِينَ دِينَ النَّبِيِّ وَفِي الْقَوْمِ رَجَالٌ عَلَى الْهُدَى أَمْثَالِي
أَهْلَكَ الْقَوْمَ مُحَلِّمٌ بَنُ طَفِيلٍ وَرَجَالٌ لَيْسُوا لَنَا بِرَجَالٍ

(میرا دین اللہ کے نبی کا دین ہے، اور میری قوم میں مجھ جیسے بہت سے لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔
قوم کو محلم بن طفیل اور ان لوگوں نے ہلاک و برباد کر دیا جو ہمارے شمار میں مرد ہی نہیں ہیں)

مراجع: الاصابۃ ۲/۲۰۸

(۱۵۹)

طارق خزاعی

ابوسعید عسکری نے لکھا ہے کہ امیہ بن اسکر لیشی کے خاندان کے چند لوگوں کو صحابہ نے غزوہ مریض میں گرفتار کیا، ان کے بارے میں اطلاع طارق خزاعی نے دی تھی، وہ بنو المصطلق کے پڑوسی تھے، اس پر امیہ بن اسکر نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

لَعَمْرُكَ إِنِّي وَالْخَزَاعِيُّ طَارِقًا كَصَيْحَةِ عَادٍ حَتْفُهَا يَتَحَضَّرُ
سُمَيْثٌ بِقَوْمٍ مِنْ صَدِيقِكَ أَهْلَكُوا أَصَابَهُمْ يَوْمًا مِنَ الدَّهْرِ أَغْبَرُ

(تیری زندگی کی قسم! قبیلہ خزاعہ سے تعلق رکھنے والے طارق کو عادی کی جج نے پکڑ لیا ہے اور وہ موت کے قریب ہے۔
مجھے آپ کے دوست قبیلہ کا نام رکھا گیا ہے جو ہلاک ہو گئے، ان کو زمانے کے ایک سخت دن نے پکڑ لیا)

طارق نے جواب میں اشعار کہے، جن میں سے ایک شعر یہ ہے:

عَجِبْتُ بِشَيْخٍ مِنْ رَبِيعَةٍ مُهْتَرٍ أَمْرُهُ يَوْمٌ مِّنَ الدَّهْرِ مُنْكَرُ

(مجھے قبیلہ ربیع کے ایک سٹھیاے ہوئے بوڑھے پر تعجب ہوا، زمانے کے ایک دن اس کا معاملہ ناقابل فہم ہے)

مراجع: الاصابۃ ۲/۲۱۳

(۱۶۰)

طاہر ابن ابو ہالہ تمیمی اسدی

طاہر نبی کریم ﷺ کے پروردہ (ربیب) ہند ابن ابو ہالہ کے بھائی ہیں۔
سیف نے فتنہ ارتداد کے ابتدائی ایام کے واقعات میں ابو موسیٰ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم
ﷺ نے مجھے پانچ آدمیوں کے وفد میں یمن کے مرتدین کے خلاف جنگ کرنے کے لئے بھیجا، ان
پانچ میں معاذ، طاہر ابن ابو ہالہ، خالد بن سعید، اور عکاشہ بن ثور تھے اور ان کے ساتھ پانچواں میں تھا۔
مرزبانی نے مرتدین کے خلاف جنگ کے سلسلے میں ان کے مندرجہ ذیل اشعار نقل کیے ہیں:
فَلَمْ تَرَ عَيْنِي مِيلُ يَوْمٍ رَأَيْتُهُ بَخَبَثِ الْمَخَازِي فِي جُمُوعِ الْأَخَابِثِ
فَوَاللَّهِ لَوْلَا اللَّهُ لَا رَبَّ غَيْرَهُ لَمَافَضْ بِالْإِجْمَاعِ جَمْعُ الْعَنَاقِثِ
(جب میں نے اس کو دیکھا تو رسوائیوں کو خبیثوں کے گروہ میں پھیلانے والے کو آج کی طرح ٹیڑھا نہیں دیکھا۔
اللہ کی قسم! اگر اللہ نہیں ہوتا جس کے سوا کوئی پروردگار نہیں تو کیڑوں کی فوج کی اجتماعیت نہیں ٹوٹتی)

مراجعہ: الاصابہ ۲/۲۱۳، البدایہ والنہایہ ۶/۳۱۱، الضائع ۹، معجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۱۳۴، معجم الشعراء الخضر مین

والأموئین ۲۲۱

(۱۶۱)

طفیل ابن عمرو دوسی

طفیل ابن عمرو بن طریف بن عاص بن ثعلبہ بن سلیم بن فہم بن غنم بن دوس دوسی۔
طفیل کا لقب ذوالنور ہے۔
مرزبانی نے معجم الشعراء میں تذکرہ کیا ہے کہ وہ طفیل بن عمرو بن حمہ ہیں۔
بغوی نے لکھا ہے کہ انھوں نے شام میں سکونت اختیار کی تھی۔
بخاری نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ طفیل بن عمرو دوسی رسول اللہ ﷺ کے پاس
آئے اور کہا: اللہ کے رسول! قبیلہ دوس نے نافرمانی کی ہے، آپ ان کے حق میں بددعا کیجئے۔ رسول
اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! دوس کو ہدایت دے۔

ابن اسحاق نے طفیل بن عمرو دوسی کے اسلام لانے کا طویل واقعہ بیان کیا ہے، اسی میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو ذوالکفین بت کی طرف اس کو ڈھانے کے لیے روانہ کیا جو عمرو بن حمہ کا بت تھا، چنانچہ طفیل نے اس کو جلایا اور مندرجہ ذیل اشعار کہے:

يَا ذَا الْكَفَيْنِ لَسْتُ مِنْ عَبَادِكَ مَيْلًا ذُنَا أَقْدَمُ مِنْ مَيْلَادِكَ
إِنِّي حَشَوْتُ النَّارَ فَيُفْوَادِكَ

(اے ذوالکفین! میں تمہارے پرستاروں میں سے نہیں ہوں، ہماری پیدائش تمہاری پیدائش سے پہلے کی ہے۔ میں نے تمہارے دل میں آگ بھردی)

اسی واقعہ میں ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ انھوں نے حضرت ابوبکر کے عہد خلافت میں خواب دیکھا کہ ان کا سر مونڈھ دیا گیا اور منہ سے ایک پرندہ نکلا اور ایک عورت نے اس کو اپنی فرج میں داخل کیا، ان کے فرزند نے اس کو بہت زیادہ تلاش کیا، لیکن ان کو نہیں ملا۔ طفیل نے اس خواب کی تعبیر یہ نکالی کہ ان کا سر کاٹ دیا جائے گا، پرندہ ان کی روح ہے اور عورت وہ زمین ہے جس میں ان کو دفن کیا جائے گا اور ان کے فرزند عمرو بن طفیل شہادت کی تلاش میں رہیں گے، لیکن وہ شہادت سے سرفراز نہیں ہوں گے، طفیل جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

یہ واقعہ ابن سعد اور ابن الکلی نے بھی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

ابن سعد نے لکھا ہے کہ طفیل مکہ آ کر مسلمان ہوئے اور اپنی قوم میں واپس چلے گئے، پھر انھوں نے عمرۃ القضا کے موقع پر نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی اور فتح مکہ میں شریک ہوئے۔ ابن ابوحاتم نے لکھا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو لے کر جنگ خیبر کے موقع پر آئے۔

ابن الکلی نے لکھا ہے کہ طفیل کو ذوالنور کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے ان کی قوم کے لیے دعا دی، طفیل نے آپ سے کہا: مجھے ان کے پاس بھیجئے اور میرے لیے کوئی نشانی دیجئے، آپ نے دعا فرمائی: اے اللہ! ان کو نور عطا فرما، چنانچہ ان کی آنکھوں کے درمیان ایک نور پھوٹ پرا۔ یہ دیکھ کر انھوں نے کہا: اے میرے پروردگار! مجھے خوف ہے کہ لوگ کہیں گے: یہ عیب ہے، چنانچہ وہ نور ان کے کوڑے کے کنارے میں منتقل ہو گیا، وہ کوڑا تاریک رات میں روشن ہوتا تھا۔

ابوالفرج اصہبانی نے لکھا ہے کہ طفیل جب مکہ آئے تو قریش کے چند لوگوں نے ان سے نبی کریم ﷺ کا تذکرہ کیا اور ان سے درخواست کی کہ آپ کی جانچ کریں۔ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس

آئے اور اپنے اشعار سنائے، جواب میں نبی کریم ﷺ نے سورہ اخلاص، سورہ ناس اور سورہ فلق سنائی تو سنتے ہی وہ مسلمان ہو گئے اور اپنی قوم میں نور والی نشانی لے کر واپس ہو گئے، اپنے والدین کو اسلام کی دعوت دی، والد نے تو اسلام قبول کیا، لیکن ماں نے اسلام قبول نہیں کیا، اور قوم میں سے صرف ابو ہریرہ مسلمان ہوئے، پھر طفیل آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: کیا آپ کے لیے مضبوط قلعہ یعنی سرزمین دوس چاہیے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ دوس کے لیے دعا کی تو طفیل نے کہا: میرا مطلب یہ نہیں تھا۔ آپ نے فرمایا: ”ان میں تمھاری طرح بہت سے لوگ ہیں۔“

مرزبانی نے لکھا ہے کہ جب طفیل ابن عمر و مسلمان ہوئے تو قریش والوں نے ان کو دھمکایا، اس پر طفیل نے قریش کو مخاطب کرتے ہوئے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

أَلَا أُنَبِّغُ لَدَيْكَ بَنِي لُؤَيٍّ عَلَى الشَّنَّانِ وَالْعَضَبِ الْمَرْدِ
بِأَنَّ اللَّهَ رَبُّ النَّاسِ فَرْدٌ تَعَالَى جَدُّهُ عَنْ كُلِّ نِدٍّ
وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدٌ رَسُولٌ دَلِيلُ هَدًى وَمُوضِحٌ كُلِّ رُشْدٍ
وَأَنَّ اللَّهَ جَلَّلَهُ بِهَاءٍ وَأَعْلَى جَدُّهُ فِي كُلِّ جَدٍّ

(سن لو! اپنے قبیلے بنو لؤی کو تیز سرکش زبان اور سختی کے ساتھ یہ بات پہنچا دو۔
کہ اللہ تمام لوگوں کا پروردگار ہے، وہ تنہا ہے، وہ ہر شریک سے بلند و بالا ہے۔
اور محمد اللہ کے رسول اور بندے ہیں، ہدایت کے رہنما اور ہر بھلائی کی وضاحت کرنے والے ہیں۔
اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جمال و خوبصورتی عطا فرما کر عظیم بنادیا ہے اور ان کے مرتبے کو ہر ایک کے مرتبے سے بلند کیا ہے)
ابن سعد اور ابن الکلبی نے کہا ہے کہ آپ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ دوسرا قول یہ کہ جنگ یرموک میں شہید ہوئے، ابن حیان نے یہ قول نقل کیا ہے۔ موس بن عقبہ نے ابن شہاب سے اور ابوالاسود نے عروہ سے نقل کیا ہے کہ طفیل جنگ اجنادین میں شہید ہوئے۔

مراجع: الاصابۃ ۲/۲۱۶-۲۱۸، سیرت النبی سید سلیمان ندوی ۲/۴۱۳، الاعلام ۳/۲۲۷، الاغانی ۱۳/۲۴۳، خزائن الأدب ۷/۲۳۰، الضائع ۸۱، معجم الشعراء ذاکر عقیف ۱۳۶، مخ المذبح ۱۳۸، معجم الشعراء الخضر مین والاموین ۲۲۴-۲۲۵

(۱۶۲)

طماح ابن یزید عقیلی ثم خویلدی

مرزبانی نے ”معجم الشعراء“ میں طماح کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ مخضرم شاعر ہیں اور ان کی طرف بہت سے اشعار منسوب ہیں۔

مراجع: الاصابۃ ۲/۲۲۹

(۱۶۳)

ظہیان ابن کراد ایدی / ثقفی

ابو عمر نے لکھا ہے کہ ظہیان نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور انھوں نے اسلام قبول کیا، انھوں نے ظہیان کے سلسلے میں طویل روایت بیان کی ہے، اسی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان ہی کے علاقے میں ان کو جاگیر عطا فرمائی، ظہیان کے چند اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

فَأَشْهَدُ بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ وَبِالصَّفَا شَهَادَةً مِنْ إِحْسَانِهِ مُتَقَبَّلُ
بِأَنَّكَ مُحَمَّدٌ لَدَيْنَا مُبَارَكٌ وَفِيَّ أَمِينٌ صَادِقُ الْقَوْلِ مُرْسَلُ
(چنانچہ میں بیت عتیق اور صفا پہاڑی کو گواہ بنا کر کہتا ہوں، یہ گواہی اللہ کا فضل قبول کرتے ہوئے دے رہا ہوں۔)

کہ آپ ستودہ صفات ہیں، ہمارے نزدیک مبارک ہیں، اور آپ امانت دار، سچے اور اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے رسول ہیں)

والا موبین ۲۷

(۱۶۴)

عامر ابن اکوع

عامر بن سنان، چھ ہجری کو جنگ خیبر میں شہید ہوئے، جب رسول اللہ ﷺ نے خیبر کی طرف کوچ کیا تو وہ رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے سواروں کے آگے آگے چلنے لگے، وہ کہہ رہے تھے:

وَاللّٰهُ لَوْ لَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
إِنَّا إِذَا قَوْمٌ بَغَوْا عَلَيْنَا وَإِنْ أَرَادُوا فِتْنَةً أَبَيْنَا
وَنَحْنُ عَنْ فَضْلِكَ مَا اسْتَغَيْنَا وَتَبَّتِ الْأَقْدَامُ إِنْ لَا قَيْنَا
وَأَنْزَلُنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا

(اللہ کی قسم! اگر اللہ کی ذات نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہیں پاتے، نہ ہم صدقہ کرتے اور نہ نماز پڑھتے۔)

جب کوئی قوم ہم پر سرکشی کرتی ہے تو اور فتنہ برپا کرنا چاہتی ہے تو ہم دبتے نہیں ہیں۔

اور ہم آپ کے فضل سے بے نیاز نہیں ہیں، اے اللہ! جب جنگ شروع ہو تو ہم کو ثابت قدم رکھ۔

اور ہم پر سکینت نازل فرما)

رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا: ”یہ کون ہیں؟“ لوگوں نے کہا: اللہ کے رسول: عامر ابن اکوع ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ ان کی مغفرت فرمائے“۔ رسول اللہ ﷺ نے جس کے لیے بھی مغفرت کی دعا کی، وہ ضرور شہید ہوا۔ جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو کہا: کاش آپ ہم کو عامر سے مزید لطف اندوز فرماتے۔ جنگ خیبر میں انھوں نے مرحب یہودی کو اپنے مقابلے کے لیے بلایا تو مرحب نے کہا:

قَدْ عَلِمْتُ خَيْرُ اَنْتِي مَرْحَبُ شَاكِي السِّلَاحِ بَطْلٌ مُجَرَّبُ
اِذَا الْحُرُوبُ اَقْبَلَتْ تَلَهَّبُ

(خیبر والے اس بات سے واقف ہیں کہ میں مرحب ہوں، ہتھیاروں سے لیس بہادر، تجربہ کار ہوں، جب جنگیں بھڑک اٹھتی ہیں)

عامر نے بھی جواب میں یہ رجز پڑھا:

قَدْ عَلِمْتُ خَيْرُ اَنْتِي عَامِرُ شَاكِي السِّلَاحِ بَطْلٌ مُغَامِرُ
(خیبر والوں کو یہ بات معلوم ہے کہ میں عامر ہوں، ہتھیاروں سے لیس بہادر اور دشمنوں کی صفوں میں گھس کر حملہ کرنے والا ہوں)

دونوں نے تیغ زنی شروع کی تو مرحب کی تلوار عامر کی ڈھال پر پڑی اور عامر کی تلوار کا وار پلٹ کر ان ہی کی پنڈلی پر لگا جس سے ان کی رگ پھٹ گئی، اور اسی زخم کی وجہ سے وہ شہید ہو گئے، لوگوں نے کہا کہ عامر نے خودکشی کی، ان کے بھتیجے سلمہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور یہ بات آپ سے بتائی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے یہ کہا ہے، اس نے جھوٹ کہا ہے، بلکہ ان کے لیے دوا جر ہیں۔“

مراجع: الوانی بالوفیات ۱۶/۵۸۱-۵۸۲، واقعی ۲/۶۳۸-۶۳۹ تذکرہ جنگ خیبر، الہدایہ والنہایہ ۳/۱۸۳، ۱۸۹، ۲۱۵، معجم الشعراء
المنخر مین والا موتین ۲۳۳

(۱۶۵)

عامر ابن طفیل ابن حرت ازدی

وشیمہ نے کتاب الردۃ میں ابن اسحاق کے حوالے سے تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ اپنی قوم کی طرف سے حضرت محمد ﷺ کے پاس آئے تھے، زمن ارتداد میں وہ اپنی قوم کے ذمے دار تھے اور اسلام کے خلاف بھڑکاتے تھے۔

انھوں نے نبی کریم ﷺ پر مرثیہ کہا ہے:

بَكَتِ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ عَلَى النُّوْ
مَنْ هَدَيْنَا بِهِ إِلَى سَبِيلِ الْحَقِّ وَكُنَّا لَا نَعْرِفُ الْمِنْهَاجَا
(آسمان اور زمین اس نور اور روشنی پر روئے جو بندوں کے لیے چراغ کے مانند تھی۔

ان ہی کی وجہ سے ہماری حق کے راستے کی طرف رہنمائی ہوئی جب کہ ہم اس سے پہلے صحیح راستے کو جانتے ہی نہیں تھے)

مراجع: الاصابہ ۲/۲۳۲، الاعلام ۳/۲۵۲، الاغانی ۱۶/۳۰۳-۳۲۱، ۱۷/۶۷-۶۸، المالی ۲/۲۵۵، ۱۱۳/۳، البدایہ والنہایہ ۵/۵۱-۵۲، تاریخ الأدب العربی بروکلمان ۱/۱۷، تاریخ الأدب العربی بلاشیر ۲/۹۹، تاریخ الأدب العربی زیدان ۱/۱۳۸، تاریخ الأدب العربی فروخ ۲۱۹، دیوان الشعر العربی ۱/۱۷۸، طبقات فحول الشعراء ۱۱۱-۱۱۲، العصر الجاہلی شوقی ضیف ۳۶۷-۳۶۸، العقد الفرید، معجم الشعراء للمرزبانی ۲۲۲، معجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۱۳۲، مخ المذبح ۱۳۲، معجم الشعراء الخضر مین والاموئین ۲۳۵-۲۳۶) آپ کا دیوان لیڈن سے ۱۹۱۳ء کو جارج لیبال نے شائع کیا، دارصادر بیروت سے ۱۹۵۹ء کو شائع ہوا، اور اردن دارعمار سے ۱۹۹۵ء کو شائع ہوا ہے جس پر انور علیان ابولیم نے تحقیق کی ہے۔

(۱۶۶)

عامر بن فہیرہ تمیمی

(ابوبکر کے آزاد کردہ غلام)

عامر بن فہیرہ تمیمی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ ان کا شمار سابقین اولین میں ہوتا ہے۔ مکہ میں اللہ کے راستے میں ان کو بہت زیادہ ستایا گیا۔

حضرت عائشہ نے ہجرت کے واقعہ میں ان کا تذکرہ کیا ہے کہ ان کے ساتھ عامر بن فہیرہ بھی نکلے، جب ہم مدینہ آئے تو نبی کریم ﷺ کے ساتھیوں کو شکایت ہوئی اور وہ بیمار ہو گئے، ان میں ابو بکر، بلال اور عامر بن فہیرہ تھے، عامر بن فہیرہ کو جب بخار ہوا تو انھوں نے یہ اشعار کہے:

إِنِّي وَجَدْتُ الْمَوْتَ قَبْلَ ذَوْقِهِ إِنَّ الْجَبَانَ حَتَفُهُ مِنْ فَوْقِهِ
كُلُّ امْرِءٍ مُجَاهِدٌ بِطَوِّقِهِ كَالثَّوْرِ يَحْمِي جِلْدَهُ بِرَوْقِهِ
(میں نے موت کا مزہ چکنے سے پہلے ہی موت کو پالیا، بزدل کی موت اس کے اوپر سے آتی ہے۔

ہر آدمی اپنی طاقت کے مطابق کوشش کرتا ہے، جس طرح بیل دم سے اپنی جلد کی حفاظت کرتا ہے)

ابن اسحاق نے مغازی میں حضرت عائشہ سے روایت کہا ہے کہ عامر بن فہیرہ قبیلہ ازد سے تعلق رکھتے ہیں، وہ طفیل بن عبد اللہ بن سخیرہ کے غلام تھے، حضرت ابوبکر نے ان کو خرید اور آزاد کر دیا، وہ بہترین مسلمان تھے۔

ابن اسحاق اور مغازی کے تمام مؤلفین نے ہر معونہ میں شہید ہونے والوں میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔

ابن اسحاق ہی نے عروہ سے روایت کیا ہے کہ عامر ابن طفیل کہا کرتے تھے: تم میں سے وہ کون شخص ہے کہ جب ان کو قتل کیا گیا تو میں نے ان کو آسمان اور زمین کے درمیان اٹھتے ہوئے دیکھا؟ لوگوں نے کہا: عامر بن فہیرہ۔ یہ واقعہ چار ہجری کا ہے، اس وقت ان کی عمر ۴۰ سال تھی۔ ان کو عامر بن طفیل نے ہی قتل کیا تھا۔ ان کو قتل کے بعد آسمان پر اٹھایا گیا، مقتولین میں ان کی لاش نہیں ملی۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے دار ارقم میں جانے سے پہلے ہی اسلام قبول کیا۔

مراجع: الاصابۃ ۲/۲۳۷، الوافی بالوفیات ۱۶/۵۸۰-۵۸۱، الاستیعاب ۷۹۶، طبقات ابن سعد ۳/۱۶۴، طبقات خلیفہ ۴، تمہدۃ أنساب العرب ۲۸۶، أسد الغابۃ ۳/۹۰، تہذیب التہذیب ۵/۸۰

(۱۶۷)

عاصم ابن ثابت ابن ابوالح

عاصم بن ثابت کو حضور اکرم ﷺ نے سات لوگوں کے ساتھ قبیلہ عضل اور قارہ کو اسلام کی تعلیمات سکھانے کے لیے روانہ کیا اور ان ہی کو امیر بنایا، یہ ساتوں صحابہ اس سفر میں سازش کے ذریعہ قتل کر دیے گئے۔

واقدی نے لکھا ہے کہ جب سفیان بن خلد بن نج ہذلی کو قتل کیا گیا تو بنو لحيان کے لوگ قبیلہ عضل و قارہ کے پاس گئے اور ان کو یہ صلاح دی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس چلے جائیں اور آپ سے گفتگو کریں اور کہیں کہ وہ اپنے چند ساتھیوں کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے ان کے ساتھ بھیجیں، جو لوگ آئیں گے، ان میں سے جس نے ہمارے آدمی یعنی سفیان کو قتل کیا ہے، ہم ان کو قتل کریں گے اور باقی لوگوں کو گرفتار کر کے مکہ لے جائیں گے اور قریش کے ہاتھوں بیچ دیں گے، کیوں کہ ان کے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ کوئی چیز نہیں ہے کہ ان کے پاس محمد کے کسی ساتھی کو گرفتار کر کے لایا جائے، وہ جنگ بدر کے اپنے مقتولین کے بدلے ان کا مثلہ کریں گے اور قتل کر کے انتقام لیں گے، عضل اور قارہ کے سات لوگ آپ ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے درخواست کی کہ ہم میں اسلام بہت پھیل رہا ہے، چناں چہ آپ ہمارے ساتھ اپنے چند ساتھیوں کو قرآن سکھانے اور اسلام کی تعلیم دینے کے لیے بھیجیں، آپ ﷺ نے سات صحابہ کو بھیجا، جن میں عاصم بن ثابت بھی تھے، جب وہ نکل کر ہذیل کے کنوئیں رجع کے پاس پہنچے تو عضل اور قارہ کے لوگ مسلمانوں کو چھوڑ کر چلے گئے، بنو لحيان کے لوگوں نے آواز لگائی، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین یہ دیکھ کر گھبرا گئے کہ ایک سو تیرا انداز ان کے مقابلے میں کھڑے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں تلواریں بھی ہیں،

یہ دیکھ کہ صحابہ نے اپنی تلواریں سوئی، اور مقابلے کے لیے سامنے آ گئے، دشمنوں نے کہا: ہم تمہارے ساتھ جنگ کرنا نہیں چاہتے، ہم تو صرف اتنا چاہتے ہیں کہ تم کو مکہ والوں کے حوالے کر کے ان سے قیمت وصول کریں، تمہارے لیے اللہ کا عہد و پیمان ہے کہ ہم تم کو قتل نہیں کریں گے۔

خبیب بن عدی، زید بن دشنہ اور عبداللہ بن طارق نے اپنے آپ کو ان کے حوالہ کیا، خبیب نے کہا: ان پر میرا ایک احسان ہے۔ البتہ عاصم ابن ثابت، مرشد، خالد بن ابوبکر اور معتب ابن عبید نے ان کی پناہ اور امان قبول کرنے سے انکار کر دیا، عاصم نے کہا: میں نے نذر مانی ہے کہ میں کسی مشرک کی کبھی پناہ قبول نہیں کروں گا۔ یہ کہہ کر حضرت عاصم دشمن کے ساتھ جنگ کرنے لگے اور مندرجہ ذیل اشعار گانے لگے:

مَاعَلَيْتِي وَأَنَا جَلْدٌ نَابِلٌ النَّبْلُ وَالْقَوْسُ لَهَا بَلَابِلُ
تَزِلُّ عَنْ صَفْحَتِهَا الْمَعَابِلُ الْمَوْتُ حَقٌّ وَالْحَيَاةُ بَاطِلُ
وَكُلُّ مَا حَمَّ إِلَيْهِ نَازِلُ بِالْمَرْءِ وَالْمَرْءِ إِلَيْهِ آئِلُ
إِنْ لَّمْ أَقَاتِلْكُمْ فَأُمِّي هَابِلُ

(مجھے کون سا عذر ہے حالانکہ میں مضبوط، بہادر اور تیر انداز ہوں، تیر اور کمان مضطرب اور بے چین ہیں کہ اپنا کام کریں۔

اس کمان کی پیٹھ سے لمبی تیز تیریں پھسل کر نکلتی ہیں، موت حق ہے اور زندگی باطل ہے۔
اللہ نے جس کا بھی فیصلہ کیا ہے وہ ہو کر رہے گا اور آدمی اس کی طرف لوٹ کر جانے والا ہے۔
اگر میں تمہارے خلاف جنگ نہ کروں تو میری ماں مجھ پر روئے)

انھوں نے اپنی تلوار کی نیام توڑ دی، پھر جنگ کرنے لگے یہاں تک کہ شہید ہو گئے، انھوں نے دو دشمنوں کو زخمی اور ایک کو قتل کر دیا، عاصم جنگ کے دوران یہ اشعار بھی گارہے تھے:

أَنَا أَبُو سُلَيْمَانَ وَمِثْلِي رَامِي وَرَثْتُ مَجْدًا مَعْشَرًا كِرَامًا
أَصَبْتُ مَرْثَدًا وَخَالِدًا قِيَامًا

(میں ابوسلیمان ہوں، اور مجھ جیسا بہادر تیر انداز کی کفن سے واقف ہے، مجھے عزت و شرافت باعزت لوگوں سے وراثت میں ملی ہے۔

میں نے مرشد اور خالد کو کھڑے کھڑے مار دیا)

مراجع: واقدی/۱-۳۵۵-۳۵۶، صور من حياة الصحابة تذکرہ عاصم

(۱۶۸)

عباد بن بشر

کعب بن اشرف یہودی نبی کریم ﷺ کی ہجو میں اشعار کہا کرتا تھا اور آپ کو رسوا کرنے کی کوشش کرتا تھا، اسی سلسلے میں اس نے قبیلہ غطفان کا سفر کیا اور ان کو آپ کے خلاف بھڑکایا، رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا: کون میرے لیے کعب بن اشرف کے لیے کافی ہوگا، پورا واقعہ عباد بن بشر نے اپنے ان اشعار میں ڈھالا ہے:

صَرَخْتُ لَهُ فَلَمْ يُعْرِضْ لَصَوْتِي وَأَوْفَى طَالِعًا مِنْ فَوْقِ خَدْرٍ
فَعُدْتُ لِمَقَالٍ مِنَ الْمُنَادِي فَقُلْتُ أَخُوكَ عَبَادُ بْنُ بَشْرٍ
وَهَذَا دُرْعُنَا رَهْنًا فَخُذْهَا لَشَهْرَانٍ وَقْتُتُ أَوْ نِصْفُ شَهْرٍ
فَأَقْبَلْ نَحُونَا يَسْعَى سَرِيْعًا وَقَالَ لَنَا لَقَدْ جِئْتُمْ لِأَمْرٍ
فَشَدَّ بِسَيْفِهِ صَلْتًا عَلَيْهِ فَقَنَطَرَهُ أَبُو عَبَسَ بْنِ جَبْرِ
وَكَانَ اللَّهُ سَادِسْنَا فَأَبْنَا بِأَنْعَمِ نِعْمَةٍ وَأَعَزَّ نَصْرِ
وَجَاءَ بِرَأْسِهِ نَفَرٌ كَرَامٌ هُمْ نَاهِيكَ مِنْ صَدَقٍ وَبِرٍّ
(میں نے اس کو پکارا، لیکن اس نے میری آواز پر توجہ نہیں دی، وہ پردے کے پیچھے سے آیا اور اس نے جھانک کر نیچے دیکھا۔

میں نے دوبارہ بڑی آواز سے پکارا اور میں نے کہا: میں تمہارا بھائی عباد بن بشر ہوں۔

یہ ہماری زر ہیں رہن ہیں، چنانچہ دو مہینوں کی مہلت پر یا ڈھائی مہینے کی مہلت پر لو۔

وہ دوڑتا ہوا ہمارے پاس آیا اور اس نے ہم سے کہا: تم کسی بڑے معاملے کے سلسلے میں آئے ہو۔

چنانچہ ابوعبیس ابن جبر نے اس پر تلوار سونپی اور اس کو ڈھیر کر دیا۔

ہمارے پانچوں کے ساتھ اللہ تھا، چنانچہ ہم سب سے بڑی نعمت سے سرفراز ہو کر اور بڑی فتح سے ہم کنار ہو کر واپس

ہوے۔

اس کا سر لے کر بہترین اور شریف گروہ آیا، جو سچے اور نیکوکار ہیں)

عباد بن بشر نے مدینہ میں مصعب بن عمر کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا، انھوں نے جنگ بدر، جنگ احد اور دوسرے تمام غزوات میں شرکت کی، ان کا شمار فضلاء صحابہ میں ہوتا ہے، رات کی تاریکی میں ان کا عصا چمکتا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا: بنی عبدالاشہل میں تین لوگ

ایسے ہیں، رسول اللہ کے بعد ان سے افضل کوئی نہیں ہے: سعد بن معاذ، اسید بن حضیر، عباد بن بشر۔
آپ جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے۔

مراجع: الاصابۃ ۳/۱۹۵، ۲/۲۵۳-۲۵۵، الوافی بالوفیات ۱۶/۶۱۰-۶۱۲، واقدی ۱۸۳-۱۹۵ قصہ قتل کعب ابن اشرف

(۱۶۹)

عباس ابن انس سلمی

عباس بن انس عامر سلمیٰ ثم دلی۔

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ عباس بن انس نبی کریم ﷺ کے والد عبد اللہ بن عبد المطلب کے تجارتی پارٹنر تھے، انھوں نے مشرکین کے ساتھ جنگِ خندق میں شرکت کی، جب اللہ تعالیٰ نے احزاب کو شکست دی تو عباس بن انس نے بنو سلیم کے ساتھ اسلام قبول کیا۔

ابو الفرج اصہبانی نے کہا ہے کہ وہ بنو سلیم کے سردار تھے۔ ان کی وفات نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ہوئی، مرزبانی نے ان کے یہ اشعار نقل کیے ہیں:

وَأَهْلَكْنِي أَنْ لَا يَزَالُ يَكِيدُنِي أَخُو حَنْقِي فِي الْقَوْمِ حِرَابٌ عَامِرٌ
أَكْرُ إِذَا مَا الْخَيْلُ كَانَتْ كَانَهَا فَنَابِلٌ يَمْلُوهَا فَنَا مُتَوَاتِرٌ
(اور مجھے اس بات نے ہلاک کر دیا کہ میرے خلاف قوم کا جھگڑا الوحسدی شخص عامر سازشیں کرتا ہے۔

وہ سخت حملہ کرتا ہے، جب فوج کی ٹکڑیوں میں متواتر نیزے چلنے لگتے ہیں اور گھمسان کی جنگ شروع ہوتی ہے)

مراجع: الاصابۃ ۱/۲۶۲

(۱۷۰)

عبدالحجر ابن سراقہ کلابی

عبدالحجر بن سراقہ بن جعفر بن کلاب عامری کلابی، یہ احوص کے بھائی ہیں۔

مرزبانی نے معجم الشعراء میں لکھا ہے کہ انھوں نے جنگِ قادسیہ میں شرکت کی اور اپنی اونٹنی کو

ذبح کیا اور کہا:

وَمَاعَقَرْتُ بِالسَّلْحَتَيْنِ مَطِيئِي وَبِالْجُسْرِ إِلَّا خَشْيَةً أَنْ أُعْيَرَ

(میں نے ’سختین‘ اور ’جسر‘ میں اپنی اونٹنی کو اس خوف سے ذبح کیا کہ مجھے یہ کام نہ کرنے پر عار دلایا جائے گا)
مراجع: الاصابۃ ۳/۹۶، الضائع ۶-۷-۷۷، معجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۱۴۲، معجم الشعراء الخضر مین والا موبین ۲۵۷

(۱۷۱)

عبدالحرث ابن انس ابن دیان حارثی

ابن اسحاق نے مغازی میں اور وثیمہ نے کتاب الردۃ میں روایت کیا ہے کہ جب اہل نجران کو نبی کریم ﷺ کی وفات کی خبر پہنچی اور انھوں نے اسلام سے پھر جانے کا ارادہ کیا تو عبدالحرث بن انس کھڑے ہو گئے (وہ اہل نجران کے سرداروں میں سے تھے) اور کہا: نجران والو! جو تم کو اس دین پر ثابت قدم رہنے کا حکم دے گا، وہ تمہارا خیر خواہ ہے، اور جو تم کو اس دین سے پھر جانے کا حکم دے گا، سمجھو کہ وہ تم کو دھوکہ دے رہا ہے، انھوں نے اپنے خطاب کے اخیر میں کہا: اللہ کے نبی تمہارے سامنے تھے پھر ان کو وفات آئی، لیکن جو کتاب وہ لائے ہیں وہ باقی ہے، چنانچہ جو ان کا حکم ہے وہ حکم قیامت تک باقی رہے گا اور جو نبی ہے وہ بھی قیامت تک باقی رہے گی، پھر انھوں نے یہ اشعار کہے:

وَنَحْنُ بِحَمْدِ اللَّهِ هَامَةٌ مَذْحَجٌ بَنُو الْحَرِثِ الْخَيْرِ الَّذِينَ هُمْ مَدْرُ
وَنَحْنُ عَلَى دِينِ النَّبِيِّ نَرَى الدِّينَ نَهَانَا حَرَامًا مِنْهُ وَالْأَمْرُ مَا أَمْرُ
(اور ہم اللہ ہی کے فضل و احسان سے بنو مذحج کے سردار ہیں، ہمارا تعلق قبیلہ حرث سے ہے جو بہترین قبیلہ ہے اور وہ شہری علاقوں کے رہنے والے ہیں۔)

اور ہم اللہ کے نبی کے دین پر ثابت قدم ہیں، جس چیز سے آپ نے ہم کو منع فرمایا اس کو ہم حرام سمجھتے ہیں اور جس کا حکم دیا ہے اس کو فرض سمجھتے ہیں)

اہل نجران نے ان کی باتوں کو قبول کیا اور اسلام پر ثابت قدم رہے۔

مراجع: الاصابۃ ۲/۳۸۰

(۱۷۲)

عبدالرحمن ابن ازور اسدی

یہ مشہور صحابی ضرار بن ازور کے بھائی ہیں، جب طلحہ بن خویلد نے نبوت کا دعویٰ کیا تو وہ اپنی قوم کے ساتھ تھے۔ پھر انھوں نے اپنے علاقے اور قوم کو خیر باد کہا اور اپنے بھائی ضرار کو مخاطب کرتے

ہوئے ایک قصیدہ کہا تا کہ ضرار مقام بطاح کے مرتدین کے خلاف جہاد کرنے کی انصار کو ترغیب دیں:
 قَدْ قُلْتُ لِلْمَرْءِ الشَّقِيقِ ضَرَّارَ طَالَ الْبُكَاءُ لِفُرْقَةِ الْأَنْصَارِ
 (میں نے اپنے حقیقی بھائی ضرار سے کہہ دیا ہے کہ انصار کی جدائی پر رونا بہت طویل ہو گیا ہے)
 وشمہ نے ابن اسحاق کے واسطے سے ان کا تذکرہ کیا ہے۔

مراجع: الاصابہ ۳/۹۶، معجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۱۳۳، مخ المذبح ۱۸۷، معجم الشعراء الخضر مین والا موئین ۲۵۸

(۱۷۳)

عبدالرحمن ابن حسنل جمحی

ابن کلبی نے کہا ہے کہ ان کے والد یمنی تھے، انھوں نے مکہ میں سکونت اختیار کی اور وہاں ان کے دو لڑکے کلدہ اور عبدالرحمن پیدا ہوئے، وہ دونوں صفوان بن امیہ بن خلف جمحی کے ساتھ رہتے تھے۔
 ابن سعد نے واقدی سے روایت کیا ہے کہ عبدالرحمن کا لے تھے۔
 قد امی نے ”فتوح الشام“ میں لکھا ہے کہ عبدالرحمن دمشق کی فتح میں شریک تھے اور خالد بن ولید نے ان کو جنادین کی فتح کی خوش خبری دینے کے لیے حضرت ابوبکر کے پاس بھیجا ہے۔
 ابن خالویہ نے سیف الدولہ کو دمشق کے بارے میں دریافت کرنے کے لیے خط لکھا کہ یہ عربی شہر ہے یا عجمی۔ اسی خط میں تذکرہ ہے کہ عبدالرحمن بن حسنل جمحی نے یہ اشعار کہے، اس وقت وہ یزید بن ابوسفیان کی فوج میں تھے:

أَبْلَغُ أَبَا سُفْيَانَ عَنَّا فَإِنَّا عَلَى خَيْرِ حَالٍ كَانَ جَيْشُ يَكُونُهَا
 وَإِنَّا عَلَى بَابِي دِمَشْقَةَ نَرْتَمِي وَقَدْ حَانَ مِنْ بَابِ دِمَشْقَةَ حِينَهَا
 (ابوسفیان کو ہماری طرف سے یہ بات پہنچاؤ کہ ہم ایسے ہی بہترین حال میں ہیں، جس طرح لشکر بہترین حال میں ہو سکتا ہے۔

ہم شہر دمشق کے دروازے کے قریب پہنچ رہے ہیں اور دمشق کا وقت آچکا ہے)
 علانی نے مصعب سے روایت کیا ہے کہ عبدالرحمن ہجو گو شاعر تھے، انھوں نے حضرت عثمان کی ہجو میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

أَحْلَفُ بِاللَّهِ رَبِّ الْعِبَادِ مَا خَلَقَ اللَّهُ شَيْئًا سُدًى
 وَلَكِنْ خَلَفَتْ لَنَا فِتْنَةٌ لَكِنْ نُتَلَّى بِكَ أَوْ تُتَلَّى

دَعَوْتُ الطَّرِيدَ فَأَذْنَيْتَهُ خِلَافًا لِمَا سَنَّهُ الْمُصْطَفَى
وَمَا لَا أَتَاكَ بِهِ الْأَشْعَرِيُّ مِنَ الْفَى أَعْطَيْتَهُ مَنْ دَنَا
وَأَنَّ الْأَمِينِينَ قَدْ بَيَّنَّا مَنَارَ الطَّرِيقِ عَلَيْهِ الْهُدَى
(میں بندوں کے پروردگار اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ اللہ نے کوئی چیز بیکار پیدا نہیں کی ہے۔

لیکن آپ نے ہمارے لیے فتنہ چھوڑ دیا ہے، لیکن ہم آپ کی وجہ سے آزمائش میں مبتلا ہوں گے یا آزمائش میں ہوں گے۔
تم نے حضرت مصطفیٰ کی سنت کے خلاف در ماندہ کو بلایا اور اس کو اپنے قریب کیا۔

تم کو اشعری نے مال غنیمت دیا تو تم نے یہ مال قریبی رشتے داروں کو دیا۔

حالاں کہ امانت داروں یعنی ابو بکر و عمر نے صحیح راستہ واضح کر دیا ہے جس پر چلنے میں ہدایت ہے)

عثمان نے اس جرم میں ان کو خیبر میں قید کرنے کا حکم دیا۔

مرزبانی نے معجم الشعراء میں نقل کیا ہے کہ انھوں نے جیل میں یہ اشعار کہے:

إِلَى اللَّهِ أَشْكُو لَا إِلَى النَّاسِ مَا عَدَا أَبَا حَسَنٍ غَلًّا شَدِيدًا أَكَابِدُهُ
بَخِيرَ فِي فَعْرِ الْغَمُوصِ كَأَنَّهَا جَوَانِبُ قَبْرِ أَعْمَقِ اللَّحْدِ لَا حُدُّهُ
أَنَّ قُلْتُ حَقًّا أَوْ نَشَدْتُ أَمَانَةً قُتِلْتُ فَمَنْ لِلْحَقِّ إِنْ مَاتَ نَاشِدُهُ
(میں اللہ ہی کے پاس شکایت کرتا ہوں، لوگوں میں سے کسی کے پاس شکایت نہیں کرتا ہوں، سوائے ابوالحسن کے،
سخت ترین پیاس کی جس کو میں برداشت کر رہا ہوں۔

خیبر کے گہرے اور عمیق گڑھے میں، گویا کہ وہ قبر کے پہلو میں، جس کی لحد کو قبر کھودنے والے نے بہت گہرا بنایا ہے۔
اگر میں حق بات کہوں یا امانت کو تلاش کروں تو کیا مجھے قتل کر دیا جائے گا، پھر حق کا پاس بان کون ہوگا؟ اگر حق کو تلاش کرنے والا مرجائے)

ایک قول یہ ہے کہ حضرت علی نے ان کے سلسلے میں حضرت عثمان سے بات کی تو انھوں نے
عبدالرحمن کو چھوڑ دیا، وہ جنگ جمل میں حضرت علی کے ساتھ تھے پھر جنگ صفین میں ان کا ساتھ دیا اور
اسی جنگ میں شہید ہوئے۔

مراجع: الاصابۃ ۲/۳۸۸

(۱۷۴)

عبدالرحمن ابن ذوالآخرہ ثمالی

وشیمہ نے ”کتاب الردۃ“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔

ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ وہ اس گروہ میں تھے جن کو رسول اللہ ﷺ نے اسود غنسی

کو قتل کرنے کی ذمہ داری دی تھی، ان میں عبدالرحمن اور ان کے بھائی یزید بھی تھے، عبدالرحمن اسی سلسلے میں کہتے ہیں:

لَعْمَرِي وَمَا عَمَرِي عَلَىٰ بَهَيْنٍ لَقَدْ جُرِعَتْ عَنْسٌ لِّقَتْلِ الْأَسْوَدِ
وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ سِيرُوا لِقَتْلِهِ عَلَىٰ خَيْرِ مَوْعُودٍ وَأَسْعَدِ سَعْدِ
فَسِرْنَا إِلَيْهِ فِي فَوَارِسَ بِهِمَةِ عَلَىٰ خَيْرِ أَمْرِ مِنْ وُصَاةِ مُحَمَّدِ

(میری عمر کی قسم! اور میری عمر ہلکی نہیں ہے: اسود عنسی کے قتل کی وجہ سے قبیلہ عنس گھبرا گیا۔

اللہ کے رسول نے فرمایا: اس کے قتل کے لیے بہترین وقت اور نیک بختی کے ساتھ چلے جاؤ۔

چنانچہ ہم بہادر شہسواروں کے ساتھ محمد ﷺ کی بہترین وصیت کی برکت لیے اس کی طرف چل پڑے)

مراجع: الاصابۃ ۲/۳۹۰

(۱۷۵)

عبدالرحمن ابن عبداللہ قرشی تمیمی

عبدالرحمن بن عبداللہ بن عثمان ابو محمد قرشی تمیمی۔

ان کی ماں حضرت عائشہ کی والدہ ام رومان ہیں، یعنی وہ حضرت عائشہ کے اخیانی بھائی ہیں، ان کا نام عبدالکعبہ تھا، نبی کریم ﷺ نے ان کا نام بدل کر عبدالرحمن رکھا۔

صلح حدیبیہ کے بعد فتح مکہ سے پہلے انھوں نے اسلام قبول کیا اور بہترین مسلمان بنے۔

ابو الفرج نے ”الاغانی“ میں لکھا ہے کہ انھوں نے اپنے والد کے ساتھ ہجرت نہیں کی، کیونکہ وہ اس وقت بچے تھے، فتح مکہ سے پہلے قریش کے چند نو جوانوں کے ساتھ مدینہ چلے گئے اور اسلام قبول کیا، ان میں معاویہ بھی تھے۔

ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ عمر بن خطاب نے ان کو امیر دمشق جودی کی لڑکی لیلیٰ کو ہدیہ میں دیا، اس کے والد قبیلہ غسان سے تعلق رکھتے تھے، کیوں کہ دمشق کی فتح سے پہلے یہ لیلیٰ کے گھر گئے ہوئے تھے اور ان کی نظر اس پر پڑی تھی، جس سے وہ لیلیٰ کی محبت میں گرفتار ہو گئے تھے اور اس کے عاشق بن گئے تھے اور اپنی محبت کے اظہار میں اشعار بھی کہتے تھے۔

زبیر نے عروہ سے روایت کیا ہے کہ عبدالرحمن تجارت کی غرض سے شام آئے تو انھوں نے جودی کی لڑکی کو دیکھا تو وہ ان کو پسند آ گئی اور انھوں نے اس پر یہ اشعار کہے:

تَذَكَّرْتُ لَيْلِي وَالسَّمَاءَ بَيْنَنَا فَمَا لِابْنَةِ الْجُودِيِّ لَيْلِي وَمَالِيَا
وَأَنْ تُلَاقِيَهَا مِنْنِي وَلَعَلَّهَا إِنَّ النَّاسَ حَجُّوا قَابِلًا أَنْ تُوَافِيَا
(لیلی کی یاد آئی جب کہ ہمارے درمیان تقدیر کا وہ ہے، میرا اور جودی کی لڑکی لیلی کا کیا تعلق؟

شاید ہی تقدیر اس کو مجھ سے ملا دے، جب لوگ آئندہ سال حج کے لیے آئیں تو ہو سکتا ہے کہ وہ بھی آئے)

جب حضرت عمر نے یہ اشعار سنے تو فوج کے سردار سے کہا کہ اگر تمہیں لیلی کو گرفتار کرنے میں کامیابی ملے تو عبدالرحمن کے حوالے کرنا۔ وہ اس میں کامیاب ہوئے تو انھوں نے اس کو عبدالرحمن کے حوالے کیا، وہ لیلی کے فریفتہ ہو گئے اور اپنی تمام بیویوں پر اس کو ترجیح دی، اس سلسلے میں حضرت عائشہ نے ان کی ملامت کی، لیکن کچھ فائدہ نہیں ہوا، پھر ایک مدت بعد انھوں نے لیلی سے بے رخی اختیار کی تو لیلی نے حضرت عائشہ سے ان کی شکایت کی، عائشہ نے عبدالرحمن سے کہا: تم نے دونوں موقعوں پر افراط کیا ہے۔

ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ وہ بہادر اور تیر انداز تھے، بہترین تیر اندازی کرتے تھے، وہ جنگ یمامہ میں شریک تھے، اور انھوں نے دشمنوں کے بڑے بڑے بہادروں کو قتل کیا، ان میں یمامہ کا حاکم بھی تھا، وہ قلعہ کے شکاف سے باہر دیکھ رہا تھا کہ عبدالرحمن نے اس پر تیر چلائی، جو اس کے گردن میں جا لگی، جس کی وجہ سے وہ قتل ہوا۔

عبدالرحمن نے یزید بن معاویہ کی خلافت پر بیعت نہیں کی تھی، معاویہ نے ایک لاکھ درہم ان کے پاس بھیجے تو انھوں نے یہ درہم واپس کر دیے اور کہا: میں اپنے دین کو دنیا کے بدلے نہیں بیچ سکتا۔ اور وہ مکہ چلے گئے، یزید کے ہاتھوں پر بیعت ہونے سے پہلے اچانک ان کا انتقال ہو گیا، یہ واقعہ مکہ سے دس میل کے فاصلے پر ہوا، ان کو مکہ لایا گیا اور وہیں دفن کیا گیا، جب عائشہ کو ان کے انتقال کی خبر پہنچی تو ان کی قبر پر کھڑی ہو گئی اور رو پڑی اور تم بنویرہ کے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے:

فَلَمَّا تَفَرَّقْنَا كَأَنِّي وَمَالِكَا لَطُولُ افْتِرَاقٍ لَمْ نَبْتَ لَيْلَةً مَعَا
وَكُنَّا كَنَدَمَانِي جَذِيمَةَ حَقْبَةٍ مِنَ الدَّهْرِ حَتَّى قِيلَ لَنْ يَتَصَدَّعَا
(جب ہم جدا ہو گئے تو طویل جدائی کی وجہ سے میری اور مالک کی حالت ایسی ہو گئی کہ گویا ہم نے کبھی ایک ہی رات ساتھ میں نہیں گزاری ہے۔

جب کہ ہم اس سے پہلے ایک زمانے تک جذیمۃ الابرش کے دو ہم نشینوں کی طرح تھے، یہاں تک کہ کہا جانے لگا کہ یہ دونوں کبھی بھی جدا نہیں ہوں گے (عقیل اور مالک حیرہ کے سب سے پہلے شاہ جذیمۃ الابرش کے ہم نشین تھے)

ابن سعد نے کہا ہے کہ ان کا انتقال ۵۳ھ میں ہوا۔

(۱۷۶)

عبد شمس ابن حرث غامدی ابو ظبیان

عبد شمس بن حرث بن کثیر بن جشم بن سبیح بن مالک بن دینار بن ثعلبہ بن بطین اعرج غامدی۔

ان کی کنیت ابو ظبیان ہے اور وہ کنیت ہی سے مشہور ہیں۔

ابن الکلی اور طبری نے کہا ہے کہ عبد شمس رسول اللہ ﷺ کے پاس وفد کے ساتھ آئے، آپ نے ان کے نام ایک خط لکھا اور ان کے حوالے کیا، قادیسیہ کی جنگ میں وہی قبیلہ غامد کے علم بردار تھے، مندرجہ ذیل اشعار ان ہی کے ہیں:

أَنَا أَبُو ظُبْيَانَ غَيْرَ الْمُكَذِّبَةِ أَبَى أَبُو الْعَنْقَا وَخَالِي الْمُهْلَبَةِ
أَكْرَمُ مَنْ يُعْلَمُ بَيْنَ ثَعْلَبَةٍ

(میں ابو ظبیان ہوں، اس کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا، میرے باپ ابو عنقاء ہیں اور میرے ماموں مہلب ہیں۔

بنو ثعلبہ کے تمام لوگوں میں سب سے بڑے نخی ہیں)

مراجع: الاصابۃ ۲/۲۲۰

(۱۷۷)

عبد عمر و ابن عبد جبل کلبی

ابن سعد نے لکھا ہے کہ وہ بنو کلب کے وفد میں آپ ﷺ کے پاس آئے، ابن سعد نے ان ہی سے روایت کیا ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، میرے ساتھ بنو عامر کے خاندان بنو رواس کا ایک شخص عصام تھا، آپ نے ہمارے سامنے اسلام پیش کیا تو ہم نے اسلام قبول کیا، اس وقت نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”میں نبی امی، سچا اور تزکیہ کرنے والا ہوں، اس شخص کے لیے بربادی ہی بربادی ہے جس نے مجھے جھٹلایا اور مجھ سے روگردانی کی اور میرے خلاف جنگ کی، اور اس شخص کے لیے بھلائی ہی بھلائی ہے جس نے مجھے پناہ دی، میری مدد کی اور مجھ پر ایمان لے آیا اور میری باتوں کی تصدیق کی اور میرے ساتھ جہاد کیا۔“ ان دونوں نے کہا: ہم آپ پر ایمان لے آتے ہیں اور آپ کی باتوں کی تصدیق کرتے ہیں۔ پھر دونوں نے اسلام قبول کیا۔

اس موقع پر عبد عمر و مندرجہ ذیل اشعار پڑھنے لگے:

أَجَبْتُ رَسُولَ اللَّهِ إِذْ جَاءَ بِالْهُدَى فَأَصْبَحْتُ بَعْدَ الْجُحْدِ لِلَّهِ أَوْحَرَا
وَوَدَّعْتُ كَذَابَ اللَّقَاحِ وَقَدْ أَرَى بِهَا سَدًّا كَأَعْمَرَى وَلِلَّهِ أَصُورَا
وَأَمَنْتُ بِاللَّهِ الْعَلِيِّ مَكَانَةً وَأَصْبَحْتُ لِلْأَذْيَانِ مَاعِشَتُ مَنْكَرَا
(جب اللہ کے رسول ہدایت لے کر آئے تو میں نے اس کو قبول کیا، چنانچہ میں اللہ کا انکار کرنے کے بعد اس کا مطیع و فرماں بردار بن گیا۔

اور میں نے جھوٹے لقاح بت کو چھوڑ دیا جب کہ میں سمجھ رہا تھا کہ عمر بھر اس کا خوگر رہوں گا اور لہو و لعب کو عمدہ سمجھ رہا تھا۔
اور میں اللہ پر ایمان لے آیا جس کا مقام سب سے بلند ہے اور میں زندگی بھر دوسرے ادیان کا منکر ہو گیا)
ابو بکر بن انباری نے الامالی میں اور خطیب نے ”المؤتلف“ میں یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

مراجع: الاصابۃ ۲/۴۲۱

(۱۷۸)

عبداللہ ابن ابوبکر صدیق

یہ اسماء بنت ابوبکر کے حقیقی بھائی ہیں۔

ابن حبان نے ان کا تذکرہ صحابہ میں کیا ہے اور کہا ہے کہ اپنے والد سے پہلے ان کا انتقال ہو گیا۔
امام بخاری نے ہجرت نبوی کے واقعہ میں ان کا تذکرہ کیا ہے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت عبداللہ بن ابوبکر قریش کی خبریں ان کے پاس لایا کرتے تھے، جب کہ وہ اس وقت نوجوان اور بڑے چالاک تھے، وہ حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر کے ساتھ رات گزارتے تھے اور قریش کے ساتھ صبح کرتے تھے۔
طبری نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن اریقظ دہلی مدینہ کی طرف سفر ہجرت میں نبی کریم ﷺ کے گائیڈ تھے، جب وہ نبی کریم ﷺ کو مدینہ پہنچا کر واپس آئے تو عبداللہ بن ابوبکر صدیق کو ان کے والد کے مدینہ پہنچنے کی اطلاع دی، اس وقت عبداللہ، ابوبکر کے گھر والوں کو لے کر مکہ سے نکلے، جن کے ساتھ طلحہ بن عبید اللہ بھی تھے، اور مدینہ پہنچے۔

عمر نے لکھا ہے کہ میں نے کسی جنگ میں ان کے شریک ہونے کے بارے میں نہیں سنا، وہ صرف فتح مکہ، جنگ حنین اور طائف میں شریک ہوئے۔

مغازی اور سیر کے مصنفین نے لکھا ہے کہ جنگ طائف میں ان کو ایک تیر لگا اور وہ زخمی ہو گئے، چند دنوں بعد زخم مندمل ہو گیا، لیکن زخم دوبارہ خراب ہو گیا، اسی زخم کی وجہ سے ان کا انتقال حضرت ابو بکر کے عہد خلافت میں شوال ۱۱ھ میں ہوا۔

حاکم نے قاسم بن محمد سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو بکر نے حضرت عائشہ سے دریافت کیا: کیا تمہیں اندیشہ ہے کہ تم نے عبداللہ بن ابو بکر کو زندہ دفن کر دیا؟ عائشہ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ اس پر حضرت ابو بکر نے کہا: میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

حضرت ابو بکر کے پاس عبداللہ کے انتقال کے بعد ثقیف کا وفد آیا تو ابو بکر نے اپنے فرزند عبد اللہ کو لگی ہوئی تیر دکھاتے ہوئے ان سے پوچھا: تم میں سے کون اس تیر کو پہچانتا ہے؟ سعید بن عبید نے کہا: میں نے اس تیر کو تیار کیا ہے اور میں نے ہی یہ تیر چلائی ہے۔ ابو بکر نے کہا: اللہ ہی کی تعریف ہے جس نے عبداللہ کو تمہارے ہاتھوں باعزت کیا اور اس کے ہاتھوں تمہیں ذلیل نہیں کیا۔ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے چالیس دنوں بعد عبداللہ کا انتقال ہوا۔

مرزبانی نے کہا ہے کہ طائف کے محاصرے میں ان کو ایک پتھر لگا جس کی وجہ سے وہ شہید ہو گئے، انھوں نے عاتکہ سے شادی کی تھی، اور وہ اس کے بڑے عاشق تھے، جس کی وجہ سے وہ اپنے کاموں سے لاپرواہ ہو گئے تھے، ان کے والد نے عاتکہ کو طلاق دینے کے لیے کہا تو انھوں نے اپنے والد کی فرماں برداری اور اطاعت میں طلاق دیا، لیکن ان کو اپنے اس اقدام پر بہت زیادہ افسوس ہوا، اور ہر وقت اسی کے خیالوں میں گم رہنے لگے، اور یہ اشعار کہے:

أَعَاتِكَ لَا أَنْسَاكَ مَا ذَرَّ شَارِقٌ وَمَا لَاحَ نَجْمٌ فِي السَّمَاءِ مُحَلِّقٌ
لَهَا خُلُقٌ جَزَلٌ وَرَأْيٌ وَمَنْصَبٌ وَخُلُقٌ سَوِيٌّ فِي الْحَيَاءِ مُصَدِّقٌ
وَلَمْ أَرِ مِثْلِي طَلَّقَ الْيَوْمَ مِثْلَهَا وَلَا مِثْلَهَا فِي غَيْرِ شَيْءٍ تُطَلِّقُ
(عاتکہ! جب تک سورج نکلتا رہے گا اور آسمان پر ستارے نمودار ہوتے رہیں گے میں تم کو نہیں بھولوں گا۔)

وہ بہترین اخلاق والی ہیں، وہ صاحبہ الرائے اور صاحب منصب ہیں، اور اس کی تخلیق معتدل اور متوازن ہے، اور وہ شرم و حیا میں مشہور ہیں۔

میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ میری طرح کے عاشق نے اس کی طرح محبوبہ کو طلاق دے دیا ہو اور نہ میں نے کبھی دیکھا ہے کہ اس جیسی عورت کو طلاق دیا گیا ہو)

یہ اشعار سن کر ابو بکر کا دل نرم پڑ گیا اور مراجعت کا حکم دیا، انھوں نے اپنے والد کی اجازت ملنے پر عاتکہ سے مراجعت کی، جب ان کا انتقال ہو گیا تو عاتکہ نے ان کے بارے میں مرثیہ کہا۔

مراجع: الاصابۃ ۲/۲۷۵-۲۷۵، الوافی بالوفیات ۱/۸۵، الاستیعاب ۳/۸۷۵-۸۷۵، التاریخ الکبیر ۳/۱۲، أسد

الغالبہ ۱۹۹/۳، تھذیب الأسماء للنووی ۲۶۲/۱، البدایہ والنہایہ ۳۳۸/۶، الأغانی ۱۸۲/۳، الأعلام ۹۹/۴، معجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۱۳۷-۱۳۵۸، معجم الشعراء، مختصر مین والا موہبین ۲۳۹-۲۴۰

(۱۷۹)

عبداللہ ابن ابوجہم قرشی عدوی

عبداللہ بن ابوجہم بن حذیفہ بن غانم بن عامر بن عبداللہ بن عبید بن عتوح بن عدی بن کعب قرشی عدوی۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ عبداللہ عدوی فتح مکہ کے موقع پر اپنے والد کے ساتھ مسلمان ہوئے اور مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں ملک شام چلے گئے اور اجنادین کی جنگ میں شہید ہو گئے۔ مرزبانی نے معجم الشعراء میں ان کے اشعار نقل کیے ہیں، جو انھوں نے بنو عدی کی ویرانی کے سلسلے میں کہے ہیں:

رَدَدْنَا بَنِي الْعَجَمَاءِ عَنَّا وَبَغِيَهُمْ وَأَحْمَرَ عَادٍ فِي الْفَوَادِي الْأَشَايِمِ
بَحُولٍ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ وَقُوَّةٍ وَنَصْرٍ عَلَى ذِي الْبَغْيِ جَانِي الْمَائِمِ
أَبْنَانًا فَلَمْ نَعْطِ الْعَدُوَّ ظِلَامَةً وَنَحْمِي حِمَانًا بِالسُّيُوفِ الصَّوَارِمِ
(ہم نے نجات دہندہ اور منظور نظر بہادروں کے ساتھ مل کر چوپایوں کی اولاد کو بھگا دیا اور ان کے ظلم کو دور کر دیا اور ظالم قبیلہ عاد کو تباہ کر دیا۔

زبردست انتقام لینے والے، اللہ کی مشیت، قوت و طاقت اور مدد سے ظالم، باغی اور گناہوں کے خوگر قبیلے کے خلاف۔

ہم نے نہیں، ہم نے دشمن کو ہم پر ظلم کرنے کا موقع نہیں دیا، اور ہم تیر کاٹنے والی تلواروں سے اپنی عزت کی حفاظت کرتے ہیں)

مرزبانی نے کہا ہے کہ ان کے بھائی صخر بن ابوجہم نے ان اشعار کا جواب دیا ہے۔

مراجع: الاصابہ ۲/۲۸۲، الضائع ۹۰، معجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۱۳۸، مخ المرح ۱۶۹، معجم الشعراء، مختصر مین والا موہبین ۲۴۱

(۱۸۰)

عبداللہ ابن ابورہم ابن فراس یمانی

یہ مخضرم شاعر ہیں، سیف بن عمر نے الفتوح میں ان کا تذکرہ کیا ہے، اور فتنہ ارتداد کے سلسلے میں ان کے اشعار نقل کیے ہیں، جن میں سے ایک شعر یہ ہے:

سُبْحَانَ رَبِّيَ لَا إِلَهَ غَيْرُهُ رَبِّ الْعِبَادِ وَرَبِّ مَنْ يَتَرَدَّدُ
(میرا پروردگار پاک ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تمام بندوں کا رب ہے اور ان کا بھی رب ہے جو متردد ہیں)
اسلام لانے سے قبل ان کا نام عبدالعزی تھا۔

مراجع: الاصابۃ ۳/۸۹

(۱۸۱)

عبداللہ ابن ابومسروح

عبداللہ ابن ابومسروح بن عمرو۔ ان کا تعلق بنو سعد سے ہے۔
حضرت عباس ابن عبدالمطلب کی دختر صفیہ کے ساتھ ان کی شادی ہوئی تھی۔
مرزبانی نے معجم الشعراء میں عبداللہ بن ابومسروح کے اشعار نقل کیے ہیں، جن میں انھوں
نے عبداللہ بن زبیر بن عبدالمطلب کا مرثیہ کہا ہے:
لَقَدْ أَرَدْتُ كَتَائِبُ أَهْلِ حِمَصٍ بَعْدَ اللَّهِ طَرَفًا غَيْرَ وَغَلٍ
شُجَاعُ الْحَرْبِ إِنْ وَجَدْتُ وَقُودًا وَالْحَادُّ بُنْ جَبْرِ كُلِّ رَحَلٍ
(اہل حمص کی فوجوں نے شریف شخص عبداللہ کو ہلاک کر دیا ہے جو نکلے نہیں ہیں یعنی وہ نکلے اور نا اہل ہونے کی وجہ
سے قتل نہیں ہوئے بلکہ دشمنوں میں گھر کر جو انمردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔
وہ جنگ کے بہادر ہیں، جب جنگ کے شعلے بھڑک اٹھتے ہیں اور حاد ابن جبر بھی شہید ہو گئے)
ابن سعد نے لکھا ہے کہ ان کی بیوی اُروی بنت مقوم ہیں۔

مراجع: الاصابۃ ۲/۳۵۹

(۱۸۲)

عبداللہ ابن ابووداعہ قرشی سہمی

عبداللہ بن ابووداعہ بن صمیرہ بن سعید بن سعد بن سہم بن عمرو قرشی سہمی۔
ان کی ماں اُروی بنت حرث بن عبدالمطلب ہیں۔
مرزبانی نے معجم الشعراء میں نقل کیا ہے کہ ان کو اسلام کا زمانہ ملا تو انھوں نے اسلام قبول کیا

اور اس کے بعد بڑی مدت تک زندہ رہے، مندرجہ ذیل اشعار ان ہی کے ہیں:

نَحْنُ شَدَّذْنَا الْجَلْفَ مِنْ غَالِبٍ وَغَالِبٌ وَاقِفَةٌ تَنْظُرُ
لَوْ يَسْتَطِيعُوا نَقْضَ أَمْرِنَا وَهُمْ عَلَى ذَاكَ بِنَا أُخْبِرْنَا
(ہم نے قبیلہ غالب کی طرف سے پختہ معاہدہ کیا، جب کہ قبیلہ غالب کے لوگ کھڑے دیکھ رہے ہیں۔
اگر ان میں ہمارے کیے ہوئے معاہدہ کو توڑنے کی طاقت ہوتی تو وہ ہم کو اس بارے میں بتاتے)

یہ شعر بھی ان ہی کا ہے:

بَنُو سَهْمٍ أَكَارِمٌ كُلِّ حَيٍّ بِهِمْ أَسْمُؤُاْذِرْكُ مَا أُرِيدُ
(بنو سہم تمام قبیلوں میں سب سے زیادہ باعزت لوگ ہیں، ان ہی کے ذریعے میں بلند ہوتا ہوں اور ان ہی کے ذریعے
جو میں چاہتا ہوں حاصل کر لیتا ہوں)

انھوں نے اپنے جد اعلیٰ سعید بن سہم پر فخر کرتے ہوئے کہا ہے کہ انھوں نے مکہ میں سب
سے پہلے گھر بنایا:

وَأَوَّلُ مَنْ ثَوَى بِمَكَّةَ بَيْتَهُ وَأَسْوَدُ فِيهِ سَاكِنًا بَنَانُ
لَسَعْدُ السُّعُودِ جَامِعُ الْجَلْفِ وَالَّذِي بَذَى الْجَلْفَ وَالْإِخْفَاءَ أَهْلُ خِلَافٍ
(سب سے پہلے جس نے مکہ میں اپنا گھر بنایا اور وہاں پہاڑ کے نکلے ہوئے حصہ میں سکونت اختیار کرنے والوں کے
سردار بنے۔

وہ سعد السعود (ستارے کا نام) معاہدہ کرنے والے سردار ہیں، اور دشمنوں کے ساتھ معاہدہ کرنے والے اور معاہدہ
توڑنے والے ہیں یعنی وہ اپنے قبیلے کے مختار کل سردار ہیں)

مراجع: الاصابہ ۲/۳۷۲

(۱۸۳)

عبداللہ ابن اعمور مازنی عشی

عبداللہ بن اعمور مازنی شاعر ہیں، اور ان کا لقب عشی ہے۔

مربانی نے کہا ہے کہ اعمور کا نام روبہ بن فزارہ بن غضبان بن حبیب بن سفیان بن مکرز بن
حرماز بن مالک بن عمرو بن تمیم ہے اور ان کی کنیت ابو شعثیہ ہے۔

محدثین نے عشی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور میں نے
آپ کو اشعار سنائے:

يَا مَالِكَ النَّاسِ وَذِيَّانَ الْعَرَبِ إِنِّي لَقَيْتُ ذُرْبَةً مِّنَ الذَّرَبِ
(اے لوگوں کے مالک اور عرب کے دیان! مجھے تیز زبان عورتوں میں سے ایک کے ساتھ واسطہ پڑا)
مندرجہ بالا شعر کے ساتھ ان کا یہ قول بھی ہے:

وَهُنَّ شَرُّ غَالِبٍ لِّمَنْ غَلَبَ

(وہ بدترین غالب آنے والیاں ہیں جس پر وہ غالب آتی ہیں)

رسول اللہ ﷺ بھی یہ مصرعہ گنگنا نے لگے۔

مرزبانی نے لکھا ہے کہ مندرجہ ذیل شعر اُشی کا ہے:

وَالْعُودُ يَنْبُتُ فِي أَصْلِ الْعُودِ

(اور ہر کڑی اپنے درخت کی جڑ سے ہی اُگتی ہے)

مراجع: الاصابۃ ۲/۲۶۷-۲۶۸

(۱۸۴)

عبداللہ ابن بدیل ابن ورقاء خزاعی

طبری وغیرہ نے کہا ہے کہ انھوں نے فتح مکہ کے دن اپنے والد کے ساتھ اسلام قبول کیا، اور جنگِ حنین، جنگِ طائف اور جنگِ تبوک میں شریک ہوئے۔

ابن الکلی نے کہا ہے کہ وہ اوران کے بھائی عبدالرحمان یمن میں رسول اللہ ﷺ کے پیامبر تھے، پھر وہ دونوں حضرت علی کے ساتھ جنگِ صفین میں شریک ہوئے اور اسی جنگ میں شہید ہوئے۔

شععی سے روایت ہے کہ صفین میں عبداللہ بن بدیل پر دوزر ہیں تھیں اوران کے پاس دو تلواریں تھیں، وہ شامیوں پر حملہ کرتے تھے اور یہ اشعار گاتے تھے:

لَمْ يَقْ إِلَّا الصَّبْرُ وَالتَّوَكُّلُ ثُمَّ التَّمَشُّيُ فِي الرَّعِيلِ الْأَوَّلِ
مَشَى الْجَمَالَ فِي حِيَاضِ الْمَنْهَلِ وَاللَّهُ يَقْضِي مَا يَشَاءُ وَيَفْعَلُ
(اب صبر اور اللہ پر بھروسہ ہی بچا ہے، پھر ہر اول دستہ میں دشمنوں پر ٹوٹ پڑنا ہے۔)

افنوں کا چشموں کے تالاب کی طرف جلدی جلدی بڑھنے کی طرح، اور اللہ جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے اور جو چاہے کرتا ہے)

مراجع: الاصابۃ ۲/۲۷۳-۲۷۴، الاستیعاب ۲/۲۶۸-۲۶۹، البدایہ والنہایہ ۳/۷۷، تاریخ الاسلام۔ عہد الخلفاء

الراشدین ۵۴۳-۵۴۴، معجم الشعراء، الخضر مین والا موئین ۲۳۹

(۱۸۵)

عبداللہ ابن حارث قریشی سہمی

عبداللہ بن حارث بن قیس بن عدی بن سعید بن سہم قریشی سہمی۔

ابن اسحاق وغیرہ نے کہا ہے کہ حبشہ ہجرت کرنے والوں میں عبداللہ ابن حارث بھی تھے۔ ابن الکعبی نے ان کے اشعار نقل کیے ہیں، جو انہوں نے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے کہے ہیں، اور جو امن وامان وہاں ہجرت کر کے جانے والوں کو نصیب ہوا اس کا تذکرہ کیا ہے، ان میں سے چند اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

يَا رَاكِبًا بَلِّغَا عَنِّي مُغْلَغَلَةً مَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ اللَّهِ وَالَّذِينَ
إِنَّا وَجَدْنَا بِلَادَ اللَّهِ وَاسِعَةً تُنَجِّي مِنَ الدُّلِّ وَالْمُخْزَاةِ وَالْهَوْنِ
فَلَا تُقِيمُوا عَلَى ذُلِّ الْحَيَاةِ وَلَا خِزْيِ الْمَمَاتِ وَعَيْبِ غَيْرِ مَا مُونِ
أَنَا تَبِعْنَا رَسُولَ اللَّهِ وَاطْرَحُوا قَوْلَ النَّبِيِّ وَعَالُوا فِي الْمَوَازِينِ
(اے سوار! میری طرف سے ان لوگوں کو یہ پیغام پہنچادو، جو اللہ کی ملاقات کی امید رکھتے ہیں اور دین کی حفاظت کی خواہش رکھتے ہیں۔

ہم نے اللہ کی سرزمین کو وسیع پایا، جو ذلت و رسوائی سے بچاتی ہے۔

ذلیل زندگی اور ذلیل موت پر راضی ہو کر نہ رہو، اور غیر مامون کی میں نہ رہو۔

ہم نے اللہ کے رسول کی پیروی کی، اللہ کے نبی کی بات کو پیش کرو اور میزان کا پلڑا بھاری کرو)

ابن اسحاق اور زبیر بن بکار نے روایت کیا ہے کہ عبداللہ ابن حارث طائف میں شہید ہوئے۔

ابن سعد اور مرزبانی نے لکھا ہے کہ وہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

مرزبانی نے کہا ہے کہ ان کا لقب مبرق تھا، ان کو یہ نام ان کے اس شعر کی وجہ سے پڑا:

إِذَا أَنَا لَمْ أَبْرِقْ فَلَا يَسْعُنِي مِنْ الْأَرْضِ بَرٌّ ذُو فَضَاءٍ وَلَا بَحْرٍ
(اگر میں نہ چمکوں تو مجھے وسیع و عریض بحر و بر کی گنجائش پوری نہ ہو)

مراجع:

الاصابة ۲/۲۸۲، الأعلام ۴/۷۷، البدایہ والنہایہ ۶/۳۲۴، الخیر ان ۱/۱۳۴، معجم الشعراء الخضر مین والی موئین ۲۴۱

(۱۸۶)

عبداللہ ابن حدق

وشیمہ نے کتاب الردۃ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ فتنہ ارتداد میں وہ اسلام پر ثابت قدم رہے اور انھوں نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

أَلَا أَبْلِغُ أَبَا بَكْرٍ رَسُولًا وَفَتِيَانِ الْمَدِينَةِ أَجْمَعَيْنَا
فَهَلْ لَكُمْ إِلَى قَوْمٍ كِرَامٍ قُعُودِي خَوَانِي مُحْصَرَيْنَا
تَوَكَّلْنَا عَلَى الرَّحْمَانِ إِنَّا وَجَدْنَا النَّصْرَ لِمُتَوَكِّلِينَا
وَقُلْنَا قَدْ رَضِينَا بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا قَدْ رَضِينَا

(سن لو! ابوبکر اور مدینہ کے تمام نوجوانوں کو یہ پیغام پہنچا دو۔)

کہ کیا آپ شریف قوم کی مدد کے لیے آئیں گے جو پوشیدہ جگہوں پر محصور بیٹھے ہوئے ہیں۔

ہم نے رحمان پر بھروسہ کیا، ہم نے بھروسہ کرنے والوں کے لیے اللہ کی مدد دیکھی۔

اور ہم نے کہا کہ ہم اپنے پروردگار اللہ سے راضی ہو گئے اور بطور دین اسلام پر راضی ہو گئے)

طبری نے بہت سے موقعوں پر ان کا تذکرہ کیا ہے۔ طبری نے لکھا ہے کہ انہوں نے علاء بن حضرمی کو اپنی قوم کی خفیہ جگہ کے بارے میں بتایا تھا، ان کی اطلاع پر علاء بن حضرمی ان کو پکڑنے میں کامیاب ہو گئے۔

مراجع: الاصابۃ ۳/۸۸

(۱۸۷)

عبداللہ ابن حفص قرشی مطلبی

عبداللہ بن حفص بن حارث بن مطلب قرشی مطلبی

بلاذری نے ”الانساب“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ عبداللہ شاعر تھے، ان کی ماں ام المؤمنین خدیجہ کی بیٹی تھی۔

مراجع: الاصابۃ ۲/۲۸۹

(۱۸۸)

عبداللہ ابن خنیس عامری

وٹیمہ نے ”کتاب الردۃ“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ عبداللہ ابن خنیس فتنہ ارتداد میں اسلام پر ثابت قدم رہے اور ارتداد کی مذمت میں اپنی قوم میں تقریر کی، اس سلسلے میں انہوں نے اشعار بھی کہے جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

لَعَمْرِي لئن أَجْمَعْتَ عَامِرٌ عَلَى كُفْرِهَا بَعْدَ إِسْلَامِهَا
وَمَنَّا هُمْ قُرَّةُ التَّرَاهَاتِ لَقَدْ رُزِئْتُ عِظْمُ أَحْلَامِهَا
أَضَاعَ الصَّلَاةَ بَنُو عَامِرٍ وَأَهْلَكَهَا مَنُوعُ أَنْعَامِهَا
وَفِي مَنُوعِهَا الْحَقُّ سَفْكُ الدِّمَاءِ وَوَصْمُ النِّسَاءِ لَا يُتَامِهَا
(میری زندگی کی قسم! اگر عوام اسلام لانے کے بعد اس سے مرتد ہو کر اپنے کفر پر متحد ہو جائیں۔
تو مصائب لانے والے شخص قرہ نے ان کو امیدیں دلا کر گمراہ کیا ہے، قبیلہ عامر کے بڑے بڑے سردار مصیبت
سے دوچار ہو چکے ہیں۔
بنو عامر نے نماز کو ضائع کیا اور اپنے جانوروں کی زکوٰۃ دینے سے انکار نے اس کو ہلاک کر دیا۔
اپنے جانوروں کا حق نہ دینے کی وجہ سے ان کے خون بہائے جائیں گے اور قبیلہ کے بچوں کے یتیم ہونے کی وجہ سے عورتوں پر عار باقی رہے گا)

مراجع: الاصابۃ ۸۹/۳

(۱۸۹)

عبداللہ ابن ربیعہ سعدی تمیمی

عبداللہ بن ربیعہ بن بشیر بن صخر بن کنیف بن عمرو بن جی بن ربیعہ بن سعد بن مالک بن سعد بن زید مناة بن تمیم تمیمی سعدی، ان کی کنیت ابو شعثاء ہے اور یہ عجاج کے نام سے مشہور ہیں، عبداللہ مشہور راجز ہیں، ان کو عبداللہ الطویل بھی کہا جاتا تھا، وہ مشہور راجز ربیعہ عجاج کے بیٹے ہیں، مرزبانی نے ”معجم الشعراء“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کی پیدائش زمانہ جاہلیت میں ہوئی۔

ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ عبداللہ ابن ربیع زمانہ جاہلیت میں رجز یہ اشعار کہا کرتے تھے، وہ ولید بن عبدالمملک کے زمانہ خلافت تک زندہ رہے، مرزبانی نے کہا ہے کہ وہ پہلے شخص ہیں، جنہوں نے رجز یہ اشعار کا مقام بلند کیا اور اس کو قصیدے کے مشابہ بنایا، ان کے بہترین اشعار میں سے ایک شعر مندرجہ ذیل ہے جس میں انہوں نے اوٹنی کے دودھ دوہتے وقت اس کے تھن کی تعریف کی ہے:

كَأَنَّ خَلْفَيْهَ إِذَا مَا دَرَا جَرَوْا هُرَاشَ حَرَشًا فَهَرَا
(اس کے دونوں تھن کتے کے دوپٹوں کے مانند ہیں جن پر زخم ہونے کی وجہ سے نشان بنا ہوا اور اس پر بال نہ اُگے ہوں یا وہ چکنا چقر ہے جب اس سے دودھ نکلتا ہے)

مراجع: الاصابۃ ۳/۹۰

(۱۹۰)

عبداللہ ابن زید کندی

عبداللہ ابن زید کندی مخضرم شاعر ہیں، وثیمہ نے کتاب الردۃ میں ابن اسحاق کے حوالے سے ان کا تذکرہ کیا ہے کہ جب قبیلہ کندہ نے مرتد ہونے کا ارادہ کیا تو انھوں نے نبی کریم ﷺ کے مقرر کردہ گور نرزیاد بن لبید کی اوٹنی چھین لی، جس پر انہوں نے صدقہ کا نشان لگایا تھا۔ یہ دیکھ کر ولید بن محسن کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اپنی قوم کو نصیحت کی، جس کی وجہ سے قوم نے غصہ ہو کر ان کا بایکٹ کیا اور اپنی برادری سے نکال دیا، یہ دیکھ کر عبداللہ بن زید کھڑے ہوئے اور کہا: کیا تم ہر حق بات کہنے والے کو اس بات کا الزام دو گے کہ وہ تمہارے خلاف ہے، اللہ کی قسم! میری بھی وہی رائے ہے جو میرے اس ساتھی کی ہے، یہی بات ہے تو ہم سمجھوں کو نکال دو۔ ان کی بات قبیلہ کندہ کو گراں گزری تو ان کو بھی اپنی برادری سے دھتکار کر نکال دیا۔ اس پر عبداللہ ابن زید کندی نے اشعار کہے، جن میں سے بعض شعر مندرجہ ذیل ہیں:

أَرَدْتُ ثُمُودَ بَوَادِي الْحَجَرِ نَاقَتُهُمْ وَالْحَيُّ مِنْ قَابِلٍ فِي نَاقَةٍ حُوقُ
وَالْحَيُّ مِنْ كِنْدَةَ صَارُوا بِنَاقَتِهِمْ مِثْلَ الَّذِينَ مَضَوْا بِالشُّومِ فِي النُّوقِ
أَبْعَدَ دَيْنٍ تَوَلَّى اللَّهُ نُصْرَتَهُ مِنْ دَيْنٍ سُوءٍ ضَعِيفِ السَّرِّ مَمْحُوقِ

(وادی حجر میں ثمود کو ان کی اوٹنی نے ہلاک کر دیا، اور مستقبل میں اور ایک قبیلہ اونٹ کے گھیرے میں ہے۔)

کندہ کا قبیلہ اپنی اوٹنی کی وجہ سے ان لوگوں کی طرح ہو گیا ہے جو اونٹنیوں کی نحوست لے کر ہلاک ہو گیا۔

جس دین کی مدد اللہ نے اپنے ذمے لی ہے، کیا اس دین کو چھوڑ کر کمزور، برا اور ختم ہونے والے باطل دین کو اختیار کر رہے ہو)

مراجع: الاصابۃ ۳/۹۰

(۱۹۱)

عبداللہ ابن عامر عنزی

عبداللہ بن عامر بن ربیعہ بن مالک بن عامر عنزی۔
عبداللہ کی کنیت ابو محمد ہے، ان سے بہت سے اشعار نقل کئے گئے ہیں، بعض اشعار میں انہوں نے زید بن خطاب کا مرثیہ کہا ہے۔

ایک مرتبہ بنو عدی کے دو گروہوں کے درمیان جھگڑا ہو گیا، ایک گروہ آل ابو حذیفہ سے تعلق رکھتا تھا، اور دوسرا آل مطیع بن اسود سے، اسی جھگڑے میں زید بن خطاب کو قتل کر دیا گیا، اس پر عبداللہ بن عامر نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

إِنَّ عَدِيَّاءَ لَيْلَةَ الْبَقِيْعِ تَكْشَفُوا عَنْ رَجُلٍ صَرِيْعِ
مُقَاتِلٍ فِي الْحَسْبِ الرَّفِيْعِ أَذْرَكَهُ يَوْمَ بَنِي مُطِيْعِ
(قبیلہ عدی کو لیلۃ البقیع میں ایک مقتول ملا۔)

وہ جنگجو اور اس کا تعلق بلند خاندان سے ہے، بنو مطیع کی جنگ نے اس کو ہلاک کر دیا)

یہ تم بن عدی نے کہا ہے کہ ان کی وفات ۸۰ ہجری کے بعد ہوئی۔

طبری نے کہا ہے کہ ان کی وفات ۸۵ھ کو ہوئی۔

مراجع: الاصابۃ ۲/۳۲۱

(۱۹۲)

عبداللہ ابن عبداللہ ابن ابی ابن سلول

عبداللہ بن ابی بن سلول منافقین کا سردار تھا، جنگِ مرسیع کے اختتام پر ایک انصاری اور ایک مہاجر میں کسی بات پر جھگڑا ہوا تو مہاجر نے اپنے قبیلہ والوں کو آواز دی تو قریش اور کنانہ والے جمع ہو گئے۔

انصاری نے بھی اپنی قوم کے لوگوں کو خراج اور اس کو پکارا، انصاری بھی جمع ہو گئے، مہاجرین اور انصار کے درمیان جھگڑے کی نوبت آئی، اس موقع پر عبداللہ بن ابی نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کی اور مسلمانوں کے خلاف نازیبا باتیں کی، یہاں تک کہہ دیا کہ جب ہم مدینہ پہنچیں گے تو ان ذیلیوں کو نکال باہر

کردیں گے۔ اس نے کہا، ”وَاللّٰهُ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَنُخْرِجَنَّ الْأَعَزَّ مِنْهَا الْأَذَلَّ“ پھر اپنی قوم کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے لگا کہ یہ سب تمہارا کیا ہوا ہے، تم نے اپنے گھروں میں ان کو رکھا، اور اپنا مال دیا، یہاں تک کہ وہ مال دار اور بے نیاز ہو گئے، اگر تم اپنا ہاتھ اٹھاتے تو وہ کہیں اور چلے جاتے، تم نے اس (محمد) کی خاطر اپنی جانیں ضائع کر دی، اپنا مال و اسباب برباد کر دیا، اپنے جگر پاروں کو یتیم کر دیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمہاری تعداد کم ہو گئی اور وہ بڑھ گئے اور آج نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے۔

جب یہ باتیں حضور ﷺ کو معلوم ہوئی اور منافقین کے سلسلہ میں مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی تو حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ کے پاس آ کر کہا: آپ محمد بن مسلمہ کو حکم دیجئے کہ وہ ابن ابی کا سر کاٹ کر لے آئیں۔ حضرت عمرؓ کی یہ بات آپ ﷺ کو ناگوار گزری۔

ابن ابی بن سلول کے بیٹے عبداللہ کو جب یہ خبر پہنچی کہ ان کے والد کو قتل کیے جانے کی بات ہو رہی ہے تو وہ آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: اللہ کے رسول! اگر آپ میرے والد کو قتل کرنا چاہتے ہیں جیسا کہ مجھے معلوم ہوا ہے تو آپ مجھے حکم دیجئے، اللہ کی قسم! میں ان کا سر آپ کی خدمت میں یہاں سے اٹھنے سے پہلے لے آؤں گا، اللہ کی قسم! خزرج والے جانتے ہیں کہ کوئی مجھ سے زیادہ اپنے والد کا فرماں بردار نہیں ہے، اتنے اتنے سال ہوئے کہ انہوں نے کھانا کھایا اور پانی پیا تو صرف میرے ہاتھوں ہی سے، اللہ کے رسول! مجھے خدشہ ہے کہ اگر آپ میرے علاوہ کسی دوسرے کو ان کے قتل کا حکم دیں گے اور وہ قتل کر دے گا تو مجھ سے رہا نہیں جائے گا، اور مجھے یہ برداشت نہیں ہوگا کہ میں اپنے والد کے قاتل کو لوگوں میں چلتا پھرتا دیکھوں، مجھ سے صبر نہیں ہوگا، میں اس کو قتل کر ڈالوں گا، جس کے نتیجے میں میں جہنم میں چلا جاؤں گا، آپ کی معافی اور آپ کا احسان بہت بڑھ کر ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہ میں نے ان کے قتل کا ارادہ کیا ہے اور نہ میں نے کسی کو حکم دیا ہے، جب تک وہ زندہ ہیں، ہم ان کے ساتھ بہتر سلوک کریں گے“، عبداللہ نے کہا: اللہ کے رسول! اس شہر والوں نے میرے والد کو تاج پہنانے پر اتفاق کر لیا تھا، اسی وقت اللہ آپ کو ہمارے درمیان لے آیا تو اللہ نے ان کی حیثیت گھٹادی اور آپ کو بلند کر دیا، ان کے ساتھ چند لوگ ایسے ہیں جو ان کو پرانی باتیں یاد کراتے رہتے ہیں۔ جب وہ نبی کریم ﷺ کے پاس سے واپس ہوئے اور ان کو یقین ہو گیا کہ آپ ﷺ نے ان کے والد کو چھوڑ دیا ہے تو انہوں نے یہ اشعار کہے:

أَلَا إِنَّمَا الدُّنْيَا حَوَادِثٌ تَنْتَظَرُ
وَمِنْ أَعْجَبِ الْأَحْدَاثِ مَا قَالَهُ عُمَرُ
يُشِيرُ عَلَيَّ مَنْ عِنْدَهُ الْوَحْيُ هَكَذَا
وَلَوْ كَانَ لِلْخَطَّابِ ذَنْبٌ كَذَبَهُ
غَدَاةٌ يَقُولُ ابْعَثْ إِلَيْهِ مُحَمَّدًا
لَيَقْتُلَهُ بِئْسَ لَعْمُوكَ مَا أَمْرُ
وَلَمْ يَسْتَشِرْهُ بِأَلَّتِي تَحَلَّقُ الشَّعْرُ
فَقُلْتُ لَهُ مَا قَالَ فِي وَالِدِي كَشْرُ

فَقُلْتُ رَسُولَ اللَّهِ إِن كُنْتُ فَاعِلًا كَفَيْتُكَ عَبْدَ اللَّهِ لَمْحَكَ بِالْبَصَرِ
(سن لو! دنیا حوادث اور واقعات کا نام ہے جن کے وقوع پذیر ہونے کا انتظار رہتا ہے، اور سب سے تعجب خیز واقعہ وہ ہے جس کو عمر نے کہا ہے۔

وہ اس ذات کو یہ مشورہ دے رہے ہیں جن کے پاس وحی آتی ہے اور آپ نے عمر سے اس بارے میں مشورہ ہی نہیں کیا جس سے سراڑا دیا جاتا ہے۔

اگر خطاب کا ویسا ہی گناہ ہوتا جیسا میرے والد کا ہے اور میں وہی بات کہتا جو انھوں نے کہی ہے تو وہ کاٹ کھانے کو دوڑتے۔

شام کے وقت وہ کہہ رہے تھے: اللہ کے رسول! آپ اس کے پاس محمد بن مسلمہ کو بھیجئے کہ وہ اس کو قتل کر آئے، تیری زندگی کی قسم! انھوں نے کیا ہی بدترین حکم دیا ہے۔

میں نے کہا: اللہ کے رسول! اگر آپ کو یہی کرنا ہے تو مجھے حکم دیجئے، میں آنکھ جھپکتے ہی آپ کی طرف سے عبداللہ کے لیے کافی ہو جاؤں گا اور ان کا سر آپ کے قدموں میں ڈال دوں گا)

مراجع: واقعی ۲/۳۳۰-۳۳۲

(۱۹۳)

عبداللہ ابن عبدالمدان

ابن کلبی نے کہا ہے کہ عبداللہ شاعر اور اپنی قوم کے سردار تھے، ان کا تذکرہ قیس بن حصین کے سلسلے میں ہے۔

مراجع: الاصابۃ ۲/۳۳۰

(۱۹۴)

عبداللہ ابن عجرہ سلمی

عبداللہ بن عجرہ سلمی، ابن غیمہ کے نام سے مشہور ہیں۔
مرزبانی نے مجمع الشعراء میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کا تعلق بنو معطی بن عبداللہ سے ہے، فتح مکہ کے دن انہوں نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

نَصَرْنَا رَسُولَ اللَّهِ مِنْ غَضَبٍ لَهُ بِأَلْفِ كَمَى لَا تُعَدُّ حَوَاسِرُهُ
وَكُنَّا لَهُ دُونَ الْجُنُودِ بِطَانَةً يُشَاوِرُنَا فِي أَمْرِهِ وَنُشَاوِرُهُ

دَعَانَا فَسَمَّانَا الشَّعَارَ مُقَدَّمًا وَكُنَّا لَهُ عَوْنًا عَلَيَّ مَنْ يَنَافِرُهُ
جَزَى اللَّهُ خَيْرًا مِنْ نَبِيِّ مُحَمَّدًا وَأَيَّدَهُ بِالنَّصْرِ وَاللَّهُ نَاصِرُهُ
(ہم نے رسول اللہ ﷺ کی ایک ہزار تھنیوں سے لیس بہادر شہسواروں سے مدد کی، جب آپ غصے میں بھر گئے۔
اور ہم دوسرے لشکروں کو چھوڑ کر آپ کے راز دار تھے، وہ اپنے امور میں ہم سے مشورہ کرتے ہیں اور ہم اپنے امور
میں ان سے مشورہ کرتے ہیں۔

انھوں نے ہم کو بلایا اور ہم کو سب سے پہلے ”شعار“ (اندرونی کپڑے یعنی خاص الخاص لوگوں) کا خطاب دیا اور ہم
آپ کے دشمنوں کے خلاف مددگار تھے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے نبی محمد کو بہترین بدلہ دے اور اپنی مدد سے اس کی تائید کرے اور اللہ ہی آپ کا مددگار اور ناصر ہے)
ابن سید الناس نے ”الشعراء الصحابة“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔

مراجع: الاصابۃ ۲/۳۳۶

(۱۹۵)

عبداللہ بن سلمہ بلوی انصاری حلفاً

عبداللہ بن سلمہ بن مالک بن حارث بن عدی بن جد بن حارث بن ضبیعہ بلوی۔

ان کی کنیت ابو محمد ہے اور ان کی ماں کا نام انیسہ بنت عدی ہے۔

موسیٰ بن عقبہ نے ان کو شہداء بدر میں شمار کیا ہے۔

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ یہ جنگ احد میں شہید ہوئے۔

طبری نے روایت کیا ہے کہ انیسہ بنت عدی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور کہا: اللہ کے رسول!
میرے فرزند عبداللہ بن سلمہ بدری تھے، وہ جنگ احد میں شہید ہوئے، میں چاہتی ہوں کہ ان کی قبر منتقل
کروں اور ان کے قرب سے انسیت پاؤں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو منتقل کرنے کی اجازت دی۔

عبداللہ بن سلمہ نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

أَنَا الَّذِي يُقَالُ أَصْلِي مِنْ بَلِيٍّ أَطْعَنُ بِالصَّعْدَةِ حَتَّى تَنْشَبِي
(میں وہ شخص ہوں جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ میری اصل قبیلہ بلی سے ہے، میں مضبوط نیزے سے حملہ کرتا
ہوں یہاں تک کہ نیزہ مڑ جاتا ہے)

مراجع: الاصابۃ ۲/۳۱۳

(۱۹۶)

عبداللہ ابن سلمہ ہمدانی

وثیمہ نے کتاب الردۃ میں عبداللہ ہمدانی کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ جب قبیلہ ہمدان کے وفد کو نبی کریم ﷺ کی وفات کی خبر پہنچی تو وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: قریش والو! تمام عربوں کو چھوڑ کر صرف آپ لوگوں کو ہی نبی کریم ﷺ کی وفات کی مصیبت سے دوچار ہونا نہیں پڑا ہے، کیوں کہ وہ کسی مخصوص قوم کے لئے نہیں تھے۔ البتہ میں اس بات کا اعتراف ہے کہ مہاجرین کو ہجرت کی وجہ سے اور انصار کو نصرت کی وجہ سے فضیلت حاصل ہے، پھر عبداللہ بن سلمہ نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

إِنَّ فَقْدَ النَّبِيِّ جَزَعَنَا الْيَوْمَ فِدْتُهُ الْأَسْمَاعُ وَالْأَبْصَارُ
مَا أُصِيبَتْ بِهِ الْغَدَاةُ قُرَيْبُ شُ لَا وَلَا أُفْرِدْتُ بِهِ الْأَنْصَارُ
فَعَلَيْهِ السَّلَامُ مَا هَبَّتِ الرِّبُ حُ وَمَدَّتْ جَنَحَ الظَّلَامِ نُوَارُ

(نبی کریم ﷺ کی جدائی نے آج ہم کو مصیبت زدہ کر دیا ہے، ہمارے کان اور آنکھیں آپ پر فدا ہوں۔

آج صبح سویرے قریش جس غم فراق سے دوچار ہوئے ہیں، صرف وہی اس مصیبت سے دوچار نہیں ہوئے ہیں اور نہ صرف انصار اس مصیبت سے دوچار ہوئے ہیں۔

جب تک ہوائیں چلتی رہیں اور روشنی تاریکی کے پردوں کو چاک کرتے رہے، آپ پر سلامتی ہو)

مراجع: الاصابۃ ۹۱/۳

(۱۹۷)

عبداللہ ابن سوید تمیمی شقری

عبداللہ ابن سوید تمیمی خضرم شاعر ہیں، انہوں نے غزوہ سند میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

أَلَا هَلْ أَتَى الْفَتِيَانُ بِالسِّنْدِ مَقْدَمِي عَلَى بَطْلٍ قَدْ هَزَّهَ الْقَوْمُ مِقْدَمِ
شَدَّدْتُ لَهُ أُسْرِي وَأَيَقَنْتُ أَنَّنِي عَلَى طَرَفِ الْمَهْوَاةِ إِنْ لَمْ أَصْمَمِ

(کیا مجھ سے پہلے مقام سند میں نوجوان پہنچ گئے، پہلے اقدام کرنے والے بہادر سے پہلے جس کو قوم نے ترغیب دے کر چست اور تیز کر دیا ہے۔

میں نے پوری قوت کے ساتھ جنگ کی اور اس بات کا یقین کر لیا کہ میں جہانم رہوں تو ہلاک ہو جاؤں گا)

مراجع: الاصابۃ ۹۲/۳

(۱۹۸)

عبداللہ ابن سیرہ حرسی

ابوعلیٰ قالی نے ”الا مالی“ میں لکھا ہے کہ ارطیون رومی نے عبداللہ بن سیرہ کو سن ۱۵ ہجری کو اپنے مقابلے کی دعوت دی تو عبداللہ نے ان کا مقابلہ کیا اور اس کو قتل کر دیا، اس مقابلہ میں عبداللہ کا ہاتھ کٹ گیا۔ عبداللہ نے اپنے کٹے ہوئے ہاتھ کا مرثیہ کہا ہے جو مندرجہ ذیل ہے:

وَيْلٌ أَمْ حَارَ غَدَاةَ الرَّوْعِ فَارَقَنِي أَهْوَنُ عَلَيَّ بِهِ إِذْ بَانَ فَاِنْقَطَعَا
بِمُنَى يَدَيَّ غَدَتُ مِنبَى مُفَارَقَةٍ لَمْ أَسْتَطِعْ يَوْمَ فَلْطَاسٍ لَهَا بَتَعَا
وَقَائِلِ غَابَ عَنِ شَأْنِي وَقَائِلَةٍ هَلَّا اجْتَنَبْتُ عَذْوَ اللَّهِ إِذْ صَرَعا
وَيْلٌ أُمِّهِ فَارِسًا أَخْلَفَ عَشِيرَتَهُ حَامِي وَقَدْ ضَيَّعُوا الْأَحْسَابَ فَارْتَجَعَا
يَمْشِي إِلَى مُسْتَجِيبٍ مِثْلَهُ بَطْلٌ حَتَّى إِذَا أَمَكْنَا سَيَفِيهِمَا انْقَطَعَا
فَاشْتَفَى الْمَوْتَ حَتَّى اشْتَفَى آخِرَهُ فَمَا اسْتَكَانَ لَمَّا لَاقَى وَلَا جَزَعَا
فَإِنْ يَكُنْ أَرْطُيُونُ الرُّومَ قَطَعَهَا فَإِنَّ فِيهَا بِحَرَمِ اللَّهِ مُنْتَفِعَا

(میرے ہاتھ کا ناس ہو! جنگ کے دن اس نے میرا ساتھ چھوڑ دیا، اس سے بھی زیادہ غم کی بات یہ ہے جب وہ جدا ہو گیا تو کٹ گیا۔

مقامِ منیٰ میں میرا ہاتھ مجھ سے دور ہو گیا، میں جنگِ فلطاس میں اس کو بچا نہیں سکا۔
بہت سے دوستوں اور بہت سی عورتوں نے کہا جو میرے کارناموں کو دیکھنے کے لیے موجود نہیں تھے: تم نے اللہ کے دشمن سے کنارہ کشی کیوں نہیں کی جب اس نے مقابلے کے لیے پکارا۔
اس شہسوار پر ماں روئے جس نے اپنے خاندان کا ساتھ چھوڑ دیا ہو اور دشمنوں نے حسبِ و نسب کو ضائع کر دیا تو وہ دیکھتا رہا اور واپس چلا آیا۔

اس جیسے شخص کے مقابلے کی دعوت قبول کرنے والے کی طرف بہادر بڑھتا ہے، یہاں تک کہ جب دونوں اپنی تلواروں پر گرفت مضبوط کرتے ہیں تو کٹائی ہوتی ہے۔

موت نے اس کو چوس لیا یہاں تک کہ اس کے خون کا آخری قطرہ بھی چوس لیا، جب وہ مقابلہ کے لیے آیا تو وہ نہ کُز پڑا اور نہ وہ گھبرا یا۔
اگر ارطیون رومی نے میرا ہاتھ کاٹا ہے تو اس میں اللہ کی طرف سے فائدہ ہے)

مندرجہ ذیل شعر بھی ان ہی کا ہے:

إِنْ أَقْلَبَ الطَّعْنَ فَالطَّاغُونُ يَرُصُّدُنِي كَيْفَ الْبَقَاءُ عَلَيَّ طَعْنٍ وَطَاغُونُ
(اگر میں نیزے کے وار کو بچاتا ہوں تو طاعون میری گھات میں لگا ہوا ہے، نیزہ بازی اور طاعون کے حملوں کی

صورت میں کیسے زندہ رہنا ممکن ہے)

مندرجہ ذیل شعرا انھوں نے معاویہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

تَجَاوَزْ بِحِلْمٍ مِنْكَ عَنِّي هَذِهِ لَكَ الْخَيْرُ وَانْظُرْ كَيْفَ أَكُونُ
(اپنی طرف بردباری کا مظاہرہ کرتے ہوئے مجھے درگزر کیجئے اور میرا گناہ معاف کیجئے، آپ کے لیے بھلائی ہو، پھر
آپ دیکھئے کہ میں کیسا بنتا ہوں)

مراجع: الاصابۃ ۵۹/۳

(۱۹۹)

عبداللہ ابن عتبہ ضعی

عبداللہ ابن عتبہ ضعی جنگ قادسیہ میں شریک ہوئے۔

مرزبانی نے معجم الشعراء میں ان کا تذکرہ کیا ہے کہ بسطام بن قیس شیبانی کے مرثیہ میں انھوں نے مندرجہ

ذیل اشعار کہے:

أَفَاتِنَةُ بَنُو زَيْدِ بْنِ عَمْرٍو وَلَا يُوقِي بَسْطَامَ قَتِيلُ
فَخَرَّ عَلَى الْأَلَاءِ لَمْ يُوسِدْ كَأَنَّ جَبِينَهِ سَيْفٌ صَيْقِلُ
فَإِنْ يَفْجَعُ عَلَيْهِ بَنُو أَبِيهِ فَقَدْ فُجِعُوا وَفَاتَهُمْ خَلِيلُ
(کیا بنو زید ابن عمرو مصیبت سے دوچار ہیں؟ بسطام کی طرح کوئی مقتول نہیں ہے۔

چناں چہ وہ سخت زمین پر گر گیا جس کے سر میں تکیہ بھی نہیں تھا، اس کی پیشانی تیز تلوار کے مانند چمک رہی ہے۔
اگر اس کے خاندان والوں کو اس کی جدائی پر غم ہے تو دوست بھی اس کی جدائی کے غم میں مبتلا ہیں)

مراجع: الاصابۃ ۹۳/۳

(۲۰۰)

عبداللہ ابن عتبہ نفیلی

وٹیمہ نے ”کتاب الردۃ“ میں ابن اسحاق کے واسطے سے لکھا ہے کہ جب ان کی قوم نفیل کو نبی

کریم ﷺ کی موت کی خبر پہنچی تو انھوں نے زکوٰۃ ادا نہ کرنے اور زبردستی زکوٰۃ کی وصولیابی کی صورت میں مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے پر اتفاق کیا، یہ دیکھ کر عبداللہ بن عتبہ نفیلی اپنی قوم میں کھڑے ہوئے اور انھوں نے خطاب کیا اور ان کو نصیحت کی۔ وہ اپنی قوم کے شریف اور باعزت آدمی تھے، قوم والوں نے ان کو گالی دی اور ان کی مخالفت کی، وہ بہت بوڑھے تھے، فتنہ ارتداد میں قوم کی قیادت قرہ بن ہبیرہ کے ہاتھوں میں تھی۔

اس واقعہ کے سلسلے میں عبداللہ بن عتبہ نے شعر کہے ہیں جن میں سے چند شعر مندرجہ ذیل ہیں:

بَنِی عَامِرٍ لَسْتُ بِأَخَوْفَ شَوْكَةٍ وَلَا جَمْرَةٍ فِي النَّاسِ مِنْ غُطْفَانٍ
وَلَيْسَ لَكُمْ بِالْبَحْرَيْنِ حَابِسُ طَافَةٍ وَلَيْسَ لَكُمْ بِالْمُسْلِمِينَ يَدَانِ

(بنو عامر! تم قبیلہ غطفان سے زیادہ طاقتور نہیں، اور نہ لوگوں میں تمہاری دھاک ان سے زیادہ ہے۔
اور بحرین میں تمہاری خاطر مسلمانوں کی طاقت کو روکنے والا کوئی نہیں ہے اور نہ تم میں مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی سکت ہے)

مراجع: الاصابۃ ۹۲/۳

(۲۰۱)

عبداللہ ابن قیس صباحی

رشاطی نے روایت کیا ہے کہ وفد عبدالقیس میں انشج کے ساتھ عبداللہ بن قیس صباحی بھی آئے تھے۔
وشیمہ نے ابن اسحاق کے حوالے سے لکھا ہے کہ انہوں نے ہجرین میں قلعہ والوں کے راز سے مسلمانوں کو مطلع کیا تھا، وشیمہ نے اس سلسلے میں ان کے اشعار بھی نقل کیے ہیں جن میں سے ایک شعر یہ ہے:

لَا تُوعِدُونَا بِمَغْرُورٍ وَأُسْرَتِهِ مَنْ يَلْقَانَا يَلْقَى مُنَاشِبَةَ الْحَطَمِ

(ہمیں مغرور اور اس کے خاندان کے حوالے سے دھمکی نہ دو، جو ہمارے خلاف جنگ کرے گا تو وہ ٹکراؤ اور جنگ کا اعلان پائے گا)

مراجع: الاصابۃ ۳۵۳/۲

(۲۰۲)

عبداللہ ابن کامل سلمی

عبداللہ بن کامل بن حبیب بن عمرہ بن ثابت بن مرہ بن ہلال بن فالح بن ذکوان بن ثعلبہ بن

بہشہ بن سلیم سلمیٰ۔

عبداللہ سلمیٰ مخضرم شاعر ہیں، انہوں نے جنگِ مرج الصفر میں شرکت کی۔
مرزبانی نے ”معجم الشعراء“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور ان کا یہ شعر نقل کیا ہے،
شَهِدْتُ قَبَائِلُ مَالِكٍ وَتَغَيَّبْتُ عَنْهُ عُمَيْرَةُ يَوْمَ مَرْجِ الصَّفَرِ
(جنگِ مرج الصفر میں میرے ساتھ بنو مالک شریک رہے اور قبیلہ عمیرہ غائب رہا)

مراجع: الاصابۃ ۹۳/۳

(۲۰۳)

عبداللہ ابن کرز لیشی

ابن ابوالدینیا نے ”الكفالة“ میں اور رامہرمزی نے ”الأمثال“ میں حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: ”تم میں سے ہر ایک کی مثال اور تمہارے مال کی مثال اور تمہارے عمل کی مثال اور تمہارے اہل و عیال کی مثال اس شخص کی سی ہے جس کے تین بھائی ہوں، جب اس کی موت کا وقت قریب آ گیا تو اس نے اپنے ایک بھائی سے کہا جو اس کا مال ہے: جو مصیبت مجھ پر آئی ہے تم اس کو دیکھ رہے ہو، چنانچہ تمہارے پاس میرے لیے کیا ہے؟ وہ کہے گا: میرے پاس تمہارا مال ہے، اس کا نفع تم کو صرف اپنی زندگی ہی میں ملے گا، اگر تم مجھ سے جدا ہو جاؤ گے تو میں دوسروں کے پاس چلا جاؤں گا۔“ نبی کریم ﷺ مڑے اور دریافت کیا: ”اس کو تم کس قسم کا بھائی سمجھتے ہو؟“ صحابہ نے کہا: ہم اس کو فائدہ مند نہیں پاتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”پھر وہ اپنے دوسرے بھائی کی طرف متوجہ ہوا، جو اس کے اہل و عیال ہیں، اور اس سے بھی وہی سوال کیا جو اس نے مال سے کیا تھا۔ اس نے جواب دیا: میں تمہاری نگرانی کروں گا اور تمہاری عیادت کروں گا، جب تمہارا انتقال ہو جائے گا تو میں تم کو غسل دوں گا اور کفن دوں گا اور لے جا کر دفن کروں گا، پھر واپس لوٹ آؤں گا، جو بھی تمہارے بارے میں پوچھے گا اس کو بتا دوں گا۔“ آپ نے دریافت کیا: ”بتاؤ، یہ کس قسم کا بھائی ہے؟“ صحابہ نے فرمایا: ہم اس کو فائدہ مند نہیں پاتے۔ ”پھر وہ اپنے تیسرے بھائی سے وہی کہے گا، جو اس کا عمل ہے، وہ کہے گا: میں تمہارے ساتھ قبر میں جاؤں گا، اور تمہارے ساتھ ہی رہوں گا، تمہاری تنہائی اور وحشت دور کروں گا، میں تمہارے کفن میں بیٹھوں گا اور کبھی تم سے جدا نہیں ہوں گا۔“ آپ نے دریافت کیا: ”یہ بھائی کس قسم کا ہے؟“ صحابہ نے

کہا: بہترین بھائی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن کرز لیشی کھڑے ہو گئے اور کہا: اللہ کے رسول! کیا مجھے اس بات کی اجازت ملے گی کہ میں اس سے متعلق شعر کہوں؟ آپ نے فرمایا: جی ہاں۔

راوی کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک رات گزاری اور دوسرے دن رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر یہ اشعار سنائے:

إِنِّي وَمَالِي وَالَّذِي قَدَّمْتُ يَدِي كَرَاعٍ إِلَيْهِ ضُحْبَةٌ ثُمَّ قَائِلٌ
لَا صَحَابَ لَهُ إِذْ هُمْ ثَلَاثَةٌ إِخْوَةٌ أَعِينُوا عَلَى أَمْرِی الَّذِي بِي نَازِلٌ
(میں اور میرا مال اور میرے اعمال ایک محافظ اور راز دان کی طرح ہے، جس کے پاس اس کے ساتھی آئے ہوں، پھر اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا جن کی تعداد تین ہے: جو مصیبت مجھ پر آنے والی ہے اس سلسلے میں تم میری مدد کرو) نبی کریم ﷺ کی مجلس میں جتنے بھی لوگ تھے، سبھی لوگ یہ اشعار سن کر رو پڑے۔

مراجع: الاصابۃ ۲/۳۵۴

(۲۰۴)

عبد اللہ ابن الحیب

عبد اللہ الحیب بن مصرحی، ان کی کنیت ابو مسیب ہے اور قتال کلابی کے نام سے مشہور ہیں۔

ابوزید انصاری نے کہا ہے کہ ان کا شمار جاہلی شعراء میں ہوتا ہے۔

ابو عبیدہ نے بیان کیا ہے کہ مروان بن حکم نے ان کو قید کیا تھا۔

ابو عبیدہ بکری نے ”شرح أمالی القتالی“ میں لکھا ہے کہ وہ اسی بنیاد پر خضر مین شعراء میں سے ہیں کہ وہ مروان ابن حکم کے زمانے تک زندہ تھے۔

مندرجہ ذیل شعرا انہوں نے اپنی قوم کے سلسلے میں کہا:

هَلْ مِنْ مَعْشَرٍ غَيْرُكُمْ أَدْعُوهُمْ فَلَقَدْ سَمِعْتُ دُعَاءَ يَالَ كِلَابٍ
(کیا میں تمہارے علاوہ دوسرے لوگوں کو پکاروں گا، اے آل کلاب! میں نے ایک پکار سنی ہے)

مراجع: الاصابۃ ۳/۹۴

(۲۰۵)

عبداللہ ابن مالک ارجی

وثیمہ نے کتاب الردہ میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن مالک ارجی صحابی ہیں اور اس سلسلے میں ان کے اشعار نقل کیے ہیں۔

ابن اسحاق نے نقل کیا ہے کہ قبیلہ ہمدان نے جب مرتد ہونے کا ارادہ کیا تو عبداللہ بن مالک ارجی کھڑے ہو گئے (وہ صحابہ میں سے تھے) قبیلہ ہمدان کے لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے تو انہوں نے کہا: اے قبیلہ ہمدان والو! تم نے محمد کی عبادت نہیں کی ہے، بلکہ تم نے محمد کے پروردگار کی عبادت کی ہے، وہ اب بھی زندہ ہے، اور ہمیشہ زندہ رہے گا، اس کو موت نہیں، البتہ تم نے اللہ کے رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت کے طور پر کی تھی، اس بات کو جان لو کہ انہوں نے تم کو آگ سے بچایا ہے، اللہ محمد کے ساتھیوں کو گمراہی پر جمع نہیں کر سکتا۔ انھوں نے طویل خطاب کیا اور اس میں مندرجہ ذیل اشعار بھی کہے:

لَعَمْرِي لَئِنْ مَاتَ النَّبِيُّ مُحَمَّدٌ لَمَّا مَاتَ يَا ابْنَ الْفَقِيلِ رَبُّ مُحَمَّدٍ
دَعَا إِلَيْهِ رَبُّهُ فَأَجَابَهُ فَيَا خَيْرَ غُورِي وَيَا خَيْرَ مُنْجِدٍ
(میری زندگی کی قسم! اگر اللہ کے نبی محمد کا انتقال ہوا ہے تو اے ابن نفیل! محمد کے پروردگار کا بھی انتقال نہیں ہوا ہے۔
آپ کے پروردگار نے آپ کو اپنے پاس بلایا ہے تو آپ نے لیک کہا، کیا ہی بہترین مدفون ہے اور کیا ہی بہترین دعوت قبول کرنے والا ہے!!)

مراجع: الاصابہ ۲/ ۳۵۷، شعر ہمدان ۳۴۴، مجمع الشعراء ۱۵۲، مجمع الشعراء الخضر مین والا موبین ۲۵۲

(۲۰۶)

عبداللہ ابن وہب اسدی

ابن اسحاق نے مغازی میں روایت کیا ہے کہ جنگ حنین میں بنو سعد بن کبیر کے ایک شخص ابو ایوب بن زید نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

وَكُنَّا يَأْقُرِيْشُ إِذَا غَضِبْنَا كَأَنَّ أَنْوَفَنَا فِيْهَا سَعُوْطُ

الْأَهْلُ أَتَاكَ إِنْ غَلَبَتْ قُرَيْشٌ هَوَازِنَ وَالْخُطُوبُ لَهَا شُرُوطُ
(اے قریش والو! جب ہم کو غصہ آتا ہے تو ہم ایسے ہوتے ہیں کہ گویا ہماری ناک میں دوائی ڈالی گئی ہو، جس کی وجہ سے ہم پھر گئے ہوں۔
کیا تمہیں یہ خبر ہے کہ اگر قریش ہوازن پر غالب آگئے ہیں تو یہ بات بھی جان لو کہ مصیبتوں کے لیے کچھ شرطیں اور اصول ہوتے ہیں)

عبداللہ بن وہب اسدی نے ان اشعار کا جواب دیا:
بَسُوطِ اللَّهِ نَضْرِبُ مَنْ لَقِينَا كَأَفْضَلِ مَا رَأَيْتَ مِنَ الشُّرُوطِ
وَكُنَّا يَا هَوَازِنُ حِينَ نَلْقَى نَبْلُ الْهَامِ مِنْ عَلَقٍ عَيْطِ
فَإِنْ يَكُ قَيْسُ غِيلَانَ عَصَانِي فَلَا يَنْفَكُ بِرَغْمِهِمْ سُعُوطُ
(جو ہمارے خلاف جنگ کرتا ہے ہم اس کو اللہ کے کوڑے سے مارتے ہیں، یہی سب سے افضل اصول اور قاعدہ ہے جو تم نے دیکھا ہے

اے ہوازن والو! جب ہم جنگ کرتے ہیں تو گاڑھے ترو تازہ خون سے کھوپڑیوں کو تر کر دیتے ہیں۔
اگر قیس غیلان نے میری نافرمانی کی ہے تو ان کے نہ چاہتے ہوئے بھی ان کی ناک میں دوائی ڈالی جائے گی)
پہلے والے اشعار ابوصحار کی طرف بھی منسوب ہیں۔
حضرت عثمان کے ساتھ ”یوم الدار“ میں شہید ہونے والوں میں عبداللہ بن وہب بھی تھے، یہ واقعہ ۳۵ھ کا ہے۔

مراجع: الاصابۃ ۳/۳۷۳، الوافی بالوفیات ۱/۶۶۴-۶۶۵، تاریخ الکبیر للبخاری ۳/۱/۲۱۸، تاریخ دمشق لابن عساکر ق ۱۵۰-۱۵۱، أسد الغابۃ ۳/۲۷۳، تاریخ الاسلام للذہبی ۴/۲۳، تہذیب التہذیب ۶/۷۰-۷۱، مجمع الشعراء المختصر مین والاموئین ۲۵۷

(۲۰۷)

عبداللہ ابن یزید ہلالی

عبداللہ بن یزید بن عبداللہ بن اصرم ہلالی
ان کی کنیت ابو لیلیٰ ہے۔
امام ذہبی نے ”التجریۃ“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ ابن اثیر نے ان کا تذکرہ کیا ہے
اور کہا ہے کہ عبداللہ ہلالی مخضرم شاعر ہیں۔

مرزبانی نے مجمع الشعراء میں کہا ہے کہ یہ شامی شاعر ہیں، انہوں نے ہی عباس بن عبدالمطلب کی بیوی لبابہ بنت حارث ہلالیہ کے سلسلے میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

مَا وَلَدْتُ نَجِيَّةً مِنْ فَحْلٍ نِسْمَةً مِنْ نَسْلِ أُمِّ الْفَضْلِ
أَكْرَمُ بِهِ مِنْ كَهْلَةٍ مِنْ كَهْلٍ عَمِّ النَّبِيِّ الْمُصْطَفَى ذِي الْفَضْلِ
(شریف خاتون نے جس عظیم شخص کو جنم دیا ہے، وہ ام فضل کی نسل سے تعلق رکھتا ہے۔

احسانوں کے پیکر نبی مصطفیٰ کے چچا عمر رسیدہ لوگوں میں کیا ہی باعزت ہیں!!)

مراجع: الاصابۃ ۳/۸۸، البدایۃ والنہایۃ ۲/۱۰۲، ۳/۶، ۱۷۳، ۲۲۱، ۴/۲۹۵، ۸/۲۳۰، مجمع الشعراء ڈاکٹر عقیف ۱۵۴، مخ المذبح ۱۷۰،
مجمع الشعراء المحضرمین والا موبین ۲۵۷

(۲۰۸)

عبداللہ ابن یزید غافری سکونی

عبداللہ بن یزید بن قیس غافری سکونی۔

وثیمہ نے ”کتاب الردۃ“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے کہ جب ان کی قوم نے مرتد ہونے کا ارادہ کیا اور زیاد بن لبید سے اونٹنی چھین لی گئی جس پر صدقہ کا نشان تھا تو عبداللہ بن یزید اپنی قوم میں کھڑے ہو گئے اور کہا: اے بادشاہوں کی قوم! میں اتنا حقیر نہیں ہوں کہ کچھ نہ کہوں اور تم میں کوئی اتنا برا نہیں ہے کہ میری بات نہ سنے، میں تم کو اللہ اور رشتہ داری کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ تم اس اونٹنی کے سلسلے میں بات کرو، جو حق کی بنیاد پر لی گئی تھی، اس کا واپس لینا غلط ہے۔ پھر انہوں نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

مَا كَانَ فِي نَاقَةٍ ضَلَّتْ حُلُومُكُمْ
أَلْقَى زَيْادٌ عَلَيْهَا حَقَّ مِسْمِهِ
بَعْدَ اللِّسَانِ وَبَعْدَ الْكَفِّ وَالْقَدَمِ
أَسَامُ فِيهَا وَرَبُّ الْحِلِّ وَالْحَرَمِ
(ایک اونٹنی کے سلسلے میں تمہاری عقلیں ماری جائیں گی اور تم اللہ کے عہد و پیمان کو توڑو گے؟ ایسا تو نہیں ہونا چاہیے، یہ بڑے تعجب کی بات ہے۔

زیاد نے زبان سے کہنے اور اس کو زکوٰۃ میں لینے کے بعد اس پر صدقہ کا نشان لگایا ہے۔
بکر اور ان کے بھائیوں پر کوئی دشواری اور پریشانی نہیں ہے کہ مجھ سے اس اونٹنی کے سلسلے میں سودا کیا جائے، حلال اور حرام نازل کرنے والے رب کی قسم!)

اشعث بن قیس نے ان کو بلا بھیجا اور کہا: میں تمہاری باتیں سن رہا ہوں، جن میں ہماری مخالفت ہے، تم ایسی باتوں سے گریز کرو، جن کو ہم ناپسند کرتے ہیں اور ہم ان کو برداشت نہیں کر سکتے۔ اشعث ابن قیس اور قوم سے تنگ آ کر وہ اپنی قوم سے نکل کر مدینہ چلے گئے، پھر مسلمانوں کے ساتھ اپنی قوم کے خلاف جنگ کرنے کے لئے واپس ہوئے اور زیاد بن لبید کے ساتھ شہید ہوئے، مرباع کندي نے ان پر مرثیہ کے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

أَعْبَدَ اللَّهَ قَدْ أَعْدَرْتُ فِينَا وَلَكِنَّا هَزُنَّا بِالنَّصِيحِ
وَقَدْ أَسْمَعْتَنَا بِدُعَاءِ دَاعٍ إِلَى الْعُلَيَّاءِ وَالْأَمْرِ الصَّحِيحِ
(عبداللہ! تم ہم میں معذور ہو، تم نے ہمیں نصیحت کی، لیکن ہم میں نصیحت کرنے والے کا مذاق اڑایا گیا۔
تم نے ہمیں بلندی اور صحیح راستے کی طرف بلانے والے کی بات سنائی اور ہم تک پہنچائی)

مراجع: الاصابۃ ۳/۹۵-۹۶

(۲۰۹)

عبداللہ ابن حارث جعفی

عبداللہ ابن حارث بن عمرو بن خالد بن مجمع بن مالک بن کعب بن سعد بن عوف بن عوین بن جعفی بن سعد العشرہ جعفی۔

ابن الکلبی نے کہا ہے کہ وہ شاعر اور بہادر تھے۔
انھوں نے جنگ قادسیہ میں شرکت کی۔

مراجع: الاصابۃ ۳/۱۰۱

(۲۱۰)

عشعث ابن عمرو کندي

عشعث فتنہ ارتداد میں اسلام پر ثابت قدم رہے۔

وشیمہ نے ابن اسحاق کے حوالے سے عشعث کا تذکرہ کیا ہے، انھوں نے اشعث کو مخاطب

کرتے ہوئے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

إِنْ تُمْسَ كِنْدَةً نَّا كَثِيرِينَ عُهُودَهُمْ
فَاللَّهُ يَعْلَمُ أَنِّي لَمْ أَكُتْ
لَا تَبْغِ إِلَّا الدِّينَ دِينًا وَاحِدًا
خُذْهَا وَلَا تَرُدْ نَصِيحَةَ عَشْعَثٍ

(اگر کندہ والے اپنے معاہدوں کو توڑنے پر ہی مصرر ہیں گے تو اللہ جانتا ہے کہ میں نے معاہدہ نہیں توڑا ہے۔
تم صرف ایک ہی دین تلاش کرو، اور اس کو اختیار کرو اور عثث کی نصیحت نہ ٹھکراؤ)
مراجع: الاصابہ ۱۰۳/۳، معجم الشعراء ذاکر عقیف ۱۵۹، مخ المذرح ۲۱۶، معجم الشعراء الخضر مین والا موئین ۲۷۹

(۲۱۱)

عثمان ابن ابوالعاص ثقفی

عثمان بن ابوالعاص بن بشر بن عبد بن دھمان بن عبد اللہ بن ہمام ثقفی۔

ان کی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔

ثقیف کے وفد میں آکر انہوں نے اسلام قبول کیا اور نبی کریم ﷺ نے ان کو طائف کا گورنر بنایا، ابوبکر اور عمر نے اپنے عہد خلافت میں ان کو طائف کا گورنر باقی رکھا، پھر عمر نے ان کو ۱۵ھ میں عمان اور بحرین کا بھی گورنر بنایا، پھر انہوں نے بصرہ میں سکونت اختیار کی اور وہیں معاویہ کے عہد خلافت میں ۵۰ھ کو انتقال کر گئے، انہوں نے ہی قبیلہ ثقیف کو ارتداد سے منع کیا اور ان میں خطاب کیا اور کہا: تم نے سب سے اخیر میں اسلام قبول کیا ہے، کہیں تم سب سے پہلے مرتد نہ ہو جاؤ۔

مرزبانی نے ”معجم الشعراء“ میں بیان کیا ہے کہ عثمان بن بشر بن عبد بن دھمان نے زمانہ جاہلیت میں عمرو بن معدیکرب پر حملہ کیا تھا، حملے سے بچنے کیلئے عمرو بھاگ گئے تو عثمان نے یہ اشعار کہے:
لَعَمْرُكَ لَوْلَا اللَّيْلُ قَامَتْ مَا تَمَّ حَوَاسِرُ يَخْمِشْنَ الْوُجُوهُ عَلَى عَمْرٍو
فَأَقْلَبْنَا قُوتُ الْأَسِنَّةِ بَعْدَمَا رَأَى الْمَوْتَ وَالْحَطِيَّ أَقْرَبَ مِنْ شَعْرِ
(تیری زندگی کی قسم! اگر رات نہ ہوتی تو عمرو پر ماتم اور لوحہ شروع ہو جاتا، اور عورتیں اپنے بالوں کو کھول کر چہرہ نوچ رہی ہوتیں۔
نیزوں کی خوراک ہم سے چھوٹ گئی، جب کہ اس نے موت اور مضبوط نیزے کو بال سے زیادہ اپنے سے قریب دیکھ لیا تھا)
ان کی وفات ۵۱ ہجری کو ہوئی۔

مراجع: الاصابہ ۲/۲۵۳، الوانی بالوفیات ۲۰/۲۳-۲۳، تہذیب الکمال ۱۹/۳۹۵، طبقات ابن سعد ۵/۵۰۸، سیر اعلام النبلاء ۲/۳۷۳

(۲۱۲)

عثمان ابن ربیعہ ثقفی

سیف نے ”الفَتْوح“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے کہ عثمان بن ابوالعاص نے ان کو نبی کریم ﷺ کی

وفات کے وقت قبیلہ ازد کے ان لوگوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے بھیجا جو مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے جمع ہونے لگے تھے، چنانچہ انہوں نے قبیلہ ازد کے خلاف جنگ کی اور ان کو شکست دی اور اس جنگ کے سلسلے میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

فَضَضْنَا جَمْعَهُمْ وَالنَّقْعُ كَابِنٌ وَقَدْ يُعْدِي عَلَى الْغُدُوِّ الْعُقُوقُ
وَأَبْرَقَ بَارِقٌ لَمَّا التَّقَيْنَا فَعَادَتْ خَلْبًا تِلْكَ الْبُرُوقُ
(ہم نے ان کی فوج اور جمعیت کو منتشر کر دیا، جب کہ تالاب کا جمع ہوا پانی سوکھا ہوا تھا، اور کبھی کبھار بجلی کی طرح چمکنے والی تلوار صبح سویرے حملہ کر دیتی ہے۔

جب ہمارے درمیان جنگ شروع ہوئی تو بجلی کوندی، پھر وہ چمک اس بادل کی طرح بن گئی جو گرے، چمکے اور بارش کی امید دلائے، مگر پھر چھٹ جائے اور نہ برسے، یعنی جب دونوں کی تلواریں ٹکرائیں تو ایک چمک نکلی، لیکن مد مقابل میرے سامنے اس وار کے بعد رک نہیں سکا اور میرے وار سے ڈھیر ہو گیا)

مراجع: الاصابۃ ۲/۴۵۲

(۲۱۳)

عدی ابن ابوزغباء

عدی بن ابوزغباء نے جنگ بدر کے موقع پر یہ شعر کہا:

أَنَا عَدِيٌّ وَالسَّحْلُ أَمْشِي بِهِمَا مَشْيَ الْفَحْلِ
(میں عدی ہوں، میں زرہ میں ساندھ کے چلنے کی طرح چلتا ہوں)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”عدی کون ہے؟“ ایک شخص نے کہا: اللہ کے رسول! میں عدی ہوں۔ آپ نے دریافت کیا: ”تم کون ہو؟“ انہوں نے کہا: میں فلاں کا لڑکا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ”تم عدی نہیں ہو؟“ اس پر عدی بن ابوزغباء نے کہا: اللہ کے رسول! میں عدی ہوں۔ آپ نے دریافت کیا: ”اور تم نے کیا کہا ہے؟“ انہوں نے کہا:

وَالسَّحْلُ أَمْشِي بِهِمَا مَشْيَ الْفَحْلِ

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”سحل کیا ہے؟“ انہوں نے کہا: زرہ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بہترین عدی، عدی بن ابوزغباء ہیں۔“

مندرجہ ذیل اشعار بھی عدی بن ابوزغباء کے ہیں جو انہوں نے جنگ بدر کے موقع پر کہے:

يَا رَاكِبَ النَّاقَةِ الْقَصَوَاءِ هَاجَرَنَا عَمَّا قَلِيلٍ تَرَانِي رَاكِبَ الْفَرَسِ
أَعْلُ رُمَحِي فِيكُمْ ثُمَّ أَنَّهُلَهُ وَالسِّيفُ يَأْخُذُ مِنْكُمْ كُلَّ مُلْتَبِسٍ
(اے قصواء اوٹنی پر سوار ہونے والے! اور ہماری طرف ہجرت کر کے آنے والے! تھوڑی ہی دیر میں آپ مجھے گھوڑے پر سوار دیکھیں گے۔

کہ میں تم میں اپنے نیزے کو سیراب کر رہا ہوں، پھر اس کو بہادروں کا خون پلا رہا ہوں، اور تلوار تم میں سے ہر کافر کو اپنا شکار بنائے گی)

جنگ بدر کے موقع پر بنو زہرہ کے لوگ بھی مشرکین کے ساتھ شریک تھے، جب کفار مکہ کا قافلہ بچ گیا تو اخنس ابن شریق نے بنو زہرہ کو واپس آنے پر آمادہ کیا اور وہ بھی بنو زہرہ کے ساتھ واپس چلے گئے، اس پر عدی ابن ابوالزغباء نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

أَقِمْ لَهَا صُدُورَهَا يَا بَسْبَسُ إِنَّ مَطَايَا الْقَوْمِ لَا تُحْبَسُ
وَحَمْلُهَا عَلَى الطَّرِيقِ أَكْبَسُ قَدْ نَصَرَ اللَّهُ وَفَرَّ الْأَخْنَسُ
(اخنس نے کہا: اے بسبس! سوار یوں کے کجاؤں کو درست کرو، قوم (قریش) کی سواریاں روکی نہیں جائیں گی۔
اور ان سوار یوں کو راستے پر ڈالنا زیادہ عقل مندی کی بات ہے، اللہ نے مدد کی اور اخنس بھاگ گیا)

مراجع: واقدی ۱/۸۱/۸۲

(۲۱۴)

عدی ابن ربیع ابن عبد شمس

عدی، ابوالعاص بن ربیع کے بھائی ہیں۔

جب رسول اللہ کی دختر زینب نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی تو عدی ان کے ساتھ تھے۔

مرزبانی نے مجمع الشعراء میں لکھا ہے کہ ہبار بن اسود ہجرت میں رکاوٹ ڈالنے کے لیے آئے تو

عدی نے تیر سے مار کر ان کو ہلاک کر دیا اور مندرجہ ذیل اشعار کہے:

عَجِبْتُ لِهَبَارٍ وَأَوْبَاشٍ قَوْمِهِ يُرِيدُونَ إِخْفَارِي بِنْتَ مُحَمَّدٍ
وَلَسْتُ أَبَالِي مَا لَقِيتُ ضَجِيعَهُمْ إِذَا اجْتَمَعَتْ يَوْمًا يَدِي بِالْمُهَنْدِ
(مجھے ہبار اور اس کی قوم کے اوباشوں پر تعجب ہے!! وہ چاہتے ہیں کہ میں محمد کی دختر کا ساتھ چھوڑ دوں۔

مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے کہ مجھے ان کے ساتھ لڑنا پڑے گا، جب میرا ہاتھ ہندوستانی تیز تلوار پر جم جائے گا)

ایک قول یہ بھی ہے کہ زینب کے ساتھ کنانہ بن عدی تھے۔

ابن سید الناس نے ”الصحابۃ الشعراء الذین مدحوا النبی“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور یہ واقعہ بھی بیان کیا ہے۔

مراجع: الاصابۃ ۲/۴۶۲، معجم الشعراء ذکر عقیف ۱۶۱، مخ المذبح ۲۱۲، معجم الشعراء الخضر مین والا موئین ۲۸۲-۲۸۳

(۲۱۵)

عدی ابن عمرو طائی

عدی بن عمرو بن سوید بن زبان بن عمرو بن سلسلہ بن غنم بن ثوب بن معن طائی۔
یہ گلوکار شاعر ہیں، اور اعرج کے نام سے مشہور ہیں۔

ابن کلبی نے کہا ہے کہ یہ جاہلی۔ اسلامی شاعر ہیں، مندرجہ ذیل اشعار ان ہی کے ہیں:
تَرَكَتُ الشَّعْرَ وَاسْتَبَدَلْتُ مِنْهُ إِذَا دَاعَى صَلَاةَ الصُّبْحِ قَامًا
كِتَابَ اللَّهِ لَيْسَ لَهُ شَرِيكَ وَوَدَّعْتُ الْمُدَامَةَ وَالنَّدَامَى
(میں نے شعر کہنا چھوڑ دیا، اور جب موزن نے صبح کی نماز کے لیے آواز دی تو میں کھڑا ہو گیا اور شعر کے بدلے اللہ کی کتاب کی تلاوت شروع کی، جس کا کوئی شریک نہیں، اور میں نے شراب اور ہم نشینوں کو چھوڑ دیا)
یہ اشعار سوید بن عدی بن عمر کی طرف بھی منسوب ہیں۔

مراجع: الاصابۃ ۳/۱۰۳-۱۰۵

(۲۱۶)

عدی ابن حاتم طائی

عدی ابن حاتم طائی ابن عبد اللہ ابن سعد ابن حشوچ ابن امر والقیس ابن عدی ابن اخزم ابن ابو اخزم (ان کا نام ہنرومہ ہے) ابن ربیعہ ابن جروول ابن ثعلب ابن عمرو ابن غوث ابن طی ابن اددا ابن زید ابن کہلان طائی۔

عدی ابن حاتم کی پیدائش ہجرت سے تقریباً ۵۳ سال پہلے ہوئی اور وفات ۶۴ھ مطابق ۶۸۶ء کو ہوئی، عدی ۱۲۰ سال زندہ رہے، وہ مخضرم شاعر ہیں، ان کو عہد جاہلی اور عہد اسلام ملا، پھر انھوں نے اسلام قبول کیا اور بہترین مسلمان بنے، فتنہ ارتداد میں اسلام پر خود بھی ثابت قدم رہے اور اپنی قوم کو مرتد ہونے سے بچایا اور قوم

نے ان کی بات مان کر اسلام پر ثابث قدم رہے۔

عدی آپ ﷺ کے پاس اپنے قبیلے کے وفد کے ساتھ ۷ ہجری یا ۱۰ ہجری کو آئے، پھر ابو بکر کے عہد خلافت میں اپنی قوم کی زکوٰۃ لے کر دوبارہ مدینہ آئے، آپ اپنی قوم کے سردار، باعزت، خطیب، حاضر جواب، سخی اور فاضل شخص تھے۔

عدی نے بعد میں کوفہ میں سکونت اختیار کی اور حضرت علی کے ساتھ جنگ جمل میں شریک ہوئے، جس میں ان کی ایک آنکھ زخمی ہو گئی، پھر حضرت علی کے ساتھ جنگ صفین اور جنگ نہروان میں شرکت کی، آپ کا انتقال کوفہ میں ۱۲۰ سال کی عمر میں ۶۷ھ کو ہوا، ایک قول یہ بھی ہے کہ ۶۶ ہجری میں ہوا، معاویہ نے حضرت علی کے انتقال کے بعد ان کو اپنی صف میں لانے کی کوشش کی، لیکن کامیاب نہیں ہوئے، اسی سلسلے میں وہ معاویہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

يُحَاوِلُنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَخْرٍ وَلَيْسَ إِلَيَّ التَّيُّ يَبْغِي سَبِيلُ
يُذَكِّرُنِي أَبَا حَسَنٍ عَلِيًّا وَحَظِّي فِي أَبِي حَسَنٍ جَلِيلُ
(معاویہ ابن صخر مجھے اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کر رہے ہیں، لیکن جو وہ چاہتے ہیں اس کی کوئی سبیل نہیں ہے۔)

مجھے ابوالحسن علی کی یاد آتی رہتی ہے، ابوالحسن کے ساتھ میرا ساتھ بڑا زبردست ہے)

مراجع: الاصابۃ ۲/۴۶۸، الاستیعاب ۱۳۳، الأغانی ۵/۱۵۹، ۱۷۵/۳۲۶، ۳۷۴، البدایۃ والنہایۃ ۲/۱۹۷، البصار والذخائر ۶/۲۹، تاریخ الأمم والملوک للطبری ۵/۹۰۸، تاریخ کلینۃ ۹۳، ۹۸، ۲۶۴، ۲۶۵، جھرة الأنساب لابن حزم ۲/۴۰۲، خزائن الأدب ۱/۲۸۶-۲۸۷، العقد الفرید، مجمل الشعر للبرزبانی ۲۵۱، مجمل الشعراء ڈاکٹر عقیف ۱۶۰، المعمر ون والوصایا ۳۶-۳۷، مخ المذبح ۲۱۰، وفیات الأعیان ۶/۱۰۵، مجمل الشعراء المختصر مین والامینین ۲۸۲

(۲۱۷)

عدی ابن وداع دوسی

عدی بن وداع بن عتیق بن حرث بن مالک بن فہم بن غنم بن دوس دوسی۔

ابو حاتم جہتانی نے ”المعمرون“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ تین سو سال زندہ رہے، ان کو عہد اسلامی ملا تو انہوں نے اسلام قبول کیا اور اللہ کے راستے میں جہاد بھی کیا، اسی سلسلے میں وہ کہتے ہیں:

لَا عَيْشَ إِلَّا الْجَنَّةُ الْمُخَضَّرَةُ مَنْ يَدْخُلِ النَّارَ يُلَاقِ ضَرَّةَ

(زندگی تو صرف سرسبز و شاداب جنت کی زندگی ہے، جو جہنم میں ڈال دیا جائے گا وہ اس کی تکلیفات سے دوچار ہوگا)
مراجع: الاصابۃ ۲/۴۶۵، معجم الشعراء للرمز زبانی ۲۵۲، معجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۱۶۲، معجم الشعراء الخضر مین والا موئین ۲۸۲-۲۸۵

(۲۱۸)

عرام ابن منذر طائی

عرام بن منذر بن زید بن قیس بن حارثہ بن لام طائی۔

عرام عمر رسیدہ شاعر تھے، ان کو جاہلی اور اسلامی دونوں عہد ملے، وہ ۱۰۰ ہجری تک زندہ رہے۔ ابو حاتم جتانی نے ”کتاب المعمرین“ میں لکھا ہے کہ ان کو کسی ضرورت سے عمر بن عبد العزیز کے پاس لایا گیا، لوگوں نے کہا کہ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں بھی لمبی عمر گزاری ہے، عمر بن عبد العزیز نے ان سے دریافت کیا: تمہاری عمر کیا ہے؟ انہوں نے جواب میں یہ اشعار کہے:

وَاللّٰهُ مَا أَدْرِى أَدْرَكْتُ أُمَّةً عَلَىٰ عَهْدِ ذِي الْقَرْنَيْنِ أَمْ كُنْتُ أَفْدَمًا
 مَتَنِي تَنْزَعًا عَنِّي الْقَمِيصُ تَبَيَّنَا جَنَاحِي لَمْ يُكْسَ لَحْمًا وَلَا دَمًا
 (اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ میں نے ذوالقرنین کے زمانے کے لوگوں سے ملا ہوں یا میں اس سے بھی پرانا ہوں۔ جب تم میرے جسم سے قمیص ہٹاؤ گے تو میرے پہلو کو دیکھو گے کہ نہ اس پر گوشت ہے اور نہ خون ہے)

مراجع: الاصابۃ ۳/۸۰، الامالی للقتالی ۳/۷۱، شعر طی و اخبارھا ۶۴۸، الضائع ۹۹، معجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۱۶۵، المعرون والوصایا ۹۰، معجم الشعراء الخضر مین والا موئین ۲۸۶

(۲۱۹)

عروش ابن مفترس فقعی

عروش بن مفترس بن مقاتل اسدی فقعی۔

مرزبانی نے ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ عروش مخضرم شاعر ہیں، مندرجہ ذیل اشعار ان ہی کے ہیں:

نَحْنُ الَّذِينَ اَعْتَصَبْنَا النَّاسَ كُلَّهُمْ حَتَّىٰ اهْتَدَىٰ طَائِعٌ مِّنْهُمْ وَمَعْشُورٌ
 حَتَّىٰ اَقَامُوا قَنَاطَةَ الدِّينِ وَاعْتَدَلُوا فَالسَّيْفُ عَبْدٌ وَقَلْبُ الْقَوْمِ مَشْهُورٌ
 (ہم ہی نے تمام لوگوں کو تاج پہنایا، یہاں تک کہ ان میں سے مطیع اور سردار سب ہدایت پا گئے۔)

یہاں تک کہ انھوں نے دین کی عمارت کو مضبوط کیا اور اعتدال پسند ہو گئے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تلوار ان کی غلام ہو گئی، اور ان لوگوں کا دل بہت مشہور ہے یعنی وہ بڑے سخی ہیں (مراجعہ: الاصابہ ۱۰۶/۳)

(۲۲۰)

عسکلان ابن عواکن حمیری

طلوع اسلام کے وقت عسکلان بہت ہی عمر رسیدہ تھے، یہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ کی رسالت کی خوش خبری دی تھی، پھر ان کو بعثت کا زمانہ ملا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی مدح میں اشعار کہہ کر آپ کی خدمت میں ارسال کیا اور اسی میں اسلام قبول کرنے کا تذکرہ کیا، انھوں نے ہجرت کی یا نہیں، اس بارے میں معلوم نہیں ہو سکا۔

بلوی نے حمید بن عبدالرحمن سے روایت کیا ہے کہ میں نے اپنے والد عبدالرحمن کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے بعثت نبوی کے ایک سال پہلے یمن کا سفر کیا تو عسکلان بن عواکن حمیری کے پاس اتر ا، وہ بہت بوڑھے تھے اور اتنی زیادہ عمر تھی کہ چوڑے کی طرح ہو گئے تھے، وہ کہہ رہے تھے:

إِذَا مَا الشَّيْخُ ضُمَّ فَلَمْ يُكَلِّمْ وَأُودِيَ سَمْعُهُ إِلَّا يَدَايَا
فَذَاكَ الدَّاءُ لَيْسَ لَهُ دَوَاءُ سِوَى الْمَوْتِ الْمُنْطِقِ بِالرَّزَايَا
شَهِدْتُ بِنَامِعِ الْمَلَائِكِ مِنْهَا وَأَذْرَكْتُ الْمَوْقِفَ فِي الْقَضَايَا
فَبَادُوا أَجْمَعِينَ فَصَرْتُ حِلْسًا صَرِبَعًا لَا أَبُوحُ إِلَى الْخَلَايَا

(جب بوڑھا گونگا ہوا اور کچھ بول نہ سکے اور اس کی سماعت جواب دے جائے اور صرف ہاتھ کا اشاروں سے اس کو سمجھایا جائے۔
یہ ایسی بیماری ہے جس کی کوئی دوا نہیں ہے، سوائے موت کے، جو مصیبتیں لے آتی ہیں۔
موت ہمارے بادشاہوں کے ساتھ ہمارے پاس بھی آئی اور مسائل میں اپنی جگہ بنائی۔

چنانچہ سب ہلاک ہو گئے اور میں پڑا ہوا ٹاٹ بن گیا ہوں جس کو لوگ روندتے ہیں، میں بہادروں کے سامنے ظاہر نہیں ہوتا ہوں)
عبدالرحمن کہتے ہیں کہ جب میں وہاں گیا تو ان کے پاس مہمان بن کر اتر ا، وہ ہر وقت مجھ سے مکہ اور اس کے حالات کے بارے میں دریافت کرتے، انھوں نے یہ بھی دریافت کیا کہ کیا ان میں کوئی ایسا شخص نمودار ہوا ہے جس نے ان کے دینِ قدیم کی مخالفت کی ہو؟ پھر میں نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بعد ان کے پاس آیا، میں اس وقت سفر پر تھا، مکہ میں نہیں تھا، میں انھیں کے پاس اتر ا، وہ بیٹھے ہوئے تھے اور اپنی آنکھوں پر پٹی باندھی تھی، انھوں نے کہا: قریشی بھائی! اپنا نسب بتاؤ؟ میں نے کہا: میں عبدالرحمن بن عوف بن عبدعوف بن عبدالحارث بن زہرہ ہوں۔ انہوں نے کہا: بس۔ پھر کہا: کیا میں تم کو

ایک خوش خبری نہ سناؤں؟ وہ تمہارے لئے تجارت سے بھی بہتر ہے۔ میں نے کہا: ضرور بتائیے۔ انھوں نے کہا: میں تمہیں ایک عجیب بات بتا رہا ہوں اور رغبت والی خوش خبری دے رہا ہوں، اللہ تعالیٰ نے پہلے مہینے میں تمہاری قوم میں سے ایک نبی بھیجا ہے، اس کو اللہ نے اپنا نبی بنایا ہے، اور مکمل کتاب اس پر نازل فرمائی ہے، وہ بتوں کی عبادت سے منع کرتا ہے اور اسلام کی دعوت دیتا ہے، حق بات کا حکم دیتا ہے اور خود بھی کرتا ہے، باطل سے منع کرتا ہے اور اس سے خود باز رہتا ہے، وہ بنو ہاشم میں سے ہے اور تمہاری قوم اس کی نیہال ہے، عبدالرحمن اس کے پاس جاؤ اور اس کی تصدیق کرو، اور یہ اشعار اس کو پہنچاؤ:

أَشْهَدُ بِاللّٰهِ ذِي الْمَعَالِي وَفَالِقِ اللَّيْلِ وَالصُّبْحِ
إِنَّكَ فِي الشَّرَفِ مِنْ قُرَيْشٍ وَأَبْنِ الْمُفْدَى مِنَ الذَّبَاحِ
أُرْسِلْتَ تَدْعُو إِلَى يَقِينٍ تُرْشِدُ لِلْحَقِّ وَالْفَلَاحِ
هَذَا مُرُورُ السِّنِينَ رُكْنِي عَنْ مَكْرِ السَّيْرِ وَالرَّوَّاحِ
أَشْهَدُ بِاللّٰهِ رَبِّ مُوسَى إِنَّكَ أُرْسِلْتَ بِالْبَطَّاحِ
فَكُنْ شَفِيعِي إِلَىٰ مَلِيكَ يَدْعُو الْبَرَايَا إِلَى الصَّلَاحِ

(میں بلند مرتبوں والے اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں جو دن اور رات کو نکالنے والا ہے۔)

کہ آپ قریش کے باعزت خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، اور آپ اونٹنیوں کی قربانی دے کر چھڑائے ہوئے فرد کے فرزند ہیں۔

آپ رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اور آپ یقینی باتوں کی دعوت دے رہے ہیں، آپ حق اور کامیابی کی طرف رہنمائی کرنے والے ہیں۔

مرویزہ نے صبح و شام کی سازشوں کے نتیجے میں میری کمر جھکا دی ہے۔

میں موسیٰ کے پروردگار کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ آپ مقام بطحاء میں رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

چنانچہ آپ شہنشاہ دو جہاں کے پاس میرے سفارشی بنے، جو مخلوقات کو فلاح دارین کی طرف بلا رہا ہے)

عبدالرحمن کہتے ہیں کہ میں مکہ آیا اور میں نے ابوبکر سے ملاقات کی، وہ میرے دوست تھے، میں نے پورا واقعہ ان کو بتایا، انھوں نے کہا: یہ محمد بن عبد اللہ ہیں، اللہ نے اپنی مخلوق کی طرف ان کو رسول بنا کر بھیجا ہے، چنانچہ تم ان کے پاس جاؤ۔ عبدالرحمن کہتے ہیں کہ میں آپ کے پاس آیا، آپ خدیجہ کے گھر پر تھے، میں نے آپ کو واقعہ بتایا تو آپ نے فرمایا: ”جہاں تک حمیری بھائی کا تعلق ہے وہ خاص الخاص مؤمنین میں سے ہیں، مجھ پر ایمان لانے والے بعض ایسے ہیں جنہوں نے مجھے دیکھا نہیں، بعض میری تصدیق کرنے والے ایسے ہیں، جو میرے ساتھ نہیں رہے، وہ میرے حقیقی بھائی ہیں۔“

(۲۲۱)

عطار دابن حاجب تمیمی

عطار دابن حاجب بن زرارہ بن عدس بن زید بن عبد اللہ بن دارم بن مالک بن حنظلہ بن مالک بن زید
مناۃ بن تمیم تمیمی۔

ان کی کنیت ابو عکرمہ ہے۔

عطار دابی کریم کے پاس آئے اور اسلام قبول کیا، آپ ﷺ نے ان کو بنو تمیم کے صدقات کی وصولیابی
کا ذمہ دار بنایا۔

صحیح بخاری میں ہے کہ عطار دابی بادشاہوں کے پاس جایا کرتے تھے اور ان کو ان بادشاہوں سے
ہدایا ملتے تھے۔

مسلم نے روایت کیا ہے کہ عطار دابن حاجب نے نبی کریم ﷺ کو ریشم کا ایک کپڑا دیا جو ان کو
کسری نے دیا تھا۔

نبی کریم ﷺ کے بعد عطار دابی مرتد ہو گئے، اور سجاح کی بات مانی، لیکن پھر انہوں نے دوبارہ
اسلام قبول کیا، اسی سلسلے میں انہوں نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

أَصَحْتُ نَبِيَّتَنَا أَنْشَى نَطِيفُ بِهَا وَأَصْبَحْتُ أَنْبِيَاءُ اللَّهِ ذُكْرَانَا
فَلَعْنَةُ اللَّهِ رَبِّ النَّاسِ كُلُّهُمْ عَلَى سَجَاةٍ وَمَنْ بِالْكَفْرِ أَغْوَانَا
(عورت ہماری نبی ہو گئی، جس کے آس پاس ہم پھرا کرتے ہیں، جب کہ اللہ کے تمام انبیاء مرد ہیں۔
تمام لوگوں کے پروردگار اللہ کی لعنت ہو، سجاح پر اور کفر کے سلسلے میں اس کی مدد کرنے والے تمام لوگوں پر)

مراجعہ: الاصابۃ ۲/۴۷، الاعلام ۲/۲۳۶، الاغانی ۴/۱۵۳، ۱۵۶، ۲۲۳، البدایہ والنہایہ ۵/۳۸، ۴۲، ۶/۳۲۳، البیان
والتمییز ۱/۳۲۸، خزائن الادب ۱/۳۵۵، ۹/۴۱۵، معجم الشعراء للمرزبانی ۲۹۹-۳۰۰، معجم الشعراء الخضر مین والا موبین ۲۹۳

(۲۲۲)

عفان ابن خویلد عامری عقیلی

عفان بن خویلد بن عامر بن عقیل بن کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ عامری عقیلی۔

عفان مخضرم شاعر ہیں، وہ نابغہ جعدی کی ہجو کیا کرتے تھے اور نابغہ جعدی ان کی ہجو کیا کرتے

تھے، وہ بنی عقیل کے سردار تھے، مرزبانی نے ان کا تذکرہ کیا ہے اور ان کے اشعار نقل کیے ہیں۔

مراجع: الاصابۃ ۳/۱۰۸

(۲۲۳)

عقیف ابن منذر تمیمی

سیف نے الفتوح میں ان کا تذکرہ کیا ہے کہ انہوں نے علاء بن حضرمی کے ساتھ جنگِ حطیم میں شرکت کی اور اس میں نمایاں کارنامے انجام دیے، مندرجہ ذیل اشعار انہیں کے ہیں جن میں انہوں نے علاء کے ساتھ سمندر میں گھسنے کا تذکرہ کیا ہے:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ ذَلَّلَ بَحْرَهُ وَأَنْزَلَ بِالْكَفَّارِ إِحْدَى الْحَلَائِلِ
دَعَوْنَا الَّذِي شَقَّ الْبَحَارَ فَجَاءَنَا بِأَعْظَمَ مِنْ فَلَقِ الْبَحَارِ الْأَفَائِلِ
(کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے سمندر کو ہمارے لیے مسخر کیا اور کفار پر سخت ترین مصیبتوں میں سے ایک مصیبت نازل کی۔)

ہم نے اس ذات کو پکارا جس نے سمندروں کو شق کیا تو وہ ہمارے پاس بے پیکر اس سمندروں کو پھاڑنے سے بڑی چیز لے آئے)

مراجع: الاصابۃ ۳/۱۰۸

(۲۲۴)

عقبہ ابن عامر جہنی

عقبہ بن عامر بن عیس بن عمرو بن عدی بن عمرو بن رفاعہ بن مودعہ بن عدی بن غنم بن ربیعہ بن رشدان بن

قیس بن جہینہ جہنی۔

عقبہ ابن عامر مشہور صحابی ہیں، ابوسعید بن یونس نے کہا ہے کہ وہ قاری، علم فراغ کے عالم، فقیہ، فصیح اللسان شاعر اور کاتب تھے، وہ قرآن جمع کرنے والوں میں بھی تھے، ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے کہ عقبہ بن عامر نے اسلامی فتوحات میں شرکت کی، وہی فتح دمشق کی خبر لے کر حضرت عمر کے پاس آئے، جنگِ صفین میں وہ حضرت معاویہ کے ساتھ تھے، حضرت معاویہ نے ان کو مصر کا گورنر بنایا، ان کی وفات حضرت معاویہ کے عہدِ خلافت میں ۵۸ھ کو ہوئی۔

مراجع: الاصابۃ ۲/۴۸۲، الوافی بالوفیات ۲۰/۶۲، تہذیب الکمال ۲۰/۲۰۲، طبقات ابن سعد ۳/۳۳۳، تاریخ الدوری ۲/۴۰۹، سیر اعلام النبلاء ۲/۴۶۷، التقریب ۲/۲۷، الاستیعاب ۳/۱۰۶، أسد الغابۃ ۴/۵۳، تہذیب انساب العرب ۴/۴۳۲، طبقات خلیفۃ ۱۲/۱۹۲، مجمع الشعراء المختصر بین ولأ موتین ۲۹۵-۲۹۷

(۲۲۵)

عقبہ ابن نعمان عتکی

عقبہ بن نعمان کی کنیت ابو نعمان ہے اور ان کا تعلق عمان سے ہے، وشمیہ نے ”الردۃ“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے کہ وہ فتنہ ارتداد میں اسلام پر ثابت قدم رہے اور اپنی قوم کے چند لوگوں کے ساتھ عمرو بن عاص کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے، ابو بکرؓ نے ان کے ثبات پر ان کا شکریہ ادا کیا۔ انھوں نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

وَفِينَا وَفِينَا يَفِيضُ الْوَفَاءُ وَفِينَا مُفَرِّخُ أَفْرَاحِهِ
كَذَاكَ الْوَفَاءُ يُزَيِّنُ الرَّجَالَ كَمَا زَيَّنَ الصِّدْقُ شِمْرَاحَهُ
وَفِينَا لَعْمُرُو وَقُلْنَا لَهُ وَقَدْ نَفَخَ الرَّأْيُ نَفَاحَهُ

(ہم نے عہد پورا کیا اور ہم ہی میں وہ لوگ ہیں جو وفاداری نبھاتے ہیں، اور ہم ہی میں وہ لوگ ہیں جو وفاداری کے چوزوں کی پرورش کرتے ہیں، یعنی وفاداری ہماری سرشت اور فطرت میں داخل ہے۔ اسی طرح وفاداری لوگوں کو مزین کرتی ہے، جس طرح چھوٹی شاخ مضبوط تیر کو مزین کرتی ہے۔ اور ہم میں عمرو ہیں، ہم نے ان سے کہا: صحیح راے دینے والے نے راے دی ہے)

مندرجہ ذیل اشعار بھی ان ہی کے ہیں:

وَفِينَا لَعْمُرُو يَوْمَ عَمُرُو كَانَهُ طَرِبْتُ بَغْتَهُ مَذْحِجَ وَالسَّكَاسِكُ
رَسُولُ رَسُولِ اللَّهِ أَعْظَمَ بِحَقِّهِ عَلَيْنَا وَمَنْ لَا يَعْرِفُ الْحَقَّ هَالِكُ
وَنَحْنُ أَنْاسُ يَأْمَنُ الْجَارُ وَسُطْنَا إِذَا كَانَ يَوْمَ كَاسِفِ الشَّمْسِ هَالِكُ
(اور ہم میں عمرو اس وقت موجود تھے، جب لوگ ان کے پیچھے پڑ گئے تھے، ان کی حالت یہ ہو گئی تھی کہ گویا وہ دھنکارے ہوئے ہیں، جن سے قبیلہ مذحج اور سکاسک نے بغاوت کی۔

وہ اللہ کے رسول کے پیامبر ہیں، ان کا ہم پر سب سے بڑا حق ہے، اور جو حق کو نہیں جانتا وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ ہم ایسے لوگ ہیں کہ ہمارے درمیان پڑوسی اس وقت بھی سکون کے ساتھ رہتا ہے جب سورج گہن ہوتا ہے اور لوگ قحط سالی کی وجہ سے ہلاک ہوتے ہیں، پھر ہم اللہ کے رسول کے پیامبر کو تنہا کیسے چھوڑ سکتے ہیں)

مراجع: الاصابۃ ۳/۱۰۸

(۲۲۶)

عقیل ابن مالک حمیری

ان کا تعلق شاہی خاندان سے ہے، عقیل بنو حنیفہ کے پڑوس میں رہتے تھے، فتنہ ارتداد میں عقیل نے بنو حنیفہ کو اسلام پر جے رہنے کی نصیحت کی، لیکن انہوں نے عقیل کی بات نہیں مانی، وہ صاحب لسان اور صاحب بیان تھے، عقیل نے ان کو وعظ و نصیحت کی اور ارتداد سے منع کیا اور اس سلسلے میں اشعار کہے، جن میں سے دو شعر مندرجہ ذیل ہیں:

وَقَالَ رَجُلٌ قَدْ عَدَا الْقَوْمَ قَدَرَهُمْ عُقَيْلٌ وَلَوْ أَنْصَفْتُ لَمْ أُعِدُّكُمْ قَدَرِي
فَلَا تَأْمَنُوا الصَّدِيقَ وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَى أَمْرِهِ إِنَّ الْعَتِيقَ أَبُو بَكْرٍ
(اور ان لوگوں نے کہا جن کی قوم نے قدر نہیں کی، یعنی قبیلہ عقیل نے ان لوگوں کی بے قدری کی، اگر میں عدل و انصاف کرتا تو میں تم کو اپنی قدر نہیں بتلاتا، بلکہ تم کو کیے کی سزا دیتا۔)

ان لوگوں نے کہا کہ اس خوش فہمی میں نہ رہو کہ صدیق نہیں آئیں گے، اللہ اپنے دین کو غالب کر کے رہے گا، بے شک ابوبکر قابل تکریم اور شریف شخص ہیں)

پھر وہ خالد بن ولید کے ساتھ جا کر ملے اور ان ہی کے ساتھ جنگوں میں شریک رہے اور شہید ہو گئے۔

مراجع: الاصابۃ ۳/۱۰۹

(۲۲۷)

عکرمہ ابن عامر ابن ہشام قرشی بدری

عکرمہ بن عامر بن ہشام بن عبد مناف بن عبد الدار بن قصی بن کلاب قرشی بدری۔

ان کا شمار موئلقتہ القلوب میں ہوتا ہے، انہوں نے معاویہ سے ”دار الندوة“ ایک لاکھ میں خریدا۔

ابن سعد نے واقدی کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب رفاہہ اور حجابہ کے سلسلے میں قریش کے

درمیان جھگڑا اور اختلاف ہوا، جس کی ذمہ داری بنو عبد الدار کے ہاتھوں میں تھی تو عکرمہ نے کہا:

وَاللَّهِ لَا يَأْتِي الَّذِي قَدْ أَرَدْتُمْ وَنَحْنُ جَمِيعٌ أَوْ نَخْصِبُ بِاللِّدْمِ
وَنَحْنُ وَلَاؤُا الْبَيْتِ لَا تُنْكَرُونَهُ فَكَيْفَ عَلَى عِلْمِ الْبَرِيَّةِ تَظْلَمُ
(اللہ کی قسم! جس کا تم نے ارادہ کیا ہے وہ ہونے والا نہیں، یا تو ہم سب ایک ساتھ متحد رہیں یا ہم خون میں نہا جائیں۔)

ہم کعبۃ اللہ کے ذمہ دار ہیں، یہ ایک حقیقت ہے جس کا تم انکار نہیں کر سکتے، پھر سب لوگوں کے سامنے اور جانتے ہوئے تم کیسے ظلم کر رہے ہو)

مرزبانی نے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں ایک شخص کی ہجو کی تو حضرت عمرؓ نے ان کو کوڑے مارے، جب کوڑوں کی تکلیف محسوس ہوئی تو انہوں نے چلایا: آل قصی!، ابوسفیان بن حرت دوڑے ہوئے ان کے پاس پہنچے اور ان کو خاموش کرایا۔
مرزبانی نے عکرمہ کے وہ اشعار نقل کیے ہیں جو انہوں نے اسود بن مصفود کے سلسلے میں کہے ہیں، جس نے کعبہ ڈھانے کیلئے مکہ پر حملہ کیا تھا۔

مراجع: الاصابۃ ۲/۳۹۰، البدایۃ والنہایۃ ۸/۱۰۸، الضائع ۱۰۰، عجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۱۶۸، معجم الشعراء الخضر مین والا موبین ۳۰۰

(۲۲۸)

علی ابن ابوطالب

حضرت علیؓ خلفائے راشدین میں نثر کے میدان میں سب سے زیادہ ممتاز اور فصیح تھے، اسی طرح شعر کے میدان میں بھی ان کو امتیاز اور تفوق حاصل تھا۔ (الاستیعاب ۳/۱۳۹، العقد الفرید ۳/۲۸۳، الزینہ ۱۰۹/۱) بہت سے علماء کی یہ رائے ہے کہ حضرت علیؓ شاعر نہیں تھے، بلکہ ان کی طرف اشعار منسوب کیے گئے ہیں، اور اکثر اشعار منقول ہیں، حضرت علیؓ کی طرف ان اشعار کی نسبت صحیح نہیں ہے، لیکن ابن ہشام جیسے نقاد نے ان کے اشعار نقل کیے ہیں، جس سے اس رائے کو تقویت ملتی ہے کہ حضرت علیؓ کی طرف شعر گوئی کی نسبت صحیح ہے۔ حالاں کہ ابن ہشام نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے اشعار نقل نہیں کیے ہیں، وہ بڑے نقاد تھے اور بحث و تمحیص کے بعد ہی تاریخی روایتوں کو قبول کرنے والے تھے۔ ایک رائے یہ بھی ہے کہ حضرت علیؓ کا دیوان کئی مرتبہ شائع ہوا ہے (شعراء الخضر مین ص ۱۱۵) لیکن اس دیوان کے اشعار کا اسلوب اتنا رکیک ہے کہ ابن ہشام کے روایت کردہ اشعار کے اسلوب کے ساتھ کوئی میل نہیں کھاتا (الاسلام والشعر ۱۲۵-۱۲۷)

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت علیؓ کے معتد بہ اشعار ہیں، ان کے اکثر اشعار میں جنگی جذبات اور تحمس پایا جاتا ہے (تاریخ الآداب العربیۃ کارلونا لینو ۱۹۸) مندرجہ ذیل اشعار حضرت علیؓ کے ہیں:

نَصَرَ الْحَجَارَةَ مِنْ سَفَاهَةِ رَأْيِهِ وَنَصَرْتُ رَبَّ مُحَمَّدٍ بِصَوَابِي
فَصَدَرْتُ حِينَ تَرَكْتُهُ مُتَجَدِّلاً كَالْجِدْعِ بَيْنَ ذَكَادِكِ وَرَوَابِ

وَعَفَفْتُ عَنْ أَثْوَابِهِ وَلَوْ أَنَّنِي كُنْتُ الْمَقْطَرِ بَزْنِي أَثْوَابِي
(اپنی کم عقلی اور بے وقوفی کی وجہ سے اس نے پتھروں کی مدد کی، اور میں نے اپنی صائب راے سے محمد کے پروردگار کی مدد کی۔

چناں چہ میں میدان جنگ سے واپس ہوا، جب میں نے اس کو کھجور کے تنے کی طرح مٹی کے ٹیلوں کے درمیان بچھڑا ہوا چھوڑ دیا۔

اور میں نے اس کے کپڑے چھوڑ دیے، اگر میں بچھاڑ دیا جاتا تو وہ میرے کپڑے چھین لیتا)

آپ سے مندرجہ ذیل اشعار بھی منقول ہیں:

أَفَاطِمَ هَاتِ السَّيْفَ غَيْرَ ذَمِيمٍ فَلَسْتُ بِرَعْدِيدٍ وَلَا بِمُلِيمٍ
لَعَمْرِي لَقَدْ قَاتَلْتُ فِي نَصْرِ أَحْمَدٍ وَطَاعَةَ رَبِّ بِالْعِبَادِ رَحِيمٍ
وَسَيْفِي بِكَفِّي كَالشَّهَابِ أَهْزُهُ أَجْدُ بِهِ مِنْ عَاتِقِي وَصَمِيمٍ
(فاطمہ! تلوار لاؤ جو قابلِ مذمت نہ ہو، یعنی تیرا تلوار دو جس کی وجہ سے مجھے مذمت اور ملامت کا سامنا کرنا نہ پڑے، کیوں کہ میں بز دل اور ملامت نہیں ہوں۔

میری زندگی کی قسم! میں نے احمد کی مدد کی اور بندوں کے بڑے ہی مہربان پروردگار کی فرماں برداری میں جنگ کی۔ میرے ہاتھ میں میری تلوار شہابِ ثاقب کی طرح چمکتی ہے، جس کو میں چلاتا ہوں تو اس کے ذریعے مونڈھوں اور بنیادی اعضاء کو کاٹ دیتا ہوں)

مراجع: الاصابہ ۱/۲۲، الاستیعاب ۳/۱۳۹، العقد الفرید ۵/۲۸۳، الزیئہ ۱/۱۰۹، الشعر الاسلامی فی صدر الاسلام ۲۹۸-۲۹۹، الاسلام والشعر ۱۲۵-۱۲۷، تاریخ الآداب العربیہ کارنا لینیو ۱۹۸، الأغانی، أسد الغابۃ ۵/۵۱۷، البدایہ والنہایہ، تاریخ الآداب العربیہ بروکلمان ۱/۱۷۵، تاریخ الآداب العربیہ بلاشیر ۱۹۸، تاریخ الآداب العربیہ نالینو ۱۱، سمط اللآلی ۲/۵۰۲، ۸۱۷، السیرۃ لابن ہشام ۶۳۵-۶۳۶، طبقات ابن سعد ۳/۲۶، معجم الشعراء للمرزبانی ۲۷۹-۲۸۰، معجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۱۷۰، وفیات الأعیان، معجم الشعراء، الخضر مین والاموین ۳۰۲-۳۰۳، تاریخ الاسلام۔ عہد الخلفاء الراشدین ۶۲۱-۶۵۹) آپ کا دیوان بہت سے کتب خانوں سے متعدد مرتبہ شائع ہوا ہے مثلاً دارصادر، دارالکتب العربی، دارالاجل، دارالفکر العربی، دارالکتب العلمیہ وغیرہ

(۲۲۹)

علقمہ ابن ارث عبسی

علقمہ مخضرم شاعر ہیں، انہوں نے فتوحاتِ شام کے ابتدائی ایام میں ہونے والی جنگِ فحل میں شرکت کی، عبداللہ بن محمد بن رافع قدامی نے ”کتاب الفتوح“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے کہ رومیوں کو معلوم ہوا کہ ابو عبیدہ پیش قدمی کر رہے ہیں تو انہوں نے فحل کا رخ کیا اور وہاں پڑاؤ کیا، یہ اردن کا ایک علاقہ ہے، اس وقت علقمہ بن ارث اپنے ساتھیوں کے ساتھ بلقین سے نکلے، اسی سلسلے میں وہ کہتے ہیں:

نَحْنُ قَفَلْنَا كُلَّ وَافٍ سَبِيلَهُ مِّنَ الرُّومِ مَعْرُوفِ النَّجَادِ مُنْطِقٍ
وَنَحْنُ طَلَقْنَا بِالرِّمَاحِ نِسَاءَهُمْ وَأَبْنَا إِلَىٰ أَرْوَاجِنَا لَمْ تُطْلَقِ
(ہم نے پڑاؤ اٹھایا، اور روم سے سفر کیا، ہم میں سے ہر ایک اپنی ذراہ داری پوری کرنے والا بنی اور نیزہ باز ہے۔

اور ہم نے ان کی عورتوں کو اپنے نیزوں سے طلاق دیا اور ہم اپنی بیویوں کے پاس اس حال میں واپس ہوئے کہ وہ طلاق شدہ نہیں تھیں، یعنی ہم نے رومیوں کو قتل کر کے ان کی بیویوں کو بیوہ کر دیا اور ہم اپنی بیویوں کے پاس صحیح سالم واپس ہوئے)

ابو مخنف لوط بن تبحر کی ازدی نے ”کتاب الأخبار“ میں علقمہ کے یہ دو اشعار نقل کیے ہیں اور اس شعر کا اضافہ کیا ہے:

وَكَمْ مِنْ قَتِيلٍ أَرْهَقَتْهُ سُيُوفُنَا كِفَاحًا وَكَفٍّ قَدْ أُطِيعَتْ وَأُسُوقُ
(کتنے ہی ایسے مقتول ہیں جن کو ہماری تلواروں نے مقابلے میں ڈھیر کر دیا اور کتنی ہی ہتھیلیاں اور پنڈلیاں ہیں جن کو کاٹ دیا گیا)

مراجع: الاصابۃ ۱۱۰/۳

(۲۳۰)

عمار ابن غیلان ابن سلمہ ثقفی

عمار اور ان کے بھائی عامر نے اپنے والد سے پہلے اسلام قبول کیا، عمار نے نبی کریم ﷺ کی طرف ہجرت کی، اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے غیلان کے خازن نے ان کا مال چوری کیا اور کہا کہ عمار نے چوری کی ہے، یہ سن کر غیلان کی ایک باندی نے آکر مال کی جگہ بتادی اور کہا کہ میں نے آپ کے فلاں غلام کو یہاں مال دفن کرتے ہوئے دیکھا ہے، انھوں نے باندی کو آزاد کیا، جب یہ خبر عمار کو معلوم ہوئی تو انہوں نے کہا، اللہ کی قسم! اس کے بعد غیلان میرا چہرہ نہیں دیکھیں گے، پھر یہ اشعار کہے:

حَلَفْتُ لَهُمْ بِمَا يَقُولُ مُحَمَّدٌ وَبِاللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِغَافِلٍ
وَلَوْ غَيْرُ شَيْخٍ مِنْ مَعَدٍ يَقُولُهَا تَيَمَّمْتُهُ بِالسَّيْفِ غَيْرِ الْأَجَادِلِ
(میں محمد کی بتائی ہوئی باتوں کی قسم کھاتا ہوں اور اللہ کی قسم کھاتا ہوں، بے شک اللہ غافل نہیں ہے۔

اگر قبیلہ معد کے بزرگ کے علاوہ کوئی دوسرا یہ بات کہتا تو میں تیز تلوار لے کر اس کا قصد کرتا، اور اس کی گردن اڑا دیتا) جب غیلان نے اسلام قبول کیا تو عمر و اور عامر خالد کے ساتھ شام چلے گئے اور وہیں طاعون عمواس میں عامر کا انتقال ہو گیا۔

مراجع: الاصابۃ ۵۰۵/۲

(۲۳۱)

عمارہ ابن عقبہ ابن ابو معیط اموی

عمارہ ولید بن عقبہ کے بھائی ہیں، اور حضرت عثمان کے اخیانی بھائی ہیں، ابو عمر نے لکھا ہے کہ ان کے بھائی اور خالد فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہونے والوں میں سے ہیں۔

مرزبانی نے مجمع الشعراء میں حضرت عثمان کی مدح میں ان کے مندرجہ ذیل اشعار نقل کیے ہیں:

ذِكْرُ بَنِي أَحْيَى ابْنِ عَفَّانٍ فَالْلَّيْلُ لَدَى ذِكْرِهِ غَايَةُ طَوَالُ
عِصْمَةُ النَّاسِ فِي الْهَنَاتِ إِذَا جِئْتُ دَوَاهِي الْأُمُورِ وَالزَّلْزَالُ
وَتَمَالُ الْأَيْتَامُ فِي الْجَدْبِ وَالْأَرَامِلُ إِذَا هَبَّتِ الرِّيحُ الشَّمَالُ
وَالْوُصُولُ لِلْقُرْبَى إِذَا قَحَطَ الْقَطُ رُقْدِيْمَا وَعَزَّتِ الْأَشْوَالُ

(میرے بھائیو! عثمان ابن عفان کا تذکرہ کرو، کیوں کہ ان کے تذکرے سے رات بہت ہی طویل ہو جاتی ہے۔

مصائب میں وہ لوگوں کی حفاظت کرنے والے ہیں، جب سخت ترین مصیبتیں اور تکلیفیں آتی ہیں۔

قحط سالی میں وہ یتیموں اور بیواؤں کے غم خوار ہیں، جب شمالی ہوائیں چلتی ہیں۔

جب بارش کرتی ہے اور جمع پانی ملنا بھی دشوار ہوتا ہے تو وہ قدیم زمانے ہی سے قریبی رشتے داروں کی صلہ رحمی کرتے آ رہے ہیں)

مراجع: الاصابۃ ۵۱۰/۲

(۲۳۲)

عمارہ ابن عوف عدوانی

ابو حاتم بختانی نے ”المعروف“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ عمارہ کا بہن تھے، ان کو

۲۵۰ سال کی عمر ملی اور حضرت عمر کے عہد خلافت تک وہ زندہ رہے، مندرجہ ذیل اشعار ان کے ہیں:

عَمِرْتُ دَهْرًا ثُمَّ دَهْرًا وَقَدْ آمُلُ أَنْ آتِي عَلَى دَهْرِي
خَمْسُونَ لِي قَدْ اكْمَلْتُ بَعْدَهَا سَاعِدَنِي قَرْنَايَ فِي عُمْرِي

(میں نے ایک لمبی زندگی گزاری پھر اس کے بعد ایک لمبے عرصے تک زندہ رہا، اور میں انتظار کر رہا تھا کہ مجھے موت آئے گی۔

اس کے بعد میں نے پھر پچاس سال مکمل کیے، میری عمر میں دو صدیوں نے میرا تعاون کیا)

مراجع: الاصابۃ ۱۱۲/۳

(۲۳۳)

عمارہ ابن وریط عامری

دشیمہ نے ”کتاب الردۃ“ میں عمارہ کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ فتنہ ارتداد میں عمارہ اسلام پر ثابت قدم رہے اور انھوں نے اپنی قوم میں زودار خطاب کیا، اس خطاب میں انہوں نے کہا: نماز تمہارا نور ہے اور زکوٰۃ تمہاری پاکی ہے۔ لیکن قوم نے ان کی بات نہیں مانی، اس پر انہوں نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

ثَقُلْتُ صَلَاةَ الْمُسْلِمِينَ عَلَيْكُمْ بَنِي عَامِرٍ وَالْحَقُّ حَدٌّ ثَقِيلُ
وَاتَّبَعْتُمُوهَا بِالزَّكَاةِ وَقُلْتُمْ أَلَا لَا تَفِرُّوْا مِنْهُمَا بِقَتِيلِ
فَلَا يُعِدُّ اللَّهُ الْمُهَيِّمِينَ غَيْرَكُمْ سَيِلْكُمْ فِي كُلِّ شَرِّ سَبِيلِ

(بنو عامر! مسلمانوں کی نماز تم پر بھاری ہوئی اور حق بھاری ہوتا ہی ہے۔)

اور نماز کے بعد تم نے زکوٰۃ کو بھی چھوڑ دیا، اور تم نے کہا: سن لو! ان دونوں کے بدلے تم کسی مقتول کو چھوڑ کر نہ بھاگنا یعنی اگر مسلمان مقابلہ کرنے کے لیے آئیں تو ان کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا، راہ فرار اختیار نہ کرنا۔

ہر چیز پر حاوی اور قابض اللہ تعالیٰ تمہارے علاوہ دوسروں کو اپنی رحمت سے دور نہیں کرے گا، ہر برائی تمہارا طریقہ اور راستہ ہے)

مراجع: الاصابۃ ۱۱۲/۳

(۲۳۴)

عمر فاروق

حضرت عمر بن خطابؓ سے اشعار منقول ہیں، سعید بن مسیب نے کہا ہے کہ ابو بکر شاعر تھے، عمر شاعر تھے اور علی ان تینوں میں بڑے شاعر تھے۔ (العقد الفرید ۲۸۳)

حضرت عمرؓ اشعار کے بڑے نقاد تھے اور اس فن میں ان کو مہارت حاصل تھی، ایک مرتبہ کسی شاعر نے حضرت خالد بن ولید کے مرثیہ میں اشعار کہے تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ تم نے ان کا حق ادا نہیں کیا۔ وہ عمدہ اور غیر عمدہ اشعار کو الگ کرتے تھے اور شعراء پر تنقید کیا کرتے تھے، ان سے بہت کم اشعار منقول ہیں، آپ کے اشعار ”الروض الأنف“، ”طبقات ابن سعد“ اور ”الاصابة“ میں نقل کیے گئے ہیں، حضرت عمرؓ نے فتح مکہ کے روز مندرجہ ذیل اشعار کہے:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَظْهَرَ دِينَهُ عَلَى كُلِّ دِينٍ قَبْلَ ذَلِكَ حَائِدٍ
وَأَمْكَنَهُ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ بَعْدَ مَا تَدَاعَوْا إِلَى أَمْرِ مِنَ الْغَيِّ فَاسِدٍ
غَدَاةَ أَجَالِ الْخَيْلِ فِي عَرَصَاتِهَا مُسَوِّمَةً بَيْنَ الزُّبَيْرِ وَخَالِدٍ
فَأَمْسَى رَسُولُ اللَّهِ قَدْ عَزَّ نَصْرُهُ وَأَمْسَى عِدَاؤُهُ مِنْ قَتِيلٍ وَشَارِدٍ

(کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے اپنے دین کو اس سے پہلے کے تمام گمراہ طریقوں پر غالب کر دیا۔
اور آپ کو مکہ والوں پر قابو دیا، جب کہ وہ اس سے پہلے گمراہ اور فاسد امر کی حفاظت کے لیے ایک دوسرے کی مدد
کرتے تھے۔

اس شام جب آپ مکہ کی گلیوں میں زیر اور خالد کی قیادت میں نشان زدہ گھوڑوں کو گھمار رہے تھے۔
اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ کے رسول معزز اور فتح یاب ہوئے اور آپ کے دشمن یا تو مر گئے، یا تو بھاگ گئے)
عمر بن خطاب کا مندرجہ ذیل شعر ابن حجر نے الاصابہ میں نقل کیا ہے:
كُنْ رَفِيقَ رَافِعٍ وَأَسْلَمَ وَأَخْدَمَ الْأَقْوَامَ كَيْمًا تَخْدُمُ
(رافع اور اسلم کے ساتھی بن جاؤ اور قوموں کی خدمت اتنی کرو جتنی کر سکتے ہو)
رافع اور اسلم رسول ﷺ کے خادم تھے۔

مراجع: الاصابہ ۱/۵۴، العقد الفرید ۲۸۳، شعر الدعوہ ص ۲۶۴، الشعر الاسلامی فی صدر الاسلام ۲۹۶، ۲۹۷

(۲۳۵)

عمر و ابن ابوالخیر کنندی

عمر و بن ابوالخیر بن عمرو بن شرحبیل کنندی
مرزبانی نے کہا ہے کہ عمرو بن ابوالخیر خضر م شاعر ہیں۔

مراجع: الاصابہ ۳/۱۱۴

(۲۲۶)

عمر و ابن احمر باہلی

عمر و بن احمر بن عمود بن تمیم بن ربیعہ بن حرام باہلی۔
ان کی کنیت ابو خطاب ہے۔

مرزبانی نے کہا ہے کہ عمرو ابن احمر مخضرم شاعر ہیں، انہوں نے اسلام قبول کیا اور روم کے خلاف جنگوں میں شریک ہوئے اور کسی جنگ میں ان کی ایک آنکھ زخمی ہوگئی، انہوں نے شام میں سکونت اختیار کی، پیرانہ سالی میں حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں انتقال ہوا، یہ صحیح الکلام شاعر تھے، لیکن غریب الفاظ کا زیادہ استعمال کرتے تھے، ان کے چند اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

مَتَى تَطْلُبُ الْمَعْرُوفَ فِي غَيْرِ أَهْلِهِ تَجِدُ مَطْلَبَ الْمَعْرُوفِ غَيْرَ يَسِيرٍ
وَإِنْ أَنْتَ لَمْ تَجْعَلْ لِعَرْضِكَ جُنَّةً مِّنَ الذَّمِّ سَارَ الذَّمُّ كُلَّ مَسِيرٍ
(جب تم غیر اہل لوگوں میں بھلائی تلاش کرو گے تو تم بھلائی کا حصول آسان نہیں پاؤ گے۔
اگر تم مذمت کو اپنی عزت کے لیے ڈھال نہیں بناؤ گے تو مذمت ہر جگہ پھیل جائے گی)

ابو الفرج اصہبانی نے کہا ہے کہ یہ گنے چنے جاہلی شعراء میں تھے، پھر انہوں نے اسلام قبول کیا اور عہد اسلامی میں بہت سے شعر کہے اور اپنے زمانے کے تمام خلفاء کی مدح میں اشعار کہے، اسی طرح خالد بن ولید کی تعریف میں بھی قصیدے کہے، وہ حضرت خالد کے لشکر کے ساتھ شام میں تھے، ان کی ملاقات ابو بکر سے نہیں ہوئی، البتہ انہوں نے حضرت عمر اور ان کے بعد عبدالملک بن مروان تک کے تمام خلفاء کی مدح سرائی کی ہے۔ مرزبانی کے قول کے مطابق ان کی وفات عثمان کے عہد میں ہوئی، لیکن اصہبانی کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ عمرو بن احمر، عبدالملک بن مروان کے عہد خلافت تک رہے۔

مراجع: الاصابۃ ۳/۱۱۲، الأعلام ۵/۷۲، الأغانی ۸/۲۴۱، البدایہ والنہایہ ۱۴/۹۴، البیان والتبيين ۱/۲۶۸، ۱۷۰/۱، ۲۲۳، ۵۶/۳، تہذیب اشعار العرب ۱۵۸، سطر اللہ ۱/۳۰۷، الشعر و اشعار ۱/۳۵۶-۳۵۹، طبقات فحول اشعار لابن سلام النجفی ۵۷۱، المؤلف والمختلف للامدی ۳۷، معجم الشعراء للمرزبانی ۲۱۴، معجم الشعراء ذاکر عقیف ۱۷۳، معجم اشعار الخضر مین والامویین ۳۱۲) آپ کا دیوان مجمع اللغة العربیہ دمشق سے شائع ہوا ہے، جس پر حسین عطوان نے تحقیق کی ہے۔

(۲۳۷)

عمرو ابن اہتم تمیمی منقری

عمرو بن اہتم بن تمیم بن خالد بن منقر بن عبید بن مقاعس بن عمرو بن کعب بن زید مناۃ بن تمیم تمیمی منقری۔

ان کی کنیت ابو نعیم ہے، اور ان کے والد کا نام سنان ہے۔

عمر و خطیب، خوبصورت، بلیغ شاعر اور اپنی قوم کے شریف اور باعزت شخص تھے، مندرجہ ذیل اشعار عمر کے ہیں:

أَلَمْ تَرَمْ مَا بَيْنِي وَبَيْنَ بَنِي عَامِرٍ مِنْ الْوُدِّ قَدْ بَالَتْ عَلَيْهِ الثَّعَالِبُ
فَأَصْبَحَ مَا فِي الْوُدِّ بَيْنِي وَبَيْنَهُ كَأَنَّ لَمْ يَكُنْ ذَا الدَّهْرِ فِيهِ عَجَائِبُ
إِذَا الْمَرْءُ لَمْ يُجِبْكَ إِلَّا تَكْرُهَاً بَدَا لَكَ مِنْ أَخْلَاقِهِ مَا يُغَالِبُ

(کیا تم نے نہیں دیکھا کہ میرے درمیان اور بنو عامر کے درمیان موجود محبت پر لومڑیوں نے پیشاب کر دیا۔
چناں چہ میرے اور ان کے درمیان کی محبت اس طرح ہو گئی کہ گویا اس دوران کسی وقت عجیب و غریب کارنامے وجود میں آئے
ہی نہیں۔

جب آدمی تم کو مجبوراً جواب دے گا تو اس کے وہ اخلاق ظاہر ہو جائیں گے جو اس پر غالب ہوتے ہیں)

صحیح قول یہ ہے کہ یہ اشعار ابو اسود دلی کے ہیں، البتہ مندرجہ ذیل اشعار ابن اہتم کے ہیں:
ذَرِينِي فَإِنَّ الْبُخْلَ يَا أُمَّ مَالِكٍ لِمَصَالِحِ أَخْلَاقِ الرِّجَالِ سَرُوقُ
لَعَمْرِي مَا صَاقَتْ بِلَادٌ بِأَهْلِهَا وَلَكِنْ أَخْلَاقُ الرِّجَالِ تَضِيقُ

(مجھے چھوڑ دو کہ میں سخاوت کروں، کیوں کہ ام مالک! بخل مردوں کے بہترین اخلاق کی حیثیت گھٹا دیتا ہے۔
میری زندگی کی قسم! زمین اپنے باشندوں کی کثرت کی وجہ سے تنگ نہیں ہوتی، لیکن لوگوں کے اخلاق تنگ ہوتے ہیں،
یعنی بہترین اخلاق والے کم پائے جاتے ہیں، یوں تو افراد کی کوئی کمی نہیں ہے)

انھوں نے زبیر بن ابی بدر کو مخاطب کرتے ہوئے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

ظَلَلْتُ مُفْتَرِشُ الْهَلْبَاءِ تَشْتُمْنِي عِنْدَ النَّبِيِّ فَلَمْ تُصَدِّقْ وَلَمْ تَصُبْ
إِنْ تُبْغِضُونَا فَإِنَّ الرُّومَ أَصْلَكُمْ وَالرُّومُ لَا تَمْلِكُ الْبَغْضَاءَ لِلْعَرَبِ

(بہت زیادہ بالوں والی مجھے نبی کریم ﷺ کے پاس گالی دیتی رہی اور میری شکایت کرتی رہی، لیکن اس کی باتوں کی
تصدیق نہیں ہوئی اور اس کا مقصد حاصل نہیں ہوا۔
اگر تم لوگ ہم سے بغض اور کینہ رکھتے ہو تو سن لو کہ تمہارا تعلق روم سے ہے، اور روم عرب سے دشمنی مول لینے کی طاقت
نہیں رکھتے)

ابن فتحون نے کہا ہے کہ انہوں نے ہلباء سے مراد اپنی بیٹی کو لیا ہے، وہ پرگوشااعرہ تھیں۔

مراجع: الاصابۃ ۲/۵۱۷-۵۱۸، واقدی ۳/۹۷۹، الأعلام ۵/۷۸، الأغانی ۴/۱۵۷، ۸/۳۹۴، البدایہ
والنہایہ ۵/۳۸، ۴۲، البیان والتبيين ۱/۵۳، ۲۲۳، تاریخ الأدب العربی بلاشیر ۲/۸۴، تاریخ الطبری ۳/۱۱۹، خزائنہ الأدب ۶/۹۵،
دیوان الشعر العربی ۱/۲۵۰، سبط اللہ ۱۸۴، السیرۃ لابن ہشام ۳/۳۲۳، شعر الخضر میں ۲۹۴، الشعر والشعراء ۶۳۲-۶۳۳، العقد
الفرید ۱/۱۹۲، ۵/۱۲۵، الکامل للمبردا ۱۱۲، معجم الشعراء للرزبانی ۲۱۲، معجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۱۷۵، معجم الشعراء الخضر میں
والا موبین ۳۱۳-۳۱۴، وفیات الاعیان ۳/۱۲، معجم شعراء اللسان ۲۹۹) آپ کا دیوان سعود محمود جابر نے ترتیب دیا ہے اور اس پر تحقیق کی
ہے، یہ دیوان مؤسسۃ الرسالۃ بیروت سے ۱۹۸۴ء کو شائع ہوا ہے۔۔۔

(۲۳۸)

عمرو ابن جموح سلمیٰ

عمرو بن جموح بن زید بن حرام بن کعب بن غنم بن سلمہ انصاری سلمیٰ۔
عمرو ابن جموح انصار کے سرداروں میں سے ہیں، وہ جنگ احد میں شریک ہوئے اور اسی میں
شہید ہو گئے۔

ابن اسحاق نے مغازی میں لکھا ہے کہ عمرو بن جموح بنو سلمہ کے سرداروں اور شرفاء میں سے تھے
، انہوں نے اپنے گھر میں لکڑی کا ایک بت بنایا تھا جس کی وہ عبادت اور تعظیم کیا کرتے تھے، بنو سلمہ کے
چند نوجوانوں نے اسلام قبول کیا تھا، جن میں ان کے فرزند اور معاذ بن جبل بھی تھے، وہ نوجوان عمرو بن
جموح کے بت کے پاس جاتے اور بنی سلمہ کے کسی گڑھے میں پھینک دیتے، عمرو اس کو تلاش کرتے
ہوئے وہاں پہنچتے تو منہ کے بل گندگی میں پڑا دیکھتے، وہ بت کو بڑے احترام سے اٹھا کر لاتے، دھوتے
اور خوشبو لگاتے اور کہتے: اگر مجھے معلوم ہو کہ تمہارے ساتھ کس نے یہ کیا ہے تو میں اس کو رسوا کر دوں گا۔
بنو سلمہ کے مسلم نوجوانوں نے کئی مرتبہ اسی طرح کیا، یہ ماجرا دیکھ کر عمرو اپنی تلوار لے آئے اور اس بت پر
لٹکایا اور کہا: اگر تم میں بھلائی ہے تو اپنا دفاع خود کرو۔ جب شام ہوئی تو ان نوجوانوں نے ایک مردار کتے
کو لیا اور بت کی گردن میں باندھ دیا، اور تلوار اپنے ساتھ لے گئے، جب عمرو نے صبح کی توبت کو اس
حالت میں پایا تو حقیقت ان کے سامنے آشکارا ہو گئی، اور انہوں نے اسلام قبول کیا، اور اس بارے میں
اشعار کہے جس کا ایک شعر یہ ہے:

فَاللّٰهُ لَوْ كُنْتَ إِلَهًا لَّمْ تَكُنْ أَنْتَ وَكَلْبٌ وَسُطَّ بَسْرٌ فِي قَرْنِ
(اللہ کی قسم اگر تو معبود ہوتا تو اور کتا کنویں میں ایک ساتھ پڑے نہیں ہوتے)

ابن کلبی نے لکھا ہے کہ عمرو ابن جموح انصار میں اخیر میں اسلام لانے والے شخص ہیں۔
بخاری نے ”الادب المفرد“ میں اور سراج اور ابوالشیخ نے ”الامثال“ میں اور ابو نعیم نے ”المعرفة“
میں حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے دریافت کیا: بنو سلمہ! تمہارا سردار کون
ہے؟ انہوں نے کہا: جد ابن قیس، لیکن وہ بخیل ہیں۔ آپ ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور اپنا ہاتھ
پھیلا یا اور کہا: ”بخل سے بڑی کون سی بیماری ہے؟ تمہارے سردار عمرو ابن جموح ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ

عمر و ابن جموح رسول اللہ ﷺ کا ولیمہ اپنی طرف سے کرتے تھے۔

کسی انصاری نے اس واقعہ کے سلسلے میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ وَالْقَوْلُ لَهُ لِمَنْ قَالَ مِنَّا مَنْ تَسْمُونُ سَيِّدًا
فَقَالُوا لَهُ: جَدُّ بَن قَيْسٍ عَلَى النَّبِيِّ نَبَخْلُهُ مِنْهَا وَإِنْ كَانَ أَسْوَدًا
فَسَوْدَ عَمْرٍو بَن الْجُمُوحِ لِحُودِهِ وَحَقُّ لِعَمْرٍو بِاللَّيْلِ أَنْ يَسْوَدَا
فَلَوْ كُنْتَ يَا جَدُّ بَن قَيْسٍ عَلَى النَّبِيِّ عَلَى مِثْلِهَا عَمْرٍو لَكُنْتَ الْمَسْوَدَا

(رسول اللہ ﷺ نے ہم میں سے چند لوگوں سے دریافت کیا: تمہارے سردار کون ہیں؟ اور آپ کی بات ہی صحیح اور قابل قبول ہے

انھوں نے آپ سے کہا: جد ابن قیس ہیں، لیکن وہ بخیل ہیں، گرچہ وہ سب سے بڑے سردار ہیں۔

چنانچہ آپ نے عمر و ابن جموح کو ان کی سخاوت کی وجہ سے سردار بنایا، اور عمرو کا یہ حق ہے کہ سخاوت کی وجہ سے ان کو سردار بنایا جائے۔

جد ابن قیس! اگر تم بھی عمرو کی طرح سخی ہوتے تو تم ہی سردار ہوتے)

امام احمد نے البوقادہ سے روایت کیا ہے کہ عمر و ابن جموح رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور دریافت کیا: اللہ کے رسول! آپ کا کیا خیال ہے، اگر میں اللہ کے راستے میں جنگ کروں، یہاں تک کہ مارا جاؤں تو کیا میں جنت میں اس پاؤں کے ساتھ چلوں گا؟ آپ نے فرمایا: ”جی ہاں“۔ عمر و ابن جموح لنگڑے تھے، آپ جنگ احد میں شہید ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ”میں نے تم کو اس پاؤں کے ساتھ صحیح حالت میں جنت میں چلتے ہوئے دیکھ رہا ہوں“۔ ان کو اور ان کے ایک آزاد کردہ غلام کو رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔

مرزبانی نے ”معجم الشعراء“ میں عمر و ابن جموح کے مندرجہ ذیل اشعار نقل کیے ہیں، جو انھوں

نے اسلام قبول کرنے کے بعد کہے:

أَتُوبُ إِلَى اللَّهِ سُبْحَانَهُ وَأَسْتَغْفِرُ اللَّهَ مِنْ نَارِهِ
وَأُثْنِي عَلَيْهِ بِأَلَائِهِ بِإِعْلَانِ قَلْبِي وَإِسْرَارِهِ
(میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف رجوع ہوتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں، اور میں اللہ سے اس کی آگ سے پناہ مانگتا ہوں۔

اور میں اس کے احسانات پر اسی کی تعریف کرتا ہوں، اندرون دل سے اور علی الاعلان ہر طرح تعریف کرتا ہوں)

مراجع: الاصابہ ۲/۵۲۳-۵۲۴، واقدی ۱/۲۶۳-۲۶۶، الاستیعاب ۱۱۶۸-۱۱۷۱، أسد الغابۃ ۲/۳۰۸، الأغانی ۱۷/۱۲۳، البدایہ والنہایہ ۳/۱۶۳، تاریخ الطبری ۲/۳۶۸، ۵۳۲، جھرة الأناج ۳۵۹، السیرۃ لابن ہشام ۱/۴۵۳-۴۵۲، معجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۱، ۱۷۸، معجم الشعراء الخضر مین والا موئین ۳۱۶

(۲۳۹)

عمر و ابن حارث ہمدانی نہمی

عمر و ابن حارث ابن عمرو ابن منبہ ابن زید ابن عمرو ابن منبہ ابن سہم ابن نہم نہمی۔
ان کا تعلق قبیلہ ہمدان سے ہے اور وہ ابن براقہ کے نام سے مشہور ہیں، براقہ ان کی ماں کا نام ہے۔
رشاطی نے ہمدانی سے نقل کیا ہے کہ وہ قبیلہ ہمدان کے شاعر تھے اور زمانہ جاہلیت میں ان سے متعلق بہت سے واقعات ملتے ہیں، وہ حضرت حسن ابن علی کے عہد خلافت تک زندہ رہے۔
مرزبانی نے ”معجم الشعراء“ میں لکھا ہے کہ عمر و ابن براقہ مخضرم شاعر ہیں، وہ اتنا تیز دھڑتے تھے کہ کوئی ان کو پکڑ نہیں سکتا تھا، سن رسیدہ اور کمزور ہونے کے بعد حضرت عمر کی خدمت میں آئے اور ان کے سامنے چند اشعار سنائے، جس کا ایک مصرعہ یہ ہے:

وَإِنَّكَ مُسْتَرْعَىٰ وَإِنَّا رَعِيَّةٌ

(آپ خلیفہ ہیں اور ہم رعیت ہیں)

زبیر نے ”الموفقیات“ میں کلبی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر نے لوگوں کو اندر آنے کی اجازت دی تو عمر و ابن براقہ اندر آئے، وہ بہت عمر رسیدہ تھے، اور لنگڑا کر چل رہے تھے، انھوں نے حضرت عمر کو اشعار سنائے جن میں سے چند اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

مَا قَدْ عَلِمْتُ مِنْكَ الْخَطَّابِي
أَبْرَ بِالْوَالِدَيْنِ وَ بِالْكِتَابِ
بَعْدَ النَّبِيِّ صَاحِبِ الْكِتَابِ

(خطابی! صاحب کتاب نبی کریم ﷺ کے بعد تم سے زیادہ والدین کا فرماں بردار اور کتاب اللہ پر سب سے زیادہ عمل کرنے والا کسی اور کو نہیں جانتا)

حضرت عمر نے کوڑے سے ان کو چوبویا اور کہا: ابو بکر کا کیا ہوا؟ انھوں نے کہا: ان کے بارے میں مجھے معلوم نہیں ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا: اگر تمہیں ان کے بارے میں معلوم ہوتا تو میں تمہاری پیٹھ پر کوڑے برساتا۔

مراجع: الاصابۃ ۳/۱۱۳، الاعلام ۲/۲۳۲، الاغانی ۲/۱۲۳-۱۷۱، الاکلیل ۸/۲۵۱، الاغانی ۲/۱۲۱، البیان والتبيين ۲، تاریخ آداب اللغة العربیة زیدان، دیوان الشعر العربی ۱/۱۸۰، سبط المآلی ۲/۴۹، معجم الشعراء ۱۷۹، معجم الشعراء ۱۷۹، وفیات الأعمیان ۳/۳۹، موسوعة الشعر العربی ۱/۱۵۱

(۲۴۰)

عمرو ابن حبر کندی

عمرو ابن حبر ابن عمرو ابن شریل کندی۔

مرزبانی نے ”معجم الشعراء“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ عمرو کندی مختصر شاعر ہیں، اور انھوں نے عمرو کے مندرجہ ذیل اشعار نقل کیے ہیں، جن میں وہ کسی امیر کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

تَهْدِدُنِي كَأَنَّكَ ذُو رَعِيْنٍ بِأَنْعُمِ عَيْشَةٍ أَوْ ذُو نُوْاسٍ
فَكَمْ قَدْ كَانَ مِثْلَكَ مِنْ نَعِيْمٍ وَمِثْلَكَ كَانَ فِي الْأَقْوَامِ رَأْسٍ

(تم مجھے اس انداز میں دھمکی دے رہے ہو کہ گویا تم عیش و آرام اور ناز و نعم والی زندگی میں ذورعین یا ذونواس ہو۔ یعنی تم اپنے زمانے کے بادشاہ ہو۔
کتنے ہی تم جیسے عیش و عشرت میں رہنے والے لوگ تھے اور کتنے ہی تم جیسے قوموں کے سردار تھے، لیکن اب ان کا کوئی پتہ نہیں)

یہ اشعار عمرو ابن معدیکرب کی طرف بھی منسوب ہیں۔

مراجع: الاصابۃ ۳/۱۱۳-۱۱۴

(۲۴۱)

عمرو ابن حمزہ ہذلی

مرزبانی نے ”معجم الشعراء“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ عمرو ہذلی مختصر شاعر ہیں۔

مراجع: الاصابۃ ۲/۱۱۴

(۲۴۲)

عمرو ابن حمہ دوسی

ابو بکر ابن درید نے نقل کیا ہے کہ عمرو دوسی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے، ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کی وفات زمانہ جاہلیت ہی میں ہو گئی تھی، وہ بہت عمر رسیدہ تھے، مندرجہ ذیل اشعار ان ہی

کے ہیں:

أُخْبِرُ أَخْبَارَ الْقُرُونِ الَّتِي مَضَتْ وَلَا بُدَّ يَوْمًا أَنْ أَطَارَ لِمَصْرَعِي
(میں گذشتہ صدیوں کے واقعات بتا رہا ہوں، اور کسی نہ کسی دن میں اپنے انجام کو پہنچنے والا ہوں یعنی میرا بھی قصہ، پارینہ ہو جائے گا)

مرزبانی نے لکھا ہے کہ ان کا شمار عرب کے حکماء میں ہوتا ہے، وہ بہت ہی زیادہ عمر رسیدہ تھے، کہا جاتا ہے کہ وہ ۳۹۰ سال زندہ رہے، انھوں نے مذکورہ شعر نقل کیا ہے اور اس سے پہلے مندرجہ ذیل اشعار بھی نقل کیے ہیں:

كَبُرْتُ وَقَدْ طَالَ الْعُمُرُ مِنِّي كَأَنِّي سَلِيمٌ أَفَاعَ لَيْلِهِ غَيْرَ مُودَّعٍ
وَمَا السُّقْمُ أَبْلَانِي وَلَكِنْ تَتَابَعْتُ عَلَى سِنُونٍ مِنْ مَصِيفٍ وَمَرْبَعٍ
ثَلَاثُ مِئِينَ مِنَ السِّنِينَ كَوَامِلُ وَهَذَا أَنَا ذَا أَرْتَجِي مَرَّ أَرْبَعٍ
فَأَصْبَحْتُ بَيْنَ الْفَخِّ وَالْعُشِّ نَادِبًا إِذَا رَامَ تَطْيَارًا يُقَالُ لَهُ قَعٍ
(میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری عمر بہت زیادہ ہو گئی ہے، گویا کہ میں رات کے وقت سانپوں کا ڈنسا ہوا ہوں، لیکن اس کو مرنے کے لیے نہیں چھوڑا گیا ہے۔

پہاری نے مجھے بوسیدہ نہیں کیا ہے، لیکن مجھ پر گرمی اور ٹھنڈی کے موسم سالوں سال گزر رہے ہیں۔
مکمل تین سو سال گزر چکے ہیں اور اب مجھے چوتھی صدی گزرنے کی امید ہے۔

چنانچہ میں شکاری کے جال اور گھونسے کے درمیان پھنس گیا ہوں اور چلا رہا ہوں، جب بھی وہ اڑنے کا قصد کرتا ہے تو اس سے کہا جاتا ہے: جاؤ، جال میں پھنس جاؤ!، یعنی موت اپنا جال پھیلائے ہوئے ہے اور میں اپنے گھر میں قیدی سا ہو گیا ہوں، گھر سے نکلنے کی طاقت نہیں ہے، جب گھر سے نکلنے کا ارادہ کرتا ہوں تو گھر والے کہتے ہیں کہ باہر نہ نکلو، کہیں کچھ ہونہ جائے)

ایک قول یہ ہے کہ ان کو ذوالحکم کہا جاتا تھا اور عرب کی مشہور مثل ”إِن الْعَصَا تَقْرَعُ لَذِي الْحَكْمِ“ ان ہی کی طرف منسوب ہے، کیوں کہ جب یہ بوڑھے ہو گئے تو ان کو ذہول ہونے لگا تھا، چنانچہ لوگ ان کو متنبہ کرنے کے لیے آواز نکالنے لگے، جس کے بعد ہی ان کی سمجھ واپس آ جاتی تھی۔

مراجع: الاصابۃ ۲/۵۲۶-۵۲۷

(۲۴۳)

عمر و ابن سالم خزاعی

عمر و ابن سالم ابن حصین ابن سالم ابن کلثوم خزاعی ابن عمرو ابن ربیعہ ابن کعب ابن عمرو ابن

تجلی ابن خزاعہ۔

محمد ابن اسحاق نے مغازی میں نقل کیا ہے کہ جب خزاعہ اور بنو بکر کے درمیان جھگڑا ہوا تو عمرو ابن سالم خزاعی سوار ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور اس کی اطلاع آپ کو دی، اور مندرجہ ذیل اشعار سنائے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ نَاشِئٌ مُّحَمَّدًا حَلَفَ اَبِیْنَا وَاَبِیْهِ الْاُتْلَدَا
كُنْتُ لَنَا اَبًا وَكُنَّا وَلَدًا ثَمَّتْ اَسْلَمُنَا فَلَمْ نَنْزَعْ يَدَا
فَاَنْصُرْ رَسُوْلَ اللّٰهِ نَصْرًا غَتَدَا وَاذُعْ عِبَادَ اللّٰهِ يَاطُوْا مَدَدَا
فِيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَدْ تَجَرَّدَا فِیْ فِیْلَقِ كَالْبَحْرِ یَجْرِیْ رُبَدَا
اِنْ قَرِیْشًا اَخْلَفُوْكَ مَوْعِدًا وَنَقَضُوْا مِیْثَاقَكَ الْمُوَكَّدَا
هُمْ یَبْتَئُوْنَا بِالْوَتْرِ هُجَّدَا وَقَتْلُوْنَا رُكْعًا وَسَجْدَا
(اے اللہ! میں محمد کو واسطہ دیتا ہوں ہمارے والد اور آپ کے والد کے پرانے معاہدے کا۔

آپ ہمارے لیے والد کی طرح ہیں، اور ہم آپ کی اولاد کی طرح، اس وقت ہم نے اسلام قبول کیا پھر ہم نے کبھی اسلام سے ہاتھ نہیں جھاڑا

اللہ کے رسول! ہماری بھرپور مدد کیجئے، اور اللہ کے بندوں کو بلائیے، وہ بطور ملک آجائیں گے۔
ان میں اللہ کے رسول ہیں، جن کی تلوار بے نیام ہو چکی ہے، وہ بڑی زبردست فوج لے کر چلے جو سمندر کی لہروں کے مانند ہے، جس پر جھاگ تیر رہی ہے یعنی وہ تعداد میں زیادہ ہیں ہی اور ان میں جوش و جذبہ بھی کوٹ کوٹ بھرا ہوا ہے۔

قریش نے آپ کے ساتھ وعدہ خلائی کی اور آپ سے کیا ہوا پختہ معاہدہ توڑ دیا۔
انھوں نے صبح ہونے سے پہلے ہی ہم پر تیروں سے شب خون مارا اور ہم کو رکوع اور سجدوں میں ہی قتل کر دیا)
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”عمرو ابن سالم تمھاری مدد ہوئی۔“

اسحاق کی روایت میں ہے کہ ان کا ایک شعر یہ بھی ہے:

هُمْ قَتَلُوْنَا بِالصَّعِیْدِ هُجَّدَا نَتْلُو الْقُرْآنَ رُكْعًا وَسَجْدَا
(انھوں نے ہم کو صبح صبح لے بیٹوں سے مار ڈالا، جب کہ ہم رکوع اور سجدوں میں قرآن کی تلاوت کر رہے تھے)

مراجعہ: الاصابہ ۲/۵۲۹-۵۳۰، واقدی ۲/۸۹، الاستیعاب ۵/۱۱۷، أسد الغابہ ۴/۱۰۴، أنساب الأشراف للبلذری ۳۵۳-۳۵۵، البدایہ والنہایہ ۴/۲۷۱، تاریخ الطبری ۳/۴۴، خزائن الأدب ۶/۴۷، السیرۃ لابن ہشام ۵/۸۰۵، العقد الفرید ۳/۳۸۳، معجم الشعراء لمعرزبانی ۲۲، معجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۱۸۳، معجم الشعراء الخضر مین والاً موہبین ۳۲۵، مخ المذبح ۱۹۶

(۲۴۴)

عمر و ابن سبعیہ رہاوی

ابن سعد نے لکھا ہے کہ عمر و ابن سبعیہ رہاوی قبیلہ رہاویہ کے وفد کے ساتھ آپ ﷺ کے پاس آئے، ان کا تعلق بنو سلیم ابن رہا ابن عتبہ ابن حرب ابن علفہ مذحجی سے ہے، وہ پندرہ لوگ تھے، انہوں نے اسلام قبول کیا، عمر و ابن سبعیہ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے مندرجہ ذیل اشعار سنائے:

إِلَيْكَ رَسُولَ اللَّهِ أَعْمَلْتُ نَصَهَا تَجُوبُ الْفَيْأُفِي سَمْلَقًا بَعْدَ سَمْلَقِي
(اللہ کے رسول! میں نے اپنی اونٹنی کو تیز رفتاری کے ساتھ آپ کی طرف بھگایا، جو ایک کے بعد دوسرے بجز اور بے آب و گیاہ علاقہ کو پار کرتی رہی)

رسول اللہ ﷺ نے ان کو جھنڈا عطا کیا، وہ جنگ صفین میں حضرت معاویہ کے ساتھ یہی جھنڈا لیے ہوئے تھے۔

مراجع: الاصابہ ۲/۵۳۰، معجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۱۸۳-۱۸۴، معجم الشعراء الجضر مین والا موبین ۳۲۵، مخ المذح ۲۰۴-۲۰۵

(۲۴۵)

عمر و ابن سعید ابن عاص قرشی اموی

عمر و ابن سعید ابن عاص ابن امیہ ابن عبد شمس قرشی اموی، ان کی کنیت ابو عقبہ ہے۔

موسیٰ ابن عقبہ نے ان کا تذکرہ حبشہ ہجرت کرنے والوں میں کیا ہے، ان کے ساتھ ان کی بیوی بنت صفوان ابن امیہ ابن محرز بھی تھی۔

زیر ابن بکار نے کہا ہے کہ عمر و حضرت ابوبکر کے عہد خلافت میں جنگ اجنادین میں شہید ہوئے، ان کے بھائی خالد نے ان سے پہلے اسلام قبول کیا، پھر ان کے بعد عمر و ابن سعید نے اسلام قبول کیا۔

واقدی نے روایت کیا ہے کہ ام خالد بنت خالد نے کہا کہ ہمارے پاس ہمارے چچا عمر و ابن سعید دو سال بعد حبشہ آئے، اور وہیں پر رہے، پھر ہم دو کشتیوں میں بیٹھ کر مدینہ آئے۔

جب خالد اور عمرو نے اسلام قبول کیا تو ابان نے اسلام قبول کرنے سے پہلے ان دونوں کی مذمت میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

أَلَا لَيْتَ مَيِّتًا بِالْظَّرِيبَةِ شَاهِدٌ لِّمَا يَفْتَرِي فِي الدِّينِ عَمْرُو وَخَالِدُ
أَطَاعَا مَعَا أَمْرَ النِّسَاءِ فَأَصْبَحَا يُعِينَانِ مِنْ أَعْدَائِنَا مَنْ يُكَابِدُ
(کاش مقام ظریبہ میں مدفون شخص دیکھتا جو عمرو اور خالد نے دین میں نئی چیزیں گھڑی ہیں۔

ان دونوں نے عورتوں کی بات مانی اور وہ ہمارے دشمنوں میں سے ان لوگوں کا ساتھ دینے لگے جو ہمارے خلاف جنگ کرتے ہیں)

عمرو ابن سعید نے اس کے جواب میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

أَخِي مَا أَخِي لَا شَاتِمٌ أَنَا عَرَضُهُ وَلَا هُوَ عَنْ سُوءِ الْمَقَالَةِ يُقْصِرُ
يَقُولُ إِذَا اشْتَدَّتْ عَلَيْهِ أُمُورُهُ أَلَا لَيْتَ مَيِّتًا بِالْظَّرِيبَةِ يَنْشُرُ
فَدَعُ عَنْكَ مَيِّتًا قَدْ مَضَى لِسَبِيلِهِ وَأَقْبَلَ عَلَى الْحَقِّ الَّذِي هُوَ أَظْهَرُ
(میرے بھائی! میرا کیسا بھائی ہے؟ میں اس کی عزت کو گالی نہیں دے رہا ہوں اور اس کو رسوا نہیں کر رہا ہوں، اور نہ وہ بدگوئی میں کمی کر رہا ہے۔

جب اس کے معاملات اس پر سخت گزرتے ہیں تو وہ کہتا ہے: کاش! مقناظریہ میں مدفون شخص دوبارہ پیدا کیا جاتا!!
تم اس میت کا تذکرہ چھوڑ دو، وہ اپنے انجام کو پہنچ چکا ہے، تم حق کی طرف بڑھو جو عیاں ہو چکا ہے)

ابو العباس سراج نے سعید ابن عمرو ابن سعید سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا: میرے چچا خالد، ابان اور عمرو ابن سعید ابن عاص کو جب آپ ﷺ کی وفات کی خبر ملی تو وہ سب اپنے کاموں سے واپس آ گئے، اس پر حضرت ابو بکر نے ان سے کہا: کوئی بھی شخص کام کا تم سے زیادہ حق دار نہیں ہے۔ پھر وہ شام چلے گئے، جہاں ان سبھوں کو قتل کر دیا گیا، خالد یمن میں تھے، ابان بحرین میں تھے اور عمرو سوادِ خیبر میں تھے۔

واقدی نے کہا ہے کہ عمرو فتح مکہ، جنگ حنین، جنگ طائف، اور جنگ تبوک میں شریک ہوئے، اور بعد میں شام کا سفر کیا اور حضرت ابو بکر کے عہد خلافت میں جنگِ اجنادین میں شہید ہوئے۔

ابن اسحاق نے بھی یہی کہا ہے، موسیٰ ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو وادی القریٰ کا گورنر بنایا تھا۔

مراجع: الاصابۃ ۲/۵۳۱-۵۳۲

(۲۴۶)

عمرو ابن شاس اسدی

عمرو ابن شاس ابن ابوعلی (ان کا نام عبید ہے) ابن ثعلبہ ابن مالک ابن حارث ابن سعد ابن

ثعلبہ اسدی، ان کی کنیت ابو عرار ہے۔

مرزبانی نے کہا ہے کہ مندرجہ ذیل اشعار ان کے ہیں:

إِذَا نَحْنُ أَدْلَجْنَا وَأَنْتَ أَمَامَنَا كَفَى لِمَطَايَنَا بُرُؤِيَاكَ هَادِيَا
أَلَيْسَ تُرِيدُ الْعَيْسَ خِفَّةَ أَذْرُعٍ وَإِنْ كَانَ حُسْرًا أَنْ تَكُونَ أَمَامِيَا
(جب ہم رات کے وقت چلے اور آپ ہمارے سامنے تھے تو ہماری سواریوں کو رہنمائی کے لیے تمہیں دیکھنا ہی کافی ہے۔)

کیا تم عمدہ نسل کے ہلکے پھلکے یعنی تیز رفتار اونٹ نہیں چاہتے ہو، اگرچہ کہ وہ تھکے ہارے ہوں، اس کے لیے اتنا کافی ہے کہ آپ آگے آگے رہیں)

محمد ابن اسحاق نے کہا ہے کہ عمرو ابن شاس اسدی صلح حدیبیہ میں شریک تھے، وہ کہتے ہیں کہ میں علی کے ساتھ یمن گیا تو سفر میں انھوں نے سختی کی، چناں چہ میں نے مسجد میں ان کی شکایت کی، یہ خبر رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا: ”جس نے علی کو تکلیف دی، اس نے مجھے تکلیف دی۔“

انھوں نے جنگ قادسیہ میں شرکت کی، اپنے لڑکے عرار کے سلسلے میں انھوں نے مندرجہ ذیل اشعار کہے، ان کی ماں کالی تھی تو وہ بھی کالے ہوئے تھے، اور عمرو کی دوسری بیوی عرار کو تکلیف دیتی تھی، اس پر عمرو ابن شاس نے کہا:

أَرَادَتْ عَرَارًا بِالْهَوَانِ وَمَنْ يُرِدْ عَرَارًا لَعَمْرِي بِالْهَوَانِ لَقَدْ ظَلَمَ
وَإِنَّ عَرَارًا إِنْ يَكُنْ غَيْرَ وَاصِحٍ فَإِنِّي أَحِبُّ الْجُونَ ذَا الْمَنْكِبِ الْعِمَمِ
(اس نے عرار کو رسوا کرنا چاہا، اور جو عرار کو رسوا کرنا چاہے تو میری زندگی کی قسم! اس نے زیادتی کی۔)

عرار اگرچہ خوبصورت اور گورا نہیں ہے، لیکن مجھے تو سخاوت کرنے والا کالا سردار ہی پسند ہے)

مراجع: الاصابہ ۳/۱۱۴، ۵۳۳-۵۳۵، الاستیعاب ۲/۵۱۹، الأعلام ۵/۷۹، الأغانی ۱۱/۲۰۰-۲۰۷، الأملی للقالی ۱/۲۶۹، ۱۲۴، ۱۸۸، ۴۵۲، تاریخ الشعر العربي ۱۶۲-۱۶۳، خزائن الأدب ۸/۵۲۱، ۹/۱۳۱، دیوان الشعر العربي ۱/۱۸۷، سبط اللہ ۲/۷۵۰-۷۵۱، الشعر والشعراء ۴۳۲، طبقات فحول الشعراء ۱۹۰، معجم الشعراء ذاکثر عقیف ۱۸۵، معجم الشعراء للمرزبانی ۲۱۲-۲۱۳، معجم الشعراء الخضر مین والاموئین ۳۲۸-۳۲۹، وفیات الأعیان ۴/۴۱۹) آپ کا دیوان ۱۹۷۶ء میں شائع ہوا ہے جس پر تجلی جمہوری نے تحقیق کی ہے۔

(۲۴۷)

عمرو ابن شبیل ثقفی

عمرو ابن شبیل ابن عتاب ابن مالک ثقفی۔

انھوں نے بیعت رضوان میں شرکت کی تھی۔
مرزبانی نے معجم الشعراء میں لکھا ہے کہ عمرو ابن شہیل مخضرم شاعر ہیں اور ان کے بہت سے اشعار منقول ہیں۔

مراجع: الاصابۃ ۲/۵۳۵، الضائع ۱۰۴، معجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۱۸۵، معجم الشعراء المخضر مین والاً موبین ۳۲۹

(۲۴۸)

عمرو ابن عاص

ابو عبد اللہ عمرو ابن عاص ابن وائل سہمی قریشی۔
عمرو ابن عاص کی پیدائش ہجرت سے پچاس سال قبل ۵۷ء میں ہوئی، اور وفات ۷۴ ہجری مطابق ۶۶۴ء میں ہوئی۔

آپ کا شمار عرب کے رؤساء، شرفاء، عقلاء، اصحاب الراے اور چالاک لوگوں میں ہوتا ہے، زمانہ جاہلیت میں اسلام کے سخت ترین دشمن تھے، ان کا شمار مخضرم شعراء میں ہوتا ہے، فتح مکہ سے پہلے عمرو ابن عاص رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں اشعار کہا کرتے تھے اور قریش اور کفار مکہ کے گنے چنے شعراء میں سے تھے، مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے میں ان کا نمایاں کردار تھا، خصوصاً جنگ بدر کے بعد آپس کے قبیلوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے کی تین رکنی شعراء کی ٹیم میں عمرو ابن عاص بھی تھے، لیکن صلح حدیبیہ کے بعد آپ کے دل میں اسلام جاگزیں ہوا اور آپ نے مدینہ آ کر آپ ﷺ کے ہاتھوں پر بیعت کی اور مسلمان ہو گئے۔

نبی کریم ﷺ نے ان کو جنگ ذات السلاسل میں امیر بنا کر روانہ کیا اور ابو بکر و عمر کو فوج دے کر ان کی کمک کے لیے بھیجا، پھر آپ نے ان کو عمان کا گورنر بنایا، ان کے ہاتھوں پر شاہ عمان جلندی نے اسلام قبول کیا، اس سلسلے میں جلندی نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

أَتَانِي عَمْرُو بِأَلْتِي لَيْسَ بَعْدَهَا مِنْ الْحَقِّ شَيْءٌ وَالنَّصِيحُ نَصِيحُ
فَقُلْتُ لَهُ مَا زِدْتُ أَنْ جِئْتَ بِأَلْتِي جُلْنَدَى عُمَانَ فِي عُمَانَ يَصِيحُ
فِيَا عَمْرُ: قَدْ أَسْلَمْتُ لِلَّهِ جَهْرَةً يُنَادِي بِهَا فِي الْوَادِيَيْنِ فَصِيحُ
(میرے پاس عمرو ابن عاص وہ چیز لے کر آئے جو حق ہے اور اس کے علاوہ کچھ بھی حق نہیں ہے، اور نصیحت کرنے والا خیر خواہ ہے۔ میں نے ان سے کہا: تم تو وہی بات لے آئے ہو جس کو جلندی شاہ عمان، عمان میں چیخ کر بتایا کرتا

تھا۔ عمرو! میں علی الاعلان صرف اللہ کی خاطر اپنے اسلام کا اعلان کرتا ہوں، جس کی ندامت میں نصیح (محمد) لگا رہے ہیں) عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں عمرو ابن عاص کو فوجی کمانڈر بنا کر شام کی طرف بھیجا، ان ہی کی کمانڈ میں قنسرین فتح ہوا اور حلب، نبج اور انطاکیہ والوں نے صلح کی۔

عمر ابن خطاب نے ان کو فلسطین کا گورنر بنایا پھر مصر کا گورنر بنایا، مصر کے فاتح بھی عمرو ابن عاص ہیں، جب حضرت علی اور حضرت معاویہ کے درمیان کشمکش شروع ہوئی تو انھوں نے معاویہ کا ساتھ دیا، معاویہ نے ان کو ۳۸ھ کو مصر کا گورنر بنایا، انھوں نے معاویہ کو مخاطب کرتے ہوئے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

مَعَاوَى لَا أُعْطِيكَ دِينِي وَلَمْ أُصِبْ بِهِ مِنْكَ دُنْيَا، فَانْظُرْ كَيْفَ تَصْنَعُ
فَإِنْ تُعْطِنِي مِصْرًا فَارْبَحْ بِصَفْقَةٍ أَخَذْتُ بِهَا شَيْخًا يَضُرُّ وَيَنْفَعُ
(معاویہ! میں اپنا دین دے کر تم سے دنیا نہیں لوں گا، چنانچہ تم غور کرو کہ تمہیں کیا کرنا ہے۔

اگر تم مجھے مصر کی گورنری دو گے تو تم فائدے میں رہو گے، اس طرح تم ایک ایسے بوڑھے کو پاؤ گے، جس میں نقصان اور نفع پہنچانے کی صلاحیت ہے)

مراجع: الاصابۃ ۴/۶۵۰، الاستیعاب ۱۱۸۴-۱۱۹۱، أسد الغابۃ ۴/۲۴۸-۲۴۸، الأغانی ۲/۱۸۰، تاریخ الأدب العربی بروکلمان ۱/۱۴۷، تاریخ الطبری، خزائن الأدب ۳۰۲/۱، السیرۃ لابن ہشام ۱/۱۳۶، عیون الأخبار ۱/۳۷-۴۰، ۱۸۱، وفیات الوفیات ۲/۲۳۶، الکامل للمبرد ۱۵۰، معجم الشعراء للمرزبانی ۲۳۶، معجم الشعراء ذاکٹر عقیف ۱۸۶، معجم الشعراء الخضر مین والاموین ۳۳۰-۳۳۱، مخ المذرح ۱۹۸، وفیات الأعیان ۷/۲۱۲

(۲۴۹)

عمر ابن عامر انصاری

وشیمہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر کے عہد خلافت میں عمرو نے جنگ یمامہ میں شرکت کی، وشیمہ نے ثابت ابن قیس ابن شماس انصاری کے سلسلے میں ان کا قصیدہ نقل کیا ہے۔

مراجع: الاصابۃ ۴/۴

(۲۵۰)

عمر ابن عامر سلمی

نبی کریم ﷺ کی وفات سے تیس سال قبل ان کی پیدائش ہوئی اور وہ حضرت معاویہ کے عہد

خلافت تک زندہ رہے اور ان کے پاس آئے۔

ابن عسا کر نے لکھا ہے کہ عمرو ابن عامر سلمی معاویہ کے پاس آئے، اس وقت بڑھاپے کی وجہ سے ان پر عرشہ طاری ہو گیا تھا، معاویہ نے ان سے دریافت کیا: آپ کا کیا حال ہے؟ انھوں نے کہا:

إِذَا ذَهَبَ الْقَرْنُ الَّذِي أَنْتَ فِيهِمْ وَخُلِفْتَ فِي قَرْنٍ فَأَنْتَ غَرِيبٌ
وَمَا لِلْعِظَامِ الْبَالِيَاتِ مِنَ الْبَلِي شِفَاءٌ وَلَا لِلرُّكْبَتَيْنِ طَبِيبٌ
وَإِنَّ أَمْرًا عَاشَ سِتًّا وَتَسْعِينَ حِجَّةً إِلَى مَنْهَلٍ مِنْ وَرْدِهِ لَقَرِيبٌ
(جب وہ صدی ختم ہو جائے جس میں آپ ہیں، اور میں نے ایک ایسی صدی گزاری ہے جس میں آپ تھے ہی نہیں۔
بوسیدہ ہڈیوں کی بیماری کا کوئی علاج نہیں اور نہ بوسیدہ گھٹنوں کے لیے کوئی نسخہ ہے۔
جو آدمی ۹۶ سال گزار چکا ہو، قریب ہے کہ وہ موت کی گھاٹ اتر جائے)

معاویہ نے دریافت کیا: تم کیا چاہتے ہو؟ انھوں نے کہا: دس ہزار جس سے میں اپنا قرض ادا کروں، اور دس ہزار جس کو میں اپنے اہل و عیال میں تقسیم کروں، اور دس ہزار جس کو میں اپنی باقی زندگی میں خرچ کروں۔ چنانچہ معاویہ نے ان کو تیس ہزار دیے۔

مراجع: الاصابۃ ۱۱۵/۳

(۲۵۱)

عمرو ابن عبد اللہ انصاری

وثیمہ نے کتاب الردۃ میں ان کے اشعار نقل کیے ہیں، جن میں انھوں نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مسلمہ اور بنو حنیفہ کے مرتدین کے خلاف جنگ کرنے کی ترغیب دی ہے۔

مراجع: الاصابۃ ۴/۳

(۲۵۲)

عمرو ابن عبدود کلبی

عمرو ابن عبدود، ابن شماس کے نام سے مشہور ہیں، شماس ان کی ماں کا نام ہے۔

مرزبانی نے لکھا ہے کہ عمرو ابن عبدود مخضرم شاعر ہیں، اور وہ معاویہ کے عہد خلافت تک زندہ رہے، انھوں نے سعید ابن عاص ابن امیہ کی مدح اور عبد اللہ ابن خالد ابن اسید کی خدمت میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

قَصُرْتُ يَا عَبْدَ الْإِلَهِ عَنِ الْعَلَا سَيَكْفِيكَ مَا قَصُرْتُ عَنْهُ سَعِيدُ
فَتَى أُمِّهِ مِنْ آلِ حَسَلٍ كَرِيمَةٍ وَأُمُّكَ يُنَيِّمُهَا نَوْحُ عَبِيدُ
(اے اللہ کے بندے! تم بلندیوں کو پانے سے قاصر رہے، جس سے تم قاصر رہے اس کے لیے تمھاری طرف سے سعید کافی ہو جائیں گے۔

سعید ایسے نوجوان ہیں جن کی ماں کا تعلق آلِ حسل کے شریف خاندان سے ہے، اور تمھاری ماں کو نوح خواں غلاموں نے پروان چڑھایا ہے)

سعید کی ماں عامریہ قریشیہ تھی، اور عبد اللہ کی والدہ زبیلہ ثقیف کی تھی، یہ وہ عمرو ابن سعید نہیں ہیں جس کو حضرت علی نے جنگِ خندق میں مار دیا تھا، وہ بنو عامر ابن لؤی سے تعلق رکھنے والا قرشی شہسوار تھا۔

مراجع: الاصابۃ ۱۱۵۳-۱۱۶

(۲۵۳)

عمرو ابن فروہ ابن عوف النزاری

مرزبانی نے مجمل الشعراء میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ جنگِ جمل میں حضرت علی کے ساتھ تھے، مرزبانی نے اس سلسلے میں ان کے اشعار بھی نقل کیے ہیں۔

مراجع: الاصابۃ ۱۱/۳

(۲۵۴)

عمرو ابن قبیصہ ابن علقمہ دارمی

عمرو ابن قبیصہ، ابن طیفان کے نام سے مشہور ہیں۔

مرزبانی نے لکھا ہے کہ عمرو ابن قبیصہ مخضرم شاعر ہیں، جن کا تعلق بنو عبد اللہ ابن دارم ابن حنظلہ ابن تمیم سے ہے، مندرجہ ذیل اشعار ان کے ہیں:

وَإِنِّي لَمِنْ قَوْمٍ ذُرَارَةٌ مِنْهُمْ وَعَمْرُو بْنُ قَعْقَاعٍ الْإِلَهِ وَالْغَطَارِثُ

وَذُو الْفَرَسِ مِنَّا حَاجِبٌ قَدْ عَلِمْتُمْ كَفَى مُضَرَ الْحَمْرَاءِ إِذْ هُوَ وَاقِفٌ
(میرا تعلق اس قوم سے ہے جن میں زرارہ اور عمرو ابن قعقاع ہیں اور دوسرے سردار ہیں۔
اور ہم ہی میں سے گھوڑوں والے حاجب بھی ہیں، جس کو تم جانتے ہی ہو، جب وہ کھڑا ہو جائے تو ”مضرا الحمراء“ کے لیے
کافی ہے) مراجع: الاصابۃ ۳/۱۱۶

(۲۵۵)

عمرو ابن کلاب

عمرو ابن کلاب کو عہد نبوی ملا، انھوں نے ہی حضرت عمر کو ان کے گورنروں کے خلاف بھڑکاتے
ہوئے اشعار کہے تھے، وہ کہتے ہیں:

إِذَا التَّاجِرُ الْهِنْدِيُّ جَاءَ بِفَارَةٍ مِنَ الْمُسْكِ رَاحَتْ فِي مَفَارِقِهِمْ تَجْرِي
(جب ہندوستانی تاجر مشک کی شیشی لے آتا ہے تو وہ مشک ان کی مانگوں میں دوڑنے لگتا ہے)

مراجع: الاصابۃ ۳/۱۱۶-۱۱۷

(۲۵۶)

عمرو ابن مالک جہنی

مرزبانی نے کہا ہے کہ وہ مختصر شاعر ہیں۔

مراجع: الاصابۃ ۳/۱۱۷

(۲۵۷)

عمرو ابن مخیل

وثیمہ نے کتاب الردۃ میں ابن اسحاق کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کی موت
کی خبر بنوزبید کو معلوم ہوئی تو عمرو ابن معدی کرب نے تقریر کر کے اپنی قوم کو مرتد ہونے کی دعوت دی،
اس وقت قوم کے سردار عمرو ابن مخیل تھے، ان کی تقریر سے عمرو ابن مخیل اور عمرو ابن حجاج بھڑک اٹھے، وہ
دونوں اپنی قوم کے باعزت اور سردار تھے، ابن مخیل نے عمرو ابن معدی کرب کی مخالفت میں تقریر کی اور

ان کو اسلام پر ثابت قدم رہنے کی ترغیب دی اور کہا: عمرو ابن معدی کرب کی بات نہ مانو، بلکہ عمرو ابن حجاج کی بات مانو، اس دوران انھوں نے مندرجہ ذیل اشعار بھی کہے:

أَسْعِدِينِي بِدَمْعِكَ الرَّقْرَاقِ لِفِرَاقِ النَّبِيِّ يَوْمَ الْفِرَاقِ
لَيْتَنِي مِثْلُ يَوْمٍ مَاتَ وَلَمْ أَلْقَ مِنَ الرُّزْءِ مَا أَنَا لَاقٍ
(اے میری آنکھ! جس دن آپ جدا ہوئے، اس دن آپ کے فراق اور جدائی پر مسلسل آنسوؤں سے مجھے خوش بختی عطا کر۔

کاش میں بھی اسی دن مرجاتا جس دن آپ کا انتقال ہوا اور مجھے اس مصیبت کا سامنا کرنا نہ پڑتا، جس مصیبت سے اب میں دوچار ہوں)

مراجع: الاصابۃ ۱۱/۳

(۲۵۸)

عمرو ابن نعمان ابن براء

عمرو ابن نعمان ابن براء ابن اسعد ابن عبداللہ ابن سعد، ان کا تعلق بنو ذہل ابن شیبان سے ہے۔ مرزبانی نے معجم الشعراء میں لکھا ہے کہ عمرو ابن نعمان مخضرم شاعر ہیں، اور وہ رحال کے نام سے مشہور ہیں، انھوں نے عمرو کے اشعار نقل کیے ہیں، جن میں سے چند اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

سَأَلُوا الْمُثَقَّفَةَ وَالرَّمَّاحَ بَنُو سَهْمٍ شَرِقَ الْأَسِنَّةِ وَالنُّحُورِ مِنَ الدَّمِ
فَتَرَكْتُ فِي نَقْعِ الْهَجَاةِ مِنْهُمْ جَزْرًا لِسَابِغَةٍ وَنَسْرٍ قَشْعَمٍ
(بنو سہم نے تلواروں اور نیزوں سے خون آلود گردنوں اور دانتوں کی چمک کے بارے میں پوچھا۔
چناں چہ میں نے ان کے جسموں کو گہرے غبار میں بھوکے لکڑ بگھا اور قشعم کے گدھوں کے لیے چھوڑ دیا)

مراجع: الاصابۃ ۱۱۸/۳

(۲۵۹)

عمیر ابن حصین نجرانی

وٹیمہ نے کتاب الردۃ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور ابن اسحاق کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کا انتقال ہوا اور لوگ مرتد ہونے لگے تو اہل نجران بھی مرتد ہو گئے، عمیر ابن حصین اپنی قوم میں کھڑے ہو گئے اور ان کو نصیحت کی اور مندرجہ ذیل اشعار کہے:

أَهْلَ نَجْرَانَ أَمْسِكُوا بِهَدْيِ اللَّهِ وَكُونُوا يَدًا عَلَى الْكُفَّارِ
لَا تَكُونُوا بَعْدَ الْيَقِينِ إِلَى الشُّكِّ كَبَّ وَبَعْدَ الرِّضَا إِلَى الْإِنْكَارِ
وَاسْتَقِيمُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ فِيهِ وَكُونُوا كَهَيْئَةِ الْأَنْصَارِ
(نجران والو! اللہ کی ہدایت کو تھامے رہو، اور کفار کے خلاف طاقت بن جاؤ۔

یقین اور ایمان کے بعد شرک کو اختیار نہ کرو، اور رضا مندی کے بعد انکار نہ کرو۔

اور صحیح راستے پر ثابت قدم رہو اور انصاری کی طرح بن جاؤ)

مراجع: الاصابۃ ۳/۱۲۰-۱۲۱

(۲۶۰)

عمیر ابن حمام انصاری سلمی

عمیر ابن حمام ابن جموح ابن زید ابن حرام ابن کعب ابن سلمہ انصاری سلمی۔

ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے، آج کے دن جو بھی کافروں کے خلاف جنگ کرے گا اور صبر کرتے ہوئے ثواب کی امید میں آگے بڑھے گا اور اس حال میں قتل کر دیا جائے گا کہ پیٹھ پھیر کر نہ بھاگے تو اللہ اس کو جنت میں داخل کر دے گا“، بنو سلمہ کے ایک شخص عمیر ابن حمام نے کہا: بہت خوب، بہت خوب، میرے اور جنت میں داخل ہونے کے درمیان صرف اتنی سی بات ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کر دیں۔ اس وقت ان کے ہاتھوں میں چند کھجوریں تھیں اور وہ ان کو کھا رہے تھے، انھوں نے کھجوریں پھینک دی اور تلوار لے کر جنگ میں گھس گئے، یہاں تک کہ شہید ہو گئے، وہ اس وقت مندرجہ ذیل اشعار گارہے تھے:

رَكُضًا إِلَى اللَّهِ بِغَيْرِ زَادٍ إِلَّا التَّقَىٰ وَعَمَلُ الْمَعَادِ
وَالصَّبْرُ فِي اللَّهِ عَلَى الْجَهَادِ

(تو شے کے بغیر اللہ کی طرف ایڑ لگا رہا ہوں، صرف اللہ کی خشیت اور آخرت کے اعمال ہیں اور اللہ کے راستے میں جہاد پر صبر ہے)

اللہ کے راستے میں حالت جنگ میں شہید ہونے والے پہلے شخص عمیر ابن حمام تھے۔

ابو اسحاق تنوخی سے روایت ہے کہ حضرت انس نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس جنت کی طرف دوڑ پڑو، جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے“، عمیر ابن حمام انصاری نے دریافت کیا: اللہ کے رسول! ایسی جنت جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے؟ آپ نے فرمایا: ”جی ہاں“، انھوں نے کہا: کیا خوب، کیا خوب۔ آپ نے دریافت فرمایا: ”تم یہ کیوں کہہ رہے

ہو کہ کیا خوب ہے، کیا خوب ہے۔“ انھوں نے کہا: اس امید میں کہ میں جنتیوں میں سے ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا: ”تم ان ہی میں سے ہو۔“ پھر انھوں نے اپنے ترکش سے کھجوریں نکالی اور کھانے لگے، پھر کہا: اگر میں کھجوریں کھانے تک زندہ رہا تو یہ بہت لمبی زندگی ہوگی۔ پھر انھوں نے کھجوریں پھینک دیں اور کافرین کے خلاف جنگ کرنے لگے، یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔

مراجع: الاصابۃ ۳/۳۱-۳۲

(۲۶۱)

عمیر ابن رباب قریشی سہمی

عمیر ابن رباب ابن حذیفہ ابن مہشم ابن سعید ابن سہم قریشی سہمی۔ ابن اسحاق نے کہا ہے کہ عمیر ابن رباب سابقون اولون میں سے ہیں، اور انھوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی، پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی اور حضرت ابوبکر کے عہد خلافت میں خالد ابن ولید کے ساتھ جنگ عین التمر میں شرکت کی اور اسی میں شہید ہو گئے۔

زیر نے ان کا مندرجہ ذیل شعر نقل کیا ہے:

نَحْنُ بَنُو زَيْدٍ الْأَعْرَبِ وَمِثْلُنَا يُحَامِي عَلَى الْأَحْسَابِ عِنْدَ الْحَقَائِقِ
(ہم روشن کار ناموں والے زید کی اولاد ہیں اور ہم جیسے لوگ حقائق کو سامنے آنے کی محفلوں یعنی جنگوں میں حسب و نسب کی حفاظت کرتے ہیں)

مراجع: الاصابۃ ۳/۳۲

(۲۶۲)

عمیر ابن سنان مازنی

عمیر ابن سنان ابن عرفطہ ابن وہب ابن انمار ابن مازن ابن مالک ابن عمرو ابن تمیم تمیمی مازنی۔ عمیر مازنی، ابن عفرہ کے نام سے مشہور ہیں، ان کو عہد نبوی ملا اور انھوں نے اسلام قبول کیا، وہ شاعر اور شہسوار تھے، صحابہ کے ساتھ بعض فتوحات میں شریک ہوئے اور اس سلسلے میں ان کے اشعار بھی ہیں۔

مراجع: الاصابۃ ۳/۱۲۱

(۲۶۳)

عمیر ابن ضابی یشکری

وٹیمہ نے ”کتاب الردۃ“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ اہل یمامہ کے سرداروں میں سے تھے، جب یمامہ والے مرتد ہو گئے تو وہ اپنا اسلام چھپا رہے تھے، وہ رحال ابن عنقرہ کے دوست تھے، یمامہ والوں کو معلوم ہوا کہ انھوں نے قوم کے مرتد ہونے پر ان کی سرزنش کرتے ہوئے اشعار کہے ہیں تو انھوں نے عمیر کو تلاش کرنا شروع کیا، یہ دیکھ کر انھوں نے مدینہ کا رخ کیا، پھر حضرت خالد کے لشکر میں شامل ہو کر مرتدین کے خلاف جنگ کی، ان میں سرداروں کی بہت سی خصوصیات تھیں، حضرت خالد نے ان سے کہا: اگر آپ قریش کے ہوتے تو آپ کے خلیفہ ہونے کی امید تھی۔

جن اشعار میں انھوں نے اپنی قوم کی سرزنش کی ہے، ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

مَا سَعَادُ الْفُؤَادِ بِنْتُ أَثَالٍ طَالَ لَيْلِي لِفِتْنَةِ الرَّجَالِ
فُتِنَ الْقَوْمُ بِالشَّهَادَةِ وَاللَّهِ عَزِيْزُ ذُو قُوَّةٍ وَمَحَالِ
إِنَّ دُبْنِي دَيْنُ النَّبِيِّ وَفِي الْقَوِّ مِ رَجَالٍ عَلَى الْهُدَى أَمْثَالِي
إِنْ تَكُنْ مَنِيَّتِي عَلَى فِطْرَةِ اللَّهِ حَنِيفًا فَإِنِّي لَا أَبَالِي
(فواد بنت اثاٹ کی کیا خوش بختی ہے!! لوگوں کے فتنے کے بارے میں سوچتے ہوئے میری رات طویل ہو گئی۔
کلمہ تو حید کی گواہی کے بارے میں لوگ فتنے میں پڑ گئے اور اللہ زبردست قوت والا اور ناقابل شکست ہے۔

میرا دین اللہ کے نبی کا دین ہے اور قوم میں بہت سے لوگ میری طرح ہدایت یافتہ ہیں۔
اگر اللہ کی فطرت پر دین حنفی کے مطابق میری موت ہو تو مجھے کوئی پروا نہیں)

مراجع: الاصابۃ ۳/۱۲۱

(۲۶۴)

عمیر ابن بجرہ

مرزبانی نے ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ عمیر ابن بجرہ مخضرم شاعر ہیں، انھوں نے کوفہ میں سکونت اختیار کی، مرتدین کے خلاف جنگ کے سلسلے میں انھوں نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَوْمَ بُزَاخَةٍ أَحَالٌ عَلَى الْكُفَّارِ سَوَاطِ عَذَابِ
قُلْتُ أَبَاكَرٍ بَرِيٍّ مِنْ سَيُوفِنَا وَمَا نَجْتَلِي مِنْ أَدْرُعٍ وَرِقَابِ

(کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے جنگِ بزاخہ میں کافروں پر عذاب کا کوڑا برسایا۔
میں نے کہا: ابوبکر! ہم اپنی تلواروں سے بری ہیں اور جو ہم مونڈھے اور گردنیں کاٹیں گے، اس سے بھی بری ہیں)
مراجع: الاصابۃ ۳/۱۲۱

(۲۶۵)

عنبرہ ابن احرش طائی (اقرش)

عنبرہ ابن احرش ابن ثعلبہ ابن صحیح ابن عدی ابن افلت طائی۔
ابن الکلی نے ”الحجرۃ“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور ابن درید نے ”الاخبار المشہورۃ“ میں ان کا
واقعہ نقل کیا ہے۔

ان کے والد احراش کے دس لڑکے تھے اور سب کے سب شاعر تھے، اور عنبرہ قبیلہ طے کے امور
ومعاملات کے واقف کار تھے، پھر ان کے بت کا قصہ بھی نقل کیا ہے، جس کی وجہ سے وہ نصرانی
ہو گئے۔

مرزبانی نے معجم الشعراء میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ مخضرم پُرگو شاعر ہیں، مندرجہ ذیل
اشعار ان کے ہیں:

إِذَا بَصُرْتَنِي أَعْرَضْتَ عَنِّي كَأَنَّ الشَّمْسَ مِنْ قَبْلِي تَذُورُ
فَمَا بِيَدِيكَ نَفْعٌ أُرْتَجِيهِ وَغَيْرَ صَدُودِكَ الْخَطْبُ الْكَبِيرُ
أَلَمْ تَرَ أَنَّ شِعْرِي سَارَ عَنِّي وَشِعْرُكَ حَوْلَ بَيْتِكَ لَا يَسِيرُ
(جب تم نے مجھے دیکھا تو مجھ سے اعراض کیا، گویا سورج میری جانب سے گھوم رہا ہے۔
تمہارے پاس کوئی نفع بخش چیز نہیں ہے کہ جس کی میں امید لگاؤں اور تمہارا اعراض نہ کرنا بہت بڑی مصیبت ہے۔
کیا تم نے نہیں دیکھا کہ میرا شعر میرے پاس سے نکل کر پوری دنیا میں مشہور ہو گیا اور تمہارا شعر تمہارے گھر کے آس
پاس ہی میں چل نہیں رہا ہے)

مندرجہ ذیل اشعار بھی ان ہی کے ہیں:

رَبِّي الَّذِي أَخْتَارَ صُفُوفَ جُنْدِهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُهُ وَعَبْدُهُ
فَهُوَ الَّذِي لَا يَتَغَيَّرُ مِنْ بَعْدِهِ شَيْءٌ وَلَا يُعْقَدُ فَوْقَ عَقْدِهِ
(میرا پروردگار وہ ہے جس کے لشکر کی صفوں کو میں منتخب کرتا ہوں، محمد اللہ کے رسول اور اس کے بندے ہیں۔
چنانچہ اللہ ہی کی ذات ہے جس کے بعد کسی چیز کی تلاش باقی نہیں رہتی اور اس کے عہد و پیمان کے بعد کسی سے عہد

و بیان نہیں کیا جاتا)

مراجع: الاصابہ ۳/۱۲۱-۱۲۲، الضائع ۱۰۷، معجم الشعراء ذاکر عقیف ۱۹۹، معجم الشعراء الجضر مین والاً موئین ۳۴۳

(۲۶۶)

عوام ابن جہل ہمدانی ثم سلمی

عوام ابن جہل، یغوث بت کے پجاری تھے۔

ابو احمد عسکری نے ابن درید سے ”الاخبار المنثورۃ“ میں نقل کیا ہے کہ عوام اسلام لانے کے بعد بیان کیا کرتے تھے کہ میں اپنی قوم کے ساتھ رات کے وقت باتیں کر رہا تھا، جب میرے ساتھی اپنے اپنے ٹھکانوں پر چلے گئے تو میں نے بت خانے میں رات گزاری، اس رات تیز ہوا چل رہی تھی اور بجلی چمک رہی تھی، اور کڑک گرج رہا تھا، جب آدھی رات ہو گئی تو بت سے ایک آواز آئی، میں نے اس سے پہلے بت سے کبھی بھی آواز نہیں سنی تھی: ابن جہل! بتوں کے لیے بربادی آپکی ہے، یہ روشنی سرزمین حرم سے نکلی ہے، یغوث کو الوداع کہو۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں بتوں سے براءت ڈال دی، میں نے اپنی سنی ہوئی بات قوم کو بتادی تو اس وقت میں نے ایک آواز سنی:
هَلْ تَسْمَعَنَّ الْقَوْلَ يَا عَوَامُ أَمْ قَدْ صَمَمْتَ عَنِ الْكَلَامِ
قَدْ كُشِفَتْ دِيَاجِرُ الظَّلَامِ وَأُصْفَقَ النَّاسُ عَلَى الْإِسْلَامِ
(عوام! کیا تم آواز سن رہے ہو؟ یا تم گونگے ہو گئے ہو؟
تاریکی کی گھٹائیں چھٹ چکی ہیں اور لوگ اسلام کی طرف لپک رہے ہیں)

میں نے کہا:

يَا أَيُّهَا الْهَاتِفُ بِالْعَوَامِ لَسْتُ بِذِي وَقَرٍ عَنِ الْكَلَامِ
فَبَيِّنْ عَنْ سُنَّةِ الْإِسْلَامِ

(اے عوام کو پکارنے والے! میں بہر نہیں ہوں، چناں چہ تم اسلام کے طریقے کے بارے میں وضاحت سے بتاؤ)

اللہ کی قسم! میں نے اس سے پہلے اسلام کے بارے میں سناتک نہیں تھا، جواب ملا:

إِزْحَلْ عَلَى اسْمِ اللَّهِ وَالتَّوْفِيقِ رَحْلَةً لَا وَانَ وَلَا مَشْيُوقَ
إِلَى فَرِيقٍ خَيْرَ مَا فَرِيقِ إِلَى النَّبِيِّ الصَّادِقِ الْمُصْذَوِّقِ
(اللہ کا نام لے کر اور اس کی توفیق کے ساتھ ایسا سفر کرو جس میں کمزوری اور سستی نہ ہو۔
سب سے بہتر گروہ کی طرف سفر کر کے جاؤ، نبی صادق و مصدوق کی طرف سفر کر کے جاؤ)

چناں چہ میں نے بت کو پھینک دیا اور نبی کریم ﷺ کے ارادے سے نکلا، میں نے اسی دن ہمدان کے وفد کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دیکھا، میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے اپنا واقعہ سنایا، آپ بہت خوش ہوئے، پھر فرمایا: ”مسلمانوں کو اپنا واقعہ سناؤ“۔ مجھے رسول اللہ ﷺ نے بتوں کو توڑنے کا حکم دیا تو میں لوٹ کر یمن آیا، اس سلسلے میں نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

مَنْ مُبْلِغٌ عَنَّا شَامِي قَوْمَنَا وَمَنْ حَلَّ بِالْأَجَوَافِ سِرًّا وَجَهْرًا
بِأَنَّا هَدَانَا اللَّهُ لِلْحَقِّ بَعْدَمَا تَهَوَّدَ مِنَّا حَائِرٌ وَتَنَصَّرَا
وَأَنَّا سَرَيْنَا مِنْ يَغُوثٍ وَقُرْبِهِ يَعُوقُ وَتَابَعْنَاكَ يَا خَيْرَ الْوَادِي
(ہماری طرف سے سرزمین شام کی طرف رہنے والے ہماری قوم کے لوگوں اور مقام اجواف کے اوپری اور اترائی جگہوں پر قیام پذیر لوگوں کو یہ بات پہنچاؤ۔

کہ اللہ نے ہم کو ہدایت دی جب کہ اس سے پہلے ہم میں سے حیران لوگ یا تو یہودی ہو گئے یا تو نصرانی بن گئے۔ اور ہم یغوث اور اس کے قریب موجود یعوق کو چھوڑ کر چلے آئے، اے وادی القریٰ کے بہترین شخص! ہم نے آپ کی پیروی کی)

مراجع: الاصابۃ ۳/۴۱، معجم الشعراء المختصر میں والا موبین ۳۴۴، شعر ہمدان ۳۶۱، معجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۲۰۲

(۲۶۷)

عوف ابن عبد اللہ اسدی

عوف ابن عبد اللہ اسدی حضرت خالد ابن ولید کے ساتھ جنگ بزاخہ میں شریک ہوئے، اسی سلسلے میں انھوں نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

يَوْمَ اخْتَلَسْنَا بِالرِّمَاحِ عَذَارِيَا بِيضَ الْوُجُوهِ حَوَاسِرَ كَالرَّبْرِ
وَنَجَا طُلَيْحَةً مُرْدِمًا امْرَأَتَهُ وَسَطَ الْعَجَاجَةِ كَالسِّقَارِ الْمُحَقَّبِ
(اس دن کو یاد کرو جب ہم نے نیزوں کے ذریعے خوبصورت برہنہ سروشیزاؤں کو اچک لیا جو ہرنوں کے ریوڑ کی طرح ساتھ تھیں۔

اور طلحہ اپنی بیوی کو بے وقعت پٹنی کی طرح غبار کے بیچ چھوڑ کر بھاگ گیا اور بیچ نکلا) وشمہ نے ”کتاب الردۃ“ میں اور مرزبانی نے ”معجم الشعراء“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔

مراجع: الاصابۃ ۳/۱۲۲

(۲۶۸)

عیاض ابن خویلد ہذلی ثم ضبعی

عیاض ابن خویلد کا لقب بریق تھا، مرزبانی نے ”مجم الشعراء“ میں لکھا ہے کہ عیاض حجازی ہیں، انھوں نے بنو حیان کے سلسلے میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

جَزَتْنا بَنُو دَهْمَانَ حِقْنَ دِمَائِهِمْ جَزَاءَ سِنِمَارٍ بِمَا كَانَ يَفْعَلُ
فَإِنْ تَصْبِرُوا فَالْحَرْبُ مَا قَدْ عَلِمْتُمْ وَإِنْ تَرْحَلُوا فَانْتُمْ شَرُّ مَنْ رَحَلُوا
(بنو دہمان نے اپنے خون کی حفاظت کا ہم کو وہی بدلہ دیا جو سنمار کو اس کی کاوشوں کا دیا گیا تھا ”سنمار ایک رومی معمار کا نام ہے جس نے نعمان لخمی کا محل بنایا تھا، جو اپنی نظیر آپ تھا، نعمان نے اسے انعام دینے کے بجائے اوپر سے گرا کر مر وادیا تا کہ وہ کسی دوسرے کا ویسا محل نہ بنا سکے۔

اگر تم جھے رہو گے تو جنگ کے لیے تیار رہو، جس کے انجام کو تم نے جان ہی لیا ہے، اگر تم بھاگ جاؤ تو تم بدترین بھاگنے والے ہو)

بنو حیان نے ان کے خلاف رسول اللہ ﷺ کے دربار میں دعویٰ دائر کیا، یہ واقعہ حجۃ الوداع کے موقع کا ہے، انھوں نے کہا: اللہ کے رسول! اسلام میں ہماری ہجو کی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے عیاض کے خلاف کاروائی کی، پھر قریش کے چند لوگوں نے ان کے سلسلہ میں آپ سے بات کی تو آپ نے ان کو معاف کر دیا۔

ابن اسحاق نے مغازی میں اور ابن ابوالدنیاء نے ”مجاہد الدعوة“ میں اور بیہقی نے ”شعب الایمان“ میں عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ ہم حضرت عمر کے پاس تھے کہ ایک اندھے لنگڑے شخص کا ان سے گزر ہوا، جو اپنے رہنما کی معیت میں چل رہے تھے، وہ بھی تھکا ماندہ تھا، عمر نے ان کو دیکھا تو ان کی حالت پر تعجب ہوا، انھوں نے دریافت فرمایا: اس کو کون پہچانتا ہے؟ ایک نے جواب دیا: یہ بنو ضبعاء کے ایک فرد ابہلہ ابن بریق ہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا: بریق کون ہیں؟ اس شخص نے کہا: یمن کا ایک شخص جس کا نام عیاض ہے، آپ نے دریافت فرمایا: کیا وہ زندہ ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ ان کو حضرت عمر کے پاس لایا گیا تو انھوں نے دریافت فرمایا: تمہارا کیا واقعہ ہے؟ اور بنو ضبعاء کا کیا واقعہ ہے؟ انھوں نے کہا: بنو ضبعاء کے بارہ آدمی تھے، زمانہ جاہلیت میں وہ میرے پڑوس میں رہے، وہ کھاتے رہے اور میرے ناموس اور عزت کو گالی دیتے رہے، میں نے ان کو منع فرمایا اور ان کو اللہ اور

رشتے داری کا واسطہ دیتا رہا، لیکن انھوں نے میری بات نہیں مانی، میں نے ان کو مہلت دی، جب ماہِ حرام آیا تو میں نے ان سبھوں کو بددعا دی اور میں نے کہا:

اَللّٰهُمَّ اَدْعُوْكَ دُعَاءً جَاهِدًا اَقْتُلْ بَنِيْ ضُبَعَاءٍ اِلَّا وَاحِدًا
ثُمَّ اضْرِبِ الرَّجُلَ فَذَرُهُ قَاعِدًا اَعْمَى اِذَا مَا قَيْدَ اَعْيَا الْقَائِدَا
(اے اللہ! میں پوری جدوجہد کے ساتھ آپ کے حضور دعا کرتا ہوں کہ بنو ضبعاء کے سب لوگوں کو قتل کر دے سوائے ایک کے۔

پھر اس آدمی کا پاؤں بیکار کر دے اور اس کو معطل اور اندھا بنادے، جب اس کو لایا جائے تو اس کے لانے والے کو تھکا دے)

ایک سال ہی گزرا تھا کہ ایک کے سوا سب ہلاک ہو گئے، اس ایک شخص کو آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس نے اپنے رہنما کو تھکا دیا ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا: سبحان اللہ! اس میں عبرت کا سامان بھی ہے اور تعجب کا مقام بھی۔

مراجع: الاصابۃ ۳/۴۸، سمط الکلائی ۶۰۲، شرح اشعار الہد لیبین ۹۰۱، ۱۲۷۳، معجم الشعراء مرزبانی ۲۶۸، معجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۳۸، معجم الشعراء الخضر مین والا موبین ۵۹-۶۰

(۲۶۹)

فد فد ابن خناتہ بکری

ابو عبیدہ معمر بن شنی نے اپنی کتاب میں ان کا تذکرہ کیا ہے کہ فد فد ابن خناتہ بکری مکہ میں ابو سفیان کے پاس آئے، وہ بنو بکر کے سفاک حملہ آور تھے۔ انھوں نے ابوسفیان کے ساتھ اس بات پر اتفاق کیا کہ وہ نبی کریم ﷺ کو بیس اونٹوں کے بدلے قتل کر دیں گے، اس معاہدے کے بعد ابوسفیان نے ان کو ایک زہر آلود خنجر دیا۔ فد فد کہتے ہیں کہ میں ابوسفیان کے پاس سے نشہ کی حالت میں نکلا، جب مجھے ہوش آیا تو میں نے اپنے اس اقدام کے بارے میں سوچا۔ پھر میں چلا اور رات کے وقت مقامِ روحاء پہنچا، وہ رات بڑی تاریک تھی، اونٹ کے کھر بھی نظر نہیں آرہے تھے، اچانک بجلی کوندی اور روشنی ہو گئی، اور وادی سے ایک آواز آئی:

رَسُوْلُ اَتٰی مِنْ عِنْدِ ذِي الْعَرْشِ صَادِقًا عَلٰی طَرِيقِ الْخَيْرَاتِ لِلنَّاسِ وَاَقِفْ
(عرش والے کی طرف سے ایک رسول آیا ہے جو سچا ہے، وہ لوگوں کی خاطر بھلائی کے راستوں پر کھڑے ہیں)
میں نے سمجھا کہ کوئی قافلہ ہوگا، یہ سوچ کر میں آواز کا رخ کر کے چلنے لگا۔ جب میں اس جگہ

پہنچا تو میں نے آواز سننے کی کوشش کی تو مجھے کوئی چیز محسوس نہیں ہوئی۔ میں نے جان لیا کہ یہ کوئی جن ہے۔ پھر میں نے یہ شعر کہا:

لَكَ الْخَيْرُ قَدْ أَسْمَعْتَنِي قَوْلَ هَاتِفٍ وَنَبَّهْتَ حَوْسًا قَلْبُهُ غَيْرُ خَائِفٍ
(تمہارے لیے بھلائی ہو، تم نے مجھے ایک آواز سنائی ہے اور تم نے بہادر کو متنبہ کیا ہے جس کا دل خوف زدہ نہیں ہے)

اس نے میرا جواب دیا۔ مجھے ایسا لگا کہ وہ میری اونٹنی کے نیچے ہی سے بول رہا ہے:

لَحَا اللَّهُ أَقْوَامًا أَرَادُوا مُحَمَّدًا بِسُوءٍ وَلَا أَسْقَاهُمْ ثَوْبَ مَاطِرٍ
عَكُوفًا عَلَى الْأَوْتَانِ لَا يَتَرُكُونَهَا وَقَدْ أَمَّ دِينَ اللَّهِ أَهْلُ الْبَصَائِرِ
(اللہ ان لوگوں پر لعنت کرے جو محمد کو تکلیف پہنچانا چاہتے ہیں اور اللہ ان پر بارش کا ایک قطرہ بھی نہ برسائے۔
وہ اپنے بتوں پر ہی جتھے ہوئے ہیں، ان کو چھوڑ نہیں رہے ہیں، حالاں کہ اہل بصیرت لوگوں نے اللہ کے دین کا قصد ہے)

میں اپنے راستے پر چل پڑا، میرے ذہن میں یہی اشعار گونج رہے تھے، اور اسی کے متعلق سوچ رہا تھا، جب میں مدینہ پہنچا تو رسول اللہ ﷺ کو قبیلہ بنو عبد الاشہل کے لوگوں کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے پایا، آپ ان کو میرا پورا واقعہ بتا چکے تھے، اور کہہ دیا تھا کہ وہ اب تمہارے پاس آئے گا، چنانچہ اس کو کچھ نہ کہو۔ میں آپ کو نہیں پہچانتا تھا۔ میں نے ایک بچے سے دریافت کیا: وہ قریشی محمد کہاں ہے جو تمہارے پاس آیا ہے؟ اس بچے نے میرے طرف نفرت بھری نگاہوں سے دیکھا اور کہا: تمہارا ناس ہو تمہاری ماں تم پر روئے۔ اگر تم اجنبی اور جاہل نہیں ہوتے تو میں تم کو قتل کرنے کا حکم دے دیتا، تم یہ کیوں نہیں کہتے کہ اللہ کے رسول کہاں ہیں؟ وہ وہاں نخلستان میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہیں، جب تم ان کو دیکھو گے تو ان کو بہت عظیم شخص پاؤ گے، اور تم اس کے سچے ہونے کی گواہی دو گے اور اس بات کو جان لو گے کہ تم نے آج سے پہلے ان کی طرح کسی کو نہیں دیکھا ہے۔ میں اپنی سواری سے اتر کر آپ کے پاس آیا اور ابوسفیان کے ساتھ ہوئے معاہدے اور جن کا قصہ بیان کیا تو آپ نے مجھے اسلام کی دعوت دی، میں نے فوراً اسلام قبول کیا۔

اس سلسلے میں انھوں نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

أَلَا أَبْلَغَا صَخْرَبْنَ حَرْبَ رِسَالَةٍ بِأَنِّي رَأَيْتُ الْحَقَّ عِنْدَ ابْنِ هَاشِمٍ
رَأَيْتُ امْرَأَةً يَدْعُو إِلَى الْبِرِّ وَالتَّقَى عَلِيمًا بِأَحْكَامِ الْهُدَى غَيْرُ ظَالِمٍ
فَأَخْبَرَنِي بِالْغَيْبِ عَمَّا رَأَيْتُهُ وَأَسْرَرْتُهُ مِنْ مَعْشَرٍ فِي مَكَاتِمِ
(سن لو! صخر ابن حرب کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ میں نے ابن ہشام کے پاس حق دیکھا ہے، میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا ہے جو بھلائی اور تقویٰ کی طرف بلاتا ہے اور وہ ہدایت کے احکام سے واقف ہے، اور وہ ظالم نہیں ہے۔
چنانچہ انھوں نے مجھے پہلے ہی اس واقعے کے بارے میں بتا دیا جو میرے ساتھ پیش آیا تھا اور میں نے کسی سے اس کا تذکرہ نہیں کیا تھا)

(۲۷۰)

فرات ابن حیان یشکری ثم عجل

فرات بن حیان بن ثعلبہ بن عبد العزی بن حیہ بن ربیعہ بن صععب بن عجل بن لجم ربعی یشکری ثم عجل۔

امام بخاری اور ابو حاتم نے کہا ہے کہ انہوں نے مدینہ ہجرت کی تھی، ابو حاتم نے مزید کہا ہے کہ وہ کوئی تھے۔ بغوی نے کہا ہے کہ انہوں نے کوفہ میں سکونت اختیار کی تھی اور وہاں اپنا گھر بنایا تھا۔ ابن سعد نے نقل کیا ہے کہ انہوں نے جنگ خندق میں شرکت کی۔ نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جن کو ہم ان کے ایمان کے حوالے کرتے ہیں، ان میں فرات بن حیان بھی ہیں۔“

(ابوداؤد۔ بخاری فی التاريخ)

وہ پہلے ابوسفیان کے جنگی جاسوس تھے، پھر انہوں نے اسلام قبول کیا اور بہترین مسلمان بنے۔ مرزبانی نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ہجو کرنے والوں میں یہ بھی تھے، پھر انہوں نے آپ ﷺ کی اور آپ سے معذرت کی، آپ نے ان کی معذرت قبول کی۔ ابن سکین نے لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یمامہ میں ایک زمین ان کو عطا فرمائی، جس کی قیمت ۴۲۰۰ دینار تھی۔

ابو العباس بن عقدہ حافظ نے روایت کیا ہے کہ جنگ خندق میں فرات بن حیان کو گرفتار کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا۔ وہ مشرکین کے جاسوس تھے، آپ نے ان کو قتل کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے کہا: ”میں مسلمان ہوں۔“ آپ نے فرمایا: ”تم میں سے بعض لوگ وہ ہیں جن کی میں اسلام کے لئے تالیف قلب کرتا ہوں اور میں ان کو ان کے ایمان کے حوالے کرتا ہوں، ان میں سے فرات بن حیان بھی ہیں۔“

مورخین نے لکھا ہے کہ وہ بعد کو صدق دل سے مسلمان ہو گئے اور آنحضرت ﷺ نے ان کو یمامہ میں ایک زمین عنایت فرمائی جس کی آمدنی ۴۲۰۰ تھی۔

مراجع: الاصابۃ ۳/ ۱۹۵-۱۹۶، سیرت النبی ۲/ ۳۶۱، الاغانی ۱۷/ ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، البدایہ والنہایہ ۴/ ۵-۶، طبقات فحول الشعراء لابن سلام ۲۳۸-۲۵۰، معجم الشعراء للمرزبانی ۳۱۷، معجم الشعراء ذاکٹر عقیف ۲۰۷، معجم الشعراء الخضر مین والاموئین ۲۵۷

(۲۷۱)

فراس خزامی

مرزبانی نے ”معجم الشعراء“ میں تذکرہ کیا ہے کہ وہ حجازی مخضرم شاعر ہیں، انہوں نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

إِذَا مَارَسُوا اللَّهَ فِينَا رَأَيْنَا كَلَجَةً بَحْرٍ عَامٍ فِيهَا سَدِيرُهَا
وَأَنْ حُورِبَتْ كَعْبٌ فَإِنَّ مُحَمَّدًا لَهَا نَاصِرٌ عَزَّ وَ عَزَّ نَصِيرُهَا
(جب اللہ کے رسول ہم میں ہیں تو تم ہم کو اس سمندر کی لہروں کی طرح پاؤ گے، جس کی لہریں ایک دوسرے میں داخل ہیں۔
اگر قبیلہ کعب کے خلاف کوئی جنگ کرے تو محمد ﷺ کعب کے مددگار ہیں اور جس کے مددگار محمد ہیں وہ ناقابل شکست ہوتا ہے اور قبیلہ کعب کی مدد کرنے والا بھی ناقابل تسخیر ہو جاتا ہے)

واقدی نے لکھا ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر خالد بن ولید ان اشعار کو گنگنا رہے تھے، لیکن واقدی نے ان اشعار کی نسبت خارجہ بن خویلد کی طرف کی ہے اور ابن سعد نے بھی یہی کہا ہے۔

مراجع: الاصابۃ ۳/ ۱۹۷، الضائع ۱۱۱، معجم الشعراء الخضر مین والا موبین ۳۵۸، معجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۲۰۷

(۲۷۲)

فرعان ابن اعراف احنفی

فرعان بن اعراف ابو المنازل سعدی۔ ان کا تعلق قبیلہ احنف سے ہے۔

مرزبانی نے ”معجم الشعراء“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ مخضرم شاعر ہیں۔

حضرت عمر بن خطاب کے ساتھ ان کا ایک واقعہ پیش آیا تھا۔ جوان کے لڑکے منازل کی

نافرمانی کا ہے، اس کے سلسلے میں انہوں نے اشعار کہے، جن میں وہ کہتے ہیں:

وَمَا كُنْتُ أَخْشَى أَنْ يَكُونَ مُنَازِلٌ عَدُوِّي وَأَدْنَى شَأْنِي أَنَا رَاهِبُهُ
حَمَلْتُ عَلَى ظَهْرِي وَقَرَّبْتُ شَخْصَهُ صَغِيرًا إِلَى أَنْ أَمَكْنَ الطَّرْ شَارِبُهُ
وَأَطَعَمْتُهُ حَتَّى إِذَا صَارَ شَيْظَمًا يَكَادُ يُسَاوِي غَارِبَ الْفَحْلِ غَارِبُهُ
تَخَوَّنَ مَالِي ظَالِمًا وَلَوْ يَدِي لَوْ يَدُهُ اللَّهُ الَّذِي هُوَ غَالِبُهُ

(مجھے اس بات کا اندیشہ نہیں تھا کہ منازل میرا دشمن بنے گا اور میری عزت گھٹا دے گا اور میں اس سے خوف محسوس کروں گا۔

بچپن میں اس کو میں نے اپنی پیٹھ پر اٹھایا اور اس کو پیار و محبت دیا، یہاں تک کہ وہ اپنی مونچھ کاٹنے کے لائق ہوا یعنی جوان ہو گیا۔

اور میں نے اس کو کھلایا یہاں تک کہ وہ شیر بن گیا، جس کا مونڈھا سانڈھ کے برابر ہو گیا یعنی وہ طاقت ور ہو گیا۔ اس نے ظلم کرتے ہوئے میرے مال میں خیانت کی اور میرا ہاتھ ٹیڑھا کر دیا، اللہ اس کا ہاتھ ٹیڑھا کر دے، جو اس پر غالب آنے والا ہے)

ان کی بددعا کی وجہ سے منازل کا ہاتھ ٹیڑھا ہو گیا تھا۔

مراجع: الاصابۃ ۳/۲۰۶: تاریخ التراث العربی سیرکین ۲/۶۴، الشعر والشعراء ۸/۶۴۸، المؤلف والمؤلف للآ مدی ۵۱، معجم الشعراء مرزبانی ۳۱۶، معجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۲۰۸، معجم الشعراء الخضر مین والا موہین ۳۶۱، عبون الاخبار ۳/۸۶-۸۷

(۲۷۳)

فروہ ابن عامر (عمر و جدائی)

نبی کریم ﷺ کے زمانے میں انہوں نے اسلام قبول کیا اور اپنے اسلام کی خبر آپ کو پہنچائی، ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ فروہ بن عمرو بن ناقرہ بنانی جدائی نے اپنے اسلام کی خبر پہنچانے کے لئے ایک پیامبر بھیجا اور آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ ایک سفید خچر ارسال کیا، فروہ سلطنت روم کی طرف سے آس پاس کے عرب علاقوں کے گورنر تھے، رومیوں کو ان کے اسلام لانے کی خبر پہنچی تو ان کو قید کیا اور ان کو مار ڈالا، اسی سلسلے میں فروہ نے اشعار کہے، جن میں سے ایک شعر یہ ہے:

أَبْلَغُ سُرَاةَ الْمُسْلِمِينَ بَأْنِي سَلَّمَ لِرَبِّي أَعْظَمِي وَبَنَانِي
(مسلمان سرداروں کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ میرا جسم اور میری عزت سب اپنے پروردگار کے نام پر نثار ہے)

شام کے اطراف میں جو عرب آباد تھے، ان میں متعدد ریاستیں تھیں، ان میں سے معان اور اس کے اضلاع فروہ بن عمرو کے زیر حکومت تھے، لیکن خود فروہ رومی سلطنت کی طرف سے گویا گورنر تھے، انہوں نے اسلام کی واقفیت پیدا کی تو مسلمان ہو گئے اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں اظہار اسلام کے ساتھ ایک خچر ہدیہ کے طور پر بھیجا۔ رومیوں کو ان کے اسلام کا حال معلوم ہوا تو ان کو گرفتار کر کے سولی دیدی۔

مراجع: الاصابۃ ۳/۲۰۷، الوافی بالوفیات ۲/۶۴، أسد الغابۃ لابن اثیر ۴/۱۷۸، الاستیعاب ۱۲۵۹، سیرۃ ابن ہشام ۴/۵۹۱، سیرت النبی ۲/۳۴-۳۵

(۲۷۴)

فروہ ابن مسیک مرادی غطفنی

فروہ بن مسیک بن حرث بن سلمہ بن حرث بن زید بن مالک بن مینا بن غطفیف بن عبد اللہ بن ناجیہ
بن مراد مرادی غطفنی

یہ اصلاً یمنی ہیں اور انہوں نے کوفہ میں سکونت اختیار کی، ان کی کنیت ابو سبرہ ہے۔
ابو عمرو شیبانی نے لکھا ہے کہ فروہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے ان کو قبیلہ مراد اور
قبیلہ مذحج کا گورنر بنایا اور ان کے ساتھ خالد بن سعید بن عاص کو بھیجا، وہ نبی کریم ﷺ کی وفات تک
فروہ کے ساتھ وہیں رہے، جب آپ کا انتقال ہو گیا تو عمرو بن معدیکرب مرتد ہو گئے اور فروہ کے سلسلے
میں اشعار کہے جن میں سے ایک مصرعہ یہ ہے:

رَأَيْنَا مُلْكَ فَرْوَةَ شَرِّ مُلْكٍ

(ہم نے فروہ کو بدترین حکمران پایا)

آپ نے ان سے فرمایا: ”لوگوں کو اسلام کی دعوت دو اور ان کو مانوس کرو، جب تمہیں غفلت
نظر آئے تو اس کا فائدہ اٹھا کر جنگ کرو“۔ کندہ کے بادشاہ ہوں کا ساتھ چھوڑنے کا سبب یہ ہے کہ مراد
اور ہمدان کے قبیلوں کے درمیان جنگ ہوئی تو ہمدان والوں نے قبیلہ مراد پر حملہ کیا اور ان کو تباہ و برباد
کر دیا۔ ہمدان کے سردار مسروق کے والد اجدع تھے، جب فروہ سوار ہو کر جانے لگے تو انہوں نے
راستے میں یہ اشعار کہے:

إِذَا مَا رَأَيْتُ مُلُوكَ كِنْدَةَ أَغْرَضْتُ كَالرَّجُلِ خَانَ الرَّجُلَ عَرُفُ نَسَائِهَا
قَرَّبْتُ رَاحِلَتِي أَوْ مُحَمَّدًا أَرْجُو فَوَاضِلَهَا وَحُسْنَ ثَرَائِهَا
(جب میں نے کندہ کے بادشاہوں کو دیکھا کہ انہوں نے اسلام سے اعراض کیا، اس پیر کے مانند جس کا دوسرا پیر
عرق النسا کی وجہ سے ساتھ نہ دے رہا ہو۔

میں نے محمد ﷺ سے ملنے کا ارادہ کرتے ہوئے اپنی سواری کو تیز کیا، اس امید میں کہ میں مدینہ کے فیوض و برکات
حاصل کروں)

نبی کریم ﷺ نے ان سے دریافت کیا: ”جنگ روم میں تمہاری قوم پر جو مصیبت آئی، کیا اس
سے تم کو تکلیف ہوئی؟“ انہوں نے کہا: ایسا کون ہے جس کی قوم پر ہماری قوم پر آئی ہوئی مصیبت کی

طرح مصیبت آئے اور اس کو تکلیف نہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ چیز اسلام میں تمہاری قوم کی بھلائی میں اضافہ کرے گی۔“

ابو اسحاق فزاری نے ”کتاب السیر“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور ان کے بہترین اشعار نقل کیے ہیں۔

ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت میں ان کو قبیلہ مذحج کے صدقات کا ذمہ دار بنایا تھا۔ پھر انہوں نے کوفہ میں سکونت اختیار کی، وہ اپنی قوم کے سربراہ اور وہ لوگوں میں سے تھے۔

ابو تمام کے حماسہ میں موجود مندرجہ ذیل شعر ان کی طرف منسوب کیا گیا ہے:

فَلَوْ أَنَّ قَوْمِي أَنْطَقَتْنِي رِمَاحَهُمْ نَطَقْتُ وَلَكِنَّ الرِّمَاحَ أَجَرَتْ
(اگر میری قوم کے نیزے مجھ کو بلواتے تو میں بولتا، لیکن نیزوں نے ہی میرا ساتھ چھوڑ دیا، یعنی اگر میری قوم میرے ساتھ جنگ میں ڈٹے رہ کر دشمنوں کو مقابلہ کرتی تو میں ان کی مدد میں اشعار کہتا، لیکن وہ سب مجھے چھوڑ کر بھاگ گئے)

وہ اپنی قوم کے سربراہ اور وہ لوگوں میں سے تھے اور قادر الکلام شاعر تھے، ابن اسحاق نے ان کے مندرجہ ذیل بہترین اشعار نقل کیے ہیں:

إِنْ نَغْلِبَ فَعَلَابُونَ قَدَمًا وَإِنْ نُهْزَمَ فَعَيْرٌ مُهْزَمِينَ
وَمَا إِنْ طُبْنَا جُبْنٌ وَلَكِنْ مَنَايَا وَطُعْمَةٌ آخِرِينَ
كَذَاكَ الدَّهْرُ دَوْلَتُهُ سَجَالٌ تَكُرُّ صُرُوفُهُ حِينًا فَحِينًا
وَمَنْ يُغَرِّزْ بِرَيْبِ الدَّهْرِ يَوْمًا يَجِدْ رَيْبَ الزَّمَانِ لَهُ خَوْفًا
فَقُلْ لِلشَّامِتِينَ بِنَا أَفِيقُوا سَيَلْقَى الشَّامِتُونَ كَمَا لَقِينَا
(اگر ہم دشمن پر غالب آجاتے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، ہم تو زمانہ قدیم سے ہی غالب آنے والے لوگ ہیں، اگر ہم کو شکست ہوتی ہے تو بھی کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، کیوں کہ ہمارے علاوہ دوسروں کو بھی شکست سے دوچار ہونا پڑا ہے۔)

اگر ہمارا علاج کرنا بزدلی ہے تو یہ بڑے تعجب کی بات ہے، ہماری بھی موت ہوتی ہے اور وہ دوسروں کا بھی چکر لگاتی ہے۔ اسی طرح زمانے کی گردش برابر سر ابر چلتی رہتی ہے، مریز زمانہ وقفہ وقفہ سے حملہ کرتا رہتا ہے۔ اور جو کسی دن حوادث زمانہ کا تابع کر دیا جاتا ہے تو وہ حوادث زمانہ کو بے وفا پاتا ہے۔

چنانچہ ہماری مصیبتوں پر خوش ہونے والوں سے کہہ دو کہ ہوش میں آؤ!! مصیبتوں پر خوش ہونے والے بھی اسی طرح مصیبتوں سے دوچار ہونے والے ہیں جس طرح ہم ہوئے ہیں)

مراجع: الاصابۃ ۳/۳۰۰، الوانی بالوفیات ۲۴/۷، أسد الغابۃ ۹/۱۷۹، الاستیعاب رقم ۱۲۶۰، تہذیب التہذیب لابن حجر ۸/۲۶۵، الأعلام ۵/۱۴۳، الأغانی ۱۵/۲۰۲، ۲۰۳، البدایہ والنہایہ ۵/۶۳-۶۵، خزائنہ الأدب ۲/۳۴۵، ۱۱۵-۱۱۷، العروض الأنف ۲/۳۴۴، السیرۃ لابن ہشام ۹۵۰، معجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۲۰۸، معجم المدرج ۲۱۷، معجم الشعراء المختصر میں والأ موبین ۳۶۱-۳۶۲

(۲۷۵)

فضالہ ابن عمیر ابن ملوح لیشی

ابن عبدالبر نے ”کتاب الدرر“ میں لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا گزر فتح مکہ کے دن فضالہ سے ہوا، فضالہ آپ پر حملے کا ارادہ کر رہے تھے۔ آپ نے ان سے دریافت کیا: ”تم کیا سوچ رہے تھے؟“۔ انہوں نے کہا: کچھ نہیں، میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مسکرایا اور فرمایا: ”اللہ تمہاری مغفرت فرمائے“۔ پھر آپ نے ان کے سینے پر ہاتھ رکھا۔ فضالہ کہا کرتے تھے: اللہ کی قسم! آپ نے جیسے ہی اپنا ہاتھ میرے سینے سے ہٹایا تو سر زمین پر آپ سے زیادہ محبوب میرے نزدیک کوئی نہیں تھا۔

فاکہانی نے ”اخبار مکہ“ میں فتح مکہ کے دن بتوں کو توڑتے وقت فضالہ کے کہے ہوئے مندرجہ ذیل اشعار نقل کیے ہیں:

لَوْ مَا رَأَيْتُ مُحَمَّدًا وَجُنُودَهُ فِي الْفَتْحِ يَوْمَ تُكْسَرُ الْأَصْنَامُ
لَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ أَصْلَحَ بَيْنَنَا وَالشِّرْكَ يَغْشَىٰ وَجْهَهُ الْأُظْلَامُ
(اگر میں نے محمد ﷺ اور ان کے لشکر کو فتح مکہ کے روز بتوں کو توڑتے ہوئے نہیں دیکھا تو میں نے اللہ کے رسول کو ہمارے درمیان اصلاح کرتے ہوئے دیکھ لیا ہے اور شرک کو اپنا تاریک چہرہ چھپاتے ہوئے دیکھ لیا ہے)

مراجع: الاصابۃ ۳/۲۰۳، أسد الغابۃ ۴/۳۶۴، البدایہ والنہایہ ۴/۳۰۶، معجم الشعراء ذاکر عقیف ۲۰۹، معجم الشعراء الخضر مین والامونین ۳۶۳، مخ المرح ۲۲۶-۲۲۷

(۲۷۶)

قاسم ابن امیہ ثقفی

امیہ بن ابوصلت کے خاندان میں شعر کی جڑیں بہت مضبوط تھیں، امیہ کے چار فرزند تھے، ان میں دو شاعر تھے: ربیعہ اور قاسم۔ ربیعہ سے بعض مقطوعات منقول ہیں، لیکن شعر گوئی میں وہ اپنے بھائی قاسم کی طرح مشہور نہیں ہیں۔

قاسم بن امیہ نے اپنے والد کے ساتھ زندگی گزاری تھی، لیکن انہوں نے اپنے والد کے برخلاف اسلام قبول کیا اور دعوتِ اسلامی کے لیے اپنی زندگی کو وقف کر دیا، جب حضرت عثمان ابن عفان کو شہید کر دیا گیا تو انہوں نے حضرت عثمان بن عفان کے مرثیہ میں قصیدہ کہا، جن میں سے بعض اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

لَعَمْرِي لَيْسَ الذَّبْحُ صَحْبَتُهُمْ بِهِ خِلَافَ رَسُولِ اللَّهِ يَوْمَ الْأَضَاحِ
فَطِيبُوا أَنْفُسًا بِالْقِصَاصِ فَإِنَّهُ يَسْعَى بِهَ الرَّحْمَانُ سَعَى نَجَاحِ
(میری زندگی کی قسم! قربانی کے دن میں نے رسول اللہ کے خلاف ذبح میں ان کا ساتھ نہیں دیا۔
چناں چہ قصاص لے کر اپنا دل ٹھنڈا کرو، کیوں کہ رحمان رب ذو الجلال اس کی کامیاب کوشش کرے گا)
ابن حجر عسقلانی نے الاصابہ میں یہ اشعار نقل کئے ہیں۔

قاسم صدر اسلام کے مشہور شعراء میں سے تھے، البتہ ان کا پایہ اتنا بلند نہیں تھا جتنا ان کے والد امیہ بن صلت اور دادا صلت کا تھا۔ قاسم نے زمانہ جاہلیت میں تجارت میں قسمت آزمائی کی اور اس غرض سے مکہ کا سفر کیا، اور وہاں عبد اللہ بن جدعان سے ملاقات کی، وہ بڑے مالدار آدمی تھے، قاسم نے ان کی مدح میں کئی قصیدے کہے ہیں۔

اغانی (ج ۴ ص ۱۲۰) اور الشعر والشعراء (ج ۱ ص ۴۶۹) میں ہے کہ قاسم نے ابن جدعان کی مدح میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

قَوْمٌ إِذَا نَزَلَ الْحَرِيبُ بَدَّارِهِمْ تَرَكُوهُ رَبَّ صَوَاهِلَ وَقِيَانِ
فَإِذَا دَعَوْتَهُمْ لِيَوْمٍ كَرِيهَةٍ سَدُّوا شُعَاعَ الشَّمْسِ بِالْخُرْصَانِ
لَا يَنْقُرُونَ الْأَرْضَ عِنْدَ سُؤَالِهِمْ لِيَطْلُبَ الْعِلَاتُ بِالْعِيدَانِ
بَلْ يَبْسُطُونَ وُجُوهُهُمْ فَتَرَى لَهَا عِنْدَ السُّؤَالِ كَأَحْسَنِ الْأَلْوَانِ
(وہ ایسے لوگ ہیں کہ جب لڑائی پھڑپھڑا دمی ان کے یہاں اترتا ہے تو وہ اس کو گھوڑوں اور باندیوں کا مالک بنا دیتے ہیں۔
جب تم ان کو جنگ کے لیے پکارو تو وہ نیزوں سے سورج کی کرنوں کو زمین پر پڑنے سے روکتے ہیں، یعنی اتنی کثرت سے تمہاری مدد کے لیے آتے ہیں کہ زمین ڈھک جاتی ہے۔

جب ان سے کچھ طلب کیا جاتا ہے تو وہ زمین پر ٹھوکر نہیں مارتے، تاکہ تم لکڑیوں سے دل بہلانے کی کوشش کرو، یعنی وہ دینے میں تاخیر نہیں کرتے اور بعد میں آنے کو بھی نہیں کہتے۔

بلکہ ان کے چہرے کھل اٹھتے ہیں، چناں چہ تم ان کے چہروں کو اس وقت سب سے زیادہ خوبصورت اور روشن پاؤ گے جب ان سے کچھ طلب کیا جائے)

اس قصیدے کا مطلع ہے:

قَوْمِي ثَقِيفٌ إِنْ سَأَلْتُ وَأُسْرَتِي بِهِمْ أَدْفَعُ رُكْنَ مَنْ عَادَانِي
(اگر تم میرے بارے پوچھتے ہو تو سنو: میری قوم ثقیف ہے، ان ہی کے ذریعے میں اپنے دشمنوں کی طاقت کا مقابلہ کرتا ہوں)
مراجع: الاصابہ، شعراء الطائف فی الجاهلیۃ والا سلام ۱۷۵-۱۷۷، الا علام ۳/۵، الا غانی ۴/۱۲۷، بحیۃ المجالس ۳۱/۱، تاریخ
الأدب العربی بروکلمان، الجوان ۶۳/۱، سمط الکالی، الشعر والشعراء ۲۸۲، معجم الشعراء مرزبانی ۳۳۲، معجم الشعراء الخضر مین
والا موہبین ۳۶۶، معجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۲۱۰

(۲۷۷)

قد دابن عمار ابن مالک سلمی

قد دابن عمار بن مالک بن یقطہ بن عتبہ بن خفاف بن امرؤ القیس بن بھشہ بن سلیم سلمی۔
ابن الکلی اور ابن شاپین نے روایت کیا ہے کہ جب فتح مکہ کے سال بنو سلیم رسول اللہ ﷺ کے
پاس آئے (وہ سات سو تھے) تو لوگوں نے کہا کہ یہ تو مال غنیمت کی غرض سے آئے ہیں، رسول
اللہ ﷺ نے ان میں ایک لڑکے کو تلاش کیا جو اس سے پہلے بھی آپ کے پاس آچکے تھے، آپ نے
دریافت کیا: ”وہ خوبصورت فصیح اللسان صادق الایمان نوجوان کہاں ہے؟“۔ لوگوں نے کہا: وہ قد دابن
عمار ہیں، ان کا انتقال ہو گیا ہے۔ یہ اطلاع پا کر آپ ﷺ نے ان کے لئے رحم کی دعا کی۔
ابن شاپین ہی سے روایت ہے کہ قد دابن عمار نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے اسلام
قبول کیا اور آپ سے وعدہ کیا کہ وہ گھوڑوں پر سوار بنو سلیم کے ایک ہزار لوگوں کو لے کر آئیں گے، اور اس
سلسلے میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

عَقَدْتُ يَمِينِي إِذْ أَتَيْتُ مُحَمَّدًا لَخَيْرِ يَدٍ شَدَّتْ بِحُجْزَةٍ مُنْزَرٍ
وَإِنَّ امْرَأَةً فَارَقْتُهُ عِنْدَ يَثْرَبَ لَخَيْرُ نَصِيحٍ مِنْ مَعَدٍ وَحِمِيرٍ
(جب میں محمد کے پاس آیا تو میں نے بنی نوع انسانی کے سب سے بہترین ہاتھ پر عہد پختہ کیا۔
جس شخص کو میں یثرب میں چھوڑ آیا ہوں وہ قبیلہ معد اور حمیر کا بہترین نصیحت اور خیر خواہی کرنے والا ہے)

پھر وہ اپنی قوم کے پاس آئے اور ان کو اپنا واقعہ بتایا، ان کے ساتھ نوسو لوگ نکلے، قد دابن کو لے
کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے نکلے، لیکن راستے میں ہی ان کا انتقال
ہو گیا۔ انہوں نے اپنی قوم کے تین لوگوں کو وصیت کی، ان میں عباس ابن مرداس، انس بن یزید اور
حیان بن حکم تھے۔ ان میں سے ہر ایک کو تین تین سو کا امیر بنایا۔ اور کہا: جو وعدہ میرے ذمہ ہے اس کو پورا
کرو۔ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو قد دابن کی وفات کی خبر دی تو آپ نے فرمایا: ”اور ایک سو

کہاں ہیں، جن سے ایک ہزار کی تعداد مکمل ہو جائے؟“۔ انہوں نے کہا: بنو کنانہ کے ساتھ جنگ کے خوف سے انہوں نے ایک سولوگوں کو علاقے میں چھوڑ دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”ان کو بلا بھیجو، اس سال کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آئے گا، جو تمہارے لئے ناپسند ہو“۔ چنانچہ بقیہ لوگ بھی مقتع بن مالک بن امیہ کی قیادت میں آ گئے۔ اسی واقعے سلسلے میں عباس بن مرداس مقتع کے سلسلے میں کہتے ہیں:

الْقَائِدُ الْمَائَةِ الَّتِي وَفَىٰ بِهَا تَسْعَ الْمِئِينَ فَتَمَّ الْفَأْفَرَعَا
(سولوگوں کے قائد ہیں جن سے نو سو کی تعداد پوری کی گئی تو وہ ایک ہزار مکمل ہو گئے)

مراجع: الاصابۃ ۳/۲۲۱، اسد الغابۃ ۲/۳۹۷، الاعلام ۵/۱۹۲، الطبقات الکبریٰ ۱/۳۰۸، معجم الشعراء ذاکر عقیف ۲۱۲، معجم الشعراء الخضر مین والاموئین ۳۷۱، مخ المذرج ۲۵۰-۲۵۱

(۲۷۸)

قرہ ابن نفاثہ سلولی

قرہ بن نفاثہ سلولی بن عمرو بن ثوابہ بن عبد اللہ بن تمیمہ بن عمرو بن مرہ بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن۔

ابو حاتم بختانی نے ”المعمرین“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کو ایک سو چالیس سال کی عمر ملی اور وہ عہد اسلام تک زندہ رہے، انہوں نے اسلام بھی قبول کیا۔ ابن سعد اور مرزبانی نے لکھا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے۔

ابن شاہین اور ابن سکین نے روایت کیا ہے کہ وہ رسول اللہ کے پاس آئے اور آپ کے ہاتھوں پر بیعت کی اور کہا: اللہ کے رسول! مجھ سے سنئے، پھر انھوں نے یہ اشعار سنائے:

بَانَ الشَّبَابُ فَلَمْ أَحْفَلْ بِهِ بِأَلٍ وَأَقْبَلَ الشَّيْبُ وَالْإِسْلَامُ شَيْبًا
وَقَدْ أَرَوَى نَدِيمِي مِنْ مَشْعَشَعَةٍ وَقَدْ أَقْلَبَ أَوْرَاكَا وَأَكْفَلَا
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ إِذْ لَمْ يَأْتِنِي أَجَلِي حَتَّى لَبِسْتُ مِنَ الْإِسْلَامِ سِرْبَالِي
(جوانی آئی تو میں نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی، پھر بڑھاپا اور اسلام ایک ساتھ آئے۔

میں اپنے ہم نشین کو تھوڑا سا پانی ملی ہوئی شراب پلاتا تھا، اور میں کولہوں اور سرین کو التما پلٹتا رہتا تھا۔ اس پر اللہ ہی کی تعریف ہے کہ اسلام قبول کرنے سے پہلے مجھے موت نہیں آئی)

آپ ﷺ نے یہ قصیدہ سن کر فرمایا: ”اللہ کی تعریف ہے جس نے تمہیں اسلام کی معرفت عطا فرمائی اور تم کو مسلمان بنایا“۔

ابن عبد البر نے لکھا ہے کہ قرہ ایک سو پچاس سال زندہ رہے، اس سلسلے میں انھوں نے مندرجہ

ذیل اشعار کہے:

أَصْبَحْتُ شَيْخًا أَرَى الشَّخْصَيْنِ أَرْبَعَةً وَالشَّخْصَ شَخْصَيْنِ لَمَّا مَسْنَى الْكَبِيرُ
وَكُنْتُ أَمْشِي عَلَى السَّاقَيْنِ مُعْتَدِلًا فَصِرْتُ أَمْشِي عَلَى مَا يَنْبُتُ الشَّجَرُ
لَا أَسْمَعُ الصَّوْتِ حَتَّى أَسْتَدِيرُ لَهُ وَحَالَ بِالسَّمْعِ دُونَ الْمَنْظَرِ الْقَصْرُ
إِذَا أَقْرَوْمُ عَجْنُثُ الْأَرْضِ مُتَكِنًا عَلَى الْبَرَاجِمِ حَتَّى يَذْهَبَ النَّفَرُ
(میں بوڑھا ہو گیا، اب میں دو لوگوں کو چار چار دیکھنے لگا ہوں، جب مجھ پر بڑھا ہوا آگیا تو ایک شخص کو دو دود دیکھنے لگا۔
میں دو پنڈلیوں پر توازن کے ساتھ چلتا تھا، اب میں عصا پر ٹیک لگا کر چلنے لگا۔
میں آواز کو سن نہیں پاتا ہوں، یہاں تک کہ میں آواز کی طرف گھوم کر توجہ سے نہ سنوں، سماعت کی کمزوری کے ساتھ
قریب کی چیزیں دیکھنے میں بھی رکاوٹ آ جاتی ہے۔
جب میں انگلیوں کے جوڑوں پر ٹیک لگا کر اٹھتا ہوں تو زمین کو گوندتا ہوں، میرے اٹھنے تک سب لوگ چلے جا چکے
ہوتے ہیں)

الاصابة میں ہے کہ وہ بنو سلول کی ایک جماعت کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور
اسلام قبول کیا تو آپ نے ان کو بنو سلول کی جماعت کا امیر بنایا۔

مراجع: الاصابة ۳/۲۲۲، الوافی بالوفیات ۲۴/۱۶۸، أسد الغابۃ ۴/۲۰۱، الاستیعاب ۵/۱۳۰۵-۱۳۰۶، معجم الشعراء العربی ۲۲۳، الشعر
والشعر ۲۷۵، معجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۲۱۳، معجم الشعراء الجعفر مین والا موہب ۳۷۲

(۲۷۹)

قرہ ابن باقرہ جذامی

قرہ مخضرم شاعر ہیں، وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور انھوں نے اسلام قبول کیا، اور رسول اللہ ﷺ کو
اپنے اشعار سنائے۔

مراجع: الاصابة ۵/۲۸۵، الضائع ۱۱۳، معجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۲۱۳، معجم الشعراء الجعفر مین والا موہب ۳۷۱

(۲۸۰)

قرہ ابن ہبیرہ عامری ثم قشیری

قرہ بن ہبیرہ بن عامر بن سلمہ بن قشیر بن کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ عامری ثم قشیری۔

ابو عمر نے لکھا ہے کہ وہ مشہور شاعر صمہ کے دادا ہیں، وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے والے وفود کے سربراہ اور وہ لوگوں میں سے تھے۔

مرزبانی نے لکھا ہے کہ انہوں نے جنگِ شعبِ جبَلہ میں شرکت کی (یہ جنگ نبی کریم ﷺ کی پیدائش سے ۱۷ سال پہلے ہوئی) جب اسلام کا سورج طلوع ہوا تو وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور آپ کی خدمت میں یہ اشعار پیش کیے:

جَبَّاهَا رَسُولُ اللَّهِ إِذْ نَزَلَتْ بِهِ فَأُمُكِنَهَا مِنْ نَائِلٍ غَيْرِ مَفْقَدٍ
فَأَضَحَّتْ بَرَوْضَ الْحَفَرِ وَهِيَ حَشِيَّةٌ وَقَدْ أَنْجَحَتْ حَاجَاتُهَا مِنْ مُحَمَّدٍ
(جب قبیلہ قثیر اللہ کے رسول کے پاس آیا تو آپ نے اس کو عطا کیا اور ایسا ہدیہ ان کے سپرد کیا جس کے کھونے کا کوئی خطرہ نہیں یعنی اسلام کی دولت سے سرفراز کیا۔

چنانچہ میرا قبیلہ باعزت اور روشن ہو گیا، جب کہ وہ اس سے پہلے مرجھایا ہوا بیمار تھا، جس کی وجہ سے اس کی رونق ختم ہو گئی تھی اور اس نے محمد سے اپنی ضرورتوں کو پورا کر لیا)

ابن سعد نے بھی یہ اشعار نقل کئے ہیں اور ان کے بعد مندرجہ ذیل شعر کا اضافہ کیا ہے:

عَلَيْهَا نَبِيٌّ لَا يُرْدِفُ الدَّمُ رَحْلَهُ تَرُوكُ لِأَمْرِ الْعَاجِزِ الْمُتَرَدِّدِ
(اس قبیلے کے ذمے دار اللہ کے نبی ہیں، جس کے پیچھے سوار ہونے والا کبھی قابلِ مذمت نہیں ہوتا، وہ عاجز اور متردد باتوں کو چھوڑنے والے ہیں یعنی وہ یقینی اور پختہ بات بتاتے ہیں)

”کتاب الردۃ“ میں تذکرہ ہے کہ بنو قثیر کے مرتدین کے ساتھ قرہ بھی مرتد ہو گئے، پھر خالد بن ولید نے ان کو قید کیا اور رسیوں میں جکڑ کر ابوبکر کے پاس بھیجا تو انہوں نے اپنے ارتداد کا یہ عذر پیش کیا کہ میرے پاس مال اور میری اولاد تھی، ان پر مجھے خوف محسوس ہوا تو میں نے مرتد ہونے کا اظہار کیا، دل سے میں مرتد نہیں ہوا ہوں۔ ابوبکر نے یہ عذر قبول کیا اور ان کو چھوڑ دیا۔

مراجع: الاصابۃ ۳/۲۲۵-۲۲۶، الوانی بالوفیات ۲۴/۱۷۳، أسد الغابۃ ۴/۲۰۳، الاستیعاب ۱۲۸۱، التاريخ الكبير ۷/۱۸۱، الجرح والتعديل ۱۲۹۷، الأغاني ۶/۵، ۱۱/۱۴۶، ۱۵/۲۳۰-۲۳۱، البداية والنهاية ۵/۸۱، ۶/۳۲۲، الحيوان ۲/۳۷۵، خزائن الأدب ۳/۶۲، الضائع ۱۱۳، شعراء قثیر ۱/۳۲۴-۳۲۵، معجم الشعراء ذوالکریف ۲۱۳، معجم الشعراء الخضر مین والامویین ۲/۳۷۵، نهاية الأرب ۱۸/۴۷

(۲۸۱)

قطبہ ابن قتادہ عذری

ابن اسحاق نے جنگِ موتہ میں شریک ہونے والوں میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ اور اس جنگ

کے سلسلے میں ان کے اشعار نقل کئے ہیں، ابن اسحاق نے کہا ہے کہ موتہ کے پاس لوگ جمع ہو گئے تو مسلمانوں نے اپنے میمنہ پر بنو عذرہ کے ایک شخص کو مقرر کیا جن کا نام قطبہ ابن قتادہ ہے۔
واقدی نے روایت کیا ہے کہ جب لوگوں کو سامنے لشکر نظر آیا تو قطبہ بن قتادہ نے چیختے ہوئے کہا: میری قوم کا آدمی مقابلہ کرتے ہوئے قتل کیا جائے یہ اس سے بہتر ہے کہ پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہوئے قتل کیا جائے۔ اس سلسلے میں واقدی نے ان کے اشعار نقل کئے ہیں۔

مراجع: الاصابۃ ۳/۲۲۹

(۲۸۲)

قطن ابن حارثہ علیہ

مرزبانی نے ”معجم الشعراء“ میں لکھا ہے کہ قطن اپنی قوم کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور اسلام قبول کیا اور انہوں نے نبی کریم ﷺ کو مندرجہ ذیل اشعار سنائے:

رَأَيْتُكَ يَا خَيْرَ الْبَرِيَّةِ كُلِّهَا نَبَتْ نَضَارًا فِي الْأَرُومَةِ مِنْ كَعْبِ
أَغْرَ كَأَنَّ الْبَدْرَ سِنَّةً وَجْهَهُ إِذَا مَا بَدَا لِلنَّاسِ فِي حُلِّ الْعَصَبِ
أَقَمْتُ سَبِيلَ الْحَقِّ بَعْدَ اغْوَا جَاهَهَا وَرَبَّيْتُ الْيَتَامَى فِي السَّقَايَةِ وَالْجَدَبِ

(اے بنی نوع انسانی کے سب سے بہترین فرد! میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ کی پرورش قبیلہ کعب کے خالص النسب اور شریف خاندان میں ہوئی۔

اللہ کے رسول بہت خوبصورت اور خوب رو ہیں، جب وہ عصب (عمدہ قسم کی چادر) میں لوگوں میں نکلتے ہیں تو لگتا ہے کہ چاند آپ کے چہرے کی چمک ہے۔

آپ نے حق کے راستے کو درست کیا، جب کہ اس سے پہلے راستہ گمراہی کا تھا اور آپ نے خوش حالی اور قحط سالی ہر موقع پر یتیموں کی پرورش کی)

ہشام ابن الکلیبی نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قطن بن حارثہ کے نام ایک خط لکھا اور ان کے حوالہ کیا۔

مراجع: الاصابۃ ۳/۲۲۹، معجم الشعراء مرزبانی ۳۳۰، معجم الشعراء الخضر مین والاموئین ۶/۳۷۶، معجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۲۱۵

(۲۸۳)

قعقاع ابن عمرو تمیمی

قعقاع، عاصم بن عمرو کے بھائی ہیں، ان کا شمار بہادروں اور شہسواروں میں ہوتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ابو بکر صدیق کہا کرتے تھے: لشکر میں قعقاع کی آواز ہزار آدمیوں سے بہتر ہے۔ انھوں نے قادیسیہ اور دوسری جنگوں میں ایرانیوں کے خلاف بڑے نمایاں کارنامے انجام دیے، سیف ابن عمر نے ”الفتوح“ میں ان کارناموں کا تذکرہ کیا ہے اور قعقاع بن عمرو سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا: ”تم نے جہاد کیلئے کیا تیاری کی ہے؟“۔ میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میرے ساتھ ہے اور میں نے گھوڑا تیار کر لیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”یہی مقصود ہے“۔

سیف نے قعقاع کے مندرجہ ذیل اشعار نقل کیے ہیں:

وَلَقَدْ شَهِدْتُ الْبَرْقَ بَرْقَ تَهَامَةٍ يَهْدِي الْمَنَاقِبَ رَاكِبًا لِّعِيَارِ
فِي جُنْدِ سَيْفِ اللَّهِ سَيْفِ مُحَمَّدٍ وَالسَّابِقِينَ لِسُنَّةِ الْأَحْرَارِ
(اور میں جنگ میں شریک ہوا، تہامہ کی جنگ میں، وہ جنگ لوگوں کو مضبوط گھوڑے پر سوار بہادر اپنے خاندان پر فخر کرنے والے شخص یعنی میری طرف بھیج رہی تھی تاکہ وہ میرے شکار ہو جائیں۔
میں نے اس جنگ میں اللہ اور اس کے رسول محمد کی تلوار اور احرار کے راستے یعنی اسلام کی طرف سبقت کرنے والے افراد کے لشکر کے ساتھ شریک ہوا)

سیف نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر نے سعد کو خط لکھ کر دریافت کیا: جنگ قادیسیہ کے سب سے بڑے شہسوار کون ہیں؟ حضرت سعد نے جواب میں لکھا ہے کہ میں نے قعقاع بن عمرو کی طرح کسی شہسوار کو نہیں دیکھا ہے، ایک دن انہوں نے تمیں حملے کئے اور ہر حملے میں ایک بہادر کو مار گرایا۔ ابن عساکر نے لکھا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ وہ صحابی تھے اور عرب کے شہسواروں اور شعراء میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ یہ فتح دمشق اور عراق کے اکثر علاقوں کی فتوحات میں شریک ہوئے اور ان موقعوں پر انہوں نے بہت سے اشعار کہے، جن میں سے بہت سے مشہور بھی ہیں۔

سیف نے لکھا ہے کہ انہوں نے جنگ یرموک میں شرکت کی، مندرجہ ذیل شعرا ان ہی کا ہے:

يَذْفَعُونَ قَعْقَاعًا لِّكُلِّ كَرِيهَةٍ فَيُجِيبُ قَعْقَاعُ دُعَاءَ الْهَاتِفِ

(ہر گھسان کی جنگ میں لوگ قعقاع کو آگے بڑھاتے ہیں تو قعقاع بھی ہر پکارنے والے کی آواز پر لبیک کہتا ہے)
جب حضرت خالد نے حیرہ کا محاصرہ کیا تو انہوں نے ابوبکر سے کمک طلب کی۔ ابوبکر نے
قعقاع بن عمرو کو بھیجا اور فرمایا: وہ لشکر شکست نہیں کھاتا جس میں اس جیسا شخص ہو۔

مراجع: الاصابۃ ۳/۲۳۰، الوافی بالوفیات ۲۳/۱۹۸، أسد الغابۃ ۴/۲۰۷، الاستیعاب ۱۲۸۳، تاریخ ابن عساکر ۱۲/۲۳۹،
الأغانی ۱۶/۳۱۶، الہدایۃ والنہایۃ ۵/۳۸، ۷/۱۰، تاریخ الطبری ۳/۴۵۶، شعراء اسلامیون نوری قیسی وحاتم ضامن ۵۰-۵۱، العقد
الفرید ۵/۲۶۹، مروج الذهب ۲/۳۱۲، معجم الشعراء ذاکر عقیف ۲۱۶، معجم الشعراء الخضر مین والا موئین ۶-۳۷-۳۷، مخ المذبح ۲۵۱

(۲۸۴)

فلاح عنبری

فلاح عنبری عمر رسیدہ تھے۔

مرزبانی نے ”معجم الشعراء“ میں فلاح کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ مخضرم شاعر ہیں۔ انہوں
نے بصرہ میں سکونت اختیار کی۔ میرے گمان کے مطابق فلاح ان کا لقب ہے۔

معاویہ کے ساتھ ان کا ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے کہ فلاح کی پیدائش نبی کریم ﷺ سے پہلے
ہوئی اور انہوں نے امیہ بن عبد شمس کو اندھے ہونے کے بعد دیکھا، ان کا ایک غلام ان کی رہنمائی
کیا کرتا تھا، جو صفوریہ کا باشندہ تھا اور اس کا نام ذکوان تھا۔ معاویہ نے ان سے کہا: یہ ان کے لڑکے ابو
معیط ہیں۔ انہوں نے کہا: یہ بات تم کہہ رہے ہو، اس سلسلے میں فلاح نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

يُسَائِلُنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ هَنْدٍ لَقِيتَ أَبَا سَلَالَةَ عَبْدَ شَمْسٍ
فَقُلْتُ لَهُ رَأَيْتُ أَبَاكَ شَيْخًا كَبِيرَ السِّنِّ مَضْرُوبًا بِطُمَسٍ
يَقْوُذُ بِهِ أَقْبَحُ عَبْدُ سُوءٍ فَقَالَ بَلْ ابْنُهُ لِيُزِيلَ لَبْسِي
(مجھ سے معاویہ بن ہند پوچھتے ہیں کہ کیا تم نے ابو سلالہ عبد شمس سے ملاقات کی ہے۔

میں نے اس سے کہا: میں نے تمہارے ابا کو بوڑھا، عمر رسیدہ اور مقام طمس میں پیٹا ہوا دیکھا ہے۔

اس کو بدخلق غلام اقیجج لے جا رہا ہے تو اس نے دیکھ کر کہا: بلکہ یہ تو اس کا لڑکا ہے، تاکہ مجھے رسوا کرے)

دعبل ابن علی خزاعی نے ”أخبار شعراء بصرہ“ میں واقعہ نقل کیا ہے کہ فلاح عنبری کا ایک غلام
بھاگ گیا، جس کا نام مقسم تھا، فلاح اس کی تلاش میں نکلے اور ایک جگہ اتر کر وہاں کے لوگوں سے اس
کے بارے میں دریافت کرنے لگے۔ انہوں نے فلاح سے ان کے نام کے بارے میں پوچھا تو
انہوں نے یہ شعر کہا:

أَنَا الْقَلَّاحُ جُنْتُ أَبْغَى مَقْسَمًا أَقْسَمْتُ لَا أَسَامُ حَتَّى يَسَامَا
(میں قلاح ہوں اور مقسم کی تلاش میں آیا ہوں، میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اس کی تلاش سے نہیں اکتاؤں گا، یہاں
تک کہ وہ چھپتے چھپتے خود اکتا جائے گا) مراجع: الاصابۃ ۳/۲۵۸

(۲۸۵)

قیس (غنیم مازنی اسدی کے والد)

ابن حاتم نے صحابہ میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔
بخاری اور بغوی نے غنیم بن قیس سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: جب نبی کریم ﷺ
کا انتقال ہو گیا تو میں نے اپنے والد کو مندرجہ ذیل شعر کہتے ہوئے سنا:
أَلَا لِي الْوَيْلُ عَلَى مُحَمَّدٍ قَدْ كُنْتُ فِي حَيَاتِهِ بِمَقْعَدِ
أَبِيْتُ لَيْلَى آمِنًا إِلَى الْغَدِ
(ہائے بربادی میرے لیے!! محمد چلے گئے اور میں آپ کی زندگی میں بیٹھا رہا، اور میں دوسرے دن کے انتظار میں ہر
رات اطمینان کے ساتھ سوتا رہا)
مراجع: الاصابۃ ۳/۲۵۳

(۲۸۶)

قیس ابن بجرہ فزاری

یہ ابن غنقل کے نام سے مشہور ہیں، غنقل ان کی ماں کا نام ہے۔
مرزبانی نے ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ عہد جاہلی میں ان کو لمبی عمر ملی اور عہد اسلامی میں بھی لمبی
مدت تک زندہ رہے۔

مندرجہ ذیل اشعار ان ہی کے ہیں:
فَلَمَّا تَرَيْنِي وَاحِدًا بَادَ أَهْلُهُ فَوَارَتْهُ مِثْلِي الْأَقْرَبِينَ الْأَبَاعِدُ
فَإِنَّ تَمِيمًا قَبْلَ أَنْ تَلِدَ الْحَصَى أَقَامَ زَمَانًا وَهُوَ فِي النَّاسِ وَاحِدُ

(جب انھوں نے مجھے اکیلا دیکھا کہ میرے گھر والے ہلاک ہو گئے ہیں تو میرے جیسے قریبی رشتے داروں کو دور کے لوگوں نے دفن کیا۔

تیمم کنکریوں کی تعداد میں پیدا ہونے سے پہلے ان کے جدا مجد تمیم ایک مدت تک لوگوں میں تنہا ہی رہے)

مراجع: الاصابۃ ۳/۲۵۸

(۲۸۷)

قیس ابن بجد اشجعی

قیس بن بجد بن طریف بن سحمہ بن عبداللہ بن ہلال بن غلادہ اشجعی۔

انہوں نے نبی کریم ﷺ کی مدح میں اشعار کہے ہیں جس میں غزوہ بدر اور بنو نضیر کی جلاوطنی کا تذکرہ کیا ہے، ابن اسحاق نے ”کتاب المغازی“ میں یہ اشعار نقل کیے ہیں، جن میں سے بعض اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

وَقَدْ كَانَ فِي بَدْرٍ لَعَمْرُكَ عِبْرَةً لَكُمْ يَا قُرَيْشُ وَالْقَيْسُ الْمَلَمَمُ
غَدَاةً آتَيْتُ فِي الْخَزْرَجِيَّةِ عَامِدًا إِلَيْكُمْ مُطِيعًا لِلْعَظِيمِ الْمُكْرَمِ
مَعَانًا بِرُوحِ الْقُدُسِ يُنْكِي عَدُوَّهُ رَسُولًا مِنَ الرَّحْمَانِ حَقًّا بِمَعْلَمِ
(اے قریش اور قیس والو! تیری زندگی کی قسم! بدر کی سخت جنگ میں تمھارے لیے عبرت کا سامان ہے۔

اس دن جب میں قبیلہ خزرج کے ساتھ پختہ ارادے کے ساتھ تمھارے پاس باعزت اور عظیم شخص کی اطاعت کرتے ہوئے آیا۔

جس کی مدد روح القدس یعنی جبریل کے ذریعے کی جا رہی تھی، جو آپ کے دشمنوں کو زیر کر رہے تھے، وہ رحمان کی طرف سے بھیجے ہوئے رسول ہیں جو سرداری اور قیادت کے حق دار ہیں)

مراجع: الاصابۃ ۳/۲۳۳، البدایۃ والنہایۃ ۴/۸۰، مخ المدهح ۲۴۴، معجم الشعراء ذاکر العفیف ۲۱۷، معجم الشعراء الخضر مین

والأموئین ۳۷۸

(۲۸۸)

قیس ابن رفاعہ انصاری

قیس بن رفاعہ بن معمر بن عامر بن عائش بن نمر انصاری۔

عدوی نے ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ قیس شاعر تھے۔ اور انہوں نے اسلام قبول کیا۔

ابن اثیر نے ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ عرب کے شعراء میں سے تھے۔

مراجع: الاصابۃ ۳/۳۳۷، الاالی للقتالی ۱/۱۱، ۲۵۷، الہدایۃ والنہایۃ ۱۰/۱۷۱، خزائنہ الادب ۳/۳۱۴، معجم شعراء اللسان ۳۳۸، معجم الشعراء مرزبانی ۳۲۲، معجم الشعراء الخضر مین والاموئین ۳۸۰، معجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۲۱۹، وفیات الاعیان ۴/۱۲۸

(۲۸۹)

قیس ابن رفاعہ واقفی

قیس بن رفاعہ بن مالک بن اوس النصارى واقفی۔

مرزبانی نے معجم الشعراء میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ کانے تھے اور ان کے مندرجہ ذیل

اشعار نقل کئے ہیں:

أَنَا النَّذِيرُ لَكُمْ مِنْ مِجَاهَرَةٍ كَيْلَا أَلَامُ عَلَى نَهْيٍ وَإِنْ ذَارِ
مَنْ يَصْلُ نَارِي بِلَا ذَنْبٍ وَلَا تَرْقِ يَصْطَلِي بِنَارٍ كَرِيمٍ غَيْرِ غَدَارِ
(میں اپنی طرف سے تم کو علی الاعلان ڈراتا ہوں، تاکہ منع کرنے اور ڈرانے میں میری ملامت نہ کی جائے۔
جس کسی گناہ اور ظلم کے بغیر میری آگ میں جلے گا تو وہ ایسے شخص کی آگ میں جلے گا جو شریف ہے، بے ایمان نہیں ہے)

مراجع: الاصابۃ ۳/۲۳۶

(۲۹۰)

قیس ابن سلمہ جعفی

قیس بن سلمہ بن شراحیل یا شراحیل بن سعدان بن حارث بن اصہب جعفی۔

ابن الکلی نے کہا ہے کہ قیس نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اپنی قوم کے وفد کے ساتھ آئے تھے۔

مرزبانی نے ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ اپنی ماں ملیکہ سے منسوب ہو کر ابن ملیکہ کے

نام سے مشہور ہیں۔ انہوں نے اپنے بھائی سلمہ بن ملیکہ پر مرثیہ کہا ہے، جس کے چند اشعار مندرجہ

ذیل ہیں:

وَبَاكِئَةٍ تَبْكِي إِلَى بِشْجُوْهَا أَلَا رَبُّ شَجُو لِي حَوَالَيْكَ فَانْظُرِي
نَظَرْتُ وَسَاقِي التَّرْبِ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فَلِلَّهِ دَرِّي أَيَّ سَاعَةٍ مُنْظَرِي

(اور بہت سی رونے والیاں اپنے غم کے اظہار میں میرے سامنے رو رہی ہیں، دیکھو! میرے بہت سے غم تمہارے آس پاس ہی ہیں، چناں چہ تم نظر اٹھا کر دیکھو۔
میں نے دیکھا، لیکن دوستوں کو شراب پلانے والا میرے اور اس کے درمیان تھا، کتنا عجیب ہے میرا معاملہ!! کس وقت میں دیکھ پاؤں گا)
ان کے چچا عبداللہ بن شراحیل بھی شاعر تھے۔

مراجع: الاصابۃ ۳/۲۴۰

(۲۹۱)

قیس ابن سمی کندی

ان کو ابو قیس کہا جاتا ہے۔

مرزبانی نے ”مجم الشعراء“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ مخضرم شاعر ہیں، انہوں نے کوفہ میں سکونت اختیار کی، مرزبانی نے ان کا مندرجہ ذیل شعر نقل کیا ہے:
فَسُقْنَاهُمْ بَبَاسٍ وَنَبْلٍ وَبِمَجْدٍ مُسْتَطَرَفٍ وَفَعَالٍ
(چناں چہ ہم نے جنگ اور تیر اندازی اور جدید و فعال عزت و شان سے ان کو گرفتار کر کے لے آئے)
مراجع: الاصابۃ ۳/۲۵۹، الضائع ۱۱۵، مجمع الشعر اء ڈاکٹر عقیف ۲۱۹، مجمع الشعر اء الخضر مین والا موئین ۳۸۳

(۲۹۲)

قیس ابن طریف الشجعی

ابن ہشام نے کہا ہے کہ قیس بن طریف الشجعی نبی کریم ﷺ کی مدح میں اشعار کہا کرتے تھے۔
مندرجہ ذیل اشعار میں انہوں نے بنو نضیر کی جلا وطنی کا تذکرہ کیا ہے:
نَبِیُّ تُلَاقِيهِ مِنَ اللَّهِ رَحْمَةً فَلَا تَسْأَلُوهُ أَمْرَ غَيْبٍ مُرْجَمٍ
فَقَدْ كَانَ فِي بَدْرِ لَعْمَرَى عِبْرَةً لَكُمْ يَا قُرَيْشُ وَالْقَلِيبُ الْمُعْلَمُ
رَسُولٌ مِنَ الرَّحْمَانِ يَتْلُو كِتَابَهُ وَشَرَعَتَهُ وَالْحَقُّ لَمْ يَتَلَعْثَمِ
(وہ نبی ہیں، جن پر اللہ کی طرف سے رحمتیں نازل ہوتی ہیں، چناں چہ ان سے انکل پچوا مور کے بارے میں نہ پوچھو۔
اے قریش والو! میری زندگی کی قسم! تمہارے لیے جنگ بدر اور نشان زدہ کنوئیں میں عبرت کا سامان ہے۔

وہ رحمان کی طرف سے بھیجے ہوئے رسول ہیں، جو اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور اس کے احکام بیان کرتے ہیں، اور حق میں کبھی جھک اور ہچکچاہٹ نہیں ہوتی)

مراجع: الاصابۃ ۳/۲۴۲

(۲۹۳)

قیس ابن عمرو عجل

مرزبانی نے ”معجم الشعراء“ میں قیس کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ مختصر شاعر ہیں۔

مراجع: الاصابۃ ۳/۲۶۰

(۲۹۴)

قیس ابن مالک ابن محسر

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ وہ زید بن حارثہ کے ساتھ سریہ ام قرفہ فزاریہ میں نکلے۔
ابن الکلی نے لکھا ہے کہ قیس بن مالک نے ام قرفہ کو قتل کیا اور اس کے ساتھ نعمان بن سعد کو بھی قتل کر دیا، یہ واقعہ رمضان ۶ ہجری کا ہے۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ قیس غزوہ موتہ میں شریک تھے۔

ابن اسحاق ہی نے ”السیرۃ الکبریٰ“ میں لکھا ہے کہ خالد بن ولید نے قیس بن مسریر کو اپنی غلطی پر معذرت کرنے کے لئے کہا تو انہوں نے اشعار کہے جن میں سے ایک شعر یہ ہے:
وَجَاشَتْ إِلَى النَّفْسِ مِنْ بَعْدِ جَعْفَرٍ بِمُوتَةٍ وَلَكِنْ لَا يَنْفَعُ النَّائِلُ النَّيْلُ
(جنگ موتہ میں جعفر کے شہید ہونے کے بعد میرا دل دھڑک گیا، لیکن انتقام لینے والے کو انتقام کا فائدہ نہیں پہنچتا)

مراجع: الاصابۃ ۳/۲۴۸

(۲۹۵)

قیس ابن مکشوح مرادی

مکشوح ان کے والد کا لقب ہے، ان کا نام ہبیرہ بن بلال بن حرث بن عمرو بن عامر بن علی بن

اسلم بن حمس بن انمار بجلی ہے، ان کی کنیت ابوشنداد ہے۔

ابن الکھی وغیرہ نے کہا ہے کہ انہوں نے یمن میں نبوت کا دعویٰ کرنے والے اسود غنسی کے قتل میں تعاون کیا تھا، اسود غنسی کو حضور ﷺ کی حیات مبارکہ میں ہی قتل کیا گیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قیس نے عہد نبوی میں ہی اسلام قبول کیا تھا۔

محمد بن اسحاق نے ”السیرۃ“ میں نقل کیا ہے کہ قیس بہادر اور شہسوار تھے، وہ عمرو بن معدیکرب کے بھتیجے ہیں، انہوں نے ہی عمرو کو مخاطب کرتے ہوئے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

فَلَوْ لَا قَيْتَنِي لَا قَيْتَ قَرْنًا وَوَدَّعْتُ الْأَحِبَّةَ بِالسَّلَامِ
لَعَلَّكَ مَوْعِدِي بَنِي زَبِيدٍ وَمَا قَامَعْتُ مِنْ تِلْكَ اللَّيَامِ
وَمِثْلَكَ قَدْ قَرَنْتُ لَهُ يَدِيهِ إِلَى اللَّحْيَيْنِ يَمْشِي فِي الْخَطَامِ
(اگر تم میرے مقابلے میں آؤ گے تو مجھے بہادر پاؤ گے اور میں نے سلام کر کے اپنے دوستوں کو الوداع کہہ دیا۔

تمہارے اور میرے مقابلے کی جگہ بنو زید کا علاقہ ہے، جہاں میں نے ان کمینوں کو تہہ وبالا کیا۔
اور تم جیسے لوگوں کو میں نے قید کر کے اس کے دونوں ہاتھ اٹھا کر ٹھوڑیوں سے باندھ دیا اور وہ لگام میں مقید چلنے لگا)
عمرو بن معدیکرب کے مندرجہ ذیل شعر میں قیس ہی مخاطب ہے:

أُرِيدُ حَيَاتَهُ وَيُرِيدُ قَتْلِي عَذِيرُكَ مِنْ خَلِيلِكَ مِنْ مُرَادٍ
(میں اس کی زندگی چاہتا ہوں اور وہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے، قبیلہ مراد کے اپنے دوست کو معذور سمجھو)

قیس بھی فتنہ ارتداد میں مرتد ہو گئے تھے، لیکن پھر انہوں نے دوبارہ اسلام قبول کیا اور عراق کی فتوحات میں خصوصاً جنگ قادسیہ اور فتح نہاوند وغیرہ میں بے نظیر اور بے مثال کارنامے انجام دیے۔
دعبل ابن علی نے ”طبقات الشعراء“ میں لکھا ہے کہ سعد بن ابوقحاص نے عراق کی فتوحات میں قیس بن کثوف کو امیر مقرر کیا تھا، عمرو بن معدیکرب بھی اس لشکر میں تھے۔ اس تقرری پر عمرو کو ناگواری ہوئی تھی۔
قیس جنگ صفین میں ۳۷ھ کو شہید ہوئے۔

مراجع: الاصابۃ ۳/۲۶۱، الوافی بالوفیات ۲۴/۲۱۷، أسد الغابۃ ۴/۲۲۷، الاستیعاب ۱۲۹۹، طبقات ابن سعد ۲۵/۵، سیر أعلام النبلاء ۳/۵۲۰، معجم المرزبانی ۱۹۸، شذرات الذهب ۱/۳۶، الأعلام ۵/۲۰۹، الأغانی ۱۵/۲۰۲، البدایہ والنہایہ ۵/۶۳، خزائن الأدب ۴/۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۲۱۰، سمط اللآلی ۶۲، العقد الفرید ۱/۱۲۱، معجم الشعراء ذاکٹر عقیف ۲۲۱، معجم الشعراء المحض مین والاموین ۳۸۵-۳۸۶، معجم الشعراء مرزبانی ۳۲۳، مخ المذبح ۶/۳۶

(۲۹۶)

قیس ابن نشبہ سلمیٰ

قیس ابن نشبہ، عباس بن مرداس کے چچا یا چچا زاد بھائی ہیں۔

ابن شاہین نے روایت کیا ہے کہ جنگ خندق کے بعد قیس بن نشبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: میں اپنی قوم کا پیا مبر ہوں، وہ میری بات مانتے ہیں، میں آپ سے چند سوالات کرنا چاہتا ہوں، جن کے بارے میں وہی شخص جان سکتا ہے جس کے پاس اللہ کی طرف سے وحی آتی ہے۔ انہوں نے سات آسمانوں، وہاں کے مکینوں اور ان کی غذا کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے سات آسمانوں، فرشتوں اور ان کی عبادت کا تذکرہ کیا، اسی طرح زمین اور اس کے اندرون کے خزانوں اور چیزوں کے بارے میں بتایا۔ آپ ﷺ کا جواب سن کر وہ اسلام لے آئے اور اپنی قوم میں واپس چلے گئے اور اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا: بنو سلیم! میں نے روم اور فارس کے تذکرے سنے ہیں، عرب کے اشعار، کانہوں کی باتیں اور حمیر کا کلام سنا ہے، لیکن محمد کا کلام ان میں سے کسی کے کلام کے مشابہ نہیں ہے۔ چنانچہ محمد کے سلسلے میں میری اطاعت کرو، تم اس کے ننھیالی رشتے دار بھی ہو، اگر وہ کامیاب ہو گیا تو تمہیں فائدہ ہوگا اور تمہیں خوش بختی نصیب ہوگی، اگر وہ کامیاب نہیں ہوگا تو بھی عرب تم پر حملہ نہیں کریں گے۔ میں ان کے پاس گیا، اس وقت ان کے تعلق سے میرا دل پتھر سے زیادہ سخت تھا، تھوڑی ہی دیر کی صحبت سے ان کی باتوں سے میرا دل نرم پڑ گیا۔

یہ واقعہ تاریخ کی کتابوں میں ملتا ہے کہ قیس بن نشبہ زمانہ جاہلیت میں مکہ آئے اور انہوں نے اپنا اونٹ بیچا، لیکن خریدنے والے نے ان کا حق نہیں دیا، وہ ہر جگہ کھڑے ہو کر یہ اشعار کہتے تھے:

يَا آلَ فِهْرٍ كُنْتُ فِي هَذَا الْحَرَمِ فِي حُرْمَةِ الْبَيْتِ وَأَخْلَاقِ الْكَرَمِ
أُظْلِمُ لَا يَمْنَعُ مِنِّي مِنْ ظُلْمِ

(اے فہر والو! میں حرم بیت اللہ کی حرمت کے سایے میں اور بہترین اخلاق والوں میں تھا۔

مجھ پر ظلم کیا جا رہا ہے، لیکن کوئی مجھ پر ظلم کرنے والے کو روک نہیں رہا ہے)

جب یہ اشعار عباس بن مرداس تک پہنچے تو ان کے پاس اپنے اشعار لکھ کر بھیجے، جن میں سے

ایک شعر یہ ہے:

وَإِنَّ الْبُيُوتَ وَكُنْ مِنْ أَهْلِهَا مَدَدًا تَلَقَى ابْنُ حَرْبٍ وَتَلَقَى الْمَرْءَ عَبَّاسًا

(مکہ کے محلہ میں جاؤ اور وہاں کے باشندوں میں سے بن جاؤ، اور وہاں ابن حرب اور عباس سے ملو)
عباس بن عبدالمطلب نے ان کا حق دلایا اور کہا: جب بھی تم مکہ آؤ تو میرے پاس ہی اترو۔
ان کے اور بنو ہاشم کے درمیان محبت اور تعلقات تھے، جب رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی تو قیس ان کے پاس آئے اور انھوں نے آپ ﷺ سے چند سوالات کیے اور اسلام قبول کیا، وہ اس سے پہلے مذہبی کتابیں پڑھ چکے تھے۔ نبی کریم ﷺ ان کو بنو سلیم کا حبر کہا کرتے تھے۔ جب ان کو تلاش کرتے تو فرماتے: ”بنو سلیم! تمہارے حبر کہاں ہیں؟“

مندرجہ ذیل اشعار قیس بن نضہ کے ہیں:

تَابَعْتُ دِينَ مُحَمَّدٍ وَرَضِيْتُهُ كُلَّ الرِّضَا لَأَمَانَتِي وَلِدِينِي
ذَاكَ أَمْرٌ نَازَعْتُهُ قَوْلَ الْعِدَا وَعَقَدْتُ فِيهِ يَمِينَهُ بِيَمِينِي
قَدْ كُنْتُ أَمْلُهُ وَأَنْظُرُ دَهْرَهُ فَاللَّهُ قَدَّرَ أَنَّهُ يَهْدِينِي
أَغْنِي ابْنُ أَمْنَةَ الْأَمِينِ وَمَنْ بِهِ أَرْجُو السَّلَامَةَ مِنْ عَذَابِ الْهُونِ

(میں نے محمد کے دین کی اتباع کی اور میں اپنی امانت اور اپنے دین پر پوری طرح راضی ہو گیا۔
وہ ایسے آدمی ہیں جن کی خاطر میں نے دشمنوں کی باتیں سنی، اور میں نے اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دیا۔
میں ان کی امید میں بیٹھا ہوا تھا اور مجھے ان کے زمانے کا انتظار تھا، چنانچہ اللہ نے مقدر کیا کہ آپ ﷺ مجھے ہدایت کی راہ دکھائیں۔

میری مراد آمنہ کے فرزند امین سے ہے، جس سے مجھے بدترین ذلت والے عذاب سے سلامتی کی امید ہے)

مراجع: الاصابۃ ۳/۲۵۰، الاعلام ۵/۲۰۹، البراہین والنهاية ۵/۸۲، معجم الشعراء المختصر میں والا موبین ۲۳۶

(۲۹۷)

کثیر ابن عبد اللہ نہشلی

کثیر بن عبد اللہ بن مالک بن ہبیرہ بن صحر بن نضل بن دارم بن مالک بن حنظلہ نہشلی۔

کثیر، ابن الغزیرہ کے نام سے مشہور ہیں۔

مرزبانی نے ”معجم الشعراء“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ مختصر شاعر ہیں، اور وہ حجاج ثقفی کے زمانہ مارت تک زندہ رہے، انہوں نے حضرت عثمان بن عفان کے مرثیہ میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

لَعَمْرُؤُاَبِيكَ فَلَا تَجْزَعَنَّ لَقَدْ ذَهَبَ الْخَيْرُ إِلَّا قَلِيلًا
وَقَدْ فُتِنَ النَّاسُ عَنْ دِينِهِمْ وَخَلَّى ابْنُ عَفَّانٍ شَرًّا طَوِيلًا
(تمہارے والد کی زندگی کی قسم! گھبراؤ نہیں، سب بھلائی ختم ہوگئی، صرف تھوڑا ہی خیر بچا ہے۔
اور لوگ اپنے دین کے سلسلے میں فتنہ میں پڑ گئے اور ابن عفان کے قتل نے طویل برائی چھوڑی ہے)

اس قصیدے کا مطلع ہے:

نَأْتِيكَ أَمَامَةً نَأْيًا طَوِيلًا وَحَمَلَكَ الْحُبُّ عَبَاءً ثَقِيلًا
(امامہ! ہم تمہارے پاس بڑا مسافر کر کے آئے ہیں اور تمہاری محبت کے بوجھ کو اٹھانا بہت بڑا بوجھ ہے)
ابو الفرج اصہبانی نے کہا ہے کہ یہ مختصر شاعر ہیں، ان کو جاہلی اور اسلامی دونوں عہد ملے، حضرت عمر کے عہد خلافت میں عباس بن مرداس اور ان کے بھائی کے ساتھ طالقان کی جنگ میں شریک ہوئے، ابو الفرج اصہبانی نے اس جنگ کے سلسلے میں ان کے مندرجہ ذیل اشعار نقل کئے ہیں:
سَقَى مُزْنُ السَّحَابِ إِذَا اسْتَهَلَّتْ مَصَارِعَ فُتَيْةٍ بِالْجَوْزِ جَانِ
(پانی سے بھرے ہوئے بادل جب بھی برسیں تو مقام جوز جان کے مقام پر شہید ہونے والے نوجوانوں کو سیراب کرے)
اسی قصیدے میں مندرجہ ذیل اشعار بھی ہیں:

وَلَمْ أَذِلْجَ لِأَطْرِقِ عَرَسَ جَارِي وَلَمْ أَجْعَلْ عَلَى قَوْمِي لِسَانِي
لَكِنْ إِذَا مَا هَايَجُونِي مَنِيعُ الْجَارِ مُرْتَفِعُ الْمَكَانِ
(میں رات کے وقت اس لیے نہیں چلا کہ پڑوسی کی بیوی کے پاس جاؤں، اور میں نے اپنی قوم کی بھونچھالی کی۔
لیکن جب بھی وہ مجھے بھڑکاتے ہیں تو وہ سمجھ لیں کہ میں بہت زیادہ طاقت ور اور بلند مقام اور عزت والا ہوں)
مراجع: الاصابہ ۳/۲۹۴، الاعلام ۵/۲۲۰، البدایہ والنہایہ، خزائنہ الادب ۹/۳۱۸-۳۱۹، سبط الملک ۳/۲۸، معجم الشعراء مرزبانی ۳۴۹، معجم الشعراء
الختصر مین والاموئین ۳۸۸

(۲۹۸)

کرز ابن علقمہ بکری نجرانی

کرز نجران کے وفد کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔

ابن اسحاق نے مغازی میں ان کا تذکرہ کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس نجران کے نصاری کا وفد آیا، یہ وفد ستر سواروں پر مشتمل تھا، ان میں نجران کے ۲۴ شرفاء تھے اور تین ذمہ دار تھے، عاقب ان کے امیر اور صاحب الرائے تھے، ان کا نام عبدالمسیح تھا، سیدان کے کجاؤں اور معاشرتی امور کے ذمہ دار تھے، ان کا نام ابیہم تھا، تیسرے ابو حارثہ بن علقمہ تھے، جن کا تعلق بنو بکر بن وائل سے تھا، ابو حارثہ ان کے مدارس

اور اسکولوں کے ذمے دار تھے اور نجران میں ان کی بڑی حیثیت اور عزت تھی، روم کے بادشاہوں کو جب ان کے علم اور دین میں اجتہاد کے بارے میں معلوم ہوا تو انہوں نے ان کی عزت افزائی کی اور ان کو مال و دولت سے نوازا اور ان کے لئے گر جاگھر بنائے، جب وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے نجران واپسی کے لیے نکلے، ابو حارثہ ایک خچر پر سوار تھے، ان کے پہلو میں ان کا ایک بھائی تھا جن کا نام کرز بن علقمہ تھا، جو ان کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے، راستے میں ایک جگہ ابو حارثہ کا خچر پھسل گیا، اس پر کرز نے کہا: محمد برباد ہو۔ ابو حارثہ نے ان سے کہا: بلکہ تم برباد ہو جاؤ۔ انہوں نے دریافت کیا: میرے بھائی! کیوں؟ ابو حارثہ نے کہا: اللہ کی قسم وہ وہی نبی ہیں، جس کا میں انتظار کر رہا تھا۔ کرز نے ان سے دریافت کیا: پھر ان کی پیروی کرنے میں کون سی چیز تمہارے لیے رکاوٹ بن رہی ہے؟ حالاں کہ تم جانتے ہو کہ وہ سچے نبی ہیں۔ ابو حارثہ نے کہا: رکاوٹ یہی چیز ہے کہ ان لوگوں کا ہم پر احسان ہے، انہوں نے ہم کو عزت و شرافت دی اور ہم کو دولت عطا کی اور ہمارا اکرام کیا، ان لوگوں کو اس بات کا اصرار ہے کہ آپ کا ساتھ نہ دیا جائے، اگر میں ان کی پیروی کروں گا تو وہ ہم سے سب کچھ چھین لیں گے۔ ان کے بھائی کرز بن علقمہ بھی اپنے دین پر ہی جمے رہے، لیکن ان کی بے چینی میں اضافہ ہوا اور انہوں نے بعد میں اسلام قبول کیا۔

ابن اسحاق نے کرز بن علقمہ کے مندرجہ ذیل اشعار نقل کیے ہیں:

إِلَيْكَ تَعْدُو قَلْبًا وَضِيْنُهَا مُعْتَرِضًا فِي بَطْنِهَا جَنِيْنَهَا
مُخَالِفًا دِيْنَ النَّصَارَى دِيْنَهَا

(بے چین و پریشان ہو کر انٹی آپ کی طرف تیزی کے ساتھ دوڑ رہی ہے، گویا اس کے پیٹ میں جنین ہے جس کی ولادت کا وقت قریب آچکا ہے، نصاری کے دین کی مخالفت کرتے ہوئے میں نے نبی کریم ﷺ کی پیروی کی)

مراجع: الاصابۃ ۳/۲۷۶

(۲۹۹)

کعب ابن جحیل ثعلبی

کعب بن جحیل بن قمر بن عجرہ بن ثعلبہ بن عوف بن مالک بن بکر بن حبیب بن عمرو بن غنم بن ثعلبہ ثعلبی۔

کعب مشہور شاعر ہیں۔

زبیر نے اپنے چچا مصعب سے نقل کیا ہے کہ معاویہ نے کعب بن جحیل سے کہا: شاعر کو کوئی

پاس و لحاظ نہیں رہتا، عبدالرحمن تمہارے دوست تھے، جب ان کا انتقال ہو گیا تو تم نے انہیں بھلا دیا۔ انہوں نے کہا: میں نے ان کو بھلایا نہیں ہے۔ پھر انہوں نے عبدالرحمن کے مرثیہ میں کہے ہوئے اپنے اشعار سنائے۔

ابن عساکر نے لکھا ہے کہ عبدالرحمن بن خالد کی مدح میں ان کے بہت سے اشعار ہیں، وہ ولید بن عبد الملک کے عہد حکومت تک زندہ رہے اور ان کے دربار میں بھی گئے، وہ اہل شام کے شاعر تھے، جس طرح نجاشی حایری اہل کوفہ کے شاعر تھے، جنگ صفین میں ان دونوں نے ایک دوسرے کے جواب میں اشعار کہے ہیں۔

مرزبانی نے معجم الشعراء میں لکھا ہے کہ وہ ابتداء اسلام کے پختہ کار شاعر تھے، وہ اہل شام کے شاعر تھے، انہوں نے جنگ صفین میں معاویہ کا ساتھ دیا۔ مندرجہ ذیل اشعار ان ہی کے ہیں:

نَدِمْتُ عَلَى شَتْمِي الْعَشِيرَةَ بَعْدَمَا مَضَى وَاسْتَقَلْتُ لِلرَّوَاةِ مَذَاهِبُهُ
فَأَصْبَحْتُ لَا أَسْتَطِيعُ رَدَّ الَّذِي مَضَى كَمَا لَا يَرُدُّ الدَّرُّ فِي الضَّرْعِ حَالِبُهُ

(مجھے خاندان نبی کو گالی دینے پر افسوس ہوا، جب کہ میری بھوج عام ہو چکی، اور راویوں نے اس کو یہاں سے وہاں پوری دنیا میں پھیلا دیا۔

اب میں اپنے منہ سے نکلی ہوئی بات کو واپس نہیں لا سکتا، جس طرح دودھ دوہنے والا دودھ کو واپس تھن میں لوٹا نہیں سکتا)

مراجع: الاصابۃ ۳/۲۹۶-۲۹۷، الامام ۵/۲۲۵، الاغانی ۳/۲۷۶، البدایہ والنہایہ ۷/۲۷۳، البصائر والذخائر ۹/۲۲، تاریخ الادب العربی بلاشیر ۳/۱۷، تاریخ التراث العربی سیرکین ۲/۹۶، الخوان ۱/۳۳۷، خزائن الادب ۱/۳۶۰، ۳/۵۰، سبط الکمالی ۸۵۲، الشعر والشعراء ۶۳۱-۶۳۲، طبقات فحول الشعراء لابن سلام الجلی ۵/۲۸۵-۲۸۹، اکمل للمبرور ۱۸۴، معجم الشعراء مرزبانی ۳۴۳، معجم الشعراء الخضر مین والا موبین ۳۹۱-۳۹۲، معجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۲۲۳) ”کعب ابن زحیل“ کے عنوان کے تحت عبدالقادر عویض نے عربی زبان و ادب میں ایم اے کی ڈگری کے حصول کے لیے کلیۃ الآداب لبنان یونیورسٹی بیروت سے ۱۹۸۰ء کو تحقیقی مقالہ تحریر کیا ہے۔

(۳۰۰)

کلیب ابن اسد ابن کلیب حضرمی

ابن سعد نے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ حضرموت میں تھناہ بنت کلیب نامی ایک عورت تھی، انہوں نے ایک کپڑا تیار کیا اور اپنے بیٹے کلیب بن اسد کو بلا کر کہا: یہ کپڑا لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جاؤ۔ کلیب آپ ﷺ کی خدمت میں آئے اور اسلام قبول کیا، آپ نے ان کے لئے دعا کی، کلیب نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

أَنْتَ النَّبِيُّ الَّذِي كُنَّا نَخْبِرُهُ وَبَشَّرْتَنَا بِهِ الْأَحْبَارُ وَالرُّسُلُ
مِنْ دِينٍ مَوْهُوبٍ يَهْوَى فِي غَدَا فِيهِ أَكِيدًا يَا خَيْرَ مَنْ يَحْفَى وَيَنْتَعِلُ
شَهْرَيْنَ أَعْمَلَهَا نَصًّا عَلَى وَجَلٍ أَرْجُو بِذَاكَ ثَوَابَ اللَّهِ يَارَ جُلُ

(آپ اللہ کے نبی ہیں، جس کے بارے میں ہم کو بتایا جاتا تھا اور اس کی بشارت پادریوں اور رسولوں نے دی ہے۔
دین فطرت کی بشارت دی گئی ہے، جس میں وہ مکمل طور پر مشغول رہے گا، چپل پہننے اور نہ پہننے والوں یعنی بنی نوع
انسانی کے سب سے بہتر انسان!۔

میں نے اپنی اونٹنی کو تکلیف کے باوجود مسلسل دو مہینے تیز رفتاری کے ساتھ دوڑتا ہوا آپ کی خدمت میں آیا ہوں، مجھے
اس سے اللہ کے ثواب کی امید ہے، اے بہترین شخص!

مراجع: الاصابۃ ۳/۲۸۹، الأعلام ۵/۲۳۲، تاریخ الشعراء الخضر میں ۱/۳۸، معجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۲۲۶، مخ المرح ۲۷۴-۲۷۵،
معجم الشعراء الخضر میں والا موئین ۳۹۸-۳۹۹

(۳۰۱)

کلیب ابن عمیمہ

کلیب بن عمیمہ کا تعلق قبیلہ بنو ظفر حرث بن ہبشہ بن سلیم سے ہے۔

فاکہانی نے ”کتاب مکہ“ میں لکھا ہے کہ حرب بن امیہ اور مرداس بن ابو عامر سلمیٰ نے رجب کے
کنارے ایک دیہات بسایا تھا، پھر فاکہانی نے حسین کو قتل کرنے اور ان دونوں کے مرنے کا قصہ نقل
کیا ہے، اس کے بعد لوگوں نے اس دیہات کو چھوڑ دیا اور یہ علاقہ ویران ہو گیا، جب حضرت عمر
کا زمانہ آیا تو کلیب بن عمیمہ نے وہاں پڑاؤ کیا تو عباس بن مروان نے ان سے جھگڑا کیا، اس پر کلیب
نے کہا:

عَبَّاسُ مَا لَكَ كُلَّ يَوْمٍ ظَالِمًا وَالظُّلْمُ أَنْكَدُ وَجْهَهُ مَلْعُونُ
(عباس! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم ہر دن ظلم کرتے ہو، یہ بات سمجھ لو کہ ظلم کا چہرہ بڑا بھیانک ہوتا ہے اور ظالم ملعون ہوتا ہے)

مراجع: الاصابۃ ۲/۲۹۰

(۳۰۲)

کمیت ابن معرور

کمیت بن معرور بن کمیت بن ثعلبہ فقعی۔

مرزبانی نے مجمع الشعراء میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ مخضرم شاعر ہیں۔ ان کی کنیت ابویوب ہے، سالم بن دارہ کے قصے میں یہ کہتے ہیں:

فَلَا تُكْثِرُ فِيهَا اللَّجَاجَ فَإِنَّهُ مَحَا السَّيْفُ مَا قَالَ ابْنُ دَارَةَ أَجْمَعًا
(اس کے سلسلے میں زیادہ جھگڑا اور گالی گلوچ نہ کرو، کیوں کہ ابن دارہ کی کہی ہوئی تمام باتوں کو تلووار کا ایک وار منادیتا ہے)

مندرجہ ذیل اشعار بھی ان ہی کے ہیں:

وَلَا أَجْعَلُ الْمَعْرُوفَ حَلَّ أَلِيَّةٍ وَلَا عُذَّةً لِلنَّاطِرِ الْمُتَعَقِّبِ
وَأُوْنِسُ مِنْ بَعْضِ الْأَخِلَاءِ مَلَالَةً أَلَدَّ بَرًّا فَأَسْقِطُهُمْ بِالتَّجَنُّبِ
(اور میں قسم پورا کرنے کے لیے بھلائی اور سخاوت نہیں کرتا ہوں اور اسی طرح ٹھوہ میں لگے ہوئے دیکھنے والوں کو دکھانے کے لیے مال خرچ نہیں کرتا ہوں، بلکہ سخاوت میری فطرت ہے۔

اور میں بعض اپنے باوفا اور بہترین ہم نشین دوستوں سے یہ بات محسوس کرتا ہوں کہ وہ مجھ سے اکتا گئے ہیں تو میں ان کو دور کر دیتا ہوں)

مراجع: الاصابۃ ۳/۲۹۹، الاعلام ۵/۲۳۳-۲۳۴، الاغانی ۱/۱۳۴، البصائر والذخائر ۸/۱۱۸، خزائن الادب ۱/۱۴۳، ۱۱/۳۹۱-۳۹۳، سمط اللہ ۱/۶۸۹، ۵۰، ۷۵، ۸۷، الشعر والشعراء ۲۳، طبقات فحول الشعراء لابن سلام الحنظلی ۱۶۳، المؤلفات والاختلاف للامدی ۱۷۰، مجمع الشعراء مرزبانی ۳۴، مجمع الشعراء المختصر مین والا موئین ۴۰۱-۴۰۲، مجمع الشعراء ذاکر عقیف ۲۲

(۳۰۳)

کنانہ ابن عبدیاللیل ثقفی

کنانہ بن عبدیاللیل بن عمرو بن عمیر بن عوف بن عقدہ ثقفی۔

کنانہ مشہور شاعر ابوحنث ثقفی کے بھتیجے ہیں۔

اس بارے میں اختلاف ہے کہ کنانہ بن عبدیاللیل نے اسلام قبول کیا تھا یا نہیں۔

ابن اثیر نے اسد الغابہ (ج ۴ ص ۵۰۰ طبع دار الشعب) میں لکھا ہے: ”کنانہ بن عبدیاللیل قبیلہ ثقیف کے شرفاء میں سے تھے اور ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری دی، یہ واقعہ طائف کے محاصرہ کے بعد کا ہے، جب کہ اس سے پہلے انہوں نے عروہ بن مسعود ثقفی کو قتل کر دیا تھا، پھر انہوں نے اسلام قبول کیا، ان میں عثمان بن ابوالعاص بھی تھے۔“

ابن کثیر نے ”البدایہ والنہایہ“ میں لکھا ہے کہ کنانہ قبیلہ ثقیف کے وفد کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے، سمجھوں نے اسلام قبول کیا، لیکن کنانہ نے اسلام قبول نہیں کیا، پورے قبیلے کے مسلمان

ہونے کے بعد انہوں نے طائف کو چھوڑ دیا اور نجران کا رخ کیا، پھر وہاں سے نکل کر روم چلے گئے اور ۱۰ ہجری کے بعد حالت کفر میں ان کا وہیں انتقال ہو گیا، کنانہ نے اس بات کو گوارا نہیں کیا کہ ان کا سردار قریش کا آدمی ہو۔

لیکن اکثر مؤرخین اور راویوں کی رائے یہی ہے کہ وفد کے ساتھ کنانہ نے بھی اسلام قبول کیا، ان کے جو اشعار کتابوں میں منقول ہیں ان سے وفد کے فیصلے سے خروج کرنے کی کوئی بات نہیں ملتی، اس وفد میں ان کے والد بھی تھے اور انہوں نے بھی اسلام قبول کیا تھا۔ جب وفد قبیلہ میں آیا تو پورا کا پورا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔

ابن ہشام نے ”السيرة النبوية“ (ج ۴ ص ۳۵۸) اور ابن کثیر نے ”البدایہ والنہایہ“ (ج ۴ ص ۳۴۶) میں نقل کیا ہے کہ کنانہ نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے کعب بن مالک کے اشعار کی تردید اور جواب میں اپنی قوم پر فخر کرتے ہوئے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

مَنْ كَانَ يَغِينَا يُرِيدُ قِتَالَنَا فَإِنَّا بَدَارُ مُعَلِّمٍ لَا نُرِيْمُهَا
وَجَدْنَا بِهَا الْآبَاءَ مِنْ قَبْلِ مَا تَرَى وَكَانَتْ لَنَا أَطْوَاؤُهَا وَكُرُومُهَا
وَقَدْ جَرَّبْتَنَا قَبْلُ عَمْرُو بْنُ عَامِرٍ فَأَخْبَرَهَا ذُو رَأْيِهَا وَحَلِيمُهَا
وَقَدْ عَلِمَتْ إِنْ قَالَتْ الْحَقُّ أَنَّنَا إِذَا مَا أَتَتْ صَعْرُ الْخُدُودِ نُقِيمُهَا
لِقَوْمِهَا حِينَ يَلِينُ شَرِيْسُهَا وَيَعْرِفُ لِلْحَقِّ الْمُيِّنِ ظُلُومُهَا
عَلَيْنَا دَلَالٌ مِنْ تَرَاثٍ مُحَرَّقٍ كَلَوْنَ السَّمَاءِ زَيَّنَتْهَا نُجُومُهَا

(جو ہمارا قصد کرتا ہے اور ہم سے جنگ کرنا چاہتا ہے تو وہ جان لے کہ ہم نشان زدہ جگہ (اوپچی جگہ یعنی طائف: طائف اوپچی جگہ پر آباد ہے) سے ہٹنے والے نہیں ہیں۔

ہم نے وہاں اپنے آباء و اجداد کو اس سے پہلے پایا جب تم نے اس کو دیکھا، اور اس کے راستے اور انگور کے باغات ہمارے ہی قبضے میں تھے۔

اس سے پہلے قبیلہ عمرو ابن عامر نے ہم کو آزماد کر دیکھا ہے، چنانچہ اس قبیلے کے ذوالرأے اور عقل مند لوگوں نے اپنے قبیلے کو ہماری طاقت کے بارے میں بتا دیا۔

اگر وہ صحیح بات کہے گا تو وہ اس بات کو تسلیم کرے گا کہ اس نے اس حقیقت کو جان لیا ہے کہ جب ہمارے مقابلے میں حسد اور دشمنی میں گال پھلا کر کوئی قبیلہ آتا ہے تو ہم اس کو درست کر دیتے ہیں۔

اس کی قوم کی خاطر، جس قوم کا شریر کمزور پڑتا ہے اور سب سے بڑا ظالم حق مبین کو پہچان لیتا ہے۔ ہمارے پاس محرق کی وراثت میں ملی ہوئی چکناء، ملائم اور چمک دار زرہ ہے، آسمان کے رنگ کے مانند جس کو ستاروں نے مزین کیا ہو)

قبیلہ ثقیف زمانہ جاہلیت میں تعداد میں سب سے زیادہ تھا، اکثر شعراء طائف نے اپنے قبیلے

کی تعداد پر فخر کیا ہے، کنانہ بن عبد یلیل نے بھی اپنی قوم کی کثرت پر فخر کیا ہے۔ جمحی نے ”طبقات الشعراء“ میں کنانہ کو طائف کے شعراء میں ذکر کیا ہے، لیکن ان کے حالات اور اشعار کے بارے میں کچھ نہیں لکھا ہے۔

ابو عبید بکری نے ”معجم ما استعجم“ (ج ۱ ص ۷۸) میں کنانہ کے مندرجہ ذیل اشعار کو نقل کیا ہے، جن میں وہ طائف پر فخر کر رہے ہیں اور اس کی فضیلت کا تذکرہ کر رہے ہیں:

كَأَنَّ اللَّهَ لَمْ يُؤْثِرْ عَلَيْنَا غَدَاةَ تَجَزَّاءَ الْأَرْضِ أَفْتِسَامَا
عَرَفْنَا سَهْمَنَا فِي الْكَفِّ يَهُوَى لَدَى وَجْهِ وَقَدْ قَسَمَ السَّهْمَا
فَلَمَّا أَنْ أَبَانَ لَنَا صُطْفَيْنَا سِنَامَ الْأَرْضِ إِنَّ لَنَا سِنَامَا
أَسَافِلُهَا مَنَازِلُ كُلِّ حَيٍّ وَأَعْلَاهَا لَنَا بَلَدًا حَرَامَا

(گویا اللہ نے اس دن ہم پر کسی کو ترجیح نہیں دی، جب اس نے زمین کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے تقسیم کر دیا۔ ہم نے مقام وج کے پاس اپنے حصے کو اس کی تھیلی میں اٹھائے ہوئے پہچان لیا، جب کہ اللہ نے حصوں کو تقسیم کر دیا۔ جب اللہ نے ہمارے سامنے زمین کو رکھا تو ہم نے زمین کی کوہان کا انتخاب کیا، کیونکہ ہم عزت میں اونٹ کی کوہان کی طرح اونچے ہیں۔

اس کے نیچے تمام قبیلوں کے علاقے ہیں، اور اس کے اوپر ہمارے لیے بلد حرام ہے)

مراجع: شعراء الطائف فی الجاہلیہ والاسلام ۷۲-۷۳، ڈاکٹر محمد دیب، الاستیعاب ۲۲۶/۱، أسد الغابۃ ۴/۲۵۵، الأعلام ۵/۲۳۳، البدایہ والنہایہ ۴/۳۵۴، السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۲/۱۲۳، شعر الخضر میں ۱۸۲، ۱۹۲، ۳۶۵، طبقات فحول الشعراء لابن سلام الجحی ۲۵۹، طبقات ابن سعد ۵/۳۷۱، معجم الشعراء ۳۵۲، معجم الشعراء الخضر میں والاموئین ۲۰۲

(۳۰۴)

ابن لقیم الدجارج عبسی

حافظ نے ”کتاب الحیوان“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی مدح میں خیبر کے موقع پر اشعار کہے، جن میں سے ایک شعر یہ ہے:

رَمَيْتُ نَطَاةً مِنَ الرَّسُولِ شَهْبَاةً ذَاتَ مَذَاكِرٍ وَحِفَارِ
(میں نے رسول اللہ کی طرف سے چمک دار تیر چلائی جو بہت ہی زیادہ تیز ہے، اور اس میں دندائے بنائے گئے ہیں)

یہ اشعار سن کر نبی کریم ﷺ نے خیبر کی تمام مرغیاں ان کو عطا کی، اس وقت سے ان کو لقیم الدجارج کہا جانے لگا۔

ابو عمرو شیبانی اور مدائنی نے یہ واقعہ نقل کیا ہے۔

ابن اسحاق نے ”السیرۃ“ میں یہ واقعہ نقل کیا ہے، لیکن ان کو ابن لقیم کہا ہے۔

مراجع: الاصابۃ ۳/۳۱۲، معجم الشعراء الخضر مین والا موتین ۲۰۷-۲۰۸، السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، معجم الشعراء ذاکر عقیف ۲۳۱، مخ
المدح ۲۸۵-۲۸۷

(۳۰۵)

مازن ابن غضویہ طائی نہہانی خطامی

مازن بن غضویہ بن غراب بن بشر بن خطامہ بن سعد بن ثعلبہ بن نصر بن سعد بن أسود بن
نہہان بن عمرو بن غوث بن طائی ثم نہہانی ثم خطامی۔
ان کی ماں زینب بنت عبد اللہ ہیں۔

فاکھانی نے ”کتاب مکہ“ میں اور بیہقی نے ”الدلائل“ میں، طبرانی، ابن سکین اور ابن قانع نے
ان کے بارے میں طویل واقعہ بیان کیا ہے، اسی میں ہے کہ مازن بن غضویہ نے کہا کہ میں بتوں کو
توڑ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اسلام لے آیا، اسی واقعہ میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے لئے
دعا کی تو اللہ نے ان کے تمام شکوک کو دور کر دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے کئی حج کئے اور نصف قرآن یاد
کیا، میں نے چار شادیاں کی اور مجھے حبان بن مازن عطا ہوئے، اس واقعہ میں ہے کہ انہوں نے
رسول اللہ ﷺ کو مندرجہ ذیل اشعار سنائے:

إِلَيْكَ رَسُولَ اللَّهِ خَبْتُ مَطِيَّتِي تَجُوبُ الْفَيَافِي مِنْ عُمَانَ إِلَى الْعُرَجِ
لِتَشْفَعَ لِي يَا خَيْرَ مَنْ وَطَى الْحَصَا فَيَغْفِرَ لِي ذَنْبِي وَأَرْجِعَ بِالْفَلَجِ
(اللہ کے رسول! آپ کے پاس آنے کے لیے میں نے اپنی اونٹنی کو تیز رفتاری کے ساتھ دوڑایا، یہاں تک کہ وہ سرد
ہو گئی، وہ عمان سے مقام عرج تک بے آب و گیاہ ریگستانوں کو پار کرتی رہی۔
تاکہ آپ میری سفارش کریں، زمین کو روندنے والوں یعنی بنی نوع انسانی کے سب سے افضل شخص! تاکہ اللہ میرے
گناہ معاف کر دے اور میں مقصد میں کامیاب ہو کر لوٹوں)

مراجع: الاصابۃ ۳/۳۱۷، الاستیعاب ۳/۲۴۴، أسد الغابۃ ۴/۲۷۰، الأخبار الطوال ۱۳۸، البدایہ والنہایہ ۲/۳۱۲، ۳۱۳، شعر طی
واخبار ۵۵، مخ المدح ۲۰۷، معجم الشعراء الخضر مین والا موتین ۴۱۱، معجم الشعراء ذاکر عقیف ۲۳۲

(۳۰۶)

مالک ابن دحشم انصاری اوسی

مالک بن دحشم انصاری جنگ بدر میں شریک تھے اور انہوں نے سہیل بن عمرو کو جنگ بدر میں قید کیا تھا، ابن مندہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم نے معن بن عدی کے ساتھ ان کو مسجد خضرا جلانے کے لئے روانہ کیا۔

مرزبانی نے سہیل ابن عمرو کو قید کرنے کے سلسلے میں ان کے اشعار نقل کئے ہیں، زیر بن بکار نے بھی یہ اشعار نقل کیے ہیں، وہ کہتے ہیں:

أَسِرْتُ سُهَيْلًا وَلَكِنْ أَبْتَغِي أَسِيرًا بِهِ مِنْ جَمِيعِ الْأُمَمِ
وَحَنَدْتُ تَعْلَمُ أَنَّ الْفَتَى سُهَيْلًا فَتَاهَا إِذَا تَصَطَّلِمُ
ضَرَبْتُ بِذِي السَّيْفِ حَتَّى انْحَنَى وَأَكْرَهْتُ نَفْسِي عَلَى ذِي الْعَلَمِ
(میں نے سہیل کو قتل کیا اور میں پوری دنیا میں اس کے بدلے کسی دوسرے قیدی کی خواہش نہیں کروں گا۔)

قبیلہ خندف جانتا ہے کہ جب جنگ کے شعلے بھڑکتے ہیں تو سہیل اس کے بہادر اور سردار ہوتے ہیں۔
میں نے تلوار سے مارا، یہاں تک کہ وہ جھک گیا اور میں نے علم بردار کو گرفتار کرنے کے لیے اپنے آپ کو مجبور کیا)

مراجع: الاصابۃ ۳/۳۲۳، واقدی ۱/۱۳۳

(۳۰۷)

مالک بن عامر بن ہانی بن خفاف اشعری

مالک بہت عمر رسیدہ تھے اور وہ آپ ﷺ کے پاس اپنی قوم کے وفد کے ساتھ آئے تھے، اس سلسلے میں ان کا طویل قصیدہ ہے، جس میں انھوں نے اپنے حالات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، اس میں وہ کہتے ہیں:

أَتَيْتُ النَّبِيَّ فَبَايَعْتُهُ عَلَى مَا بِهِ غَيْرُ مُسْتَنْكَرٍ
لَهُ فَدَعَا لِي بِطُؤْلِ الْبَقَا وَبِالْبُضْعِ الطَّيِّبِ الْأَكْبَرِ
(میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور میں نے آپ سے ایسی چیز پر بیعت کی جو قابلِ مذمت اور ناپسندیدہ اور منکر)

نہیں ہے یعنی میں نے دین پر آپ سے بیعت کی جس میں بھلائی ہی بھلائی ہے۔
چنانچہ آپ نے میرے لیے درازی عمر کی دعا دی اور حسب و نسب والی شریف عورتوں سے شادی کی دعا دی)

اسی قصیدے میں مندرجہ ذیل اشعار ہیں:

وَعَمِّرْتُ حَتَّى مَلَلْتُ الْحَيَاةَ وَمَاتَ لِدَاتِي مِنَ الْأَشْعَرِ
أَتْتُ لِي سُنُونَ فَأَفْنَيْتُهَا فَصِرْتُ أَحْكُمُ لِلْمُعَمَّرِ
نَسِيتُ شَبَابِي فَأَمْضَيْتُهُ وَسِرْتُ إِلَى غَايَةِ الْمُكَبَّرِ
وَأَصْبَحْتُ فِي أُمَّةٍ وَاحِدًا أَجُولُ كَالْجَمَلِ الْأَصْدَرِ
(اور مجھے طویل عمر عطا ہوئی، یہاں تک کہ میں زندگی سے اکتا گیا اور قبیلہ اشعر کے میرے ساتھی مر گئے۔
مجھ پر سالوں سال گزرے اور میں نے ان سالوں کو برباد کر دیا، اب میں عمر رسیدہ ہو گیا ہوں۔
میں نے اپنی جوانی کو بھلایا، کیوں کہ میں اس کو ماضی میں گزار چکا اور میں بڑھاپے کی انتہا تک پہنچ گیا۔
اور میں قوم میں تنہا ہو گیا، میں گھاٹ سے واپس آنے والے اونٹ کی طرح تنہا اور اکیلا گھوم رہا ہوں)

اسی قصیدے میں انہوں نے جاہلیت کے واقعات اور اسلامی فتوحات مثلاً جنگ قادسیہ اور
حضرت علی کے ساتھ جنگ صفین میں شرکت کا تذکرہ کیا ہے، وہ قصیدے کے آخر میں کہتے ہیں:
كَأَنَّ الْفَتَى لَمْ يَعِشْ لَيْلَةً إِذَا صَارَ رَمْسًا عَلَى صُورِ
وَطُولُ بَقَاءِ الْفَتَى فِتْنَةٌ فَأَطُولُ لِعُمُرِكَ أَوْ أَقْصَرُ
(جب نوجوان کو قبرستان میں دفن کر دیا جاتا ہے تو لگتا ہے کہ اس نے دنیا میں کوئی رات گزاری ہی نہیں۔
لمبی عمر تک نوجوان کا زندہ رہنا آزمائش ہے، کیوں کہ چاہے تمہاری عمر زیادہ ہو یا کم، تم کو قبر میں جانا ہی ہے)
کہا جاتا ہے کہ انہوں نے جنگ مدائن میں سب سے پہلے نہر دجلہ پار کیا اور اس سلسلے میں ان
کا ایک رجز یہ قصیدہ بھی نقل کیا گیا ہے، ان کے بیٹے سعد عراق کے شرفاء میں سے تھے۔
مرزبانی نے مجمع الشعراء میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔

مراجع: الاصابۃ ۳/۲۲۶، البدلیۃ والتملیح ۶/۳۳۵، ۷/۷۵، ۷۵، ۷۶، ۷۷، مجمع الشعراء مرزبانی ۳۶۰، مخ المرح ۲۶۱، مجمع الشعراء الخضر مین والاموین ۴۱۶

(۳۰۸)

مالک ابن عمر و ثقفی

وٹیمہ نے کتاب الردہ میں لکھا ہے کہ ابوبکر نے ان کو اپنا سفیر بنا کر یمامہ میں مسلمہ کے پاس
بھیجا، انہوں نے وہاں جا کر بلیغ خطاب کیا، جس میں مسلمہ کو دین حق کی طرف لوٹ آنے کی دعوت
دی، مسلمہ کو بڑا غصہ آیا اور اس نے مالک کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو وہ فرار ہو کر واپس آ گئے۔

وَقَالَ لَهُ الْكُذَّابُ اِشْهَدْ بِاَنِّي رَسُولُ فَنَادَى اُنْبٰى لَسْتُ اَسْمَعُ (اور کذاب نے ان سے کہا: گواہی دو کہ میں رسول ہوں، انھوں نے بلند آواز سے کہا کہ مجھے سنائی نہیں دے رہا ہے)

(۳۰۹)

(۳۱۰)

مَا إِنْ رَأَيْتُ وَلَا سَمِعْتُ بِمِثْلِهِ
فِي النَّاسِ كُلِّهِمْ مِثْلَ مُحَمَّدٍ
وَمَتَى تَشَاءُ يُخْبِرُكَ عَمَّا فِي غَدٍ

وَإِذَا الْكُتَيْبَةُ عَرَّدَتْ أَنْ أَبْهَـأَ بِالْمَشْرِفِيِّ وَضَرْبِ كُلِّ مَهْنَدٍ
فَكَأَنَّهُ لَيْتَ عَلَى أَشْبَالِهِ وَسُطَّ الْهَبَاءُ خَادِرٌ فِي مَرْصَدٍ
(میں نے تمام لوگوں میں محمد کی طرح کسی کو نہ دیکھا ہے اور نہ کسی کے بارے میں سنا ہے۔

جب ان سے مانگا جاتا ہے تو وہ بھرپور دیتے ہیں، اور مانگ پوری کرتے ہیں اور تم جب چاہو وہ تم کو مستقبل کی باتیں بتاتے ہیں۔

جب فوج مقابلے کے لیے اپنے دانت نکالتی ہے اور فوجی نیزوں اور تلواروں سے ایک دوسرے پر حملہ کرتے ہیں۔
تو وہ اس شیر کے مانند بن جاتے ہیں جو غبار اور دھوئیں کے درمیان اپنے بچوں کی حفاظت کے لیے دشمن کی گھات میں چھپا ہوا بیٹھا ہو) مراجع: واقدی ج ۳ ص ۹۵۶

(۳۱۱)

مالک ابن مالک جن

طبرائی نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک روز حضرت ابن عباسؓ سے کہا: مجھے کوئی تعجب خیز بات بتاؤ۔ انہوں نے کہا: مجھے خرم بن فاتک اسدی نے کہا کہ میں اپنی ایک اونٹنی کی تلاش میں نکلا تو وہ اونٹنی مجھے ابرق جگہ پر ملی، یہ نبی کریم ﷺ کی بعثت کا وقت تھا۔ میں نے زمانہ جاہلیت کے رواج کے مطابق کہا: میں اس وادی کے سردار کی پناہ چاہتا ہوں۔ اچانک ایک آواز آئی جو مجھے مخاطب کر رہی تھی:
وَيَحْكُ عُذُّ بِاللَّهِ ذِي الْجَلَالِ مُنْزِلَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ
(تیرا ناس ہو! تم رب ذو الجلال کی پناہ مانگو، جو حلال اور حرام کو نازل فرمانے والا ہے)
میں نے کہا:

يَا أَيُّهَا الدَّاعِي فَمَا تَحِيلُ أُرْشِدُ عَنْكَ أَمْ تَضْلِيلُ
(اے پکارنے والے! تمھارا کیا مقصد ہے، تمھارے پاس ہدایت ہے یا گمراہی؟)
اس نے کہا:

هَذَا رَسُولُ اللَّهِ ذُو الْخَيْرَاتِ جَاءَ بِيَّاسِينَ وَحَامِيَمَاتٍ
مُحَرِّمَاتٍ وَمُحَلِّلَاتٍ بِأَمْرِنَا بِالصَّوْمِ وَبِالصَّلَاةِ
(یہ اللہ کے رسول خیر و برکات والے ہیں، وہ یاسین اور حم کی سورتیں لے آئے ہیں۔

اس میں اللہ کے حرام کردہ اور حلال کردہ امور کا تذکرہ ہے، وہ ہم کو روزے اور نماز کا حکم دیتے ہیں)

میں نے کہا: اللہ تم پر رحم کرے، تم کون ہو؟ آواز آئی: میں مالک بن مالک ہوں۔ مجھے رسول اللہ ﷺ نے اہل نجد کے جنوں کے پاس بھیجا ہے۔ پھر طبرانی نے خرم بن فاتک کے اسلام لانے کا قصہ بیان کیا ہے۔ مراجع: الاصابہ ۳/۳۳۳

(۳۱۲)

مالک ابن نمط ہمدانی ثم ارہبی

مالک بن نمط بن قیس بن مالک بن سعد بن مالک بن لای بن سلمان ہمدانی ثم ارہبی۔
ان کی کنیت ابو ثور ہے۔

ابن ہشام نے ”السیرة النبویة“ میں لکھا ہے کہ قبیلہ ہمدان کا وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، ان میں مالک بن نمط، ابو ثور ذوالمشعار، مالک بن ابیغ سلمانی اور عمیرہ بن مالک خازنی تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے جنگ تبوک سے واپسی پر ملاقات کی، مالک بن نمط رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ رجز پڑھ رہے تھے:

إِلَيْكَ جَاوَزْتُ سَوَادَ الرَّيْفِ فِي هَبَوَاتِ الصَّيْفِ وَالْخَرِيفِ
وَمُخْطَمَاتِ بَخِطَافِ اللَّيْفِ

(میں گرمی اور پت جھڑکی آندھیوں میں وسیع میدانوں کو پار کرتا ہوا آپ کے پاس آیا۔
جو آندھیاں پتوں کو اڑا کر گام دینے والی تھیں یعنی اتنی تیز ہوئیں چل رہی تھیں کہ پتے اڑ کر ہمارے اور اونٹوں کے سامنے چلنے میں رکاوٹ ڈال رہے تھے)

آپ ﷺ سے ان لوگوں نے بہت سی فصیح اور اچھی باتیں کیں، آپ ﷺ نے ان کے لئے ایک خط لکھ کر دیا اور اس میں ان کو مانگی ہوئی جاگیر عطا کی اور مالک بن نمط کو ان کا امیر بنایا اور ان کی قوم کے مسلمانوں کا ذمہ دار بنایا اور ان کو قبیلہ ثقیف کے خلاف جنگ کرنے کا حکم دیا، قبیلہ ثقیف کا جو بھی شخص نکلتا وہ اس پر حملہ کرتے۔ مالک بن نمط بہترین شاعر تھے۔ مندرجہ ذیل اشعار ان ہی کے ہیں:

ذَكَرْتُ رَسُولَ اللَّهِ فِي فَحْمَةِ الدُّجَى وَنَحْنُ بِأَعْلَى رَحْرَحَانَ وَصَلَدِ
حَلَفْتُ بِرَبِّ الرَّاقِصَاتِ إِنِّي مَنِي صَوَادِرُ بِالرُّكْبَانِ مِنْ هَضْبِ قِرْدِدِ
بِأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ فِينَا مُصَدِّقُ رَسُولٍ أَتَى مِنْ عِنْدِ ذِي الْعُرْشِ مُهْتَدِ
وَمَا حَمَلْتُ نَاقَةً فَوْقَ رَحْلِهَا أَشَدُّ عَلَى أَعْدَائِهِ مِنْ مُحَمَّدِ
وَأَعْطَى إِذَا مَا طَالَبَ الْعُرْفُ جَاءَهُ وَأَمْضَى بِحَدِّ الْمَشْرِفِ الْمُهْنَدِ

(میں نے اللہ کے رسول کو رات کی گھٹاؤپ تاریکی میں یاد کیا جب کہ ہم رحرحان اور صلد د کے اوپری علاقے میں تھے۔
میں نے منی کی طرف تیز رفتاری کے ساتھ جانے والی اونٹنیوں کے رب کی قسم کھائی، جو سواروں کو قرد کے ٹیلوں سے اتار رہی تھی۔

کہ اللہ کے رسول کی ہم نے تصدیق کی، وہ رب ذوالعرش کی طرف سے ہدایت دینے والے پیامبر بن کر آئے ہیں۔ کسی اونٹنی نے اپنے کجاوے پر محمد ﷺ سے زیادہ دشمنوں کے خلاف بہادر اور مضبوط شخص کو نہیں اٹھایا ہے۔ جب بھی کوئی آپ کے پاس آیا اور آپ سے بھلائی کا مطالبہ کیا تو آپ نے اس کو دیا اور تیز ہندوستانی تلوار کی دھار سے مدد کر کے اس کی ضرورت پوری کی)

مراجعت: الاصابۃ ۳/۳۳۶، الاستیعاب ۳/۳۵۸، الأعلام ۵/۲۶۷، الروض الأنف ۷/۴۲۳، سیرۃ ابن ہشام ۱/۷۹، صبح الأعشی للعلانی ۲/۲۴۵، طبقات ابن سعد ۲/۱۰۴، عیون الأثر ۲۴۵-۲۴۶، معجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۲۳۷، نہایت العرب ۱۸/۸-۱۰، معجم الشعراء المختصر مین والا موبین ۳۱۸-۳۱۹، مخ المذبح ۲۹۴

(۳۱۳)

مالک ابن نوریہ تمیمی یربوعی

مالک بن نوریہ بن حمزہ بن شداد بن عبد بن ثعلبہ بن یربوع تمیمی یربوعی۔

ان کی کنیت ابو حظلہ اور لقب جفول ہے۔

مرزبانی نے ”معجم الشعراء“ میں لکھا ہے کہ وہ شریف، شاعر اور زمانہ جاہلیت میں بنو یربوع کے گئے چنے شہسواروں اور شرفاء میں سے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو اپنی قوم کے صدقات کی وصولیابی کا ذمہ دار بنایا تھا۔ جب ان کو نبی کریم ﷺ کی وفات کی خبر ملی تو انہوں نے جمع کردہ زکوٰۃ کو مدینہ روانہ نہیں کیا بلکہ اس کو روک رکھا اور اپنی قوم میں تقسیم کر دیا، اسی سلسلے میں ان کے مندرجہ ذیل اشعار ہیں:

فَقُلْتُ خُذُوا أَمْوَالَكُمْ غَيْرَ خَائِفٍ وَلَا نَاطِرٍ فِيمَا يَجِيءُ مِنَ الْغَدِ
فَإِنْ قَامَ بِالْذِّينِ الْمَحُوقُ قَائِمٌ أَطَعْنَا وَقُلْنَا لِلذِّينِ دِينَ مُحَمَّدٍ

(چٹاں چہ میں نے کہا: گھبراؤ نہیں، اپنا مال لو، کل کے بارے میں نہ سوچو کہ کیا ہوگا؟)

اگر ختم والے دین کو لے کر کوئی کھڑا ہو جائے تو ہم اس کی اطاعت کریں گے اور کہیں گے کہ محمد کا دین ہی ہمارا دین ہے) ابن سعد نے واقدی سے روایت کیا ہے کہ خالد بن ولید جب مرتدین کے ساتھ جنگ سے فارغ ہوئے تو ضرار بن ازور اسدی کو حکم دیا کہ وہ مالک بن نوریہ کو قتل کرے، انہوں نے مالک کو قتل کیا۔ پھر خالد نے ان کی بیوی کو اپنے پاس رکھا، ان کے بھائی متمم بن نوریہ حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور اپنے بھائی کا مرثیہ پڑھا اور ان کے خون اور ان کے گھر والوں کو قید کرنے کے سلسلے میں اللہ کا حوالہ دیا تو ابوبکر نے قیدیوں کو واپس کر دیا۔ سیف بن عمر نے ”کتاب الردۃ“ اور ”الفتوح“ میں

ان کا واقعہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، طبری نے بھی یہ واقعہ نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ خالد بن ولید جب بطاح آئے تو اپنی فوجوں کو ہر طرف پھیلایا، فوج نے مالک ابن نویرہ اور ان کے چند لوگوں کو گرفتار کیا، گرفتار کرنے والوں میں اختلاف ہوا کہ انہوں نے اذان دی ہے یا نہیں۔ ابو قتادہ نے گواہی دی کہ انہوں نے اذان دی ہے اور انہوں نے نماز پڑھی ہے، خالد نے ان کو قید کر کے رکھا، پھر منادی کو آواز دینے کے لئے کہا کہ اپنے قیدیوں کو گرمی پہنچاؤ۔ یہ قتل کرنے کا کورڈ ورڈ تھا۔ چنانچہ ان سبھوں کو قتل کیا گیا۔ (مالک بن نویرہ کے مرتد ہونے اور نہ ہونے کے سلسلہ میں اختلاف ہے، ساندھی قطوم نے ایک تحقیقی کتاب ”اولئک مبرؤون“ کے نام سے لکھی ہے جس کا ترجمہ فدوی نے ”وہ بری ہیں“ کے نام سے کیا ہے، جس میں مصنف نے ان کے مرتد ہونے کے سلسلہ میں پختہ دلائل دیے ہیں اور خالد رضی اللہ عنہ کو ان کے مسلمان ہوتے ہوئے قتل کرنے کے الزام سے بری الذمہ قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھا جائے ۲۹۸ تا ۱۱۳)

مرزبانی نے لکھا ہے کہ مالک کے بہت سے بہترین اشعار ہیں، ان میں سے بعض مندرجہ ذیل اشعار ہیں، جو انہوں نے عتبہ بن حرث بن شہاب یربوعی کے مرثیہ میں کہے:

فَخَرَّتْ بَنُو أَسَدٍ بِمَقْتَلٍ وَاحِدٍ صَدَقْتُ بَنُو أَسَدٍ عُتْبَةَ أَفْضَلَ
مَحْجُورًا لِمَقْتَلِهِ وَلَا تَوَفَّى بِهِ مُثْنَى سُرَاتِهِمُ الَّذِينَ يُقْتَلُ

(صرف ایک فرد یعنی بہترین اور افضل شخص عتبہ کے قتل سے بنو اسد کا پورا قبیلہ منہ کے بل گر گیا، بنو اسد نے سچ کہا یعنی بنو اسد میں ان کی حیثیت اتنی بڑی تھی کہ ان کے انتقال پر پورا قبیلہ متاثر ہو گیا اور اس کا حق بھی تھا۔

ثنی، عتبہ کا وعدہ پورا کرنے کے لیے ان سرداروں سے جنگ نہیں کر رہے ہیں جو ان کے قتل پر ٹال مٹول کر رہے ہیں)

مراجع: الاصابۃ ۳/۳۳۶-۳۳۷، الاعلام ۵/۲۶۷، اعلام النبیین ۲/۴۷۲-۴۷۳، الاغانی ۱۳/۳۳۳-۳۳۴، الاغانی ۱۵/۲۸۸-۳۰۰، الاغانی ۱۸۵/۳، البدایہ والنہایہ ۴/۳۱۳، البصائر والذخائر ۳/۱۱۷، تاریخ الادب العربی بلاشیر ۲/۸۲، خزائنہ الادب ۲/۲۳-۲۷، دیوان الشعر العربی ۱/۱۸۱، سمط اللہی ۳۳۷، الشعر والشعراء ۳۴۴، طبقات فحول الشعراء لابن سلام النحوی ۱۴۹، ۲۰۳، ۲۰۹، ۴۳۰، فوات الوفيات ۳/۲۳۳-۲۳۶، الموفات والمؤتلف والمختلف للامدی ۱۹۴، مجمل الشعراء مرزبانی ۳۶۰، مجمل الشعراء الخضر مین والا موتین ۴۱۹-۴۲۰، مجمل الشعراء ذاکر عقیف ۲۳۶، مجمل شعر اللسان ۳۶۶، مخ المذبح ۲۹۷، وفیات الاعیان) آپ کا دیوان مطبعۃ الارشاد بغداد سے ۱۹۶۸ء کو شائع ہوا ہے جس پر اب تمام صفار نے تحقیقی کام کیا ہے۔

(۳۱۴)

ثنی ابن حارثہ ربعی شیبانی

ثنی بن حارثہ بن سلمہ بن ضمضمہ بن سعد بن مرہ بن ذہل بن سنان ربعی شیبانی۔ عمرو بن شیبہ نے نقل کیا ہے کہ ثنی بن حارثہ سوار پر پیدل ہی حملہ کرتے تھے۔ ان کے کارناموں

کی خبر حضرت ابوبکر کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا: یہ کون شخص ہے جس کے کارنامے اس کے نسب سے واقفیت سے پہلے ہم تک پہنچ رہے ہیں (حضرت ابوبکر انساب کے سب سے بڑے ماہر تھے) پھر وہ ابوبکر کے پاس آئے اور کہا: اللہ کے رسول کے خلیفہ! مجھے میری قوم کے پاس بھیج دیجئے، کیوں کہ ان میں اسلام پھیلا ہے، میں ان کے ساتھ مل کر ایرانیوں سے جنگ کروں گا اور دشمنوں کو قتل کروں گا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر نے ان کو ارسال کیا، شنی عراق آئے اور جنگ شروع کی، اہل سواد اور ایرانیوں پر حملہ کیا اور اپنے بھائی مسعود کو ابوبکر کے پاس کمک کی درخواست کے لئے بھیج دیا، حضرت ابوبکر نے خالد بن ولید کو بطور کمک فوج دے کر روانہ کیا۔ یہیں سے عراق کی فتوحات کی ابتدا ہوئی۔

سیف بن عمرو، طبری اور بلاذری وغیرہ نے فتوحات اسلامی کے واقعات میں ان کے بہت سے کارنامے اور واقعات نقل کئے ہیں۔

ثابت نے ”دلائل“ میں لکھا ہے کہ حضرت عمران کو ”مؤمر نفسہ“ کہا کرتے تھے۔
ابو عمر نے لکھا ہے کہ شنی ابن حارثہ ۹ ہجری کو نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور اسلام قبول کیا۔
سراج نے نقل کیا ہے کہ ان کی وفات جنگ قادسیہ سے پہلے ۱۴ھ کو ہوئی، جب ان کی بیوی سلمیٰ بنت جعفر سے بیوہ ہوئیں تو سعد بن ابوقاص نے ان سے شادی کی۔

مرزبانی نے کہا ہے کہ شنی مخضرم شاعر ہیں، مندرجہ ذیل اشعار ان ہی کے ہیں:
سَأَلُوا الْبَقِيَّةَ وَالرَّمَا حَ تَنُوشُهُمْ شَرَقِي الْأَسِنَّةِ وَالنُّحُورُ مِنَ الدَّمِ
فَتَرَكْتُ فِي نَقْعِ الْعَجَاجَةِ مِنْهُمْ جَزَا لِسَاعَتِهِ وَنَسَرَ قَشْعَمِ
(انہوں نے بقیہ سے پوچھا، جب کہ نیزے ان کو نوچ رہے تھے، خون سے نیزے اور سینے چمک رہے تھے۔
چناں چہ میں نے ان میں سے بہت سوں کو شور و غل اور دھوئیں میں کٹا ہوا چھوڑ دیا اور قتم کے گدھ کی غذا بنا دیا)
مراجعہ: الاصابہ ۳/۳۴۱-۳۴۲، البدایہ والنہایہ ۳/۱۴۱-۱۴۲، الضائع ۱۱۹، معجم الشعراء ڈاکٹر عقیف ۲۴۰، معجم الشعراء الخضر مین والاً موبین ۴۲۶

(۳۱۵)

مجاہد ابن مرارہ حنفی یمامی

مجاہد بن مرارہ بن سلمیٰ بن زید بن عبید بن ثعلبہ بن یربوع بن ثعلبہ بن دؤل بن حنیفہ حنفی یمامی۔
مجاہد بنو حنیفہ کے سرداروں میں سے تھے، انہوں نے اسلام قبول کیا اور رسول اللہ ﷺ کی ملاقات

کیلئے مدینہ آئے۔

ابن حبان نے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے جاگیر طلب کی تو آپ نے ان کو جاگیر عطا کی۔ وہ بلخ اور حکیم تھے۔ مجاہد جنگ یمامہ میں قید کئے گئے تو ساریہ بن عمرو خنی نے خالد بن ولید سے کہا: اگر یمامہ والوں سے تمہیں کوئی ضرورت ہے تو ان کو زندہ رکھو۔ چنانچہ خالد نے ان کو ابوبکر صدیق کے پاس روانہ کیا۔ اس سلسلے میں بنو حنیفہ کا ایک شاعر کہتا ہے:

وَمَجَاعُ الْيَمَامَةِ قَدْ أَتَانَا يُخْبِرُنَا لِمَا قَالَ الرَّسُولُ
فَأَعْطَيْنَا الْمَقَادَةَ وَاسْتَقَمْنَا وَكَانَ الْمَرْءُ يَسْمَعُ مَا يَقُولُ
(قبیلہ یمامہ سے تعلق رکھنے والے مجاہد نامی آدمی ہمارے پاس رسول کی باتوں کو پہنچاتے ہوئے آئے۔

چنانچہ ہم اس کے تابع بن گئے، اور راہ استقامت پر آگئے اور ہم میں سے ہر ایک آدمی ان کی باتیں سن رہا تھا) اس سلسلے میں مجاہد نے خود اپنے بارے میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

أَتَرَى خَالِدًا يَقْتُلُنَا الْيَوْمَ مَبْذُوبِ الْأَصْغَرِ الْكَذَّابِ
لَمْ نَدْعُ مِلَّةَ النَّبِيِّ وَلَا نَحْـ نُرْجِعُنَا فِيهَا عَلَى الْأَعْقَابِ
(کیا تم خالد کو دیکھ رہے ہو کہ وہ ہم کو ذلیل اور جھوٹے شخص کے گناہ کے بدلے قتل کر رہے ہیں۔

ہم نے نبی کی ملت کو نہیں چھوڑا ہے اور نہ ہم دین کو چھوڑ کر پیچھے ہٹے ہیں)

زبیر نے نقل کیا ہے کہ خالد نے مجاہد کی ایک دختر کے ساتھ اس وقت شادی کی۔

مرزبانی نے بیان کیا ہے کہ مجاہد معاویہ کی خلافت تک زندہ رہے۔ انھوں نے مجاہد کے مندرجہ ذیل

اشعار نقل کیے ہیں:

تَعَذَّرْتُ لِمَا لَمْ تَجِدْ لَكَ عِلَّةً مَعَاوِيَ إِنَّ الْإِعْتِذَارَ مِنَ الْبُخْلِ
وَلَا سِيَّمَا إِنْ كَانَ مِنْ غَيْرِ عُسْرَةٍ وَلَا بُغْضَةٍ كَانَتْ عَلَيَّ وَلَا ذَحَلِ
(معاویہ! کسی عذر کے بغیر تم نے معذرت کی، معذرت بخل اور کنجوسی کا ایک طریقہ ہے۔

خصوصاً اس وقت جب مالدار کی طرف سے معذرت کی جائے، نہ آپ کی مجھ سے کوئی دشمنی ہے اور نہ کوئی انتقام باقی ہے)

مراجع: الاصابہ ۳/۳۴۲-۳۴۳، الاستیعاب ۳/۳۸۴، أسد الغابہ ۵/۶۱-۶۲، بحیہ المجالس ۱/۳۳۲، مجمع الشعر اداءً لکثر عیاف ۲۴۰، مخ المرح ۳۱۳، مجمع الشعر اداءً لکثر عیاف ۲۴۰، دیوان بنو بکر میں ان کے اشعار صفحہ ۳۵ پر ہے۔

(۳۱۶)

مجیفہ ابن نعمان عتکی ازدی

مجیفہ قبیلہ ازد کے شاعر تھے، رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن عاص کو اس قبیلہ کا ذمہ دار

بنایا تھا، جب آپ ﷺ کا انتقال ہوا اور عرب مرتد ہونے لگے تو عمرو بن عاص کو اندیشہ ہوا کہ قبیلہ ازد کے لوگ بھی مرتد ہو جائیں گے، چنانچہ انہوں نے مدینہ واپس ہونے کی ان لوگوں سے اجازت مانگی تو مجیہ نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

يَا عَمْرُو إِنَّ كَانَ النَّبِيَّ مُحَمَّدٌ قَدْ أَتَى بِهِ الْأَمْرُ الَّذِي لَا يُدْفَعُ
فَقَلُّوْ بُنَاتِ رَحَى وَمَاءُ دُمُوعِنَا جَارٍ وَأَعْنَاقُ الْبَرِيَّةِ خُصْعُ
يَا عَمْرُو إِنَّ حَيَاتَهُ كَوَفَاتِهِ فِينَا وَنَنْظُرُ مَا يَقُولُ وَنَسْمَعُ
فَأَقِمْ فَاِنَّكَ لَا تَخَافُ رُجُوعَنَا يَا عَمْرُو ذَاكَ هُوَ الْأَعَزُّ الْأَمْنَعُ

(اے عمرو! اگر اللہ کے نبی محمد پر وہ چیز طاری ہو چکی ہے جو لوٹائی نہیں جاسکتی یعنی آپ وفات پا گئے ہیں۔

تو ہمارے دل چکی کی طرح تیزی کے ساتھ دھڑک رہے ہیں اور ہمارے آنسو مسلسل جاری ہیں اور تمام انسانوں کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں۔

عمرو! آپ کی زندگی آپ کی وفات کی طرح ہی ہے، وہ اب بھی ہم میں موجود ہیں اور ہم آپ کی چیزیں دیکھ رہے ہیں اور آپ کی باتیں سن رہے ہیں۔

چناں چہ تم ہمارے ساتھ ہی رہو، ہمارے مرتد ہونے کا خوف اور اندیشہ نہ کرو، عمرو! وہ ناقابل شکست اور بہادر ہے (وثیمہ نے ”کتاب الردۃ“ میں ابن اسحاق کے حوالے سے ان کا تذکرہ کیا ہے۔

مراجع: الاصابۃ ۳/۳۳۵، ۴/۴۶۳، الاعلام ۵/۲۸۰، معجم الشعراء، عقیف ۲۳۰، ۲۳۲، معجم الشعراء، الجضر میں والاً موبین ۴۲۷، مخ المرح ۳۱۱-۳۱۴)

(۳۱۷)

محبیہ

کعب ابن اشرف کے قتل کے واقعہ میں واقندی نے محبیہ کا بھی تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ ابن سنینہ قبیلہ بنو حارثہ کا یہودی تھا، اور وہ حویصہ بن مسعود کا حلیف تھا، جس نے بعد میں اسلام قبول کیا، محبیہ نے ابن سنینہ پر حملہ کر کے قتل کر دیا تو حویصہ نے محبیہ کو مارنا شروع کیا، وہ اس سے عمر رسیدہ تھے اور کہنے لگے: اللہ کے دشمن! کیا تم نے اس کو قتل کیا؟ اللہ کی قسم! تمہارے پیٹ کی چربی بھی اسی کے مال سے بنی ہے، محبیہ نے کہا: اللہ کی قسم! اگر وہ ذات جس نے مجھے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے، اگر وہ مجھے تمہیں قتل کرنے کا حکم دیتے تو میں تم کو بھی قتل کر دیتا۔ انھوں نے کہا: اگر محمد تم کو میرا قتل کرنے کا حکم دیتے تو تم میرا

بھی قتل کر دیتے؟ انھوں نے کہا: جی ہاں۔ حویصہ نے کہا: اللہ کی قسم! تمھارا دین اس حد تک پہنچا ہوا تو یہ بڑا عجیب دین ہے۔ پھر حویصہ نے اسلام قبول کیا، اس پر حویصہ نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

يَلُومُ ابْنُ أُمِّی لَوْ أُمِرْتُ بِقَتْلِهِ لَطَبَقْتُ ذِفْرَاهُ بِأَبْيَضٍ قَاضِبٍ
حُسَامٍ كَلَوْنِ الْمَلْحِ أَخْلَصُ صَقْلُهُ مِیْنِی مَا أَصَوَّبُهُ فَلَيْسَ بِكَاذِبٍ
وَمَا سُرَّ لِي أَنِّي قَتَلْتُكَ طَائِعًا وَلَوْ أَنَّ لِي مَا بَيْنَ بَصْرَى وَمَارِبٍ

(میرا بھائی میری اس بات پر میری ملامت کر رہا ہے کہ اگر مجھے اس کے قتل کا حکم دیا جاتا تو میں تیرے تلوار سے اس کے کان کی کچھلی دو ہڈیوں کو کاٹ دیتا یعنی گردن اڑا دیتا۔

وہ تلوار فیصلہ کن کاٹنے والی ہے کہ اس کا رنگ نمک کی طرح سفید ہے، جس کو میں نے پوری طرح صیقل کیا ہے، جب میں اس کو اپنے قبضہ میں لیتا ہوں تو وہ وار خطا نہیں کرتی۔

اور مجھے اس بات کی خوشی نہیں ہے کہ تم کو مطیع و فرمان بردار ہو کر قتل کروں، چاہے اس کے بدلے مجھے بصری اور مارب کے درمیان کی حکومت دی جائے)

مراجع: واقدی ۱/۱۹۱-۱۹۲

(۳۱۸)

محمد ابن اسلم ابن بحرہ انصاری خزر جی

مرزبانی نے لکھا ہے کہ محمد بن اسلم انصاری نے ”حرہ کی جنگ“ کے موقع پر یہ اشعار کہے:

وَإِنْ تَقْتُلُونَا يَوْمَ حَرَّةٍ وَاقِمِ فَنَحْنُ عَلَى الْإِسْلَامِ أَوَّلَ مَنْ قَتَلَ
وَنَحْنُ تَرَكْنَاكُمْ بِبَدْرٍ أَذِلَّةً وَأَبْنَا بِأَسْلَابٍ لَنَا مِنْكُمْ بَتَلٌ

(اگر تم ”حرہ کی جنگ“ میں ہمارے خلاف جنگ کرو گے تو ہم اسلام میں سب سے پہلے قتل کرنے والے ہیں۔

ہم نے تم کو بدر میں ذلیل و خوار بنا کر چھوڑ دیا اور ہم مال غنیمت لے کر واپس ہوئے جب کہ تم میں سے بہت سے لوگ قتل کیے ہوئے تھے)

صفدی نے مندرجہ ذیل شعر کا اضافہ کیا ہے:

فَإِنْ يَنْجُ مِنْهَا عَايِدُ الْكَيْبِ سَالِمًا فَمَا لَنَا مِنْكُمْ وَإِنْ شَفْنَا جَلَلٌ

(اگر اس جنگ سے بیت اللہ کی پناہ لینے والا صحیح سالم بچ کر نکل گیا تو ہم نے تم کو جتنا نقصان پہنچایا ہے وہ بہت ہے،

ہم کو اس سے بڑی تسلی ملی ہے)

مراجع: الاصابۃ ۳/۴۵۱، الوافی بالوفیات ۲/۲۰۴، الضائع ۱۲۰، معجم الشعراء عقیف ۲۴۲، معجم الشعراء المختصر میں والی موئین ۳۳۳

(۳۱۹)

مخارق ابن شہاب ابن قیس تمیمی

مخارق کا تعلق بنو جندب بن عنبر بن تمیم سے ہے۔

مرزبانی نے دعبل ابن علی سے نقل کیا ہے کہ وہ اسلامی شاعر ہیں اور ان کے والد بھی شاعر ہیں۔ بنو بکر بن وائل زمانہ جاہلیت میں بنو ضبہ پر حملہ کر کے ان کی اونٹیوں کو لے گئے تو انہوں نے مخارق بن شہاب کو مدد کے لئے پکارا، انہوں نے اپنی قوم کی دہائی پر لبیک کہا، ان کے ساتھ بنو عدی بن جندب بن عنبر بن تمیم کے ایک شخص وردان بھی تھے۔ انہوں نے بنو بکر بن وائل کے ساتھ لڑائی کی اور اونٹ واپس لیے، اسی سلسلے میں مخارق کہتے ہیں:

حَمِيْتُ خُزَاعِيًّا وَ أَفْنَاهُ بَارِقٌ
وَوَرْدَانُ يَحْمِي عَنْ عَدِيٍّ بَنِ جُنْدَبٍ
سَتَعْرِفُهَا وَلَدَانُ ضَبَّةٍ كُلُّهَا
بِأَعْيَانِهَا مَرْدُودَةٌ لَمْ تَغَيَّبْ
(میں نے قبیلہ خزاعہ کی حفاظت کی جب کہ بنو بکر کے حملوں نے اس کو برباد کر دیا اور وردان، عدی ابن حاتم کی حفاظت کر رہے تھے۔
قبیلہ ضبہ کی بعد والی پوری نسل اس کو جان لے گی، اور اس بات کو بھی جان لے گی کہ اس قبیلے کے سردار شکست کھا گئے تھے)

مراجع: الاصابۃ ۳/۳۵۵

(۳۲۰)

مذعور ابن عدی عجلی

مذعور ملک شام میں جنگ یرموک اور عراق کی فتوحات میں شریک ہوئے۔

سیف بن عمر نے ان کا تذکرہ کیا ہے کہ جب خالد بن ولید یمامہ سے نکلے تو ثنی بن حارثہ، مذعور بن عدی عجلی، حرملہ بن مریط حنظلی اور سلمی بن قیس حنظلی کو آگے بھیجا۔ ثنی اور مذعور نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تھے اور آپ کی صحبت میں چند دن رہے تھے۔ حرملہ اور سلمی مہاجرین میں سے ہیں، وہ سب حضرت ابوبکر صدیق کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔

سیف نے نقل کیا ہے کہ جب ثنی بن حارثہ اور مذعور حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور ایرانیوں کے خلاف جنگ کرنے کی اجازت طلب کی اور کہا کہ ہماری قوم میں سے جو بھی ہمارے ساتھ آکر ملیں

گے ہم ان کی قیادت کریں گے، تو حضرت ابوبکر نے ان کو جنگ کی اجازت دی، مذکور نے بکر بن وائل اور ضبیہ وغیرہ قبائل کے چار ہزار افراد پر مشتمل لشکر جمع کیا اور جفان اور فارق پر قبضہ کیا۔ اسی سلسلے میں مذکور کہتے ہیں:

غَلَبْنَا عَلَى جَفَانَ مَيْدًا وَسَجِيَّةً إِلَى النَّخْلَاتِ الشُّحْقِ فَوْقَ النَّمَارِقِ
وَأَنَا لَنَرْجُو أَنْ تَجُولَ خِيُولُنَا بِشَاطِئِ الْفُرَاتِ بِالسِّيُوفِ الْبَوَارِقِ
(ہم طاقت ور قبیلوں میدان اور سحیہ پر غالب آ گئے، اور ہم نے نمارق کے اوپری علاقے کے وسیع نخلستانوں تک قبضہ کر لیا۔
اور ہمیں امید ہے کہ ہمارے گھوڑے تیز کاٹنے والی تلواروں کو لے کر نہر فرات کے کناروں تک چلے جائیں گے)

مراجع: الاصابہ ۳/۳۷۶

(۳۲۱)

مرار ابن سلامہ عجمی

ابو بشر آمدی نے لکھا ہے کہ مرار خضرم شاعر ہیں۔

مرزبانی نے بھی معجم الشعراء میں ان کا تذکرہ کیا ہے، لیکن یہ نہیں کہا ہے کہ انہوں نے اسلام قبول کیا، بلکہ یوم ذی قار کے سلسلے میں ان کے اشعار نقل کیے ہیں:

أَسْرَنَا مِنْهُمْ تَسْعِينَ كَهْلًا نَقُودُهُمْ عَلَى وَضَحِ الطَّرِيقِ
وَجَالُوا كَالْبِغَالِ فَأَسْلَمُونَا إِلَى خَيْلِ مُسَوِّمَةٍ وَنُوقِ
(ہم نے ان میں سے نوے (۹۰) تجربہ کار لوگوں کو گرفتار کیا اور ان کو شاہراہ پر کھینچتے ہوئے لانے لگے۔
اور وہ خچروں کی طرح چلے اور انھوں نے عمدہ گھوڑے اور اونٹ ہمارے حوالے کیے)

مراجع: الاصابہ ۳/۴۶۵، الاعلام ۷/۲۰۰، تاریخ الادب العربی بلائیر ۳/۴۳۹، خزائن الادب ۳/۴۳۹، ۵/۲۶۵، المؤلف والمختلف للآمدی ۶/۱، معجم الشعراء مرزبانی ۴۰۹، معجم الشعراء الخضر مین والا موبین ۴۴۲، معجم الشعراء عقیف ۲۴۵

(۳۲۲)

مرہ ابن صابر یشکری

وٹیمہ نے مرہ ابن صابر یشکری کا تذکرہ اپنی کتاب میں کیا ہے اور لکھا ہے کہ ان کے والد بنو یشکر کے سردار تھے، جب ان کی قوم فتنہ ارتداد میں مرتد ہو گئی تو وہ اسلام پر ثابت قدم رہے۔ انہوں نے مسیلہ کذاب کے سامنے طویل خطاب کیا، جس میں اس کے نبوت کے دعویٰ کا انکار کیا۔ اسی طرح

انہوں نے یمامہ والوں میں بلیغ اور پر جوش خطاب کیا۔ لیکن ان کی قوم نے بات نہیں مانی، پھر انہوں نے اپنی قوم کا ساتھ چھوڑ دیا اور خالد بن ولید کو اشعار لکھ کر بھیجے، ان میں سے چند اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

يَا ابْنَ الْوَلَيْدِ بْنِ الْمُغِيرَةِ إِنِّي أَبْرَأُ إِلَيْكَ مِنَ الْجُحُودِ الْكَافِرِ
أَعْنِي مُسَيِّمَةَ الْكَذُوبِ فَإِنَّهُ وَاللَّهِ أَشَامُ صُحْبَتِهِ مِنْ نَاشِرِ

(اے خالد ابن ولید ابن مغیرہ! میں نافرمان کافر سے تمہارے پاس اپنی براءت کرتا ہوں۔

میری مراد مسیلمہ کذاب سے ہے، اللہ کی قسم! وہ اپنے ساتھیوں میں سب سے بڑا منحوس ہے، جو نحوست پھیلا رہا ہے) پھر وہ حضرت خالد کے ساتھ آ کر ملے، اور انہوں نے مرتدین کے خلاف جنگوں میں شرکت کی۔

مراجع: الاصابۃ ۳/۴۶۶

(۳۲۳)

مرہ ابن رافع فزاری

مرزبانی نے ”معجم الشعراء“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ مرہ مخضرم شاعر ہیں، وہ مشہور شاعر سالم بن دارہ کی بہو میں اشعار کہا کرتے تھے۔ بنو بدر کی ایک عورت کے سلسلے میں ان کے اشعار ملتے ہیں جو ان کی بیوی تھی اور انہوں نے اس کو طلاق دیا تھا، اسی عورت کی وجہ سے ان کے درمیان اور سالم کے درمیان دشمنی ہوئی تھی۔

مراجع: الاصابۃ ۳/۴۶۶

(۳۲۴)

مزداد بن ضرار غطفانی ثعلبی

مزداد بن ضرار بن سنان بن عمر بن حجاج بن بجالہ غطفانی ثعلبی۔

ان کا نام یزید ہے اور مزداد ان کا لقب ہے، مندرجہ ذیل شعر کی وجہ سے ان کا لقب مزداد پڑا:

فَقُلْتُ تَزَرَّدَهَا غَبِيْدُ فَإِنِّي لِرَزْدِ الشُّيُوخِ فِي الشَّبَابِ مُزَرَّدُ

(میں نے اس سے کہا: اس کا گلا گھونٹ دو، کیوں کہ میں نو جوانی میں بوڑھوں کا گلا گھونٹنے کا ماہر ہوں)

مزداد، مشہور شاعر شام کے بھائی ہیں۔

ابو عمر نے لکھا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے اشعار سنائے، جن

میں سے بعض اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

تَعْلَمُ رَسُولُ اللَّهِ لَمْ أَرِ مِثْلَهُمْ أَحَنَّ عَلَيَّ الْأَذْنَى وَأَقْرَبَ لِلْفَضْلِ
تَعْلَمُ رَسُولُ اللَّهِ أَنَا كَأَنَّا أَفْنَا بِأَنْمَارٍ ثَعَالِبَ ذِي غَسَلٍ
(اللہ کے رسول! آپ جانتے ہیں کہ میں نے ان لوگوں کی طرح کسی چھوٹے پرحد سے زیادہ مہربان نہیں دیکھا، اور ان سے بڑھ کر سخاوت کے لیے تیار کسی کو نہیں دیا۔)

اللہ کے رسول! آپ جانتے ہیں کہ ہم گناہوں سے پاک قبیلہ انمار ثعالب سے آئے ہیں (عسکری نے ”باب من أدرك النبي ﷺ من الشعراء“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔
مرزبانی نے لکھا ہے کہ ان کی کنیت ابوضرار ہے اور ایک قول کے مطابق ان کی کنیت ابو الحسن ہے۔
مزدشامخ کے بڑے بھائی ہیں، ان کے بہت سے مشہور اشعار ہیں، وہ ہجو گو شاعر تھے، انہوں نے قسم کھائی تھی کہ جو بھی مہمان ان کے پاس آئے گا، وہ اس کی ہجو کریں گے، پھر ان کو اسلام کی دولت نصیب ہوئی۔

مندرجہ ذیل اشعار اور قصیدہ ان ہی کا ہے، قصیدے کا مطلع ہے:

صحا القلب عن سلمى وقل العواذل

اسی قصیدے میں وہ کہتے ہیں:

وَقَدْ عَلِمُوا فِي سَالِفِ الدَّهْرِ أَنِّي مَعِينٌ إِذَا جَدَّ الْخَوَاءُ وَنَائِلُ
رَعْمَتُمْ لَمَنْ فَارَقْتَهُ بِأَوَابِدٍ يُعَانُ بِهِ السَّارِي وَتُحْدِي الرُّوَاحِلُ
(وہ اس بات سے واقف ہیں کہ میں ماضی میں اس وقت بھی سخاوت کرتا تھا اور دوسروں کی مدد کرتا تھا جب سخت ترین خط سالی ہوتی تھی۔)

جس کو تم نے صحراء میں چھوڑ دیا ہے، اس کے بارے میں تمہارا دعویٰ ہے کہ اس کے ذریعے مسافر کی مدد کی جاتی ہے اور قافلوں کی حدی خوانی کی جاتی ہے)

ابن سکیت نے مرزد کا مندرجہ ذیل شعر نقل کیا ہے:

تَنْزَلَتْ مِنْ شَتَمِ الرِّجَالِ بِتَوْبَةٍ إِلَى اللَّهِ مَنِ لَا يَبْنَادِي وَلِيدَهَا

(میں نے لوگوں کو گالی دینا چھوڑ دیا اور اللہ کے حضور ایسی توبہ کی جس طرح کی توبہ نہیں کی جاتی)

مراجع: الاصابۃ ۳/۳۸۵، الاعلام ۷/۲۱۰-۲۱۱، الاغانی ۲/۱۵۸، ۹/۱۸۵، ۱۸۸، ألقاب الشعراء ۳۰۸، تاریخ الأدب العربي بروکلمان ۱/۱۷۰، تاریخ الأدب العربي تالینو ۱۱، تاریخ الأدب العربي بلاشیر ۲/۹۵، خزائن الأدب للبغدادی ۲/۱۱۷، دیوان الأدب ۲/۱۲، ۳۷۰-۳۷۲، دیوان الشعر العربي ۱/۴۶۶، سمط اللآلی ۱/۸۳، الشعر والشعراء ۳۲۱-۳۲۹، طبقات فحول الشعراء لابن سلام الحمصی ۱۰۵، مجمع الشعراء مرزبانی ۴۹۶، مخ المرح ۳۱۰، ۳۳۲، مجمع الشعراء المختصر مین والا موبین ۴۴۹-۴۵۰

(۳۲۵)

مسافع ابن عیاض قرشی تہمی

مسافع بن عیاض بن صخر بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ قرشی تہمی۔

زبیر بن بکار نے کہا ہے کہ وہ شاعر تھے، انہوں نے حضرت حسان کی ہجو میں اشعار کہے ہیں، اس کے جواب میں حسان نے ان کی ہجو کی ہے، من جملہ ان میں سے ایک شعر یہ ہے:

يَا آلَ تَيْمٍ اَلَا تَنْهَوْنَ جَاهِلَكُمْ قَبْلَ الْقِدَافِ بِصُمِّ كَالْجَلَامِيْدِ
(اے قبیلہ تیم والو! تم اپنے جاہل شخص کو چٹانوں کے مانند مضبوط فرد سے ٹکرانے سے پہلے نہیں روکو گے؟)

مرزبانی نے لکھا ہے کہ مسافع مشہور شاعر ہیں، مسافع نے اپنے اشعار میں حسان کی ہجو کی تو انہوں نے جواب میں چند اشعار کہے، پہلا شعر نقل کرنے کے بعد مرزبانی نے مندرجہ ذیل شعر نقل کیا ہے:

وَلَكِنْ سَأَصْرِفُهَا عَنْكُمْ وَأَعْدِلُهَا لَطَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ ذِي الْجُودِ
(لیکن یہ مصیبت تم سے ہٹاؤں گا اور اس کے بدلے لختی و فیاض طلحہ ابن عبید اللہ کی سخاوت سے لطف اندوز کروں گا)

مراجع: الاصابۃ ۳/۳۸۶-۳۸۷، أسد الغابۃ ۴/۳۵۳، الأعلام ۷/۲۱۳، الأغانی ۷/۶۲-۶۴، معجم الشعراء الخضر مین والا موتین ۴۵۱

(۳۲۶)

مسافع ابن عقبہ غطفانی

مسافع بن عقبہ بن شریح بن یربوع غطفانی۔

شریح کا لقب ”دارۃ القمر“ تھا، کیوں کہ وہ بہت ہی زیادہ خوبصورت تھے۔

مرزبانی نے ”معجم الشعراء“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے کہ مسافع خضرم شاعر ہیں، وہ مشہور شاعر سالم بن دارہ کے والد ہیں، جب عثمان نے سالم کو بنو فزارہ کی ہجو کے جرم میں قید کیا اور قید میں ہی سالم کا انتقال ہوا تو مسافع نے یہ شعر کہا:

جَزَانِي اللَّهُ مِنْ عُثْمَانَ أَنِّي إِذَا أَدْعُو عَلَى خَصْمٍ جَزَانِي
(عثمان کی طرف سے اللہ مجھے اس بات کا بہترین بدلہ دے کہ جب میں ان کو اپنے دشمن کے خلاف بلاتا ہوں تو وہ مجھے بہترین بدلہ دیتے ہیں یعنی بلیک کہتے ہیں اور میری مدد کے لیے دوڑے آتے ہیں)

مراجع: الاصابۃ ۳/۴۶۷

(۳۲۷)

مسروق ابن حجر ابن سعید کندی

مرزبانی نے ”مجم الشعر“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ مختصر شاعر ہیں اور ان کا مندرجہ ذیل شعر نقل کیا ہے:

أَلَا مَن مَّبْلَغُ عَنِّي شُعَيْبًا أَكُلَّ الدَّهْرَ عَزَّكَمُ جَدِيدُ
(سن لو! میری طرف سے شعیب کو کون پیغام پہنچائے گا کہ کیا عمر بھر تم پر ہر نئی چیز گراں ہوگی)

مراجع: الاصابۃ ۳/۴۶۹، مجمع الشعراء مرزبانی ۴۷۰، مجمع الشعراء الخضر مین والاموتین ۴۵۳، مجمع الشعراء ڈاکٹر عقیف ۲۵۰

(۳۲۸)

مسروق ابن ذوالحرث ہمدانی ثم ارجبی

وٹیمہ نے کتاب الردۃ میں مسروق ابن ذوالحرث کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ جب ابن ذوالعشائر ہمدانی کو (جو اپنے علاقے کے بادشاہ تھے) یہ خبر ملی کہ ان کی قوم مرتد ہونے کا ارادہ رکھتی ہے تو انہوں نے اپنی قوم میں خطاب کیا اور اسلام پر جیسے رہنے کی ترغیب دی، اس وقت مسروق بن ذوالحرث ہمدانی کھڑے ہو گئے اور کہا: بادشاہ سلامت! آپ کی قوم میں سے آپ کے بارے میں قریش کو خبر میرا جیسا ہی آدمی پہنچا سکتا ہے، چنانچہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ کے پاس ارسال کیجئے۔ انہوں نے مسروق کو بھیجا، مدینہ جا کر انہوں نے حضرت ابوبکر سے کہا: رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! میرے پیچھے ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کی خاطر اسلام قبول کیا ہے، لوگوں کے لئے نہیں، انہوں نے طویل تقریر کی اور حضرت ابوبکر کو اشعار سنائے، جن میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں:

كُلُّ أَمْرٍ وَإِنْ تَعَاظَمَ مِنِّي الصَّبُّ رُعْلِيهِ سِوَى النَّبِيِّ دَقِيقُ
أَيُّهَا الْقَائِمُ الْمُعَصَّبُ بِالْأَمْرِ لَأَنْتَ الْمُصَدِّقُ الصِّدِّيقُ
إِنْ ذَا الْأَمْرِ فَيَكُكُمْ فَخْذُهُ نَمَّ قُودُوا إِلَى النَّجَاةِ وَسَوْفُوا

(ہر معاملہ گرچہ اس کے لیے مجھے حد سے زیادہ صبر کرنا پڑا ہو، وہ بہت ہلکا ہے، سوائے نبی کریم ﷺ کی جدائی کے۔ اے خلافت کا بار اٹھانے والے! آپ تصدیق کرنے والے اور سچے ہیں۔)

اپنے میں سے معاملہ فہم شخص کو تھا مو، پھر نجات کی طرف بڑھوا اور اس کی طرف چلو)
مراجع: الاصابۃ ۳/۲۶۹، شعر ہمدان ۳۷۷، معجم الشعراء الخضر مین والا موئین ۲۵۴، معجم الشعراء عقیف ۲۵۰

(۳۲۹)

مسعود ابن معتب تحبیبی

مرزبانی نے معجم الشعراء میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ مسعود ابن معتب مخضرم شاعر ہیں، مرزبانی نے ان کا مندرجہ ذیل شعر بھی نقل کیا ہے:

وَهُمُ الْمَوْتُ لَا يُغَادِرُونَ حَيًّا حَيْثُ كَانُوا هُنَاكَ إِلَّا أَبْرُوا
 (وہ موت ہیں، وہ جہاں بھی جاتے ہیں وہاں کسی زندہ کو نہیں چھوڑتے، بلکہ ان کو ہلاک اور برباد کر دیتے ہیں)

مراجع: الاصابۃ ۳/۲۷۰، الاغانی ۲۲/۲۸، ۷۳، ۷۸، البدایۃ والنہایۃ ۲/۱۵۸، معجم الشعراء الخضر مین والا موئین ۲۵۵، معجم الشعراء مرزبانی ۳۷۶، معجم الشعراء عقیف ۲۵۰

(۳۳۰)

مسلم ابن عیاض محاربی

مرزبانی نے معجم الشعراء میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ ان کو ”ابن الراسبیۃ“ کہا جاتا تھا، ان کے والد نے جنگ قادسیہ میں شرکت کی، مندرجہ ذیل شعر ان کے والد کا ہے:

وَزَوَّجْتُهَا مِنْ جُنْدٍ سَعْدٍ فَأَصْبَحَتْ يُطِيفُ بِهَا وَلَدَانُ بَكْرٍ بِنِ وَالِدِ
 (اور میں نے اس کے ساتھ سعد کے لشکر میں شادی کی، آج اس کی یہ حالت ہو گئی ہے کہ بکر ابن والد کی اولاد اس کے آس پاس گھوم رہی ہیں، یعنی اس کی لاتعداد اولاد ہو گئی ہیں)

یہاں سعد سے مراد سعد بن ابو وقاص ہیں۔

مسلم اپنے والد کی طرح شاعر تھے، انہوں نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

بَنِي عَمَّنَا لَا تَظْلِمُوا فَإِنَّا إِذَا مَا ظَلَمْنَا لَا نُقِرُّ لِمَ ظَلَمْنَا
 فَإِنْ تَدْعُوا فِيمَا مَضَى أَوْ تَبْخُلُوا مَكَارِمَنَا نَخْلِفُ سِوَاهَا مَكَارِمًا
 وَقَدْ نَا فَبَا يَعْنَا الرُّسُولَ عَلَيْكُمْ وَسَنَّا الْأُمُورَ احْتَمَلْنَا الْعِظَامَا
 (میرے بچا زاد بھائیو! تم ظلم نہ کرو، جب ہم پر ظلم کیا جاتا ہے تو ہم ظلم کو برداشت نہیں کرتے ہیں۔)

اگر تم ماضی کی باتوں کو یاد کرو، یا ہمارے کارناموں کے تذکرے میں بخل کرو تو کوئی فرق نہیں ہے، کیوں کہ بعد میں ان کے علاوہ دوسرے کارناموں کو ہم نے انجام دیا ہے۔

ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور ہم نے تمہارے خلاف اللہ کے رسول کے ہاتھوں پر بیعت کی اور ہم نے عظیم کارناموں کو انجام دیا اور اس کے لیے تکلیفوں کو برداشت کیا)

مراجع: الاصابۃ ۳/۲۹۷، الضائع ۱۲۳، معجم الشعراء المحضرين والا مؤیدین ۲۵۷، معجم الشعراء عقیف ۲۰۸، ۲۵۱

(۳۳۱)

مسلمہ ابن ہار ان حمدانی

رشاطی نے لکھا ہے کہ مسلم فتح مکہ کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور اپنے اشعار میں آپ ﷺ

کی تعریف کی:

حَلَفْتُ بِرَبِّ الرَّاقِصَاتِ إِلَىٰ مِنِي طَوَالِعَ مِنْ بَيْنِ الْقَصِيْمَةِ بِالرَّكْبِ
بَأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ فِينَا مُحَمَّدًا لَهُ الرَّأْسُ وَالْقَامُوسُ مِنْ سَلْفِي كَعْبِ
أَتَانَا بِبُرْهَانٍ مِنَ اللَّهِ قَابَسِ أَضَاءَ بِهِ الرَّحْمَانُ مِنْ ظُلْمَةِ الْكَرْبِ
أَعَزَّ بِهِ الْأَنْصَارُ لَمَّا تَقَارَنْتُ صُدُورُ الْعَوَالِي فِي الْحَنَارِسِ وَالضَّرْبِ
(میں نے منی کی طرف تیز رفتاری کے ساتھ چلنے والی اونٹنیوں کے رب کی قسم کھائی، جو قسمیہ سے قافلہ لے کر نمودار ہو رہی ہیں۔

قسم کھائی کہ اللہ کے رسول محمد ہم میں ہیں، ان ہی کے لیے سرداری ہے اور ان ہی کو قبیلہ کعب کے اسلاف کی سخاوت ملی ہے جو سمندر کی طرح بہتی ہے۔

وہ ہمارے پاس اللہ کی طرف سے روشن دلیل لے کر آئے، جس کے ذریعے رحمان نے تاریک رات جیسی مصیبتوں کو دور کیا۔

جب لمبے نیزوں کے پھل بہادروں کے سینوں میں گڑھ گئے اور تلواروں کے وار شروع ہو گئے تو اللہ نے آپ کے ذریعے انصار کو معزز اور ناقابل شکست بنا دیا)

مرزبانی نے بھی ان کا تذکرہ کیا ہے اور یہ اشعار نقل کیے ہیں۔

مراجع: الاصابۃ ۳/۳۹۹

(۳۳۲)

مسہر ابن نعمان (مقاس عاندی)

مسہر ابن نعمان، بن عمرو بن ربیع بن تمیم بن حرث بن مالک بن عبید بن خزیمہ بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن عابدہ قرشی۔
مرزبانی نے مجمع الشعراء میں مسہر ابن نعمان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ مسہر خضرم شاعر ہیں،
اور ان کے مندرجہ ذیل اشعار نقل کیے ہیں:

لِكُلِّ اُنَاسٍ سُلَّمٌ يَّرْتَقِيْ بِهٖ وَلَيْسَ اِلَيْنَا فِي السَّلَامِ مَطْلَعُ
وَيَنْفَرُ مِنْ اَكْلِ وَحْشٍ وَيَنْتَمِيْ اِلَى وَحْشِنَا وَحْشِي الْبِلَادِ فَيَرْتَعُ
(ہر قبیلے کے پاس ایک سیڑھی رہتی ہے جس سے وہ بلندیوں پر چڑھتا ہے اور ہمارے پاس ایسی سیڑھیاں ہیں جن کا کوئی نقطہ آغاز
نہیں ہے۔

ہر جنگلی درندہ ہم سے دور بھاگتا ہے، اور اپنے علاقے کا سب سے بڑا جنگلی درندہ ہمارے جنگلی درندے کے ساتھ مل کر
چرتا ہے)

ان کو مقاس عاندی بھی کہا جاتا ہے۔

مراجع: الاصابۃ ۳/۴۷۷، الاعلام ۷/۲۲۵، الاصحیات ۱۳، الحیوان ۷/۱۴۸، انزاع الادب للبغدادی ۳/۸۱، سطر اللؤلؤ ۱/۲۱۲،
شرح المفصلیات ۶۰۸-۶۱۱، المونلف والمختلف للامدی ۹، مجمع الشعراء مرزبانی ۴۰۴، مجمع الشعراء عقیف ۲۵۹، مجمع الشعراء الخضر مین
والاموین ۴۷۱-۴۷۲، مجمع شعراء اللسان ۴۰۳

(۳۳۳)

معاذ ابن یزید ابن صعق عامری

وٹیمہ نے کتاب الردۃ میں ان کا تذکرہ کیا ہے کہ وہ اپنی قوم کے بااثر شخص تھے، جب ان کی
قوم نے مرتد ہونے کا ارادہ کیا تو اپنی قوم کو جمع کر کے انھوں نے خطاب کیا اور بڑی دیر تک گفتگو کی،
ان کو اسلام میں دوبارہ داخل ہونے کی ترغیب دی اور ارتداد کی شناعیت بیان کی، انہوں نے کہا:
ہوازن والو! تم نے اسلام میں پانچ مرتبہ غلطی کی، اللہ کا واسطہ دے کر میں تم سے کہتا ہوں کہ تم اسی کی
طرف لوٹ جاؤ، جہاں سے نکلے ہو یعنی دوبارہ اسلام لے آؤ، یا بدر کے مقتولین کی طرح تمہاری بھی

شامت آئے گی۔ قبیلے والوں نے ان کی بات نہیں مانی، انہوں نے اپنے اہل و عیال اور اپنی بات ماننے والوں کو لے کر سفر کیا، اسی سلسلے میں وہ کہتے ہیں:

بَنِي عَامِرٍ أَيْنَ الْفِرَارُ مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ لَا يُغْلَبُ
مَنْعْتُمْ فَرَائِضَ أَمْوَالِكُمْ وَتَرَكُ صَلَاتِكُمْ أَعْجَبُ
وَكَذَبْتُمْ الْحَقَّ فِيمَا آتَى وَإِنَّ الْمُكَذِبَ لِلْأَكْذَبِ
(بنو عامر! کہاں فرار کی جگہ ہے؟ اللہ سے بھاگ کر کہاں جاؤ گے؟ جس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔
تم نے اپنے مال کا حق یعنی زکوٰۃ دینے سے انکار کیا اور تمہارا نماز چھوڑنا تو سب سے بڑی تعجب خیز بات ہے۔
تم نے محمد کے لائے ہوئے حق کو جھٹلایا، جھٹلانے والا سب سے بڑا جھوٹا ہے)

مراجع: الاصابۃ ۳/۴۷۲-۴۷۳

(۳۳۴)

معاویہ ابن ابوربیع جرمی

محمد بن معلیٰ ازدی نے ”کتاب الترحیص“ میں لکھا ہے کہ ایک کنویں کے سلسلے میں بنو جرم اور بنو جعدہ کا آپس میں جھگڑا ہوا تو نبی کریم ﷺ نے بنو جرم کے حق میں فیصلہ دیا، اس پر ان کے ایک شاعر نے مندرجہ ذیل اشعار کہے، جن کا نام معاویہ بن ابوربیع تھا:

وَإِنِّي أَخُو جَرْمٍ كَمَا قَدْ عَلِمْتُمْ إِذَا اجْتَمَعَتْ عِنْدَ النَّبِيِّ الْمَجَامِعُ
فَإِنْ أَنْتُمْ لَمْ تَقْنَعُوا بِقَضَائِهِ فَإِنِّي بِمَا قَالَ النَّبِيُّ لِقَانِعُ
(میں قبیلہ جرم کا ایک فرد ہوں، جیسا کہ تم جانتے ہی ہو، جب نبی کریم ﷺ کے پاس قبیلے جمع ہو گئے۔
اگر تم لوگ حضور کے فیصلے پر راضی نہیں ہو تو میں نبی کے فیصلے پر مطمئن ہوں)

مراجع: الاصابۃ ۳/۴۱۲

(۳۳۵)

معاویہ ابن جعفر نخعی

معاویہ بن جعفر بن قرط بن عبد یغوث بن کعب نخعی۔

مرزبانی نے معجم الشعراء میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ مخضرم شاعر ہیں اور معاویہ کا مندرجہ ذیل شعر نقل کیا ہے:

لَنَحْنُ تَرْكُنَا فِي مَجَرِّ جِيَادِنَا سِنَانَا وَأَعْيَانَا عَلَيْهِ مَدَامِعُ
(ہم نے اپنے گھوڑوں کی رومیں بہادروں اور سرداروں کو قتل کر کے چھوڑ دیا، جس میں خون کی نہریں ہیں)
ایک قول یہ ہے کہ یہ ابن دارہ کے نام سے مشہور تھے۔

مراجع: الاصابۃ ۳/۴۷۳، الضائع ۱۲۳، معجم الشعراء عقیف ۲۵۴، معجم الشعراء الخضر مین والا موئین ۴۶۳

(۳۳۶)

معبد خزاہی

ابو عمر نے ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ جنگ احد میں مسلمانوں کی شکست کے بعد ابوسفیان کو مدینہ واپس ہو کر حملہ کرنے سے انہوں نے روکا، اس واقعہ کو ابن اسحاق نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے جب کہ رسول اللہ ﷺ حراء الاسد پہنچے تو معبد خزاہی کا گزر وہاں سے ہوا، اس وقت ابوسفیان اپنے لشکر کے ساتھ احد سے واپس ہو چکا تھا اور روحاء پہنچ گیا تھا، جب وہ مقام روحاء پہنچے تو ان کو مسلمانوں کا خاتمہ کیے بغیر واپس آنے پر افسوس ہوا، انہوں نے کہا: ہم نے ان کے قائدین اور سرداروں کو تقریباً پالیا تھا، پھر ہم ان کی بیخ کنی کرنے سے پہلے ہی لوٹ آئے، اسی وقت ابوسفیان نے معبد خزاہی کو دیکھا، معبد اس سے پہلے احد سے واپس آنے کے بعد نبی کریم ﷺ سے ملے تھے، اس وقت وہ مشرک تھے، پھر اس کی ملاقات ابوسفیان سے ہوئی تو ابوسفیان نے پوچھا: معبد! تمہارے پیچھے کیا خبر ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے محمد کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں کی بہت بڑی جمعیت کے ساتھ تمہاری تلاش میں نکلے ہیں، وہ سب تم سے انتقام لینے کے لیے تڑپ رہے ہیں اور انتقام کی آگ میں جل رہے ہیں، جتنے بھی مسلمان جنگ سے پیچھے رہ گئے تھے، وہ سب جمع ہو گئے ہیں اور ان سبھوں میں تمہارے خلاف اتنی سخت دشمنی ہے کہ اس طرح کی دشمنی میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ ابوسفیان نے کہا: تم کیا کہہ رہے ہو، سوچ سمجھ کر بتاؤ۔ انہوں نے کہا: تم خود ہی گھوڑے پر سوار ہو کر دیکھو، تمہیں گھوڑوں کی پیشانیاں نظر آئیں گی، میں نے جو دیکھا ہے، اس سلسلے میں چند اشعار کہنے پر مجبور ہو گیا ہوں:

كَادَتْ تُهْدِي مِنَ الْأَصْوَاتِ رَاحِلَتِي إِذْ سَأَلْتُ الْأَرْضَ بِالْجُرْدِ الْأَمَائِلِ
تَعْدُو بِأَسْدٍ كَرَامٍ لَا تَنَابِيلُ عَبْدُ اللَّقَاءِ وَلَا مِيلُ مَعَاذِيلِ
فَقُلْتُ وَيْلَ ابْنِ حَرْبٍ مِنْ لِقَائِهِمْ إِذَا تَغَطَّمَتِ الْبُطْحَاءُ بِالْجَيْلِ
(مسلمانوں کے لشکر کی آوازوں کی وجہ سے قریب تھا کہ میری سواری ڈھیر ہو جائے، پوری زمین بہترین اور عمدہ نسل کے گھوڑوں کی ٹکڑیوں سے بہہ گئی ہے۔)

زمین بہادر اور باعزت شیروں سے لرزہ ہے، وہ بزدل اور کوتاہ نہیں ہیں، وہ جنگ کے خوگر اور دھنی ہیں اور وہ ہتھیاروں سے لیس ہیں۔

میں نے کہا: ابن حرب! ان کے خلاف جنگ میں بربادی ہے، جب بطحاء کی سرزمین ان لوگوں سے لرز جائے گی (معبذ خزاعی کی باتوں سے ابوسفیان کا مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ بدل گیا اور وہ اپنے لشکر کے ساتھ واپس چلا گیا، معبذ اپنی قوم کے سردار تھے۔ مراجع: الاصابۃ ۳/۴۲۲، واقدی ۱/۳۳۸-۳۳۹)

(۳۳۷)

معقل ابن خویلد خزاعی (سہمی)

معقل بن خویلد بن وائل بن عمرو بن عبد یالیل ہذلی۔
رشاطی نے لکھا ہے کہ معقل شاعر تھے اور ان کے والد عبد المطلب کے ساتھ ابرہہ کے پاس گئے تھے۔

ابن قانع اور ابن مندہ نے روایت کیا ہے کہ ابوسفیان اور معقل بن خویلد کے درمیان جھگڑا تھا، معقل اپنی قوم کے سربراہ اور وہ لوگوں میں سے تھے، انہوں نے قریش کے ایک آدمی کا مال چھینا تھا، نبی کریم نے ان سے فرمایا: ”قریش کی نکر لینے سے باز رہو“۔
مرزبانی نے مجمع الشعراء میں لکھا ہے کہ معقل مخضرم شاعر ہیں، وہ اپنی قوم کے سردار تھے، انہوں نے زمانہ جاہلیت میں خالد بن زہیر کی ہجو کی تو خالد نے جواب میں معقل کی ہجو کی، پھر ابو ذؤیب نے ان دونوں کے درمیان صلح کرائی۔

مراجع: الاصابۃ ۳/۴۲۵، الا مای ۳۰، الخب ۴/۲۱۳، ۵/۵۷، دیوان الہذلیین ۶۵-۷۱، سمط اللآلی ۴/۱۷، الشعر والشعراء ۶۶۵،
مجمع الشعراء مرزبانی ۶۷۷، مجمع الشعراء المخضرمین والامویین ۴۶۷-۴۶۸، مجمع الشعراء عقیف ۲۵۷، مجمع شعراء اللسان ۳۹۸)

(۳۳۸)

معن ابن اوس مرزی

معن بن اوس بن نصر بن زیاد بن اسعد بن تخیم بن ربیعہ بن عدی بن ثعلبہ بن ذؤیب بن سعد بن عدی بن عثمان بن عمرو بن اذ بن طابخہ مرزی۔

معن ابن اوس مشہور شاعر ہیں، ابوالفرج اصبہانی نے لکھا ہے کہ معن بڑے شاعر ہیں، ان کا شمار عہد جاہلی اور عہد اسلامی کے بڑے شعراء میں ہوتا ہے، انہوں نے عبداللہ بن جحش وغیرہ کی مدح میں اشعار کہے ہیں، وہ حضرت عمر کے پاس مدد طلب کرنے کے لیے آئے اور ان کو اپنا ایک قصیدہ سنایا، جس کا مطلع ہے:

تَأْوَبَهُ طَيْفٌ بِذَاتِ الْحَوَائِمِ فَنَامَ رَفِيقَاهُ وَلَيْسَ بِنَائِمِ

(اس کو ذات الحوائم کی یاد آئی، اس کے ساتھی تو سو گئے لیکن وہ سو نہیں سکا)

ان کو لمبی عمر عطا ہوئی، اور وہ ابن زبیر کے پاس آئے اور ان سے عطیات دینے کی درخواست کی، لیکن ابن زبیر نے ان کو کچھ نہیں دیا، اس پر انہوں نے کہا: اللہ اس اونٹنی پر لعنت کرے جو مجھے آپ کے پاس لے آئی ہے۔ ابن زبیر نے کہا: اگر ایسا ہے تو سوار پر بھی لعنت ہو۔

مشہور لابی قصیدہ ان ہی کا ہے جس کا مطلع ہے:

لَعَمْرِي لَا أَذْرِي وَإِنِّي لَا أَجِلُ عَلَى أَيْنَا تَعْدُو الْمَنِيَّةُ أَوَّلُ

إِذَا أَنْتَ لَمْ تُنْصِفْ أَخَاكَ وَجَدْتَهُ عَلَى طَرَفِ الْهَجْرَانِ إِنْ كَانَ يَعْقِلُ

إِذَا انْصَرَفَتْ نَفْسِي عَنِ الشَّيْءِ لَمْ تَكُنْ لِشَيْءٍ إِلَيْهِ آخِرَ الدَّهْرِ تَعْدِلُ

(میری زندگی کی قسم! میں نہیں جانتا، لیکن میں خوف زدہ ہوں کہ ہم میں سے کس پر موت پہلے حملہ کرے گی۔ اگر تم اپنے بھائی کے ساتھ انصاف نہیں کرو گے تو تم دیکھو گے کہ وہ تم سے قطع تعلقی کے قریب ہے، اگر وہ عقل مند ہے، یعنی اگر وہ عقل مند ہے تو تم سے قطع تعلقی کر لے گا۔

جب میرا دل کسی چیز سے ہٹ جائے تو پھر زندگی بھر اس پر میرا دل نہیں آتا)

ابن عسا کر نے کہا ہے کہ حضرت معاویہ ان کو تمام شعراء پر فوقیت دیتے تھے، اور کہتے تھے: جاہلی شعراء میں سب سے بڑے شاعر زہیر بن ابولسمیٰ اور عہد اسلام میں سب سے بڑے شاعر ان کے بیٹے کعب اور معن ابن اوس ہیں۔

مراجع: الاصابہ ۳/۵۷، الاعلام ۷/۳۷۳، الاغانی ۸/۲۲۱، ۸/۱۲، ۸۰-۶۸، الا مالی لقتالی ۲/۱۰۲-۱۰۳، الہدایہ والنهایہ ۹/۱۰۸، تاریخ الأدب العربی بروکلمان ۱/۷۳، تاریخ الأدب العربی بلاشیر ۲/۱۵۲، تاریخ الأدب العربی زیدان ۱/۱۵۸، خزائنہ الأدب ۷/۲۶۰-۲۶۳، الشعر والشعراء ۲۳۸، عیون الأخبار ۳، ۱۸، الکامل ۲/۲۱۱، مجمع الشعراء مرزبانی ۳۹۹، مجمع الشعراء الخضر مین والموئین ۳۶۸-۳۶۹) آپ کا دیوان بغداد سے ۱۹۷۷ء کو شائع ہوا ہے جس پر حاتم ضامن نے تحقیق کی ہے۔

(۳۳۹)

معیہ ابن حمام مری

مرزبانی نے معیہ کے ان اشعار کو نقل کیا ہے، جن میں انہوں نے اپنے بھائی کا مرثیہ کیا ہے:

وَمَنْ لَا يُنَادِي بِالْهَضِيمَةِ جَارُهُ إِذْ أَسْلَمَ الْجَارُ الْأَلِيفُ الْمُوَ اكِلُ
فَمَنْ وَبِمَنْ يَسْتَدْفِعُ الضَّرَّ بَعْدَهُ وَقَدْ صَمَمَتْ فِينَا الْخُطُوبُ النَّوَازِلُ
(نا انصافی کے وقت اس کا پڑوسی کس کو نہیں پکارے گا، جب کہ مانوس اور اس پر تکیہ کرنے والا پڑوسی اب امن و امان کے ساتھ ہے
اس کے بعد کون تکلیفوں کو دور کرے گا اور کس کے ذریعے مصیبتوں کو دور کیا جائے گا، حالاں کہ سخت ترین مصیبتوں
نے ہم پر اپنے پنجے گاڑ لیے ہیں)
ان کے بھائی حصین بن حمام ہیں۔

مراجع: الاصابۃ ۳/۴۷۵-۴۷۶

(۳۴۰)

مغیرہ ابن اخنس ابن شریق ثقفی

مغیرہ بن زہرہ کے حلیف تھے۔ ابو عمر نے صحابہ میں ان کا شمار کیا ہے۔ زبیر بن بکار نے
”الموفقیات“ میں لکھا ہے کہ مغیرہ بن اخنس نے زبیر بن عوام کی ہجو کی تو منذر بن زبیر نے ان پر حملہ
کیا اور ان کے پیر کو زخمی کر دیا۔ یہ خبر حضرت عثمان کو معلوم ہوئی تو وہ غصہ ہو گئے اور انہوں نے خطاب
کیا۔ مرزبانی نے مجسم الشعراء میں نقل کیا ہے کہ مغیرہ بن اخنس یوم الدار میں حضرت عثمان کے ساتھ
شہید ہوئے۔ مندرجہ ذیل شعر ان ہی کا ہے۔

لَا عَهْدَ لِيْ بِغَارَةِ مِثْلِ السَّيْلِ لَا يَنْتَهِي عَذَارُهَا حَتَّى اللَّيْلِ
(میرا کوئی واسطہ نہیں ہے سیلاب کے مانند حملے سے، جس کی تباہیاں رات تک نہیں رکے گی)

مراجع: الاصابۃ ۳/۴۳۱

(۳۴۱)

مغیرہ ابن شعبہ ثقفی

مغیرہ بن شعبہ کی پیدائش ہجرت سے بیس سال قبل طائف میں ہوئی، انہوں نے اپنی قوم سے
پہلے اسلام قبول کیا، وہ عرب کے ذہین، قائدین اور اصحاب الرائے لوگوں میں شمار ہوتے تھے، وہ اپنی
ذہانت اور بہترین رائے کی وجہ سے مشہور تھے۔ ان کا نام ہی ”مغیرۃ الرأی“ تھا، رسول اللہ ﷺ نے ان
کو لات بت ڈھانے کی ذمہ داری دی تھی، موصوف آپ کے ساتھ صلح حدیبیہ اور اس کے بعد کے تمام

غزوات میں شریک رہے۔

ابوالفرج اصہبانی نے ان کے بہت سے واقعات کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کو اہل نجیر کی طرف بھیجا تھا، نجیر یمن میں ایک قلعہ تھا جس میں مرتدین تھے، انہوں نے جنگ یمامہ اور فتوحات شام میں شرکت کی، وہ کانے ہو گئے تھے، جنگ یرموک میں ان کی ایک آنکھ چلی گئی تھی، وہ سعد بن ابوقاص کے ساتھ جنگ قادسیہ میں بھی شریک ہوئے، جب سعد نے رستم کے ساتھ سفارت شروع کرنے کا ارادہ کیا تو انہیں مغیرہ سے زیادہ چالاک کوئی دوسرا نظر نہیں آیا، چنانچہ ان کو رستم کے پاس سفیر بنا کر بھیجا، وہ جنگ ہونے تک دونوں کے درمیان سفارت کا کام انجام دیتے رہے۔

عمر بن خطاب نے ان کو متعدد دریا ستوں کا گورنر بنایا، ان میں بصرہ بھی ہے، بصرہ کی گورنری کے زمانے میں مسلمانوں نے بہت سے معرکوں میں ایرانیوں کو شکست دی، پھر حضرت عمر نے بصرہ کی گورنری سے ان کو معزول کیا اور کوفہ کا گورنر بنایا، حضرت عثمان نے بھی ان کو کوفہ کا گورنر باقی رکھا پھر معزول کر دیا۔ جب انہوں نے معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کی تو ان کو دوبارہ کوفہ کا گورنر بنایا گیا، پھر وہ وفات تک کوفہ کے گورنر رہے، ان کی وفات ۵۰ ہجری میں ہوئی۔

ابوالفرج اصہبانی نے ”اغانی“ میں مندرجہ ذیل اشعار نقل کیے ہیں:

أَدْرَكْتُ مَا مَنَيْتِ نَفْسِي خَالِيَا لِّلَّهِ دَرُكٌ يَا بَنَةَ النُّعْمَانِ
إِنِّي لِحَلْفِكَ بِالصَّلِيبِ مُصَدِّقٌ وَالصُّلْبُ أَصْدَقُ حِلْفَةِ الرَّهْبَانِ
وَلَقَدْ رَدَدْتُ عَلَى الْمُغِيرَةِ ذَهْنَهُ إِنَّ الْمُلُوكَ بِطَيْئَةِ الْإِذْعَانِ
يَا هِنْدُ حَسْبَكَ قَدْ صَدَقْتَ فَأَمْسِكِي وَالصِّدْقُ خَيْرُ مَقَالَةِ الْإِنْسَانِ
(تم نے میرے دل کو جو آرزو اور لالچ دلائی تھی اس کو میں نے خالی پایا، تم کتنی عجیب ہو، اے بنتِ نعمان۔
میں تمہارے صلیب کی قسم کھانے کی تصدیق کرتا ہوں، اور صلیب کی قسم پادریوں کی سب سے سچی قسم ہے۔
اور میں نے مغیرہ کو اس کی عقل واپس کر دی یعنی اس کو میری بات سمجھا دی، بادشاہ بہت دیر میں جھکتے ہیں۔
ہندہ! بس کرو، تم نے سچ کہا ہے، چناں چہ اب بس کرو، سچائی انسان کی سب سے بہترین بات ہے)

مغیرہ نے حضرت علی بن ابوطالب کو اس کا مشورہ دیا تھا کہ معاویہ کو شام کا گورنر باقی رکھا جائے، لیکن حضرت علی نے ان کی بات نہیں مانی تو مغیرہ بن شعبہ نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

نَصَحْتُ عَلِيًّا فِي ابْنِ هِنْدٍ نَصِيحَةً فَرَدَّ فَلَمْ يَسْمَعْ لَهُ الدَّهْرُ تَائِيَةً
وَقُلْتُ لَهُ أَرْسِلْ إِلَيْهِ بَعْدَهُ عَلَى الشَّامِ حَتَّى يَسْتَقَرَّ مَعَاوِيَةً
وَيَعْلَمَ أَهْلُ الشَّامِ أَنَّ قَدْ مَلَكَتُهُ فَأَمَّا ابْنُ هِنْدٍ عِنْدَ ذَلِكَ هَاوِيَةً
فَلَمْ يَقْبَلِ النَّصْحَ الَّذِي جِئْتُهُ بِهِ وَكَانَتْ لَهُ تِلْكَ النَّصِيحَةُ كَافِيَةً

(میں نے معاویہ کے سلسلے میں علی کو ایک نصیحت کی، اس نے میری بات نہیں مانی، تو زمانہ نے اس کی بات نہیں مانی۔ اور میں نے اس سے کہا: تم شام کی گورنری پر ان کو بحال رکھنے کا پیغام بھیجو، یہاں تک کہ معاویہ جم جائے۔ شام والے جانتے ہیں کہ تم اس کے حکمران بن گئے ہو، تم نے ایسا نہیں کیا تو معاویہ نے بربادی کا قصد کیا۔ جو نصیحت میں نے کی تھی اس کو انھوں نے قبول نہیں کیا، حالاں کہ وہ نصیحت علی کے لیے کافی تھی)

مراجع: الاصابۃ ۳/، شعراء الطائف فی الجاهلیۃ والاسلام ۱۷۶-۱۷۸

(۳۴۲)

مغیرہ ابن عبد اللہ

مغیرہ بن عبد اللہ بن معرض بن عمرو بن اسد بن خزیمہ۔
مغیرہ اقشیر کے نام سے مشہور ہیں اور ان کی کنیت ابو معرض ہے۔
ابو الفرج اصہبانی نے لکھا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ان کو طویل عمر ملی، وہ سماک بن خرشہ اسدی کی مسجد کے سلسلے میں کہتے ہیں:

عَصَتْ ذُودَانُ مِنْ مَسْجِدٍ بَادِيَةٍ يُعَرِّفُهُمْ لِلْأَبَدِ
لَوْ هَدَمْنَا غَدَوَةَ بُنْيَانِهِ لَنَمَحُ أَسْمَاءَهُمْ طُولَ الْأَمَدِ
(بادیہ کی ایک مسجد کے کیڑوں نے نافرمانی کی، جو ان کو ہمیشہ ہمیش کے لیے مشہور کر دیا۔
اگر ہم نے اس مسجد کی عمارت کو کسی دن ڈھایا تو ان کے نام ہمیشہ کے لیے مٹ گئے)

گھوڑے کے وصف کے سلسلے میں انھوں نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

وَلَقَدْ أَرَوْحُ بِمُشْرِفِ ذِي مَيْعَةٍ عِنْدَ الْمَكْرِ وَمَاؤُهُ يَنْفَصَّدُ
مَرِحَ بِطَيْرٍ مِنَ الْمُرَاحِ لُعَابُهُ وَيَكَادُ جِلْدُ أَدِيمِهِ يَتَقَدَّدُ
(میں ایسے گھوڑے کو لے کر جنگ کے وقت نکلتا ہوں جو تیز رفتار اور طاقت ور ہے اور جس کا پسینہ بہہ رہا ہوتا ہے۔
وہ مست ہے، غایت درجے کی مستی میں اس کا لعاب اڑ رہا ہے اور اس کا چمڑا لگ رہا ہے کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے)

مراجع: الاصابۃ ۳/۲۷۶

(۳۴۳)

مکرز ابن حفص قرشی عامری

مکرز بن حفص بن اخیف بن علقمہ بن عبد الحریث بن منقذ بن عمرو بن بغیض بن عامر بن لؤی

قرشی عامری۔

ابن اسحاق اور واقدی نے مغازی میں لکھا ہے کہ مکرز بن حفص بدر کے دن سہیل بن عمرو کو چھڑانے اور فدیہ دینے کے لئے آئے تھے۔

ابن حبان نے ان کا تذکرہ صحابہ میں کیا ہے۔

مرزبانی نے معجم الشعراء میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ مکرز جاہلی شاعر ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا، جب جنگ بدر میں سہیل بن عمرو کو گرفتار کیا گیا تو مکرز مدینہ آئے اور ان کا فدیہ دیا، اسی سلسلے میں وہ کہتے ہیں:

حَدِيثٌ مَا دَرَّ ذِكْرُ أَمْ سَاقِنِي سَأَلَ الصَّمَصِمَ عَرَبُهَا لَا الْمَوَالِيَا
وَقُلْتُ سُهَيْلٌ خَيْرُنَا فَادْهَبُوا بِهِ لِأَبْنَائِهِ حَتَّى يَدْرُوا الْأَمَانِيَا
(ان کے سلسلے میں کوئی تذکرہ نہیں ہوا، کسی سردار نے مجھے نہیں بھیجا ہے، نہ عربوں نے اور نہ غلاموں نے۔

یہ صورت حال دیکھ کر میں نے کہا: سہیل ہم میں بہترین شخص ہیں، چنانچہ ان کے بچوں کے لیے ان کو لے آؤ، تاکہ وہ اپنی آرزوں اور خواہشات کو پورا کریں)

بخاری میں صلح حدیبیہ کے واقعہ میں بھی ان کا تذکرہ ملتا ہے۔

مراجع: الاصابہ ۳/۴۳۶، الاعلام ۷/۲۸۴، الاغانی ۶/۶۳، البدایہ والنہایہ ۳/۲۳۳، ۲۳۲، ہیجۃ المجالس ۱/۲۷۱، معجم الشعراء مرزبانی ۷۰، معجم الشعراء الخضر مین والاموئین ۴۷-۴۵-۴۷

(۳۴۴)

مکلف ابن زید الخیر طائی

یہ مشہور صحابی زید الخلیل طائی کے بڑے لڑکے ہیں، ان کے والد کی کنیت ان ہی کے نام پر ابو مکلف تھی، انھوں نے اسلام قبول کیا اور بہترین مسلمان ہوئے، اور خالد بن ولید کے ساتھ مرتدین کے خلاف جنگوں میں شریک ہوئے۔

واقدی نے اپنی مغازی میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔

واقدی نے ”کتاب الردۃ“ میں بھی ان کا تذکرہ کیا ہے کہ فتنہ ارتداد میں مکلف اسلام پر ثابت قدم رہے اور طلحہ کے ساتھ بنو اسد کے مرتد ہونے کے بعد ان کے خلاف جنگ کی۔ واقدی نے اس سلسلے میں چند اشعار نقل کئے ہیں:

صَلُّوا وَغَرَّهْمُ طَلِيحَةٌ بِالْمُنَى كَذَبًا وَادَّعَى رَبُّنَا لَا يَكْذِبُ
لَمَّا رَأَوْنَا بِالْفَضَاءِ كَنَائِبًا يَدْعُو إِلَى رَبِّ الرُّسُولِ وَيُرْغَبُ
وَلَوْ فِرَارًا وَالرِّمَاحُ تَوَزُّهُمْ وَبِكُلِّ وَجْهِ وَجَّهُوا نَتَرَقَّبُ
(وہ گمراہ ہو گئے اور ان کو طلیحہ نے جھوٹی امیدیں دلا کر دھوکے میں رکھا، اور ہمارے پروردگار نے فیصلہ کیا جو جھوٹ نہیں بولتا۔

جب انھوں نے ہم کو وسیع میدان میں فوجی ٹکڑیوں کی شکل میں دیکھا، جو میدان رسول اللہ ﷺ کے پروردگار کی طرف بلارہا تھا اور اس کو قبول کرنے کی ترغیب دے رہا تھا۔
انھوں نے ہم کو دیکھ کر راہ فرار اختیار کیا، جب کہ نیزیں ان پر وار کر رہے تھے، وہ جس رخ پر بھی گئے انھوں نے ہم کو اپنے انتظار اور گھات میں بیٹھے ہوئے پایا)

مراجع: الاصابۃ ۳/۳۳۶، الأعلام ۷/۲۵۸، تہذیب الأناجیب لابن حزم ۴۰۳، خزائن الأرباب، شعر طی واخبارھا ۶۹۱-۶۹۲، معجم الشعراء، عقیف ۲۶۰، معجم الشعراء، الخضر مین والا موہبین ۵، ۴۷، مخ المذبح ۲۱۰، وفیات الأعیان ۲۷/۲۰۶

(۳۳۵)

منذر ابن وبرہ کلبی

مرزبانی نے معجم الشعراء میں لکھا ہے کہ منذر خضرم شاعر ہیں، انہوں نے حیرہ کی فتح پر مندرجہ ذیل اشعار کہے:

مَا فَلَاحِيٌّ بَعْدَ الْأَلَى مَلَكَوْا لِحَيْرَةٍ مَا إِنِّ أَرَى لَهُمْ مِنْ بَاقٍ
وَلَهُمْ مَا سَقَى الْفُرَاتُ إِلَى دَجَلَةٍ يَحْيَا لَهُمْ مِنَ الْأَفَاقِ
(حیرہ پر قبضہ کرنے والے ان لوگوں کے بعد میں کیسے کامیاب ہو سکتا ہوں، جن میں سے میں کسی کو زندہ نہیں دیکھوں گا۔
فرات سے دجلہ کی پوری سروبز و شاداب سرزمین ان ہی کے قبضے میں ہے، رہتی دنیا تک ان ہی کے قبضے میں رہے گی)

مراجع: الاصابۃ ۳/۴۷۸، الأعلام ۷/۲۹۵، المؤتلف والمختلف للأمدی ۱۸۶، معجم الشعراء، مرزبانی ۳۶، معجم الشعراء، الخضر مین والا موہبین ۷

(۳۳۶)

مہاجر ابن خالد ابن ولید مخزومی

مہاجر ابن خالد کی ماں اسماء بنت انس بن مدرک خثعمیہ ہیں۔

ابو عمرو نے کہا ہے کہ مہاجر عہد نبوی ﷺ میں بچے تھے، وہ جنگ صفین اور جنگ جمل میں حضرت علی کے ساتھ شریک ہوئے، اور جنگ جمل میں ان کی ایک آنکھ پھوٹ گئی۔
ابو حذیفہ نے ”الفتوح“ میں لکھا ہے کہ طاعون عمواس میں قبیلہ بنو مغیرہ میں صرف مہاجر بن عبد اللہ بن ابو عمرو بن حفص اور عبد الرحمن بن حرث بن ہشام کے علاوہ کوئی نہیں بچا، اسی سلسلے میں مہاجر بن خالد کہتے ہیں:

أَفْنَى بَنِي رِبْطَةَ فُرْسَانُهُمْ عَشْرُونَ لَمْ يُعَصِّبْ لَهُمْ شَارِبُ
وَمِنْ بَنِي أَعْمَامِهِمْ مِثْلَهُمْ مِنْ مِثْلِ هَذَا يُعْجَبُ الْعُجَابُ
طَعْنٌ وَطَاعُونٌ مَنَائَاهُمْ ذَلِكَ مَا خَطَّ لَنَا الْكَاتِبُ
(بنو ریطہ کے شہسوار ہلاک ہو گئے، ان میں بیس ایسے نوجوان ہیں کہ ابھی ان کی مونچھ نہیں نکلی ہے۔
اسی طرح ان کے بنو اعمام بھی ہلاک ہو گئے، یہ بہت ہی حیرت انگیز حادثہ ہے۔
جنگوں اور طاعون میں ان سبھوں کی موت ہو گئی، کاتب تقدیر نے ہمارے حق میں یہی لکھا ہے)
دولابی نے ”الکئی“ میں لکھا ہے کہ جنگ صفین میں حضرت علی کے ساتھیوں میں شہید ہونے والوں میں مہاجر بن خالد بن ولید بھی تھے۔

زبیر بن بکار نے ان کے مندرجہ ذیل اشعار نقل کیے ہیں:

رُبَّ لَيْلٍ نَاعِمٍ أَحْيَيْتُهُ فِي عَفَافٍ عِنْدَ قُبَاءِ الْحُشَى
وَنَهَارٍ قَدْ لَهَوْنَا بِالنَّيِّ لَا تَرَى شَبَهًا فِيمَنْ مَشَى
ذَاكَ إِذْ نَحْنُ وَسَلَمَى جِيرَةً نَصِلُ الْجَبَلَ وَنَعَصَى مَنْ وَشَا
(کتنی ہی مست راتیں ہیں جن کو میں نے پاک دامن کیساتھ اس دوشیزہ کی معیت میں گزارا، جو تکیہ کے اوپری کپڑے کی طرح نرم و نازک ہے۔

اور کتنے دن ایسے ہیں جن کو میں اس دوشیزہ کے ساتھ کھیلتے ہوئے گزارا، جس سے خوب صورت تم روئے زمین پر کسی کو نہیں دیکھو گے۔

یہ اس وقت کا قصہ ہے جب ہم اور سلیمی پڑوسی تھے، ہم ایک دوسرے سے ملتے رہتے تھے اور چغلی کرنے والوں کی باتوں کو ٹھکرا دیتے تھے) مراجع: الاصابۃ ۳/۲۵۸

(۳۴۷)

میمون ابن حریر حمیری

میمون بن حریر بن حجر بن زرعہ بن عمرو بن یزید عمرو بن ذؤثر حمیری۔

رشاطی نے ”کتاب الأَنساب“ میں ان کا تذکرہ کیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو عہد نبوی بھی ملا تھا، ان کے پوتے محمد بن ابان بن میمون سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا: وہ فصیح، بہادر، سخی، بہترین پڑوسی اور سخت حملہ کرنے والے شخص تھے۔ پھر انھوں نے ان کے مندرجہ ذیل اشعار بیان کیے ہیں:

لَقَدْ عَلِمْتُ قُضَاعَةَ أَنَّبِيٍّ جَرِيٍّ لَدَى الْكَرَّاتِ لَا أَتَدْرُعُ
أَخَوْضُ بِرُمَحِيٍّ غَمْرُ كُلِّ كَنِيَّةٍ إِذَا الْخَيْلُ مِنْ وَقَعِ الْقَنَا تَقْلَعُ
(قبیلہ قضاہ جانتا ہے کہ میں جنگوں کا بہادر ہوں اور میں کبھی متزلزل نہیں ہوتا ہوں۔
میں اپنا نیزہ لے کر ہر فوجی ٹکڑی کے درمیان گھس جاتا ہوں، جب کہ نیزوں کے وار سے گھوڑا لرزے لگتا ہے)

مراجع: الاصابۃ ۳/۲۷۹-۲۸۰

(۳۴۸)

ناجیہ ابن جندب سلمی

جنگ خیبر کے موقع پر ناجیہ سلمی نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

يَا عِبَادَ اللَّهِ فِيمَا نَرْغَبُ مَا هُوَ إِلَّا مَأْكُلٌ وَمَشْرَبٌ
وَجَنَّةٌ فِيهَا نَعِيمٌ مُّعْجَبٌ
(اے اللہ کے بندو! اس چیز کی طرف آگے بڑھو جس کی ہمیں آرزو ہے، وہاں صرف کھانا اور پینا ہوگا اور جنت ہوگی
جہاں آنکھیں خیرہ کرنے والی نعمتیں ہوں گی)

مندرجہ ذیل اشعار انہوں نے جنگ خیبر کے موقع پر ہی کہے:

أَنَا لِمَنْ أَبْصَرَنِي ابْنُ جَنْدَبٍ يَارُبُّ قَرْنٍ قَدْ تَرَكَتُ أَنْكَبُ
طَاحَ عَلَيْهِ أَنْسَرُ وَ ثَعْلَبُ
(جو مجھے دیکھے وہ جان لے کہ میں ابن جندب ہوں، کتنے ہی بہادروں کو میں نے ڈھیر کر دیا ہے، جن پر گدھ اور لومڑیاں
ٹوٹ پڑیں)

مراجع: واقدی ۲/۷۰۱

(۳۴۹)

نافع ابن اسود تمیمی ثم اسدی

نافع بن اسود بن قطیبہ بن مالک تمیمی ثم اسیدی۔

مرزبانی نے کہا ہے کہ نافع مخضرم شاعر ہیں، ان کی کنیت ابو نجید ہے، جب جنگ یمامہ میں خالد بن ولید کے ساتھ عبداللہ بن منذر بن حلال تمیمی شہید ہوئے تو انہوں نے عبداللہ کا مرثیہ کہا، جن میں سے بعض اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

مَا كَانَ يَعْدِلُ فِي النَّاسِ مِنْ رَجُلٍ وَلَا يُوَارِيهِ فِي نَعْمَى وَإِرْصَادٍ
(لوگوں میں کوئی اس کے برابر اور مساوی نہیں اور کوئی بہادری اور سخاوت میں اس کا مقابل نہیں)

مرزبانی نے مندرجہ ذیل اشعار بھی نقل کیے ہیں:

الْأَرْبُ نَهَبَ قَدْ حَوَيْتُ وَغَارَةً شَهِدْتُ عَلَى عَبَلٍ أَسِيلِ الْمُقَلَّدِ
وَقَرْنٌ تَرَكْتُ الطَّيْرَ تَحْجُلُ حَوْلَهُ فَفَرَّغَتْهُ ضَرْبًا بِعَضْبِ الْمُهَنْدِ
(سن لو! میں نے کتنے حملے کیے ہیں اور کتنی ہی جنگوں میں موٹے اور بھاری پیروں والے مضبوط، تیز رفتار اور سب سے آگے بڑھنے والے گھوڑے سوار ہو کر شریک ہوا ہوں۔

اور میں نے کتنے ہی بہادروں کو اس حال میں چھوڑ دیا ہے کہ پرندے اس کے آس پاس منڈلانے لگے، چٹاں چپ میں نے اس کو مضبوط ہندوستانی تلوار کے وار سے خون آلود کر دیا)

دارقطنی نے ”المؤتلف“ میں ان کے بہت سے اشعار نقل کیے ہیں، جن میں وہ شام اور عراق

کی فتوحات میں اپنے کارناموں پر فخر کرتے ہیں، ان میں سے بعض اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

وَقَالَ الْقُضَاةُ مِنْ مَعَدٍّ وَغَيْرِهَا تَمِيمُكَ أَكْفَاءُ الْمُلُوكِ الْأَعَاظِمِ
هُمْ أَهْلُ عِزٍّ ثَابِتٍ وَأَرْوَمَةٍ وَهُمْ مِنْ مَعَدٍّ فِي الدَّرِيِّ وَالْعَلَاصِمِ
وَهُمْ يَضْمَنُونَ أَلْمَالَ لِلْجَارِ مَاتُوا فِي الزَّمَانِ الْأَوَّلِ الْمُتَقَادِمِ
وَبَادُوا مَعَدًّا كُلَّهَا بِالْجَرَائِمِ فَكَانُوا حِمَاةَ النَّاسِ عِنْدَ الْعِظَائِمِ
وَحِينَ أَتَى الْإِسْلَامُ كَانُوا أَيْمَةً وَطَارُوا عَلَيْهِمْ بِالسُّيُوفِ الصَّوَارِمِ
فَجَاءَتْ بِهِمْ فِي الْكِتَابِ نُصْرَةٌ سِيُوفُ تَمِيمٍ كَاللُّيُوثِ الصَّرَاغِمِ
لَدَى غَدْوَةٍ حَتَّى تَوَلَّوْا تَسُوقَهُمْ
(قبیلہ معد وغیرہ کے فیصلہ کرنے والے سرداروں نے کہا: تمہارا خاندان تیمیم بڑے بڑے بادشاہوں کا ہم سر ہے۔

وہ بڑے باعزت اور شریف لوگ ہیں، اور وہ قبیلہ معد کے بلند اور اعلیٰ نسب سے تعلق رکھتے ہیں۔

وہ مال و دولت سے پڑوسی کی مدد کرتے رہتے ہیں، جب تک وہ ان کے ساتھ رہتا ہے اور زمانے پر کاری ضرب لگاتے ہیں۔

اسی وجہ سے اللہ نے تیمیم کے شہسواروں کو پچھلے دنوں شرافت اور عزت سے سرفراز کیا تھا، اور جب اسلام آیا تو وہ امام بن گئے اور پورا قبیلہ معد جراثیم کی وجہ سے ہلاک ہو گیا۔

چٹاں چروہ فوج میں اپنے بہادروں کو بطور کمک لے آئے، وہ سخت ترین مصیبتوں کے وقت لوگوں کے محافظ تھے۔

وہ مشرکین کے لیے صف بستہ ہو گئے، پھر اکٹھے ہو گئے اور تیز کاٹنے والی تلواروں سے ان پر ٹوٹ پڑے۔
یہاں تک کہ جب وہ شام کے وقت واپس ہوئے تو ان کو تمیم کی تلواریں خونخوار بہادر شیروں کی طرح ہانکنے لگیں)
مراجع: الاصابۃ ۳/۵۵۰-۵۵۱، الاعلام ۷/۳۵۲، شعراء اسلامیون نوری قیسی ۱-۷۱، الضائع ۱۲۳، معجم الشعراء الخضر مین والا موبین ۲۸۹

(۳۵۰)

نافع ابن لقیط اسیدی فقعی

نافع بن لقیط بن حبیب بن خالد بن نضلہ بن اشتر بن جحون اسیدی فقعی۔
ابو الفضل بن ابوطاہر نے ”کتاب الشعراء“ میں کہا ہے کہ نافع جاہلی شاعر ہیں۔
مرزبانی نے کہا ہے کہ حجاج بن یوسف کے ساتھ ان کا کوئی واقعہ پیش آیا ہے تو انھوں نے مندرجہ
ذیل اشعار کہے:

لَوْ كُنْتُ فِي الْعَنْقَاءِ أَوْ فِي غِيَابَةٍ ظَنَنْتُكَ إِلَّا أَنْ تَصُدَّ تَرَانِي
تَصِيْقُ بِي الْأَرْضُ الْفَضَاءَ لِحَوْفِهِ وَإِنْ كُنْتُ قَدْ طَوَّقْتُ كُلَّ مَكَانٍ
(اگر میں عنقا ہو جاتا یا میں کہیں چھپ جاتا تب بھی مجھے تمہارا خوف رہتا کہ تم سامنے آ جاؤ گے اور مجھے دیکھ لو گے۔
اس کے خوف کی وجہ سے وسیع و عریض زمین میرے لیے تنگ ہو گئی ہے، اگرچہ ہر جگہ مجھ پر گھیراؤ نہیں ڈالا گیا تھا)
مرزبانی نے ان کے وہ اشعار نقل کیے ہیں جو انہوں نے بڑھاپے میں کہے:

يَسْعَى الْفَتَى لِيَنَالَ أَقْصَى سَعِيهِ أَيَّهَاتِ حَالَتْ دُونَ ذَاكَ خُطُوبُ
وَإِذَا صَدَّقَتِ النَّفْسُ لَمْ تَرَلَهَا أَمَلًا وَتَأْمَلُ مَا اشْتَهَى الْمَكْدُوبُ
(نوجوان کوشش کرتا ہے کہ اپنی کوشش کا پورا نتیجہ پائے، لیکن افسوس کہ اس کے حصول میں رکاوٹیں حائل ہو جاتی ہیں۔
جب نفس سچ کہتا ہے تو تم اس کی امید نہیں کرتے، اور جھوٹی خواہشات کے پورا ہونے کی امید کرتے ہو)

مراجع: الاصابۃ ۳/۵۵۱، الاعلام ۸/۵۸، خزائن الادب ۵/۳۱۲، الضائع ۱۲۸، طبقات فحول الشعراء ۵۰۵-۵۲۲، معجم الشعراء الخضر مین والا موبین ۲۹۸-۲۹۰)

(۳۵۱)

نعمان ابن عجلان انصاری زرقی

نعمان بن عجلان بن نعمان بن عامر بن زریق انصاری زرقی۔

ابو عمرو نے کہا ہے کہ نعمان انصار کے خطیب اور ان کے شاعر تھے، انہوں نے حمزہ بن عبد المطلب کی شہادت کے بعد ان کی بیوی خولہ بنت قیس کے ساتھ شادی کی۔

وہ مندرجہ ذیل اشعار میں اپنی قوم پر فخر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

فَقُلْ لِقُرَيْشٍ نَحْنُ أَصْحَابُ مَكَّةَ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ وَالْفَوَارِسُ فِي بَدْرٍ
نَصَرْنَا وَآوَيْنَا النَّبِيَّ وَلَمْ نَخَفْ صُرُوفُ اللَّيَالِي وَالْعَظِيمُ مِنَ الْأَمْرِ
وَقُلْنَا لِقَوْمٍ هَاجَرُوا مَرْحَبًا بِكُمْ وَأَهْلًا وَسَهْلًا قَدْ أَمِنْتُمْ مِنَ الْفَقْرِ
نُقَاسُكُمْ أَمْوَالَنَا وَدِيَارَنَا كَقَسِيمَةِ أَيْسَارِ الْجَزُورِ عَلَى الشَّطْرِ
وَنَكْفِيكُمْ الْأَمْرَ الَّذِي تَكْرَهُونَهُ وَكُنَّا أَنْاسًا نُذْهِبُ الْعُسْرَ بِالْيُسْرِ
(قریش سے یہ بات کہہ دو کہ ہم مکہ فتح کرنے والے، جنگ حنین میں شریک کرنے والے اور جنگ بدر کے شہسوار ہیں۔

ہم نے نبی ﷺ کی مدد کی اور ہم نے آپ کو پناہ دی، ہم نے مصائب زمانہ اور سب سے بڑی مصیبت یعنی جنگ اور موت سے خوف محسوس نہیں کیا۔

اور ہم نے مہاجرین کو خوش آمدید کہا اور ان سے یہ بھی کہا کہ اب تم فقر و فاقہ سے مامون ہو۔

ہم اپنے مال اور اپنے گھر بار کو دو حصوں میں کر دیتے ہیں اور ایک حصہ تمہیں دے دیتے ہیں، جس طرح اونٹ ذبح کرنے والا اونٹ کو دو حصوں میں کاٹ دیتا ہے۔

اور ہم آپ پر آنے والی مصیبتوں کے لیے کافی ہو جائیں گے، ہم ایسے لوگ ہیں جو آسانی پیدا کر کے تکلیف دور کر دیتے ہیں)

ابن سکین اور ابن مندہ نے روایت کیا ہے کہ نعمان بن عجلان رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، اس وقت ان کو سخت بخار تھا، آپ ﷺ نے دریافت کیا: ”نعمان کیا حال ہے؟“ انہوں نے کہا: مجھے بخار ہے۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ! ان کو جلد شفا عطا فرما۔

مراجع: الاصابۃ ۳/۵۳۲-۵۳۳، الاستیعاب ۳/۵۲۰، الأعلام ۸/۳۷، مخ المذبح ۳۱۹، معجم الشعراء الخضر مین والا موتین ۲۹۹-۵۰۰

(۳۵۲)

نعمان ابن عدی ابن نضلہ عدوی

نعمان کے والد عدی حبشہ ہجرت کرنے والوں میں تھے، حضرت عمر نے نعمان کو میسان کا گورنر

بنایا تھا۔ مندرجہ ذیل اشعار ان ہی کے ہیں:

فَمَنْ مَبْلَغُ الْحَسَنَاءِ أَنْ حَلِيلَهَا بِمَيْسَانَ يُسْقَى فِي زُجَاجٍ وَحَتَمٍ
إِذَا شِئْتُ غَنَّتَنِي دَهَاقِينَ قَرْيَةٍ وَصَاحِبَةٍ تَحْدُو عَلَى كُلِّ مَيْسَمٍ

لَعَلَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ يَسُورُهُ تَنَادُمَنَا فِي الْجَوْسِقِ الْمُتَهَدِّمِ
(حسنا کو یہ خبر کون پہنچائے گا کہ اس کا شوہر میسان میں صراحی اور پیالوں میں جام نوش کر رہا ہے۔
جب میں چاہتا ہوں تو گاؤں کے پردھان میرے لیے گانوں کا انتظام کرتے ہیں اور کتنی ہی خوبصورت
دوشیزائیں ہیں جو آلات طرب پر حدی خوانی کرتی ہے۔

شاید امیر المؤمنین کو چھوٹے پرانے محل میں ہمارا ایک ساتھ شراب پینا اور ہماری ہم نشینی ناگوار لگے گی)
جب یہ اشعار حضرت عمر کو معلوم ہوئے تو آپ نے نعمان کو خط لکھا کہ تمہارے شعر مجھے معلوم
ہوئے، اللہ کی قسم! مجھے بہت برا لگا۔ حضرت عمر نے ان کو گورنری سے معزول کیا، جب وہ مدینہ آئے
تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! ان میں سے کوئی چیز نہیں ہوئی ہے، یہ تو میں نے صرف اشعار کہے ہیں۔ عمر
نے جواب دیا: میں تم کو سچا گمان کرتا ہوں اور تمہاری باتوں کی تصدیق کرتا ہوں، لیکن تم میرے لئے
کام نہیں کرو گے۔

مراجع: الاصابۃ ۳/۵۳۳، الاستیعاب ۳/۵۱۵، الأعلام ۸/۳۸، البدایہ والنہایہ ۳/۶۶، سبط الملک ۲/۷۵، السیرۃ لابن
ہشام ۱/۸۶، ۲/۲۵۲، العقد الفرید ۴/۳۳۹، نجم الشعراء الفخضر میں والہ موہب ۵۰۰

(۳۵۳)

نہشل بن حرّی

نہشل بن حرّی بن ضمیرہ بن جابر بن قطن بن نہشل بن دارم بن مالک بن حنظلہ بن زید مناة بن تمیم۔
مرزبانی نے لکھا ہے کہ نہشل مشہور مخضرم شامی شاعر ہیں، نہشل حضرت معاویہ کے عہد خلافت
تک زندہ رہے، انھوں نے حضرت علی کے ساتھ جنگوں میں شرکت کی، صفین میں ان کے بھائی مالک
شہید ہوئے، وہ اس وقت بنو حنظلہ کے سردار تھے، اور ان کے قبیلہ کا جھنڈا بھی مالک کے ہاتھوں میں
تھا۔ نہشل نے ان پر بہت سے مریضے کہے ہیں، مثلاً وہ کہتے ہیں:

وَهَوْنٌ وَجَدِي عَنْ خَلِيلِي إِنِّي إِذَا شِئْتُ لَا قَيْثُ امْرَأًا مَاتَ صَاحِبُهُ
وَمَنْ يَرَبِ الْأَقْوَامِ يَوْمًا يَرَوْا بِهِ مَعْرَةً يَوْمَ لَا تُوَارِي كَوَاكِبُهُ
(میرے بھائی کی جدائی پر میرے غم کو اس چیز نے ہلکا کر دیا ہے کہ جب میں چاہتا ہوں تو میری ملاقات ایسے آدمی
سے ہوتی ہے جس کا بھائی جدا ہو گیا ہو۔

اور جو کوئی کسی وقت ایسے دن کی تکلیف واذیت لوگوں میں دیکھتا ہے جس دن ستارے پوشیدہ نہیں ہوتے یعنی جنگ

کے دن، تو وہ لوگ بھی اُس پر یہی تکلیف اور مصیبت دیکھتے ہیں)

مرزبانی نے لکھا ہے کہ ان کے والد بھی شریف اور شاعر تھے۔

مراجع: الاصابۃ ۳/۵۵۶، الاعلام ۸/۵۰، الاغانی ۴/۳۵۰، ۹/۳۰۹، الخیوان ۱/۱۹ وغیرہ، خزائنہ الادب ۱/۳۰۹ وغیرہ، دیوان الادب ۱/۳۸۱، سمط الملک ۲۳۵، ۴۵۵، ۸۵۸، الشعر والشعراء ۶۴۱، طبقات فحول الشعراء ۵۸۳، معجم شعراء اللسان ۴۳۱، معجم الشعراء الخضر مین والا موبین ۵۰۴-۵۰۵

(۳۵۴)

ہاشم ابن عتبہ زہری

ہاشم بن عتبہ بن ابووقاص بن اہیب بن زہرہ بن عبد مناف زہری۔

ہاشم مشہور بہادر تھے اور مرقال کے نام سے مشہور تھے۔ ہاشم سعد بن ابووقاص کے بھتیجے ہیں۔

خطیب نے لکھا ہے کہ ہاشم فتح مکہ کے روز مسلمان ہوئے اور اپنے چچا سعد بن ابووقاص کے

ساتھ جنگ قادسیہ میں شریک ہوئے اور عظیم کارنامے انجام دیے۔

ہشام بن عدی نے کہا ہے کہ ان کے چچا سعد نے ان کو ایرانی شہنشاہ یزدگرد کے خلاف جنگ

کے لئے تیار کردہ لشکر کا ذمہ دار بنایا، یہ جنگ مقام جلولا میں ہوئی۔

مرزبانی نے لکھا ہے کہ جب حضرت عثمان کی شہادت کی خبر کو فہ پہنچی تو ہاشم نے ابو موسیٰ اشعری

سے کہا: ابو موسیٰ! آؤ، اس امت کے بہترین شخص علی کے ہاتھوں پر بیعت کرو۔ انہوں نے کہا: جلدی نہ کرو

۔ یہ سن کر ہاشم نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھا اور کہا: یہ علی کا ہاتھ ہے اور یہ میرا ہاتھ اور میں نے علی

کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور یہ اشعار کہے:

أَبَايَعُ غَيْرَ مُكْتَرِبٍ عَلَيَّ وَلَا أَخْشَى أَمِيرًا أَشْعَرِيًّا

أَبَايَعُهُ وَأَعْلَمُ أَنَّ سَأْرَضِي يَدَاكَ اللَّهُ حَقًّا وَالنَّبِيَّا

(میں کسی کی پرواہ کیے بغیر علی کے ہاتھوں پر بیعت کر رہا ہوں، اور مجھے اشعری امیر کا کوئی خوف نہیں ہے۔)

میں اس کے ہاتھوں پر یہ جانتے ہوئے بیعت کر رہا ہوں کہ تمہارے ہاتھ یقینی طور پر اللہ اور نبی کو راضی کریں گے)

مراجع: الاصابۃ ۳/۵۶۲، البدایہ والنہایۃ ۷/۸ وغیرہ، بحیۃ المجالس ۱/۶۳۹، الضائع ۱۳۱، معجم الشعراء الخضر مین والا موبین ۵۰۶-۵۰۷، معجم الشعراء عقیف ۲۷۲، مخ المذبح ۳۲۴

(۳۵۵)

ہمیرہ ابن اخنس اسدی

ہمیرہ بن اخنس بن کور بن مخواہ بن ہمام بن ضب بن کعب بن مالک اسدی۔
مرزبانی نے معجم الشعراء میں ان کا تذکرہ کیا ہے کہ یہ مخضرم شاعر ہیں۔ وہ کہتے ہیں:
فَزَعْتُ إِلَيْهِمْ دَعْوَةً يَا آلَ مَالِكٍ وَقَدْ جَعَلْتُ دُودَانَ قَوْمٌ تَسْوُدُ
(اے بنو مالک! میں ان کی دعوت پر گھبرا کر ان کے پاس گیا، بنو مالک نے قوم کے کیڑوں کو سردار بننے چھوڑ دیا ہے)
(الاصابة ۵۸۲/۳، معجم الشعراء المختصر میں والاموتین ۵۰۸، معجم الشعراء عقیف ۲۷۴، الضائع ۱۳۱)

(۳۵۶)

ہریم ابن جواس تمیمی

ہریم ابن جواس کا تعلق بنو عامر سے ہے، ان کو عہد بنوی ملا لیکن صحبت کا شرف حاصل نہیں ہوا، ہریم مخضرم شاعر ہیں، وہ مشہور راجز اغلب کی ہجو کیا کرتے تھے، مرزبانی نے لکھا ہے کہ ہریم کی ملاقات اغلب سے سوق عکاظ میں ہوئی تو انہوں نے کہا:
قُبْحُ مَنْ سَالَفَةٍ وَمِنْ قَفَا عَبْدٍ إِذَا مَارَسَبَ الْقَوْمُ طَفَا
فَمَا صَفَا عَدُوُّكُمْ وَلَا صَفَا كَمَا شَرَارُ الْبَقْلِ أَطْرَافِ السَّفَا
(میرا برا ہوا، غلام کی ٹنڈی اور گردن کے پچھلے حصے سے، جب پوری قوم ناکام ہوئی تو وہ ابھرا۔
چناں چہ تمہارے دشمن بھی بے غبار نہیں ہوئے اور خاردار درختوں کے اطراف میں جنگلی پیاز بھی صحیح طور پر نہیں اُگے)
اغلب نے دریافت کیا: تم کون ہو؟ تمہارا ناس ہو۔ انہوں نے کہا:
أَنَا غَلَامٌ مِّنْ بَنِي مَقَاعَسَ الضَّارِبِينَ فَلَكَ الْفَوَارِسُ
(میں بنو مقاعس کا نوجوان ہوں، جو شہسواروں کی کھوپڑیوں کو اڑاتے ہیں)

مراجع: الاصابة ۵۸۲/۳

(۲۵۷)

ہشام ابن بختری مخزومی

مرزبانی نے مجمع الشعراء میں ہشام ابن بختری کا تذکرہ کیا ہے۔
جب خالد بن ولید کا انتقال حضرت عمر کے عہد خلافت میں ہوا تو انہوں نے خالد پر مرثیہ کہا۔
معانی نہروانی نے ”کتاب الجلیس“ میں یہ مرثیہ نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ ہشام ابن بختری بنو مخزوم
کے چند لوگوں کے ساتھ حضرت عمر کے پاس آئے، حضرت عمر نے کہا: خالد بن ولید کے سلسلے میں تم اپنے شعر
سناؤ۔ انہوں نے اشعار سنائے۔

مراجع: الاصابۃ ۳/۵۷۱، الضائع ۱۳۲، مجمع الشعراء المختصر مین والأ موتین ۵۱۳، مجمع الشعراء عقیف ۲۷۶

(۳۵۸)

ہشام ابن ولید ابن مغیرہ مخزومی

ہشام، خالد بن ولید کے بھائی ہیں، مرزبانی نے مجمع الشعراء میں ان کے اشعار نقل کئے ہیں،
جن کو انہوں نے عثمان بن عفان کو مخاطب کرتے ہوئے کہے تھے:

لِسَانِي طَوِيلٌ فَاحْتَرَسُ مِنْ شِدَائِهِ عَلَيكَ وَسَيْفِي مِنْ لِسَانِي أَطْوَلُ
(میری زبان لمبی ہے، چٹاں چٹاں کی تختیوں سے محفوظ رہو کہ کہیں وہ تمہارے خلاف نہ بولے اور میری تلوار میری زبان سے لمبی ہے)

مراجع: الاصابۃ ۳/۵۷۱-۵۷۲، الأغانی ۱/۱۲۳، البدایہ والنہایہ ۳/۱۰۲، مجمع الشعراء المختصر مین والأ موتین ۵۱۴،
الضائع ۱۳۲، العقد الفرید ۲/۲۸۹، ۱۲/۲۶۲، مجمع الشعراء عقیف ۲۷۶

(۳۵۹)

ہملع ابن اعفر تمیمی

ہملع ابن اعفر کا تعلق قبیلہ بنو جیم سے ہے۔
مرزبانی نے مجمع الشعراء میں لکھا ہے کہ ہملع مخضرم شاعر ہیں، انہوں نے بصرہ میں سکونت

اختیار کی اور زبیر بن عوام نے ان کی بیٹی کا رشتہ طلب کیا تو انہوں نے انکار کیا۔

مندرجہ ذیل شعر ان ہی کا ہے:

وَإِنِّي لَسَمُحُ الْبَيْعِ إِن صَفَقْتُ بِهَا يَمِينِي وَأَهْدَتْ لِلْحَوَارِي زِينَا
(اگر میں خرید و فروخت کرتا ہوں تو میں بیچ میں بڑا لچک دار اور فراخ دل ہوتا ہوں اور میں مخلص دوستوں کو بہترین چیزیں ہدیہ میں

دیتا ہوں) مراجع: الاصابۃ ۵۸۵/۳

(۳۶۰)

ہوذہ ابن حرث

ہوذہ بن حرث بن عجرہ بن عبد اللہ بن یقطہ سلمی۔

ہوذہ، ابن حمامہ کے نام سے مشہور ہیں، حمامہ ان کی والدہ کا نام ہے۔

مرزبانی نے معجم الشعراء میں تذکرہ کیا ہے کہ ہوذہ حضرت عمر بن خطاب کے عہد خلافت میں عطیہ لینے کے لئے حاضر ہوئے تو حضرت عمر نے ان سے پہلے ان کی قوم کے دوسرے لوگوں کو بلایا تو انہوں نے کہا:

لَقَدْ دَارَ هَذَا الْأَمْرُ فِي غَيْرِ أَهْلِهِ فَأَبْصَرَ أَمِينُ اللَّهِ كَيْفَ تُرِيدُ
أَيُّدَعِي خَيْثُمَ وَالشَّرِيدُ أَمَانًا وَيُدَعِي رَبَّاحَ قَبْلَنَا وَطَرُودُ
فَإِنْ كَانَ هَذَا فِي الْكِتَابِ فَهُمْ إِذَا مُلُوكَ بَنِي حُرٍّ وَنَحْنُ عَبِيدُ
(غیر اہل لوگوں میں یہ دور چلا، زمین میں اللہ کے امین اور خلیفہ نے جو بہتر سمجھا کیا۔ کیا خنم اور شریکوہم سے آگے بلایا جا رہا ہے اور رباح اور طردو کو ہم سے پہلے بلایا جا رہا ہے۔ اگر یہ بات کتاب میں لکھی ہوئی ہے تو وہ آزاد لوگوں کے بادشاہ ہیں اور ہم غلام ہیں)

پھر حضرت عمر نے ان کو سب سے پہلے بلا کر دیا۔

مراجع: الاصابۃ ۵۸۵/۳، ۵۷۱/۳، اعلام ۱۰۲/۸، خزائنہ الادب ۳۴۳/۱، معجم الشعراء، مرزبانی ۴۸۲، معجم الشعراء، الخضر مین

والأموثین ۵۱۸-۵۱۹)

(۳۶۱)

پیشم حنفی سلمی

وہیمہ نے کتاب الردۃ میں پیشم کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ فتنہ ارتداد میں وہ اسلام پر ثابت

قدم رہے۔

سیف نے ”الفتوح“ میں تذکرہ کیا ہے کہ ابوبکر نے خالد کو ایک خط لکھا کہ میں نے تمہارے اور لوگوں کے درمیان ایک شعار بنایا ہے، وہ اذان ہے، جو اس کا اعلان کرے اس کو چھوڑ دو اور جو اس کا اعلان نہ کرے تو اس کے خلاف جنگ کرو۔ اسی سلسلے میں بنو حنیفہ کے ایک شخص نے کہا، جس کا نام یشم تھا اور خالد بن ولید کے لشکر نے ان کو گرفتار کیا تھا:

أَتَرَى خَالِدًا يَفْتُلُنَا الْيَوْمَ مَبَذْنِبِ الْأَصِغْرِ الْكَذَّابِ
لَمْ نَدْعُ مِلَّةَ النَّبِيِّ وَلَا نَحْـ نُرَجَعْنَا عَنْهَا عَلَى الْأَعْقَابِ
(کیا تم خالد کو دیکھ رہے ہو کہ وہ آج ہم کو ذلیل اور کذاب کے گناہوں کی بنیاد پر قتل کر رہے ہیں۔

ہم نے نبی کریم ﷺ کی ملت کو نہیں چھوڑا ہے اور ہم دین اسلام سے ہٹے نہیں ہیں)

یہ اشعار خالد بن ولید کے پاس پہنچے تو انہوں نے یشم کو چھوڑ دیا، جب وہ ٹیلے سے اتر رہے تھے تو چوپائے نے ان کو نیچے گرا دیا جس کی وجہ سے ان کا انتقال ہو گیا۔

مراجع: الاصابۃ ۳/۵۸۶، الأعلام ۴/۱۰۳، السيرة لابن هشام، معجم الشعراء لعفيف ۲۷۸، معجم الشعراء للخضر مین والأموئین ۵۲۰، مخ
المدح ۳۲۶

(۳۶۲)

وبرہ ابن قیس خزاعی

رشاطی نے ”الأنساب“ میں اشعث کے تذکرہ میں وبرہ کا تذکرہ کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن کی شادی اشعث ابن قیس سے کی، جب وہ حضرت ابوبکر کے پاس سے نکلے تو انھوں نے اپنی تلوار نیام سے نکالی اور بازار میں جو بھی جانور (گھوڑا، بکری اور گائے) ملا اس کو مار دیا۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے ابوبکر سے کہا کہ وہ مرتد ہو گئے ہیں۔ ابوبکر نے کہا: دیکھو کہ وہ کہاں ہیں؟ وہ انصار کے کسی گھر میں تھے اور لوگ ان کے آس پاس جمع تھے اور وہ کہہ رہے تھے: یہ میرا ولیمہ ہے، اگر میں اپنے شہر میں ہوتا تو میں اس طرح ولیمہ کرتا جس طرح میرا جیسا آدمی ولیمہ کرتا ہے۔ چنانچہ جس کو جو ملے وہ لے اور کل تمہیں اپنے جانوروں کی قیمت ملے گی۔ اس دن مدینہ کے ہر گھر میں گوشت پہنچا، لگ رہا تھا کہ وہ عید الاضحیٰ کا دن ہے، اسی سلسلے میں وبرہ بن قیس خزرجی کہتے ہیں:

لَقَدْ أُولِمَ الْكِنْدِيُّ يَوْمَ مَلَاكِهِ وَلِيْمَةٌ حَمَالٍ لِثَقْلِ الْجَرَائِمِ

لَقَدْ سَلَ سَيْفًا كَانَ مُذْ كَانَ مُعَمِّدًا لَدَى الْحَرْبِ مِنْهَا فِي الطَّلَا وَالْجَمَاجِمِ
فَأَغْمَسَهُ فِي كُلِّ بَكْرٍ وَسَابِح وَعَيْرٍ وَبَغْلٍ فِي الْحَشَا وَالْقَوَائِمِ
فَقُلْ لِّلْفَتَى الْبُكَرَى إِمَّا لَقِيَتْهُ ذَهَبَتْ بِأَسْنَى مُحَمَّدٍ أَوْلَادِ آدَمِ
(کندی نے اپنی شادی کے دن اس شخص کی طرح کیا جو جرائم کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھایا ہوا ہو اور ان جرائم کا فدیہ دینا اس کے لیے ضروری ہو۔

انھوں نے تلوار سوئی جب کہ وہ نیا م میں تھی، جس طرح جنگ میں تلوار میان سے باہر نکالی جاتی ہے اور کھوپڑیاں اور انسانی اعضاء اڑائے جاتے ہیں۔

چنانچہ انھوں نے ہراوٹنی، گھوڑا، گدھا اور خچر کے سینے اور پیروں پر تلوار سے حملہ کیا اور ان کو خون میں نہلا دیا۔ اگر تمھاری ملاقات بکری نو جوان سے ہو تو اس سے کہہ دو: اولادِ آدم کی سب سے زیادہ خوبصورت اور محمد کے سب سے قریبی فرد کی دوشیزہ کو تم لے گئے ہو، اس پر تم نے اس طرح کا ولیمہ کیا تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے)

مراجع: الاصابۃ ۳/۵۹۳

(۳۶۳)

ورقہ ابن نوفل قرشی اسدی

ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزی بن قصی قرشی اسدی۔

ورقہ ابن نوفل ام المؤمنین حضرت خدیجہ کے چچا زاد بھائی ہیں۔

بخاری اور مسلم نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ پر سب سے پہلے وحی نازل ہوئی اور غارِ حراء میں آپ ﷺ کے پاس حضرت جبریل آئے تو آپ گھبرائے ہوئے گھر آئے اور لیٹ گئے، آپ کی یہ حالت دیکھ کر حضرت خدیجہ آپ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، انہوں نے نصرانیت قبول کی تھی۔

ورقہ بن نوفل نے زمانہ جاہلیت میں اونٹان پرستی کو ناپسند کیا تھا اور صحیح دین کی تلاش میں مذہبی کتابوں کا مطالعہ کیا تھا۔ حضرت خدیجہ نبی کریم ﷺ کے معاملے کے سلسلے میں دریافت کرتی تو وہ کہتے: میرا تو خیال یہی ہے کہ وہ اس امت کے نبی ہیں، جس کی بشارت موسیٰ اور عیسیٰ نے دی ہے۔

ورقہ نے حضور اکرم ﷺ کی مدح میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

هَذِي خَدِيجَةُ تَأْتِينِي لِأَخْبَرَهَا وَمَا لَنَا بِخَفِيِّ الْغَيْبِ مِنْ خَبَرٍ
بِأَنَّ أَحْمَدَ يَأْتِيهِ فَيُخْبِرُهُ جِبْرِيلُ أَنْكَ مَبْعُوثٌ إِلَى الْبَشَرِ

فَقُلْتُ عَلَى الَّذِي تُرْجِيْنُ يُنْجِزُهُ لَهُ الْبَالَهُ فَرَجَحِي الْخَيْرِ وَانْتَظِرِي
(یہ خدیجہ میرے پاس آئی ہے تاکہ میں اس کو بتاؤں، حالاں کہ ہمارے پاس غیب کی کوئی خبر نہیں ہے۔

کہ احمد کے پاس جبرئیل آتے ہیں اور ان کو بتاتے ہیں کہ آپ کو انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔
تو میں نے اس سے کہا: مجھ سے جس چیز کی تم امید لگاتی ہو، اللہ اس کو پورا کرے گا، تم انتظار کرو اور امید رکھو)

ابن عدی نے ”الکامل“ میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے ورقہ بن نوفل کو خواب میں دیکھا کہ ان پر ریشم کے کپڑے ہیں۔

عروہ نے کہا ہے کہ بلال بن ریح بن عمرو کی ایک عورت کے غلام تھے، اس کے گھر والے حضرت بلال کو مکہ کے صحراء میں لے جا کر ستایا کرتے تھے، پتے ہوئے صحراء کی ریت پر ننگی پیٹھ لٹا دیتے تھے، تاکہ وہ اسلام سے پھر جائیں، لیکن وہ احدا احد ہی کہتے تھے اور اللہ کی وحدانیت کا ہی گن گاتے تھے، ورقہ کا گزر ان کے پاس سے ہوتا تو وہ بھی بلال کو وحدانیت کی ترغیب دیتے ہوئے کہتے: بلال! احدا احد۔

ورقہ نے اسی سلسلے میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

وَلَقَدْ نَصَحْتُ لِقَوْمٍ أَقْوَامٍ وَقُلْتُ لَهُمْ
لَا تَعْبُدَنَّ إِلَهًا غَيْرَ خَالِقِكُمْ
سُبْحَانَ ذِي الْعَرْشِ سُبْحَانَ يَوْمِ يَوْمِ
مُسْخَرٍ كُلِّ مَا تَحْتَ السَّمَاءِ لَهُ
لَا شَيْءٌ مِمَّا نَرَى إِلَّا بِشَاسْتِهِ
لَمْ تُغْنِ عَنْهُمْ يَوْمًا خَزَائِنُهُ
وَلَا سُلَيْمَانُ إِذْ دَانَ الشُّعُوبُ لَهُ
أَنَا النَّذِيرُ فَلَا يَغُرُّكُمْ أَحَدُ
فَإِنْ دَعَوْكُمْ فَقُولُوا بَيْنَنَا جَدَدُ
وَقَبْلُ قَدْ سَبَّحْتَ الْحُودُ الْجُمُودُ
لَا يَنْبَغِي أَنْ يُنَاوِيَ مُلْكُهُ أَحَدُ
يَقْقَى الْبَالَهُ وَيُودِي الْمَالُ وَالْوَلَدُ
وَالْخُلْدُ قَدْ حَاوَلْتُ عَادًا فَمَا خَلَدُوا
وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ تَجْرِي بَيْنَهُمَا الْبُرْدُ
(میں نے چند لوگوں کو نصیحت کی اور میں نے ان سے کہا: میں تم کو ڈرانے والا ہوں، چنانچہ تم کو کوئی دھوکے میں نہ ڈالے۔

اپنے خالق کے علاوہ کسی دوسرے معبود کی عبادت ہرگز نہ کرو، اگر وہ تم کو اس کی طرف بلائیں تو تم کہو: ہمارے درمیان ہموار راستہ ہے یعنی ہم صحیح راستے پر ہیں۔

عرش کے مالک کی ذات پاک ہے، پاک کی اسی کے لیے ہے، اس سے پہلے آسمانوں اور زمینوں نے اس کی پاکی بیان کی ہے۔

آسمان کے نیچے موجود تمام چیزیں اس کے لیے مستخر ہیں، کوئی اس کی شہنشاہیت سے خروج نہیں کر سکتا۔
جو چیزیں ہم دیکھ رہے ہیں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اصل چیز اس کی رضا اور خوش نودی ہے، اللہ ہمیشہ ہمیش رہے گا، مال تباہ ہو جائے گا اور اولاد ہلاک ہو جائے گی۔

ہر مژکے کو اس کے خزانے کبھی کام نہیں آئے، قبیلہ عاد نے خلود کی کوشش کی، لیکن وہ ہمیشہ نہیں رہے۔

اور سلیمان بھی زندہ نہیں ہیں، جن کے لیے تو تمام مخلوقات تابع ہو گئی تھیں، جنات اور انسان ان کے مطیع تھے، اور ہوائیں اور بادل ان کے حکم پر چلتے تھے)

مراجع: الاصابۃ ۳/۵۹۷-۵۹۸، الوافی بالوفیات ۲/۲۵۷-۲۵۸، أسد الغابۃ ۵/۳۶۳

(۳۶۴)

ولید ابن ولید ابن مغیرہ قرشی مخزومی

ولید بن ولید بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم قرشی مخزومی۔

ولید، خالد بن ولید کے بھائی ہیں، انہوں نے جنگ بدر میں مشرکین کے ساتھ شرکت کی اور مسلمانوں کے ہاتھوں میں قید ہو گئے۔ ان کے بھائی ہشام اور خالد نے فدیہ دے کر ان کو چھڑایا، ہشام ان کے حقیقی بھائی ہیں، جب ان کو فدیہ دے کر آزاد کر دیا گیا تو انہوں نے اسلام قبول کیا۔ مشرکین نے ان کی سرزنش کی تو انہوں نے کہا: مجھے یہ اچھا نہیں لگا کہ وہ سمجھیں کہ قید سے گھبرا کر میں اسلام لا رہا ہوں۔

واقدی نے لکھا ہے کہ جب وہ اسلام لے آئے تو ان کے نبیہال والوں نے ان کو قید کیا، نبی کریم ﷺ ان کی رہائی کے لئے قنوت میں دعا کیا کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دعا میں کہا کرتے تھے: ”اللہم انج الولید بن الولید والمستضعفین من المؤمنین“ پھر وہ اپنے رشتہ داروں کی قید سے نکل کر بھاگنے میں کامیاب ہو گئے اور آپ ﷺ سے ”عمرة القضاء“ میں آکر ملے، ایک روایت یہ ہے کہ جب وہ بھاگے تو کسی سواری پر سوار نہیں ہوئے، بلکہ پیدل ہی بھاگے، پھر بھی کوئی ان کو پکڑ نہیں سکا، لوگ ان کے پیچھے نکلے، لیکن ان کو پکڑنے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ ایک قول یہ ہے کہ مدینہ داخل ہونے سے پہلے براء بن عتبہ کے پاس ان کا انتقال ہو گیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب عمرہ کیا تو خالد مکہ سے نکلے، تاکہ مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہوتے ہوئے نہ دیکھیں، نبی کریم ﷺ نے ولید بن ولید سے کہا: ”اگر وہ ہمارے پاس آتے تو ہم ان کا اکرام کرتے، اس جیسے شخص کے دل میں اسلام جاگزیں ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا“۔ ولید نے یہ بات لکھ کر خالد کو پہنچائی، خالد کی ہجرت کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے۔ واقدی نے یہ واقعہ بیان کیا ہے۔

زبیر بن بکار نے روایت کیا ہے کہ جب ولید بن ولید ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے تو ان کی ماں

نے کہا:

هَاجَرَ الْوَلِيدُ رُبْعَ الْمَسَافَةِ فَاشْتَرِ مِنْهَا جَمَلًا وَنَاقَةً
(ولید نے ہجرت کر کے سفر کی ایک چوتھائی مسافت طے کر لی ہے، چنانچہ تم وہاں سے بہت سی اونٹنیاں خریدو)
ان کی ماں کے بہت سے ایسے اشعار ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ جب ولید کا انتقال ہوا تو ام سلمہ نبی کریم ﷺ کی بیوی نے مندرجہ ذیل اشعار کہے، جو ان کی چچا زاد بہن تھیں:

يَا عَيْنُ فَاُبْكِي الْوَلِيدَ بِنَ الْوَلِيدِ بِنِ الْمُغِيرَةِ
قَدْ كَانَ غَيْثًا فِي السَّيِّدِ نَيْنَ وَرَحْمَةً فِينَا مُنِيرَةِ
صَخَمَ الدَّسِيعَةَ مَا جَدَا يَسْمُو إِلَى طَلَبِ الْوَتِيرَةِ
مِثْلَ الْوَلِيدِ بِنِ الْوَلِيدِ أَبُو الْوَلِيدِ كَفَى الْعَشِيرَةِ
(اے میری آنکھ! ولید ابن ولید ابن ولید ابن مغیرہ پر رو۔
وہ قط سالی میں سیراب کرنے والا بادل تھا، اور ہم میں روشن رحمت تھا۔
اس کا دسترخوان بڑا وسیع تھا اور وہ خالص النسب شریف تھا، وہ بلندی کی تلاش میں بلندیوں پر چڑھتا رہا۔
ولید ابن ولید ابوالولید جیسا شخص خاندان کے لیے کافی ہے)

طبرانی نے روایت کیا ہے کہ ولید بن ولید بن مغیرہ مکہ میں قید تھے، جب انہوں نے ہجرت کا ارادہ کیا تو اپنا مال طائف میں بیچا، انہوں نے ایک مرتبہ اپنی قوم کو غفلت میں پایا تو وہ، عیاش بن ابوربیعہ اور سلمہ بن ہشام پیدل چلے، ان کو پیچھا کیے جانے کا خوف تھا، وہ تیز چلنے لگے، یہاں تک کہ تھک گئے، ولید چلنے سے قاصر ہو گئے تو یہ شعر کہا:

يَا قَدَمَيَّ الْحَقَانِي بِالْقَوْمِ وَلَا تَعْدَانِي كَسَلًا بَعْدَ الْيَوْمِ
(میرے قدم! مجھے قوم تک پہنچا دو اور آج کے بعد مجھے تھکاوٹ اور سستی کی دھمکی نہ دو)

جب وہ اجر اس پہنچے تو ان کو زخم آیا، اس وقت انہوں نے کہا:

هَلْ أَنْتَ إِلَّا إَصْبَعُ دُمَيْتٍ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ مَا لَقِيتَ
(تو تو بس ایک انگلی ہے جو زخمی ہوئی ہے، جو تمہیں تکلیف پہنچی ہے وہ اللہ کے راستے میں ہے)

مراجع: الاصابۃ ۶۰۳/۳-۶۰۴

(۳۶۵)

وہب ابن سماع عمونی

ابن عبدالبر نے وہب ابن سماع کا تذکرہ کیا ہے۔

ابن سعد نے ”شرف المصطفیٰ“ میں یہ واقعہ حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، اور صحابہ آپ کے ارد گرد تھے کہ ایک بد واپنی اونٹنی پر سوار ہو کر آیا، وہ بہت لمبا تھا۔ وہ لوگوں کو پھاندتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے سامنے آ کر کھڑا ہوا اور گفتگو کرنے لگا، کئی مرتبہ اس پر خوف طاری ہوا پھر اس کا خوف ختم ہو گیا تو اس نے چند اشعار سنائے، نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا: کیا تم وہب بن سماع ہو؟ انہوں نے کہا: میں وہب بن سماع عوفی ہوں جو بہت سخت دفاع کرنے والا اور طاقتور ہے۔ آپ نے دریافت کیا: ”کیا تم وہی ہو جس کی قوم کے اکثر لوگ جنگوں میں ختم ہو گئے ہیں؟“ پھر آپ نے اس کے حالات بتانا شروع کیا تو اس نے کہا: اب کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ انہوں نے اسلام قبول کیا۔

ابن سعد نے بت کے ساتھ ان کا قصہ بیان کیا ہے اور ان کے اشعار بھی نقل کیے ہیں، جن میں سے ایک شعر یہ ہے:

يَا وَهْبُ بُنَ مَالِكٍ لَا تَجْزَعْ قَدْ جَاءَ مَا لَيْسَ يَدْفَعُ

(اے ابن وہب! گھبراؤ نہیں، وہ چیز آ چکی ہے جس کو روکا نہیں جاسکتا) مراجع: الاصابہ ۳/ ۶۰۵-۶۰۶

(۳۶۶)

یزید بن آخرہ میمانی

وثیمہ نے کتاب الردۃ میں یزید بن آخرہ میمانی کا تذکرہ کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے حکم سے اسود عسی کو قتل کرنے والوں میں یہ بھی تھے، انہوں نے اسود عسی کو قتل کرنے کے بعد مندرجہ ذیل اشعار کہے:

لَعَمْرُكَ إِنَّا يَوْمَ عَبْدَانِ غُصْبَةٍ يَمَانِيَةِ الْأَحْسَابِ غَيْرِ لِيَامِ
غَدَاةٍ جَدَّعْنَا فِي عَنَسٍ بَضْرِبَةٍ أَبَانَ بِهَا الْمَكْشُوحُ رَأْسَ هُمَامِ

(تیری زندگی کی قسم! ہم جنگِ عبدالن میں متحد گروہ تھے، ہم میں سے ہر ایک خالص النسب تھا، کوئی کمینہ نہیں تھا۔ جس دن ہم نے اسود عسی کو مار دیا، جس سے اس سردار کا سر پھٹ کر کھل گیا)

(۳۶۷)

یزید بن حارث شیبانی

ان کو عہد نبوی ملا اور وہ جنگِ یمامہ میں شریک ہوئے، اسی سلسلے میں وہ کہتے ہیں:

تَدُوْرُ رَحَانَا حَوْلَ رَأْيَةِ عَامِرٍ يَرَانَا بِالْأَبْطَحِ الْمُتَلَحِّقِ
يَلُوْذُ بِنَا رُكْنَا مَعِدٍّ وَتَبْقَى بِنَا غَمَرَاتُ الْمَوْتِ أَهْلَ الْمَشَارِقِ
(عامر کے جھنڈے کے آس پاس ہمارے پڑاؤ تھے، وہ ہم کو کشادہ وسیع میدان میں دیکھ رہا تھا۔

قبیلہ معد کے دو مضبوط خاندان ہماری پناہ لے رہے تھے، اور ہماری وجہ سے موت کی سختیاں مشرق والوں کو جھیلنی پڑی)
اس کے بعد انہوں نے بصرہ میں سکونت اختیار کی۔

مرزبانی نے ”مجم الشعراء“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔

مراجع: الاصابۃ ۳/۶۳۴، الاعلام ۸/۱۸۰-۱۸۱، البدایۃ والنہایۃ ۸/۵۴، التہذیب والتہذیب ۸/۱۶۳، جمہورۃ الانساب ۵/۳۰۵، الکامل لابن الاثیر ۲/۱۱۱، مجمع الشعراء المختصر مین والاموئین ۵۳۴-۵۳۵

(۳۶۸)

یزید ابن حذیفہ اسدی

وثیمہ نے کتاب الردہ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ اور ان کے بیٹے زفر فتنہ ارتداد میں اسلام پر ثابت قدم رہے اور وہ دونوں خالد بن ولید سے جا کر ملے، وہ بنو اسد کے شرفاء میں سے تھے، انہوں نے بنو اسد کو انجام بد سے ڈراتے ہوئے اشعار کہے جن میں سے ایک شعر یہ ہے:

بَنِي أَسَدٍ مَا فِي طَلِيحَةٍ خَصْلَةٌ يُطَاعُ بِهَا يَا قَوْمُ فِي حَيِّ فُقُوعِ
(اے بنو اسد! طلحہ میں کوئی بھی ایسی صفت نہیں ہے کہ اس کی بنیاد پر اطاعت کی جائے، اے فقعس کے علاقے میں رہنے والو!) مراجع: الاصابۃ ۳/۶۳۴

(۳۶۹)

یزید ابن عبد المدان حارثی

یزید بن عبد المدان بن دیان بن قطن حارثی۔

ان کی کنیت ابو منذر ہے۔

ابن سعد نے کہا ہے کہ وہ شاعر تھے، اور اپنی قوم کے باعزت شخص تھے۔

انہوں نے سن ۱۰ ہجری میں اسلام قبول کیا اور آپ ﷺ کے پاس آئے۔

مراجع: الاصابۃ ۳/۶۲۳

(۳۷۰)

یزید ابن عمرو ریاحی

یزید شاعر ہیں اور وہ اخوص کے نام سے مشہور ہیں۔ مرزبانی نے معجم الشعراء میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ مختصر شاعر ہیں۔
مراجع: الاصابۃ ۳/۶۳۵

(۳۷۱)

یزید ابن قیس کلابی

یزید بن قیس بن صعق (یہ لقب ہے، ان کا نام عمرو ہے) بن حرث بن خویلد بن نوفل بن عمرو بن کلاب بن ربیعہ کلابی۔ ان کی کنیت ابو مختار ہے۔

مرزبانی نے ”معجم الشعراء“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ انہوں نے بصرہ کے گورنروں کی شکایت میں حضرت عمر کے نام ایک قصیدہ کہا تو خالد بن کلاب نے اس کا جواب دیا، مدائنی، علی بن حماد اور تحیم بن حفص وغیرہ نے کہا ہے کہ ابو مختار یزید بن قیس بن صعق نے ابواز وغیرہ کے گورنروں کے خلاف حضرت عمر کی خدمت میں شکایت کی:

أَبْلَغُ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ رِسَالَةً
وَأَنْتَ أَمِينُ اللَّهِ فِينَا وَمَنْ يَكُنْ
فَلَا تَدْعَنَّ أَهْلَ الرَّسَائِقِ وَالْقُرَى
فَأَرْسِلْ إِلَى الْحَجَّاجِ فَأَعْرِفْ حِسَابَهُ
وَلَا تَنْسِينَ النَّافِعِينَ كَلَاهُمَا
وَلَا تَدْعُونِي لِلشَّهَادَةِ إِنِّي
نَوْبُ إِذَا أَبَوْا وَنَغَزُوا إِذَا غَزَوْا
إِذَا التَّاجِرُ الْهِنْدِيُّ جَاءَ بِفَارَةٍ
فَأَنْتَ أَمِينُ اللَّهِ فِي النَّهْيِ وَالْأَمْرِ
أَمِينًا لِرَبِّ الْعَرْشِ يَسْلَمُ لَهُ صَدْرِي
يُسَيِّغُونَ مَالَ اللَّهِ فِي الْأَدَمِ وَالْوَفْرِ
وَأَرْسِلْ إِلَى جُزْءٍ وَأَرْسِلْ إِلَى بَشَرٍ
وَلَا ابْنِ غَلَابٍ مِنْ سَرَاةٍ بَنَى نَصْرٍ
أَغْيَبُ وَلَكِنْ أَرَى عَجَبَ الدَّهْرِ
فَإِنْ لَهُمْ وَقَرًا وَلَسْنَا ذَوِي وَقَرٍ
مَنْ الْمُسْكِرِ رَاحَتْ فِي مَفَارِقِهِمْ تَجَرِي
(امیر المؤمنین کو یہ پیغام پہنچا دو کہ آپ نبی عن المنکر اور امر بالمعروف کے سلسلے میں اللہ کے امین ہیں۔
اور آپ ہم میں اللہ کے امین ہیں اور جو عرش کے مالک کا امین ہو اس کے لیے میرا دل صاف ہے اور میں اس کا مخلص ہوں۔
چنانچہ آپ گاؤں اور دیہات والوں کو اللہ کا مال عیش و عشرت کی زندگی اور اپنے وقار و ناموس کی حفاظت کے لیے
خرچ کرنے کے لیے نہ چھوڑے۔

حجاج کے پاس اپنا آدمی بھیجو اور اس کا حساب کتاب لو، جزء کے پاس بھیجو اور بشر کے پاس بھیجو۔
دونوں نافع کو بھی بھلا نہ دینا اور ابن غلاب کو بھی نہ چھوڑنا جو بنو نصر کے سرداروں میں سے ہیں۔
اور گواہی کے لیے مجھے نہ بھلانا، کیوں کہ میں غائب ہو جاؤں گا، لیکن میں زمانہ کی عجیب کارستانیوں دیکھ رہا ہوں۔
جب وہ جنگ سے واپس ہوتے ہیں تو ہم بھی واپس ہوتے ہیں، اور جب وہ جنگ کرتے ہیں تو ہم بھی جنگ کرتے
ہیں، لیکن ان کی عزت و وقار ہے، ہماری کوئی عزت نہیں ہے۔ جب ہندوستانی تاجر مشک کی شیشی لے کر آتا ہے تو
مشک ان کی ماگوں میں دوڑنے لگتا ہے (مراجع: الاصابۃ ۳/۶۳۶)

(۳۷۲)

یزید ابن معاویہ رواسی

یزید بن معاویہ بن قیس بن عبیدہ رواسی۔ ان کی کنیت ابو داؤد ہے۔
مرزبانی نے لکھا ہے کہ وہ مخضرم شاعر ہیں اور ان کے اشعار نقل کئے ہیں، جن میں سے ایک شعر
مندرجہ ذیل ہے:

نُؤَاصِلُ أَحْيَانًا وَنُصْرُمُ تَارَةً وَشَرُّ الْأَخْلَاءِ الْخَلِيلُ الْمُمَزَّجُ
(ہم کبھی تعلقات استوار کرتے ہیں تو کبھی تعلقات توڑ دیتے ہیں، دوستوں میں بدترین دوست وہ ہے جو دوغلا ہو)
ابن الکلی نے ان کا تذکرہ کیا ہے اور ان کو شاعر کہا ہے۔ (مراجع: الاصابۃ ۳/۶۳۷)

(۳۷۳)

یزید ابن مغفل عامری

یزید بن مغفل بن عوف بن عمیر بن کلیب عامری۔
ان کو عہد نبوی ملا اور انہوں نے اسلام قبول کیا اور جنگ قادسیہ میں شہید ہوئے۔
ابن الکلی نے ان کا تذکرہ کیا ہے اور مرزبانی نے ”معجم الشعراء“ میں لکھا ہے کہ وہ حسین بن علی
کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے، اس وقت انہوں نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:
إِنْ تُنْكِرُونِي فَأَنَا ابْنُ الْمُغْفَلِ شَاكٍ لَدَى الْهَيْجَاءِ غَيْرَ أَعْزَلِ
وَفِي يَمِينِي نَصْفُ سَيْفٍ مُنْصَلٍّ أَعْلُوْبِهِ الْفَارَسُ وَسَطُ الْقُسْطَلِ
(اگر تم مجھے پہچانتے نہیں ہو تو سن لو! میں مغفل کا بیٹا ہوں، جنگوں کا بہادر اور تھیاروں سے لیس، میں کبھی شکست نہیں کھاتا۔
اور میرے ہاتھ میں تیز کاٹنے والی اور حق ادا کرنے والی تلوار ہے، یہ تلوار لے کر میں جنگ کے غبار میں شہسوار پر چڑھ
جاتا ہوں) (مراجع: الاصابۃ ۳/۶۳۷)

باب ششم:

شاعراتِ عہدِ نبوی

(۱)

اروی بنت عبدالمطلب

اروی بنت عبدالمطلب بن ہاشم ہاشمیہ۔

اروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی ہیں۔

واقدی نے روایت کیا ہے کہ جب طلیب بن عمیر یعنی اروی کے فرزند نے اسلام قبول کیا تو وہ اپنی ماں کے پاس آئے اور کہا: میں نے اسلام قبول کر لیا ہے اور محمد کا پیروکار بن گیا ہوں۔

واقدی نے پورا واقعہ نقل کیا ہے، اس میں تذکرہ ہے کہ انھوں نے اپنی ماں سے کہا: تمہیں اسلام قبول کرنے میں کیا رکاوٹ ہے؟ حالاں کہ تمہارے بھائی حمزہ نے بھی اسلام قبول کر لیا ہے۔ انہوں نے کہا: میں دیکھ رہی ہوں کہ میرے دو بھائی کیا کریں گے۔ طلیب کہتے ہیں کہ میں نے کہا: میں تم کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ تم محمد ﷺ کے پاس چلی جاؤ اور ان کو سلام کرو اور ان کی تصدیق کرو۔ اروی نے کہا: میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

پھر وہ اپنی زبان اور شاعری کے ذریعے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنے لگی اور اپنے فرزند کو آپ کے تعاون اور آپ کے ساتھ دعوتی کاموں میں شریک ہونے کی ترغیب دینے لگی۔

واقدی نے برہ بنت ابوجراہ سے روایت کیا ہے کہ ابوجہل اور ان کے چند ساتھیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو روکا اور آپ کو تکلیف پہنچائی۔ طلیب بن عمیر بھی وہاں تھے، انھوں نے ابوجہل کو مار کر زخمی کر دیا، یہ دیکھ کر ابوجہل کے ساتھیوں نے طلیب کو پکڑا اور اس کو مارنے کا ارادہ کرنے لگے تو ابولہب طلیب کی مدد کے لئے آگے بڑھے۔ یہ خبر اروی کو معلوم ہوئی تو انھوں نے کہا: ابولہب کا سب سے بہترین دن وہ ہے جب انہوں نے اپنے ماموں زاد بھائی کی مدد کی۔ اس وقت ابولہب سے کہا گیا کہ

اروی بد دین ہو گئی ہے، چنانچہ وہ اروی کے پاس آئے اور اس کی سرزنش کرنے لگے تو اروی نے کہا: اپنے بھتیجے سے ہٹ کر رہو، اگر وہ غالب آجائے تو تم کو اختیار ہے، ورنہ اپنے بھتیجے کو معذور سمجھو۔ ابولہب نے کہا: ہمارے ساتھ پورے عرب کی طاقت ہے، وہ تو نیا دین لے کر آیا ہے۔

ابن سعد نے کہا ہے کہ ایک قول کے مطابق طلیب نے مندرجہ ذیل شعر کہا:

إِنَّ طَلِيئًا نَصْرًا بَنَ خَالِهِ وَمَا أَسَاءَ فِي ذِي ذِمَّةٍ وَمَالِهِ
(طلیب نے اپنے ماموں زاد بھائی کی مدد کی اور رشتے دار کے ساتھ اور اس کے مال کے ساتھ برائی نہیں کی)

محمد بن سعد نے بیان کیا ہے کہ اروی بنت عبدالمطلب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر مندرجہ ذیل اشعار بطور مرثیہ کہے:

الْيَارَسُولَ اللَّهِ كُنْتَ رَجَاءَنَا وَكُنْتَ بِنَا بَرًّا وَلَمْ تَكُ جَافِيَا
كَأَنَّ عَلَى قَلْبِي لَذِكْرُ مُحَمَّدٍ وَمَا جَمَعْتُ بَعْدَ النَّبِيِّ الْمُجَاوِيَا
(اے اللہ کے رسول! آپ ہماری امید تھے اور آپ ہمارے ساتھ حسن سلوک کرنے والے تھے، آپ سنگ دل نہیں تھے۔
ایسا لگتا ہے کہ میرے دل میں محمد کی یاد ہے، اور نبی کے بعد میرے دل نے کوئی ضرورت جمع نہیں کی، یعنی کسی ضرورت کے بارے میں سوچا ہی نہیں کہ کہیں وہ پوری نہ ہو)

مراجع: الاصابۃ ۴/۲۲۲، أسد الغابۃ ۷/۷، الأعلام ۱/۲۹۰، البدایۃ والنہایۃ ۲/۱۹۵، ۲۳۵، الخوان ۳/۳۹۸، طبقات ابن سعد ۲/۳۲۵، مخ المرح ۳۳۶، معجم الشعراء المختصر میں والہ موہب ۲۰، معجم الشعراء عقیف ۱۵-۱۶

(۲)

امامہ زبدیہ

ابن ہشام نے ابونہک منافق کے قتل کے سلسلے میں ان کا تذکرہ کیا ہے، ابونہک نے اپنے نفاق کو ظاہر کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کون میرے خاطر اس خبیث کو مارے گا“، بنو عمرو بن عوف کے ایک شخص سالم بن عمیر نے ان کو قتل کیا، اس سلسلے میں امامہ زبدیہ نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

تُكَذِّبُ دِينَ اللَّهِ وَالْمَرْءَ أَحْمَدًا لَعَمْرُ الَّذِي أَمْنَاكَ أَنْ بَسَّ مَا تُمْنِي
حَبَاكَ حَنِيفٌ آخِرَ الدَّهْرِ طَعْنَةً أَبَا عَفْكَ خُذْهَا عَلَى كِبَرِ السِّنِّ
(تم اللہ کے دین اور شریف انسان احمد کو جھٹلاتے ہو، اس کی زندگی کی قسم جس نے تم کو جھوٹی امید دلائی ہے، تم کو بدترین امید دلائی گئی ہے۔

تم کو مذہب حنیفی کے ایک پیروکار نے بڑھاپے میں نیزہ مارا، ابو عفک! اس وار کو بڑھاپے میں لو)

مراجع: الاصابۃ ۴/۲۳۲، معجم الشعراء المختصر میں والہ موہب ۲۶-۲۷، معجم الشعراء عقیف ۲۸، المغازی ۱/۷۵، مخ المرح ۳۲۵

(۳)

ام حبیبہ بنت عامر

ام حبیبہ بنت عامر بن خالد بن عمرہ بن قریظ۔

ام حبیبہ کو عہد نبوی ملا، لیکن آپ سے ملنے کا شرف حاصل نہیں ہوا۔

واقدی نے لکھا ہے کہ بنی کریمؐ نے بنو حارثہ بن عمرو کے نام سن ۹ھ کو ایک خط لکھ کر ان کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے خط لیا اور اس کے حروف مٹا کر اس سے اپنا ڈول درست کیا، ام حبیبہ نے ان کے اس عمل پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے مندرجہ ذیل شعر کہا:

إِذَا مَا اتَّهَمُ آيَةً مِنْ مُحَمَّدٍ مَحَوَّهَا بِمَاءِ الْبُئْرِ فَهُوَ عَصِيرُ
(جب ان کے پاس محمدؐ کی طرف سے نشانی آئی تو انہوں نے کنویں کے پانی سے اس کو مٹایا)

مراجع: الاصابۃ ۴/۴۲۸، معجم الشعراء لعقیف ۶۷، معجم الشعراء للبخضر مین والا موتین ۹۵، مخ المذبح ۳۴۰

(۴)

ام ذر

ام ذر، ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں۔

فاکہانی نے ”کتاب مکہ“ میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب مسکرا نے کا دل کرتا تو آپ ابوذر سے فرماتے: ”ابوذر! مجھے اپنے اسلام کی ابتدا کے بارے میں بتاؤ“۔ وہ کہتے: ہمارا ایک بت تھا، اس کا نام ”نہم“ تھا، ایک مرتبہ میں اس کے پاس آیا اور اس کے لئے دودھ اٹھایا اور واپس چلا گیا، اچانک میری نگاہ اس جگہ پڑی تو میں نے ایک کتے کو دیکھا کہ وہ یہ دودھ پی رہا ہے، جب وہ دودھ پی کر فارغ ہو گیا تو اس نے اپنا پیر اٹھا کر بت پر پیشاب کر دیا تو میں نے یہ اشعار کہے:

أَلَا يَأْنَهُمْ إِنِّي قَدْ بَدَأْتُ مَدَى شَرَفٍ يُعِدُّ مِنْكَ قُرْبًا
رَأَيْتُ الْكَلْبَ سَامِكًا حَظَّ خَسَفٍ فَلَمْ يَمْنَعْ قِفَاكَ الْيَوْمَ كَلْبًا
(اے نہم! تمہاری کتنی عزت ہے مجھے معلوم ہو گئی؟ جو تم سے قریب کو دور کر رہا ہے۔
میں نے کتے کو دیکھا کہ ذلت کے حصے کو تمہارے بدلے وہ چر گیا، تو تم نے آج کتے کو نہیں روکا)

ام ذر نے مجھے سنا تو کہا:

حِينَ هَجَوْتَ نَهْمًا

وَأَصَبْتَ عِظْمًا

لَقَدْ أَتَيْتَ جُرْمًا

(تم نے جرم کیا ہے اور بہت بڑا گناہ کیا ہے، جب تم نے نہم کی بجوئی)

میں نے پورا واقعہ اس کو سنایا تو اس نے کہا:

أَلَا فَاْبِعِنَا رَبًّا كَرِيْمًا جَوَادًا فِي الْفَضَائِلِ يَا ابْنَ وَهْبٍ
 فَمَا مِنْ سَامَةٍ كُلُّبٌ حَقِيْرٌ فَلَمْ يَمْنَعْ يَدَاهُ لَنَا بَرَبٌ
 فَمَا عَابِدُ الْحَجَارَةِ غَيْرَ غَاوٍ رَكِيْكُ الْعَقْلِ لَيْسَ بِذِي لُبٍّ
 (سن لو! پھر تو ہمارے لیے سخی پروردگار کو تلاش کرو، جو احسانات کرنے میں سخی اور جواد ہو، اے ابن وہب۔
 کیوں کہ جس کا کھانا ایک حقیر کتا چاٹ جائے تو بھی اس کے ہاتھ روک نہ پائے تو وہ ہمارا پروردگار نہیں ہے۔
 پتھروں کو پوجنے والا تو گمراہ ہی ہے اور وہ رکیک العقول ہے، عقل مند نہیں)

آپؐ نے فرمایا: ام ذر نے صحیح کہا ہے کہ پتھروں کو پوجنے والے گمراہ ہیں۔

مراجع: الاصابۃ ۴/۴۳۰

(۵)

ام رعلہ قشیریہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ام رعلہ مدینہ آئی تھی اور انھوں نے آپ سے ملاقات بھی کی تھی، جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا تو فتنہ ارتداد کے زمانے میں واپس مدینہ آئی۔
 مستغفری نے لکھا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر بڑی غم زدہ تھی اور حسن و حسین کو دیکھنے کے لئے مدینہ کی گلیوں کا چکر لگاتی تھی اور آپ کی یاد میں روتی تھی۔ انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے متعلق ام رعلہ کا ایک مرثیہ نقل کیا ہے جس کا ایک شعر یہ ہے:

يَا دَارَ فَاطِمَةَ الْمَعْمُورِ سَاحَتُهَا هَيَّجَتْ لِي حُزْنًا حُيِّتَ مِنْ دَارِ
 (دیار فاطمہ! جس کا صحن آباد ہے، اس صحن نے میرے غم کو بھڑکا دیا، وہ گھر ہمیشہ آباد رہے)

مراجع: الاصابۃ ۴/۴۳۱

(۶)

خنساء بنت عمرو سلمیہ

خنساء بنت عمرو بن شرید بن رباح بن ثعلبہ بن عصبہ بن خفاف بن امرؤ القیس بن بہثہ بن سلیم سلمیہ۔
خنساء مشہور شاعرہ ہیں۔ ان کا نام تماشہ ہے۔

خنساء بڑی خوبصورت تھی، درید بن صمہ نے ایک مرتبہ خنساء کو دیکھا کہ انھوں نے خارش زدہ اونٹ پر تار کول ملا، پھر کپڑے اتار کر غسل کیا۔ اس پر درید بن صمہ نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

حَيُّوا تَمَاضِرَ وَارْبَعُوا صَحْبِي وَقفُوا فَإِنَّ وُقُوفَكُمْ حَسْبِي
مَا إِن رَأَيْتُ وَلَا سَمِعْتُ بِهِ كَالْيَوْمِ طَافَ أُنَيْقُ حِزْبِي
مُبْتَدِلًا تَبْدُو مَحَاسِنُهُ يَصْنَعُ الْهَنَاءَ مَوَاضِعَ النِّقَبِ
أَخْنَسَ قَدْ هَامَ الْفَوَازُ بِكُمْ وَاعْتَادَهُ دَاءُ مِنَ الْحُبِّ
(میرے ساتھیو! تماضر کو سلام کرو اور میرا انتظار کرو، تمھارا ٹھہرنا ہی میرے لیے کافی ہے۔
میں نے اس کو نہیں دیکھا اور نہ میں نے اس کے بارے میں سنا، اس دن کی طرح جس دن ایک خوبصورت کا گزر میرے گروہ سے ہوا۔

اس نے پرانے کپڑے پہنے تھے، اس کے محاسن ظاہر ہو رہے تھے، وہ خوبصورت فرد دلوں کو اپنے قابو میں کر رہا ہے۔
خنساء! دل تمھارا عاشق ہو گیا ہے، اور اس کو محبت کی بیماری لگی ہے)
جب خنساء کو یہ بات معلوم ہوئی کہ درید نے ان کو شادی کا پیغام بھیجا ہے تو انہوں نے کہا: میں بلند
نیزوں کے مانند لمبے تڑنگے طاقت ور چچا زاد بھائیوں کو چھوڑ کر بوڑھے سے شادی نہیں کر سکتی۔ اس پر
درید نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

وَقَاكَ اللَّهُ يَا ابْنَةَ آلِ عَمْرٍو مِنَ الْفَتَيَانِ امْثَالِي وَنَفْسِي
وَقَالَتْ إِنَّهُ شَيْخٌ كَبِيرٌ وَهَلْ خُبِرَ تَهَانِي ابْنُ أُمِّسِ
(اے آل عمرو کی دختر! اللہ تم کو میرے جیسے نوجوانوں اور خود مجھ سے بچائے۔
اور اس نے کہا: وہ بہت بوڑھا ہے، کیا اسکو یہ بات پہنچائی گئی ہے کہ میں گذشتہ کل کا آدمی ہوں یا میرے دن ختم
ہو چکے ہیں)

حضرت خنساء نے رواحہ بن عبد العزی سلمی سے شادی کی اور ان سے ایک فرزند عبد اللہ ہوئے
پھر ان کے بعد مرداس بن ابو عامر سلمی سے شادی کی جن سے تین اولاد زید، معاویہ اور عمر ہوئے۔

ابو عمر نے لکھا ہے کہ خنساء نبی کریم ﷺ کے پاس اپنی قوم بنو سلیم کے ساتھ آئی اور ان کے ساتھ ہی اسلام قبول کیا۔ رسول اللہ ﷺ خنساء سے اس کے اشعار سنا کرتے تھے اور ان کے اشعار کو پسند کرتے تھے اور فرماتے تھے: ”خنساء! فلاں شعر سناؤ“ اور ہاتھ کے اشارے سے اپنی پسندیدگی کا اظہار کرتے تھے۔

خنساء ابتداء میں دو یا تین اشعار کہا کرتی تھیں، پھر ان کے دو بھائیوں معاویہ اور صخر کا زمانہ جاہلیت میں قتل کیا گیا، معاویہ ان کے حقیقی بھائی تھے، ان کو ہاشم اور زید نے قتل کیا تھا، جن کا تعلق قبیلہ مرہ سے تھا، صخر ان کے علاقائی بھائی تھے، ان دونوں کے قتل کا اثر حضرت خنساء پر بہت زیادہ پڑا اور انہوں نے اپنے بھائیوں پر مرثیہ کہنا اور غم کرنا شروع کیا، جس کی وجہ سے ان کی آنکھیں کمزور ہو گئیں، اخیر میں وہ اندھی ہو گئیں تھیں۔

مورخین اور ادباء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کوئی شاعرہ نہ ان سے پہلے ان کی ہم پلہ تھی اور نہ ان کے بعد۔

خنساء نے اسلام قبول کرنے کے بعد بھی اپنے بھائیوں پر غم کرنا اور ان کا مرثیہ کہنا نہیں چھوڑا، جب وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ آئی (اس وقت ان کی عمر ۵۰ سال کی تھی) تو حضرت عمر نے بھائیوں کے غم کے اثرات کو چہرے سے پہچان لیا اور دریافت کیا: آپ ان دونوں پر کیوں غم کرتی ہو، حالانکہ وہ دونوں جہنم میں ہیں۔ خنساء نے جواب دیا: یہی بات مجھے اور زیادہ غمگین کر رہی ہے، میں اس سے پہلے اپنے بھائیوں پر انتقام کی غرض سے رویا کرتی تھی اور اب جہنم کی آگ کی وجہ سے روتی ہوں۔

خنساء کے چار بیٹے تھے، جب مسلمان عراق پر چڑھائی کرنے کے لئے جانے لگے تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو جمع کیا اور ان کو جہاد اور اسلام کی مدد کی ترغیب دی، انہوں نے جنگ قادسیہ میں شرکت کی اور سب کے سب شہید ہو گئے اور چاروں نے شہید ہونے سے پہلے رجز یا اشعار کہے، پہلے نے کہا:

يَا إِخْوَتِي إِنَّ الْعَجُوزَ النَّاصِحَةَ قَدْ نَصَحْتُنَا إِذْ دَعَتُنَا الْبَارِحَةَ
بِمَقَالَةٍ ذَاتِ بَيَانٍ وَاضِحَةٍ وَإِنَّمَا تُلْقُونَ عِنْدَ الصَّابِحَةِ
مِنْ آلِ سَاسَانَ كَلَابًا نَابِحَةً

(اے میرے بھائیو! نصیحت کرنے والی عمر رسیدہ ماں نے ہم کو نصیحت کی ہے، جب اس نے ہم کو گزشتہ رات جمع کیا تھا۔ واضح اور کھلی باتوں سے ہم کو نصیحت کیا اور اس نے کہا: کل صبح آل ساسان کے بھونکنے والے لکتوں سے تمہاری ٹکڑ ہوگی) دوسرے نے کہا:

إِنَّ الْعَجُوزَ ذَاتَ حَزْمٍ وَجَلْدٍ قَدْ أَمَرْتُنَا بِالسَّدَادِ وَالرُّشْدِ
نَصِيحَةً مِّنْهَا وَبِرًّا بِالْوَلَدِ فَبَاكِرُوا الْحَرْبَ حُمَاةَ فِي الْعَدَدِ

(ہماری بوڑھی ماں پختہ ارادہ والی اور مضبوط دل والی ہے، اس نے ہم کو جھے رہنے اور بھلائی کا حکم دیا ہے۔ اس کی طرف سے نصیحت ہے، اور اولاد یعنی ہم کو اس کی فرماں برداری کرنی ہے، چنانچہ تیاری کے ساتھ کل صبح صبح بہادروں کی طرح جنگ میں کود پڑو)

تیسرے نے کہا:

وَاللّٰهُ لَا نَعْصِي الْعَجُوزَ حَرَفًا نُّصَحًّا وَبِرًّا صَادِقًا وَلُطْفًا
فَبَادِرُوا الْحَرْبَ الضَّرُوسَ زَحْفًا حَتَّى تَلْقُوا آلَ كِسْرَى لُقًا
(اللہ کی قسم! ہم بڑھیا کی نصیحت کے کسی حرف کی نافرمانی نہیں کریں گے، اس کی مکمل فرماں برداری خلوص کے ساتھ کریں گے اور لطف و مہربانی کا معاملہ کریں گے۔

چنانچہ خونخوار جنگ میں حملہ کرتے ہوئے جلد کود پڑو، یہاں تک کہ جا کر کسری والوں کے ساتھ پوری قوت کے ساتھ بھڑ جاؤ۔)

چوتھے نے کہا:

لَسْتُ لِحَنْسَاءَ وَلَا لِلْأُخْرَمِ وَلَا لِعَمْرٍو ذِي السَّعَاءِ الْأَقْدَمِ
إِنْ لَمْ أَرَهُ فِي الْجَيْشِ خَنْسَ الْأَعْجَمِيِّ مَاضٍ عَلَى الْهَوْلِ خَضَمٌ حَضْرَمِي
(نہ میں خنساء کے لیے ہوں اور نہ اخرم کے لیے اور نہ کوششوں کے جامع قدیم عزت و شرافت کے حامل عمرو کے لیے ہوں۔

اگر میں اس کو لشکر میں نہ دیکھوں جو جنگ کی ہولناکیوں میں گھسنے والا بہادر حضرمی ہے اور انجی اس کو دیکھ کر چھپ جاتے ہیں)

جب اپنے چاروں فرزند ان کی شہادت کی خبر حضرت خنساء کو معلوم ہوئی تو انہوں نے صرف اتنا ہی کہا: اس اللہ کی تعریف ہے جس نے ان کی شہادت سے مجھے شرف عطا کیا اور مجھے امید ہے کہ وہ مجھے ان کے ساتھ اپنی رحمت کی آغوش میں جگہ دے گا اور ان کے ساتھ جمع فرمائے گا۔

حضرت خنساء کی وفات کے سلسلے میں اختلاف ہے: ایک قول یہ ہے کہ ان کی وفات ۲۳ھ (۶۴۳-۶۴۵ء) میں حضرت عثمان کے عہد خلافت کی ابتدا میں ہوئی، دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت معاویہ کے عہد خلافت میں ۴۲ھ (۶۶۳ء) کو ہوئی۔

بلا اختلاف خنساء عرب کی سب سے بڑی شاعرہ ہیں، ان کے تمام اشعار قطعات پر مشتمل ہیں، الفاظ میں فصاحت، اسلوب میں بلاغت اور ترکیب میں پختگی ہے، ان کے اشعار میں فخر کا پہلو غالب ہے، ان کے اکثر اشعار مرثیہ کے ہیں۔

خنساء نے اپنے بھائی کے مرثیے میں بہت سے اشعار کہے ہیں، ان میں سے بعض بہترین اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

أَعْيَنِي : جُودًا وَلَا تَجْمُدَا
أَلَا تَبْكِيَانِ الْجَرِيَّاءَ الْجَمِيلَ ،
رَفِيعَ الْعِمَادِ طَوِيلَ النَّجَا
إِذَا الْقَوْمُ مَدُّوا بِأَيْدِيَهُمْ
فَنَالَ الَّذِي فَوْقَ أَيْدِيَهُمْ
يَحْمِلُهُ الْقَوْمُ مَا عَالَهُمْ
وَأِنْ ذَكَرَ الْمَجْدُ الْفَيْتَهُ
(اے میری آنکھیں! اپنے آنسوؤں سے سخاوت کرتی رہو، اور رکنہیں، کیا تم سخاوت کی علامت صخر پر نہیں روؤ گی؟

کیا تم خوبصورت اور بہادر پر نہیں روؤ گی، کیا تم سردار نو جوان پر نہیں روؤ گی؟

بلند مرتبہ والے دراز قد نو جوان پر نہیں روؤ گی؟ جس نے اپنے قبیلے کی سرداری شروع جوانی میں ہی حاصل کی۔

جب قوم نے اپنے ہاتھوں کو عزت و شرافت کی طرف بڑھایا تو اس نے بھی اپنا ہاتھ بڑھایا۔

جو عزت ان کے بس کی نہیں تھی اس نے وہ عزت پائی پھر وہ بلند یوں پر پہنچ گیا۔

جب کوئی کام قوم کے لیے بوجھ اور بھاری بن جاتا ہے تو قوم وہ کام اس کے حوالہ کرتی ہے، اگرچہ کہ وہ ان میں سب سے چھوٹا اور اخیر میں پیدا ہونے والا ہے۔

اگر عزت و بزرگی کا کبھی تذکرہ کیا جاتا ہے تو تم اس کو پاؤ گے کہ اس نے عزت کا تہہ بند باندھ لیا ہے پھر اس کی چادر اوڑھ لی ہے، یعنی وہ عزت کے بلند مقام پر فائز ہے)

ان کے مشہور مرثیوں میں سے مندرجہ ذیل اشعار بھی ہیں:

يَذْكُرُنِي طُلُوعُ الشَّمْسِ صَخْرًا
وَأَنْدَبُهُ لِكُلِّ غُرُوبِ شَمْسٍ
عَلَى إِخْوَانِهِمْ لَقِيتُ نَفْسِي
أُعْزِي النَّفْسَ عَنْهُ بِالنَّاسِي
أَفَارِقُ مُهْجِي وَأُزَوِّرُ رَمْسِي
أَبِي حَسَانَ لَدَاتِي وَأُنْسِي
فِيَا لَهْفِي عَلَيْهِ وَلَهْفَ أُمِّي
أَيُصْبِحُ فِي الضَّرْبِ وَفِيهِ يُمْسِي؟

(ہر دن طلوع آفتاب مجھے صخر کی یاد دلاتا ہے، اور ہر دن غروب آفتاب کے وقت میں اس پر غم کرتی ہوں۔

اگر میرے آس پاس اپنے بھائیوں پر رونے والوں کی کثرت نہ ہوتی تو میں خودکشی کر لیتی۔

وہ میرے بھائی پر میرے رونے کی طرح نہیں رو رہے ہیں، لیکن میں دوسروں کے نقش قدم پر چل کر اپنے آپ کو تسلی دیتی ہوں۔

نہیں، اللہ کی قسم! میں تم کو نہیں بھولوں گی، یہاں تک کہ میری روح نکل جائے گی اور مجھے قبر میں دفن دیا جائے گا۔

نیکوں کے شہسوار صخر کی جدائی کے دن میں نے اپنی لذتوں اور انسیت کو الوداع کہہ دیا۔

ہائے افسوس اسپر!! مجھے اس پر افسوس اور میری ماں کو اس پر افسوس!! کیا وہ قبر میں صبح کرے گا اور قبر ہی میں شام کرے گا؟)

اپنے بھائی صخر کے سلسلے میں خنساء کا مشہور مرثیہ مندرجہ ذیل ہے:

قَدْ بَعَيْتُكَ أُمَّ بَا لَعَيْنٍ عَوَّارُ أَمْ ذَرَفْتُ ، أَمْ خَلَّتْ مِنْ أَهْلِهَا الدَّارُ ؟
كَأَنَّ عَيْنِي ، لِدُكْرَاهُ إِذَا خَطَرْتُ فَيُضُّ يَسِيلُ عَلَى الْخَدَّيْنِ مَذَرَارُ
تَبْكِي خُنَاسٌ عَلَى صَخْرٍ وَحَقِّ لَهَا ، إِذْ رَابَهَا الدَّهْرُ ، إِنَّ الدَّهْرَ ضَرَّارُ
وَإِنَّ صَخْرًا لَوَالَيْنَا وَسَيِّدُنَا ، وَإِنَّ صَخْرًا إِذَا نَشْتُو لَنَحَّارُ
وَإِنَّ صَخْرًا لِمَقْدَامٍ إِذَا رَكِبُوا وَإِنَّ صَخْرًا إِذَا جَاعُوا لَعَقَّارُ
وَإِنَّ صَخْرًا لَتَأْتُمُ الْهَدَاةُ بِهِ كَأَنَّهُ عَلِمَ فِي رَأْسِهِ نَارُ
(تمھاری آنکھ میں تنکا پڑا ہے یا آنکھ میں کوئی بیماری ہے؟ یا غم کی وجہ سے بہت زیادہ آنسو بہائے ہیں، یا گھر ویران ہو گیا ہے؟

جب مجھے اس کی یاد آتی ہے تو میری آنکھ سیلاب کی طرح ہو جاتی ہے، جس سے آنسو گالوں پر مسلسل گرتے ہیں۔
خنساء صخر پر رو رہی ہے، اور اس کو رونے کا حق بھی ہے، جب زمانے نے اس کو پریشان کر دیا، زمانہ حد سے زیادہ نقصان پہنچانے والا ہے۔

صخر ہمارا ذمہ دار تھا اور ہمارا سردار تھا، جب ٹھنڈی کا زمانہ آتا یعنی قحط سالی ہوتی تو صخر کثرت سے اونٹ اور بکریاں وغیرہ ذبح کرنے والا تھا۔

جب لوگ جنگ کی تیاری کر کے سوار یوں پر سوار ہوتے ہیں تو وہ سب سے آگے بڑھنے والا بہادر ہے اور جب وہ بھوکے ہوتے ہیں تو سب سے زیادہ اونٹوں کو ذبح کرنے والا ہے۔
جو لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں ان کو صخر سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیے، گویا کہ وہ پہاڑ ہے، جس کی اونچائی پر آگ جل رہی ہو)

صخر کے سلسلے میں ہی خنساء کے اشعار ہیں:

أَلَا يَا صَخْرُ إِنِّ ابْكَيْتَ عَيْنِي فَقَدْ أَضْحَكْتَنِي دَهْرًا طَوِيلًا
ذَكَرْتُكَ فِي نِسَاءٍ مُعْوَلَاتٍ وَكُنْتُ أَحَقَّ مَنْ أَبْدَى الْعَوِيلَا
دَفَعْتُ بِكَ الْجَلِيلَ وَأَنْتَ حَيٌّ وَمَنْ ذَا يَدْفَعُ الْخَطْبَ الْجَلِيلَا
إِذَا قُبِحَ الْبُكَاءُ عَلَى قَتِيلٍ رَأَيْتُ بُكَاءَ كَ الْحَسَنِ الْجَمِيلَا
(اے صخر! اگر تم نے مجھے رلایا ہے تو تم نے ایک لمبی عمر تک مجھے ہنسایا ہے۔

میں نے تمھیں نوحہ اور واویلا کرنے والی عورتیں کے درمیان یاد کیا، اور میں نوحہ اور واویلا کرنے کی زیادہ حق دار تھی۔
میں نے تمھارے ذریعہ بڑی مصیبت کو دفع کیا ہے جب کہ تم زندہ تھے، لیکن اب کون بڑی مصیبتوں کو دور کرے گا۔
اگر کسی مقتول پر رونا برا اور فبیج ہے تو میں نے تم پر رونا اچھا اور بہتر پایا)

مراجع: الاصابۃ ۲/۲۸۰-۲۸۱، تاریخ عمر فروخ ۲/۳۱۷-۳۱۹، أدباء العرب بطرس بستانی ۱/۲۲۵-۲۳۶، الأعلام ۲/۸۶، أعلام النساء ۵/۳۱۶-۳۰۵، أمالی القالی ۲/۱۶۱، ۲۶۲، تاریخ الأدب العربی برہکمان ۴۸، ۹۳، ۹۵، ۱۶۲، ۲۳۵، تاریخ الأدب العربی بلاشیر ۲/۱۱۷، تاریخ الأدب العربی زیدان ۱/۱۶۶، خزائنہ الأدب ۱/۴۳۳-۴۳۸، الشعر والشعراء ۳۵، طبقات الشعراء ۲۲۵، شعر الخضر مین ۵۶، ۶۳، العقد الفرید ۲/۲۶۶-۲۶۷، فوات الوفیات ۳/۳۴۰، مجمع شعراء اللسان ڈاکٹر یسین ۱۲۷، مجمع الشعراء الخضر مین والا موئین ۱۳۵، مجمع الشعراء ڈاکٹر عقیف ۸۶، وفیات الأعیان ۲/۸۴، ۳/۱۷، ۶/۳۲، ۳۴

(۷)

نہیب بنت عوام قرشیہ اسدیہ

نہیب، زبیر بن عوام کی بہن ہیں۔

انہوں نے اسلام قبول کیا، وہ جنگ جمل تک زندہ تھیں۔ اس جنگ میں ان کے فرزند عبداللہ بن حکیم بن حرام شہید ہوئے تو انہوں نے مرثیہ کہا، انہوں نے اپنے بھائی کا تذکرہ بہت سے اشعار میں کیا ہے، جن میں سے چند اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

قَتَلْتُمْ حَوَارِيَ النَّبِيِّ وَصِهْرَهُ وَصَاحِبَهُ فَاسْتَبْشَرُوا بِجَحِيمٍ
وَقَدْ هَدَنِي قَتْلُ ابْنِ عَفَّانَ قَبْلَهُ وَجَادَتْ عَلَيْهِ عَبْرَتِي بِسُجُومٍ
أَعْيَنِي جُودًا بِالْذُّمِّ مَوْعٍ وَأَفْرِغَا عَلَى رَجُلٍ طَلِقَ الْيَدَيْنِ كَرِيمٍ
فَكَيْفَ بَنَاءُ كَيْفَ بِالْيَدَيْنِ بَعْدَمَا أَصِيبَ ابْنُ أَرْوَى وَابْنُ أُمِّ حَكِيمٍ

(تم نے نبی کے مددگار، ازدواجی رشتہ دار اور اس کے ساتھی کو قتل کر دیا، چنانچہ تم جہنم کی خوش خبری لو۔

اس سے پہلے عثمان ابن عفان کے قتل نے مجھے لرزہ کر دیا اور ان پر میرے آنسو سیلاب کی طرح بہے۔

اے میری آنکھیں! اپنے آنسوؤں سے سخاوت کرو اور شریف اور نئی آدمی کے لیے اپنے آنسوؤں کو انڈیل دو۔

ہمارا کون پرسان حال ہوگا اور دین کا کون پاسبان ہوگا، ابن اروی اور ابن ام حکیم کے قتل کے بعد)

مراجع: الاصابۃ ۲/۳۱۱-۳۱۲، الأعلام ۳/۶۷، مجمع الشعراء الخضر مین والا موئین ۱۷۵

(۸)

سعدی بنت کریرہ عیشمیہ

سعدی بنت کریرہ بن ربیعہ بن عبد شمس عیشمیہ۔

سعدی حضرت عثمان بن عفان کی خالہ ہیں۔

ابوسعبد نیسا پوری نے شرف المصطفیٰ میں حضرت عثمان سے روایت کیا ہے کہ میں کعبہ کے صحن میں تھا کہ ہمارے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا: محمد نے اپنی بیٹی رقیہ کا نکاح عتبہ ابن ابولہب سے کیا ہے۔ وہ بہت ہی حسین اور جمیل تھیں اور عثمان بھی عورتوں میں مشہور تھے، کیونکہ وہ بہت ہی خوبصورت اور حسین و جمیل تھے اور ان میں خوبصورتی کی تمام صفتیں پائی جاتی تھیں، حضرت عثمان کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ خبر سنی تو مجھے حسرت اور افسوس ہوا کہ میں نے رقیہ کو پیغام دینے میں سبقت کیوں نہیں کی، میں وہاں رک نہیں پایا، افسوس اور غم کی وجہ سے میرا برا حال ہوا، میں اپنے گھر لوٹ آیا۔ میں نے اپنی خالہ یعنی سعدی بنت کریم کو اپنے گھر والوں کے ساتھ بیٹھی پایا۔ عثمان کی ماں اروی بنت کریم تھی۔ ان کی خالہ سعدی آئی اور اس نے اپنی قوم کو پیش گوئی کی، جب انہوں نے مجھے دیکھا تو یہ اشعار کہے:

أَبْشِرْ وَ حَيَّيْتَ ثَلَاثًا وَ تُرَا ثُمَّ ثَلَاثًا وَ ثَلَاثًا أُخْرَى
ثُمَّ بِأُخْرَى كَى تَتِمَّ عَشْرًا لَقِيتَ خَيْرًا وَ وُقِيتَ شَرًّا
نَكَحْتَ وَاللَّهِ حَصَانًا زُهْرًا وَأَنْتَ بِكُرٍّ وَلَقِيتَ بِكُرًّا

(خوش خبری لو، تم تین دہائی زندہ رہو، پھر تین دہائی، پھر تین دہائی۔
پھر ایک دہائی، تاکہ دس دہائی مکمل ہو، تمہیں خیر نصیب ہوا اور شر سے تمہاری حفاظت ہو۔
اللہ کی قسم! پاک دامن خوبصورت دوشیزہ سے تمہاری شادی ہوگی، تم نو جوان ہو، اور تمہیں نو خیز دوشیزہ ملے گی)
حضرت عثمان کہتے ہیں کہ مجھے ان کی بات پر تعجب ہوا، اور میں نے دریافت کیا: خالہ! آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ انہوں نے کہا:

عُثْمَانُ يَا عُثْمَانُ يَا عُثْمَانُ لَكَ الْجَمَالُ وَلَكَ الشَّانُ
هَذَا نَبِيٌّ مَعَهُ الْبُرْهَانُ أَرْسَلَهُ بِحَقِّهِ الدِّيَانُ
وَجَاءَهُ التَّنْزِيلُ وَالْفَرْقَانُ فَاتَّبِعْهُ لَا تَغْيَابَكَ الْأَوْثَانُ

(عثمان! اے عثمان! اے عثمان! تمہارے لیے خوبصورتی ہے، اور تمہارا بڑا مرتبہ ہے۔
یہ نبی ہیں، جس کے ساتھ دلیل ہے، اپنا حق دے کر دیان نے ان کو بھیجا ہے۔
تنزیل اور فرقان آپ کے پاس آیا ہے، چنانچہ تم اس کی پیروی کرو، بت تمہیں کہیں گمراہ نہ کریں)
خالہ نے کہا: محمد بن عبداللہ، اللہ کے رسول ہیں۔ ان کے پاس جبرئیل آئے ہیں، وہ ان کو اللہ کی طرف بلا رہے ہیں، آپ کا چراغ روشن ہے، ان کی بات میں اصلاح ہے، ان کے دین میں کامیابی ہے، ان کا معاملہ کامیاب ہونے والا ہے۔ پھر میں اس حال میں واپس ہوا کہ ان کی باتیں میرے دل کی گہرائیوں میں اتر چکی تھیں اور میں اس بارے میں سوچنے لگا۔

میں ابو بکر صدیق کے پاس جا کر بیٹھا کرتا تھا۔ میں ان کے پاس منگل کے دن آیا اور ان کے

قریب بیٹھ گیا، انھوں نے مجھے متفکر دیکھا تو میری پریشانی کے بارے میں دریافت کیا، وہ بہت نرم دل آدمی تھے، میں نے جو کچھ اپنی خالہ سے سنا تھا، ان کو بتا دیا، انہوں نے کہا: عثمان! تمہارا ناس ہو، اللہ کی قسم! تم عقل مند آدمی ہو، تم پر حق اور باطل مخفی نہیں رہ سکتا، یہ بت جن کی عبادت تمہاری قوم کرتی ہے، کیا یہ بے جان پتھر نہیں ہیں، جو نہ سنتے ہیں، نہ دیکھتے ہیں اور نہ نفع و نقصان پہنچاتے ہیں۔ میں نے کہا: صحیح، یہ تو ایسے ہی ہیں۔ ابوبکر نے کہا: تمہاری خالہ نے سچ کہا ہے یہ محمد بن عبد اللہ ہیں جن کو اللہ نے اپنا پیغام دے کر اپنی تمام مخلوقات کی طرف مبعوث کیا ہے، کیا تم ان کے پاس جا کر ان کی باتیں نہیں سنو گے؟ میں نے کہا: کیوں نہیں۔ اللہ کی قسم! چند ہی لمحوں میں رسول ﷺ کا گزر رہم سے ہوا۔ آپ کے ساتھ علی تھے جو رسول ﷺ کے کپڑے اٹھائے ہوئے تھے۔ جب ابوبکر نے آپ کو دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور آپ کے کانوں میں کچھ کہا۔ رسول ﷺ آ کر مجلس میں بیٹھ گئے۔ اور میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ”عثمان! اللہ کی جنت قبول کرو، میں تمہاری طرف اور تمام مخلوقات کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، وہ کہتے ہیں کہ جب میں نے آپ کی بات سنی تو مجھے اپنے اوپر قابو نہیں رہا، فوراً میں نے اسلام قبول کیا اور گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں، پھر تھوڑے ہی دنوں میں میری شادی رقیہ سے ہوئی۔

کہا گیا ہے کہ دنیا کی سب سے خوبصورت جوڑی رقیہ اور ان کے شوہر عثمان کی ہے۔

حضرت عثمان کے اسلام لانے کے سلسلہ میں ان کی خالہ سعدی کہتی ہیں:

هَدَى اللَّهُ عُثْمَانَ الصَّفِيَّ بِقَوْلِهِ فَأَرْشَدَهُ وَاللَّهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ
فَتَابَعَ بِالرَّأْيِ السَّيِّدِ مُحَمَّدًا وَكَانَ ابْنُ أَرْوَى لَا يَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ
وَأَنْكَحَهُ الْمَبْعُوثُ إِحْدَى بَنَاتِهِ فَكَانَ كَبْدَرِ مَا زَجَّ الشَّمْسُ فِي الْأُفُقِ
فَدَاؤُكَ يَا ابْنَ الْهَاشِمِيِّينَ مُهْجَتِي فَأَنْتَ أَمِينُ اللَّهِ أُرْسِلَتْ فِي الْخَلْقِ

(اللہ نے منتخب اور چیدہ شخص عثمان کو اپنے کلام سے ہدایت دی، چنانچہ اللہ نے اس کو صحیح راستہ دکھایا اور اللہ حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

چنانچہ انھوں نے صحیح راے سے محمد کی پیروی کی، اور ابن اروی حق سے نہیں روکتے تھے۔

مبعوث نے اپنی ایک دختر کا نکاح ان سے کرایا، چنانچہ وہ افق میں سورج کے ساتھ ملے ہوئے چاند کی طرح ہو گئے۔

اے بنو ہاشم کے فرزند! میری روح آپ پر فدا ہے، آپ اللہ کے امین ہیں، آپ کو مخلوق میں مبعوث کیا گیا ہے)

(۹)

شیماء بنت حارث

شیماء بنت حارث بن عبد العزی بن رفاعہ۔

شیماء نبی کریم ﷺ کی رضاعی بہن ہیں، ان کا نام حذافہ ہے اور یہ حلیمہ سعدیہ کی دختر ہیں۔
 اصحاب سیر نے بیان کیا ہے کہ یہ اپنی ماں کے ساتھ آپ ﷺ کی دیکھ بھال اور پرورش کیا کرتی تھی۔
 ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ شیماء رسول اللہ ﷺ کی اپنی ماں کے ساتھ پرورش کیا کرتی تھی، جب
 مسلمانوں نے ہوازن پر حملہ کیا تو ان کو بھی قیدیوں کے ساتھ گرفتار کیا گیا، اس وقت انھوں نے کہا: میں
 تمہارے سردار کی بہن ہوں۔ جب لوگ اس کو لے کر آئے تو انھوں نے آپ ﷺ کو مخاطب کر کے
 کہا: محمد! میں تمہاری بہن ہوں۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا: ”اس کی علامت کیا ہے؟“، اس نے کہا: ایک
 مرتبہ آپ نے میری پیٹھ میں کاٹا تھا، میرے پاس یہی نشانی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس علامت کو پہچان
 لیا تو ان کے لئے اپنی چادر پھیلائی اور اس پر بیٹھنے کے لیے کہا، اس موقع پر آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری
 ہو گئے، آپ نے اس سے کہا: ”اگر تم چاہو تو اپنی قوم میں لوٹ جاؤ، میں تم کو پہنچا دوں گا، چاہو تو
 یہیں باعزت اور محبوب بن کر رہو“، اس نے کہا: نہیں، میں اپنی قوم کے پاس واپس جاؤں گی۔ پھر وہ اسلام
 لے آئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو بکریاں اور اونٹ عطا کیے اور تین غلام اور ایک باندی دی۔
 محمد بن معلیٰ نے ”کتاب الرقیص“ میں لکھا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ چھوٹے تھے تو شیماء آپ کو
 اپنے ساتھ لے جانا چاہتی تھی اور یہ اشعار گایا کرتی تھی:

يَا رَبَّنَا أَبْقِ لَنَا مُحَمَّدًا حَتَّىٰ أَرَاهُ يَفْعًا وَأَمْرًا
 ثُمَّ أَرَاهُ سَيِّدًا مُّسَوِّدًا وَانْكَبَتْ أَعَادِيهِ مَعًا وَالْحُسْدَا
 وَأَعْطَاهُ عِزًّا يَدُومُ أَبَدًا

(اے ہمارے پروردگار! ہمارے لیے محمد کو باقی رکھ، یہاں تک کہ میں اس کو ابھرتا ہوا نو جوان اور امر دیکھوں۔
 پھر میں اس کو سردار دیکھوں جس کی پیروی کی جارہی ہو اور اس نے اپنے دشمنوں اور حاسدوں کو ہلاک کر دیا ہو۔
 اور اس کو ایسی عزت عطا فرما جو ہمیشہ باقی رہے)

محمد بن معلیٰ نے لکھا ہے کہ جب ابو عروہ یہ اشعار پڑھا کرتے تھے تو کہتے تھے: کیا ہی خوب اللہ نے اس

کی دعا قبول کی۔ مراجع: الاصابۃ ۴/۳۳۲-۳۳۵

(۱۰)

صفیہ بنت عبدالمطلب ہاشمیہ

صفیہ بنت عبدالمطلب بن ہاشم قرشیہ ہاشمیہ۔

صفیہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی اور زبیر بن عوام کی والدہ ہیں، جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ یہ حضرت حمزہ کی حقیقی بہن ہیں۔ ان کی ماں ہالہ بنت وہب رسول اللہ ﷺ کی خالہ ہیں۔ ان کے ساتھ سب سے پہلے حارث بن حرب بن امیہ نے شادی کی، جب ان کا انتقال ہو گیا تو عوام بن خویلد نے ان کے ساتھ شادی کی، جن سے حضرت زبیر کی پیدائش ہوئی۔ انہوں نے اپنے فرزند زبیر کے ساتھ مدینہ ہجرت کی۔

ابن ابوشیمہ اور ابن مندہ نے حضرت صفیہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب جنگ خندق میں خندق کے ارادہ سے نکلے تو اپنی عورتوں کو ایک قلعہ میں رکھا، جس کا نام فارع تھا اور ان کے ساتھ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو چھوڑا۔ ایک یہودی آیا اور وہ قلعہ کی دیوار پر چڑھ گیا، یہاں تک کہ اس نے جھانک کر ہم کو دیکھ بھی لیا، میں نے حسان سے کہا: جا کر اس کو قتل کر دو، انہوں نے کہا: اگر اتنا کر سکتا تو کیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں رہتا؟ صفیہ نے کہا: میں نے اس کو مار ڈالا اور اس کا سر کاٹ دیا اور میں نے حسان سے کہا: جا کر اس کا سر یہودیوں کے درمیان پھینک آؤ، وہ قلعے کے نچلے حصے میں اپنے ساتھی کا انتظار کر رہے ہیں، انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! مجھ سے یہ نہیں ہوگا۔ پھر میں نے اس یہودی کا سر اٹھا کر ان میں پھینک دیا۔ یہ دیکھ کر انہوں نے کہا: ہمیں تو معلوم ہی تھا کہ وہ اپنے گھر والوں کو اکیلے نہیں چھوڑیں گے۔ ان کے ساتھ کوئی نہ کوئی ضرور ہوگا۔ پھر وہ منتشر ہو گئے۔

ابن سعد نے لکھا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کا انتقال ہوا تو صفیہ اپنی چادر سے آنسو پوچھتی ہوئی نکلی، اس وقت ان کی زبان پر یہ شعر تھا:

قَدْ كَانَ بَعْدَكَ أَنْبَاءٌ وَهَنَةٌ لَوْ كُنْتَ شَاهِدَهَا لَمْ يَكْثُرِ الْخَطْبُ
(آپ کے بعد کمزور خبریں ہوں گی، اگر آپ اس وقت رہتے تو مصیبتیں زیادہ نہ ہوتیں)

ابن السلق نے ”السيرة“ میں نبی کریم ﷺ کے مریضے میں ان کے اشعار نقل کئے ہیں، جن میں سے ایک شعر یہ ہے:

لَفَقَدَ رَسُولُ اللَّهِ إِذْ حَانَ يَوْمُهُ فَيَا عَيْنُ جُودِي بِالذُّمُّوعِ السَّوَاجِمِ
(جب اللہ کے رسول کی وفات کا وقت قریب آیا تو اللہ کے رسول کی جدائی پر اے آنکھ! سیلاب کی طرح آنسو بہا)
”السیرة“ ہی میں یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ جب حضرت حمزہ شہید کر دئے گئے تو حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب اپنے بھائی کو دیکھنے کے لئے آئی، ان کی ملاقات زبیر سے ہوئی تو انہوں نے کہا: اماں جان! رسول اللہ ﷺ آپ کو واپس ہونے کا حکم دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا: کیوں؟ مجھے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ میرے بھائی کا مثلہ کیا گیا ہے، یہ سب اللہ کے راستے میں ہوا ہے، میں ضرور صبر کروں گی اور ثواب کی امید رکھوں گی، انشاء اللہ۔ حضرت زبیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور حضرت صفیہ کی بات آپ کو پہنچائی، آپ نے فرمایا: ”اس کو دیکھنے دو“۔ وہ آئیں اور حضرت حمزہ کے لیے مغفرت کی دعا کی۔ پھر ان کو دفن کیا گیا۔

حضرت صفیہ نے حضور ﷺ کی وفات پر مرثیہ کے بہت سے اشعار کہے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے:
إِنَّ يَوْمًا أَتَى عَلَيْكَ لَيَوْمٌ كُورَتْ شَمْسُهُ وَكَانَ مُضِيًّا
(جو دن تم پر آیا ہے وہ ایسا دن ہے کہ اس دن کے سورج کو گہن لگا ہے جب کہ وہ پہلے روشن تھا)
حضرت صفیہ کے بہت سے اسلامی شعر ہیں، ان کی وفات سن ۲۰ھ میں ہوئی، اس وقت ان کی عمر ۷۳ سال کی تھی، نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد آپ نے مندرجہ ذیل شعر کہا:
لَعَمْرُكَ مَا أَبْكِي النَّبِيَّ لِفَقْدِهِ وَلَكِنِّي أَخْشَى لِمَا مِنَ الْهَرَجِ آتِيَا
(تیری زندگی کی قسم! میں نبی کریم ﷺ کی جدائی پر نہیں رو رہی ہوں، لیکن مجھے آنے والی افراتفری اور قتل و غارت گری کا اندیشہ ہے)
یہ بھی شعر ان ہی کا ہے:

فَلَقَدْ كَانَ بِالْعِبَادِ رَوْوُفًا وَلَهُمْ رَحْمَةٌ وَخَيْرٌ رَشِيدُ
(آپ بندوں پر مہربان تھے، اور آپ لوگوں کے لیے رحمت اور بہترین ہدایت کی طرف رہنمائی کرنے والے تھے)
حضرت صفیہ کا یہ شعر بھی ملاحظہ ہو:

أَلَا يَا رَسُولَ اللَّهِ كُنْتَ رَجَاءَنَا وَكُنْتَ بِنَا بَرًّا وَلَمْ تَكْ جَافِيَا
(اے اللہ کے رسول! آپ ہماری امید تھے، اور آپ ہم پر احسان فرمانے والے تھے، آپ ظلم و جفا کرنے والے نہیں تھے)
حضرت حمزہ کے مرثیہ میں انہوں نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

فَوَاللَّهِ مَا أَنْسَاكَ مَا هَبَّتِ الصَّبَا وَلَا بُكَيْنَ فِي مَحْضَرِي وَمَسِيرِي
أَقُولُ وَقَدْ أَعْلَى النَّعْيِ بِهَلِكِهِ جَزَى اللَّهُ خَيْرًا مِنْ أَخٍ وَنَصِيرِ
(اللہ کی قسم! جب تک بادِ صبا چلے گی میں نہیں بھولوں گی، اور میں حضور و سفر میں تم پر رُوںوں گی۔)

میں کہہ رہی ہوں جب کہ موت کی خبر دینے والے نے اس کی موت کی خبر دی: اللہ تعالیٰ بھائی اور مددگار کو بہترین بدلہ دے)

صفیہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کی وفات پر مندرجہ ذیل مرثیہ کہا:

أَلَا يَا رَسُولَ اللَّهِ كُنْتَ رَجَاءَنَا وَكُنْتَ رَحِيمًا هَادِيًا وَمُعَلِّمًا
لَعَمْرُكَ مَا أَبْكَى النَّبِيَّ لِفَقْدِهِ كَأَنَّ عَلَى قَلْبِي لَذْكُرُ مُحَمَّدٍ
أَفَاطِمَ صَلَّى اللَّهُ رَبُّ مُحَمَّدٍ وَفَدَى لِرَسُولِ اللَّهِ أُمِّي وَخَالَتِي
(اے اللہ کے رسول! آپ ہماری امید تھے، اور آپ ہم پر احسان فرمانے والے تھے، آپ ظلم و جفا کرنے والے نہیں تھے۔
آپ مہربان، ہادی اور معلم تھے، آج تم پر وہ سب روئیں جو رویا کرتے تھے۔
تیری زندگی کی قسم! میں نبی کریم ﷺ کی جدائی پر نہیں رو رہی ہوں، لیکن مجھے آنے والی افراتفری اور قتل و غارتگری کا
اندیشہ ہے۔
میرے دل میں محمد کی یاد بسی ہوئی ہے، اور مجھے نبی کے بعد جن مصیبتوں کا اندیشہ ہے اس کا خوف دل میں ہے۔
فاطمہ! محمد کا پروردگار اللہ اس جنازے پر رحمت نازل فرمائے جو شرب میں مدفون ہو گیا ہے۔
اللہ کے رسول پر میری ماں، میری خالہ، میرے چچا اور میرے آباء و اجداد، میری جان اور میرا مال فدا ہے)
مراجع: الاصابۃ ۴/۳۳۹-۳۴۰ علامہ ۳/۲۰۶، الحجۃ ان ۳/۳۳۲، سبط الکلی ۱۱۸، طبقات ابن سعد ۸/۲۷، معجم الشعراء المختصر میں
والأموئین ۲۱۵، الشعر الاسلامی فی صدر الاسلام ۳۰۰-۳۰۲،

(۱۱)

عاتکہ بنت زید عدویہ

عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل عدویہ۔

یہ سعید ابن زید کی بہن ہیں، جن کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے، عاتکہ عبد اللہ بن ابوبکر صدیق کی بیوی تھی، ابو عمرو نے روایت کیا ہے کہ وہ مہاجرات میں سے ہیں، ان سے عبد اللہ بن ابوبکر نے شادی کی، وہ بہت ہی خوبصورت تھی، جس کی وجہ سے وہ اس کے بہت زیادہ فریفتہ ہو گئے تھے اور اس کی وجہ سے غزوات میں بھی شریک ہونے میں کوتاہی کر رہے تھے، ان کے والد حضرت ابوبکر نے یہ دیکھ کر ان کو طلاق دینے کے لئے کہا تو انہوں نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

يَقُولُونَ طَلَّقَهَا وَخَيَّمْ مَكَانَهَا مُقِيمًا تَمْنَى النَّفْسُ أَحْلَامَ نَائِمٍ
وَأَنَّ فِرَاقِي أَهْلَ بَيْتٍ جَمَعَتْهُمْ عَلَى كُرْهِ مَنِي لِي أَحْدَى الْعَظَائِمِ

(وہ مجھ سے کہتے ہیں کہ تم اس کو طلاق دو اور اس کی جگہ پڑاؤ ڈال کر پڑے رہو، دل کو خواب امیدیں دلا رہے ہیں، یعنی یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس کو طلاق دوں، اگر میں اس کو طلاق دوں گا تو اس کے گھر کے پاس ہی پڑاؤ ڈالوں گا اور اس میں امیدیں انگڑالیاں لیتی رہیں گی)

پھر والد کے کہنے پر انہوں نے عاتکہ کو طلاق دے دیا، لیکن ان کا دل عاتکہ میں ہی لگا رہا، ہر وقت اسی کے خیالوں میں گم رہتے، ایک دن ان کے والد نے ان کو یہ شعر کہتے ہوئے سنا:

وَلَمْ أَرِ مِثْلِي طَلَّقَ الْيَوْمَ مِثْلَهَا وَلَا مِثْلَهَا مِنْ غَيْرِ جُرْمٍ تُطَلِّقُ
(اور میں نے اپنی طرح کسی شخص کو نہیں دیکھا جس نے آج اس کی طرح عورت کو طلاق دیا ہو، اور نہ اس کی طرح کسی کو دیکھا ہے جس کو کسی جرم کے بغیر طلاق دی جا رہی ہو)

ان کے والد کا دل نرم پڑ گیا اور ان کو رجوع کرنے کی اجازت دے دی، پھر طائف کے محاصرے میں ان کو ایک تیر لگا اور اسی زخم کی وجہ سے ان کا انتقال مدینہ آنے کے بعد ہوا، ان کی شہادت پر عاتکہ نے مرثیہ میں مندرجہ ذیل شعر کہا:

فَأَلَيْتُ لَا تَنْفَكُ عَيْنِي حَزِينَةً عَلَيْكَ وَلَا يَنْفَكُ خَدْيُ أَغْبَرَا
(میں نے قسم کھائی کہ میری آنکھ تم پر غم کی وجہ سے آنسو بہاتی رہے گی اور میرے بال غبار آلود رہیں گے)

پھر ان کے ساتھ زید بن خطاب نے شادی کی، وہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے تو حضرت عمر نے ان سے شادی کی، پھر حضرت عمر شہید ہوئے تو انھوں نے ان کے مرثیہ میں زوردار اشعار کہے، پھر زبیر نے ان کے ساتھ شادی کی۔

مراجعہ: الاصابۃ ۳/۳۲۹، الاستیعاب، الأعلام ۳/۲۳۲، البدایہ والنہایہ ۵/۳۰۰ وغیرہ، الحیوان ۳/۱۹۹، خزائن الأدب ۱۰/۳۷۸-۳۸۱، سبط المآلی ۵۳، کتاب النساء ۶۹۵، معجم الشعراء المختصر میں والا موئین ۲۳۰-۲۳۱، معجم الشعراء الکتر عقیف ۱۳۰

(۱۲)

عاتکہ بنت عبدالمطلب ہاشمیہ

عاتکہ نبی کریم ﷺ کی پھوپھی ہیں، انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی، ان کے اشعار میں جزالت پائی جاتی ہے اور صفیہ بنت عبدالمطلب کے اشعار کی کمزوری نہیں پائی جاتی، بلکہ قوت پائی جاتی ہے، انہوں نے جنگ بدر کے موقع پر مندرجہ ذیل اشعار کہے:

فَهَلَّا صَبَرْتُمْ لِلنَّبِيِّ مُحَمَّدٍ بَدْرٍ وَمَنْ يَغْشَى الْوَعْدِ حَقُّ صَابِرٍ
وَلَمْ تَرْجِعُوا عَنْ مُرْهَفَاتِ كَانَهَا حَرِيْقٌ بِأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ بِوَائِرٍ
وَلَمْ تَصْبِرُوا لِلْبَيْضِ حَتَّى أُخِذْتُمْ قَلِيلًا بِأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ الْمَسَاعِرِ

(بدر کے موقع پر تم اللہ کے نبی محمد کے سامنے جیے کیوں نہیں رہے، اور جو جنگ کے میدان میں کود پڑتا ہے، اس کا حق یہ ہے کہ وہ جمار ہے۔

اور تم تلواروں کے سامنے جھجے نہیں رہے، یہاں تک کہ جنگلوں کے بہادر مومنین کے ہاتھوں سے تمھاری گرفت گئی (مراجعہ: اشعر الاسلامی فی صدر الاسلام ۳۰۲، الآعلام ۳/۲۲۲، البدایہ والنہایہ ۴/۲۶۲، ۲۳۵ وغیرہ، خزائن الآداب ۲/۲۲۵، ۸/۱۶۱، ۱۷۱، سیرۃ ابن کثیر ۲/۵۳۳، الروض الآنف ۲/۳۰-۳۱ طبقات ابن سعد ۳۶۶-۳۷۲، معجم الشعراء المحضرمین والآ مومنین ۲۳۱-۲۳۲، معجم الشعراء عقیف ۱۴۰، مخ المذبح ۳۴۸-۳۵۰)

عمره بنت دریدا بن صمه

جَزَايَ عَنَّا إِلَٰهَ بَنِي سُلَيْمٍ لِّمَا فَعَلُوا وَأَعْقَبَهُمْ حِينًا
وَأَسْقَانَا إِذَا وَفَدْنَا إِلَيْهِمْ دِمَاءَ خِيَارِهِمْ عِنْدَ التَّلَاقِ
(اللہ بنو سلیم کو ان کے اعمال کا ہماری طرف سے بدلہ دے اور ان کے پیچھے گردن کٹے ہوئے آدمی پڑے تھے۔)

(الاصالة ٣٦١/٢، البداية والنهاية ٣٣٦/٢، معجم الشعراء عفيف ١٤٢، معجم الشعراء الخضر مين والأ مويين ٣١٠)

قُتِلَ بنت نصر ابن حارث قرشيہ

قتیلہ عبداللہ بن حارث بن امیہ کی بیوی تھی اور علی بن عبداللہ کی ماں تھی، ان کے بھائی ولید، محمد اور حکم ہیں۔

ابو عمر نے لکھا ہے کہ واقدی نے کہا: جب حضور ﷺ نے جنگ بدر میں نضر بن حارث کو قتل کیا تو قتیلہ نے رسول اللہ ﷺ کے سلسلے میں مندرجہ ذیل اشعار کہے: نضر ان کے والد تھے:

يَا رَاكِبًا إِنَّ الْأَثِيلَ مَظَنَّةٌ مِنْ صُبْحِ خَامِسَةٍ وَأَنْتَ مُوَفَّقُ
 (اے سوار! پانچویں دن کی صبح مضبوط شرافت کی امید ہے اور تم باتوفیق ہو)
 أَبْلُغْ بِهِ مَيِّتًا بَأَنَّ قَصِيدَهُ مَا إِنْ تَزَالُ بِهَا الرِّكَائِبُ تَحْفَقُ
 (اس میت کو یہ خبر پہنچا دو کہ قصیدے کو قافلے لے کر اب تک چلے جا رہے ہیں)
 فَلَيْسَمَعَنَّ النَّضْرُ أَنْ نَادَيْتُهُ أَمْ كَيْفَ يَسْمَعُ مَيِّتٌ لَا يَنْطِقُ
 (نضر سن لے کہ میں نے اس کو پکارا ہے، وہ مردہ کیسے سن سکتا ہے جو بولتا نہیں ہے)
 ظَلْتُ سَيُوفَ بَنِي أَبِيهِ تَنُوشُهُ اللَّهُ أَرْحَامُ هُنَاكَ تُشَقِّقُ
 اس کے بھائیوں کی تلواروں نے ہی اس کو نوچنا شروع کیا، اللہ کی پناہ! وہاں صلہ رحمیوں کے تار الگ الگ کیے جاتے ہیں۔
 قَسْرًا يُسَاقُ إِلَى الْمَنِيَةِ مُتَعَبًا رَسَفَ الْمُقَيَّدُ وَهُوَ عَانُ مُوثَقُ
 (زبردستی موت کی طرف اس کو لے جایا جا رہا ہے، جب کہ وہ تھکا ہوا بیڑیوں میں جکڑا ہوا اربسیوں میں بندھا تکلیف برداشت کر رہا ہے)
 مَا كَانَ ضَرْكُ لَوْ مَنَنْتَ وَرُبَّمَا مِنَ الْفَتَى وَهُوَ الْمُغِيْظُ الْمُحَنَّقُ
 (اگر آپ احسان کرتے تو آپ کا کیا نقصان ہوتا، بعض مرتبہ جوان غصے میں اور ناراض ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کیا کرے)
 وَالنَّضْرُ أَقْرَبُ مَنْ قَتَلْتَ وَسَيْلَةً وَأَحَقُّهُمْ إِنْ كَانَ عِتَقٌ يُعْتَقُ
 (جن کو آپ نے قتل کیا ہے، ان میں سب سے زیادہ قریبی رشتے دار نضر ہی ہے اور وہ ان سب میں چھوڑ دینے کا سب سے زیادہ حق دار تھا)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو آپ رو پڑے، یہاں تک کہ آپ کی داڑھی بھیگ گئی، آپ نے فرمایا: اگر اس کو قتل کرنے سے پہلے یہ اشعار مجھ تک پہنچتے تو میں اس کو قتل نہیں کرتا۔
مراجع: الاصابۃ ۴/۳۷۸، أسد الغابۃ ۷/۲۳۲، الأعلام ۵/۱۹۰، الحیو ان ۳/۶۷، خزائن الألب ۱۱/۲۳۹، الدر المنثور ۵/۴۵، الروض الأنف ۲/۱۱۹، سیرۃ ابن ہشام ۳/۴۵، طبقات ابن سعد ۸/۱۰۵، معجم الشعراء المحضرون ۳۶۸-۳۶۹، مخ المذبح ۳۵۹، وفیات الأعیان ۳/۳۳۶-۳۳۷ (۴۳۷)

(۱۵)

لبابہ بنت حارث ہلالیہ

لبابہ بنت حارث بن حزن ہلالیہ۔ ان کا لقب عصماء ہے، ان کی ماں فاختہ بنت عامر ثقفیہ ہیں، لبابہ خالد بن ولید کی ماں ہے۔ جب خالد بن ولید کا انتقال ہوا تو عمران کے جنازے میں گئے تو ان کی ماں

کوروتے یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا:

أَنْتَ خَيْرٌ مِنْ أَلْفٍ عَنِ الْقَوِّ مَ إِذَا مَا كُنْتَ فِي وَجْهِ الرَّجَالِ
أَشْجَاعُ فَأَنْتَ أَشْجَعُ مِنْ لَيْثِ ضَمُرِ بْنِ جَهْمٍ أَبِي أَشْبَالِ
أَجَوَادُ فَأَنْتَ أَجْوَدُ مِنْ سَيْلِ أَتَى بِتَسْفُلٍ مِّنَ الْجِبَالِ
(تم قوم کے ہزار ہزار لوگوں سے بہتر ہو، جب تم سربراہ آوردہ لوگوں میں تھے۔

کیا بہادر؟ تم تو شیروں کے باپ ضمرا بن جہم سے بھی بہادر ہو۔
کیا تخی؟ تم تو اس سیلاب سے بھی زیادہ تخی ہو جو پہاڑوں کی چوٹی سے آیا ہو)
عمر نے کہا: تم نے سچ کہا، اللہ کی قسم! وہ ایسے ہی تھے۔

سیف بن عمر نے ”کتاب الردۃ“ اور ”کتاب الفتوح“ میں نقل کیا ہے کہ جب حضرت خالد کا جنازہ نکالا گیا تو ایک عورت حالت احرام میں رو رہی تھی۔ اور وہ مندرجہ بالا اشعار پڑھ رہی تھی۔
حضرت عمر نے دریافت کیا: یہ کون ہیں؟ کہا گیا کہ یہ خالد کی ماں ہیں۔

مراجع: الاصابۃ ۴/۳۸۵-۳۸۶

(۱۶)

میمونہ بنت عبد اللہ

ابن اسحق اور ابن سعد نے ان کا تذکرہ کیا ہے اور ان کے اسلام کے بارے میں لکھا ہے، ابن ہشام نے کہا ہے کہ کعب بن اشرف نے جب مقتولین بدر کا مرثیہ کہا تو میمونہ نے اپنے مندرجہ ذیل اشعار میں اس کا جواب دیا:

تَحَنَّنْ هَذَا الْعَبْدُ كُلَّ تَحَنَّنٍ يَبْكِي عَلَى الْقَتْلَى وَلَيْسَ بِنَاصِبٍ
بَكَتْ عَيْنٌ مِّنْ يَّبْكِي لِبَدْرٍ وَ أَهْلِهِ وَعَلَتْ بِمَثَلِيهِ لُؤْيُ بْنُ غَالِبٍ
فَلَيْتَ الَّذِينَ ضُرِّجُوا بِدِمَائِهِمْ يَرَى مَا بِهِمْ مَنْ كَانَ بَيْنَ الْأَخَاشِبِ
(اس غلام نے بہت زیادہ ترس کھایا، وہ مقتولین پر رورہا ہے، لیکن وہ ہلاک ہونے والا نہیں۔

بدر اور بدروالوں پر جو رورہا ہے اس کی آنکھ روئے اور اسی طرح لوی ابن غالب پر دوبارہ روئے، یعنی اللہ ان کو ہر وقت روتا کرے، زندگی میں ان کو سکون نہ ملے۔

جو لوگ اپنے خون میں لت پت ہو گئے ہیں، کاش ان کی حالت کو دیکھے وہ شخص جو اس وقت محل میں بیٹھا ہوا تھا)

اکثر اہل علم اس بات کی تردید کرتے ہیں کہ یہ اشعار میمونہ کے ہیں۔

مراجع: الاصابۃ ۴/۴۰۰

(۱۷)

نعم بنت حسان

نعم شماس بن عثمان مخزومی کی بیوی ہیں۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب ان کے شوہر شہید ہوئے تو انہوں نے ان کے مرثیہ میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

يَا عَيْنُ جُودِي بَدَمْعٍ غَيْرِ ابْسَاسٍ عَلَيَّ كَرِيمٍ مِّنَ الْفَتَيَانِ لِبَاسٍ
صَعْبِ الْبَدِيهَةِ مَيِّمُونَ نَقِيبَتُهُ حَمَّالِ الْوَيْةِ رَكَّابِ أَفْرَاسٍ
أَقُولُ لِمَا خَلْتُ مِنْهُ مَجَالِسُهُ لَا يَبْعُدُ مِنَّا قُرْبُ شِمَاسٍ
(اے میری آنکھ! ایسے آنسوؤں سے سخاوت کر، جس کی فرمائش نہ کرنی پڑے، نوجوانوں میں سے شریف اور بڑی مدت تک مانوس رہنے والے پر آنسوؤں کی سخاوت کر۔

وہ اچانک آنے والی مصیبتوں کو زیر کرنے والا یعنی بہادر تھا، وہ قوی الراہی تھا، وہ علم بردار اور بڑا شہسوار تھا۔ جب محفلیں اس سے خالی ہو گئیں تو میں کہتی ہوں کہ اللہ شماس کا قرب ہم سے دور نہ کرے)

مراجع: الاصابۃ ۴/۲۰۴

(۱۸)

ہند بنت اثاثہ

ہند بنت اثاثہ مخضرم شاعرہ ہیں، زمانہ جاہلیت کے بھی اشعار ان سے مروی ہیں، عبیدہ ابن حارث ابن مطلب کے مرثیے میں ان کے اشعار منقول ہیں جو جنگ بدر میں قتل ہوئے تھے، انھوں نے جنگ بدر کے بعد جنگ احد سے پہلے اسلام قبول کیا۔

اشعر الاسلامی فی صدر الاسلام میں لکھا ہے کہ ہند بنت اثاثہ بن عباد بن عبدالمطلب مہاجرہ اور شاعرہ ہیں۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرثیہ میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

أَلَا يَا عَيْنُ فَا بُكِي لَا تَمَلِي فَقَدْ بَكَرَ النَّعْيُ بِمَنْ هَوِيْتُ
وَقَدْ بَكَرَ النَّعْيُ بِخَيْرِ شَخْصٍ رَسُولَ اللَّهِ حَقًّا مَا حَيِّتُ
لَقَدْ عَظُمَتْ مُصِيبَتُنَا وَجَلَّتْ وَكُلُّ الْجُهْدِ بَعْدَكَ قَدْ لَقِيتُ
إِلَى رَبِّ الْبَرِيَّةِ ذَاكَ نَشْكُو فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا أَتَيْتُ
(اے میری آنکھ! سن لے! آنسو بہاؤ، آنسو بہاتے بہاتے اکتا مت جاؤ، بکرنے اس شخصیت کی موت کی خبر دی

ہے، جس کو میں دل و جان سے چاہتی ہوں۔
 بکرنے بہترین شخص کے موت کی خبر دی ہے، جو اللہ کے حقیقی رسول ہیں، اور قیامت تک کے لیے رسول ہیں۔
 ہم پر بڑی اور سخت مصیبت آگئی ہے، اور آپ کے بعد مجھے تمام تکلیفیں برداشت کرنی پڑی۔
 اس کی شکایت ہم تمام مخلوقات کے پروردگار سے کرتے ہیں، اللہ اس بات سے واقف ہے جو میں کہتی ہوں)
مراجع: الاصابہ فی تمییز الصحابہ، الأعلام ۸/۹۶، السیرۃ ابن ہشام ۳/۴۳، ۹۷، الشعر الاسلامی فی صدر الاسلام ۳۰۲-۳۰۳

(۱۹)

ہند بنت ابان قرشیہ مطلبیہ

ہند بنت ابان بن عباد بن مطلب بن مناف قرشیہ مطلبیہ۔
 ہند مسطح کی بہن ہیں۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ انہوں نے مکہ میں اسلام قبول کیا۔ جب ہند بنت عتبہ نے جنگ احد میں حضرت حمزہ اور دوسرے مسلمانوں کے قتل پر فخر کیا اور ایک بلند چٹان پر چڑھ کر بلند آواز سے یہ اشعار کہے:

نَحْنُ جَزَيْنَاكُمْ يَوْمَ بَدْرٍ وَالْحَرْبُ بَعْدَ الْحَرْبِ ذَاتِ سُعْرِ
 مَا كَانَ عَنْ عُتْبَةَ لِي مِنْ صَبْرٍ أَبِي وَعَمِّي وَشَقِيقِي بَكْرِي
 وَشَفِيتُ وَحْشِي وَغَلِيلَ صَدْرِي شَفِيتُ نَفْسِي وَقَضِيتُ نَذْرِي
 (جنگ بدر کا ہم نے تم کو بدلہ دے دیا اور جنگ کے بعد جنگ کی آگ بھڑکتی ہے۔
 عتبہ میرے والد، میرے چچا اور میرے حقیقی بھائی کے قتل پر مجھے کسی گل صبر نہیں تھا۔
 اب میں نے اپنی وحشت اور میرے دل کی آگ اور پیاس بجھا دی ہے اور دل کو سکون پہنچایا ہے اور میں نے اپنی نذر پوری کی ہے)

تو ہند بنت ابان بن مطلب نے جواب میں یہ اشعار کہے:

جَزَيْتَ فِي بَدْرٍ وَغَيْرِ بَدْرٍ يَا بِنْتَ وَقَّاحِ عَظِيمِ الْكُفْرِ
 صَبَّحَكَ اللَّهُ غَدَاةَ الْفَجْرِ بِالْهَاشِمِيِّينَ الطَّوَالِ الزَّهْرِ
 بِكُلِّ قَطْعٍ حُسَامٍ يَفْرِي حَمَزَةَ لَيْثِي وَعَلَى صَفْرِي
 (اے کفر کے سرغنہ اور بے حیا کی دختر! تم کو بدر میں اور بدر کے علاوہ میں بھی بدلہ دیا جا چکا ہے۔
 صبح سویرے لمبے تڑنگے خوبصورت ہاشمی نوجوانوں کے ذریعے اللہ نے تم پر حملہ کیا۔

ان کے پاس تیز کاٹنے والی تلواریں تھیں، جو پھاڑتی اور چیرتی ہیں، میرے شیر حمزہ اور میرے باز علی نے تم پر حملہ کر دیا)
ابن اسحاق نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرثیہ میں ان کے اشعار نقل کیے ہیں۔
ابن سعد نے کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور ان کے بھائی مسطح کو خیبر میں ۳۰ سبق اناج دیا۔
مراجع: الاصابۃ ۴/۲۰۷

(۲۰) ہند بنت عتبہ

ہند بنت عتبہ ابن ربیعہ ابن عبد شمس ابن عبد مناف قرشیہ عشمیہ۔
ہند حضرت معاویہ ابن ابوسفیان کی والدہ اور قریش کے مشہور سردار ابوسفیان کی بیوی ہیں، ان کے پہلے شوہر فاکہ ابن مغیرہ مخزومی ہیں، ان سے جدائی کے بعد ابوسفیان سے شادی ہوئی تھی۔
وہ بڑی فصیح، جری، عقل مند اور بہادر تھیں، بہترین اشعار کہا کرتی تھیں، اسلام قبول کرنے سے پہلے انھوں نے جبکہ بدر کے مقتولین کا مرثیہ کہا، اسی مرثیہ کی وجہ سے وہ بہت مشہور ہوئیں، وہ جنگ احد میں جنگجوؤں کو برا بھجناتے کرنے کے لیے اشعار کہا کرتی تھیں اور اس کی سہیلیاں اس کے ساتھ ان اشعار کو دہراتی تھیں اور اپنے مردوں کو مسلمانوں سے انتقام لینے پر ابھار رہی تھیں، انھوں نے جنگ احد کے موقع پر مندرجہ ذیل اشعار کہے:

نَحْنُ بَنَاتُ طَارِقٍ نَمُشِي عَلَى النَّمَارِقِ
إِنْ تُقْبِلُوا نَعَانِقُ أَوْ تُدْبِرُوا نَفَارِقُ
فِرَاقٌ غَيْرٌ وَامِقٌ

(ہم چاند کی بیٹیاں ہیں، ہم ریشم کے کپڑوں پر چلتی ہیں، اگر تم آگے بڑھو گے تو ہم تم سے گلے ملیں گی، اگر تم پیٹھ پھیرو گے تو تم سے ہمیشہ کے لیے جدا ہوں گی، پھر ہم سے ملنے کی امید نہ رکھنا)
نبی کریم ﷺ نے اسلام سے سخت دشمنی اور مسلمانوں کی ہجو کرنے کی وجہ سے اس کا خون ہدر کر دیا تھا، فتح مکہ کے موقع پر وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور انھوں نے اسلام قبول کیا، وہ اپنے گھر میں ایک بت کی عبادت کیا کرتی تھیں، وہ اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے گھر آئی اور اس کو کلہاڑی سے توڑا اور کہا: ہم تیرے دھوکے میں پڑے ہوئے تھے۔

مراجع: الاصابۃ ۳/۱۱۰، الاستیعاب ۳/۴۰۹، اسد الغابۃ ۵/۵۲، الأعلام ۸/۹۸، الروض الأنف ۲/۲۷۷، طبقات ابن سعد ۸/۱۷۰

باب ہفتم:

چند غیر مسلم شعراے عہد نبوی

(۱)

ابوعزہ جمحی

ابوعزہ جمحی کو جنگ بدر میں گرفتار کیا گیا تھا اور آپ ﷺ نے فدیہ کے بغیر ہی اس کو چھوڑ دیا تھا، اور اس سے عہد و پیمان لیا تھا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف کسی سرگرمی میں حصہ نہیں لے گا، اس کے علاوہ دوسرے تمام قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑا تھا، ان میں سے بعض شدید دشمنوں کو قتل کر دیا تھا، جب جنگ احد کا موقع آیا تو کفار مکہ نے مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے اور اپنی مدد و تعاون پر ابھارنے اور ترغیب دینے کے لئے عمرو بن عاص، ہبیرہ بن ابو وہب، عبداللہ ابن زبیری اور ابوعزہ جمحی کو منتخب کیا، تمام لوگوں نے اس ذمے داری کو قبول کیا، لیکن ابوعزہ نے ان لوگوں کا ساتھ دینے سے انکار کیا اور کہا کہ محمد نے جنگ بدر کے موقع پر مجھ پر احسان کیا اور میرے علاوہ کسی پر احسان نہیں کیا، میں نے عہد کیا ہے کہ میں کبھی بھی ان کے خلاف کسی دشمن کی مدد نہیں کروں گا۔ جب اس نے شعراء اور خطباء کو اس مہم میں ساتھ دینے سے انکار کیا تو صفوان بن امیہ اس کو تیار کرنے کے لیے گیا اور کہا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ جاؤ، اس نے انکار کیا اور کہا کہ میں نے جنگ بدر میں محمد سے وعدہ کیا ہے کہ میں کبھی بھی ان کے خلاف کسی دشمن کی مدد نہیں کروں گا اور میں یہ وعدہ ضرور پورا کروں گا، انہوں نے مجھ پر احسان کیا ہے اور میرے علاوہ کسی دوسرے پر احسان نہیں کیا، اس وقت انھوں نے یا تو قیدیوں کو قتل کر دیا تھا یا ان سے فدیہ لیا تھا، صفوان نے اس سے کہا: ہمارے ساتھ نکلو، اگر تم صحیح سالم واپس لوٹ آؤ تو میں تم کو جو چاہے مال دوں گا، اگر تم قتل کر دے جاؤ تو تمہارے اہل و عیال میرے ساتھ رہیں گے، ابوعزہ پر اس کا بھی کوئی اثر نہیں ہوا، چنانچہ اس نے انکار کیا، صفوان بن امیہ مایوس ہو کر لوٹ گیا، جب دوسرا دن

آیا تو صفوان اور جبیر ابن مطعم اس کے پاس آئے، صفوان نے کل والی پیش کش کی، لیکن اس نے انکار کیا، جبیر نے کہا: مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ میری زندگی میں ابو وہب کسی معاملے میں تمہارے پاس آئیں گے، اور تم اس کی بات ٹھکراؤ گے اور مجھے یہ سننا پڑے گا۔ اس نے کہا: میں تم لوگوں کے ساتھ اس مہم کے لیے نکلتا ہوں۔ وہ عربوں کو مسلمانوں کے خلاف مجتمع کرنے کے لئے وفد کے ساتھ نکلا اور اس وقت اس نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

يَا بَنِي عَبْدِ مَنَاةَ الرُّزَامِ أَنْتُمْ حُمَاةٌ وَأَبُوكُمْ حَامٍ
لَا تُسَلِّمُونَنِي لَا يَحِلُّ إِسْلَامُ لَا تَعِدُونَنِي نَصْرَكُمْ بَعْدَ الْعَامِ
(جنگوں میں مجھے رہنے والے بنو عبد مناة! جن کو کوئی چیز اپنی جگہ سے ہٹا نہیں سکتی، تم محافظ ہو اور تمہارے ابا بھی محافظ تھے۔ مجھے مسلمان نہ بناؤ، اسلام جائز نہیں ہے، اور اس سال کے بعد مجھ سے تم وعدہ نہ کرو) مراجع: واقدی/۲۱۰

(۲)

ابو عصفک

جب نبی کریم ﷺ مدینہ آئے تو ابو عصفک کی عمر ۲۰ سال تھی، اس کا تعلق بنو عمرو بن عوف سے تھا، وہ نبی کریم ﷺ کی دشمنی پر لوگوں کو ابھارتا تھا، اس نے اسلام قبول نہیں کیا تھا، جب رسول اللہ ﷺ جنگ بدر کے لئے گئے اور کامیاب و مظفر واپس ہوئے تو اس نے حسد اور بغاوت میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

قَدْ عَشِثْتُ حِينًا وَمَا إِنِّ أَرَى مِنْ النَّاسِ دَارًا وَلَا مَعْجَمًا
أَجَمَّ عَقُولًا وَآتَى إِلَي مُنِيبٍ سِرَاعًا إِذَا مَا دَعَا
فَسَلَبَهُمْ أَمْرَهُمْ رَاكِبٌ حَرَامًا حَلَالًا لَشَيْ مَعَا
فَلَوْ كَانَ بِالْمُلْكِ صَدَقْتُمْ وَبِالنَّصْرِ تَابَعْتُمْ تَبَعًا
(میں نے ایک عمر گزاری، لیکن میں نے کسی قبیلہ کو نہیں دیکھا، اور نہ کسی عجمی خاندان کو دیکھا۔ کہ جب کسی منوجہ ہونے والے نے پکارا تو اس نے عقلوں کو تازہ دم کیا ہو، اور پورا قبیلہ تیزی کے ساتھ دوڑتے ہوئے اس کی طرف آیا ہو۔

چنانچہ ایک سوار نے ان کی حکمرانی ان سے چھین لی، وہ کچھ چیزوں کو حرام کر رہا ہے اور کچھ چیزوں کو حلال۔ کسی بادشاہ کی تم کو تصدیق کرنی تھی اور مدد کرنی تھی تو تیج کی پیروی کرتے)

سالم بن بکار نے نذر مانی کہ وہ ابو عصفک کو قتل کریں گے یا اس کا مقابلہ کرتے ہوئے مرجائیں گے، ان کا تعلق بنو نجار سے تھا۔ تھوڑے دنوں تک اس کی غفلت کے انتظار میں رہے، گرمی کا موسم آیا،

ایک رات ابو عصفہ بن عمرو بن عوف کے صحن میں سویا ہوا تھا، سالم بن عمیر آئے اور اس کے سینے میں تلوار رکھی، وہ تڑپنے لگا اور اس نے اپنے ساتھیوں کو پکارا تو اس کے ہم خیال لوگ دوڑ کر آئے، لیکن اس وقت تک اس کی موت ہو چکی تھی، انھوں نے اس کو گھر میں لے جا کر دفن کر دیا، اور انہوں نے آپس میں کہا: اللہ کی قسم! اگر ہمیں ان کے قاتل کا پتہ چل جائے تو ہم اس کو بدلے میں قتل کر دیں گے، اس واقعہ کے سلسلے میں نہدیہ نے مندرجہ ذیل اشعار کہے جو مسلمان تھی:

تُكَذِّبُ دِينَ اللَّهِ وَالْمَرْءَ أَحْمَدًا لَعَمْرُ اللَّهِ الَّذِي أَمْنَاكَ إِذْ بَنَسَ مَا يُمْنِي
حَبَاكَ حَنِيفٌ آخِرَ اللَّيْلِ طَعْنَةً أَبَا عَصْفٍ خُذَهَا عَلَيَّ كِبَرِ السِّنِّ
فَإِنِّي وَإِنْ أَعْلَمُ بِقَاتِلِكَ الَّذِي أَبَاتَكَ جَلَسَ اللَّيْلُ مِنْ إِنْسٍ أَوْ جَنِيٍّ
(تم اللہ کے دین اور شریف انسان احمد کو چھلاتے ہو، اس کی زندگی کی قسم جس نے تم کو جھوٹی امید دلائی ہے، تم کو بدترین امید دلائی گئی ہے۔

تم کو مذہبِ حنفی کے ایک پیروکار نے بڑھاپے میں نیزہ مارا، ابو عصفہ! اس وار کو بڑھاپے میں لو۔
میں اگرچہ تمہارے قاتل کے بارے میں جانتی ہوں کہ وہ انسانوں میں سے ہے یا جنوں میں سے، جس نے تم کو رات کی تاریکی میں صفحہ ہستی سے مٹا دیا)
ابو عصفہ شوال ۲ ہجری کو قتل کیا گیا۔

مراجع: واقدی ۱/۱۷۴-۱۷۵

(۳)

اسود ابن مطلب

جنگ بدر میں مشرکین کے سترافراقتل ہوئے تھے، مکہ میں صفِ ماتم بچھی ہوئی تھی، جب کفارِ مکہ شکست سے دوچار ہو کر مکہ واپس ہوئے تو قریش نے کہا: اپنے مقتولین پر نہ روؤ، کیوں کہ جب یہ خبر محمد کو معلوم ہوگی تو وہ اور اس کے ساتھی خوش ہو جائیں گے اور ان کا دل خوش ہوگا، اسی طرح اپنے قیدیوں کو چھڑانے کے لیے کسی کو نہ بھیجو، کیوں کہ وہ بہت زیادہ فدیہ طلب کریں گے، ابوسفیان نے کہا: کوئی مقتولین بدر پر نہ روئے اور کوئی شاعر مرثیہ نہ کہے، کیوں کہ اس سے دل کی بھڑاس نکلتی ہے اور انتقام کا جذبہ ماند پڑ جاتا ہے۔

اسود ابن مطلب کے تین لڑکے زمعہ، عقیل اور حارث قتل ہوئے تھے، وہ اپنے مقتولین پر رونا چاہتا تھا، لیکن قوم کی طرف سے پابندی تھی، جس کی وجہ سے وہ رونے سے بھی مجبور تھا، ایک مرتبہ اس

نے رات کے وقت کسی عورت کے رونے کی آواز سنی تو اپنے غلام سے کہا: (اس وقت وہ اندھے تھے) کیا قریش والوں نے اپنے مقتولین پر رونا شروع کر دیا ہے؟ تاکہ میں بھی ابو حکیمہ یعنی زمعہ پر روؤں، میرا دل جل رہا ہے۔ غلام تحقیق کے لیے چلا گیا اور اس نے واپس آ کر کہا: ایک عورت کی اوٹنی کھو گئی ہے، وہ اپنی اوٹنی پر رو رہی ہے، اس پر اسود نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

تُبَكِّيْ اَنْ يَّضِلَّ لَهَا بَعِيْرُ وَيَمْنَعُهَا مِنَ النَّوْمِ الشُّهُوْدُ
فَلَا تَبَكِّيْ عَلٰى بَكْرِ وَلٰكِنْ عَلٰى بَدْرٍ تَصَاغَرَتْ الْخُدُوْدُ
فَبَكِّيْ اِنْ بَكَيْتِ عَلٰى عَقِيْلٍ وَبَكِّيْ عَلٰى حَارِثِ اَسَدِ الْاُسُوْدِ
وَبَكِّيْهِمْ وَلَا تَسْمِيْ جَمِيْعًا وَمَا لِاَبِيْ حَكِيْمَةٍ مِنْ نَدِيْدٍ
عَلٰى بَدْرٍ سُرَاةٍ بَنِيْ هُصَيْصٍ وَمَخْزُوْمٍ وَرَهْطِ اَبِي الْوَلِيْدِ
اَلَا قَدْ سَادَ بَعْدَهُمْ رَجَالٌ وَلَوْ لَا يَوْمٌ بَدْرٌ لَمْ يَسُوْدُوْا

(وہ زور زور سے اس لیے رو رہی ہے کہ اس کا اونٹ کھو گیا ہے، اور بے خوابی اس کو نیند سے روک رہی ہے۔

تم اوٹنی پر نہ روؤ، لیکن بدر پر روؤ، جس میں ہماری عزت خاک میں مل گئی اور ہمارا مرتبہ گھٹ گیا۔

اگر تم کو رونائی ہے تو عقیل پر روؤ اور شیروں کے شیر حارث پر روؤ۔

اور ان سبھوں پر روؤ اور اکتانہ جاؤ، ابو حکیم یعنی زمعہ کا کوئی ہم سر نہیں۔

بدر میں ہلاک ہونے والے بنو ہصیص اور بنو مخزوم کے سرداروں پر روؤ اور ابو الولید کے خاندان پر روؤ۔

بڑے افسوس کا مقام ہے کہ ان کے بعد ایسے لوگ سردار بنے ہیں کہ اگر جنگ بدر نہیں ہوتی تو سردار نہیں ہوتے)

مراجع: واقدی ۱۲۳/۱-۱۲۴

(۴)

میمون بن قیس بن جندل وائل (اعشی)

اس کا تعلق قبیلہ سعد بن صبیحہ بن بکر بن وائل سے ہے۔ اس کی کنیت ابو بصیر ہے، اس کی نگاہیں بہت کمزور تھیں، اس لئے اس کا نام اعشی پڑا اور اسی نام سے مشہور ہوا، ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ اندھا تھا۔ اس کے ابا کو قاتل الجوع (بھوک مرگ) کہا جاتا تھا۔

اعشی کی پیدائش یمامہ کے شہر درنہ میں ہوئی، آخری عمر میں ان کو عہد اسلام ملا اور اس نے نبی کریم ﷺ کی مدح میں اشعار کہہ کر مدینہ کا رخ کیا، لیکن مکہ والوں کو اس کی خبر ہوئی اور ان کو اس کے اسلام قبول کرنے سے خوف محسوس ہوا تو ابوسفیان نے سواونٹ دے کر اس کو واپس کر دیا، اس کو اندیشہ

تھا کہ کہیں آشی مسلمان ہو کر اپنی شاعرانہ قوت سے اسلام کو مضبوط اور قوی نہ کرے اور اپنے اشعار کو اسلام کی خدمت میں نہ لگائے، آشی اس عطیہ پر راضی ہو گیا اور واپس لوٹ گیا۔ لیکن راستے میں ہی وہ اپنی اونٹنی سے گر کر مر گیا۔

آشی کی شاعری:

آشی نے اپنی شاعری کو ذریعہ معاش بنایا تھا اور پورے جزیرہ العرب میں گھومتا رہتا تھا اور ہر جگہ کے سردار کی مدح سرائی کرتا تھا۔ اس نے نجد میں عامر بن طفیل کی مدح کی، یمن میں سلامہ حمیدی اور اسود عسی کی تعریف کی، جزیرہ العرب کے مشرق میں ہوزہ بن علی نصرانی کی مدح میں اشعار کہے، اسی طرح شریح بن سموال بن عاد غسانی کی مدح کی، جو تیماء میں موجود ابلق قلعہ کا مالک تھا اور یہودی تھا، اسی طرح ایاس بن قبیصہ طائی اور قیس بن معدیکرب کی بھی مدح کی، وہ ایران کے بادشاہوں کے پاس جاتا تھا اور ان کی مدح میں اشعار کہا کرتا تھا، وہ حیرہ اور غسان کے شاہوں کے پاس بھی گیا اور ان کی مدح سرائی کی، اسود بن مندز نعمان کے بھائی کی بھی اپنے ایک قصیدے میں مدح کی، اس قصیدے کا مطلع ہے:

مَا بُكَاءُ الْكِبَرِ يَاءِ لَا ظَلَالِ

(کھنڈرات پر رونا کتنا ہی عزت کا کام ہے)

اس کے بعد وہ کہتا ہے:

أَنْتَ خَيْرُ مَنْ أَلْفَ أَلْفٍ مِنَ النَّاسِ إِذَا مَا كَيْتُ وَجُوهُ النَّاسِ
(تم ہزار ہزار لوگوں سے بہتر ہو، جب سردار منہ کے بل گرتے ہیں یعنی جنگوں میں قتل ہوتے ہیں)

آشی شراب اور عورتوں کا رسیا تھا، وہ اپنا زیادہ تر وقت ان ہی چیزوں کی تلاش میں لگا رہتا تھا، اس کو مال کی ضرورت تھی تاکہ اپنی خواہشات پورا کرے، اسی لئے اس نے کئی امراء اور رؤساء کی تعریف میں اشعار کہے۔ اگر اس کو عام لوگوں اور بازاری لوگوں سے بھی مال ملنے کی امید ہوتی تو وہ ان کی بھی مدح کرتا۔ محلق کے ساتھ اس کا قصہ بہت مشہور ہے۔

انغانی میں لکھا ہے کہ مکہ میں محلق نامی ایک شخص تھا، اس کی آٹھ بیٹیاں تھیں، کسی کی شادی نہیں ہو رہی تھی، کیوں کہ محلق بہت غریب شخص تھا، معاشرے میں اس کی کوئی عزت نہیں تھی، ایک مرتبہ عرب کے مشہور شاعر آشی میمون کا گزر مکہ سے ہوا، محلق کی بیوی کو خبر ہوئی تو اس نے اپنے شوہر کو آشی کے پاس جا کر اس کی خدمت کرنے کا مشورہ دیا، محلق نے شہر سے باہر ہی آشی میمون کا استقبال کیا اور اپنی اونٹنی اس کے لیے ذبح کی اور اس کی دعوت کی، اس سے متاثر ہو کر آشی میمون نے محلق کی تعریف

کی، اور اپنے ان اشعار کو عکاظ (مشہور میلہ) میں پڑھا، اور پورا قصیدہ اس کی سرائی میں کہہ ڈالا، قصیدہ کا مطلع ہے:

أَرَقْتُ وَمَاهَذَا الشَّهَادُ الْمُوَرَّقُ وَمَابِي مِنْ سُقْمٍ وَمَابِي مَعْشَقُ
(میں رات بھر سوئیں سکا، مجھے معلوم نہیں کہ اس کی وجہ کیا ہے، حالانکہ نہ مجھے کوئی بیماری ہے اور نہ میرا کسی کے ساتھ عشق ہے)

اس قصیدے کے آخری اشعار یہ ہیں:

لَعَمْرِي لَقَدْ لَاحَتْ عُيُونٌ كَثِيرَةٌ إِلَى ضَوْءِ نَارٍ بِالْيَفَاعِ تُحَرِّقُ
(میری جان کی قسم! بہت سے لوگوں نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک میدان میں آگ جل رہی ہے)
تَشَبُّ لِمَقْرُورَيْنِ يَصْطَلِيَانِهَا وَبَاتَ عَلَى النَّارِ النَّدَى وَالْمُحَلِّقُ
(جسے دو سخت سردی کھائے ہوئے آدمی تاپ رہے ہیں، ان میں سے ایک سخاوت تھی اور دوسرا محلق تھا، جنھوں نے پوری رات آگ تاپتے ہوئے گزاری)

رَضِيعِي لَبَانَ ثَدْيِ أُمِّ تَحَالَفَا بِأَسْحَمِ دَاجٍ عَوْضٌ لَا تَتَفَرَّقُ
(ان دونوں نے ایک ہی ماں کا دودھ پیا ہے، اور قسم کھائی ہے کہ زندگی میں کبھی بھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے)

تَرَى الْجُودَ يَجْرِي ظَاهِرًا فَوْقَ وَجْهِهِ كَمَا زَانَ مَتْنُ الْهِنْدِ وَانْبَى رَوْقُ
(سخاوت اس کے چہرے پر دوڑتی اور چمکتی ہوئی نظر آ رہی ہے، جس طرح ہندوستانی بہترین تلواریں پیٹھ چمکتی ہے)
اس کا اثر یہ ہوا کہ قصیدہ مکمل ہونے سے پہلے ہی لوگ محلق کو مبارک باد دینے کے لیے ٹوٹ پڑے اور شریف زادوں نے محلق کی لڑکیوں کو رشتے بھیجنا شروع کیا، ان کی شادیاں بڑے باعزت خاندانوں میں ہوئی، جس کی امید بھی موہوم تھی۔

آشی کے اکثر اشعار شراب اور فاحشہ عورتوں کے سلسلے میں ہیں، اس کے اشعار میں رقت اور بحر میں تنوع پایا جاتا ہے، اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس نے جس کی بھی مدح کی اس کے مقام کو بلند کر دیا اور جس کی بھی ہجو کی اس کا مقام گھٹا دیا، وہ جب نشہ میں ہوتا تو سب سے بڑا شاعر ہوتا۔
آشی نے تمام اصناف شاعری میں طبع آزمائی کی ہے، خصوصاً مدح اور ہجو میں کثرت سے اشعار ملتے ہیں، عبدالملک بن مروان نے اپنی اولاد کے اتالیق سے کہا: آشی کے اشعار کی روایت کر کے ان کو ادب سکھاؤ، کیوں کہ اس کے اشعار میں مٹھاس پائی جاتی ہے۔

مفضل ضمی نے کہا ہے کہ اگر کوئی دعویٰ کرے کہ کوئی آشی سے بھی بڑا شاعر ہے تو اس کو شعر و شاعری کی معلومات اور سمجھ بوجھ نہیں ہے۔

کہا گیا ہے کہ اُشی پہلا شاعر ہے جس نے شاعری کو تجارت بنایا اور دور دور تک اس کی خاطر سفر کیا اور لوگوں کے سبھی طبقات کی مدح کر کے شاعری کو رسوا کیا، اپنی غرض کے حصول کے لیے وہ اپنے اشعار میں مبالغہ آرائی اور تضیع پر مجبور ہو گیا، اُشی مدحیہ اشعار صرف کسب کی غرض سے ہی کہا کرتا تھا، اُشی کو ”ضاجۃ العرب“ کہا جاتا ہے، کیوں کہ وہ اپنے اشعار کا کرپڑھتا تھا۔

اس نے سلیمان کی مدح میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

أَتَيْنَا سُلَيْمَانَ الْأَمِيرَ نَزُورُهُ وَكَانَ امْرَأً يُكْرِمُ زَائِرُهُ
إِذَا كُنْتَ فِي النَّجْوَى بِهِ مُتَفَرِّقًا فَلَا الْجُودُ مَخْلِبُهُ وَلَا الْبَخْلُ حَاضِرُهُ
(ہم امیر سلیمان کے پاس ملاقات کے لیے آئے، وہ ایسا شخص ہے کہ وہ اپنے آس پاس آنے والوں کا اکرام کرتا ہے۔ جب تم اس سے تنہائی میں ملو گے تو تم اس کو پاؤ گے کہ نہ سخاوت اس کو دھوکہ میں رکھتی ہے اور نہ بخل کا گزر ہوتا ہے)

ابوجنید کی ہجو اور عبدالملک کی مدح میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

آلَ الزُّبَيْرِ مِنَ الْخِلَافَةِ كَالْتِي عَجَلَ النَّجَاحَ بِحَمَلِهَا فَاحْمَالُهَا
أَوْ كَالضَّعَافِ مِنَ الْحُمُولَةِ حَمَلَتْ مَا لَا تُطِيقُ فَضَيَّعَتْ أَحْمَالَهَا
أَمْسُوا عَلَى الْخَيْرَاتِ قُفْلًا مُغْلَقًا فَانْهَضْ بِمِمينِكَ فَافْتَحْ أَقْفَالَهَا
(آل زبیر حکمران بنے؟ یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی جانور کو وقت سے پہلے بچہ ہو جائے اور اس پر بوجھ ڈال دیا جائے۔ یا کمزور اونٹنی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ لاد دیا جائے، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اونٹنی کو ضائع کر دیتی ہے۔

لوگوں نے عطیات اور خیرات کو مقفل اور بند پایا، چنانچہ آپ کھڑے ہو جائیے اور اپنے ہاتھ سے تالے کھول دیجئے) **مراجع:** مختار الشعرانی ہلی۔ مصطفیٰ شقا، حوالے: تاریخ آداب العرب، مصطفیٰ صادق دافعی ص ۲۲۱/۱-۲۲۸۔ الشعر وشعراء لابن قتيبة ص ۲۵۷-۲۶۶ مختار الشعرانی ہلی محمد سیال کیلانی ص ۹۳/۲-۹۶ ج ۹ شعر العرب علی محمد ص ۸۳-۸۸ تاریخ آداب العربیہ من الجاحلیہ کاربونا لینیوس ۸ طبقات فحول الشعراء محمد بن سلام الحلی ص ۶۵/۱-۶۷ الأغانی لالفرج الصہبانی ص ۹/۱۲۷-۱۲۸/۱۲۹-۱۳۶/۱۸-۱۳۲ اعناصر المدرج فی الشعر القدیم والشعر العباسی ص ۲۳-۶۸

(۵)

امیہ ابن ابوصلت ثقفی

امیہ قبیلہ ثقیف کے مشہور شاعر ہیں، ان کی وفات سن ۲ ہجری میں ہوئی، انہوں نے مقتولین بدر کا مرثیہ کہا ہے، جس کا مطلع ہے:

مَاذَا بَدَّرَ وَالْعَقْنَفَلِ مِنْ مَرَاذِبَةٍ جَحَاجِحِ

(مقام بدر اور وسیع و عریض وادی میں کیا ہے؟ وہاں معزز اور نخی سردار پڑے ہوئے ہیں)

مرزبانی نے لکھا ہے کہ ابوصلت کا نام عبداللہ بن ربیعہ بن عوف بن عمرو بن غیرہ بن عوف بن ثقیف ہے، امیہ کی وفات مشہور قول کے مطابق نو ہجری میں ہوئی، اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ امیہ کی وفات حالت کفر میں ہوئی۔

”المرآۃ“ کے مصنف نے ابن ہشام کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ امیہ نے اسلام قبول کیا تھا، پھر وہ حجاز آیا، تاکہ طائف سے اپنا مال لے کر مدینہ کی طرف ہجرت کرے، راستے میں اس نے بدر کے مقام پر پڑاؤ کیا تو اس سے کسی نے دریافت کیا: ابو عثمان! کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا: میں محمد کی اتباع کرنا چاہتا ہوں۔ اس سے کہا گیا: تمہیں معلوم ہے کہ اس گڑھے میں کیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ جواب ملا: اس میں تمہارے خالہ زاد بھائی شیبہ اور عتبہ ہیں اور فلاں فلاں ہیں، یہ سن کر اس نے اپنی اونٹ کی ناک کاٹ ڈالی اور اپنے کپڑے پھاڑے اور رونے لگا اور طائف واپس آکر وہیں رہنے لگا اور وہیں اس کا انتقال ہو گیا۔

اس نے رسول اللہ ﷺ کی مدح میں اشعار بھی کہے ہیں۔

امیہ کو نبوت کی تمنا اور خواہش تھی اور اس کو امید بھی تھی کہ وہ نبوت کے مقام عالی سے سرفراز ہوگا، اس کے لئے اس نے اپنے آپ کو تیار کر لیا تھا اور حنفی دین اختیار کیا تھا اور غیر عربی کتابوں کا مطالعہ بھی کیا تھا، جس کے اثرات اس کی شاعری میں غریب کلمات والفاظ اور عجیب و غریب معانی کی صورت میں ظاہر ہوئے، اس نے دوسرے ادیان کی کتابوں کا بھی مطالعہ کیا اور عیسائی و یہودی پیشواؤں کے ساتھ اپنے دن بھی گزارے۔ ”بعض علماء نے یہاں تک کہا ہے کہ اگر آپ ﷺ نبی نہیں ہوتے تو قبیلہ ثقیف اس بات کا دعویٰ کرتا کہ امیہ نبی ہے، کیوں کہ اس نے نصاریٰ کی صحبت اختیار کی تھی اور ان کے ساتھ پڑھا تھا، اسی طرح اس نے یہودیوں کی بھی صحبت اختیار کی تھی اور ان کی تمام کتابیں پڑھ ڈالی تھی، اس نے اسلام قبول نہیں کیا اور مقتولین بدر کا مرثیہ بھی کہا“۔ (تاریخ العرب قبل الاسلام ج ۳ ص ۱۵۶۔ از: جواد علی)

ان ہی وجوہات کی بنا پر امیہ کا میلان دین حنفی کی طرف تھا اور اس نے بتوں کی عبادت کرنا چھوڑ دیا تھا۔ امیہ گر جاگھروں اور یہودی عبادت خانوں میں جایا کرتا تھا اور پادریوں اور بشپوں کے ساتھ رہا کرتا تھا، اور آداب نفس اور روحانیات کے اسرار و رموز کے سلسلے میں ان کے ساتھ تبادلہ خیال کرتا تھا۔ تجارت کی غرض سے وہ مکہ، شام اور یمن وغیرہ ملکوں کا سفر کرتا تھا، اس دوران اس کی ملاقات زاہدوں، راہبوں اور اس زمانے کے ادیان کے پیشواؤں کے ساتھ ہوئی۔ جب رسول

اللہ ﷻ مبعوث ہوئے تو اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور اس نے کہا: مجھے یہ امید تھی کہ میں رسول بنوں گا۔ اس کے سلسلے میں اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی: **وَإِذْ أَخْبَرْنَا نَبَأَ الذِّیْ اتَّبَعَهُ الشَّیْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِیْنَ** (الاعراف آیت ۱۷۵)

اصمعی نے امیہ بن ابوصلت کو ”آخرت کا شاعر“ کا لقب دیا ہے، وہ جنت کی ترغیب دیا کرتا تھا اور جہنم سے ڈرایا کرتا تھا اور یہ دعا کیا کرتا تھا: اے میرے پروردگار! ہمیں کسی چیز سے محروم نہ کر، اور اے میرے پروردگار! مجھ پر رحم کر اور میرے ساتھ نرمی کا معاملہ فرما۔ جہنم کے سلسلے میں اس نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

جَهَنَّمُ تِلْكَ لَا تُبْقِیْ بَغِیًّا وَعَدْنِ لَا يُطَالِعُهَا رَجِیْمٌ
إِذَا شَبَّثَتْ جَهَنَّمُ ثُمَّ فَارَتْ وَأَعْرَضَ عَنْ قَوَابِسِهَا الْجَحِیْمُ
(جہنم کسی گنگارا اور باغی کو نہیں چھوڑے گی اور جنت میں کوئی مرد و نہیں جھانکے گا۔)

جب جہنم کی آگ جلے گی اور بھڑکے گی تو خود جہنم اس کی چنگاریوں سے بھاگے گی اور اعراض کرے گی) مندرجہ ذیل اشعار میں اس نے اللہ کی خوبصورت کاریگری کا تذکرہ کیا ہے اور کائنات کی نشانیوں پر غور و خوض کرنے کی دعوت دی ہے:

إِلَٰهُ الْعَالَمِیْنَ وَكُلِّ أَرْضٍ وَرَبُّ الرَّاسِیَاتِ مِنَ الْجِبَالِ
بَنَاهَا وَابْتَنَى سَبْعًا شِدَادًا بِلَاعْمَدٍ يُرِیْنَ وَلَا رِجَالٍ
وَسَوَاهَا وَزَيَّنَّهَا بِنُورٍ مِّنَ الشَّمْسِ الْمُضِیئَةِ وَالْهَلَالِ
(وہ تمام جہانوں کا معبود ہے اور پوری زمین کا معبود ہے اور بلند پہاڑوں کا پروردگار ہے۔)

اس نے زمین اور پہاڑوں کو بنایا اور سات مضبوط آسمانوں کو بنایا، جو کسی ستون کے بغیر نظر آرہے ہیں، اور نہ لوگ اس کو تھامے ہوئے ہیں۔

اس کو مناسب اور معتدل بنایا اور روشن سورج اور چاند کے نور سے اس کو مزین کیا)

اللہ کی حمد میں امیہ کے یہ اشعار بھی ملاحظہ ہوں:

الْحَمْدُ لِلَّهِ مُمَسَّانَا وَمُصْبِحُنَا بِالْخَيْرِ صَبَحْنَا رَبِّیْ وَمَسَّانَا
رَبُّ الْحَنِیْفَةِ لَمْ تَنْفَدْ خَزَائِنُهَا مَمْلُوءَةً طَبَقُ الْأَفَاقِ سُلْطَانًا
(صبح و شام ہر وقت اللہ کی تعریف ہے، اے میرے پروردگار! ہم نے خیریت کے ساتھ صبح کی اور شام کی۔)

وہ بھلائی کی راہ اختیار کرنے والی مخلوق کا پروردگار ہے، اس کے خزانے ختم نہیں ہوئے اور اس کی حکمرانی پورے آفاق پر ہے)

ان ہی روحانی معانی اور مطالب کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قریب تھا کہ امیہ مسلمان ہوتا، لیکن جاہلی عصبیت اور نبوت کی طمع نے اس کو اسلام قبول کرنے سے باز رکھا اور وہ حالت کفر میں ہی مر گیا۔“

امیہ کی شعری خصوصیت:

امیہ کی شاعری کی متعدد خصوصیات ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:

امیہ نے متعدد موضوعات پر شاعری کی ہے اور بہت سے فنون کو اپنا موضوعِ سخن بنایا ہے، انہوں نے الہیات، وصف، حکمت، مدح، مرثیہ، فخر اور تغزل جیسے اصناف میں اشعار کہے ہیں، لیکن ان کا اسلوب دوسرے شعراء سے بالکل مختلف ہے، ان کے اکثر اشعار الہیات اور دینیات سے متعلق ہیں۔ ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ ”وہ اپنے اشعار میں انبیاء کے قصے بیان کرتا تھا، اور ایسے بہت سے الفاظ استعمال کرتا تھا جن سے عرب واقف نہیں تھے، ان الفاظ کو وہ قدیم کتابوں سے اخذ کرتا تھا اور اہل کتاب کی گفتگو سے معلوم کرتا تھا، مثلاً وہ اللہ عزوجل کے سلسلے میں کہتا ہے:

هُوَ السَّالِطُ فَوْقَ الْأَرْضِ مُقْتَدِرٌ

(وہ سلطیط یعنی شہنشاہِ دو جہاں ہے، زمین پر اسی کا اقتدار ہے)

اس کا دوسرا شعر ہے

قَمَرٌ وَ سَاهُورٌ يُسَلُّ وَ يُعَمِّدُ

(چاند اور چاند کا غلاف ہے جس کو نکالا جاتا ہے اور بند کیا جاتا ہے)

ساہور اہل کتاب کی اصطلاح میں چاند کا غلاف ہے، جس میں چاند، گہن کے وقت چلا جاتا ہے، اسی وجہ سے علماء اس کے شعر کو زبان میں حجت نہیں مانتے، (الشعر والاشعراء لابن قتیبہ ج ۱ ص ۴۶۷) البتہ غیر دینی اشعار مثلاً مدح، فخر، وصف وغیرہ میں یہ بات نہیں پائی جاتی ہے، بلکہ عام شعراء کی طرح ان کے استعمال کردہ الفاظ میں سہولت پائی جاتی ہے، لیکن ان موضوعات پر اس نے بہت کم شعر کہے ہیں۔

ان کی طرف بہت سے نقلی اشعار منسوب کئے گئے ہیں جیسا کہ احمد حسن زیات اور شوقی ضیف کا خیال ہے (تاریخ الأدب العربی ص ۷۶، تاریخ الأدب العربی۔ العصر الجاہلی ص ۵۹۰)

موضوعات شاعری اور مثالیں:

۱۔ دینی شعر: اس نے اللہ کی وحدانیت، حشر، موت، فنا، ملائکہ، جملۃ العرش اور شیاطین وغیرہ

کا اپنے اشعار میں دینِ حنیفی کے مطابق تذکرہ کیا ہے، مثلاً وہ کہتا ہے:

إِذَا قِيلَ مِنْ رَبِّ هَذِهِ السَّمَا فَلَيْسَ سِوَاهُ لَهُ يَضْطَرُّ

وَلَوْ قِيلَ رَبِّ سَوَى رَبِّنَا لَقَالَ الْعِبَادُ جَمِيعًا كَذِبٌ
(اگر پوچھا جائے کہ کون ان آسمانوں کا رب ہے؟ تو اس کے سوا کوئی نہیں، اسی کی حکم پر تھرکتے ہیں۔
اگر کہا جائے کہ ہمارے رب کے سوا کوئی رب ہے!! اگر دنیا کے تمام لوگ بھی یہ بات کہیں تو بھی جھوٹ ہے)
اس کا شعر ہے:

يُوقِفُ النَّاسَ لِلْحِسَابِ جَمِيعًا فَشَقِيٌّ مُعَذَّبٌ وَسَعِيدٌ
(تمام لوگوں کو حساب کتاب کے لیے کھڑا کیا جائے گا، ان میں چند بد بخت ہوں گے جن کو عذاب دیا جائے گا اور چند خوش
بخت ہوں گے)

وہ کہتا ہے:

وَلَا يَوْمَ الْحِسَابِ وَكَانَ يَوْمًا عَبْدُ سَافِي الشَّدَائِدِ قَمْطَرِيرًا
(اور نہ حساب کے دن، وہ دن غمخیزوں کی وجہ سے بڑا کرہناک اور سخت ہوگا)
اس نے کہا:

أَرْبُّنَا وَاحِدًا أَمْ أَلْفُ رَبِّ أَدِينُ إِذَا تَقَسَّمَتِ الْأُمُورُ
وَلَكِنْ أَعْبُدُ الرَّحْمَانَ رَبِّي لِيَغْفِرَ ذَنْبِي الرَّبُّ الْعَفُورُ
(کیا ایک ہی رب بہتر ہے یا ہزار رب بہتر ہیں؟ کیا وہ کوئی دین ہے جب امور کی ذمہ داری معبودان میں تقسیم کی جائے۔
لیکن میں اپنے پروردگار رحمان کی عبادت کرتا ہوں، تاکہ رب غفور میرے گناہوں کو بخش دے)
وہ کہتا ہے:

الْحَمْدُ لِلَّهِ لَا شَرِيكَ لَهُ مَنْ لَمْ يَقْلُهَا فَنَفْسُهُ ظَلَمًا
(تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جس کا کوئی شریک نہیں، جو اس کا اقرار نہ کرے تو اس نے اپنے اوپر ظلم کیا)
۲۔ مدح:

اس نے ابن جدعان کی تعریف میں مندرجہ ذیل اشعار کہے، وہ مکہ مکرمہ کے دولت مند اور
رئیس تھے:

أَذْكُرُ حَاجَتِي أَمْ قَدْ كَفَانِي حَيَاؤُكَ إِنَّ شِمَتَكَ الْحَيَاءُ
وَعِلْمُكَ بِالْأُمُورِ وَأَنْتَ قَرَمٌ لَكَ الْحَسْبُ الْمُهْدَبُ وَالسَّنَاءُ
كَرِيمٌ لَا يُغَيِّرُهُ صَبَاحٌ عَنِ الْخَلْقِ السَّنِي لَا مَسَاءُ
فَأَرْضُكَ مُكْرَمَةٌ بَنَاهَا بَنُو تَمِيمٍ، وَأَنْتَ لَهَا سَمَاءُ
(کیا میں اپنی ضرورتوں کا تذکرہ کروں یا مجھے آپ کی حیاء کافی ہے، تمہاری فطرت میں ہی حیا اور شرم ہے۔
تم حالات سے واقف ہو اور تم بڑے سردار ہو، تمہارا حسب و نسب پاکیزہ ہے اور تم چاند کی روشنی کی طرح خوب
صورت ہو۔

ایسے شریف ہو، نہ صبح اس کے عمدہ اور پر رونق اخلاق میں تبدیلی لاتی ہے اور نہ شام۔

آپ کی سرزمین بھی باعزت ہے، جس کو بنو تمیم نے آباد کیا ہے اور آپ اس کے آسمان ہیں)
اس نے سیف بن ذویزن کی مدح میں بھی اشعار کہے ہیں۔

اسی طرح محمد ﷺ کی مدح میں ان کے اشعار منقول ہیں، وہ کہتے ہیں:

لَكَ الْحَمْدُ وَالْمَنْ رُبُّ الْعِبَادِ أَنْتَ الْمَلِكُ وَأَنْتَ الْحَكَمُ
وَدَنْ دِينَ رَبِّكَ حَتَّى الْيَقِينِ وَاجْتَنَبَنِ الْهَوَى وَالصَّجَجُ
مُحَمَّدًا أَرْسَلَهُ بِالْهُدَى فَعَاشَ غَنِيًّا وَلَمْ يَهْتَضَمْ
عَطَاءً مِّنَ اللَّهِ أُعْطِيَتْهُ وَخَصَّ بِهِ اللَّهُ أَهْلَ الْحَرَمِ
وَقَدْ عَلِمُوا أَنَّهُ خَيْرُهُمْ وَفِي بَيْتِهِ ذِي النَّدَى وَالْكَرَمِ
(اے بندوں کے پروردگار! آپ ہی کی تعریف ہے، اور آپ ہی کا احسان ہے، آپ شہنشاہ ہیں اور آپ ہی حاکم ہیں۔
موت تک اپنے پروردگار کے دین پر چلو اور خواہشات کی پیروی اور بغاوت سے بچو۔
اللہ نے محمد کو ہدایت دے کر بھیجا تو اس نے بے نیازی کی زندگی گزاری اور اس نے نا انصافی اور حق تلفی نہیں کی۔
یہ اللہ کا انعام ہے جو تمہیں ملا ہے، اور اللہ نے حرم والوں کو اس عزت سے مخصوص طور پر سرفراز کیا ہے۔
ان کو یہ بات معلوم ہے کہ وہ ان میں سب سے بہتر شخص ہیں اور ان کے شریف اور سخی خاندان میں پیدا ہوئے ہیں)
مرثیہ، وصف، فخر، حکمت اور غزل کے اصناف میں بھی ان کے اشعار ہیں۔ غزل کے دو اشعار

ملاحظہ ہو:

كَأَنَّ الْمِسْكَ تَخْلُطُهُ بِفِيهَا وَرِيحُ قُرْنُفُلٍ وَالْيَاسَمِينَا
أَلَمْ تَرَ أَنَّ حَظِيٍّ مِّنْ سُلَيْمَى أَمَانِيٍّ قَدْ يَرْحَنُ وَيَغْتَدِينَا
(اس کے منہ کی خوشبو اتنی عمدہ ہے کہ لگتا ہے کہ مشک، لوگ اور یاسمین اس کے منہ میں گھول دیے گئے ہیں۔
کیا تم نے نہیں دیکھا کہ سلیمی سے میرا تعلق صرف امید ہے، جو دل میں کبھی صبح کے وقت آتی ہے اور کبھی شام کے وقت)

مراجع: الاصابۃ ۱/۱۳۴-۱۳۵، شعراء الطائف فی الجہلیۃ والاسلام ۲۴-۵۱

(۶)

بشیر منافق

بشیر منافق تھا، وہ صحابہ کی بھوکیا کرتا تھا، بشیر اور اس کے دو بھائی مبشر اور بشیر نے جنگ احد میں
شرکت کی، پھر بشیر نے ایک ذرہ چوری کی، اور مرتد ہو گیا۔

مراجع: الاصابۃ ۱/۱۵۵

(۷)

عصماء بنت مروان

عصماء بنت مروان کا تعلق بنو امیہ بن زید سے تھا، اس کا شوہر یزید بن زید بن حصن خطمی تھا، وہ رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچایا کرتی تھی اور اسلام کے عیوب کی تلاش میں رہتی تھی اور نبی کریم ﷺ کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا کرتی تھی، اسی سلسلے میں اس نے مندرجہ ذیل اشعار بھی کہے:

فَبَائِسَتْ بَنِي مَالِكٍ وَالْبَيْتِ وَعَوْفٍ وَبَائِسَتْ مِنْ خَزْرَجٍ
أَطْعُمُ أَتَاوِيٍّ مِنْ غَيْرِكُمْ فَلَا مِنْ مَرَادٍ وَلَا مَذْجَحٍ
تُرْجُونَهُ بَعْدَ قَتْلِ الرُّؤُوسِ كَمَا يُرْتَجَى مَرَقُ الْمُنْصَجِ
(بنو مالک، مکہ اور بنو عوف والوں کے لیے برائی ہے اور خزرج کے لیے برائی ہے۔)

تم نے اپنے لوگوں کو چھوڑ کر نو وارد کی اطاعت کی، جو نہ قبیلہ مراد کا ہے اور نہ قبیلہ مذحج کا۔

سرداروں کے قتل کے بعد بھی تم اس کی امید لگا رہے ہو، جس طرح بھنے ہوئے گوشت کے شوربے کی امید کی جاتی ہے (عمیر بن عدی بن خرشہ بن امیہ خطمی کو جب یہ اشعار معلوم ہوئے تو انہوں نے قسم کھا کر کہا: اے اللہ! تیری خاطر میں اپنے اوپر لازم کرتا ہوں (یعنی نذر مانتا ہوں) کہ اگر تو رسول اللہ ﷺ کو مدینہ واپس لے آئے گا تو میں ضرور بالضرور اس کو قتل کر دوں گا، اس وقت آپ ﷺ بدر میں تھے، جب رسول اللہ ﷺ بدر سے واپس ہوئے تو عمیر عصماء کے پاس رات کے اندھیرے میں گئے اور اس کے گھر میں گھس گئے، اس کے بچے آس پاس سوئے ہوئے تھے، ان میں ایک دودھ پیتا بچہ بھی تھا، وہ اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی، عمیر نے بچے کو اس سے الگ کیا پھر اپنی تلوار اس کے سینے پر رکھ دی اور پیٹھ تک گھسا دیا، پھر نکل کر مدینہ آئے اور صبح کی نماز آپ ﷺ کے ساتھ پڑھی، جب نبی کریم ﷺ نماز سے واپس ہونے لگے تو عمیر کو دیکھ کر فرمایا: ”کیا تم نے بنت مروان کو قتل کر دیا؟“، انہوں نے کہا: جی ہاں، اللہ کے رسول! میرے باپ آپ پر فدا ہوں۔ عمیر کو اندیشہ تھا کہ کہیں اس کا قتل نبی کریم ﷺ کو ناگوار نہ لگا ہو، انہوں نے دریافت کیا: اللہ کے رسول! اس سلسلے میں مجھ پر کچھ ہے؟ آپ نے فرمایا: ”اس کے سلسلے میں دو مینڈھے بھی سینگ نہیں ماریں گے“، یعنی اس کو قتل کرنے سے کوئی گناہ نہیں ہوا ہے اور اس کے انتقام کا کوئی مطالبہ بھی نہیں ہوگا۔ نبی کریم ﷺ اپنے پاس موجود لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: ”اگر تم کو کسی ایسے آدمی کو دیکھنے کی خواہش ہے جس نے غیر موجودگی میں اللہ اور اس کے رسول کی مدد کی ہے تو عمیر بن عدی کی

طرف دیکھو۔ جب عمیر رسول اللہ ﷺ کے پاس سے واپس ہوئے تو عصماء کے بچوں کو دیکھا کہ وہ اس کو دفن کر رہے ہیں۔ جب انہوں نے عمیر کو مدینہ کی طرف سے آتے ہوئے دیکھا تو ان سے دریافت کیا: کیا تم نے اس کو قتل کیا ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، تم سب مل کر میرے خلاف سازش کرو اور مجھے ذرا برابر بھی مہلت نہ دو، اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اگر تم سب بھی اس کی کہی ہوئی بات کہتے تو میں تم سب کو اس تلوار سے مار ڈالتا۔ اس دن سے بنو خطہ میں اسلام پھیلنے لگا۔ ان میں سے بعض لوگ اپنی قوم کے خوف کی وجہ سے اسلام کو قبول کرنے سے کترارہے تھے۔

عصماء کا قتل ۲۵ رمضان سن ۲ ہجری میں ہوا۔

مراجع: واقدی ۱/۱۷۲-۱۷۴

(۸)

کعب ابن اشرف یہودی

کعب بن اشرف کا تعلق قبیلہ بنو نضیر سے تھا، یہ رسول اللہ ﷺ کی دشمنی میں بہت مشہور تھا، اور آپ کی ہجو میں اشعار کہا کرتا تھا، جب جنگ بدر میں کفار مکہ کو شکست ہوئی اور ستر کا فرتل اور ستر قید ہوئے، اور ان قیدیوں کو مدینہ لایا گیا تو مشرکین، منافقین اور یہودیوں کو ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑا۔ جنگ بدر میں ہر یہودی اور منافق ذلیل و رسوا ہوا اور کفار مکہ کی اس کمر توڑ شکست سے مدینہ کے یہود اور منافقین کی گردن جھک گئی، اس موقع پر کعب بن اشرف نے افسوس کرتے ہوئے کہا: آج زمین کی تہہ زمین کے اوپری حصے سے بہتر ہے، یعنی زندہ رہنے کے مقابلہ میں مرنا بہتر ہے۔ یہ شریف اور سردار لوگ اور عربوں کے بادشاہ تھے اور حرم و امن والے تھے، وہ سب مار دیے گئے، پھر وہ مکہ چلا گیا اور ابووداعہ بن ضبیرہ کے پاس اتر اور مکہ میں رہ کر مسلمانوں کی ہجو کرنے لگا اور مقتولین بدر کا مرثیہ کہا:

طَحْنَتْ رَحَى بَدْرٍ لَمْ يَهْلِكْ أَهْلُهُ وَلَمْ يَمُتْ بَدْرٌ تَسْتَهْلُ وَتَذْمَعُ
فَقِيلَتْ سِرَاةُ النَّاسِ حَوْلَ حِيَاضِهِ لَا تَبْعُدُوا إِنَّ الْمُلُوكَ تُصَرَّعُ
وَيَقُولُ أَقْوَامٌ أَذِلُّ بِسُخْطِهِمْ إِنَّ ابْنَ أَشْرَفٍ ظَلَّ كَعْبًا يَجْزَعُ
صَدَقُوا فَلَيْتَ الْأَرْضُ سَاعَةً قُتِلُوا ظَلَّتْ تَسِيخُ بِأَهْلِهَا وَتَصَدَّعُ
كَمْ قَدْ أُصِيبَ بِهَا مِنْ أَبْيَضٍ مَاجِدٍ ذِي بَهْجَةٍ يَأْوِي إِلَيْهِ الضُّيْعُ
طَلِقِ الْيَدَيْنِ إِذَا الْكُؤَاكِبُ أَخْلَفَتْ حَمَالِ أَثْقَالٍ يَسُودُ وَيَرْبَعُ

نُبِّئْتُ أَنَّ بَنِي الْمُغِيرَةِ كُلَّهُمُ خَشَعُوا لِقَتْلِ أَبِي الْحَكِيمِ وَجُدُّوْا
نُبِّئْتُ أَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ هُمْ فِي النَّاسِ بَيْنِي الصَّالِحَاتِ وَيَجْمَعُ
لِيَزُوْدَ يَشْرَبَ بِالْجُمُوعِ وَإِنَّمَا يَسْعَى عَلَى الْحَسَبِ الْقَدِيمِ الْأَرْوَغُ
(بدر کی جنگی نے بدر والوں کو پیس لیا اور ان کو ہلاک کر دیا، اور بدر جیسے واقعے پر تم غم کر رہے ہو اور آنسو بہا رہے ہو۔
اس کی گھاٹ کے پاس لوگوں کے سردار قتل ہوئے، تم غم میں ہلاک نہ ہو جاؤ، کیوں کہ بادشاہ ہی بچھاڑے جاتے ہیں۔
اور وہ لوگ کہہ رہے ہیں جو ان پر غصے اور ناراضگی کی وجہ سے ذلیل ہو گئے ہیں: کعب ابن اشرف جزع فزع کرنے لگا ہے۔

انھوں نے سچ کہا، کاش اس وقت زمین پھٹ جاتی اور وہاں موجود سب لوگ دھنس جاتے جس وقت وہ سردار قتل کر دیے گئے۔

وہاں پر کتنے ہی خالص النسب شریف اور سخی لوگ ہلاک کر دیے گئے، جن کے در پر بھوکے لوگ جاتے تھے۔
وہ بڑے سخی تھے، خصوصاً اس وقت جب ستارے چھپ جاتے ہیں، وہ اپنے کندھوں پر سرداری کا بوجھ اٹھائے ہوئے
تھے اور وہ سردار اور حکمران تھے۔

مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ بنو مغیرہ کے سب لوگ ابوالحکیم کے قتل پر خوف زدہ ہو گئے ہیں اور گھبرا گئے ہیں۔
مجھے بتایا گیا ہے کہ حارث ابن ہشام لوگوں میں نیک کاموں کی تعمیر و تشکیل کرتا تھا، اور نیک کاموں کا جامع تھا۔
تمام لوگوں کو متحد ہو کر بیڑ پر حملہ کرنا چاہیے، اور اپنے نسب اور عزت کی حفاظت کی کوشش خوبصورت یعنی خاندانی
اور قدیم حسب کا پاسبان ہی کرتا ہے)

جب یہ اشعار رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوئے تو آپ نے حسان بن ثابت انصاری کو بلا کر بتایا کہ
وہ ابووداعہ کے پاس اتر اہوا ہے، حضرت حسان ابووداعہ کے پاس اترے ہوئے شخص کی جھوکرتے رہے
یہاں تک کہ کعب مکہ چھوڑ کر مدینہ آ گیا، وہ بہت سے لوگوں کے پاس مہمان بنتا رہا، لیکن حسان نے ہر
اس شخص کی جھوک کی جس نے بھی کعب ابن اشرف کو اپنے یہاں مہمان ٹھہرایا، کعب ابن اشرف برابر
حضور ﷺ اور مسلمانوں کو تکلیفیں دیتا رہا اور اپنے اشعار کے ذریعے جھوکتا رہا۔

حسان بن ثابت نے اپنے اشعار میں اس کا جواب دیا ہے، جن میں سے بعض اشعار مندرجہ
ذیل ہیں:

إِنِّي لَكَعَبٌ ثُمَّ عَلَّ بِعَبْرَةٍ مِنْهُ وَعَاشَ مُجَدَّعًا لَا يَسْمَعُ
فَأَبْكِي فَقَدْ أَبْكَيْتَ عَبْدًا رَاضِعًا شِبْهَ الْكَلْبِ لِلْكَلْبَةِ يَتْبَعُ
(کعب کو لاؤ پھر دوبارہ اس کے آنسو بہاؤ، اس نے کان کٹا ہو کر زندگی گزاری، وہ سن نہیں پاتا ہے۔
چناں چہ اس کو لاؤ، تم نے کہنے اور بھکاری کو لا لیا ہے، جو اس ذلیل کتے کی طرح ہے جو کتیا کے پیچھے پیچھے رہتا ہے)

جب کعب ابن اشرف کو مکہ میں کوئی ٹھکانہ نہیں ملا تو وہ واپس مدینہ آیا، آپ ﷺ نے

فرمایا: ”اے اللہ! ابن اشرف سے مجھ کو چھکارا دے“۔ صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میری خاطر کون کعب بن اشرف کو قتل کرے گا؟ اس نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے“۔ محمد بن مسلمہ نے کہا: میں اس کو قتل کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جاؤ، اس کو مار ڈالو“، محمد بن مسلمہ کعب ابن اشرف کو مارنے کی اسکیم بناتے رہے، اس میں اتنے مشغول رہے کہ انھوں نے کئی دنوں تک کچھ کھایا اور پیا نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو بلا کر دریافت فرمایا: ”محمد! تم نے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے؟“ انھوں نے کہا: اللہ کے رسول! میں نے آپ ﷺ سے وعدہ کیا ہے، مجھے یہ فکر سترہا ہی ہے کہ میں یہ وعدہ پورا کر سکوں گا یا نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم کو تو صرف کوشش کرنا ہے“۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ”اس سلسلے میں سعد بن معاذ سے مشورہ کرو“۔ چنانچہ محمد بن مسلمہ اور قبیلہ اوس کے چند لوگ جمع ہوئے، ان میں عباد بن بشر، ابونا نکلہ سلکان بن سلام، حارث بن اوس، ابو عیسٰ بن جبر تھے۔ انھوں نے کہا: اللہ کے رسول! ہم اس کو قتل کریں گے، بس آپ ہمیں آپ کے سلسلے میں جھوٹ بولنے کی اجازت دیجئے، کیوں کہ یہ ضروری ہے۔ آپ نے فرمایا: ”تم لوگوں کو اس کی اجازت ہے“۔

ابونا نکلہ کعب ابن اشرف کے پاس اس کے گھر میں گئے، جب کعب نے ان کو دیکھا تو اس کو معاملہ گڑ بڑ لگا، اس سے پہلے کہ وہ گھبرا جائے اور اس کو خوف محسوس ہو کہ اس کی گھات میں لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، ابونا نکلہ نے کہا: ہمیں تمہارے پاس ایک ضرورت لے آئی ہے۔ وہ اپنی قوم کی محفل میں بیٹھا تھا، اس نے کہا: مجھ سے قریب ہو کر اپنی ضرورت بیان کرو۔ وہ گھبرایا ہوا تھا اور اس کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ ابونا نکلہ اور محمد بن مسلمہ دونوں رضاعی بھائی تھے۔ وہ تھوڑی دیر کعب کے ساتھ گفتگو کرتے رہے اور اس کو اشعار سناتے رہے، اس سے کعب کی طبیعت میں انشراح پیدا ہو گیا۔ اسی دوران کعب نے پوچھا: تمہاری ضرورت کیا ہے؟ ابونا نکلہ نے اس کی بات سنی ان سنی کردی اور اس کو اشعار سناتے رہے، کعب نے پھر پوچھا: تمہاری ضرورت کیا ہے؟ شاید تم ہمارے ساتھ موجود لوگوں کو باہر بھیجنا چاہتے ہو؟ جب لوگوں نے یہ بات سنی تو وہ باہر چلے گئے، ابونا نکلہ نے کہا: مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ لوگ ہماری کوئی بات سنیں، تاکہ ان کو بدگمانی نہ ہو، اس آدمی (محمد ﷺ) کے آنے کی وجہ سے ہم پر مصیبتوں کے دروازے کھلے ہیں اور عربوں نے ہمارے خلاف جنگ شروع کر دی ہے اور متحد ہو کر ہم پر حملہ آور ہو گئے ہیں، ہمارے راستے منقطع ہو گئے ہیں، ہم اس کی مدد کرتے کرتے تھک چکے ہیں، اور اہل عیال ضائع ہو گئے ہیں، اس نے ہم سے صدقہ لیا، حالانکہ ہمارے پاس خود کھانے کے لئے کچھ نہیں ہے۔ کعب نے کہا: اللہ کی قسم! ابن سلامہ! میں تم کو اس بارے میں بتایا کرتا تھا کہ پوری باگ ڈور اس کے

ہاتھوں میں ہوگی۔ ابونا نلہ نے کہا: میرے ساتھ میرے چند ساتھی ایسے ہیں جو میرے ہم خیال ہیں، میرا ارادہ تھا کہ ان کو لے کر تمہارے پاس آؤں اور تم سے غلہ یا کھجوریں خریدوں، اس بارے میں تم ہم پر احسان کرو، ہم تمہارے پاس ہماری کچھ چیزیں رہن میں رکھیں گے، اس پر وہ فوراً راضی ہو گیا، اس طرح ابونا نلہ اس کے مکان تک اپنے ساتھیوں کو لے جانے میں کامیاب ہو گئے۔

جب اس طرح یہ لوگ وہاں پہنچ گئے اور کعب نے اپنے آیا تو ابونا نلہ نے اس کو پکڑ لیا اور باقی لوگوں نے اس کا سر قلم کیا، اور اس کا سر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں لے آئے، رات کا آخری پہر تھا، حضور ﷺ نماز پڑھ رہے تھے کہ یہ لوگ پہنچے، ان میں حارث ابن اوس بھی تھے، ان کو اپنے ہی ساتھیوں میں سے کسی کی تلوار سے زخم آیا تھا، حضور ﷺ نے لعاب دہن لگایا تو فوراً اچھا ہو گیا۔

مراجع: واقدی ۱۸۴/۱، ۱۹۳-۱۹۴، أسماء المصنوعین ۱۳۵، الأعلام ۵/۲۲۵، الأغانی ۱۲/۹ وغیرہ، البدایہ والنہایہ ۳/۲۳۵ وغیرہ، دیوان الشعراء عربی ۲/۳۹، تاریخ الطبری ۲/۴۸۸، السیرۃ لابن ہشام ۳/۵۴-۵۵، شعر طی وأخبارها ۸۷۸-۸۸۲، طبقات ابن سعد ۲/۲۱، طبقات فحول الشعراء ۲۸۲، مجمل الشعراء مرزبانی ۲۴۳، مجمل الشعراء عقیف ۲۲۳، مجمل الشعراء أنحضر مین والاً موبین ۳۹۱

(۹)

عبداللہ ابن حنظل

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند لوگوں کا خون ہدر کر دیا تھا اور اپنے ساتھیوں کو حکم دیا تھا کہ یہ لوگ جہاں بھی ملے قتل کر دو، ان میں سے عبداللہ بن حنظل بھی تھا، فتح مکہ کے دن اپنے گھر سے نکل کر کعبہ کے غلاف میں داخل ہو گیا اور وہاں پناہ لی۔ ابو بزرہ اسلمی نے اس کو کھینچ کر باہر نکالا، وہ غلاف سے لٹکا ہوا تھا، انہوں نے رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان اس کو قتل کر دیا۔

اس کا جرم یہ تھا کہ اس نے اسلام قبول کر کے مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی، رسول اللہ ﷺ نے اس کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے کسی علاقے میں بھیجا۔ اس کے ساتھ قبیلہ خزاعہ کے ایک آدمی کو بھی بھیجا، وہ خزاعی اس کا کھانا بناتے اور اس کی خدمت کیا کرتے تھے، دونوں ایک جگہ اترے، عبداللہ نے خزاعی کو کھانا پکانے کے لئے کہا اور آدھی رات کو سو گیا، جب اس کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ خزاعی سویا ہوا ہے اور اس نے کچھ پکایا نہیں ہے، اس کو غصہ آیا تو عبداللہ نے اس کو مار مار کر ہلاک کر دیا، جب اس کا قتل کیا تو اس نے دل میں سوچا: اللہ کی قسم! اگر میں محمد کے پاس جاؤں گا تو وہ مجھے اس کے بدلے قتل کر دیں گے، یہ سوچ کر وہ مرتد ہو گیا اور صدقے کا پورا مال لے کر مکہ فرار ہو گیا، مکہ والوں نے اس

سے دریافت کیا: تم ہمارے پاس کیوں لوٹ آئے ہو؟ اس نے کہا: میں نے تمہارے دین کے مقابلے میں کسی اور دین کو بہتر نہیں پایا۔ وہ اپنے شرک پر جمار ہا، اس کی دو باندیاں تھیں، وہ دونوں فاسق اور فاجر تھیں، عبداللہ ابن حنظل نبی کریم ﷺ کی ہجو میں اشعار کہا کرتا تھا اور ان دونوں کو گا کر پڑھنے کے لئے کہا کرتا تھا۔ اس کے پاس مشرکین آتے تھے، اور شراب پیتے تھے، محفلیں جمتی تھیں اور یہ دونوں باندیاں حضور ﷺ کی ہجو میں اشعار گایا کرتی تھیں۔

سارہ نامی عمرو بن ہشام کی آزاد کردہ ایک باندی تھی، وہ مکہ کی مغنیہ اور نوحہ خواں تھی، عبداللہ رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں کہے ہوئے اپنے اشعار اس کو دیتا تھا تو وہ گاتی تھی۔

مراجع: واقدی ۲/۸۵۹-۸۶۰

(۱۰)

مقیس ابن صبابہ

حضور اکرم ﷺ نے بہت سے ایسے کافروں کا خون ہدر کر دیا تھا، جن کا جرم ناقابل معافی تھا، ان میں سے ایک مقیس بن صبابہ بھی تھا، فتح مکہ کے وقت وہ بنو سہم میں اپنے نبیال میں تھا، اس دن اس نے اپنے دوستوں کے ساتھ صبح کے وقت شراب پی، نمیلہ بن عبداللہ لیش بنو سہم میں آئے ہوئے تھے، ان کو مقیس کے ٹھکانے کے بارے میں معلوم ہوا تو اس کے پاس آئے اور اس کو پکارا، وہ نشے میں دھت تھا اور لڑکھڑا رہا تھا اور یہ اشعار گارہا تھا:

دَعَيْتَنِي أَصْطَبِحُ يَا بَكْرُ إِنِّي رَأَيْتُ الْمَوْتَ نَقَبَ عَنْ هِشَامٍ
وَنَقَبَ عَنْ أَبِيكَ أَبِي يَزِيدٍ أَخِي الْقَيْنَاتِ وَالشَّرْبِ الْكَرَامِ
بِهِمْ أُرْسَتْ رِوَاسُ مِّنْ ثِيَرٍ وَمِنْ ثَوْرٍ وَلَمْ تَصْمَمْ صَمَامِ
تَغْنِيَنِي الْحَمَامُ كَأَنَّ رَهْطِي خَزَاعَةً أَوْ أَنْاسُ مِّنْ جُذَامِ

(بکر! مجھے صبح کی شراب پینے کے لیے چھوڑ دو، کیوں کہ میں نے موت کو ہشام پر نقب لگاتے ہوئے دیکھا ہے۔

اور موت نے تمہارے ابا ابو یزید پر بھی نقب لگایا، جو گانے والی باندیوں اور عمدہ شراب کا رسیا تھا۔

ان ہی کے ذریعے شیر اور ثور کے پہاڑ مضبوط ہوئے، اور میری سخت مصیبت مصیبت نہیں رہی۔

کبوتر میرے سامنے گارہا ہے، گویا کہ میرا گروہ خزاعہ سے تعلق رکھتا ہے یا وہ قبیلہ جذام کے لوگ ہیں) نمیلہ نے اس کو تلوار سے مار کر ہلاک کر دیا۔

مقیس کا جرم یہ تھا کہ اس کے بھائی ہاشم بن صباہ نے اسلام قبول کیا تھا اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ مریح میں شریک تھے، غلطی سے ان کو بنو عمرو بن عوف کے ایک آدمی نے قتل کیا، دراصل انہوں نے ہاشم کو کفار کے گروہ میں سے سمجھا، مقیس بن صباہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے بنو عمرو بن عوف پر ہشام کی دیت لازم کی، جو مقیس کو دی گئی، اس نے دیت لی اور اسلام قبول کیا، پھر اپنے بھائی کے قاتل پر حملہ کیا اور اس کو قتل کر دیا۔ اور مرتد ہو کر فرار ہو گیا اور اس نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

شَفَى النَّفْسَ أَنْ قَدْ بَاتَ بِالْفَقَاعِ مُسْنَدًا تُضَرِّجُ ثَوْبِيهِ دِمَاءَ الْأَحَادِعِ
ثَارَتْ بِهِ فَهْرًا وَحَمَلْتُ عَقْلَهُ سُرَادَةَ بَنِي النَّجَارِ أَرْبَابَ فَارِعِ
حَمَلْتُ بِهِ وَتَرَى وَأَذْرَكْتُ ثَوْرَتِي وَكُنْتُ إِلَى الْأَوْثَانِ أَوَّلَ رَاجِعِ
(میرے دل کو اس امر نے سکون پہنچایا کہ وہ کھلے میدان میں پیڑھ لگائے سو گیا جب کہ گردن کی رگوں کے خون سے اس کے کپڑے لت پت تھے۔

میں نے قبیلہ فہر سے اس کا بدلہ لیا اور میں نے فارغ قلعہ کے ارباب حل و عقد بنو نجار کے سرداروں کے ذمے اس کی دیت ڈال دی۔

اس طرح میں نے اپنا انتقام لیا اور اپنا بدلہ پورا کیا، اور میں بتوں کی طرف سب سے پہلے لوٹنے والا بن گیا)

مراجع: واقدی ۲/۸۶۱-۸۶۲

(۱۱)

ہبیرہ ابن ابو وہب

فتح مکہ کے دن ہبیرہ بن ابو وہب عبد اللہ بن زبیری کے ساتھ نجران بھاگ گیا۔ عبد اللہ بن زبیری تو واپس آ کر مسلمان ہو گئے، لیکن ہبیرہ نجران ہی میں رہا اور وہیں حالت کفر میں اس کا انتقال ہو گیا۔ فتح مکہ کے موقع پر ام ہانی بنت ابوطالب ہبیرہ کی بیوی تھی، ام ہانی نے اسلام قبول کیا، جب یہ خبر ہبیرہ کو معلوم ہوئی تو اس نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

وَقَدْ أَرَقْتُ فِي رَأْسِ حِصْنٍ مُمْنَعٍ بَنَجْرَانَ يَسْرِي بَعْدَ لَيْلٍ خِيَالُهَا
وَإِنْ كُنْتُ تَابَعْتُ دِينَ مُحَمَّدٍ وَقَطَّعْتُ الْأَرْحَامَ مِنْكَ جِبَالُهَا
فَكُونِي عَلَى أَعْلَى سَجِيْقٍ بِهَضْبَةٍ مُلْمَمَةٍ حَمْرَاءَ يَبَسِ تَلَالُهَا
(نجران کے ناقابلِ تسخیر قلعے کی چوٹی پر اس کی یاد میں میری نیند اڑا دی ہے جو یادرات چھا جانے کے بعد آئی۔

اگر تم نے مجھ کے دین کی پیروی کی ہے اور تم نے قطع تعلقی کی ہے۔

تو تم اونچی گول چوٹی کی سب سے دور جگہ پر چلی جاؤ، جو دھوپ کی تیزی کی وجہ سے سرخ ہو گئی ہے اور اس کے ٹیلے سوکھے

مراجع: واقدی ۲/۸۳۸-۸۳۹

ہوئے ہیں)

فہرست مراجع

۱. القرآن الکریم
۲. آداب السلوک فی الاسلام از: مصطفی محمد طحان
۳. اخبار مکہ از: تحقیق رشدی ملحد
۴. الأدب الاسلامی فکرته ومنهجه از: مجموعہ مقالات. شائع شدہ: ندوۃ العلماء لکھنؤ
۵. الأدب العربی بین عرض ونقد از: رابع حسنی ندوی
۶. ادبی کاوشیں از: محمد طیب عثمانی ندوی
۷. الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب از: ابن عبد البر (م ۴۲۳)
۸. أسد الغابۃ از: ابن اثیر
۹. أشعار الہذلیین از: سکری
۱۰. الإصابة فی تمییز الصحابة از: ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲)
۱۱. الأصمعیات از: اصمعی
۱۲. الأضواء علی الأدب الإسلامی از: محمد رابع حسنی ندوی
۱۳. إعجاز القرآن از: باقلانی
۱۴. الأعلام از: خیر الدین زرکلی
۱۵. الأغانی از: ابوالفرج اصبہانی (م ۳۵۶)
۱۶. أمالی القالی از: ابو علی قالی
۱۷. البداية والنهاية از: ابن کثیر
۱۸. البصائر والذخائر از: توحیدی
۱۹. البیان والتبیین از: جاحظ (م ۲۵۵)
۲۰. بیئات الشعر الإسلامی فی زمن الرسول. از: ڈاکٹر یحیی جیوری
۲۱. تأثير الإسلام فی الشعر العربی از: مسعود عالم ندوی
۲۲. تاریخ آداب العرب از: مصطفی صادق رافعی
۲۳. تاریخ الأدب العربی از: احمد حسن زیات
۲۴. تاریخ الأدب العربی از: حنا فاخوری
۲۵. تاریخ الأدب العربی از: بروکلیمان
۲۶. تاریخ الأدب العربی از: بلاشیر
۲۷. تاریخ الأدب العربی از: عمر فروخ
۲۸. تاریخ آداب اللغة العربیة از: جرجی زیدان
۲۹. تاریخ الآداب العربیة از: نالینو
۳۰. تاریخ خلیفہ بن خیاط از: خلیفہ ابن خیاط

۳۱. تاریخ دمشق از: ابن عساکر
۳۲. تاریخ الشعر العربی از: نجیب بہیتی
۳۳. تاریخ الطبری از: طبری (۲۱۰)
۳۴. تاریخ العرب قبل الإسلام از: جواد علی
۳۵. تہذیب تاریخ ابن عساکر از: عبد القادر بدران
۳۶. تہذیب التہذیب از: ابن حجر عسقلانی
۳۷. الحيوان از: جاحظ
۳۸. خزائن الأدب از: بغدادی (۱۰۹۳)
۳۹. خصائص شعر المخضرمین از: یحییٰ جبوری
۴۰. دراسات فی الأدب الإسلامی از: محمد رابع حسنی ندوی
۴۱. دیوان حسان ابن ثابت
۴۲. دیوان کعب ابن مالک
۴۳. الروض الأنف از: سہیلی (۵۸۱)
۴۴. سمط الآلی از: بکری (م ۲۸۷)
۴۵. ستن ابن ماجہ از: ابن ماجہ
۴۶. ستن ابی داود از: ابو داود
۴۷. ستن نسائی از: نسائی
۴۸. سیر أعلام النبلاء از: ذہبی
۴۹. السيرة النبوية از: ابن ہشام
۵۰. سیرت النبی از: علامہ شبلی نعمانی/سید سلیمان ندوی
۵۱. شرح أشعار الهذليين از: عبد الستار فراج
۵۲. الشعر الإسلامی فی صدر الإسلام از: ڈاکٹر عبد اللہ الحامد
۵۳. الشعر الجاهلی بین الروایة والتدوین از: ڈاکٹر عبد الہادی
۵۴. شعر الحرب فی الجاهلیة بین الأوس والخزرج از: محمد عید خطراوی
۵۵. شعر الدعوة از: ڈاکٹر عبد اللہ الحامد
۵۶. شعر الصحابة ومدى العناية به از: پروفیسر عبد العزیز رفاعی
۵۷. شعر طی وأخبارها فی الجاهلیة والإسلام از: وفاء سندیونی
۵۸. الشعر العربی بین الجمود والتطور از: عبد العزیز کفراوی
۵۹. شعر الهذليين از: احمد کمال زکی
۶۰. الشعر والشعراء از: ابن قتیبہ
۶۱. الشعر وطوابعه علی مر العصور از: ڈاکٹر شوقی ضیف
۶۲. شعراء اسلاميون از: نوری حمودی قیسی
۶۳. شعراء صدر الإسلام وتمثلهم للقيم الاجتماعية از: وفاء فہمی سندیونی
۶۴. شعراء قشیر فی الجاهلیة والإسلام از: عبد العزیز فیصل
۶۵. صبح الأعشی از: قلقشندی
۶۶. الصحيح البخاری از: امام بخاری
۶۷. صحيح مسلم از: امام مسلم شیبانی

۲۸. صور من حياة الصحابة از: ڈاکٹر رافت پاشا
۲۹. طبقات فحول الشعراء از: ابن سلام جمحی (۲۳۲)
۷۰. الطبقات الكبرى از: ابن سعد (۲۳۰)
۷۱. عربی ادب کی تاریخ از: ڈاکٹر عبد الحلیم ندوی
۷۲. العصر الجاهلی از: شوقی ضیف
۷۳. العقد الفريد از: ابن عبد ربہ
۷۴. عيون الأخبار از: ابن قتیبہ
۷۵. الفتوح از: واقدی
۷۶. فجر الاسلام از: احمد امین
۷۷. الفن ومذاهبه فی الشعر العربی از: شوقی ضیف
۷۸. الفهرست از: ابن ندیم
۷۹. فوات الوفيات از: کتبی
۸۰. الکامل فی التاريخ از: ابن اثیر
۸۱. الکامل فی اللغة والأدب از: میرد
۸۲. کتاب الزینة از: ابو حاتم رازی
۸۳. کتاب المغازی از: ابن اسحاق
۸۴. کتاب المغازی از: واقدی
۸۵. المؤلف والمختلف از: آمدی
۸۶. مختار الشعر الجاهلی از: مصطفی سقا
۸۷. معجم الشعراء از: مرزبان
۸۸. معجم شعراء المخضرمين والامويين از: ڈاکٹر عزیزہ فوال بابتی
۸۹. معجم الشعراء من العصر الجاهلی حتى نهاية العصر الأموي: ڈاکٹر عقیف
۹۰. معجم شعراء لسان العرب از: یاسین ایوبی
۹۱. معجم ما استعجم از: بکری (۴۸۷م)
۹۲. المعتمرون والوصايا از: سجستانی
۹۳. المفضليات از: مفضل ضبی
۹۴. منح الممدح از: ابن سید الناس
۹۵. الموجز فی الأدب العربی وتاریخہ از: حنا فاخوری
۹۶. نقد الشعر از: قدامہ ابن جعفر
۹۷. نقد النثر از: قدامہ ابن جعفر
۹۸. الهجاء والجاؤون فی الجاهلیة از: محمد محمد حسین
۹۹. وفا الوفا بأخبار دار المصطفى از: نورالدین سمہردی
۱۰۰. وفيات الأعيان از: ابن خلکان